مختصر تاریخ

جموں و کشمیر

معہ کشتواڑ۔ تبت اصلی (لہاسہ) تبت بزرگ (لداخ) تبت خورد (بلتستان)
پوریگ (کرگل و زانسکار) گلگت (دردستان) سلاطین بمبہ و کھکھا ضلع مظفرآباد

مولفہ:

مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی



جے۔ کے۔ بک ہاؤس

ریذیڈنسی روڈ۔ جموں (توی)

منصور حیدر راجہ

مختصر تاریخ جموں وکشمیر

مختصر تاریخ

جموں و کشمیر

معہ کشتوار، تبت اصلی (لھاسہ) تبت بزرگ (لداخ) تبت خورد (بلتستان)
پوریگ (کرگل وزانسکار) گلگت (دردستان) سلاطین بمبہ و کھکھا ضلع مظفرآباد



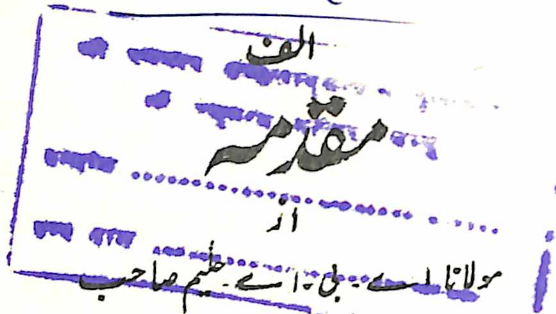
مولفہ:

مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی



جے۔ کے۔ بک ہاؤس

ریذیڈنسی روڈ۔ جموں (توی)



الف

مقدمہ

از

مولانا اے۔ بی۔ اے۔ حلیم صاحب

پرو وائس چانسلر و پروفیسر و چیرمین شعبۂ تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

مصنف کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس نامی و گرامی شخصیت مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات اور خاندان ڈوگرہ جموں کے عروج کے حالات کو بیان کریں۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے ان مختلف اضلاع کی گذشتہ تاریخ سے بھی بحث کی ہے۔ جو موجودہ مملکت جموں و کشمیر پر مشتمل ہیں۔ اور ملحقہ علاقہ جات کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ اس قسم کی تصنیف کے لیے میرے دوست الحاج مولوی حشمت اللہ خاں جس قابلیت کے ساتھ موزوں ہیں بہت ہی کم اشخاص کو وہ رتبہ حاصل ہے وہ ایک تجربہ کار مدبر ہیں۔ نکتہ رس محقق ہیں اور قابل ہفت زبان ہیں انھوں نے ایسا دماغ پایا ہے کہ ملازمت سرکاری سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی انہیں جوانی کی قوت اور لوچ باقی ہے۔

اس کتاب کے مصنف الحاج مولوی حشمت اللہ خاں سرکار انگلشیہ ہند کے محکمۂ خارجیہ کی ملازمت میں برٹش ایجنٹ گلگت کے محکمہ کے ایک رکن کے طور پر ۱۸۹۲ء میں داخل ہوئے اس حیثیت میں علاقہ ایجنسی کے لوگوں کے ساتھ قریبی تعلق پیدا کرنے کا انہیں موقع ملا ۱۸۹۵ء میں جنگ چترال کے خاتمہ پر جبکہ ابھی سرکار ہند کی افواج چترال کے مختلف مقامات میں تعینات تھیں انکا تبادلہ چترال میں ہوا۔ اور اس طرح سے انہیں باشندگان چترال اور باشندگان علاقہ جات ملحقہ کے ساتھ مثلاً۔ کافر کرغز۔ یارقندی۔ بدخشانی وغیرہ سے تعلقات پیدا کرنے اور انکے حالات معلوم کرنے کا موقع ملا ۱۸۹۸ء میں وہ ریاست جموں و کشمیر کی ملازمت میں داخل ہوئے اور ایک دوسری حیثیت سے گلگت ہی میں تعینات رہے۔ چار پانچ سال بعد وہ گلگت سے مظفرآباد وہاں سے رجوری اور وہاں سے کرگل میں تبدیل ہوئے۔ اور کرگل سے لداخ میں تعینات ہوئے ان کے زمانہ تعیناتی لداخ میں ڈیوک آف ابروزی کی علمی مہم بلتستان میں وارد ہوئی۔ اور مولوی حشمت اللہ خاں نے دربار کی طرف سے اسکو امداد دی ۱۹۱۳ء میں ڈاکٹر فلیپو ڈی فلیپی اپنی علمی

قیمت : سات سو پچاس روپے -/۷۵۰
اشاعت اول : ۱۹۳۹ء
اشاعت دوئم : ۱۹۹۲ء
طباعت : پرنس آفسیٹ پرنٹرز۔ دہلی
ناشر : جے۔ کے۔ بک ہاؤس
ریذیڈنسی روڈ۔ جموں (توی)

MUKHTSAR TAREEKH JAMMU WA KASHMIR • 1992
BY : MAULVI HASHMAT ULLAH KHAN LUCKHNAWI •

Jay Kay Book House
Residency Road, Jammu Tawi Pin-1830001 (J & K)

ج

ریویو

از

مولانا محمد حبیب صاحب پروفیسر تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

تاریخ جموں و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مصنفہ

الحاج مولوی حشمت اللہ خاں لکھنوی

کشمیر کے دل فریب ملک کے متعلق متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ مگر اس شہرۂ آفاق وادی کی سرحدات پر جو ممالک واقع ہیں ان کی تحقیقات کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ مرزا حیدر کی تاریخ رشیدی کے بعد جو بابر اور ہمایوں کا ہم عصر اور قرابتدار تھا۔ ایشیائی مصنفین ان ممالک کے متعلق بالکل خاموش رہے ہیں۔ اس پردے کو جس حوصلہ اور محنت کے ساتھ مولوی حشمت اللہ خاں نے اٹھایا ہے اس کے لیے تمام سنجیدہ محققین کو انکا شکرگذار ہونا چاہیئے۔

اس کتاب کا اصلی موضوع یہ ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عالیشان خاندان کے حالات بیان کئے جائیں اور ان دور دراز اور دشوار ممالک میں ان کی قابل تعریف فتوحات کے حالات کا اظہار کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ ریاست جموں و کشمیر کے متعلق تمام تاریخی۔ سیاسی۔ جغرافیائی اور مدنی حالات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جیسی کہ امید ہونی چاہیے۔ ڈوگرہ راج کی توسیع کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں جسقدر سندیں اور تحریریں کہ مل سکتی تھیں اُن کا نہایت احتیاط کے ساتھ مطالعہ کیا گیا ہے۔ اور سابقہ خاندانوں کے حالات جہاں تک کہ ممکن تھا نہایت مکمل طور سے بیان کیے گئے ہیں، اوران خشک اور نہایت سرد ممالک کے متعلق جہاں آج کل تین بڑی سلطنتیں ملتی ہیں اور جہاں زمانہ وسطیٰ میں ہندو مسلم اور تبتی تین مختلف تمدنوں کا ایک دوسرے کے ساتھ قریبی تعلق رہا ہے معلومات کے اس خزانہ کے لئے توجہ کے ساتھ پڑھنے والوں کو مصنف کا

اور طبقات الارض کی مہم لیکر وارد بلتستان ہوئے اور مصنف کے ساتھ اسکردو میں انھوں نے موسم سرما گذارا۔ ڈاکٹر ڈی فیلیپی کی دوستی کی وجہ سے مشہور جغرافیہ داں اور ماہر علم طبقات الارض پروفیسر جوتو ڈائی نیلی کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات پیدا ہو گئے۔ اُس زمانہ میں وہ لداخ کے وزیر یعنی حاکم اعلیٰ تھے۔ بعد ازاں وہ وقتاً فوقتاً مملکت جموں وکشمیر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل ہوتے رہے جس سے انکو تحقیقات جاری رکھنے میں بڑی مدد پہونچی۔

۱۹۲۹ء میں مصنف ریاست جموں وکشمیر کی ملازمت سے پنشن پر سبکدوش ہو گئے اور اپنے وطن لکھنؤ میں انھوں نے رہنا شروع کیا۔ ۱۹۳۰ء میں پروفیسر جوتو ڈائی نیلی سیاچن گلیشیر کے اوپر اپنی مہم لیکر گئے۔ انھوں نے مولوی حشمت اللہ خاں کو انتظام کے لیے اپنی مہم کے ساتھ شامل کر لیا۔ اس طرح سے انھیں ملک کاراکورم کی باحتیاط سیر کرنے کا ایک اور موقع ملا۔ واپسی پر سفر براہِ کلو سلطان پور ہوا۔ اور اس راستہ اور ملک سے بھی انھیں پوری واقفیت حاصل ہوئی۔

اپنے تمام زمانہ قیام مملکت جموں وکشمیر میں مولوی حشمت اللہ خاں نے ان علاقہ جات کے باشندگان کے ساتھ قریبی تعلقات قائم رکھے۔ جہاں وہ بطور حاکم کے تعینات رہے اور علاقہ جات کے باشندگان کے ساتھ بھی وہ ملتے جلتے رہے۔ اور حکومت کے فرائض سے جس قدر زائد وقت انھیں ملتا رہا اُسے انھوں نے اہل ملک کی تاریخ زبان اور رسم ورواج کی تحقیقات میں صرف کیا۔ اس طرح سے انھوں نے کمتر اہمیت کے لہجہ جات۔ جیسے کہ پشتو گلگتی (شینا)، چترالی (کھوار) اور تبتی زبانیں سیکھ لیں اور لداخی زبان کا لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ اپنی تحقیقات میں انھوں نے ان تمام تحریرات سے فائدہ اٹھایا جو انھیں دستیاب ہوئیں مگر چونکہ یہ تحریرات کافی نہیں ثابت ہوئیں اس لئے معلومات حاصل کرنے کے جسقدر دیگر وسائل ہاتھ آئے اُن کا انھوں نے پورا استعمال کیا۔ انھوں نے بڑی محنت کے ساتھ مختلف زبانوں اور مختلف درجہ اعتبار کی مقامی روایات کو جمع کیا اور اُن سے نتائج اخذ کئے لہٰذا اس لئے یہ کتاب جیسا کہ مصنف کا بجا دعویٰ ہے۔ وادی کشمیر کے ملحقہ ممالک وعلاقہ جات کے باشندگان کی تاریخی اور مدنی حالات ومعلومات کے فراہم کرنے میں مصنف کی مدت العمر کی محنت شاقہ اور جانفشانی کا نتیجہ ہے اور واقعی طور پر قابل تعریف ہے۔

علی گڈھ
۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(دستخط) اے۔ بی۔ اے۔ حلیم
پرو وائس چانسلر و پروفیسر و چیرمین شعبہ تاریخ وسیاسیات مسلم یونیورسٹی

حاصل ہے جن کے متعلق اُردو زبان میں کوئی سابقہ تصنیف موجود نہیں ہے۔

مولوی حشمت اللہ خاں بحیثیت ایک وفادار عہدہ دار دربار کے اپنی کتاب تاریخ جموں وفتوحات خاندان ڈوگرہ کو ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کے نام پر ہدیہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میری رائے میں ایک رعایا کی طرف سے اُس کے حکمران کے لیے اُسکی ملکت کے علمی حالات سے بڑھکر اور کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا جس کی صدق دل سے اور محنت شاقہ کے ساتھ خدمت کرنے میں اُس نے اپنی عمر گذاری ہے۔

(دستخط)

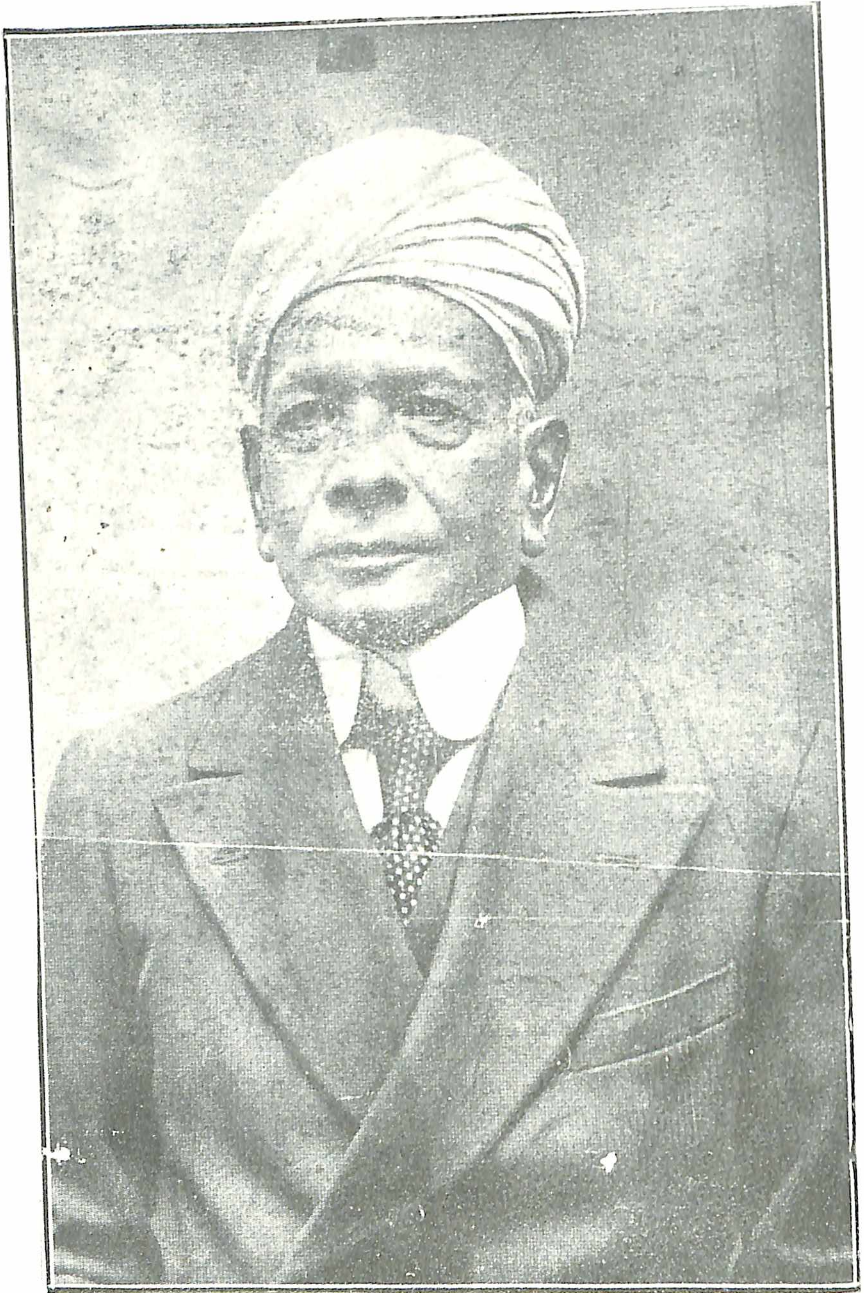
محمد مجیب۔ بی۔ اے (آکسفورڈ)
پروفیسر تاریخ و سیاسیات مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ

۱۰ر جولائی ۱۹۳۷ء



شکر گذار ہونا چاہیئے مختلف تمدنوں کے اُس تعلق اور تصادم کا نتیجہ ان لوگوں کے لئے گویا ایک الہام ہوگا جو مولوی حشمت اللہ خاں کے قابل تعریف اوراق کا مطالعہ کریں گے۔ وہ مصنف جو اپنے مضمون کی تکمیل کا ارادہ رکھتا ہے اپنے پیشروؤں کی بنیادی تصانیف کو نظر انداز نہیں کریگا۔ اور مولوی حشمت اللہ خاں نے تمام اُردو فارسی اور انگریزی تصانیف کو نہایت احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے لیکن کتاب کا اصلی جوہر مصنف کے ذاتی مشاہدات، مطالعات اور تحقیقات پر مبنی ہے جو وہ اپنے طویل زمانۂ ملازمت میں ریاست کے ہر ایک گوشہ اور دور دراز مقامات میں کرتے رہے ہیں۔ مصنف نے ان لوگوں کی روایات کو جمع کیا ہے۔ جس کی تاریخی وقعت جب ہم زمانہ سلف سے ہٹ کر قرونِ وسطیٰ میں پہونچتے ہیں گھٹ جاتی ہے مگر جہاں تک گذشتہ دو تین صدیوں کا تعلق ہے اُس کی عام صحت و صداقت میں کوئی شک و شبہہ نہیں ہوسکتا۔ مقامی زبانوں میں جو تحریریں لکھی گئی ہیں اُن کی ایک بہت بڑی تعداد کو مصنف نے استعمال کیا ہے۔ جس کا پڑھنا سالہا سال کی لگاتار محنت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ بہت سے حکمرانوں کو اور بہت سے حکمران خاندانوں کو جن کے وجود کا علم بھی ہندوستان کے علما کو نہ تھا۔ ایک مورخ مل گیا ہے اور اُن کی کامیابیوں کے کارنامے اور اُن کی ناکامیوں کا اندراج آیندہ نسلوں کے لیے اب محفوظ ہوگیا ہے۔

مصنف نے سالہا سال کی لگاتار تحقیقات کے بعد جو بہت بڑا ذخیرہ واقعات کا جمع کیا ہے اور جس میں غیر مانوس نام بکثرت آئے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ممکن ہے کہ اُردو خوان لوگ گھبرائیں۔ اگر یہ صورت ہو تو یہ قصور ہماری زبان کی مبتذل روایات کا ہوگا جس نے ہمیں ادنیٰ درجہ کی دینیات، سبک ادبیات اور بے معنی افسانوں کا عادی بنا دیا ہے۔ یہ کتاب تاریخ جموں ہماری زبان کی چند واقعی علمی تصانیف میں سے ایک تصنیف ہے اور اشاعت اُردو کے تمام حامیوں کو اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ کیونکہ مصنف گو کہ لکھنؤ کے باشندے ہیں۔ مگر وہ ان متجسسین اور محققین میں سے ہیں جو ہندوستان میں بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اُن ممالک میں پہونچے تھے جہاں قبل ازیں بہت ہی کم ہندوستانی گئے ہیں انھیں ان معاملات پر لکھنے کا استحقاق



حشمت اللہ خان لکھنوی

دیباچہ کتاب

یہ کتاب بالآخر جس طرح ترتیب پائی اور جس شکل میں اب شائع کی جاتی ہے ابتدا میں اس طور پر تجویز نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ارتقا کے ذریعے بتدریج جس عنوان سے اس درجہ میں پہونچی ہے۔ اُس کی تشریح خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں جبکہ میں لداخ میں بطور ناظم کے تعینات ہوا سب سے پہلے مجھے تبتی زبان سیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ لہذا جس طرح سے جوانی میں بزمانہ اپنی آغاز ملازمت کے گلگتی۔ چترالی۔ اور پشتو زبانیں گلگت میں میں نے محض بات چیت سے سیکھ لی تھیں۔ تبتی زبان کو بھی زبانی طور پر سیکھنا شروع کیا۔ مگر چونکہ گنواروں سے بیکار باتیں کرنے کی مجھے عادت نہ رہی تھی اس میں کامیاب نہوا۔ مجبوراً میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ حروف شناسی کے بعد کتاب کی تلاش ہوئی۔ مگر لداخ میں مدارس کی وضع کی درسی کتابیں تبتی زبان کی رائج نہیں ہیں میرے دوست اور استاد لوچھیتن پلجور نے موریوین مشن کی شائع کردہ تبتی کتابوں میں سے ایک رسالہ وزیر زور آور سنگھ کلھوریا کے حملہ لداخ کے متعلق میری تعلیم کے لیے تجویز کیا۔ اس کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ اس میں نہایت ناکمل اور ٹوٹے پھوٹے حالات لکھے گئے ہیں جس سے لداخی نوجوانوں میں ڈوگروں کے متعلق غلط فہمی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہذا میں نے تجویز کی کہ مہم وزیر زور آور سنگھ کے سے صحیح حالات تحقیق کر کے تبتی زبان میں شائع کر دیے جائیں۔ چنانچہ یہ تحقیقات میں نے شروع کر دی۔

چونکہ سورو سے لیکر لداخ۔ اور پھر لداخ سے زانسکار۔ اور بعد ازاں لداخ سے بلتستان۔ اور پھر بلتستان سے پورانگ تک کے حالات کی تحقیق کرنی تھی جس کے لئے ہر ایک جگہ جانا ضروری تھا اس لیئے اس میں کئی سال لگ گئے۔ اور چونکہ اس کا قریبی تعلق لداخ پوریگ اور بلتستان کی تاریخ کے ساتھ پایا گیا۔ اس کی تحقیق بھی ساتھ ساتھ کرتا رہا۔ اس سے یہ کام اور بھی لمبا ہو گیا۔ بعد ازاں لداخ کا تعلق تبت کی تاریخ کے ساتھ اور بلتستان کا تعلق

گلگت کی تاریخ کے ساتھ پایا گیا۔ اس نے مزید طوالت پیدا کی۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ جب تک جموں کی تاریخ نہ لکھی جائے یہ تمام کام بے سر رہیگا۔ اسے بھی میں نے شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کام اتنا لمبا ہو گیا کہ میرے قیام لداخ کے دوران میں سنہ ۱۹۱۱ء تک ختم نہ ہو سکا۔ اور تمام مسودات اور یادداشتیں میں اپنے ساتھ لیکر اودھم پور پہونچا۔ یہاں سے جب میں کشتوار میں دورہ پر گیا ہوں اور وہاں کے حالات سے مجھے واقفیت پیدا ہوئی تو لداخ کے ساتھ اس علاقہ کا بھی تعلق پایا گیا۔ لہذا تاریخ کشتوار کی تحقیق بھی میں نے شروع کر دی لیکن بوجہ اس کے کہ کشتوار اودھم پور سے بہت دور تھا اور سال میں چند روز سے زیادہ میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ اپنے تین سال کے زمانہ تعیناتی اودھم پور میں میں اس کو بھی تکمیل کو نہ پہونچا سکا اور یہ مسودات بھی مجھے اپنے ساتھ لیجانے پڑے۔ مگر اس سے فائدہ یہ ہوا کہ وقتاً فوقتاً ہر ایک حصہ میں ایزادی ہوتی رہی۔

اودھم پور سے میں مظفرآباد میں آیا۔ یہاں کے روسا کے حالات کا تعلق گو کہ لداخ کے ساتھ نہ تھا تاہم وہ مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوئے لہذا انکی تحقیق بھی میں نے شروع کر دی لیکن چونکہ مظفرآباد میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا مجھے موقع نہیں ملا۔ تاریخ کے متعلق زیادہ کام نہیں کر سکا اور یہ حصہ بالکل ناکمل رہ گیا۔

مظفرآباد سے مجھے پھر لداخ جانا پڑا۔ اس دفعہ میں نے اس ملک کی تاریخ کو ایک حد تک تکمیل کو پہونچایا۔ مگر دیگر ممالک کی تاریخ کے ساتھ اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ کیونکہ اس کا پورا سامان لداخ میں دستیاب ہوا۔

میں اپنی ابتدائے ملازمت میں سنہ ۱۸۹۴ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک گلگت میں رہ چکا تھا اور ہنزہ۔ نگر۔ چیلاس و چترال تک ہر ایک علاقہ میں رہنے کا مجھے موقع ملا تھا اس زمانے میں اس حصہ ملک کے حالات زمانہ سلف میں نے شوقیہ طور پر تحقیق کر کے جمع کر لئے تھے۔ مگر بصورت کتاب انھیں ترتیب دینے کا مجھے کبھی خیال نہیں ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۲۲-۲۳ء میں مجھے پھر گلگت جانے کا موقع ملا جب کہ میں تاریخ گلگت لکھنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس دفعہ میں نے اپنی سابقہ تحقیقات پر نظر ثانی کی۔ مگر وہاں سے مجھے جلد واپس آنا پڑا۔ لہذا اس حصہ کو بھی موقع پر ترتیب نہ دے سکا۔ الغرض اسی طرح سے یہ تمام مسودات ناکمل رہے اور وقتاً فوقتاً یادداشتوں کی تعداد میں اضافہ

اور مابعد کی بغاوت لداخ و پوریگ و بلتستان اور اُس کی تعزیری مہمات کی تاریخ ایک سلسلہ میں بیان کر دی ہے۔

چوتھا حصہ حالات تبت خورد یعنی بلتستان کے متعلق ہے۔ اس میں بلتستان کے جملہ خاندانوں کی تاریخ از ابتدا تا انتہا بیان کر دی ہے۔

پانچواں حصہ تاریخ پوریگ و زانسکار کوگل کے متعلق ہے۔

چھٹا حصہ تاریخ گلگت یعنی دردستان کے متعلق ہے۔ جسکے ساتھ اس سرحد پر مہاراجہ گلاب سنگھ کی مختلف معرکہ آرائیوں کی تفصیل اور فتوحات گلگت چیلاس۔ داریل۔ یاسین ہونزہ ونگر وچترال کے واقعات تفصیل کے بیان کر دیے ہیں

ساتواں حصہ تاریخ سلاطین بمبہ وکھکھا ضلع مظفرآباد اور اس علاقہ کی تسخیر کے متعلق ہے۔

چونکہ ہر ایک حصہ درحصل ایک جداگانہ کتاب ہے میں نے ہر ایک حصہ کا دیباچہ الگ الگ تحریر کیا ہے۔ اس لیے انکی اندرونی تفصیل کی بحث کو اُنکے اصلی موقع کے لیے ملتوی رکھتا ہوں۔

الغرض مہاراجہ گلاب سنگھ اور اُنکے جانشینوں کی سرحدی فتوحات کی پوری تاریخ میں نے بالتفصیل بیان کر دی ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی ان ریاست ہائے مفتوحہ کی تاریخ کو بھی ابتدا سے کھوج لگا کر تا ایندم جہاں تک کہ دریافت ہو سکا مفصل بیان کر دیا ہے چونکہ اکثر حصہ سرحدی علاقہ جات کی تاریخ کا میں نے ۱۹۱۳-۱۴ء تک لکھ لیا تھا۔ اس لیے اس کے بعد تازہ تر حالات کی تحقیق میں موقع پر نہیں کر سکا اور سرسری طور پر جو کچھ دریافت ہوا اُسی پر میں نے اکتفا کیا ہے قریب قریب تمام حالات موقع پر تحقیق کر کے درج کئے گیے ہیں۔ صرف حدود مملکت لھاسہ اور حدود علاقہ خود مختار داریل میں میرا جانا نہیں ہو سکا۔ تاہم ان کے حالات کو جہانتک کہ ممکن تھا میں نے ان اشخاص سے تصدیق کر لیا ہے جو پوری مقامی واقفیت ان کے متعلق رکھتے ہیں۔ غرضنکہ اپنی طرف سے تحقیق و تصدیق واقعات کے متعلق میں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ہے۔

غرضنکہ میں اپنی مدت العمر کی دماغ سوزی کے نتیجہ کو یہ ناظرین کرتا ہوں جس سے مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہر دو متضاد اوصاف ملک گیری و ملک داری وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوں گے جس کی نظیر دنیا میں کمتر پائی جاتی ہے

ہوتا رہا۔

خیال یہ تھا کہ پنشن لینے کے بعد پہلا کام میں یہی کرونگا کہ اس کتاب کو دیگر ممالک کی تواریخ کے ساتھ مقابلہ کرکے ترتیب دیدوں مگر اس نئے دورِ زندگی کے شروع ہونے پر طبیعت پلٹ گئی اور سات آٹھ سال تک سیر و سیاحت سے کبھی فرصت نہ ہوئی کہ اطمینان سے بیٹھکر کوئی لمبا کام کرسکوں۔ بسنہ ۱۹۳۵-۳۶ء میں مجھے خانگی تفکرات میں مبتلا ہونا پڑا اور گھر میں پابند ہوگیا۔ اپنا غم غلط کرنے کی غرض سے اپنی کتاب کا دفتر میں نے کھولا۔ اور تقریباً ڈیڑھ سال تک شب و روز اسی دھن میں لگا رہا۔ بالآخر تمام یادداشتوں کا مقابلہ کرکے اور تواریخ متعلقہ کے ساتھ مطابقت دیکر انھیں کتاب کی صورت میں مرتب کردیا۔ مگر چونکہ یہ کام ابتدائی تحقیقات سے بہت دیر بعد اور موقع سے بہت دور فاصلہ پر کیا گیا جہاں مزید تحقیق و تصدیق کے وسائل موجود نہ تھے کچھ سقم اس میں باقی رہ گئے جنھیں جہاں تک کہ مجھے آیندہ موقع ملا درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ورنہ آیندہ مورخین پر چھوڑتا ہوں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ اس کتاب کا موضوع ابتدا میں کیا تھا اور آخر میں پہونچکر کیا ہوگیا اور کس طرح درجہ بدرجہ اس میں ترقی ہوتی رہی ہے۔ بصورت موجودہ میں نے کوشش کی ہے کہ ڈوگرہ فتوحات کی پوری تفصیل ظاہر کردی جاوے اور ڈوگرہ تلوار کے زور کو واقعی طور پر دکھلایا جائے۔ اس کے ساتھ اُن ریاستوں کی پوری تاریخ بھی بیان کردی جاوے جنھیں مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے جانباز و مدبر افسران اور بے خوف و جفاکش سپاہ ڈوگرہ کے ذریعے وقتاً فوقتاً فتح کیا ہے۔ ایسے سخت پہاڑی اور انتہائی درجہ کے سرد ملک میں سپاہگری کے کرتب دکھلانا اسی بہادر ڈوگرہ قوم کا کام تھا۔

اس کتاب کو میں نے سات حصوں پر تقسیم کیا ہے پہلا حصہ متعلق تاریخ جموں ہے۔ جسے میں نے قدیم راجگان کے حالات سے شروع کیا ہے اور ان کے جانشینوں کے حالات و فتوحات بیان کرکے مہاراجہ گلاب سنگھ کی سوانحعمری و فتوحات پر ختم کیا ہے

دوسرا حصہ تاریخ کشتواڑ اور اُس کی تسخیر کے متعلق ہے۔

تیسرا حصہ تاریخ تبت اصلی (لہاسہ) و تبت بزرگ یعنی لداخ کے متعلق ہے اور اُس کے ساتھ ہی میں نے تسخیر لداخ و بلتستان (تبت خورد) و پوریگ (کرگل وغیرہ) و پورانگ علاقہ لہاسہ



کرنل ہز ہائی نس سری مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر
اندر مہندر سپر سلطنت انگلیشیہ
جی - سی - ایس - آئی * جی - سی - آئی - ای *
کے - سی - وی - او * اے - ڈی - سی
فرمانروائے مملکت جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ

اس کتاب کی ترتیب وتکمیل میں جن دوستوں نے محض اپنے عالمانہ مذاق کی بنا پر تکلیف اٹھائی ہے اور میری مدد کی ہے انکا شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اسکے خاص خاص حصوں کے متعلق جو امداد مجھے اپنے علم دوست احباب سے ملی ہے اُسکا اعتراف حصص متعلقہ کے دیباچوں میں کیا گیا ہے۔ کل کتاب کے متعلق جن اصحاب نے میرے لیے تکلیف اٹھائی ہے اسکا اقرار اس موقع پر کیا جاتا ہے۔

مرزا محمد خاں رئیس لشکم واقع تحصیل کرگل اور مولوی محمد حسین ساکن ضلع جہلم نے اس کتاب کی تشکیل اور تفصیل میں بہت مفید مشورے دیے ہیں اور تبت بزرگ وخورد اور کرگل وغیرہ کے حالات کی تحقیق وتنقید میں بڑی محنت کرکے مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں اور بالآخر کتاب کا مسودہ تیار ہو جانے پر مولوی محمد حسین اپنے گھر سے اتنا دور و دراز سفر کرکے میرے پاس لکھنؤ آئے اور بڑی محنت سے نظر ثانی کرکے انھوں نے اس کی پیچیدگیوں کو رفع کیا۔ اور مردم شماری کی جدولوں کی تکمیل کی۔ میں ان ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میرے دوست پنڈت دامودر کول اور پنڈت انند رام نے عموماً حساب اور تحریر کے کام میں بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور بہت محنت برداشت کی ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکرگذار ہوں۔

آخر میں پروفیسر حبیب صاحب نے اس مسودے کو پڑھکر بہت مفید مشورے دیے اور اس کی اصلاح کی جس کے لیے میں صاحب موصوف کا مشکور ہوں۔

سب سے آخر میں میرے فاضل دوست مولوی سید علی عباس حسینی صاحب ایم اے پروفیسر تاریخ جوبلی کالج لکھنؤ نے میرے مسودہ کی نظر ثانی کرکے محنت کے ساتھ اس کی زبان کو درست کیا۔ اور اس کی ترتیب میں جا بجا نہایت قیمتی مشورے دیے۔ میں صاحب موصوف کی امداد اور عالمانہ صلاح کا اعتراف کرتا ہوں اور دل سے شکر گذار ہوں۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ
۱۵۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

فہرست مضامین

پہلا حصہ

تاریخ جموں و سوانح عمری مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

پہلا باب

تیسرا باب

مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشینوں کا انتظام ملک داری

دوسرا باب

سوانحعمری و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

دوسرا حصہ
تاریخ کشتوار

پہلا باب
حالات ابتدائی و تاریخ قدیم راجگان کشتوار

فہرست مضامین

(۳۴)

فتح یاسین

چوتھا باب

سندات و عہدنامہ جات وغیرہ

تیسرا باب

مسلمان راجگان کشتوار

تیسرا حصہ

تاریخ تبت اصلی (لہاسہ) و تبت بزرگ یعنی لداخ

دوسرا باب

ملحقہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ کشتوار کے تعلقات کا آغاز

دوسرا باب

تاریخ تبت بزرگ یعنی لداخ

لھاچھن راجگان لداخ

تیسرا باب

تبت پہ مغلوں کا حملہ

(۱) ۸

پہلا باب

تاریخ تبت اصلی (لھاسہ)

پانچواں باب

سلسلہ نمگیل راجگان لداخ

دے لیک نمگیل الملقب عاقبت محمود خان ۱۶۶۶-۱۶۹۵ء

چوتھا باب

نمگیل راجگان لداخ (شاخ جدید)

ٹنڈوپ نمگیل ۱۸۲۶ء لغایت ۱۸۳۴ء

چھٹا باب

ڈوگرہ مہم لداخ علاقہ بسرکردگی وزیر زورآور سنگھ کلھوریا و تسخیر پوریگ لداخ و زانسکار و پاڈر

ساتواں باب

وزیر زورآور سنگھ کلھوریا کی مہم لداخ نمبر ۳

فہرست مضامین

(۱۲ الف)

دسواں باب

بلتستان و پوریگ میں بغاوت کے فرو کرنے کیلئے ڈوگرہ مہم

گیارھواں باب

بارھواں باب

حاکمان لداخ

تیرھواں باب

وسائل مالیہ قدیم و جدید

فہرست مضامین

۱۸۴۰ء

آٹھواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم تبت (لہاسہ) و تسخیر نارس کورسوم مشمولہ رودوق، گوگے، پورانگ و علاقہ سپیتی

صفحہ

نواں باب

بغاوت لداخ پوریگ و بلتستان و ڈوگرہ مہم [illegible]

فہرست مضامین

چوتھا حصہ

تاریخ تبت خورد (بلتستان)

پہلا باب

تاریخ اسکردو۔ خاندان مقپون و شاخ روندو و اسکردو

چودھواں باب

بودھوں کا رسم ورواج

پندرھواں باب

بودھوں کے تہوار اور گونپوں کے میلے وغیرہ

بقیہ صفحہ ۱۹

فہرست مضامین

(۲۰) (۱)

تیسرا باب

تاریخ شغر

چوتھا باب

تاریخ خاندان بیگو کھپلو و کرس

دوسرا باب

تاریخ سوت۔ چکتن و پشکم

چھٹا حصہ

تاریخ گلگت (دردستان)

پہلا باب

عہد راجگان سلف

تیسرا باب

تاریخ شغرسنگھو و دراس

چوتھا باب

تاریخ زانسکار

فہرست مضامین

۲۶ (۱)

پانچواں باب

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی (سلسلہ)

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

فہرست تصاویر

(١٣٠)

فہرست مضامین

پہلا باب

تاریخ سلاطین بمبہ مظفر آباد

دوسرا باب

حالات راجگان ککھا کچیلی و چیکار و راجگان ہتمال علاقہ اوڑی

پہلا حصّہ

تاریخ جموں و

سوانح عمری و فتوحات

مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

والئی

جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ



نقشہ



دیباچہ



اس حصہ کو میں نے ابتداً لداخ میں لکھا تھا جہاں ذاتی تحقیقات کا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا لہذا زمانہ سلف کے تمام تر حالات میں نے دیوان کرپارام کی قابل قدر تصنیف گلاب نامہ سے اخذ کیے جس کے لیے میں فاضل مصنف کا دل سے شکرگذار ہوں۔ اس میں میری ذاتی تحقیقات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ مہاراجہ رنجیت دیو کے عہد سے تحقیقات کو عمل میں لایا گیا ہے اور دیگر کتب تاریخی سے بھی پورا فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔

عہد مہاراجہ رنجیت دیو اور اُن کے جانشینان اور دوسرے اور تیسرے باب کے حالات کے متعلق گلاب نامہ کے ماسوائے میں نے حسب ذیل تصانیف سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے جیسے کہ

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق (مطبوعہ لاہور)

۲۔ گلدستہ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال خستہ (مطبوعہ)

۳۔ تاریخ حسن مصنفہ حسن شاہ (قلمی)

۴۔ جموں دکشمیر مصنفہ ڈرو (انگریزی)

۵۔ ہیپی ویلی مصنفہ لارنس (انگریزی)

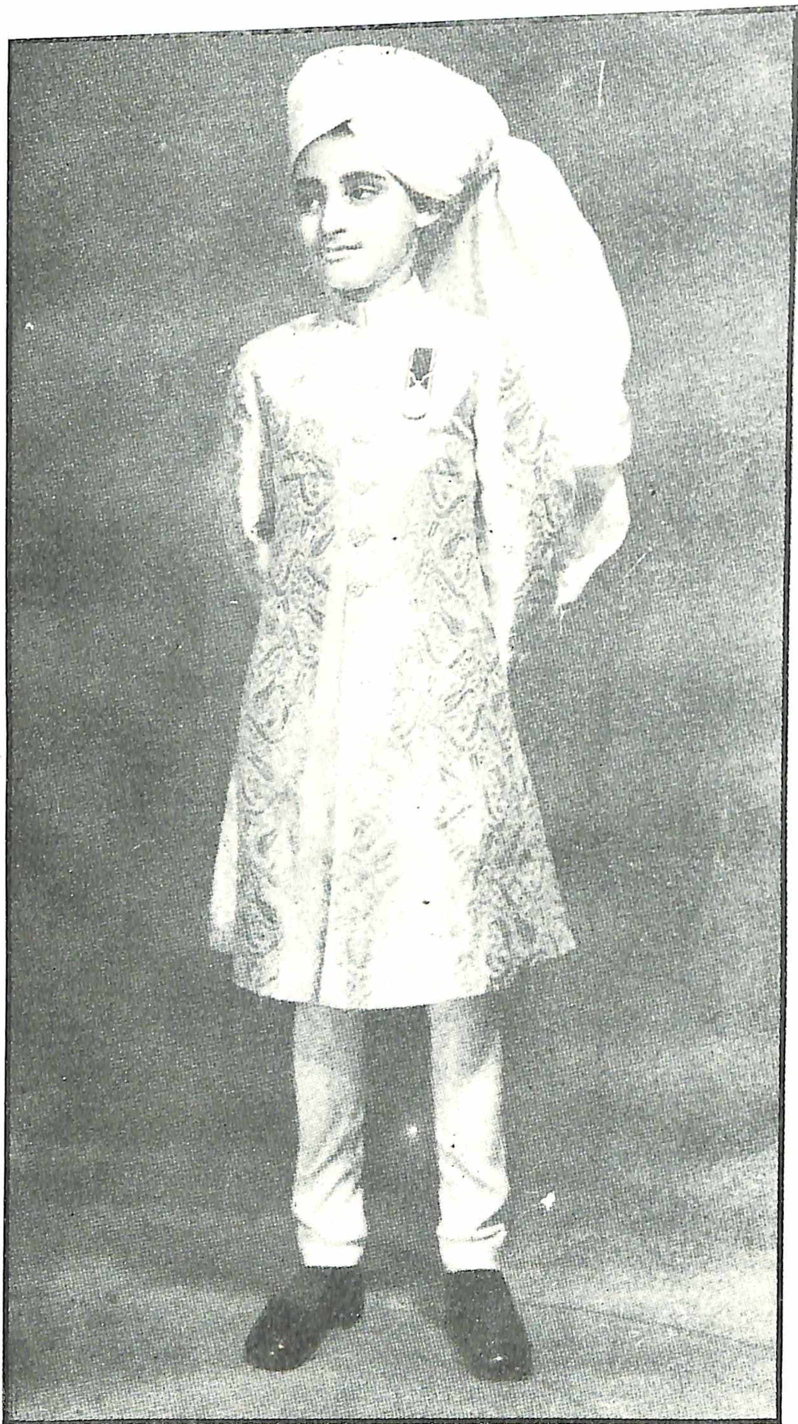
۶۔ کشمیر مصنفہ ینگ ہسبنڈ (انگریزی)

۷۔ سوانح عمری مہاراجہ گلاب سنگھ مصنفہ پنڈت سالک رام کول (مطبوعہ)

۸۔ ویر تھری امپائرس میٹ مصنفہ نائٹ (انگریزی)

ان سب مصنفین کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں

قریب ترزمانہ کے حالات میں میں نے اپنی ذاتی معلومات کو بھی استعمال کیا ہے۔ سابقہ حالات کے بیان میں ذاتی تحقیقات سے جابجا اضافہ کیا ہے۔ غرضکہ ہرایک کوشش کی گئی ہے کہ جو حالات بالتحقیق دریافت ہوئے ہیں بالاختصار اس حصہ میں جمع کر دیئے جائیں مزید صراحت



راجہ کرن سنگھہ یوراج بہادر مملکت جموں و کشمیر و اقصاے تبت ھاے وغیرہ

ان واقعات کی جو دیگر حصص کتاب ہذا سے تعلق رکھتے ہیں حصص متعلقہ میں پوری وضاحت
کے ساتھ کی گئی ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے خاندان کا شجرۂ نسب بھی بنظر سہولت میں نے شامل کر دیا
ہے اور اُن کی سلطنت کے عروج وزوال کے حالات بھی بالاجمال بیان کر دیے ہیں۔ اور
ان معززین کے شجرہ ہائے نسب بھی درج کر دیے ہیں جن کے خاندان مہاراجگان جموں و
کشمیر کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ اور تصاویر بھی جہاں تک مجھے دستیاب ہوئیں شامل کر دی ہیں
اس حصہ کو میں نے چار باب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب تاریخ قدیم ڈوگرہ راجگان جموں
کے متعلق ہے۔ دوسرا باب سوانح عمری و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ والی جموں وکشمیر و
اقصائے تبت ہا کے متعلق ہے۔ درحقیقت یہ تمام کتاب مہاراجہ موصوف کی سوانح عمری ہے
مگر اس حصہ میں تمام حالات مجموعی طور پر بالاختصار بیان کیے گئے ہیں۔ اور اہم کارنامے اس
بانیٔ ریاست کے حصص متعلقہ میں بالتفصیل مذکور ہوئے ہیں۔ تیسرے باب میں مہاراجہ
گلاب سنگھ کی ملک گیری کے بعد انکے جانشینوں نے ملک داری کا جو انتظام کیا ہے اس سے مختصراً
بحث کی گئی ہے اور جو فتوحات انکے عہد میں ہوئیں انکا بھی مختصر حال بیان کر دیا ہے۔ چوتھی باب
میں عہدنامہ جات وغیرہ درج کیے گئے ہیں۔ فارسی عہدنامے وغیرہ میں نے گلاب نامہ سے لیے ہیں
اور تجارتی عہدنامہ و دستور العمل اصل عبارت انگریزی میں ڈرو کی کتاب جموں وکشمیر میں چھپا ہوا
ہے۔ اُس سے اُردو ترجمہ کرکے یہاں شامل کر دیا گیا ہے اور جونگ سونگ ولوپ چھک لہاسہ
کے عمل قدیم کی جو یادداشت دی گئی ہے۔ وہ گیالپو ننم نگیل راجہ لداخ کے کاغذات سے مرتب
کی گئی ہے یہ معلوم نہیں کہ موجودہ زمانہ میں اس پر کس حد تک عمل ہے۔ آخری عہدنامہ اصل انگریزی
سے ترجمہ کرکے شامل کیا گیا ہے۔ عہد راجگان قدیم کا تعین اندرولیو سے اوپر کی طرف تیس سال فی پشت
کے حساب سے کر دیا ہے جسکی رو سے واتو برن تک مطابق اندراج گلاب نامہ تصدیق ہوتی ہے اور اسی بنا پر
میں نے اس پیمانہ کو اختیار کیا ہے مگر اس حساب سے واتو برن سے اوپر کی طرف سب ملا کر پانچ ہزار سال پورے
نہیں ہوتے ہیں بلکہ صرف ساڑھے تین ہزار سال بنتے ہیں ممکن ہے کہ سلسلہ نسب کسی موقع پر شکست ہوتا ہو
یا پانچ ہزار سال کا تخمینہ درست نہو۔ گوشوارہ مردم شماری کا اندراج مطبوعہ رپورٹ مردم شماری سے کیا گیا ہے۔

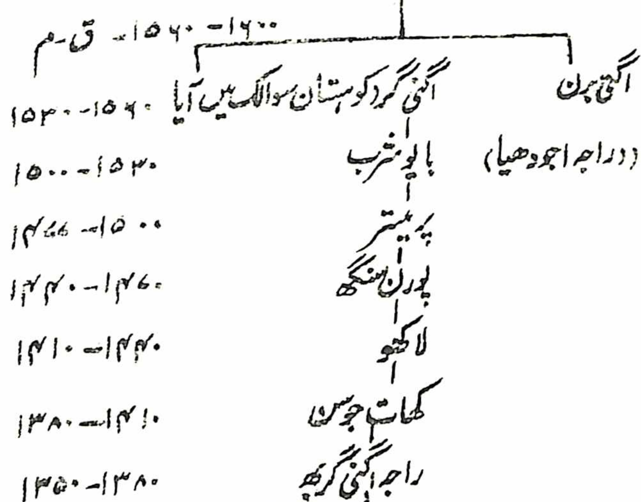
گولہ گنج۔ لکھنؤ۔ یکم اگست ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

۳

شجرہ نسب قدیم ڈوگرہ راجگان جموں

مہاراجہ سودرشن (راجہ اجودھیا)



× ۱۳۵۰/۱۳۲۰ باہو لوچن (۱) جامبو لوچن داران لوچن کرشن لوچن رام لوچن

(لاولد) (۲) پورن کرن ۱۳۲۰-۱۲۹۰ (وغیرہ کل ۱۸ نفر)

دیا کرن (۳) دھرم کرن ۱۲۹۰-۱۲۶۰

راجہ کشمیر (۴) کرت کرن ۱۲۶۰-۱۲۳۰

(۵) اگنی کرن ۱۲۳۰-۱۲۰۰

(۶) شکتی کرن ۱۲۰۰-۱۱۷۰

(۷) لغایت (۱۰) ۱۱۷۰ لغایت ۱۰۵۰

(۱۱) شب پرکاش ۱۰۵۰-۱۰۲۵

(۱۲) جوتی پرکاش ۱۰۲۵-۹۹۰

(۱۳) پوکھپہ پرکاش ۹۹۰-۹۴۰

(۱۴) رتن پرکاش المعروف دھرم پرکاش ۹۴۰ لغایت ۹۳۰

(۱۵) جھوکن پرکاش ۹۳۰-۹۰۰

(۱۶) برہم پرکاش ۹۰۰-۸۷۰

۵

ہرتھو حکیھ نشنکھ ہرن

(۳۹) مرگ ہرن — دھرم برہما ۲۰۰ لغایت ۱۷۰ ہردو برادران

(۴۰) بجے کار ۱۷۰ — ۱۴۰

(۴۱) دیوکار ۱۴۰ — ۱۱۰

(۴۲) آدھی بارہ ۱۱۰ — ۸۰

(۴۳) بھوم دت ۸۰ — ۵۰

(۴۴) بھی دت (المعروف بھودت ۵۰ لغایت ۲۰

(۴۵) کورم دت ۲۰ ق م لغایت ۱۰ ع

(۴۶) بھیم دت ۱۰ لغایت ۴۰ ع

(۴۷) بجے دت ۴۰ لغایت ۷۰ ×

(۴۸) بجے دت ۷۰ — ۱۰۰ دامودر چندر

(۴۹) ادوے چندر ۱۰۰ — ۱۳۰ ع

(۵۰) لچھمن چندر ۱۳۰ — ۱۶۰ ع

(۵۱) سمدر بھوکن ۱۶۰ — ۱۹۰

(۵۲) جگت سنگھ ۱۹۰ — ۲۲۰

(۵۳) بھگت سنگھ (شکتی بھوکن ۲۲۰ — ۲۵۰

(۵۴) گجے سنگھ ۲۵۰ — ۲۸۰

(۵۵) بجے سنگھ ۲۸۰ — ۳۱۰

(۵۶) بیجے سنگھ ۳۱۰ — ۳۴۰

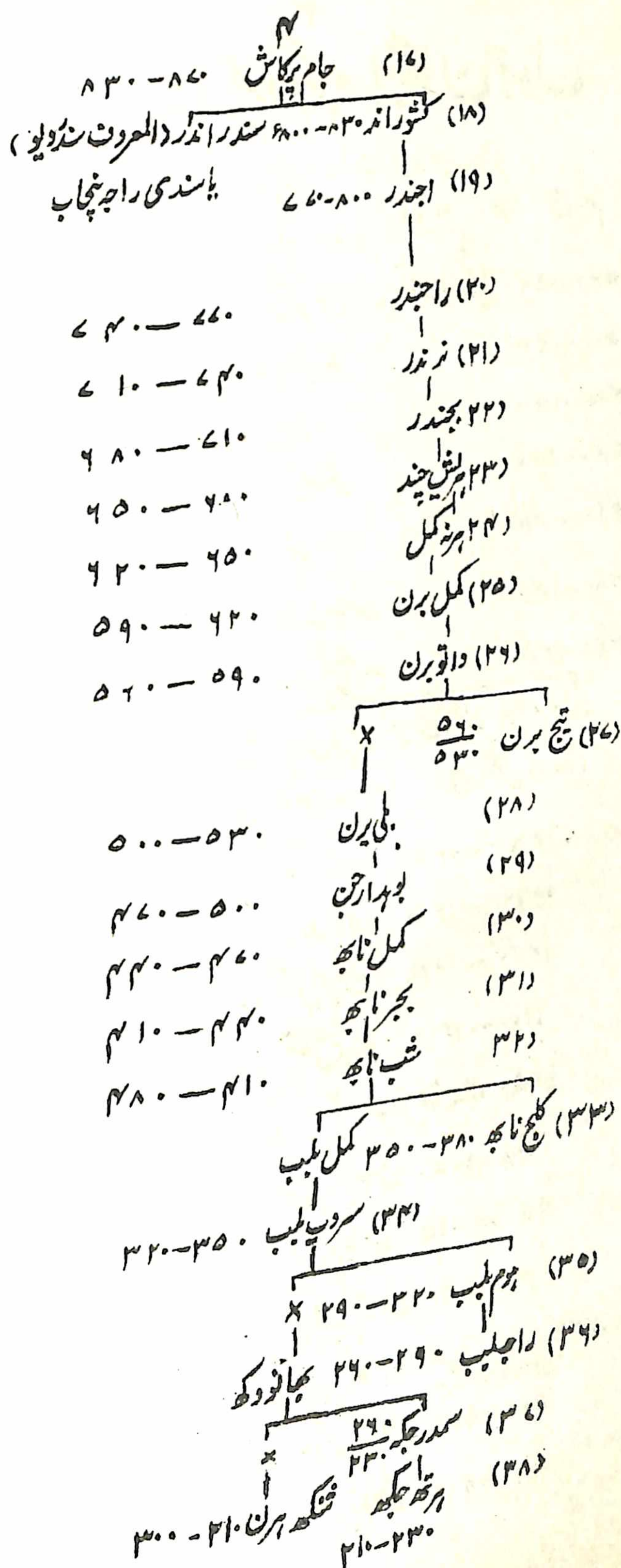
(۵۷) دیوہ گوفت ۳۴۰ — ۳۷۰

(۵۸) رام گوفت ۳۷۰ — ۴۰۰

(۵۹) چندر گوفت ۴۰۰ — ۴۳۰

(۶۰) منذہ گوفت ۴۳۰ — ۴۶۰

(۶۱) راجہ آدرسے ۴۶۰ — ۴۹۰



۴
(۱۷) جام پرکاش ۸۷۰ - ۸۳۰
(۱۸) کشورانند ۸۳۰ - ۸۰۰ سندرانند (المعروف سندر دیو)
(۱۹) اجندر ۸۰۰ - ۷۷۰ یا سندی راجہ پنجاب
(۲۰) راجندر ۷۷۰ — ۷۴۰
(۲۱) نرندر ۷۴۰ — ۷۱۰
(۲۲) بجندر ۷۱۰ — ۶۸۰
(۲۳) ہرش چند ۶۸۰ — ۶۵۰
(۲۴) ہرنہ کمل ۶۵۰ — ۶۲۰
(۲۵) کمل برن ۶۲۰ — ۵۹۰
(۲۶) داتو برن ۵۹۰ — ۵۶۰
(۲۷) تیج برن ۵۶۰ / ۵۳۰
(۲۸) بلی برن ۵۳۰ — ۵۰۰
(۲۹) بوہدارجن ۵۰۰ — ۴۷۰
(۳۰) کمل ناہچ ۴۷۰ — ۴۴۰
(۳۱) بجز ناہچ ۴۴۰ — ۴۱۰
(۳۲) شب ناہچ ۴۱۰ — ۳۸۰
(۳۳) کلیج ناہچ ۳۸۰ - ۳۵۰ کمل بلب
(۳۴) سروپ بلب ۳۵۰ - ۳۲۰
(۳۵) ہوم بلب ۳۲۰ - ۲۹۰
(۳۶) راجلب ۲۹۰ - ۲۶۰ بہانوودکھ
(۳۷) سمدرجگہ ۲۶۰ / ۲۳۰
(۳۸) ہرتہ جگہ ۲۳۰ - ۲۱۰
ٹنگہ ہرن ۳۰۰ - ۲۱۰

(۸۷) نرسنگھ دیو ۱۱۹۰ - ۱۲۵۰

(۸۸) ارجن دیو ۱۲۵۰ - ۱۳۱۰

(۸۹) جوہر دیو ۱۳۱۰ - ۱۳۶۰

(۹۰) مال دیو ۱۳۶۰ - ۱۴۱۰

(۹۱) جمیر دیو ۱۴۱۰ - ۱۴۳۵

(۹۲) اجے دیو ۱۴۳۵ - ۱۴۷۴

(۹۳) بیرم دیو ۱۴۷۴ - ۱۵۲۰

(۹۴) کھوکھر دیو ۱۵۲۰ - ۱۵۳۰

(۹۵) کپور دیو ۱۵۳۰ - ۱۵۵۰

جگ دیو (دباہو) (۹۶) سمیل دیو (جموں) ۱۵۵۰ - ۱۵۷۵

پرسن رام — (۹۷) سنگرام دیو ۱۵۷۵ - ۱۵۹۰

(۹۸) بھوپت دیو ۱۵۹۰ - ۱۶۱۰ء دلیپ

(۹۹) ہری دیو ۱۶۱۰ - ۱۶۵۷ء

(۱۰۰) گجے سنگھ ۱۶۵۷ - ۱۶۸۰ — امر سنگھ — جسونت دیو

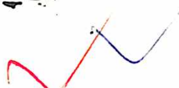
رتن دیو — جیدان دیو — عظمت دیو — ایشور دیو — اوتار دیو

تیغ سنگھ — فتح سنگھ

(۱۰۱) اندر دیو (لاولد ۱۶۸۰ - ۱۷۰۳) — دھرب دیو ۱۷۰۳ - ۱۷۲۵ — ابھرائے سنگھ (رائے پور) — گوپال سنگھ (کاہنہ چک) — عزت سنگھ (دبچوڑ)

(دیکھو صفحہ ۸)





(۶۲) دیو راے ۴۹۰—۵۲۰ ء

(۶۳) گندھرپ راے ۵۲۰—۵۵۰

(۶۴) قدم راے (المعروف) کرم درانیر ۵۵۰—۵۸۰

(۶۵) کرم راے ۵۸۰—۶۲۰

(۶۶) کھیر راے ۶۲۰—۶۵۰

(۶۷) کھکر راے ۶۵۰—۶۸۰

(۶۸) سندر راے ۶۸۰—۷۱۰

(۶۹) جگت راے ۷۱۰—۷۴۰

(۷۰) ددو راے ۷۴۰—۷۷۰

(۷۱) جوگ راے ۷۷۰—۸۰۰

لچھمن سنس المعروف من ہرس (۷۲) سورج ہنس ۸۰۰—۸۳۰

(۷۳) گنگا دھر ۸۳۰—۸۵۰

(۷۴) دیوا دھر ۸۵۱—۸۶۵

(۷۵) سرجبرتا دھر ۸۶۵—۸۸۰

(۷۶) کرت دھر ۸۸۰—۹۰۰

(۷۷) اجے دھر ۹۰۰—۹۱۰

(۷۸) بجے دھر ۹۱۰—۹۳۰

(۷۹) بجرلا دھر ۹۳۰—۹۵۰

(۸۰) سورج دیو ۹۵۰—۹۶۵

(۸۱) بھوج دیو ۹۶۵—۹۷۵

کھرن دیو (۸۲) اوتار دیو ۹۷۵—۱۰۱۰ کھرک دیو بھیلا دیو

(۸۳) جبس دیو ۱۰۱۰—۱۰۵۴

(۸۴) سنگرام دیو ۱۰۵۴—۱۰۹۴

(۸۵) جبس سکر دیو المعروف جگدیو ۱۰۹۴—۱۱۶۴

(۸۶) برسج دیو ۱۱۶۴—۱۱۹۰

شاخ جدید مہاراجگان جموں وکشمیر واقصائے تبت ہا وغیرہ

گلاب سنگھ
مہاراجہ جموں وکشمیر واقصائے تبت ہا بروئے معاہدہ سرکار انگلشیہ ہند ۱۶- مارچ ۱۸۴۶ء
راجہ جموں بذریعہ سند مہاراجہ رنجیت سنگھ ۴- ساڑھ ۱۸۷۹ (۱۸۲۲ء)
(وفات ۲ اگست ۱۸۵۷ء)

دھیان سنگھ (پونچھ وچھال)

سوچیت سنگھ (راجہ بندرالتہ ورام نگر وسانبہ] بروئے سند مہاراجہ رنجیت سنگھ ۴- ساڑھ ۱۸۷۹ بکرمی

اودھم سنگھ (لاولد فوت)

رندھیر سنگھ (المعروف رتن سنگھ) (لاولد مقتول)

رنبیر سنگھ ۱۸۵۷-۱۸۸۵ء

ہیرا سنگھ (جسروٹہ) (لاولد مقتول ہوا)

جواہر سنگھ (کوٹلی ونوشہرہ) (لاولد)

موتی سنگھ (پونچھ)

بلدیو سنگھ (پونچھ)

سکھدیو سنگھ (لاولد فوت)

جگت دیو سنگھ (راجہ پونچھ)

از بطن رانی دوم کنیزک

لچھمن سنگھ

حکما سنگھ

نار سنگھ

از بطن رانی اول رانی سومالی

پرتاب سنگھ ۱۸۸۵ء لغایت ۱۹۲۵ء (لاولد)

رام سنگھ (رام نگر)

رتن سنگھ (کنیزک زادہ)

امر سنگھ (بھدرواہ وبنگیٹ)

ہری سنگھ (من ابتدائے ۱۹۲۵ء)

(۱۰۱) دھرب دیو ۱۷۰۳-۱۷۲۵ء

- ۱۰۲ **رنجیت دیو** ۱۷۲۵-۱۷۸۱ء
  - رانی اول
    - ۱۰۳ **برج راج دیو** ۱۷۸۲-۱۷۸۸ء
      - ۱۰۴ **سپورن دیو**
        ۱۷۸۸-۱۷۹۸
        راجہ بولایت لوٹا (بعمر ۱۰ سال لاولد فوت ہوا)
  - رانی دوم
    - دلیل سنگھ
      - بھگوان سنگھ (لاولد قتل)
      - **جیت سنگھ** ۱۷۹۸-۱۸۱۲ء
        مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جموں پر قابض ہو کر معزول کیا
        - رگھبیر دیو
          - اندر دیو
            - پرتاب دیو دکھروٹہ ضلع گوداسپور میں آباد ہیں)
        - دیوی سنگھ
- کھنسار دیو
  - کرتار دیو
    - اوتار سنگھ
    - دیوی سنگھ
    - بھوپ سنگھ
  - ہمیر دیو
    - مہتاب سنگھ
    - لابھ سنگھ
    - نورنگ سنگھ
    (خاندان جانڈی والہ مختلف مقامات پر آباد ہے)
- صورت سنگھ
  - زور آور سنگھ
    - **کشور سنگھ**
      راجہ جموں بصورت اجارہ از سلطنت لاہور ۱۸۲۰-۱۸۲۲ء
  - موٹا
    - بھوپ سنگھ
      - بجر دیو
  - دھولا
  - بھوپا
- بلونت دیو
  - شام سنگھ
    - لہنا سنگھ
      - بیر سنگھ
      - نہال سنگھ
      (بمقام سردئین سر آباد ہیں)
  - رام سنگھ


(بقیہ سلسلہ صفحہ ۹)

شجرہ نسب خاندان سرکار خالصہ لاہور

دگاہ

راج دہ

تخت مل

بہارا مل

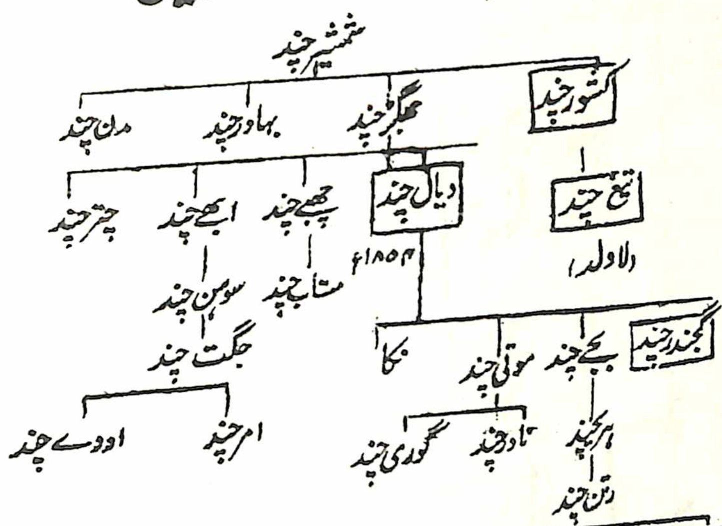
بدھا سنگھ (سنہ ۱۶۹۲ء میں سکھ مذہب اختیار کیا) وفات سنہ ۱۷۱۶ء

- نودھ سنگھ وفات سنہ ۱۷۵۲ء
  - چڑت سنگھ (گوجرانوالہ میں قلعہ تعمیر کیا)
    - مہان سنگھ (زوجہ) سدا کور جیند والی
      - (۱) **رنجیت سنگھ** سنہ ۱۷۹۹ء میں لاہور پر قابض ہوا، وفات جولائی سنہ ۱۸۳۹ء
- چندا سنگھ

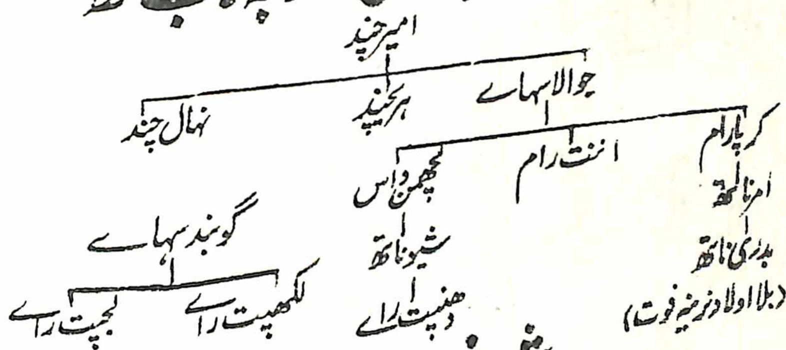
رنجیت سنگھ کی اولاد:

- رانی اول مہتاب کور
  - (۳) **شیر سنگھ** فروری سنہ ۱۸۴۱ء تا ۱۸۴۳ء مقتول ۱۸۴۳ء
    - پرتاب سنگھ (مقتول)
    - دیوا سنگھ
    - سہدیو سنگھ (بنارس میں رہتا تھا)
  - تارا سنگھ
- رانی دوم راج کور
  - (۲) **کھڑک سنگھ** جولائی سنہ ۱۸۳۹ء تا اکتوبر سنہ ۱۸۴۰ء
    - از بطن رانی چند کور
    - نونہال سنگھ حادثہ سے فوت سنہ ۱۸۴۰ء
- رانی سوم جندان
  - (۴) **دلیپ سنگھ** اکتوبر سنہ ۱۸۴۳ء بعمر ۹ سال تا دسمبر سنہ ۱۸۴۹ء
    - فوت ۱۸۹۳ء بمقام لندن
    - پرنس وکٹر دلیپ سنگھ

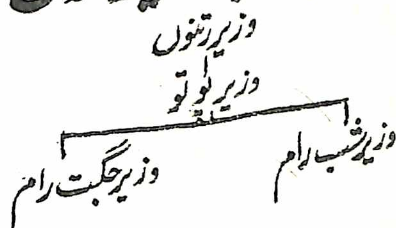
۱۔ شجرہ نسب راجگان چینی



۲۔ شجرہ نسب دیوانان مہاراجہ گلاب سنگھ



۳۔ شجرہ نسب وزیر رتنوں



ہوئے۔ انھوں نے اپنے نام پر قلعہ باہو تعمیر کرایا۔ اور اس کے ساتھ ایک شہر آباد کیا جس کا نام بھی باہو رکھا۔ اس نام کا قلعہ بالمقابل شہر جموں دریائے توی کے کنارے ایک پہاڑی کے اوپر آج تک موجود ہے۔ اتفاقات روزگار سے راجہ چندر ہاس والئ مدرویش یعنی پنجاب سے اُن کا مقابلہ ہو گیا۔ اور لڑائی میں مارے گئے۔ راجہ باہولوچن کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُن کے چھوٹے بھائی جامبولوچن اُن کے بجائے راجہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے بھائی کے خون کا بدلہ راجہ چندر ہاس سے لیا۔ اور پنجاب پر قبضہ کر لیا۔

ذکر ہے کہ راجہ جامبولوچن دریائے توی کے کنارے شکار کھیل رہے تھے اُن کی نظر ایک پہاڑی پر پڑی جہاں شیر اور بکری ایک تالاب پر پانی پی رہے تھے۔ یہ امن و امان کی جگہ انھیں بہت پسند آئی۔ یہاں انھوں نے اپنے محلات تعمیر کرائے اور جنگل صاف کرا کے اپنے نام پر شہر جامبو آباد کیا جو اب کثرت استعمال سے جموں کے نام سے مشہور ہے۔

اُن کے بعد اُن کے بڑے بیٹے پورن کرن راجہ ہوئے یہ جموں کے پہلے راجہ ہیں ان کے دو بیٹے تھے ایک دیاکرن دوسرے دھرم کرن۔ اس زمانہ میں کشمیر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ اور باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ برہمنا اور کشمیر کی درخواست پر یا اُن کے ساتھ سازو باز کر کے راجہ پورن کرن نے اپنے بڑے بیٹے دیاکرن کو کشمیر میں بھیج دیا۔ انھوں نے کشمیر کی اقوام کو مسخر کر کے اپنی حکومت اس ملک میں قائم کی۔ جو تین پشت یعنی ۵۵ سال تک قائم رہی اور آخرالامر تیسرے راجہ سودت کے جنگ کورو پانڈ دیں کام آنے پر اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

راجہ سودت کی وفات کے ۱۰۰۰ سال بعد پھر کچھ عرصہ کے لیے کشمیر کی حکومت خاندان جموں کے ہاتھ آگئی لیکن اس مرتبہ بھی انقلاب زمانہ نے ۵۵ سال ہی کے بعد اس خاندان کو کشمیر سے رخصت کر دیا تفصیل اس واقعہ کی اس طرح ہے کہ اسی راجہ دیاکرن کی اولاد میں سے گھوکرن نام ایک انقلاب زدہ آدمی کو روسائے کشمیر نے اپنا راجہ تسلیم کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا پرہلاد راجہ کشمیر رہا۔ اس کے بعد اُس کا وزیر راجہ ہو گیا جس پر اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا۔ کہ جموں کے کون سے راجہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ہے

باب پہلا

قدیم ڈوگرہ راجگان جموں

(ماخوذ از گلاب نامہ مصنفہ دیوان کرپا رام)

قدیم کتب تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ سودرشن مہاراجہ اجودھیا کے دو بیٹے تھے ایک اگنی برن دوسرا اگنی گر۔ بڑا بیٹا اگنی برن اپنے باپ کا جانشین اور حکمران ہوا۔ وہ مزاج کا سخت تھا اس کی بد مزاجی اور سخت گیری سے اُس کا چھوٹا بھائی اگنی گر یہاں تک بیزار ہوا کہ اپنا گھربار چھوڑ کر اجمیر میں دریائے گنگ کے کنارے گوشہ نشین ہو گیا۔ مگر اس تنہائی کی زندگی سے جلد دل برداشتہ ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد اجمیر سے براہ نگرکوٹ (کانگڑہ) کوہستان شوالک میں چلا آیا۔ یہاں فقیری چھوڑ کر راجگی اختیار کی۔ اِس ملک میں بھی اُسے آرام نہ آیا اور چند روز بعد بمقام پڑول علاقہ کٹھوعہ میں آکر چند دیہات پر قبضہ کر کے ایک خودمختار ریاست بنالی یہ واقعہ تقریباً پانچ ہزار سال پیشتر کا بتایا جاتا ہے۔

اسی راجہ اگنی برن کی اولاد میں اُس سے ۳۲ پشت بعد سکیا مُنی مہاتما بودھ پیدا ہوئے۔ اسی لحاظ سے میں نے فی پشت ۳۰ سال کی شرح سے عہد راجگان کی تاریخیں لگائی ہیں۔ اس لیے میرے حساب سے راجہ سودرشن کا عہد ۱۶۰۰ء قبل مسیح کے قریب شمار میں آتا ہے اور یہ واقعہ صرف ساڑھے تین ہزار سال پرانا پایا جاتا ہے۔

اگنی گر کے ایک بیٹے بایو شرب ہوئے انھوں نے اپنی بہادری سے دیگر علاقہ جات تسخیر کر کے اپنے باپ کی قائم کردہ ریاست کے ساتھ شامل کیے۔ رفتہ رفتہ پڑول سے دریائے توی تک تمام ملک ان کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اُن کے بیٹے۔ پرسیتران کے پورن سنگھ اُن کے لاکھو۔ ان کے کھات جوسن۔ اُن کے بیٹے اگنی گربھ یکے بعد دیگرے حکمران رہے اور اپنے اپنے عہد میں وراثت پدری کو ترقی دیتے رہے۔

راجہ اگنی گربھ کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے باہولوچن اپنے باپ کے بعد حکمران

جاتا ہے کہ انھوں نے کشمیر و پنجاب و سندھ تک اپنی حکومت کو وسعت دی۔

ان کے دو بیٹے تھے ایک کستور اندر اور دوسرے سندر اندر۔ کستور اندر جموں میں راجہ ہوئے اور سندر اندر پنجاب و ملتان کی حکومت پر متمکن ہوئے راجہ کستور اندر کا بیٹا اجندر۔ اُن کا راجندر۔ اُن کا نزندر۔ اُن کا بجندر۔ اُن کا ہرش چندر۔ اُن کا ہر کمل اُن کا کمل برن۔ اُن کا واتو برن۔ اُن کا تیج برن۔ یہ سب یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے کہا جاتا ہے کہ راجہ تیج برن نے بمقام واس کنڈ تپ یعنی ریاضت کی اور بھیڑ ناگ دیوتا کا او پاسک یعنی خادم ہو گیا۔ اس دیوتا نے دریائے توی میں باس یعنی دخول اختیار کیا۔ اُس روز سے خاندان جموال بھیڑ دیوتا کو مانتے ہیں۔

راجہ تیج برن لاولد تھے۔ اس لیے ان کے تارک الدنیا ہو جانے پر اُن کا بھتیجا بلی برن راجہ ہوا۔ بعد ازاں ان کے بیٹے بودھ ارجن اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوئے اُن کی نسبت مذکور ہے کہ ملک سراندیپ کی شاہزادی پر اُس کی تصویر دیکھکر فریفتہ ہو گئے اور اُس کے عشق میں سراندیپ پہونچے اور اُس کے ساتھ بیاہ کیا۔ اُن کا بیٹا کمل نابھ۔ اُن کا بجر نابھ۔ اُن کا شب نابھ۔ اُن کا کلج نابھ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ اُن کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی کمل بلب۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے سروپ بلب اُنکے بیٹے ہوم بلب۔ اُنکے بیٹے راج بلب راجہ ہوئے۔ انکے عہد میں راجہ منگل چند کٹوچ نے ملک جسروٹہ پر حملہ کیا۔ راجہ راج بلب اُن کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے میدان جنگ جسروٹہ میں مارے گئے۔ چونکہ وہ لاولد تھے اُن کا چچیرہ بھائی بھانودھ اُنکی جگہ راجہ ہوا۔ اُن کا بیٹا سمدر جکھ۔ اُن کا بیٹا ہرتھ جکھ راجہ ہوا۔ اُن کی اولاد نالیاقتی کے باعث سلطنت سے محروم رہی۔ اور راجہ بھانودھ کی اولاد میں سے شنکھ برن نے اپنے نام پر حکومت کا ڈنکا بجایا۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا مرگ برن اُنکے بعد اُن کا بھائی دھرم برھما راجہ ہوا۔ اُن کا بیٹا جے کار۔ اُن کا دیوکار۔ اُنکا آدی بارہ اُن کا بھوم دت۔ اُن کا بہی دت۔ اُن کا گودھم دت۔ اُن کا کھیم دت۔ اُنکا جے دت اُن کا بجے دت یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ بجے دت کے بعد اُس کا چچیرا بھائی دامودر چند۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا اودے چند اُس کا بیٹا لچھمن چند۔ اُسکا سمدر جکھن

پورن کرن کے بعد اُن کا چھوٹا بیٹا دھرم کرن راجہ جموں ہوا۔ دھرم کرن کا بیٹا
کرت کرن۔ اُس کا بیٹا اگنی کرن۔ اُس کا بیٹا شنکتی کرن یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ راجہ
شنکتی کرن زیور علم وفضل سے آراستہ تھے۔ اکثر احکام اُن کے آئین شاستر کے مطابق
ہوتے تھے۔ اس نسبت سے اُن کا نام راجہ شاستری ہو گیا۔ انھوں نے کوہ بانہال تک
اپنی حکومت کو وسعت دی۔ خط ڈوگرہ بھی انھیں شاستری راجہ کی اختراع بتلایا جاتا ہے۔

راجہ شنکتی کرن سے پانچویں پشت میں شب پرکاش راجہ ہوئے۔ درمیان کا
سلسلہ نسب تحقیق نہیں ہو سکا۔ ان کے عہد حکومت میں راجہ شل نے جس کی حکومت پنجاب
سے قندھار تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہت زور پکڑا۔ اس نے جموں سے تھوڑے فاصلہ پر ایک
قلعہ تعمیر کیا جس کا نام اپنے نام پر شل کوٹ رکھا۔ اس کو اپنا دار السلطنت مقرر کر کے جموں
پر متواتر یورش کر کے اُسے خراب کرنے لگا۔ رؤسائے جموال جنھیں ننگ و ناموس کا لحاظ
بہت زیادہ ہوتا ہے اس دست درازی سے تنگ ہو کر دشوار گذار پہاڑوں میں
پناہ گزیں ہو گئے۔ اور عرصہ تک وہاں گذارہ کرتے رہے۔ آخر الامر [illegible] کلجوگ میں
راجہ شب پرکاش کے بیٹے راجہ جوتی پرکاش نے ملک گیری پر کمر باندھی اور جماعت
چارکان[1] کی حمایت سے اپنے ملک موروثی پر متصرف ہو گئے۔ انھوں نے ۳۵ سال حکومت
کی۔ اور بعد ازاں راہی ملک عدم ہوئے

راجہ جوتی پرکاش کے بعد اُن کے بڑے بیٹے پوکھیہ پرکاش راجہ ہوئے۔ وہ
جب جوان ہوئے انھوں نے شل کوٹ کے فتح کرنے کے ارادہ کو تکمیل تک پہونچایا
شل کوٹ کو تباہ کرنے کے بعد وہ جموں واپس آ گئے اور پچاس سال تک نصرت و
کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوئے

ان کا بیٹا رتن پرکاش ان کا بھوکھن پرکاش۔ اُن کا برہم پرکاش یکے بعد دیگرے
راجہ ہوئے راجہ برہم پرکاش کے عہد حکومت میں نواح پنجاب میں بہت بڑا سیلاب
آیا۔ اور دریائے ستلج سے چناب تک پانی کی جھیل ہو گئی جس سے ملک پنجاب میں بڑی
تباہی آئی۔ اُن کے بعد اُنکے بیٹے جام پرکاش راجہ ہوئے۔ اُن کی نسبت بیان کیا

---

[1] راجپوتوں کا ایک خاندان ہے ۱۲

حکومت کی۔ اُن کے بعد اُنکا بیٹا بھوج دیو راجہ ہوا۔ یہ بڑا صاحب تدبیر اور دور اندیش راجہ تھا۔ مہاراجہ جے پال والیٔ پنجاب کے ساتھ اُن کے تعلقات دوستانہ تھے۔

اس زمانہ میں ناصر الدین سبکتگین فرمانروائے غزنی تھا۔ اُس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ سمبت ۱۰۴۳ بکرمی مطابق ۹۸۶ء میں پنجاب پر حملہ کیا۔ مہاراجہ جے پال نے بھی پیادے۔ سوار اور ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ راجہ بھوج دیو اپنے بیٹے اوتار دیو کو اپنا راج سپرد کرکے خود اپنے راجپوتان شجاعت اندیش کی جماعت کے ساتھ مہاراجہ جے پال کی کمک کو گئے۔ سخت لڑائی ہوئی جس کا انجام صلح پر ہوا لیکن راجہ بھوج دیو نے شرائط دوستی کے پورا کرنے میں اپنی جان قربان کردی۔ اس واقعہ کی وجہ سے راجہ اوتار دیو پر سلطنت پنجاب کی طرف سے محبت کا اظہار ہوا۔

بالآخر جب سلطان محمود بجائے اپنے باپ سبکتگین کے حکمران غزنی ہوا اُس نے سمبت ۱۰۵۸ بکرمی مطابق ۱۰۰۱ء میں تسخیر ہندوستان کا ارادہ کیا۔ راجہ جے پال نے بھی مقابلہ کی تیاری کی۔ جموں کی طرف سے پہلا دیو راجہ جے پال کی کمک کو گیا اُس لڑائی میں پہلا دیو اور مہاراجہ جے پال دونوں مارے گئے۔ سلطان محمود کے لئے ہندوستان کا راستہ کھل گیا۔ راجہ جے پال کا بیٹا اندرپال پہاڑوں میں پھرتا رہا اس اثنا میں ایک دفعہ اُس نے جموں پر حملہ کردیا۔ لیکن راجہ اوتار دیو نے اُسے شکست دیکر پسپا کیا۔

راجہ اوتار دیو کے بعد اُن کا بیٹا جس دیو راجہ ہوا۔ شہر جسروٹہ انہیں کا آباد کردہ ہے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے سنگرام دیو راجہ ہوئے۔ اُن کے بیٹے جس سکر دیو سمبت ۱۱۰۱ بکرمی مطابق ۱۰۴۴ء میں راجہ ہوئے۔ اُن کے عہد حکومت میں سلطان محمود غزنوی کی اولاد میں سے ملک خسرو ہندوستان میں بادشاہ تھا جس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے علم جہانگیری بلند کیا۔ اُس نے بامداد راجہ جموں قلعہ سیالکوٹ کو از سرنو تعمیر کیا

راجہ جس سکر کے بعد راجہ برج دیو سمبت ۱۲۲۱ بکرمی مطابق ۱۱۶۴ء میں مسند شاہی پر بیٹھے۔ سمبت ۱۲۳۸ بکرمی مطابق ۱۱۸۱ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے راے پتھورا پر حملہ کیا۔

اُن کا جگت سنگھ۔ اُن کا بھگت سنگھ اُن کا گجے سنگھ۔ اُن کا ہجے سنگھ اُن کا بجے سنگھ اُن کا دیوہ گوفت۔ اُن کا رام گوفت۔ اُن کا چندر گوفت۔ اُن کا نندہ گوفت۔ اُن کا آدراے اُن کا دیوراے۔ اُن کا گندھرپ راے۔ اُن کا قدم راے۔ ان کا کرم راے۔ انکا گھیر راے اُن کا کھکھر راے۔ ان کا سندر راے۔ اُن کا جگت راے اُن کا دودراے۔ انکا جوگ راے یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔

راجہ جوگ راے کے دو بیٹے تھے لھن ہنس اور سورج ہنس۔ مقدم الذکر بہت طاقتور آدمی تھا۔ اُس کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ اُس نے ہر ایک لڑکے کو اپنی جاگیر تقسیم کردی۔ اُس کی اولاد نے برخلاف آئین راجپوتاں کھیتی کرنا شروع کردی۔ چنانچہ موضع پرگوال۔ چٹیر اڑ اور بھب اُن کے نام پر آباد ہیں اور اس قوم کو منہاس کہتے ہیں۔

لھن ہنس اپنے باپ کی حیات میں فوت ہوا اور راجہ جوگ راے نے راج تلک اپنے چھوٹے بیٹے سورج ہنس کو دیا۔ اپنے باپ کے بعد وہ راجہ ہوا۔ اُس کا بیٹا گنگا دھر۔ اُن کا دیوا دھر۔ اُن کا سربھلا دھر۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔

راجہ سربھلا دھر کے عہد میں روشن ولی نام ایک فقیر صاحب ضمیر جموں میں سیاحت کرتے ہوے وارد ہوئے۔ اُنھوں نے راجہ سربھلا دھر کو بتلایا کہ تھوڑے دنوں میں مسلمانوں کا لشکر ہندوستان کی تسخیر کے لیے آئیگا۔ لیکن اس سے شہر جموں کو کوئی نقصان نہیں پہونچیگا۔ اس فقیر کا مزار دروازہ گومٹ میں آجتک موجود ہے

راجہ سربھلا دھر کے بعد اُنکا بیٹا کرت دھر راجہ ہوا کہا جاتا ہے اس کے عہد میں راجہ بکرم پال نے راے تلوک فرمانروائے دہلی پر فوج کشی کی۔ راجہ کرت دھر نے اپنی فوج راے تلوک کی کمک میں بھیجی۔ بکرم پال میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ اور راے تلوک کو فتح ہوئی۔ اس واقعہ سے حکومت جموں کے تعلقات سلطنت ہندوستان کے ساتھ قائم ہوگئے۔ جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک جاری رہے

راجہ کرت دھر کے بعد اُن کے بیٹے اجے دھر۔ اُن کے بجے دھر۔ اُنکے بجرلا دھر اُن کے سورج دیو یکے بعد دیگرے راجہ ہوے۔ موخر الذکر نہایت بیدار مغز راجہ ثابت ہوئے۔ انھوں نے اپنے کاروبار کو ہفتہ کے سات دنوں پر تقسیم کردیا تھا۔ ۲۷ سال حکومت

غرب میں دریائے چناب کے پار کچھ فاصلہ تک
جنوب میں میدانی علاقہ جات کے اندر تک
شمال میں درمیانی سلسلہ کوہستان تک

راجگان اکھنور۔ دلپت پور و کرمچی وغیرہ ایک حد تک جموں کے ماتحت یا زیر اثر تھے۔ لیکن ان کے علاوہ کچھ خود مختار حکومتیں بھی گرد و نواح میں تھیں جیسے کہ جموں سے شرق کی طرف بسوہلی اور کشتواڑ میں خود مختار راجپوت خاندان حکمران تھے۔ اور جموں کے شمال غرب میں بھمبر اور راجوری میں دو نو مسلم راجپوت خاندانوں کی حکومت تھی۔ اس سے آگے مغرب کی طرف دریائے جہلم تک بہت سے چھوٹے چھوٹے راجگان حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت زیادہ تر دو دو چار چار دیہات پر محدود تھی اکثر دیہات ایسے تھے جہاں ہر گاؤں میں ایک راجہ تھا۔ ان حالات میں مہاراجہ رنجیت دیو جموں کی مسند راجگی پر متمکن ہوئے۔

مہاراجہ رنجیت دیو کے نظم و نسق کو بہت عاقلانہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور اُن کے عدل و انصاف کی بہت زیادہ شہرت ہے۔ یہ بڑے بلند حوصلہ راجہ تھے۔ اُنکی رعایا کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے ہم مذہب اور غیر مذہب آدمیوں کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے عہد حکومت میں لوگوں کا انبوہ کثیر جموں میں جمع ہو گیا اور شہر جموں کو بڑی وسعت و ترقی ہوئی۔ اور راج جموں کی توقیر بڑھتی گئی بیرونی اقوام میں سے کسی کو ان پہاڑی اقوام کی خود مختاری پر دست درازی کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ مگر ہندوستان و پنجاب میں جو انقلاب اس زمانے میں شروع ہو گیا تھا۔ مہاراجہ رنجیت دیو کی آنکھ بند ہونیکے بعد جموں بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور اُن کی وفات کے بعد ہی ملک جموں میں بیرونی مداخلت شروع ہو گئی۔ جس کا خاتمہ ۱۸۴۶ء میں اُس وقت ہوا جبکہ حکومت جموں کے تعلقات براہ راست ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ قائم ہوئے

جموں کی جنوبی سرحد پر پنجاب کے جو علاقہ جات واقع ہیں ان میں سکھوں کی حکومت مہاراجہ رنجیت دیو کی زندگی میں قائم ہو گئی تھی لیکن ابھی یہ حکومت جداگانہ

راجہ برج دیو کے بعد اُن کے بیٹے نرسنگھ دیو راجہ ہوئے اُن کے بعد اُن کے بیٹے
ارجن دیو اُن کے جودھ دیو۔ اُن کے مال دیو۔ یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے راجہ مال دیو نے
نورپورہ کانگڑہ کو فتح کیا۔ اور محلات نورپور کی اینٹوں کو جموں پہونچا کر اُن سے پُرانی منڈی
کی عمارت کو تعمیر کیا۔ مہاراجگان جموال کو آج کے زمانہ تک راج تلک اسی تاریخی عمارت میں
دیا جاتا ہے۔

۸۰۱ھ مطابق ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور گورگان نے بلاد ہندوستان پر حملہ کیا۔ راجہ
مال دیو کے ساتھ بھی اُس کی معرکہ آرائی رہی۔ لیکن اس کے ملک پر اس کا قبضہ بحال رہا۔
اُن کے بعد اُنکا بیٹا جمبیر دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد اجے دیو راجہ ہوا۔ اُن کے بعد بیرم دیو
راجہ ہوا۔ اُن کے بعد کھوکھر دیو راجہ ہوا موخرالذکر کے زمانہ میں ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۵ء
تب ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ نے دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور
بہلول پور و سیالکوٹ سے گذر کر پانی پت کرنال میں سلطان ابراہیم کے ساتھ اُس کا
مقابلہ ہوا۔ اسی زمانہ میں باباگورو نانک نے شہرت حاصل کی۔
راجہ کھوکھر دیو کے بعد اُن کا بیٹا کپور دیو ۹۳۷ھ مطابق ۱۵۳۰ء میں راجہ ہوا
کپور دیو کے دو بیٹے تھے جگدیو و سمیل دیو۔ جگدیو باہو کا راجہ ہوا۔ اور چھوٹا بیٹا سمبل دیو
راجہ جموں ہوا۔ اُنکا بیٹا سنگرام دیو۔ اُن کا بھوپ دیو۔ اُن کا ہری دیو۔ یکے بعد دیگرے
راجہ ہوئے راجہ ہری دیو عالمگیر بادشاہ دہلی کے لشکر کے ساتھ سفر دکن میں سرگباش ہوئے
اُن کے بجائے اُن کا بیٹا گجے دیو راجہ ہوا۔ اُن کے دو بیٹے تھے ایک اندر دیو اور دوسرا
دھرب دیو۔ اندر دیو اتفاقیہ گھوڑے سے گر گئے اور اس حادثہ سے جانبر نہ ہو سکے دھرب دیو
سمبت ۱۷۶۰ بکرمی مطابق ۱۷۰۳ء میں راجہ ہوا۔ اُن کے چار بیٹے تھے۔ رنجیت دیو گھنسار دیو
صورت سنگھ۔ بلونت سنگھ۔ چنانچہ راجہ دھرب دیو کے بعد رنجیت دیو سمبت ۱۷۸۲ بکرمی مطابق
۱۷۲۵ء میں مہاراجہ ہوا۔

رنجیت دیو مہاراجہ جموں ۱۷۲۵ء

مہاراجہ رنجیت دیو کی تخت نشینی کے وقت راج جموں کی وسعت حسب ذیل تھی۔
مشرق میں دریائے راوی تک۔

کی ماں نے اپنے بیٹے کے واسطے مہاراجہ سے درخواست کی مہاراجہ کو بڑی مشکل پیش آئی۔ بڑے بیٹے کو وہ بلاوجہ محروم کر سکتے تھے۔ اور نہ اپنی چہیتی رانی کو آزردہ کرنا چاہتے تھے انھوں نے حسن تدبیر سے کام لیا۔ اور میاں تیغ سنگھ کو کنایتہً حکم دیا کہ دلیل سنگھ جو کہے اس پر عمل کرو۔ چند روز بعد دلیل سنگھ نے میاں تیغ سنگھ سے اپنا مقصد ظاہر کیا کہ برج راج دیو کے قتل میں ہمارے شریک رہو۔ تیغ سنگھ نے اس سے انکار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دلیل سنگھ نے تیغ سنگھ کا کام زہر سے تمام کرنا چاہا۔ مگر اس میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ آخرالامر دلیل سنگھ نے اُس کو بمقام لکھن پور قتل کر دیا۔ اس سے بڑی شورش پیدا ہوئی۔ اسی سلسلہ میں برج راجدیو نے اپنے والد مہاراجہ رنجیت دیو کے خلاف بغاوت کی۔ اور اپنی مدد کے لئے حیرت سنگھ سردار چکر سوکیا مثال اور جے سنگھ سردار گھنیا مثال کو بلایا۔ مگر عین معرکہ میں حیرت سنگھ اپنی بندوق کی نال پھٹ جانے سے مارا گیا اور برج راج دیو کے ساتھی ہمت ہار گئے۔ یہ واقعہ ۱۷۷۴ء کا ہے۔ مہاراجہ رنجیت دیو نے بڑی حکمت عملی سے اس فساد کو فرد کیا۔ اور تیغ سنگھ کے بھائیوں کو جگانوں کی طرف بھیج دیا۔ یہ تیغ سنگھ راجہ ہر ممود دیو کے تیسرے بیٹے جسونت دیو کے دوسرے بیٹے چندن دیو کا بیٹا تھا اس کا بھائی فتح سنگھ تھا۔ ان کی اولاد اب تک سوہل اور اکھنور میں آباد ہے۔

برج راج دیو راجہ جموں ۱۷۸۲ء الغرض مہاراجہ رنجیت دیو کی وفات کے بعد ۹ بیساکھ سمبت ۱۸۳۹ بکرمی مطابق ۱۷۸۲ عیسوی برج راج دیو بجائے اپنے باپ کے مسند حکومت پر متمکن ہوئے۔ چونکہ میاں دلیل سنگھ کی طرف سے اُن کو اندیشہ تھا۔ زورآور سنگھ کو عطائے جاگیر ڈنسال کا لالچ دیکر اُسے قتل کرنے کے لئے کہا۔ زورآور سنگھ نے اس مخمصہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ لیکن میاں موٹا ڈنسال پر قبضہ حاصل کرکے اس خونریزی کے لیے تیار ہو گیا۔ چنانچہ ترکنا دیوی اور کٹرہ کے درمیان میں دلیل سنگھ مع اپنے بیٹے بھگوان سنگھ کے میاں موٹا کے ہاتھ سے مارا گیا مگر اس کا چھوٹا بیٹا جیت سنگھ بھاگ کر نکل گیا۔

اس کے بعد مہاراجہ برج راج دیو پانچ سال تک کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے مگر اس خونریزی کی وجہ سے اقبال اُن سے منہ موڑ چکا تھا۔ سردار مہان سنگھ کو ان خانہ جنگیوں

اقوام کی جدا جدا اور خود مختارانہ سرداریوں پر محدود تھی۔ اور کوئی باضابطہ نظم و نسق اس نے اختیار نہیں کیا تھا۔ سکھوں کی قوم ابتدا سے ایک جنگجو قوم رہی ہے۔ اور جس وقت کوئی بہانہ ہاتھ آئے اپنی ہمسایہ اقوام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا اپنی زندگی کا ایک ضروری فرض سمجھتی رہی ہے۔ یہ امر صراحتہً دریافت نہیں ہوا کہ جموں کے ساتھ کوئی خلش سکھوں نے راجہ رنجیت دیو کی زندگی میں کی یا نہیں مگر اُن کی وفات کے بعد انھیں اُسکا پورا موقع مل گیا

ایشیائی خاندانوں میں جانشینی کا تنازعہ ایک عام بیماری ہے اور درصورت ایک زبردست اور قابل حکمران کی جانشینی کے بھی بعض اوقات یہ تنازعہ اپنے خراب اثرات دکھائے بغیر نہیں رہا کرتا۔ یہی حالات جموں میں بھی پیدا ہوئے۔

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ سمبت ۱۷۸۲ بکرمی مطابق ۱۷۲۵ء میں مہاراجہ رنجیت دیو حکومت جموں پر متمکن ہوئے لیکن دشمنوں نے انھیں چین نہیں لینے دیا۔ اس اثنا میں فوج مغلیہ سے بھی اُن کا مقابلہ ہو گیا۔ ناچار انھیں جموں چھوڑنا پڑا۔ کچھ عرصہ وہ کوہِ بہاگ پر جو متصل ترکٹا دیوی واقع ہے پناہ گزیں رہے۔ پھر یہاں سے فرار ہو کر کسی اور طرح لاہور میں صوبہ دار لاہور کے پاس پہنچے۔ وہاں بعدم ادائے تاوان تقریباً بارہ سال نظر بند رہے۔ اس زمانہ میں میاں گھنسار دیو اُن کی جگہ مسند حکومت پر کارفرما رہا۔ آخر الامر چندن دیو کی حکمت عملی سے مہاراجہ رنجیت دیو لاہور سے عزت کے ساتھ واپس آئے۔ اور جموں کی حکومت پر قابض ہو گئے۔ اور نہایت شان و شوکت اور عدل و داد کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔ انھوں نے گرد و نواح کے راجگان کو بھی مطیع کیا اور بد امنی کی بیخ کنی کی۔ آخر الامر ۵۰ سال حکمرانی کرنے کے بعد ۲۲ چیت سمبت ۱۸۳۸ بکرمی مطابق ۱۷۸۱ء کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مہاراجہ رنجیت دیو کے دو بیٹے تھے۔ ایک رانی سے برج راج دیو۔ اور دوسری رانی سے دلیل سنگھ۔ اُن کے درمیان بوجہ اختلاف بطنی صفائی باطنی نہ تھی۔ اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ اُسے ولی عہد مقرر کیا جائے۔ دلیل سنگھ کی ماں مہاراجہ رنجیت دیو کی منظور نظر تھی۔ اور برج راج دیو بر بنائے اپنے خلف اکبر ہونے کے مستحق تھا۔ ایک روز دلیل سنگھ

داد انھوں نے دی نتیجہ یہ کہ بھائی حکما سنگھ کو واپسی کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ اور راجپوتوں کی اس کامیابی سے گو کہ جموں کی حکومت سر دست سکھوں کی دستبرد سے بچ گئی مگر باہمی خانہ جنگی۔ اندرونی فسادات اور سکھوں کی بیرونی مداخلت حکومت جموں کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ جو پھر سنبھل نہیں سکا۔ اور بالآخر سکھوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا۔ جیسا کہ مابعد کے واقعات سے ظاہر ہو گا۔



سے فائدہ اٹھانے کا خیال پیدا ہوا مہاراجہ برج راج دیو کے ظاہری تعلقات سردار
مہان سنگھ کے ساتھ دوستانہ تھے۔ مگر سیاسیات میں ذاتی تعلقات کو دخل نہیں ہے۔
سردار مذکور بہ بہانہ تعزیت پرسی مہاراجہ رنجیت دیو جموں میں آیا۔ اور جموں کو غارت
کرنا شروع کیا۔ مہاراجہ برج راج دیو جموں سے بھاگ گئے۔ اور سردار مہان سنگھ کی واپسی
تک جموں میں واپس نہیں آئے بعد ازاں قلعہ رنجیت گڈھ پر سردار ڈول سنگھ۔ کرم
سنگھ و گلاب سنگھ وغیرہ سرداران بھنگی کے درمیان لڑائی ہوئی۔ مہاراجہ برج راجدیو
سرداران محصور کی کمک کے لئے گئے۔ اور اُس جنگ میں دشمن کے ہاتھ سے مقتول ہوئے

سپورن دیو مہاراجہ جموں ۱۷۸۸ء

ان کا بیٹا سپورن دیو اس وقت ایک سال
کی عمر کا تھا وہ مہاراجہ ہوا۔ اور میاں موٹا
اس کی طرف سے بطور سربراہ حکمران رہا۔ اُس نے دس برس برائے نام حکومت کی
اور اس دار ناپائدار سے رخصت ہوا۔

جیت سنگھ مہاراجہ جموں ۱۷۹۸ء

اب جیت سنگھ کے سوا کوئی نزدیکی وارث
تخت کا باقی نہ رہا تھا۔ وہ مسند حکمرانی پر جلوہ
افروز ہوئے۔ یہ دائم المریض اور کند ذہن تھے۔ اُن کی حکومت نے رونق نہیں پکڑی
اور انتظام مالی وملکی میں خلل پڑگیا اور ہر طرف خودسری کا زور ہوگیا۔ یہاں تک کہ اُنکی
اپنی رانی المعروف رانی بندرال نے دستار حکمرانی سر پر رکھی اور فرمانروائی و دار و گیر
میں مصروف ہوگئی۔ الغرض انتظام بگڑ گیا۔ اور ملک میں سخت گڑبڑ پیدا ہوگئی۔
اس زمانہ میں بھائی حکما سنگھ چمپتی از طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ قرب وجوار
جموں میں انتظام ملکی پر مامور تھا۔ اُس نے مہاراجہ جیت سنگھ کی بد انتظامی دیکھکر
جموں پر حملہ کردیا۔ اس طرف سے میاں موٹا برادر خورد میاں زورآور سنگھ جماعت
راجپوتان کے ساتھ مدافعت کی غرض سے دروازہ گومٹ پر مورچہ گیر ہوا۔ آخر الامر
راجپوتوں نے دیکھا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے انھوں نے مورچہ سے نکل کر حملہ کردیا
یہ واقعہ سمبت ۱۸۶۵ بکرمی مطابق ۱۸۰۸ء کا ہے۔ اس وقت میاں گلاب سنگھ کی عمر ۱۶ سال
کی تھی اور باوجود خوردسالی کے وہ اس معرکہ میں شریک تھے۔ اور جوانمردی کی پوری

گھوڑے۔ نقارہ۔ نوبت۔ نشان اور پانچ سات سو سپاہی اس فرقہ کے گدی نشینوں کے پاس ہر وقت موجود رہنے لگے۔

عالمگیر اورنگ زیب جو نہایت دوربین بادشاہ تھا گورو تیغ بہادر کے اُس شاہانہ کروفر سے کھٹکا۔ اور دو ایک لڑائیوں کے بعد جو گورو تیغ بہادر اور بادشاہ کی فوجوں کے درمیان ہوئیں گورو صاحب قتل ہوئے۔ ان کے بعد گورو گوبند سنگھ اپنے والد بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ انھوں نے باپ کا انتقام لینے کے لئے اپنے چیلوں اور مریدوں کو مرنے مارنے پر آمادہ کر کے مسلمانوں سے بہت لڑائیاں کیں اورنگ زیب کی مخالفت کی وجہ سے داراشکوہ کو بھی امداد دی۔ آخر بادشاہی افواج سے تنگ آ کر حیدرآباد چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ گورو گوبند سنگھ کے بعد ایک شخص بندا پیدا ہوا جو مسلمانوں سے بہت کینہ رکھتا تھا اور طرح طرح سے انھیں اذیت و تکلیف پہونچاتا تھا بچوں اور عورتوں کو قتل کرتا تھا اور مذہبی توہین کرتا تھا بالآخر فرخ سیر نے اُس سے انتقام لیا اور اس کو عبرتناک موت سے ہلاک کر دیا۔

سکھّوں کا عُروج

بندا کے بعد سکھوں نے لوٹ مار اور ڈاکہ زنی اختیار کر لی۔ کچھ لوگ ان کے سردار بن گئے۔ مذہبی حرارت کا اُن میں بڑا جوش تھا۔ پنجاب کو تہہ و بالا کرنے میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ برسوں کی خونریزی اور لڑائیوں کے بعد انھوں نے اپنی کئی ریاستیں قائم کر لیں۔

احمد شاہ ابدالی ان کی سزادہی کے لئے کئی دفعہ افغانستان سے پنجاب میں آیا لیکن اس کی واپسی پر سکھ بدستور فتنہ و فساد میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ان سرکشوں میں رنجیت سنگھ کا پردادا نودھ سنگھ بھی تھا۔ نودھ سنگھ ضلع امرتسر کے ایک معزز زمیندار گلاب سنگھ مجیٹھیہ کا داماد تھا۔ اس لیے ہم چشموں میں اس کی خاص وقعت تھی۔ نودھ سنگھ نے غارتگری کی وجہ سے بہت شہرت اور ناموری حاصل کر لی تھی۔ اس کا باپ بُدھا سنگھ بھی بڑا دلیر ڈاکو تھا۔ وہ لوگوں کا مال مویشی بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اپنے خاندان میں یہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے سنہ ۱۶۹۲ء میں بمقام امرتسر سکھ مذہب اختیار کیا۔ بُدھا سنگھ سنہ ۱۷۱۵ء میں فوت ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا نودھ سنگھ سنہ ۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔

باب دوسرا

سوانح عمری و فتوحات مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر

مہاراجہ رنجیت دیو کے عہد میں حکومت خاندان قدیم جموں ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہونچ گئی تھی۔ اُن کی آنکھ بند ہونے کے ساتھ ہی اُس کے زوال کے سامان پیدا ہو گئے جس کی تشریح اس باب میں کی گئی ہے۔

مگر واقعات جموں کا بیان شروع کرنے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر سکھوں کے ظہور اور عروج کا مختصر حال بیان کر دیا جائے تاکہ واقعات جموں اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے سوانح کے سمجھنے میں سہولت ہو۔ کیونکہ خاندان قدیم جموں کی حکومت کا زوال اور گلاب سنگھ کا عروج سکھوں کی حکومت پنجاب کے عروج و زوال کے ساتھ وابستہ ہے جس کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

سکھوں کا ظہور

سکھ مذہب کے بانی گورو نانک صاحب صوفی مشرب بزرگ تھے ان کی ساری عمر فقرا و صلحا کی صحبت میں بسر ہوئی۔ اُن کی صلح پسندی اور ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اہل ہنود انھیں ہندو اور اہل اسلام اُنکو مسلمان سمجھتے تھے۔ پچاس ساٹھ سال کے عرصہ تک گورو نانک صاحب کے جانشین بھی فقیرانہ و صوفیانہ زندگی بسر کرتے رہے اور اسی طریق کی اشاعت کرتے رہے لیکن سنہ ۱۶۰۶ء کے بعد جب گورو ارجن صاحب کا بیٹا گوبند ہرگوبند جانشین ہوا تو اُس نے اپنی بہت بڑی جمعیت دیکھ کر اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہا۔ چنانچہ طریق فقیرانہ وضع سپاہیانہ سے تبدیل ہو گیا۔ اور گوشت کھانے کی عام اجازت ہو گئی۔ گورو تیغ بہادر کے زمانے میں

افسوس ہے کہ اس کے ناعاقبت اندیش جانشینوں نے اس کی تمام محنت چند روز میں برباد کردی۔

رنجیت سنگھ بارہ سال کا تھا کہ اس کے والد کا انتقال ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک اسکی والدہ کاروبار حکومت انجام دیتی رہی جب وہ سترہ سال کی عمر کو پہونچا تو اُس نے اپنی ماں کو جس کے چال چلن کی شہرت اچھی نہ تھی زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اور امورات ملکی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

رنجیت سنگھ بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح شجاعت وجوانمردی میں بے نظیر تھا اس سے بڑھکر یہ کہ بخت نے بھی اُس کی یاوری کی۔ اطراف واکناف کے شہر و دیہات میں تاخت وتاراج مچادی اور بہت سے علاقے اپنے قبضہ میں لے آیا۔

رنجیت سنگھ کا عروج

۱۷۹۸ء میں جب شاہ زمان والی کابل وطن کو واپس جانے لگا تو بسبب طغیانی اُس کی چند توپیں دریائے جھیلم میں رہ گئی تھیں۔ اُس نے رنجیت سنگھ کو لکھا کہ اگر تم ہماری توپیں دریا سے نکلوا کر بحفاظت ہمارے پاس پہونچا دوگے تو اُس خدمت کے عوض لاہور پر قبضہ کرنے کی تم کو اجازت دی جائے گی۔ جسکی تم نے بارہا خواہش ظاہر کی ہے۔ رنجیت سنگھ نے اس موقع کو تائید ایزدی سمجھکر اُس کی بارہ توپوں میں سے آٹھ توپیں بمشکل تمام نکلوا کر اُس کے پاس پہونچا دیں۔ بادشاہ نے اپنے وعدہ کے مطابق لاہور کا پروانہ لکھدیا

اُس وقت لاہور تین حاکمان مسمیان چیت سنگھ۔ گوجر سنگھ اور صاحب سنگھ کے زیر حکم تھا۔ اہل شہر اس سہ علی کے مظالم سے سخت بیزار تھے۔ جب انھوں نے سُنا کہ رنجیت سنگھ لاہور پر قبضہ کرنے والا ہے تو سب اُس کا ساتھ دینے پر مستعد ہوگئے یہ ہرسہ حاکمان عیش پسند پست ہمت۔ اور کم حوصلہ تھے۔ ایسے آدمیوں پر رنجیت سنگھ جیسے جفاکش اور دلیر آدمی کا فتح مند ہونا مشکل نہ تھا۔ چنانچہ رنجیت سنگھ نے اپنی ساس سدا کور کی فوج کی امداد سے بغیر کسی سخت مقابلہ کے لاہور پر قبضہ کرلیا۔ اور ۱۷۹۹ء مطابق سمبت ۱۸۵۶ بکرمی کو لاہور میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ اس نے ملتان۔ ہزارہ۔ اٹک اور دور دور کے علاقے فتح کرلئے اور بالآخر کشمیر جنت نظیر کو

نودھ سنگھ کے بیٹے چرت سنگھ نے اپنے بھائیوں کے اتفاق سے گوجرانوالہ میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس میں لوٹ کھسوٹ کا مال جمع کیا جاتا تھا۔ خواجہ عابد صوبہ دار لاہور کے حکم سے بہت سے حملوں کے بعد یہ قلعہ مسمار کیا گیا۔ پھر خواجہ عابد نے ۱۷۶۲ء میں گوجرانوالہ پر چڑھائی کی۔ لیکن جب اس کی سکھ فوج اپنے ہم مذہب دشمن سے مل گئی تو وہ پریشان ہو کر لاہور واپس چلا گیا۔ اور مہم ناتمام و ناکام رہی۔

۱۷۶۲ء میں جب احمد شاہ ابدالی سکھ جیون ناظم کشمیر کو سزا دینے اور مہاراجہ رنجیت دیو والی جموں کو مطیع کرنے اور دیوان کابلی مل کو صوبہ لاہور مقرر کرنے کے بعد واپس افغانستان چلا گیا تو سکھوں نے پھر سر اٹھایا۔ اور زین خاں حاکم سرہند کو قتل کرنے کے بعد لاہور اور سرہند پر قبضہ کر لیا۔ انھیں دنوں میں شاہان دہلی چونکہ خانہ جنگیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ اور شیرازۂ سلطنت بالکل بکھر چکا تھا۔ اس لیے سکھوں کو کمال آزادی تھی اور جس طرف چاہتے تھے ملک میں لوٹ مار اور غارتگری مچاتے تھے۔

چرت سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا مہان سنگھ صرف نو سال کا تھا۔ کاروبار ریاست اس کی والدہ اور دو ایک سرداروں کے اتفاق سے سرانجام ہوتے تھے۔ ۱۷۷۶ء میں مہان سنگھ کی شادی جبیند والے سردار کی لڑکی سے ہوئی۔ اس کے بعد مہان سنگھ نے قلعہ رسول نگر کو جو وزیر آباد کے متصل ہے چار ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔ اس قلعہ کے فتح ہوتے ہی اس کی طاقت بڑھ گئی اور بھنگی مثال کے سردار بھی جو موقع پا کر سرکش ہو جایا کرتے تھے اس کے مطیع ہو گئے۔

۱۷۸۰ء میں جبیند والے سردار کی لڑکی سدا کور کے بطن سے وہ اقبال مند بیٹا پیدا ہوا جس نے ڈکیتی و غارت گری کو اوج سلطنت پر پہونچا دیا۔ اس کا نام رنجیت سنگھ رکھا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں رنجیت سنگھ کو اس شدت کے ساتھ چیچک نکلی کہ زیست کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ آخر اس تکلیف سے نجات پائی مگر ایک آنکھ جاتی رہی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی ظاہری آنکھ کے پھوٹ جانے سے اس کی باطنی آنکھ کھل گئی اور اس نے وہ کارنامے دکھلائے جن سے دو آنکھ والے حیران رہ گئے۔ مگر

تیار کیا اور کیہ دتہ ما۔۔ ار ہو کر خوب دوڑایا۔ واپس گھر پہونچے تو گھوڑا لنگ کرنے لگا۔ راجہ زورآور سنگھ ناراض ہوئے اور گلاب سنگھ کو تاڑنا کیا کہا کہ باپ دادا کے مال کو اس بیدردی سے خراب کرنا آسان ہے۔ جب اپنا گھوڑا خرید کرو گے تو قدر معلوم ہوگی۔ میاں گلاب سنگھ کو یہ تادیب نہایت گراں گذری۔ اور رات کے وقت اپنی والدہ سے زیورات لیے اور چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر بقصد کابل روانہ پشاور ہو گئے۔ کیونکہ خبر یہ تھی کہ شاہ شجاع کابل میں اس زمانہ میں نئی فوج بھرتی کر رہا ہے۔ دریائے سندھ کے کنارے پہونچے تو ہمراہیوں نے جو سب کے سب ہندو تھے کچھ بخیال توہمات مذہبی اور کچھ میاں موتا کے خوف کی وجہ سے آگے جانے سے عذر کیا۔ گلاب سنگھ نے بھی یہی مصلحت سمجھی اور واپس ہو گئے

میاں گلاب سنگھ کا دیوان خوشوقت رائے کی ملازمت میں داخل ہونا

اُس زمانے میں دیوان خوش وقت رائے زرگر۔ سردار نہال سنگھ اٹاری والا کی جاگیر سوکھو کا کارپرداز تھا۔ اور جاگیر میں کسی قدر ہنگامہ تھا۔ اس لیے دیوان مذکور قلعہ سانگ کی تعمیر اور نئی سپاہ کی بھرتی کر رہا تھا۔ میاں گلاب سنگھ اپنی تقدیر آزمائی کے لیے اس طرف متوجہ ہوئے۔ وہ جب دیوان خوش وقت رائے کے پاس پہونچے تو ایک شخص جمعدار جو راجہ زورآور سنگھ کی ملازمت میں رہ چکا تھا انھیں اتفاقاً مل گیا۔ اُس نے میاں گلاب سنگھ کا سلسلۂ نسب دیوان کے پاس بیان کیا۔ اس لحاظ سے دیوان نے اُن کو مع ہمراہیوں کے نوکر رکھ لیا۔

اس اثنا میں زمینداروں نے قلعہ سانگ پر دیوان کی فوج کے خلاف حملہ کیا۔ اسے شکست ہوئی۔ اور فوج بھاگ گئی لیکن میاں گلاب سنگھ اپنے معدودے چند ہمراہیوں کے ساتھ استقلال سے ساتھ مقابلہ کرتے رہے دیوان کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے نوجوان گلاب سنگھ کی مردانگی کی بڑی داد دی

میاں گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار لاہور میں داخل ہونا

اس عرصہ میں گلاب سنگھ کی جوانمردی کا شہرہ مہاراجہ رنجیت سنگھ تک پہونچا۔ اُس نے میاں موتا سنگھ کو لکھا۔ اس نوجوان کو ہمارے دربار میں حاضر کیا جائے میاں موتا سنگھ نے سیال تیار اداس غرض سے بھیجا۔ دیوان

بھی ۱۸۱۹ء میں اپنے زیر تصرف کر لیا۔

فتح کشمیر کے بعد تمام پنجاب میں اُس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ہر چند کبھی کبھی مقتضائے بشریت یا عدم تربیت حرکاتِ ناشایستہ بلکہ ظالمانہ وسفاکانہ بھی اُس سے ظاہر ہوتی تھیں مگر مجموعی طور پر وہ اپنی حسن تدبیر اور دوراندیشی سے نہایت کامیاب حکمران رہا ہے۔ رحم کے اوصاف بھی رکھتا تھا۔ اراکین سلطنت و عہدہ داران کی بددیانتی کو دیکھتا کبھی چشم پوشی کر جاتا اور کبھی سزا دیکر پھر مورد التفات بنا دیتا۔ خوش قسمت ایسا تھا کہ باوجود ایسی زنگوں کے اُس کی زندگی میں سلطنت کو کوئی زوال نہ آیا بلکہ ترقی ہی ہوتی رہی لیکن اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی کایا پلٹ ہو گئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات اور سلطنت خالصہ کا زوال

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی موت کو ایک ہی سال گذرا تھا کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ بھی مرگیا۔ اور اُس کے دوسرے دن اُس کا بیٹا کنور نونہال سنگھ بھی اتفاقیہ موت یا کسی سازش کی وجہ سے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ کچھ دنوں تک رانی چندکور نے حکومت کی۔ حادثات اور سندھانوالیوں اور ہمسایہ حکومتوں کے باہمی مناقشوں سے فوج بھی خودسر ہو گئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چالیس سال کے عرصہ میں اپنی زبردست سلطنت پشاور۔ ہزارہ۔ ملتان۔ کوہستان۔ کانگڑہ۔ جموں و کشمیر تک قائم کی تھی۔ لیکن اُس کی ناخلف اولاد اُس کے بعد سات سال تک بھی اُس سلطنت کو سنبھال نہ سکی۔ آخر کار سرکار انگلشیہ پنجاب کشمیر اور دیگر سکھ مقبوضات پر قابض ہو گئی۔ رانی جنداں کو نظربند کر دیا گیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو چار لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ دیکر پنجاب سے باہر بھیجدیا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت خالصہ کا خاتمہ ہو گیا۔ سکھوں کے عروج و زوال کا یہ مختصر خاکہ دینے کے بعد نفس مضمون کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

میاں گلاب سنگھ کے متعلق باب سابق کے خاتمہ پر یہ دکھلایا جا چکا ہے کہ انھوں نے بھائی حکما سنگھ چمنی کے حملۂ جموں کے موقع پر اپنی مردانگی کی شہرت قائم کر دی تھی۔ اب ان کے عروج کے سامان پیدا ہونے لگے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میاں گلاب سنگھ نے اپنے جد بزرگوار کی اطلاع کے بغیر گھوڑا

شاہزادہ کھڑک سنگھ جموں میں دیوان اجیت سنگھ کلال ساکن گجرات کو حاکم مقرر کرکے خود لاہور چلا گیا۔ چونکہ رانی بندرال منتظر وقت تھی جگانوں سے پورنڈل پہونچی اور شرارت پیشہ و بد باطن اشخاص کے ذریعے دیوان کے کان بھرنے شروع کیے کہ جب تک میاں موٹا سنگھ کو درمیان سے دور نہ کیا جائے انتظام درست نہ ہوگا۔ دیوان بھی ایک تنگ خیال آدمی تھا۔ اس نے اپنی عقل سے کام نہیں لیا۔ اور شرارت پیشہ اشخاص کے دھوکہ میں آگیا۔ الغرض ایک روز میاں موٹا اپنے گھر جا رہے تھے اثنائے راہ میں تریڈو اور اوراستروں نے رانی بندرال اور دیوان خود پسند کے اشارہ سے موٹا سنگھ کا کام تمام کر دیا

بعد ازاں یہی تریڈو لاہور میں میاں گلاب سنگھ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ حرکت ناپسند ہوئی اور اس نے تادیباً کچھ عرصہ کے لیے گلاب سنگھ کو جمعدار خوشحال سنگھ کی نگرانی میں رکھ دیا۔ اس کے بعد حالات نے اپنی معمولی صورت اختیار کرلی۔ لیکن شاہزادہ کھڑک سنگھ کے دل میں میاں گلاب سنگھ کی طرف سے کچھ کدورت پیدا ہوگئی۔

میاں گلاب سنگھ کو عطائے جاگیر کھروٹی و ببول وغیرہ

اس کے بعد میاں گلاب سنگھ و میاں دھیان سنگھ نے حملہ کشمیر کے موقع پر بڑی جوانمردی دکھلائی۔ اس کے صلہ میں میاں گلاب سنگھ کو کھروٹی۔ بھندیاں و ببول بطور جاگیر عطا ہوا۔ اس وقت امیر چند پردادا دیوان امرناتھ کا میاں گلاب سنگھ کی ملازمت میں اس علاقہ کے منصب دیوانی پر سرفراز ہوا

میاں دھیان سنگھ کو عطائے جاگیر لالہ۔ چوبارہ و رام گڈھ

پھر کئی معرکوں میں ہر دو برادران میاں گلاب سنگھ و میاں دھیان سنگھ نے بہت جوانمردی اور امتیاز دکھلایا۔ اس دوران میں سمبھل پور میں دھیان سنگھ کی شادی ہوئی۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں گلاب سنگھ کو اس میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ اور ان کو لالہ۔ وچوبارہ و رام گڈھ بطور جاگیر بعوض نوکری دو سو سواروں کے عطا کیے۔ میاں گلاب سنگھ نے اس علاقہ پر قبضہ کرنے اور سواروں کی بھرتی کرنے کی طرف توجہ کی۔ اپنے والد راجہ کشور سنگھ اور چھوٹے بھائی میاں سوچیت سنگھ کو رام گڈھ کی تسخیر

خوش وقت رائے کو خبر ہوئی تو اُس نے ایک گھوڑا دیکر رخصت کیا۔ میاں گلاب سنگھ نے ایک
گھوڑا اپنا خرید کیا اور تیز سفر کر کے جموں پہونچے اور یہاں سے میاں موٹا سنگھ کے ساتھ
توقف ڈسکہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پیشگاہ میں حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ سمبت ۱۸۶۷ بکرمی
مطابق سنہ ۱۸۱۰ء کا ہے۔ میاں گلاب سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں بطور حاضر
باش قلیل تنخواہ پر (بمقدار درجہ برچین مطابق گلاب نامہ) ملازم ہو گئے۔
سمبت ۱۸۶۹ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۱۲ء میں میاں دھیان سنگھ بھی اپنے بھائی کے توسل سے
اس دربار میں پہونچ گئے۔ اور ساٹھ روپیہ ماہوار اُن کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ بعد ازاں میاں
کشور سنگھ بھی اس دربار میں آ گئے اور پچیس روپیہ ماہوار ان کی تنخواہ مقرر ہو گئی اور اُنکے
ساتھ چند دیگر جموال بطور سوار کے نوکر ہو گئے
اس زمانے میں دیوان محکم چند کا مقابلہ وزیر فتح خاں کشمیر کے ساتھ ہوا اس لڑائی
میں کشور سنگھ زخمی ہوئے۔ جب دیوان مذکور کشمیر سے واپس ہو کر لاہور میں پہونچا تو خبر
آئی کہ رانی بندرال کی سازش سے میاں موٹا کا کام تمام کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ اس طرح
ہوا کہ جب مہاراجہ جیت سنگھ مہاراجہ جموں کا انتظام بگڑ گیا اور رانی بندرال نے حکومت
اختیار کر لی تو میاں موٹا سنگھ نے مصلحتہً تعلقہ جگنانوں رانی کو بطور جاگیر کے دیدیا۔ لیکن
اس سے دلی کدورت دور نہیں ہوئی۔ اس اثنا میں شاہزادہ کھڑک سنگھ و بھائی رام سنگھ
پورمنڈل میں آئے رانی بندرال نے خفیہ طور پر شاہزادہ کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر اس وقت
ایک لشکر جرار اس طرف آ جائے تو بغیر کسی تردد کے تمام ملک سرکار خالصہ کے ہاتھ میں آ جائیگا
اس بنا پر شاہزادہ نے پورمنڈل سے براہ چاہ توتان جموں کا رخ کیا۔ اور نگروٹہ میں
خیمہ زن ہوا۔ یہاں میاں موٹا سنگھ کی طرف سے یہ مراسلہ پہونچا کہ اگر شاہزادہ سیدھا
جموں چلا آئے تو مہاراجہ جیت سنگھ خوشی کے ساتھ اطاعت قبول کرنے پر رضامند ہے
چنانچہ شاہزادہ کھڑک سنگھ و بھائی رام سنگھ براہ دھونتلی جموں میں پہونچے اور جموں پر
قابض ہو گئے۔ اور اس کامیابی کی اطلاع مہاراجہ رنجیت سنگھ کو بھیجی۔ لاہور سے یہ حکم
آیا کہ میاں موٹا سنگھ کی صوابدید پر مہمات ملکی و مالی کا انتظام کریں اور مہاراجہ جیت سنگھ کی
جاگیر بقدر بارہ ہزار سالانہ مقرر کریں۔ رانی کو یہ انتظام بہت ناپسند ہوا۔

بھی جموں سے سامان حرب اور کچھ آدمی ساتھ لیکر موقع پر پہونچ گیا۔ اس جمعیت کو دیکھکر محاصرہ اُٹھ گیا۔ یہ فوج ریاسی میں داخل ہوئی۔ وزیر زور آور سنگھ بھی قلعہ کے اندر سے باہر نکل آیا۔ باغیوں کو شکست فاش دی۔ مگر بھوپ دیو فرار ہو کر نکل گیا۔

اس اثنا میں میاں گلاب سنگھ بھی لاہور سے آگئے اور انھوں نے ان خیر خواہوں کی جوانمردی کی بڑی داد دی۔ اور وزیر زور آور سنگھ و میاں چراغ سنگھ اگاوریہ کی بڑی عزت افزائی کی۔ باغیوں کی بیخ کنی کرکے ملک میں امن وامان قائم کیا اور وزیر زور آور سنگھ کو حاکم ریاسی مقرر کیا۔

کچھ عرصہ بعد جب کہ میاں گلاب سنگھ ریاسی میں مقیم تھے معلوم ہوا کہ بھوپ دیو اور ڈیڈو نے میاں موٹا سنگھ کی جاگیر ڈنسال پر دست درازی شروع کردی ہے میاں گلاب سنگھ نے ان مفسدوں کے تدارک کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کوشش میں پوری کامیابی نہ ہوئی۔ اور دونوں بدکرداروں میں سے کوئی بھی ہاتھ نہ آیا۔ اتنے میں سوچیت سنگھ کا تنازعہ گورکھ سنگھ کے ساتھ متعلق حد بندی موضع گھر مولہ ہو گیا۔ اس کے فرد کرنے کے لیے میاں گلاب سنگھ کو رام گڈھ جانا پڑا انھوں نے بلا تردد قلعہ پر قبضہ کرلیا پھر رام گڈھ پہونچے اور چند روز یہاں آرام کیا۔

میاں دھیان سنگھ کا افسر ڈیوڑھی مقرر ہونا

سمبت ۱۸۷۵ بکرمی مطابق ۱۹-۱۸۱۸ء میں سرکار لاہور کی طرف سے گلاب سنگھ کے نام مقام وزیر آباد سے یہ حکم پہونچا کہ خود جاگیر کی غور و پرداخت میں مصروف ہو۔ اور میاں دھیان سنگھ کو بارگاہِ عالی میں بھیج دو۔ چنانچہ میاں گلاب سنگھ دیپتیہ میاں ہوشیارا اور رنگیس سنگھ کو میاں دھیان سنگھ کے ساتھ کرکے روانہ دربار خالصہ کردیا جمعدار خوشحال سنگھ ڈیوڑھی والہ کی مخالفت درباریوں کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اُسے ملتان کی طرف بھیج دیا گیا اور میاں دھیان سنگھ کو ڈیوڑھی کی خدمات تفویض ہوئیں۔ یہ ایک بڑا ذمہ داری کا عہدہ تھا اور اس سے میاں دھیان سنگھ کا رسوخ دربار خالصہ میں بہت بڑھ گیا۔

بعد ازاں سمبت ۱۸۷۶ بکرمی مطابق ۲۰-۱۸۱۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بہ ہمسری پنڈت بیربل در دوبارہ فتح کشمیر کا ارادہ کیا۔ اس میں پوری کامیابی ہوئی میاں گلاب سنگھ

پر مقرر کیا۔ انھیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے دیوان چند مصر کو اس دشوار کام پر
تعینات کیا۔ اُس نے اسے تکمیل کو پہونچایا۔ اب راجہ دھیان سنگھ نے سمبھل پور ترک
کر کے رام گڈھ میں سکونت اختیار کی۔ چنانچہ میاں ہیرا سنگھ اسی جگہ پیدا ہوئے

میاں گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ سے ریاسی کا حاصل کرنا اور قبضہ لینا

اس کے بعد یورش ملتان میں میاں گلاب سنگھ
نے بڑا نام حاصل کیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ
نے ان خدمات کی بڑی داد دی اس جنگ
سے واپس آکر میاں گلاب سنگھ لاہور سے رخصت حاصل کر کے اپنے گھر آ گئے۔ وہ اسی
طرف تھے کہ سمبت ۱۸۷۲ بکرمی مطابق ۱۸۱۵ء میں مہاراجہ لاہور کی طرف سے بھگوان سنگھ خدمتگار
حضوری کے ذریعے حکم شاہی مشعر بر عطائے پرگنہ ریاسی جو اس وقت تک جاگیر میاں
دیوان سنگھ کی تھی صادر ہوا۔ یہ شخص سلسلہ جنبان فتنہ خونریزی میاں موتا سنگھ کا رہا تھا
اس لیے یہ انتظام نہایت پسندیدہ خیال کیا گیا۔ میاں گلاب سنگھ اس عطیہ پر قبضہ حاصل
کرنے کے لیے ریاسی میں آئے۔ تالاب کے کنارے اہل قریہ ریاسی میاں گلاب سنگھ کے
پاس جمع ہوئے۔ اور اظہار اطاعت و فرمانبرداری کیا۔ مگر دیوان سنگھ کے بیٹے بھوپ دیو
نے کوہستانی اقوام کو دھوکا دیکر آمادۂ فساد کر دیا۔ چنانچہ سلال و خسال میں لڑائی ہوئی
آخر الامر اس علاقہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اور میاں گلاب سنگھ ریاسی واپس پہونچ گئے یہاں
قلعہ بھیم گڈھ کی بنیاد رکھی اور دیوان امیر چند نے اُس کی تعمیر کو تکمیل کیا۔ اس قلعہ میں
کچھ سپاہ تعینات کی گئی۔ اور چھو مدار افغان کو اُنکا افسر اور رتنا اچھر کو اس علاقہ کا تھانہ دار
مقرر کر کے اور انتظام ملکی درست کر کے میاں گلاب سنگھ لاہور کی طرف واپس ہوئے
اس اثنا میں بھوپ دیو نے اپنے باپ دیوان سنگھ کو جولاہور میں قید تھا کسی حکمت
سے واپس منگوا لیا۔ اور ملک میں یہ ظاہر کیا کہ پرگنہ ریاسی اُس کو واپس مل گیا ہے۔ اس سے
دوبارہ بغاوت ہو گئی۔ اور باغیوں نے قلعہ بھیم گڈھ کا محاصرہ کر لیا۔ وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ
جولاہور سے کسی خدمت کے انصرام کے لیے ریاسی میں آیا ہوا تھا۔ اس نے اپنی جوانمردی
اور مستقل مزاجی کے ساتھ قلعہ کو فتح نہیں ہونے دیا۔ رام گڈھ میں راجہ کشور سنگھ کو اس کی
اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کو زور آور سنگھ کی امداد کے لیے بھیج دیا۔ دیوان امیر چند



مہاراجہ رنجیت سنگھہ بہادر
شہریار پنجاب ۔ لاہور

نے اس معرکہ میں اپنی بہادری کا سکہ بٹھلا دیا۔ ان خدمات کے صلہ میں میاں گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کی اجازت مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کی۔ مگر پنڈت بیربل نے سر دست اُس سے انہیں باز رکھا۔ الحاصل میاں گلاب سنگھ کشمیر سے براہِ ریاسی جموں کو گئے اور وہاں سے رام گڑھ چلے گئے۔ کشمیر میں دیوان موتی رام حاکم مقرر ہوا

راجہ کشور سنگھ کا جموں کو بطور اجارہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حاصل کرنا سنہ ۱۸۲۰ء

اس زمانہ میں ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ذکر کیا کہ ملک جموں کو وہ بطور اجارہ میاں گلاب سنگھ کو دینا چاہتے ہیں۔ میاں گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اگر ہمارے حال پر نظر عنایت ہے تو نگہداشت فوج کے اقرار پر جموں کا ملک مجھے عطا فرمایا جائے۔ چنانچہ اس اقرار پر ملک جموں بطور اجارہ ان کے والد راجہ کشور سنگھ کو عطا ہوا اور خطاب راجگی بھی انہیں دیا گیا۔ مگر اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی ماگھ سمبت ۱۸۷۶ بکرمی مطابق جنوری سنہ ۱۸۲۰ء میں راجہ کشور سنگھ نے بصورت اجارہ جموں پر قبضہ حاصل کیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا کشتوار کو فتح کرنا

آغاز سمبت ۱۸۷۷ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۳۰-۲۹ء میں گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کا مصمم ارادہ کیا۔ راجہ دیال چند راجہ چینی بھی اس مہم میں شامل ہو گیا۔ اور دریائے چناب کو بذریعہ کھردلی عبور کر کے لشکر ظفر موج ڈوڈہ میں پہونچا۔ اس زمانے میں راجہ تیغ سنگھ راجہ کشتوار کو اپنے وزیر لکھپت سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ اُس نے لکھپت کے قتل کا ارادہ کیا۔ اس سے وہ بچ گیا۔ اور بعد ازاں فرار ہو گیا۔ اسی زمانہ میں راجہ گلاب سنگھ اپنا لشکر جرار لیکر ڈوڈہ میں پہونچ گئے ان ہر دو واقعات نے راجہ کشتوار کا انتظام بگاڑ دیا۔ اور وہ اپنا ملک چھوڑ کر براہ جموں لاہور کو چلا گیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے ملک کشتوار پر قبضہ کر لیا۔ اور میاں چین سنگھ للل رکھی دالہ کو حاکم کشتوار مقرر کر دیا۔ وزیر لکھپت وغیرہ معززین کشتوار راجہ گلاب سنگھ کی ملازمت میں داخل ہو گئے اس کے مفصل حالات کشتوار کے بیان میں مذکور ہوں گے۔ اس کے بعد راجہ گلاب سنگھ کو فتح منگیرہ ڈیرہ غازی خاں و جنگ یوسف زئی میں اپنی شجاعت اور تدبیر جنگ کی اعلیٰ لیاقت کے دکھلانے کا موقع ملا۔

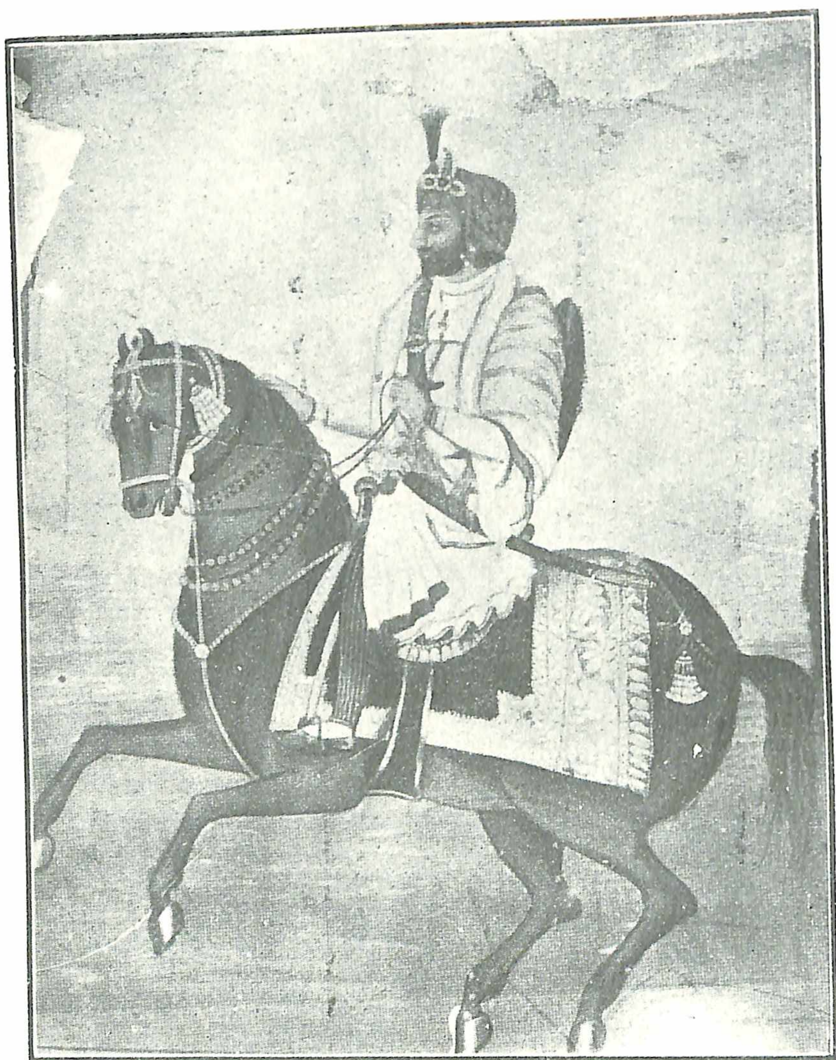
اس زمانے میں جموں بصورت اجارہ راجہ کشور سنگھ کی حکومت میں تھا اور بھائی رام سنگھ اور دیوان بھوانی داس پشاوریہ سرکار خالصہ کی طرف سے امور سیاسی کی نگہداشت کے لیے تعینات تھے۔ مگر میاں ڈیڈو نے جو بڑا دلیر آدمی تھا بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ کچھ راجپوت بھی اُس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اس لیے اُس کے خلاف کچھ پیش نہ جاتی تھی جموں پر بھی وہ حملے کرنے لگا اس کا انتظام کرنے کے واسطے راجہ گلاب سنگھ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مامور کیا۔ اُنھوں نے بڑی حکمت عملی اور حسن تدبیر کے ساتھ کوہ ترکٹا پر اُسے قتل کیا اور ملک کو اس بلا سے نجات دلائی۔

بعد ازاں اعز خان والی راجور کو جس نے دربار لاہور کے حکم سے سرتابی کی تھی گرفتار کیا۔ ان امور نے راجہ گلاب سنگھ کی شہرت کو بہت بڑھا دیا۔

میاں دھیان سنگھ نے اس عرصہ میں بہت بڑا رسوخ دربار میں حاصل کر لیا تھا اور یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خاص نظر رحمت اُن کے اوپر تھی۔ ایک روز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے میاں دھیان سنگھ سے کہا کہ تم نے ہماری بڑی خدمت کی ہے اس کے صلہ میں جموں کا راج ہم تم کو دیتے ہیں۔ میاں دھیان سنگھ نے اس عزت افزائی کے سلئے نہایت درجہ شکریہ ادا کیا اور اظہار عقیدت کے بعد عرض کی کہ آئین راجگان میں یہ درست نہیں ہے کہ بڑے بھائی کو چھوڑ کر چھوٹا بھائی راجگی اختیار کرے۔ اس عزت کا مستحق گلاب سنگھ ہے۔ مہاراجہ کو یہ جواب بہت پسند ہوا۔ راجہ گلاب سنگھ بعد گرفتار کرنے اعز خاں کے امر گڈھ چلے گئے تھے۔ وہاں سے انکو طلب کیا گیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حکومت جموں حاصل کرنا

اکھنور میں راجہ گلاب سنگھ ۴ ہاڑ سمبت ۱۸۷۹ بکرمی مطابق جون ۱۸۲۲ء کو حاضر ہوئے۔ یہاں لب دریائے چناب درخت جنڈ پیپتہ کے نیچے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے دست مبارک سے راجہ گلاب سنگھ کو جموں کی حکمرانی پر متمکن کیا اور قشقہ راجگی اُن کی پیشانی پر لگایا۔ کہتے ہیں کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قشقہ اوپر سے نیچے کی طرف کھینچا۔ کسی نے عرض کی کہ دستور نیچے سے اوپر کی طرف کھینچنے کا ہے مہاراجہ نے جواب دیا کہ ہم نے اُس کی بنیاد پاتال میں قائم کی ہے کہ تا ابد پائدار رہے۔



سری راجہ سوچیت سنگھہ صاحب بہادر والی رام‌نگر

راجہ سوچیت سنگھ کا رام نگر حاصل کرنا | اسی روز میاں سوچیت سنگھ کو راج رام نگر اور خطاب راجگی عطا کیا۔ اور ہر دو عطیات کی مشترکہ مسند راجہ گلاب سنگھ کو عطا کی جس کی نقل ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر راجہ گلاب سنگھ نے عرض کی کہ اب دھیان سنگھ کو عطائے ملک و القاب راجگی باقی رہتا ہے۔ مہاراجہ نے جواب دیا کہ اُن کو راجہ راجگان بنانا ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی واپسی لاہور کے بعد راجہ گلاب سنگھ جموں پہونچے یہاں جیت سنگھ معزول مہاراجہ جموں نے جو اپنے بیٹوں کو بوجہ حرکات نالائق عاق کر چکا تھا اپنے ہاتھ سے راجہ گلاب سنگھ کو قشقہ راج لگایا اور راجہ گلاب سنگھ مہاراجہ جموں کا دور دورہ شروع ہوا

اس کے بعد جنگ ٹہیٹری میں ہر دو برادران مہاراجہ گلاب سنگھ و راجہ دھیان سنگھ نے بہت بڑا امتیاز دکھلایا اور درحقیقت اپنی جوانمردی اور اعلیٰ قابلیت کا سکہ بٹھلا دیا۔

راجہ گلاب سنگھ کا گڈھی سمبرتا کو فتح کرنا | سمبت ۱۸۸۱ بکرمی مطابق ۲۵-۱۸۲۴ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے گڈھی سمبرتا کو فتح کیا۔ اور جموں کے ساتھ اس کا الحاق کرایا میاں بشنا کو اس علاقہ کا تھانہ دار مقرر کر کے خود جموں کو واپس چلے گئے۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے یہ علاقہ رام سنگھ عیسی پوریہ حاکم سانبہ کو حوالہ کر دیا۔ بعد ازاں علاقہ سانبہ مع قلعہ گڈھی سمبرتا اور قلعہ رام کوٹ کے رام نگر کے ساتھ شامل ہو کر راجہ سوچیت سنگھ کے قبضہ اقتدار میں آیا۔

پھر جنگ سیدو میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے بہت بڑا امتیاز حاصل کیا۔ یہ واقعہ پھاگن سمبت ۱۸۸۲ بکرمی مطابق فروری ۱۸۴۵ء کا ہے۔

بعد ازاں آغاز سمبت ۱۸۸۷ بکرمی مطابق ۱۸۳۰ء میں حکومت ممالک پنڈدادن خاں بھیرہ۔ لون میانی۔ قادر آباد و منڈی نمکسار تفویض مہاراجہ گلاب سنگھ ہوئی۔ اور سمبت ۱۸۹۰ بکرمی مطابق ۱۸۳۳ء میں جہلم۔ رہتاس۔ اور سمبت ۱۸۹۳ بکرمی مطابق ۱۸۳۶ء میں گجرات کی حکومت عطا ہوئی۔

فتح گوگل و لداخ و زنسکار و بالا درند بذریعہ زور آور سنگھ ۳۵-۱۸۳۳ء | اس زمانہ میں وزیر زور آور سنگھ

کلھوریہ حاکم پرگنہ جات ریاسی وارناس وعلاقہ کشتوار تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دربار لاہور میں اپنا رسوخ استعمال کر کے پرگنہ مرواداروں بھی علاقہ کشتوار کے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اس طرح حکومت جموں کی سرحد براہ راست سورو اور لداخ کے ساتھ مل گئی تھی۔ اس انتظام کو درست کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ نے تسخیر لداخ کا ارادہ کیا اور اس دشوار مہم پر اپنے خاص جرنیل وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ کو مقرر کیا۔ وزیر نے آغاز سمبت ۱۸۹۰ بکرمی مطابق ۱۸۳۳ء میں اوتم پڈھیہ اور دیگر اکابران کشتوار کے ساتھ براہ داچھن دورہ بھوٹ کول سورو پر حملہ کیا۔ اور سورو۔ کرگل وودراس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد زانسکار کو فتح کیا۔ زمستان میں سورو میں ٹھہر گیا آغاز بہار سمبت میں لداخ کو فتح کیا۔ اور ٹنڈوپ نمگیل راجہ لداخ کے ساتھ خراج مقرر کر کے واپس ہوا زانسکار پہونچا تھا کہ راجہ لداخ کی بداعمالی کے حالات معلوم ہوئے۔ دوبارہ لداخ واپس ہوا اور بغاوت فرو کر کے راجہ کو معزول کیا۔ حکومت لداخ موروپ ستنزن کے حوالہ کی۔ اور خود براہ زانسکار پاڈر کو ریاست چمبہ سے فتح کرتا ہوا جموں واپس چلا آیا۔

اس عرصہ میں اسکردو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کا بھی موقع وزیر کو مل گیا تھا۔ مگر اس وقت اپنے آپ کو اس جھگڑے میں ڈالنا اُس نے پسند نہیں کیا۔ اور راجہ محمد شاہ پسر راجہ احمد شاہ راجہ اسکردو کو جو اپنے باپ کے جور وستم سے تنگ آ کر وزیر سے امداد کا خواستگار ہوا تھا۔ راجۂ لداخ کے سپرد کر دیا کہ با آرام رکھا جائے

سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۹ء میں موروپ ستنزن کی بداعمالی کا حال معلوم ہوا کہ اس نے انتظام میں کوتاہی کی ہے اور راجۂ اسکردو کو موقع دیا ہے کہ محمد شاہ کو ملک لداخ سے پکڑ لیجائے۔ اس بنا پر وہ موروپ ستنزن اور احمد شاہ دونوں کی سرزنش کی پوری تیاری کر کے سہ بارہ لداخ پر روانہ ہوا۔ موروپ ستنزن کو معزول کر کے لداخ کا الحاق حکومت جموں کے ساتھ کر لیا۔ پھر براہ گرکونو چے چے تھنگ ومرول اسکردو پر حملہ آور ہوا ایک دستہ فوج براہ چھورہ بٹ لاکھپلو کی طرف سے بھیجا۔ مرول میں اہل تبت نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اور راجہ علی شیر خاں راجۂ کھرمنگ کی امداد سے اسکردو فتح ہوا۔

بعد از ان مدین شاہ کو تسخیر روندو واستور کے لئے تعینات کیا۔ یہ جبار خان راجہ استور کو گرفتار کر کے لے آیا۔ سکھوں کی حمایت کی وجہ سے وزیر راجہ جبار خان کو اور اُس کے

سردار ہری سنگھ مارا گیا۔ ہر سہ برادران مہاراجہ گلاب سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ نے اپنی سیاسی قابلیت اور سپاہیانہ جوانمردی کا پورا ثبوت دیا۔

راجہ دھیان سنگھ کو ملک چھبال راجہ سلطان خاں کی گرفتاری کے بعد بطور جاگیر مل چکا تھا۔ اب ملک پونچھ بھی باقرار نوکری لپٹن عطا ہوا۔ راجہ دھیان سنگھ نے دیوان کشن گوپال کو مہاراجہ گلاب سنگھ سے لیکر حاکم پونچھ مقرر کیا۔ اس زمانے میں ایک شخص شمس نامی نے پونچھ میں شورش برپا کی اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ اُس کے ساتھ شامل ہوگیا مگر میاں بشنا نے پونچھ کے قلعہ کے اوپر راجہ دھیان سنگھ کا جھنڈا بدستور قائم رکھا آخرکار مہاراجہ گلاب سنگھ کی امداد سے شمس مارا گیا اور یہ فتنہ فرو ہوا اس میں وزیر زورآور سنگھ کلہوریہ نے بڑا امتیاز دکھلایا تھا۔

آغاز سمبت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۸ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ جموں میں تشریف لائے میدان منڈی میں خیمہ لگے اندر ڈیرہ کیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ بطور ضیافت مہاراجہ گلاب سنگھ نے پیش کیا۔ اور ہر طرح سے خاطر تواضع کی۔ عمارات منڈی کا ملاحظہ کیا دو روز کے قیام کے بعد واپس ہوئے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات اور پنجاب میں بدامنی و فسادات ۱۸۳۹ء

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۵۔ ہار سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق جولائی ۱۸۳۹ء کو اس عالم ناپائدار سے رخصت ہوئے اور مہاراجہ کھڑک سنگھ تخت حکمرانی پر بیٹھے اور انتظام مملکت میں بدنظمی شروع ہوگئی۔ پہلے اجیت سنگھ قتل ہوا بعد ازاں مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ کنور نونہال سنگھ۔ اور میاں ادھم سنگھ خلف اکبر مہاراجہ گلاب سنگھ کی جان لی گئی۔ اور مہاراجہ شیر سنگھ نے لاہور کی حکومت اختیار کی۔ مگر خانہ جنگی جاری رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں تمام انتظام درہم برہم ہوگیا

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اپنے وزیر راجہ دھیان سنگھ کو ناپسند کرنے لگا۔ اور اُس کے قتل کا اور اپنے ہمدم و ہمراز دوست اجیت سنگھ کو وزیر بنانے کا ارادہ کیا۔ راجہ دھیان سنگھ نے کنور نونہال سنگھ کے ساتھ جس کی ناپسندیدگی اپنے باپ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے ساتھ بھی سازو باز شروع کردی۔ کنور نے راجہ دھیان سنگھ

ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہوا۔

وزیر زور آور سنگھ کا حملہ تبت اصلی (لہاسہ) اور جنگ طویو میں اسکے مقتول ہونے پر افواج ڈوگرہ کی تباہی

وزیر زور آور سنگھ اسکردو سے فتح وظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا لداخ واپس ہوا یہاں سے اس نے فتح لہاسہ کا ارادہ کیا۔ اور ڈوگرہ۔ لداخی وبلتی فوج کا ایک لشکر جرار مرتب کرکے تین راستوں سے روانہ ہوا۔ علاقہ گردتوک کو فتح کرتا ہوا پورانگ پہونچا اور طغلاکھر میں اپنا صدر مقام مقرر کرکے یہاں ٹھہر گیا۔ کہ سردی کا موسم گذرنے کے بعد آگے بڑھیگا۔ اس اثنا میں فوج لہاسہ نے حملہ کیا۔ اور بمقام طویو مقابلہ ہوا جس میں ۲۷ مگھر سمبت ۱۸۹۸ بکرمی مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کو وزیر مارا گیا۔

اگر وزیر بجائے آغاز موسم زمستان کے آغاز موسم بہار میں پورانگ پہونچا ہوتا تو آج لہاسہ کا جغرافیہ بدلا ہوا ہوتا۔ مگر اُس سے بھی وہی غلطی ہوگئی جو مرزا حیدر گورگان ۱۵۳۴ء میں کرچکا تھا۔ اور تاریخ نے واقعات کو دہرایا۔

شکست طویو کے بعد لداخ وبلتستان میں فسادات

اس زبردست اور زور آور جرنیل نے جموں کی سلطنت کی حدود کو سلطنت نیپال اور انگلشیہ صوبہ الہ آباد کی حدود کے ساتھ ملا دیا تھا مگر اُس کی موت نے فتح لہاسہ کے بجائے ممالک مفتوحہ میں بھی سخت شورش اور فتنہ وفساد برپا کردیا۔ لداخ کرگل واسکردو ہرسہ علاقہ جات میں بغاوت پھیل گئی۔ آخرالامر دیوان ہری چند اور وزیر رتنو نے لداخ میں افواج لہاسہ کو شکست دیکر امن قائم کیا اور اسوج سمبت ۱۸۹۹ بکرمی مطابق ستمبر ۱۸۴۲ء کے عہدنامہ لداخ کی رو سے ملک مقبوضہ لہاسہ جو وزیر نے فتح کیا تھا۔ سلطنت لہاسہ کو واپس دیا گیا اور ڈوگرہ حکومت لداخ کی سابقہ حدود برقرار رہیں جو ٹنڈن نگیل گیالپو لداخ کے عہد میں تھیں۔ اسی طرح سے وزیر لکھپت نے اسکردو میں بغاوت کو فرو کرکے امن قائم کیا۔ تفصیل ان واقعات کی اپنی اپنی جگہ پر آئیگی۔

وزیر لکھپت کا بلتستان میں بغاوت فرو کرنا

ہنگامہ پشاور میں جبکہ خود امیر دوست محمد خاں نے حملہ کیا اور جس کے سلسلہ میں آخرالامر

کی بربادی کے متعلق ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو شاہزادہ شیر سنگھ کی حمایت اور اعانت کا سبق دیگر رانی سے رخصت لیکر خود جموں چلا گیا۔ اور شاہزادہ شیر سنگھ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

راجہ دھیان سنگھ کے جانے کے بعد ارکین سلطنت کے درمیان فساد عظیم برپا ہو گیا فوجیں خود سر ہو گئیں۔ افسران جنگی نے شاہزادہ شیر سنگھ کو تسخیر لاہور کا پیغام بھیجا۔ وہ فوراً لاہور پہونچا اور قابض ہو گیا۔ راجہ دھیان سنگھ کو جموں سے بلایا اور قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ رانی بھی منت ساجت کرنے سے راضی ہو گئی۔ کیونکہ اس کے سوا اور کچھ چارہ نہ تھا۔ لیکن دل میں وہ ڈوگرہ خاندان اور شیر سنگھ کی جانی دشمن تھی اور اسی اُدھیڑ بن میں لگی رہتی تھی کہ دربر اور شاہ دونوں کا کام تمام کر دیا جائے۔ لیکن ابھی وہ اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے نہیں پائی تھی کہ ان دونوں کے اشارہ سے خود اسی کا کام تمام کر دیا گیا۔

ان متواتر خونریزیوں کے باعث سرداران فوج میں خود سری پیدا ہو گئی اور چاروں طرف بےچینی اور بدامنی کے آثار نمودار ہو گئے۔ چنانچہ مہاراجہ شیر سنگھ بمقام شاہ بلاول (لاہور) اور اُس کا خورد سال بیٹا شاہزادہ پرتاب سنگھ تلاوان کے وقت جمعدار خوشحال سنگھ کے باغ میں ظالم اور ناخدا ترس سندھانوالیوں کے دست ستم سے نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کر دیے گئے۔

اس قتل کے بعد سندھیانوالیوں اور نیز اُن کے فریق مخالف نے دارالسلطنت میں سخت خونریزی برپا کی۔ اس میں راجہ دھیان سنگھ وزیر اعظم۔ سردار لہنا سنگھ سندھانوالیہ (قاتل پرتاب سنگھ) اجیت سنگھ سندھانوالیہ (قاتل مہاراجہ) مصر بیلی رام اور بھائی گورکھ سنگھ وغیرہ مع دیگر عہدہ داران سلطنت کے قتل ہوئے۔ راجہ دھیان سنگھ کا بھائی راجہ سوچیت سنگھ اور بیٹا راجہ ہیرا سنگھ یہ دونوں خوش نصیب تھے کہ قلعہ سے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے ظالم سندھانوالیوں کے ہاتھ سے بچے رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ چچا بھتیجے اس وقت میاں میر میں مقیم تھے۔ اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ نے انھیں پیغام تو بہت بھیجے کہ راجہ دھیان سنگھ نے تم کو ایک ضروری مشورہ کے لیے یاد کیا ہے مگر وہ ان چال بازیوں کو خوب سمجھتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ راجہ کا خط لاؤ۔ پھر ہم حاضر ہو جائیں گے۔ غرض کہ اسطرح

کی حمایت سے حکومت کی امید میں اجیت سنگھ کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ نے باپ بیٹوں کی ناپسندیدگی کو مخالفت اور عناد سے بدل دیا۔ آخر الامر ۲۲۔ کاتک سمبت ۱۸۹۷ بکرمی مطابق اکتوبر ۱۸۴۰ء کو مہاراجہ کھڑک سنگھ بیماری کے غالب آنے سے ہمیشہ کے لیے اس جہان سے رخصت ہوا۔ کنور نونہال سنگھ مہاراجہ کھڑک سنگھ کے سنسکار کے بعد اشنان کر کے اودہم سنگھ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے ہوئے واپس آرہے تھے۔ روشنائی دروازہ کے پاس پہونچے۔ تو دفعتہً دروازہ کی چھت کا ایک ٹکڑا میاں اودہم سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے اوپر گر پڑا۔ دیگر ہمراہیوں کے بھی چوٹ آئی مگر ملبہ اٹھایا گیا تو میاں اودھم سنگھ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور کنور نونہال سنگھ کی جان لبوں پر تھی۔ انھیں اٹھا کر قلعہ میں لے گئے۔ مگر پہونچتے پہونچتے انکا کام بھی تمام ہو گیا۔

راجہ دھیان سنگھ نے کنور شیر سنگھ کو اس کی جاگیر بٹالہ سے لاہور میں طلب کیا جب وہ لاہور پہونچ گیا اُس وقت کنور نونہال سنگھ کی وفات کا اعلان کیا گیا۔ مائی چند کور کو بھی اس واقعہ کی اُسی روز خبر ہوئی۔ راجہ دھیان سنگھ نے رانی کو یہ پٹی پڑھائی کہ ظاہری طور پر شاہزادہ شیر سنگھ کو مسند دولت و اقبال کا صدر بنایا جائے وہ روزانہ مع جمیع سرداران و سرکردگان تمھارے پاس اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوا کرے اور کاروبار مملکت مہاراجہ کھڑک سنگھ کی مہر سے ہوتا رہے۔ رانی اس کا مطلب سمجھتی تھی وہ اس مشورہ پر رضامند نہ ہوئی۔ راجہ دھیان سنگھ نے اپنے بھائی مہاراجہ گلاب سنگھ کو جموں سے بلایا اور مشورہ کیا۔ دونوں کا اسپر اتفاق ہوا کہ شہزادہ شیر سنگھ کو فی الحال اسکی جاگیر میں واپس کر دیا جائے اور سمجھا دیا جائے کہ موقع مناسب کا منتظر رہے بعد ازاں رانی صاحبہ کے مشورے اور اُن کی سرپرستی سے مندرجۂ ذیل سرداروں کی مجلس مرتب کی گئی اور کاروبار سلطنت انھیں سپرد کر دیا گیا۔

سردار عطر سنگھ۔ جمعدار خوشحال سنگھ۔ سردار لہنا سنگھ۔ راجہ دھیان سنگھ۔

مجلس میں راجہ اور جمعدار کے درمیان اختلاف ہوا۔ دیگر اراکین جمعدار کی طرف ہو گئے۔ اور راجہ کو ناکامی ہوئی یہ اختلاف رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ راجہ دھیان سنگھ صائب الرائے تھے انھوں نے سمجھ لیا کہ اس مخالفت کا نتیجہ وہی ہوگا۔ جو ہمیشہ سے خاندانوں اور قوموں

راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ رہیں۔

اتفاق یہ ہوا کہ رانی جنداں پنڈت جلا سے ناراض ہو گئی۔ اُس نے ظاہر کیا کہ وہ بے ادبی سے پیش آیا ہے۔ افسران فوج خالصہ نے زور دیا کہ راجہ ہیرا سنگھ پنڈت جلا کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ راجہ کو یہ امر گوارا نہ ہوا۔ اس کشمکش میں فوج راجہ ہیرا سنگھ سے بگڑ گئی۔ آخر کار متصل لاہور معرکہ جنگ و جدال آراستہ ہوا جس میں ایک جمعیت راجپوتاں کے ساتھ راجہ ہیرا سنگھ و میاں رندھیر سنگھ دونوں مارے گئے۔ یہ واقعہ ۸۔ پوہ سمبت ۱۹۰۲ء مطابق دسمبر ۱۸۴۵ء کا ہے۔

ابھی مہاراجہ گلاب سنگھ اپنے بیٹے اور بھتیجے کے سانسکار سے بمشکل فارغ ہوئے تھے کہ خبر پہونچی کہ سردار شام سنگھ و لعل سنگھ ملک جسروٹہ و دیگر ملک و ملک راجہ ہیرا سنگھ کی تسخیر کے لئے مامور ہوئے۔ اور لالہ رتن چند و بادامیاں سنگھ از طرف بی بی جنداں مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس یہ پیغام لائے کہ راجہ ہیرا سنگھ و پنڈت جلا نے بی بی جنداں کی شان میں اور راجہ سوچیت سنگھ کی نسبت جو بے ادبی کی تھی وہ ظاہر ہے مگر میاں رندھیر سنگھ کے انتقال کا نہایت افسوس ہے۔ ہم نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی کہ وہ راجہ ہیرا سنگھ سے جدا ہو جائے مگر اس نے ہماری بات نہ مانی۔ تقدیر کے ساتھ کچھ چارہ نہیں ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب مناسب یہی ہے کہ راجہ ہیرا سنگھ کا ملک و مال اور راجہ سوچیت سنگھ کا نصف ترکہ جس کا وعدہ راجہ ہیرا سنگھ کے ساتھ ہوا تھا ہمارے حوالہ کر دو اور راجہ جواہر سنگھ کو بھی حوالہ کر دو۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ امر بہت ناپسند ہوا کہ راجہ دھیان سنگھ کی اولاد کے ساتھ ایسی بے اعتنائی روا رکھی جائے۔ راجہ جواہر سنگھ اس وقت جسروٹہ میں اُس فوج کو ترتیب دے رہے تھے۔ جو راجہ ہیرا سنگھ نے بغرض تسخیر چمبہ تیار کی تھی۔ اور میاں رنبیر سنگھ رام نگر میں تھے۔ دونوں کو حکم ہوا کہ فوج آراستہ کریں۔ اس اثنا میں بعض اشخاص نے مصالحت سے فیصلہ کرانا چاہا۔ لیکن فوج خالصہ نے جسروٹہ پر حملہ کر دیا۔ راجہ جواہر سنگھ شکست کھا کر جموں پہونچے اور شام سنگھ و لعل سنگھ نے جسروٹہ پر قبضہ کر لیا۔ نہال سنگھ سانبہ میں فوج خالصہ کے مقابلہ کے لیے گیا۔ لیکن وہاں پہونچ کر افواج خالصہ کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ جموں پر بھی حملہ کر دیا۔ اس اثنا میں خبر پہونچی کہ فقیر اللہ راجہ راجور نے اہالیان لاہور کے ساتھ سازش کر کے پونچھ اور نوشہرہ کی تسخیر کا ارادہ کیا ہے اور راجہ جواہر سنگھ

انھوں نے اپنی جان بچائی اور آخرالامر راجہ دھیان سنگھ کے قتل کا بدلہ لیا۔

آخر کار ۳۰ اسوج سمبت ۱۹۰۰ بکرمی مطابق تقریباً ۱۰ ستمبر ۱۸۴۳ء کو یہ خونریزی بند ہوئی اور جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے دلیپ سنگھ کے سریر آرائے حکومت ہونے کا اعلان کیا گیا۔ قلمدان وزارت راجہ ہیرا سنگھ کے سپرد ہوا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔ اس لیے عنانِ حکومت اس کی والدہ رانی جنداں اور وزیر ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں رہی۔ شیرازہ حکومت پہلے سے بکھر چکا تھا سب سے زیادہ مصیبت یہ نازل ہوئی کہ راجہ سوچیت سنگھ اور میاں ہیرا سنگھ چچا بھتیجوں کے درمیان بگاڑ پیدا ہو گیا۔ بھتیجے نے چچا کے انہدام کے لیے توپ خانہ اور فوجیں مامور کیں۔ طرفین سے بہت لوگ کام آئے اور راجہ سوچیت سنگھ کے قتل ہونے پر میدان راجہ ہیرا سنگھ کے ہاتھ میں رہا۔ یہ واقعہ ۱۷ چیت سمبت ۱۹۰۰ بکرمی مطابق تقریباً ۳۰ اپریل ۱۸۴۵ء کا ہے مہاراجہ گلاب سنگھ اس وقت جموں میں تھے بھتیجے کی بداعمالی و نالائقی اور بھائی کے قتل ہونے کی خبر پہونچی تو بہت افسوس کیا۔

راجہ ہیرا سنگھ نے اپنے ایک فاسد رائے مصاحب پنڈت جلا نامی کو راجہ سوچیت سنگھ کے ملک و جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے مامور کیا۔ راجہ سوچیت سنگھ نے میاں زبیر سنگھ کو متبنیٰ قرار دیکر اپنی ملک و میراث حوالہ کر دی تھی۔ اس بنا پر مہاراجہ گلاب سنگھ نے دعوی کیا کہ سانبھ و سوچیت گڑھ اور ملک اجارہ میاں رنبیر سنگھ کو ملنا چاہیے مگر راجہ ہیرا سنگھ نے اسے قبول نہیں کیا۔ آخرالامر نوبت یہاں تک پہونچی کہ راجہ ہیرا سنگھ نے ملک گجرات جلالپور پنڈ دادن خان و قادر آباد وغیرہ جو کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو سرکار خالصہ سے اجارہ پرملا ہوا تھا اس کی ضبطی کا حکم جاری کر دیا۔ جموں کے اوپر بھی فوج خالصہ کو حملہ کے واسطے تعینات کر دیا۔ چنانچہ افواج خالصہ ایمن آباد میں پہونچ گئیں۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے بھی مقابلہ کا انتظام کیا۔ اور افواج راجپوت کو بسرکردگی میاں رنبیر سنگھ تیار کیا۔ آخرکار راجہ جواہر سنگھ درمیان میں آگئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ ملک سانبھ و سوچیت گڑھ وغیرہ و نصف ترکہ و مال راجہ سوچیت سنگھ کا راجہ ہیرا سنگھ کو ملے اور ملک اجارہ وغیرہ جو مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف تھا بدستور ان کے پاس رہے۔ اس مصالحت کے استحکام کی غرض سے میاں زدھیر سنگھ کو لاہور بھیجا گیا کہ

برپا کر دے تاکہ مہاراجہ گلاب سنگھ کا حوصلہ پست ہو جائے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ خیر خواہان سرکار جموں میں سے چند اشخاص جیسے کہ دیوان جوالاسہائے۔ دیوان ہری چند۔ دیوان نہال چند وزیر لکھپت۔ زرآور۔ وزیر رتنو۔ لالہ روپ چند۔ اور ملازمان راجہ سوچیت سنگھ میں سے شیخ سوداگر نے حق نمک ادا کیا اور دل و جان سے خدمت میں مصروف رہے میاں زبیر سنگھ نے باوجود صغر سنی کے رام نگر میں اپنے آپ کو قائم رکھا اور سپاہ موجودہ وزیر رتنو و کرنیل بجے سنگھ کی افسری میں راستہ کی حفاظت کی غرض سے ادتر بھینی میں تعینات کر دی گئی

اس اثنا میں راجہ لعل سنگھ نے اس خیال سے کہ جنگ و جدال سے کار برآری شاید نہ ہو افسران فوج لاہور کے ساتھ مشورہ کر کے سردار فتح سنگھ مان کو بطور وکالت بھیجا ممکن ہے کہ اصلی مدعا اس حکمت عملی کا یہ ہو کہ پہلے مہاراجہ گلاب سنگھ سے حیلہ و فریب کے ساتھ مال و دولت لے لیا جائے۔ پھر فوج و لشکر کو روپیہ کا لالچ دے کر منحرف کر دیا جائے چنانچہ سردار مذکور وزیر بچنا اور گنپت منشی ملازم راجہ ہیرا سنگھ کو ساتھ لے کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے دربار میں حاضر ہوا انہوں نے سردار کو یہ جواب دیا کہ میں پروردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا ہوں میرے بھائی اور بچے جو کہ فوج خالصہ کے ہاتھ سے جان نثار ہوئے سب کو معلوم ہے سا اب اہالیان دربار میرے ساتھ آمادۂ پیکار ہوئے ہیں مجھے مہاراجہ دلیپ سنگھ اور فوج خالصہ کے ساتھ کسی حالت میں ہمچشمی کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ ان کا حکم بسر و چشم منظور ہے بشرطیکہ اہالیان دربار یہ عہد کریں کہ دوبارہ میرے ملک اور دولت پر دستبرد نہ کریں گے راجہ ہیرا سنگھ کی جائداد جو کچھ جواہر سنگھ کے قبضہ میں ہے اور ملک جسروٹہ جس پر فوج خالصہ نے پہلے سے قبضہ کر لیا ہے میرے حوالہ کر دیا جائے یہ جواب لے کر سردار مذکور مع بچنا اور گنپت کے راجہ لعل سنگھ کے پاس واپس روانہ ہوا راجہ مع فوج خالصہ کے جموں سے دس کوس کے فاصلہ پر مقیم تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے وزیر زورآور کو ان کے ساتھ بھیجا کہ فوج جموں کے درمیان سے بحفاظت باہر پہنچا دیویں۔ مگر تقدیر اس کے خلاف تھی سرداران فوج جموں ان دونوں سے بوجہ ان کی نمک حرامی کے نہایت ناراض تھے اور جس وقت یہ اشخاص جا رہے تھے لوگ انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ اس اثنا میں بچن سنگھ سوار شرارتہً یہ بول اٹھا کہ نمک حرام جانے نہ پائیں ان کے قتل کا حکم ہے۔ اس پر چاروں طرف سے ان کے اوپر گولی برسنے لگی اور وزیر زورآور کی تمام کوشش کے باوجود کوئی کامیابی اس سیل فنا کے روکنے میں نہ ہوئی چونکہ سردار فتح سنگھ مان

کی فوج جو نوشہرہ میں تھی اُس میں فساد ہوگیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ ایک شورش عظیم برپا ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ کرنیل اوتم سنگھ کی ماتحتی میں سرکار لاہور کا لشکر جو ہزارہ میں مقیم تھا ملک کھوٹہ کی لوٹ مار کی غرض سے اس طرف بڑھا اور میاں ہٹو پر حملہ آور ہوا۔ معز اللہ خاں اس پلٹن کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور میاں ہٹو کو ملک سے نکال دیا۔ سردار شام سنگھ کی سرکردگی میں جو فوج اور توپ خانہ جسروٹہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ جسروٹہ فتح کرنے کے بعد براہ سانبہ رام گڈھ میں پہونچ گیا۔ اور چند پلٹن اور توپ خانہ راجہ لعل سنگھ و جرنیل میہا سنگھ وغیرہ کی سرکردگی میں دیہات لالہ چبارہ وغیرہ دیہات جاگیرات مہاراجہ گلاب سنگھ پر متصرف ہوگئیں۔ اسی ہنگامے اور فساد کے زمانے میں ممالک گجرات وقادر آباد و دھنی و پنڈ دادن خاں وغیرہ اور علاقہ جات واقعہ ملک بار جو بطریق اجارہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس تھا۔ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا دھوریا وخواص پور وغیرہ کے زمینداروں نے بھی اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر بغاوت کردی

اسی وقت دیوان ہری چند ملک بار سے اپنی فوج لیکر بغرض تنبیہہ سرکشاں روانہ ہوا۔ اور وزیر رتنوں و میاں جواہر سنگھ قادر آباد سے جموں کو روانہ ہوئے۔ اس عرصہ میں امیر چند برادر راجہ لعل سنگھ کی تقرری سرکار لاہور سے ملک گجرات اور علاقہ جات بار پر ہوگئی دیوان ہری چند کی سپاہ باغی ہوگئی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس کو لکھا کہ جو سپاہ اطاعت پر قائم ہے اُسے لیکر جموں حاضر ہو جاؤ۔ حاصل کلام یہ کہ فوج خالصہ نے چاروں طرف سے جموں کو گھیر لیا یعنی جسروٹہ والا لشکر سانبہ و پورمنڈل کی طرف سے نمودار ہوا۔ دوسری فوج لالہ چبارہ کی طرف سے رام گڈھ میں پہونچ گئی۔ اور نجو دھ سنگھ مجیٹھیہ و راجگان پواہد نے بسوہلی سے اور بھینی پر حملہ کردیا۔ سردار منگل سنگھ کچھ سپاہ لے کر مناور کی طرف نمودار ہوا۔ راجہ راجور نے شمالی کوہستان میں بدل وار ناس کی طرف فساد برپا کردیا۔ اور نوشہرہ سے فیض طلب خاں مع سردول سنگھ کمیدان نمک حرام کے حوالی پونچھ میران موجود ہوا اور ایک گروہ نے ہزارہ سے نکلکر کھوٹہ پر دھاوا کردیا۔ بعض اشخاص نے رہتاس کی طرف سے قلعہ منگلا کی تسخیر کی کوشش کی اسی اثناء میں اہالیان دربار لاہور اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کا حکم بنام شیخ غلام محی الدین حاکم کشمیر پہونچا کہ کشتوار کی طرف فوج بھیجکر قبضہ کرے اور جموں کے پیچھے جو ملک ہے اس میں فتنہ فساد

عہد و پیمان کریں۔ اس ملاقات میں فیصلہ کچھ نہ ہو سکا کیونکہ راجہ لعل سنگھ دو چار باتیں کر کے جلد واپس چلا گیا۔ اور سرداران مذکورہ بالا کی زبانی اُس کے یہ پیغام بھیجا کہ اگر راجہ جواہر سنگھ کو ہمارے سپرد کر دو تو فوج خالصہ لاہور واپس ہو جائیگی۔ چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے عہد و پیمان کر کے راجہ جواہر سنگھ کو ان کے سپرد کر دیا۔ وہ لشکر خالصہ میں پہونچا تو حراست میں کر لیا گیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے دیوان جوالاسہائے کو بھیجا کہ صورت معاملات کو درست کریں۔ مگر اس سے صورت حالات میں کوئی ترقی نہ ہوئی۔ بلکہ افسران خالصہ نے اپنی فوج کو برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بخشی بھگت رام نے کہا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے ہمیں اس غرض سے بھیجا تھا کہ قلعہ باہو تسخیر کر کے راج جموں میاں رگھبیر دیو کے حوالہ کر دیں۔ مگر اس وقت تک تم نے کچھ بھی نہ پورا کیا۔ دیوان جوالاسہائے نے جواب دیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ خود بذات تشریف لاتے تو قلعہ باہو اور ملک و مال کا کیا ذکر ہے ہماری جان تک حاضر ہے۔ راج جموں کی بابت یہ ہے کہ شاہان سلف نے جس کسی کو ملک و دولت دیا ہے فرمانروایان مابعد نے آج تک واپس نہیں لیا۔ حیف ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بخشائش کو انکے وارث واپس مانگیں لشکریان خالصہ میں سے بعض نے اس بات کو پسند کیا۔ بعض بگڑ گئے اور دیوان جوالاسہائے پر حملہ کیا اور اسے قید کرنے کی تجاویز کرنے لگے۔ اتنے میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی آمد آمد کا آوازہ ہوا جملہ افسران ان کے استقبال میں مصروف ہو گئے۔ اس اثنا میں سردار گوردت سنگھ نے جو امین آباد کا رہنے والا تھا دیوان جوالاسہائے کو اشارہ کیا کہ تم کھسک جاؤ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ فوج خالصہ کے لشکرگاہ میں پہونچ کر میوہ سنگھ کے پاس ٹھہر گئے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ جب دروازہ گوسٹ سے نکلے ہیں تو انھوں نے دیوان ہرچند کو مہمات ملکداری و سپاہ سالاری سپرد کر دی تھی کہ اگر میں مخالفوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤں یا زندہ نہ رہوں تو ملک جموں اور قلعہ باہو جب تک کہ جموں کی مٹی خون بہادران سے سُرخ نہ ہو جائے ہاتھ سے نہ دیا جائے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے لشکر سنگھاں میں پہونچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ راجہ جواہر سنگھ کو جموں بھیج دیا۔ اور پانچ روپیہ فی نفر کے حساب سے فوج خالصہ کو انعام تقسیم کر کے انھیں اپنا مطیع کر لیا۔ میوہ سنگھ کو پچیس ہزار روپیہ مع ایک

بھی انھیں دونوں کے ساتھ ایک ہی ہاتھی پر سوار تھا وہ بھی مارا گیا۔ القصہ سردار کی لاش ہاتھی
پر سے نیچے گری اور بچنا گنپت ہاتھی کے اوپر ابھی تڑپ رہے تھے کہ ہاتھی گولی کی بوچھار سے
جنگل کی طرف بھاگا اور درختوں میں پھنس کر ان دونوں کا کام بری طرح تمام ہوا۔ مہاراجہ گلاب
سنگھ اس وقت دروازہ گومٹ میں تھے۔ اس واقعہ کے معلوم کرنے سے انھیں نہایت رنج ہوا
اور بسا اوقات ذکر کیا کرتے تھے کہ سردار فتح سنگھ مان کی موت میرے بھائیوں اور بچوں
کی موت سے بڑھکر میرے لیے باعث رنج وملال ہے۔

اس واقعہ کی خبر افواج خالصہ میں پہونچی۔ سب لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ سردار شام سنگھ
کی فوج نے جسروٹہ سے رام گڈھ پر تاخت وتاراج شروع کردی۔ راجہ لعل سنگھ نے
قلعہ دیوی پر حملہ کر دیا۔ رنجودھ سنگھ کی سپاہ نے راجہ سوچیت سنگھ کی فوج کے ساتھ مل کر
جس کا کمان افسر دھرم سنگھ تھا وزیر رتنوں اور کرنل بجے سنگھ کے اوپر دھاوا کر دیا۔
جنگی بلوال رام گڈھ کا قلعہ چھوڑ کر جموں کی طرف بھاگا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس
پہونچا۔ اُس نے تلوار آبدار کے ساتھ اُس بُزدل کا خیر مقدم کیا کہ دوسروں کو عبرت ہو
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارجن مل برادر کنھیا جس کے ساتھ صرف ڈھائی سو جوان تھے قلعہ
دیوی گڈھ میں اڑا رہا گو کہ فوج خالصہ نے چاروں طرف سے زور کیا مگر کچھ پیش نہ گئی اور
خود کنھیا قلعہ منادر میں داد مردانگی دیکر اپنے ہمراہیوں کی بے وفائی کی وجہ سے مخالفوں کے
ہاتھ میں قید ہو گیا۔

کرنیل بجے سنگھ اور میاں ہیر سنگھ دلپتیہ کی فوج جو اتر بھینی میں مخالفان کی سدراہ تھی
اس کے ساتھ فوج خالصہ کا سخت مقابلہ ہوا۔ راجہ لعل سنگھ کی فوج نے بمقام سنبل قیام
کر کے نواح جموں میں دیہات کو جلانا شروع کیا۔ سردار شام سنگھ نے موضع منڈی کی طرف
سے جموں پر حملہ کیا۔ سخت معرکہ ہوا۔ جانبین کا بہت نقصان ہوا۔ تاہم فتح وشکست کا فیصلہ
نہ ہو سکا۔ افسران فوج خالصہ نے مصلحت یہی دیکھی کہ مصالحت کر لیں۔ اور مہاراجہ
گلاب سنگھ کو حفاظت کے ساتھ رانی جنداں کے پاس پہونچا دیں۔ اس بارہ میں بڑی
قیل وقال رہی۔ آخر کار سردار سلطان محمد خاں اور سردار چتر سنگھ کے ذریعہ مصالحت کا
انتظام ہوا۔ اور قرار پایا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ تالاب تلو پر آئیں اور راجہ لعل سنگھ کے ساتھ

مہاراجہ گلاب سنگھ کا بھتا اپنی کوتاہ اندیشی سے سردار جواہر سنگھ کو اس واقعہ کی اطلاع دیدی اور کہا کہ دیوان جوالاسہائے اور وزیر زور آور جموں کے خزانوں اور دفینوں سے واقف ہیں انھیں سیدھا کیا جائے۔ سردار مذکور نے ان دونوں کو توپ کے ساتھ باندھکر خاردار درہ سے پٹوایا۔ اور سیخ ہائے آہنی کو تپاکر ان کے بدن پر رکھا کہ اُن سے زرومال کا نشان معلوم کرے۔ پنڈت کاسنی ناتھ کاردار گجرات نے اس واقعہ کی اطلاع مہاراجہ گلاب سنگھ کو پہونچائی۔ جس سے اُن کو نہایت تشویش پیدا ہوئی۔ دیوان جوالاسہائے کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو اطمینان دلایا کہ چاہے جتنی تکلیف مجھے پہونچائی جائے لیکن راز سلطنت کا افشا ہرگز نہ کروں گا اور نہ مال ودولت کا پتہ بتلاؤں گا۔ البتہ وزیر زور آور کو جموں رخصت کر دیا جاسے کہ مبادا اس تشدد سے جان ہار دیوے۔ دوسرے دن وزیر زور آور وہم کشتواڑ کے انتظام کی غرض سے روانہ ہو گیا۔ دیوان جوالاسہائے کے ساتھ تشدد اور سخت گیری بدستور جاری رہی لشکر خالصہ کو یہ حال معلوم ہوا تو شورش پھیلنے لگی۔ رتن سنگھ نے راجہ لعل سنگھ کو اطلاع دی کہ اگر خیریت منظور رہے تو مہاراجہ گلاب سنگھ کو چھوڑ دو ورنہ سپاہ خالصہ انتقام لینے کے درپے ہے۔ دیوان اجودھیا ناتھ نے بھی فوج کے حالات صاف صاف سنادیے کہ لشکر خالصہ کہتا ہے کہ ہم مہاراجہ گلاب سنگھ کو سوگند کر کے لائے ہیں۔ اگر ہمارا عہد و پیمان توڑ کر انھیں تکلیف پہونچائی گئی تو اہالیان دربار کے حق میں اچھا نہ ہو گا۔ اہل دربار کے درمیان اس سے پریشانی پیدا ہوئی۔ اور یہ کوشش ہونے لگی کہ لشکر کی دلجوئی کی جائے۔

دوسرے دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کو سردار جواہر سنگھ بتقریب ملاحظہ علیحدہ فوج پریڈ میانمیر میں لے گیا۔ حسن اتفاق یہ ہوا کہ رتن سنگھ نے فوج کو پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ تم میں سے جو شخص اپنے عہد پر قائم ہے میرے ساتھ متفق رہے۔ لہذا تمام سپاہ نے دوبارہ یکدل ہو کر اپنے عہد و پیمان کی تجدید کی نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کمپنی سے دو دو جوان قلب گاہ لشکر میں جمع ہوسے۔ انھوں نے سردار جواہر سنگھ کو مخاطب کر کے کہا کہ آگے قدم نہ بڑھاؤ۔ کیونکہ فوج خالصہ مستعد پیکار ہے۔ سب

اسپ سواری عطا کیا نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر خالصہ اپنے افسران سے برگشتہ ہوگیا اور لاہور کی
طرف کوچ کر گیا۔

فوج کا ڈیرہ جب گذر کر اول پر موضع میانوالی میں پہونچا تو رانی جندان اور سردار
جواہر سنگھ کا حکم پہونچا کہ ہماری اجازت کے خلاف تم مہاراجہ گلاب سنگھ کو اپنے ساتھ لائے
ہو۔ تم سے اس کی باز پرس ہوگی۔ اس سے پھر فوج کے درمیان پھوٹ پیدا ہوئی۔ مگر جرنیل
میوہ سنگھ کی چاروں پلٹنیں اپنے عہد پر قائم رہیں۔ الغرض یہ تکرار و تنازعہ جاری رہا یہاں تک
کہ ڈیرہ لشکر شاہدرہ میں پہونچا۔ جرنیل میوہ سنگھ جو کہ لاہور میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار
میں چلا گیا تھا نظر بند ہوگیا۔ اور فوج و توپ خانہ شاہی جو لاہور میں تھا میوہ سنگھ کی
پلٹنوں کے مقابلہ کے لیے مامور ہوا۔ فوج خالصہ جو جموں کی طرف سے واپس آ رہی تھی پہلے
سے دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اب اس میں بہت گڑبڑ پیدا ہوگئی مہاراجہ گلاب
سنگھ اس سے گھبرائے مگر انھوں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ اس فوج سے انھوں نے کہا کہ تم جس
طرح عہد و پیمان کرکے مجھے اپنے ساتھ لائے ہو اسی کے مطابق عہد و پیمان کرکے مجھکو فوج
لاہور کے حوالہ کردو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کو کشتی پر سوار کرکے دریای
راوی کے پار پہونچا دیا وہاں سے ہاتھی پر سوار کرکے لاہور کی طرف روانہ کیا۔ دیوان جوالا سہائے
بخشی ہری سنگھ۔ اور لہنا خدمتگار اور ساہدو جوتشی اُن کے ساتھ تھے۔ دیوان نہال چند
بغرض انتظام ڈیرہ شاہدرہ میں ٹھہر گیا۔ اس اثنا میں سنگھان کے نام یہ حکم پہونچا کہ مہاراجہ
گلاب سنگھ کو حراست میں لایا جائے۔ مگر فوج خالصہ نے سادہ لوحی سے یہ حکم دیوان
جوالا سہائے سے پڑھوایا۔ اُس نے انھیں بتلایا کہ رانی جندان اور مہاراجہ دلیپ سنگھ
نے تاکید لکھی ہے کہ مہاراجہ گلاب کو پوری عزت و احترام کے ساتھ لایا جائے۔ الحاصل
مہاراجہ گلاب سنگھ لاہور میں پہونچے اور کنور صاحب کی حویلی میں فروکش ہوئے یہاں
پہونچنے پر فوج کا پہرہ حراست کی غرض سے تعینات ہوگیا کل ملازمین جدا کر دیے گئے
بجز دیوان جوالا سہائے کے اور کسی کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس آنے کی اجازت نہ رہی
دیوان جوالا سہائے تمام دن اہل دربار سے حالات معلومات کرتے رہتے تھے اور رات
کے وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کو سنایا کرتے تھے سوہرا کرنیل نے جو نمک پروردہ

مخالفان نے موقع پاکر ملک جموں میں ہر طرف فتنہ و فساد برپا کردیا تھا چنانچہ بکرم زمیندار کاستی گڈھ نے کارپردازان کشمیر کے ایما سے رعایائے ملک کشتوار کو آمادہ فساد کردیا یوسف خاں منشی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور دلاور سنگھ کنیزک زادہ راجہ تیغ سنگھ سابق راجہ کشتوار ان کا شریک ہو گیا۔ انھوں نے لالہ سرب دیال کاروار کشتوار اور بسید کی پڈھیار کو مع اُس کی فوج کے قلعہ ڈوڈھ میں محصور کر لیا۔ وزیر لکھپت نے ان فسادات کے رفع کرنے کا پورا انتظام کیا۔ مولک زمیندار رام بن نے دریائے چناب سے افواج کے گذرنے میں بڑی مدد کی اور وزیر زورآور جسے لاہور سے اس مہم کے انتظام کے لیے بھیجا گیا تھا اپنے باپ کی امداد کے لیے وقت پر پہونچ گیا اس مہم کے پہونچنے پر مفسدین کو بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا۔

وزیر نہال سنگھ سابق ملازم راجہ سوچیت سنگھ فوج خالصہ کے ساتھ سازش کرکے رام نگر میں داخل ہو گیا۔ اور میاں بچتر سنگھ کا ہنہ چکیہ بھی اس کے ساتھ مل گیا۔ ازنالی کے راستہ حملہ کا ارادہ کیا۔ میاں رنبیر سنگھ نے جو اس وقت تک رام نگر میں قائم تھے میاں زورآور سنگھ اور وزیر کور سنگھ کو ان کی مدافعت کے لیے مامور کیا۔

اس اثنا میں لاہور سے مہاراجہ گلاب سنگھ کا یہ حکم میاں رنبیر سنگھ کے نام پہونچا کہ جاگیر راجہ سوچیت سنگھ اہلیان خالصہ کے سپرد کرکے جموں چلے آؤ۔ اس کی تعمیل میں میاں رنبیر سنگھ جموں چلے گئے۔

ملک چھہال جو راجہ دھیان سنگھ کے تصرف میں تھا سردار چتر سنگھ اٹاری والے کو تفویض ہوا۔

قلعہ پونچھ میں دیوان کرم چند باغیان و مفسدان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اور ملک جسروٹہ و مناور پیشتر سے سنگھان کے تصرف میں آچکا تھا اور کھوٹہ کی طرف سے میاں ہٹو جو ان اطراف کے انتظام کے لیے مامور ہوا تھا فرار ہو کر قلعہ رام کوٹ میں پناہ گزیں ہوا۔ رائے دھفنپت بالی نے نمک حلالی سے قلعہ منگلا کی حفاظت میں پوری داد مردانگی دی۔ خلاصہ یہ کہ صرف ملک جموں اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں باقی رہ گیا تھا۔

یک زبان ہو کر سکتے ہیں کہ ہم سوگند کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ کو لائے تھے اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو اُسے اسی احترام کے ساتھ جموں واپس پہونچا دو۔ ورنہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو ابھی ہاتھی سے اُتار کر اسی جگہ سنگین سے خاک و خون میں ملا دیں گے یہ حال دیکھ کر اہالیان دربار گھبرا گئے۔ کہا ایسا نہ ہو فساد برپا ہو جائے اور ہم سب مارے جائیں۔ ناچار مہاراجہ گلاب سنگھ کو دوستانہ پیغام بھیجا اور پہرہ اس کے اوپر سے اُٹھا لیا دوسرے دن مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار میں طلب کیا اور راجہ ہیرا سنگھ کے زر و مال اور راجہ سوچیت سنگھ کے ترکہ وغیرہ کے متعلق بات چیت کر کے اصل معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد دو چار دفعہ فریب سے مہاراجہ گلاب سنگھ کا کام تمام کرنے کی کوشش کی مگر "دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست" مہاراجہ گلاب سنگھ کو کوئی آسیب نہ پہونچا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذرا کہ اتفاقاً سردار جواہر سنگھ اور راجہ لعل سنگھ کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی۔ دونوں میں سے ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ حکمتی آدمی ہیں ایک نہ ایک کے ساتھ سازش کر کے دوسرے کی بیخ کنی کر دیں گے۔ اس لیے دونوں نے ارادہ کیا کہ کسی طرح ان کو لاہور سے دور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سردار سلطان محمد خاں کے ذریعے راجہ لعل سنگھ کو یہ کہلایا گیا کہ اس موقع پر مہاراجہ گلاب سنگھ کو دور رکھنا قرین مصلحت ہوگا۔ الغرض اس فساد سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ اہل دربار لاہور نے خوشی کے ساتھ انھیں واپسی جموں کی اجازت دیدی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اب پانوں پھیلائے کہ جب تک وہ تمام ملک و دیار جو مجھ سے چھینا گیا ہے مجھے واپس نہ دیا جائے میں یہاں سے حرکت کرنا نہیں چاہتا۔ اہالیان دربار اپنی غرض کے لیے اس پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ پروانجات واپسی ملک دربار سے حاصل کر کے فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتے ہوئے مہاراجہ گلاب سنگھ دارالحکومت جموں میں واپس پہونچے۔

جس زمانے میں مہاراجہ گلاب سنگھ حویلی کنور نونہال سنگھ میں نظر بند تھے

ڈالنا نہیں چاہا۔ اس اثنا میں اہالیان دربار نے دیکھا کہ فوج خود سر ہوگئی ہے۔ اس طوفان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ رانی جندن بھی اپنے بھائی کے قتل کی وجہ سے فوج سے بیزار تھی۔ اُس کے ایما سے ایک مجلس مرتب کر کے لشکر خالصہ کو یہ تحریک کی گئی کہ تم ترقی تنخواہ اور انعام کی خواہش میں ہو اور سرکار انگلشیہ نے ستلج پار کے ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ تم کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اہل دربار نے اس میں یہ مصلحت سوچی تھی کہ یہ خود سر فوج سرکار انگلشیہ کے مقابل میں کٹ مریگی اور ملک ان کے شر سے محفوظ رہیگا۔ مگر انھیں یہ نہ سوجھا کہ وبال اس کا بالآخر سلطنت پر آئیگا۔ یہ احمقانہ صلاح کارگر ہوگئی اور افواج خالصہ چھاؤنیوں سے نکل کر متصل میاں میر جمع ہوگئیں۔ افسران نے شالا باغ میں سب جمع ہوکر روانگی کا انتظام کیا۔ راجہ لعل سنگھ بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور فوج دریاے ستلج کے کنارے جا پہونچی۔

فوج خالصہ کو خانہ جنگی سے باز رکھنے کیلئے ملک سرکار انگریزی کی طرف متوجہ کرنا

رانی جندان نے راجہ گلاب سنگھ کو لکھا کہ تم پشاور کی طرف چلے جاؤ۔ اور اس ملک کے انتظام کو ٹھیک کرو مہاراجہ گلاب سنگھ نے جواب میں لکھا کہ سرکار انگلشیہ کے ملک پر حملہ کرنا جب کہ اُس طرف سے کسی قسم کی بدعہدی نہیں ہوئی ہے ٹھیک نہیں ہے میرے بچوں بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرتے رہے ہو مگر اپنے ملک میں جو مرضی تھی لوگوں نے کر لیا سرکار انگلشیہ کے ملک میں ہرگز فساد نہیں کرنا چاہیے۔ مگر سکھوں نے اس نیک صلاح کو نہیں مانا اور دریاے ستلج سے گذر گئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ سرکار انگلشیہ کی فوج لودھیانہ سے بغرض حفاظت شہر فیروز پور آرہی ہے۔ انھوں نے صلاح کی کہ آگے بڑھکر اس کو روکا جائے۔ افسرانِ سرکار انگلشیہ نے پورے انتظام کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی۔ چنانچہ ۸ رپوہ سمبت ۱۹۰۲ مطابق تقریباً ۱۸ ر دسمبر ۱۸۴۵ء کو بمقام مدکی و فیروز جانبین کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ آخرکار بڑی خونریزی کے بعد لشکر خالصہ کو شکست ہوئی اور مال واسباب اُن کا اسی جگہ چھوٹ گیا۔ راجہ لعل سنگھ کمان افسر میاں سے ایسا بھاگا کہ کچھ عرصہ اس کا پتہ نہیں لگا۔

اس موقع پر دربار لاہور کے حالات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے شخصی سلطنتوں
کا عام قاعدہ ہے کہ نظم ونسق سلطنت کا مدار زیادہ تر حکمران کی ذات پر ہوتا ہے مہاراجہ
رنجیت سنگھ کے بعد اُن کا جانشین اُس قابلیت کا نہیں ہوا اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارکان
دولت میں خودسری پیدا ہوگئی۔ نفاق کینہ اور حسد نے ہر ایک کے دل پر غلبہ حاصل کیا
اپنی اپنی مطلب برآری کی غرض سے ہر ایک دوسرے کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ غرض کہ
اہالیان دربار میں سے ہر شخص کے دماغ میں حکومت کا خیال گھس گیا۔ اور اطاعت کو
انھوں نے بالکل بھلا دیا جس کسی کو موقع ملا۔ اس نے فوج کو ترقی تنخواہ کا لالچ دیکر ورغلانا
شروع کردیا۔ دوسرے نے یہ حال دیکھا تو اُسے مزید لالچ دیکر وہ اپنی طرف راغب کرنے
کی کوشش میں مصروف ہوا۔ حاصل یہ کہ شیرازہ انتظام ٹوٹ گیا۔ اور حکومت کے
ہر ایک شعبہ میں ابتری پھیل گئی۔ جیسا کہ سرداران سندھانوالیہ اور راجہ سوچیت سنگھ
و راجہ ہیرا سنگھ کے واقعات سے ظاہر ہے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اب پشورا سنگھ کا حال
سنو۔ اُس نے پہلے سیالکوٹ میں فتنہ و فساد برپا کیا۔ یہاں کامیابی نہ ہوئی آگے بڑھکر
اٹک کی طرف شورش پیدا کی۔ اور سردار چتر سنگھ اٹاری والا و فتح خاں ٹوانہ کو بابائے
سردار جواہر سنگھ سوگند دیکر قلعہ سے نکالا اور قتل کردیا۔ جب لشکر خالصہ کو یہ حال معلوم
ہوا تو سردار جواہر سنگھ کے قتل پر آمادہ ہوگئے چنانچہ راجہ لعل سنگھ و راجہ دینا ناتھ و بخشی
بھگت رام نظر بند ہوگئے۔ سردار جواہر سنگھ نے چند روز حیلہ بہانہ سے گذارہ کیا۔ آخرکار
مصر لوالہ کی پلٹنوں کی درخواست پر جو زبان سے اُس کی حمایت کا دم مارتی تھیں اور
دل سے اُس کی دشمن تھیں۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ میانمیر میں فوج کے درمیان
فیل سوار ہوکر داخل ہوا۔ سپاہیوں نے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جبراً ہاتھی پر سے اُتارا جواہر سنگھ
کو سنگینوں سے خاطر تواضع کرکے دنیا سے رخصت کیا۔ کہا جاتا ہے کہ لعل سنگھ اگرچہ بظاہر
خود نظر بند تھا لیکن اندرونی طور پر جواہر سنگھ کے قتل میں کوشاں تھا۔ القصہ فوج خالصہ
نے میاں پرتھی سنگھ کاہنہ چکیہ کو جس نے جواہر سنگھ کے قتل میں حصہ لیا تھا چند روز اپنا
افسر قرار دیا۔ اس زمانہ میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو پے در پے خطوط لاہور آنے کیواسطے
فوج خالصہ کی طرف سے لکھے گئے۔ مگر مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے آپ کو ان جھگڑوں میں

نے یہ دیا کہ ہمیں ریاست لاہور کی ابتری ہرگز منظور نہیں ہے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ایسا انتظام ہوجائے کہ آیندہ اس قسم کا فتنہ و فساد برپا نہو۔ کیونکہ اس میں خود دربار لاہور کا نقصان متصور ہے۔

ابھی اس بارے میں خبر اُلٹا پر بھی غور نہونے پایا تھا کہ معلوم ہوا کہ پھر میدان جنگ آراستہ ہوگیا ہے اور افواج خالصہ کا مقابلہ افواج انگلشیہ کے ساتھ ہوگیا ہے اس کا نتیجہ بھی سابقہ جنگ کی طرح فوج سنگھان کی شکست میں ہوا۔ سردار تیجا سنگھ نے دیکھا کہ فوج سنگھان فرار ہو رہی ہے اس نے پل کو توڑ دیا۔ فراریوں میں سے کچھ دریا میں بہ گئے کچھ مارے گئے۔ سردار شام سنگھ اٹاری والہ جنگ میں کام آیا۔ اور لشکر انگلشیہ دریا سے عبور کرکے سرحد لاہور میں داخل ہوگیا۔ اس وقت نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے اس مضمون کا اشتہار جاری کیا کہ ریاست لاہور کی تخریب کے لئے ہم یہاں نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ دربار لاہور نے بلا سبب ہمارے ملک پر حملہ کرنے سے ہماری جو سبکی کی ہے اس کی تلافی کیجائے اور آیندہ کے لئے اطمینان دلایا جائے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور کل اخراجات اس جنگ کے ادا کئے جائیں جب تک یہ ادائیگی نہ ہو دوآبہ ستلج و بیاس پر مع ملک کوہستان کے سرکار انگلشیہ کا قبضہ رہے گا۔ افسران فوج خالصہ جو شامل جنگ رہے ہیں انھیں چاہیئے کہ باتفاق رائے نواب گورنر جنرل بہادر ہند ایسا بندوبست کریں کہ اُس کی رو سے ریاست لاہور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اولاد میں اسطرح قائم و برقرار ہے کہ فوج کو اپنی مطابعت میں اور رعایا کو اپنی مصالحت میں رکھے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کی مصالحت فیمابین دربار لاہور و سرکار انگلشیہ ہند

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو انھیں سخت رنج ہوا۔ فوج انگلشیہ سے جو قیدی لائے گئے تھے انھیں خلعت وغیرہ دیکر اور ہاتھیوں پر سوار کرکے انھوں نے قصور کی طرف روانہ کردیا۔ اور بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ۔ و فقیر نورالدین سے مشورہ کیا کہ کیا تدبیر اختیار کرنی چاہیے سب کی یہی رائے ہوئی کہ وہ کرو جس سے بنیاد سلطنت مستحکم ہو۔ رانی جندان نے بھی یہی حکم کیا۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ جو بندوبست اس بارہ میں کریں گے۔ وہ منظور و قبول ہوگا

اس وقت سکھوں کے درمیان میں سے چند معززین مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس امداد کی امید سے
آئے گلاب سنگھ نے انھیں مشورہ دیا کہ فوج خالصہ جہاں ہے سردست اسی جگہ رہے۔ گھبراہٹ
نہیں کرنی چاہیئے مگر فوج سنگھان نے اس نصیحت پر عمل نہیں کیا اور نیا پل تیار کرنا شروع کر دیا پھر
مہاراجہ گلاب سنگھ نے انھیں سمجھایا کہ پل سے عبور کرنے کا خیال چھوڑ دو۔ مگر فوج نے نہیں مانا دریا
سے گذر کر دوسری طرف ڈیرہ گیا۔ سردار رنجودھ سنگھ جو ملک دوآبہ میں فراہمی فوج کا انتظام کر رہا تھا
وہاں سے آکر قلعہ پھلور میں دریائے ستلج کے کنارے مقیم ہوا۔ ایک رات فوج خالصہ نے اس حد
تک خودسری اختیار کی کہ لودھیانہ میں پہونچکر وہاں کی چھاؤنی کو آگ لگادی۔ اور اسباب
و ذخیرہ چھاؤنی کا جلادیا۔ یہ حال دیکھکر افسران انگلشیہ نہایت در مشتعل ہوے اور اپنے لشکر کو اور سپاہ مہاراجہ
پٹیالہ کو ساتھ لیکر بدلہ لینے پر تیار ہوے سردار لعل سنگھ جو دربار لاہور سے ملک جسروٹہ کے بندوبست کے لئے
مامور تھا۔ اپنی فوج لیکر شامل افواج ہوگیا سردار تیجا سنگھ بھی اپنے لشکر کے ساتھ معرکہ جنگ کی طرف
چلا گیا۔ اسوقت فوج خالصہ نے پھر کوشش کی کہ مہاراجہ گلاب سنگھ بھی انکے ساتھ شامل ہوجائیں مگر انھوں
نے نہ مانا اور یہ عذر کیا کہ رانی جنداں جبتک حکم نہ کریں میں تمھارے ساتھ شامل نہیں ہوسکتا

افواج خالصہ کا جنگ و جدل افواج سرکار انگریز کے ساتھ اور شکست کھانا

اس اثنا میں رانی جنداں کا بھی حکم طلبی پہونچ گیا
اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ نے افسران فوج
خالصہ کے نام لکھا کہ میرے پہونچنے تک آگے
نہ بڑھو۔ جہاں پر ہو اسی جگہ قائم رہو انھوں نے دیوان نہال چند کو علاقہ منادر سے طلب کیا اور ساتھ
لے کر روانہ لاہور ہوگئے دریائے راوی کے کنارے پہونچے تو لاہور سے بھائی رام سنگھ اور راجہ
دیناناتھ وغیرہ سرداران جو اس وقت لاہور میں تھے استقبال کے لئے آئے۔ ۱۹ ماگھ (جنوری)
کو دربار رانی جنداں میں حاضر ہوئے۔ رانی صاحبہ نے خلعت وزارت عطا کیا۔ انھوں نے اپنی
صوابدید کے مطابق احکام بنام افسران فوج جاری کیے۔ مگر مشیت ایزدی اور طرح تھی خبر
پہونچی کہ سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیہ نے فوج کے ساتھ دریا سے عبور کر کے افواج سرکار انگلیشہ
پر حملہ کر دیا سخت مقابلہ ہوا۔ آخرکار افواج سنگھان کو میدان جنگ سے بھاگنا پڑا۔ اپنا اسباب
اور سامان حرب بھی اس جگہ چھوڑنا پڑا مگر انیس گورے قید کر کے اپنے ساتھ لے آئے مہاراجہ
گلاب سنگھ نے یہ حال دیکھکر فوراً معذرت نامہ افسران انگلیشہ کو لکھا اس کا جواب سرہنری لارنس

معاف دینے کا وعدہ کیا تھا اب روپیہ کے عوض دیویں گے۔ اس سے مہاراجہ گلاب سنگھ کو بڑا اطمینان ہوا۔ دیوان جوالا سہائے اس معاملہ کی پیروی میں مصروف رہا حتیٰ کہ یہ طے ہو گیا کہ از ابتدائے دریائے بیاس تا دریائے سندھ ملک کانگڑہ و دیار کشمیر و ہزارہ مع جمیع حدود کوہستان متعلقہ بعوض ایک کرور روپیہ نذرانہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیدیا جائے۔ مگر روپیہ کی کمی کی وجہ سے دراوی کے درمیان کا ملک بعوض پچیس لاکھ روپیہ کے چھوڑ دیا گیا اور دریائے راوی مع علاقہ چمبہ ماسوائے لاہول کے حد شرقی ملک جموں کی مقرر ہوئی۔ رانی جنداں کو اس انتظام سے بڑی مایوسی ہوئی۔ اُس نے راجہ دینا ناتھ اور فقیر نور الدین کو سر ہنری لارنس صاحب اور کرے بارنٹ صاحب کے پاس بھیجا کہ اگر یہ ملک مہاراجہ گلاب سنگھ کو دیا گیا میں لندن میں جا کر استغاثہ کروں گی۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ لندن تشریف لائیں تو آپ کا گھر ہے مگر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ جو اقرار ہوا ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا بالآخر درمیاں سرکار انگلشیہ و دربار لاہور عہدنامہ و اقرارنامہ قائم ہو گیا اس کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ سرکار انگلشیہ کے کیمپ کے ساتھ امرتسر چلے گئے۔

سرکار انگلشیہ ہند کا معاہدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ

اس عہدنامہ اور اقرارنامہ کی نقول ضمیمہ میں درج کی جاتی ہیں۔ ان کی رو سے سرکار لاہور نے دریائے ستلج و بیاس کے درمیان کا ملک برائے دوام تفویض سرکار انگلشیہ کر دیا۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ کرور روپیہ تاوان جنگ ادا کرنے کا اقرار کیا اور اس رقم سے ایک کرور روپیہ کے عوض ملک کوہستان درمیان دریائے بیاس و سندھ جانب ہزارہ مع دیار کشمیر و ہزارہ و متعلقات آن سرکار انگلشیہ کو برائے دوام تفویض کر دیا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اقرار کیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ و سرکار انگلشیہ کے درمیان جدگانہ عہدنامہ کی رو سے جو ملک کوہستان تفویض مہاراجہ موصوف ہو گا وہ مع اس کے متعلقات کے جو مہاراجہ کھڑک سنگھ کے عہد سے مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں رہا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ کو قبول و منظور ہو گا اور سرکار انگلشیہ نے اعتراف کیا

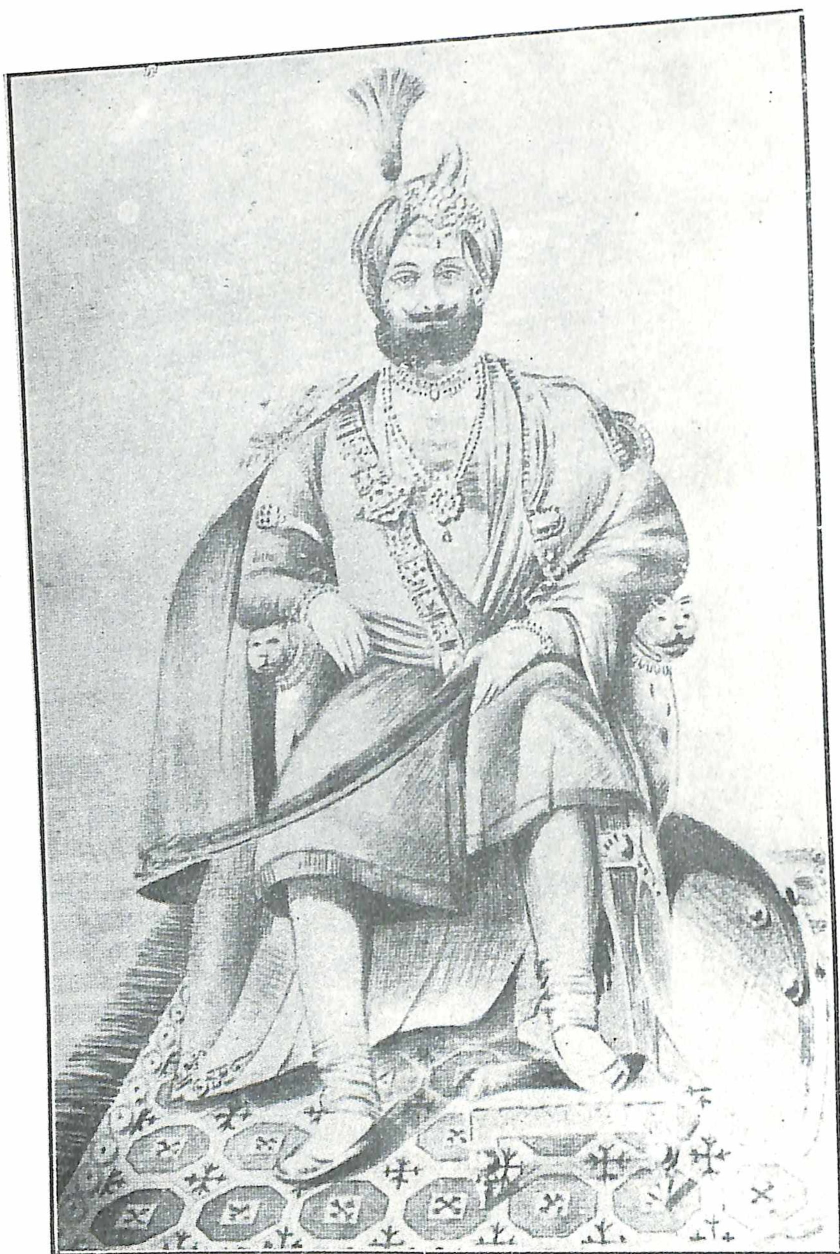
مہاراجہ گلاب سنگھ فوراً روانہ کیمپ افواج انگلشیہ ہوئے اور دیوان دینا ناتھ۔ فقیر نورالدین۔ دیوان دیوی سہائے۔ سردار گلاب سنگھ اٹاری والہ وغیرہ سرداران کو اپنے ساتھ لے گئے۔ نواب گورنر جنرل بہادر سے شرائط صلح کی بابت گفتگو ہوئی۔ حضور ممدوح نے دو کروڑ روپیہ نقد، در ملک دوآبہ تاوان جنگ میں طلب کیا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے اصرار کیا کہ اسقدر رقم کثیر کا ادا ہونا محال معلوم ہوتا ہے بڑی قیل وقال کے بعد ڈیڑھ کروڑ پر اتفاق ہوا۔ اس شرط پر کہ پچاس لاکھ روپیہ فی الفور ادا کیا جائے۔ مابقی ایک کروڑ تین قسطوں میں ادا کیا جائے۔ اور بضمانت ادائیگی اس رقم کے ملک دوآبہ حوالہ سرکار انگلشیہ کیا جائے۔ بعد ادائیگی کل رقم تاوان جنگ کے یہ ملک دربار لاہور کو واپس کر دیا جائیگا۔ اس کے بعد خود مہاراجہ دلیپ سنگھ نے بھی نواب گورنر جنرل بہادر سے ملاقات کی۔ اور یہ طے پایا کہ پچاس لاکھ روپیہ ادا ہو جائے تو فوج سرکار انگلشیہ واپس فیروزپور چلی جائے گی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کی علیحدگی از مصالحت

اس موقع پر حالات نے پلٹا کھایا۔ رانی جندان سے راجہ لعل سنگھ کے ساتھ قرارداد کر کے یہ حکم جاری کیا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو جو اختیارات بغرض انصرام شرائط صلح دیے گئے تھے وہ منسوخ کیے جاتے ہیں۔ اور اُس کے بجائے راجہ لعل سنگھ کو مختار مقرر کیا جاتا ہے۔ لعل سنگھ نے بجائے ڈیڑھ کرور ایک کرور پر فیصلہ کیا۔ بدیں شرائط کہ بعوض اس رقم کے ملک دوآبہ بیاس و ستلج مع کانگڑہ و ملک کوہستان مع دیار کشمیر و ہزارہ و چمبہ برائے دوام داخل ممالک انگلشیہ کر دیا جاوے تاکہ جموں وغیرہ ریاست مہاراجہ گلاب سنگھ بھی احاطہ انگلشیہ کے قبضہ میں آ جائے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا حصول کشمیر کے لیے انتظام کرنا

مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرائے۔ دیوان جوالا سہائے کو اس نے سر ہنری لارنس صاحب کے پاس بھیجا کہ ملک جموں آپ براہِ کرم میرے بچوں کو گذارہ میں عطا کر دیویں اور مجھے اجازت دیویں کہ بنارس چلا جاؤں اور یاد خدا میں بقیہ عمر بسر کروں۔ صاحب موصوف نے یہ جواب دیا کہ سرکار انگلشیہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کا پاس خاطر دل سے منظور ہے۔ پہلے ہم نے ملک سرکار انگلشیہ میں



ہز ہائی نس سری مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر
فرمانروائے مملکت
جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہائے وغیرہ

کہ ان علاقہ جات میں مہاراجہ گلاب سنگھ کا اقتدار اس سرکار کو قبول ہوگا۔ اور مہاراجہ موصوف کو اپنے متعہدان کے درمیان سمجھکران کے ساتھ علیحدہ عہد نامہ کیا جائیگا۔

سرکار انگلشیہ ہند کا معاہدہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ جس کی روسے مہاراجہ نے ملک کشمیر و ہزارہ حاصل کیا

امرت سر پہنچ کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ عہد نامہ سرکار انگلشیہ کی تکمیل ہوئی جس کی رو سے سرکار انگلشیہ نے دیار کشمیر و ہزارہ و جمیع ملک کوہستانی کہ جانبیں دریاے راوی و ستھ دو جانب ہزارہ واقع ہیں مع متعلقات اُس کوہستان کے جو دریاے سندھ کے شرق میں اور دریاے راوی کے غرب میں واقع ہیں مع علاقہ چمبہ ماسواے لاہول براے دوام باختیار مستقل مہاراجہ گلاب سنگھ کو عطا کیا۔ اس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے پچھتر لاکھ روپیہ نانک شاہی سرکار انگلشیہ کو ایک مشت ادا کرنے کا اقرار کیا۔ اور سالانہ ایک راس اسپ اور بارہ شاخ بھیڑ دپشمدار چھ نر چھ مادہ اور دو جوڑہ دوشالہ کشمیر بطریق نذرانہ سرکار انگلشیہ کو دینے کا اقرار کیا۔

دیوان جوالا سہاے کو عطائے جاگیر و رسوم

اس طرح سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے سلطنت جموں و کشمیر واقصاے تبت کی بنیاد از سر نو قائم کی۔ دیوان جوالا سہائے کو بصلہ ان خدمات کے دس ہزار روپیہ کی جاگیر اور فی ہزار روپیہ مالیہ راجی ریاست خود چار روپیہ کی رسوم نسلاً بعد نسل بشرط اداے خدمت عطا کی۔ لیکن کشمیر کا قبضہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو جنگ کے بغیر نہیں ملا اس میں وزیر لکھپت جان نثار ہوا آخر الامر افواج انگلشیہ کی مدد سے دیوان نہال چند ملک کشمیر میں داخل ہو کر متصرف ہوا۔

ملک ہزارہ کا تبادلہ علاقہ منادر وکھڑی کے ساتھ

چونکہ ملک ہزارہ کوہستان میں واقع ہے اس کے زمینداروں نے بڑی تکلیف دی۔ اور جنگ برپا کرنے کی ہرچند کوشش کی۔ دیوان ہری چند نے اس ملک میں امن قائم و درست کرنا چاہا مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اور خود دیوان جوالا سہاے بھی یہاں گئے اور انتظام کی۔ مجبور ہو کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس

اس نے تجویز پیش کی کہ بہتر ہے اس ملک کا تبادلہ علاقہ منادر و کھڑی کے ساتھ کرلیا جائے جو میجر جیمس ایبٹ کی حد بندی میں حدود سرکار لاہور میں شامل ہوگیا ہے مہاراجہ گلاب سنگھ کو یہ تدبیر بہت پسند ہوئی انھوں نے کرنل لارنس صاحب کے ساتھ انتظام کرکے ملک ہزارہ پکھوٹہ دریائے جہلم کے پار تک چھوڑ دیا اور ملک منادر و کھڑی کو داخل ممالک محروسہ جموں کرلیا۔ نقل عہدنامہ دستخط جس کی رو سے یہ تبادلہ عمل میں آیا ضمیمہ میں درج کی جاتی ہے۔

راجہ جواہر سنگھ و راجہ موتی سنگھ کے ساتھ شرائط بابت قبضہ علاقہ پونچھ

راجہ جواہر سنگھ و موتی سنگھ کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے ملک پونچھ و چبھال عطا کیا تھا۔ اس پر قناعت نہ کرکے راجگان مذکور نے سرکار انگلشیہ میں اپنے حصہ ملک و دولت اور علاقہ جسروٹہ کا دعویٰ دائر کیا لیکن یہ دعویٰ ان کا خارج ہوا نقل فیصلہ سر فیڈرک کرے بارنٹ صاحب ضمیمہ میں درج کی گئی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ:-

(۱) میاں جواہر سنگھ و موتی سنگھ ابنائے راجہ دھیان سنگھ کا دعویٰ راجہ ہیرا سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ کے ترکہ کی بابت از روئے اسناد و عہد سابق مجریہ قبل از انعقاد عہدنامہ فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ اب قابل سماعت نہیں ہے۔

(۲) بوقت انعقاد عہدنامہ ملک متدعویہ میاں صاحبان کے قبضہ میں نہ تھا اور سرکار لاہور کو قبل از عہدنامہ اختیار عطا و ضبط اپنے ملک کا حاصل تھا۔ بعد لحاظ قرار داد عہدنامہ مہاراجہ صاحب نے ملک چبھال و پونچھ وغیرہ جمعی تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ میاں صاحبان کو دیا ہے اور اب علاقہ چلایار۔ دونالہ و دیگر مواضعات متفرقہ جمعی چالیس ہزار روپیہ سالانہ تمام مہاراجہ صاحب میاں صاحبان کو عطا کرتے ہیں۔ یہ اُن کے قبضہ میں رہے۔

(۳) ایک پلٹن کی نوکری جو راجہ دھیان سنگھ کے زمانہ میں رائج تھی اب مہاراجہ صاحب معاف کرتے ہیں

(۴) ہر دو برادران کو خطاب راجگی دیا جاتا ہے۔

(۵) جب یہ انتظام ہو جائے کہ مہاراجہ صاحب صرف ایک جگہ پر پرمٹ کی وصولی کا انتظام کریں اس وقت ملک میاں صاحبان کے ٹھیک حاصل پرمٹ کا اندازہ کرکے اسکے مطابق زر نقد مہاراجہ صاحب سے میاں صاحبان کو دلایا جائے۔

(۶) راجہ فیض طلب خان وغیرہ کی معافی کی بابت تیرہ ہزار روپیہ کی مجرائی جو مہاراجہ

و سردار شیر سنگھ اپنی فوج کے ساتھ تیار تھے۔ لیکن انھوں نے ہتھیار ڈال دئے اور امان کے خواستگار ہوئے۔ اس طرح سے تمام پنجاب شرارہ فساد مفسدان سے پاک ہوگیا۔

سلطنت خالصہ کا خاتمہ ۱۸۴۹ء

اب ایلیٹ صاحب فارن سکریٹری سرکار ہند لاہور میں وارد ہوئے انھوں نے قلعہ لاہور میں باتفاق کرنل سر ہنری لارنس و مہاراجہ دلیپ سنگھ و دیگر اہالیان سرکار خالصہ دربار آراستہ کرکے لارڈ گورنر جنرل بہادر کا اشتہار مشعر بر ضبطی ملک پنجاب و معزولی مہاراجہ دلیپ سنگھ پڑھ کر سنایا خلاصہ یہ کہ سرداران خالصہ کی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے سلطنت خالصہ کا خاتمہ ہوگیا اور ملک پنجاب سرکار انگلشیہ کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل ہند لاہور میں تشریف لائے اور مہاراجہ دلیپ سنگھ کو لاہور سے روانہ ہندوستان کردیا۔ اور وہاں سے کراچی بندر۔ اس جگہ سے انگلستان بھیج دیا۔ یہ واقعہ معزولی سنہ ۱۹۰۶ بکرمی مطابق ۱۸۴۹ء کا ہے جب کہ سلطنت خالصہ لاہور کا قطعی طور پر خاتمہ ہوا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر ۱۸۴۶ء

مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کا قبضہ ۶۔ کاتک سمت ۱۹۰۳ بکرمی مطابق نومبر ۱۸۴۶ء میں حاصل کیا۔ اور انتظام شروع کردیا۔ اس کے حالات مختصراً حسب ذیل ہیں۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے وزیر لکھپت اور وزیر رتنون کو کشمیر کے تصرف کے لئے روانہ کیا۔ شیخ امام الدین دربار لاہور کا صوبہ دار کشمیر شش و پنج میں تھا کہ دربار تو حکم بھیجتا ہے کہ کشمیر خالی کردو اور وزیر یعنی راجہ لعل سنگھ لکھتا ہے کہ پہلا حکم تفویض کشمیر کا منسوخ سمجھو۔ مرزا فقیر اللہ خاں راجوروال۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج کے مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا لیکن شیخ نے اسے اجازت نہیں دی کہ جب تک لاہور سے پختہ خبر نہ آجائے تامل کرنا چاہیئے رات کے وقت ڈوگرہ فوج اور کشمیری فوج کے ایک روہیلے سپاہی میں کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ ڈوگرہ نے روہیلے کا کام تمام کردیا۔ بس اتنی ہی بات پر معرکہ کارزار گرم ہوگیا۔ رات بھر لڑائی جاری رہی۔ اہالیان شہر جو اس جنگ سے بالکل بیخبر تھے دفعۃً توپ و تفنگ کی آواز سن کر حواس باختہ ہوگئے۔ وزیر رتنون قلعہ ہری پربت

صاحب نے میاں صاحبان سے لینا تجویز کی ہے موقوف رہے۔

(۷) بجائے سات ہزار روپیہ نانک شاہی اور دو راس اسپ مع ساز طلا بابت نذر سائرد دسہرہ جو مہاراجہ صاحب سال بسال لینا چاہتے ہیں صرف ایک راس اسپ مع ساز طلا اور سات سو روپیہ نانک شاہی ہر دو میاں صاحبان بوضع برادر زادگی مہاراجہ صاحب کی خدمت میں سال بسال پیشکش کرتے رہیں۔

(۸) ایک ہزار چھ سو روپیہ جو بابت رسوم دیوان جوالا سہائے میاں صاحبان کے علاقہ سے لیا جانا تجویز کیا ہے درست نہیں ہے۔ دیوان مذکور مہاراجہ صاحب کا ملازم ہے اسکی رسوم لازم ہے کہ وہ اپنے پاس سے ادا کریں۔

(۹) چونکہ ملک کوہستان سرکار خالصہ سے مع تمام حقوق کے تحت سرکار انگلشیہ آیا ہے اور سرکار انگلشیہ نے مطابق رابطہ عہد نامہ مہاراجہ صاحب کو عطا کیا ہے اور حقداران قدیم کے حق کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے میاں صاحبان کو چاہیئے کہ مہاراجہ صاحب کی صلاح و مشورہ کے بغیر مقدمہ کلاں اپنے ملک میں نہ کریں۔

پنجاب میں افواج خالصہ کی شورش اور انگریزی انتظام

باوجود اس تمام کوشش کے جو افسران سرکار انگلشیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے پنجاب میں امن و امان قائم رکھنے کی بابت جاری رکھیں افسران خالصہ کو جادۂ اعتدال پر قائم رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اکنوں صاحب ملتان میں گیا تھا۔ وہاں مولراج حاکم ملتان کی فوج کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ایڈورڈس صاحب لشکر خالصہ کو راجہ شیر سنگھ اٹاری والہ کی سرگردگی میں لیکر تسخیر ملتان کے ارادہ سے گیا۔ اس وقت سردار چتر سنگھ اٹاری والہ نے جو ہزارہ میں کارفرما تھا فساد برپا کیا۔ اس نے گنڈر صاحب کو قتل کر دیا۔ اور امیر دوست محمد خاں کے ساتھ سازش کر کے تصرف ملک کا ارادہ کیا۔ لارڈ گف صاحب لشکر انگلشیہ کو لے کر پہونچے۔ پہلے معرکہ رام نگر میں ہوا۔ اور بعد ازاں چیلیاں میں مقابلہ ہوا۔ بڑی خونریزی کے بعد ملتان فتح ہوا۔ بعد ازاں ۲۲ پھاگن سمت ۱۹۰۶ بکرمی مطابق تقریباً ۳۔ مارچ ۱۸۴۹ء کو گجرات میں لڑائی ہوئی اور فوج سنگھان کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے بعد فوج انگلشیہ راولپنڈی کی طرف بڑھی۔ یہاں سردار چتر سنگھ

فوج خالصہ کو استور اور گلگت میں سبکدوش کر دیا۔ ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ
تھی۔ اکثر سکھ سپاہیوں نے جدید حکمران کی ملازمت اختیار کر لی۔ نتھے شاہ قبضہ لینے کے بعد
گلگت میں ٹھہر گیا۔ اور انتظام میں مصروف ہوا۔

فتح چیلاس ۱۸۵۱ء

تقریباً سمت ۱۹۰۸ بکرمی مطابق ۱۸۵۱ء میں چیلاسیوں نے استور
پر حملہ کیا اور جو کچھ ان کے ہاتھ آیا لوٹ مار کر کے لے گئے
مہاراجہ نے اگلے سال اُن کی تنبیہ کے لیے لبھر گڈی دیوان ہری چند و وزیر زور آور
وغیرہ ایک مہم بھیجی جنھوں نے چیلاس کو تسخیر کیا اور نذرانہ قائم کیا اور یرغمال لے کر
واپس آئے۔

گلگت پر راجہ ہونزہ و گوہر امان راجہ یاسین کا حملہ تسخیر گلگت اور بالآخر مہاراجہ کا گلگت کو واپس لینا

اس کے بعد گلگت میں فساد واقع
ہوا۔ راجہ ہونزہ نے گلگت پر
حملہ کیا۔ نتھے شاہ نے مدافعت
کی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ وہ خود اور کریم خاں راجۂ گلگت جنگ میں کام آئے۔
تمام فوج ڈوگرہ تباہ ہو گئی۔ گوہر امان راجہ یاسین و پونیال نے باتفاق اقوام وادی گلگت
پر حملہ کر کے قلعہ گلگت کو تسخیر کر لیا۔ مہاراجہ نے استور و بلتستان سے افواج ڈوگرہ
روانہ کیں خفیف لڑائی ہوئی اور سابقہ حالات کی بنیاد پر صلح ہو گئی

گوہر امان کا دوبارہ گلگت پر قابض ہونا

لیکن یہ حالات دیر تک قائم نہیں رہے۔ اس کے چند ہی
روز بعد گوہر امان نے باتفاق جملہ اقوام دردستان گلگت
پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ قلعہ گلگت و نوپورہ کو اس نے محصور
کر لیا۔ اور بھوپ سنگھ کو جو پونچھ سے ایک بڑی تعداد افواج ڈوگرہ کے ساتھ محصورین
کی کمک کی غرض روانہ ہوا تھا۔ تنگہ پڑی اور ہنا ور کے درمیان چھو گر کے
بالمقابل لب دریائے گلگت ایک چھوٹے میدان میں جو تین طرف دشوار گذار سنگلاخ
سے اور ایک طرف دریائے گلگت سے گھرا ہوا ہے پھانس کر مع اس کی تمام فوج کے
کاٹ ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس پھندے سے صرف دو سپاہی جان سلامت لیکر
اس تباہی کی خبر سنانے کے لئے براہ دریا تیر کر واپس پونچھ پہنچے۔

میں بھاگ آیا۔ اور بقیہ زیر کھیت میدان جنگ میں کام آیا۔ ڈوگرہ فوج نے چار ہزار آدمی جان بچا کر تخت سلیمان کی پہاڑی پر پناہ گزیں ہوئے۔ جب دن نکلا تو شیخ امام الدین خاں بسواری فیل شہر سے باہر نکلا اور تخت سلیمان کی طرف آیا۔ مرزا فقیر اللہ خاں کی سرکردگی میں پانچ سو جوان پہاڑی پر بھیجے گئے۔ ڈوگرہ فوج نے امان چاہی جو اُن کے ہتھیار ڈال دینے پر دے دی گئی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی کو ان تمام حالات سے اطلاع دی جب انگریزوں نے دیکھا کہ امام الدین کشمیر کو خالی نہیں کرتا اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج سے اس کا فتح ہونا مشکل ہے تو کرنل لارنس ریزیڈنٹ اور لفٹننٹ ایڈورڈ کمان افسر فوج انگلشیہ انگریزی فوج لے کر روانہ ہوئے اور کچھ سکھ فوج سردار تیج سنگھ کے ماتحت بھیجی گئی اور ان سب کے ہمراہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کی اپنی فوج بھی تھی غرض کہ اس طریقے سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر پر قبضہ حاصل کیا۔

شیخ امام الدین کے متعلق مابعد میں لاہور میں تحقیقات ہوئی اور اس نے راجہ لعل سنگھ وزیر سلطنت کے سامنے اس کے تین دستخطی خط بسر فریڈرک کرے بارنٹ صاحب ریزیڈنٹ لاہور کی خدمت میں پیش کر دئے جن کا مضمون یہ تھا "چونکہ تم نمک خور قدیم اس سرکار کے ہو تم کو چاہیئے کہ کشمیر کو ہرگز خالی نہ کرو۔ اور اگر اس امر میں تمھاری جان بھی جاتی رہے تو عین سعادت سمجھو" تو اسے معافی دی گئی اور راجہ لعل سنگھ کو عہدہ وزارت سے معزول کر کے پہلے آگرہ اور بعد ازاں دیرہ دون بھیج دیا گیا۔

قبضہ گلگت سنہ ۱۸۴۲ء

گلگت کو سکھوں نے بعہد مہاراجہ کھڑک سنگھ کشمیر سے بزمانہ صوبہ داری شیخ غلام محی الدین بسرکردگی کرنل نتھو شاہ ساکن گوجرانوالہ حسب درخواست کریم خاں برادر شاہ سکندر خاں راجہ گلگت جسے گوہر امان نے قتل کر کے گلگت پر قابض ہو گیا تھا فتح کر لیا تھا اور حکومت اس کی کریم خاں کو سپرد کر دی تھی اور اپنا نیم قبضہ بذریعہ ایک دستہ فوج خالصہ کے قائم رکھا تھا جب کشمیر پر مہاراجہ گلاب سنگھ کا تسلط ہو گیا تو سنہ ۱۸۴۶ء میں اسی نتھو شاہ کو اپنی ملازمت میں لے کر مہاراجہ نے گلگت کا قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ افواج ڈوگرہ نے دستہ

اور طوالت پر اسے بدرجہا ترجیح دیتے ہیں۔

مہاراجہ عموماً ہر درجہ کے آدمی کے ساتھ بے تکلفانہ اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے اور جس وصف کو عام زبان میں بھلا مانسی کہا جاتا ہے وہ ان میں کمال درجہ کا تھا جس وجہ سے چھوٹے اور بڑے ہر ایک درجہ کے آدمی دل و جان سے اُنکے فدائی تھے اپنے دشمنوں کو واقعی انھوں نے اذیت اور عذاب پہونچایا ہے مگر کون عملہ آور اس سے پاک و صاف ہے عشق اور جنگ میں ہر چیز روا ہے ۔ زمانہ صلح انھوں نے ہمیشہ رحم کا اظہار کیا ہے۔ دنیا میں جو لوگ چھوٹی حیثیت سے بڑے آدمی بن جاتے ہیں اور اس بنا پر جو عیوب اُن میں پیدا ہو جاتے ہیں ان سے وہ بالکل پاک و صاف تھے اور اسی لئے اہل ملک اُن کے دلدادہ تھے۔

یہ اوصاف ہیں جو ڈرو جیسے قابل مصنف نے مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف منسوب کیئے ہیں اور جس کی تائید صوبہ جموں کے ہر ایک گوشہ سے میں نے اپنے کان سے سنی ہے ۔

اسی طرح سے قلعہ گلگت و قلعہ نوپورہ کی بھی کل ڈوگرہ فوج قتل ہوئی۔ صرف ایک بوڑھا عورت کسی تدبیر سے اس گرداب فنا سے بچکر نکلی اور بہزار خرابی بونجی میں پہونچی اور اس واقعہ کی خبر پہنچائی الغرض اس طرح سے گلگت کو ڈوگروں سے بالکل صاف کرکے گوہر امان نے اپنی حکومت قائم کرلی اور سرحد درمیان حکومت گوہر امان اور ملک ڈوگرہ کے دریائے نیلاب (سندھ) قرار پائی یہ حالات آٹھ سال تک جاری رہے اور مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان کے درست کرنے اور گوہر امان سے انتقام لینے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً انھیں خیال ہوا کہ بونجی سے آگے پیش پیش قدمی نہ کیجائے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کا سفر آخرت

اس اثنا میں فوج پوربیہ ملازم سرکار انگلشیہ ہند نے میرٹھ اور دہلی میں شورش برپا کی۔ مہاراجہ نے دس لاکھ روپیہ سری نگر سے اور افواج ڈوگرہ سے بسر کردگی دیوان ہری چند امداد کی۔ اسی دوران میں تپ محرقہ سے مہاراجہ کے مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہوئی اور ۲۰۔ ساون سمت ۱۹۱۴ بکرمی مطابق ۴۔ اگست ۱۸۵۷ء بمقام سری نگر انھوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے اوصاف حمیدہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کا طرز حکومت گو کہ آج کل کے طریق حکومت سے مختلف تھا۔ مگر اس ملک کے لئے اور اس وقت کے لئے بہت موزوں تھا۔ آج تک لوگ ان کے عدل و داد اور ان کے کھلے اور تیز انصاف کے ثنا خواں ہیں ان کے پاس ہر وقت ہر درجہ کے آدمی کی رسائی ہوسکتی تھی اور وہ نہایت تحمل کے ساتھ اس کی شکایات کی سماعت کے لئے تیار رہتے تھے معاملات کی تہ تک پہونچنا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اور بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ اور وہ اسپر پورا غور کرتے تھے مگر ایک روپیہ کی نذر پیش کرنا ضروری تھا۔ اسپر بعض انگریز مصنفین نے بہت نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن آجکل کی عدالتوں کی کورٹ فیس اور دیگر رسوم پر ان کی نظر نہیں گئی۔ مہاراجہ کی عدالت میں محض ایک روپیہ کی نقد کورٹ فیس پر ہر ایک قسم کا معاملہ اور ہر ایک مالیت کا دعوی سماعت ہوتا تھا اور فیصلہ بھی قطعی ہوتا تھا اور فوراً اس کا اجرا بھی ہوجاتا تھا۔ اس سستے اور تیز انصاف کی ملک میں بہت شہرت تھی اور اہل ملک اس کے آج تک مداح ہیں۔ اور موجودہ زمانہ کی عدالتی پیچیدگیوں



هزهائی نس سری مهاراجه رنبیر سنگهه بهادر
اندر مهندر - سپر سلطنت انگریزي - جنرل عساکر انگلیشیه
مشیر ملکه معظمه قیصره هند
جي - سي - ایس - آئي * جي - سي - آئي - اي
فرمانروای مملکت جموں و کشمیر و اقصای تبت های وغیره

باب تیسرا

مہاراجہ گلاب سنگھ کے جانشینوں کا انتظام ملکداری

مہاراجہ رنبیر سنگھ ۱۸۵۷-۱۸۸۵ء مہاراجہ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد ان کے فرزند جواں بخت میاں رنبیر سنگھ سریر آرائے حکومت ہوئے ان کے عہد حکومت میں ان کا ایک معتمد حاضر باش بحضور نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب گورنر جنرل بہادر کا ایک انگریز وکیل حاضر باش افیسر اسپشل ڈیوٹی کشمیر میں تعینات کیا گیا اور ریذیڈنسی کی بنیاد شروع ہوگئی۔

دوبارہ تسخیر گلگت ۱۸۶۰ء مہاراجہ رنبیر سنگھ کی توجہ فتح گلگت کی طرف اپنی جانشینی کے بعد ہی مبذول ہوئی تھی۔ مگر بوجہ اس کے کہ افواج ریاست غدر دہلی کے فرو کرنے میں عساکر سرکار انگلشیہ ہند کی کمک پر تعینات تھیں جلد اس کا انتظام نہ ہو سکا۔ ان افواج کے واپس پہونچنے پر کرنل دیوی سنگھ نرائنا کی سرکردگی میں مہم گلگت تیار کی گئی جس نے ۱۸۶۰ء میں پونجی سے دریائے سندھ کو عبور کر کے گلگت کی طرف پیش قدمی کی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس فوج کے گلگت پہونچنے تک راجہ گوہر امان بقضائے الٰہی فوت ہو چکا تھا۔ اور اس واقعہ سے اس کے سپاہیوں کا حوصلہ پست ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ زیادہ مدافعت نہ کر سکے اور افواج ڈوگرہ نے بآسانی قلعہ گلگت پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ڈوگروں نے اس قلعہ کو کبھی دشمن کے ہاتھ میں نہیں جانے دیا۔

فتح یاسین دیوی سنگھ پورا سپاہی تھا۔ اس نے گلگت پر قناعت نہیں کی۔ بلکہ وہاں سے پیش قدمی کر کے وہ یاسین پر چڑھ گیا۔ اور اسے تسخیر کر لیا۔ مگر اس ملک پر قبضہ رکھنا اُسے مقصود نہ تھا چند ہی روز بعد اپنی فوج لے کر واپس چلا آیا۔

فتح قلعہ مندوری یاسین جنگ کے بعد کچھ عرصہ تک امن وامان رہا بعد ازاں یاسین والوں نے مہاراجہ کے ایک سوداگر کو لوٹ لیا۔ اس بنا پر ایک تعزیری مہم دوبارہ یاسین پر بھیجی گئی جس نے قلعہ مندوری میں یاسین والوں کو شکست دی اور قتل عام کیا۔ مہاراجہ نے اس کامیابی کی بڑی قدر کی۔ اور فتح مندوری کا تمغہ تقسیم کیا۔ اس کے بعد یاسین باج گذار مہاراجہ کا رہا مگر اس کا الحاق نہیں کیا گیا۔

ناکام مہم ہونزہ ونگر اقوام ملحقہ کا حملہ گلگت پر ۱۸۶۶ء سنہ ۱۸۶۶ء میں ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے ہونزہ پر مہم بھیجنی پڑی مگر عین موقع جنگ پر نگر والوں کے اتحاد ڈوگرہ کے متعلق افواج مہاراجہ کو کچھ غلط فہمی ہوگئی اور بغیر جنگ کیئے واپس چلے آئے۔ اس کمزوری کو دیکھکر یاسین والوں نے چترال داریل۔ ہونزہ ونگر کی اقوام کا ایک بہت بڑا اتحاد برخلاف ڈوگروں کے قائم کیا اور گلگت پر حملہ کردیا۔ علاقہ پونیال کے قلعہ جات کو فتح کرکے انھوں نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کرلیا۔ مہاراجہ نے یہ حالت معلوم کرکے وزیر زورآور اور کرنل بیجے سنگھ کی ماتحتی میں کمک بھیجی۔ اس نے جونہی بونجی سے آگے بڑھکر دریاے سندھ کو عبور کیا اقوام مفسدین کا اتحاد ٹوٹ گیا اور امان الملک اپنی فوج لیکر واپس چترال چلا گیا دوسرے اتحادی بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس روانہ ہوگئے جب مہاراجہ کی فوج گلگت میں سہونچی تو محاصرہ گلگت و پونیال اُٹھ چکا تھا۔

فتح داریل سنہ ۱۸۶۶ء اب فوج کو یہ فکر ہوئی کہ کچھ کام دکھائے بغیر واپس نہیں جانا چاہیے چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ داریل کو فتح کیا جائے دو راستوں سے داریل پر حملہ کیا گیا۔ اور اکثر حصہ داریل کو روند ڈالا۔ اقوام داریل نے اطاعت قبول کرلی۔ اور خراج دینا منظور کیا اس پر فوج گلگت کو واپس ہوئی۔

سنہ ۱۸۷۰ء میں میر ولی راجہ یاسین نے لفٹننٹ ہیورڈ کو دارکوت کے قریب فریب سے قتل کردیا۔ جس کی لاش بعد میں منگوا کر گلگت میں دفن کی گئی۔ اور حکومت یاسین کی تباہی کی بنیاد قائم ہوئی۔

فوجداری قانون مجموعہ رنبیر ڈنڈ بدھی جزوی ترمیم کے ساتھ آج تک رائج ہے مجموعہ ضابطہ دیوانی جو بہت مختصر تھا اب متروک ہو چکا ہے لیکن قوانین کورٹ فیس۔ واسٹامپ ورجسٹری جزوی ترمیم کے ساتھ اب تک رائج ہیں افسران مال و انتظامی اور افسران سرحدی کے لئے قریب قریب ہر ایک شعبہ کے متعلق دستورالعمل جاری کئے۔ محکمہ پولیس قائم کیا شفاخانے بنائے۔ سڑکیں بنائیں۔ مسافرخانے بنائے۔ اور پڑاؤ پر رسد رسانی و باربرداری کا انتظام درست کیا۔ محکمہ ڈاک کا انتظام کیا۔ تاربرقی سمبت ۱۹۳۵ بکرمی مطابق ۱۸۷۸ء میں کشمیر سے جموں و سیالکوٹ تک اور سمبت ۱۹۳۹ بکرمی مطابق ۱۸۸۳ء میں کشمیر سے گلگت اور استور سے اسکردو تک لگایا۔ اور انگریزی حروف کی علامات کے بجائے فارسی ابجد کی علامات اختراع کر کے اردو و فارسی زبان کا تار برقی رائج کیا متعدد نو آبادیاں قائم کیں اور باغات لگائے مدارس جاری کئے صنعت و حرفت میں ترقی کی۔ کارخانہ جات جاری کئے۔ جن میں سے کارخانہ جات شراب کشی و باغات گل ہاپس واقعہ دو آبگاہ ابھی حال میں ختم ہوئے ہیں۔ چھتہ بل و میراکدل کے گل ہاپس کے باغات اس سے پہلے ختم ہو چکے ہیں۔

فوج کی تنظیم کی۔ جنسی فوج کو چار بیڑوں میں بانٹی ایک ایک جرنیل کے تقسیم کر دیا تھیں فوج کشادہ دستقینہ رگھو پرتاب و باڈیگارد و بندوقچیاں اردل اس کے علاوہ تھے۔ ان میں سے دو بیڑے جموں میں اور ایک گلگت و بلتستان و لداخ میں اور ایک کشمیر میں رہتا تھا۔ دو دو سال بعد ان کی بدلی ہوتی تھی۔

قیدیان عدالت فوجداری و دیوانی کے لیے قیدخانے جابجا حسب ضرورت بنائے گئے اور اُن کی خوراک و پوشاک و مشقت کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ قیدیان سیاسی اور فتنہ پردازوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا۔ عمر قیدیوں کے لیے علاقہ سرحدی میں تعزیری آبادیاں قائم کی گئیں۔

کشمیر اور کوہالہ کے درمیان گاڑی چلانے کی پختہ سڑک تعمیر کرنا شروع کی گئی جو اب سڑک وادی جہلم کے نام سے مشہور ہے اور دنیا کی بہترین پہاڑی سڑکوں میں سے خیال کی جاتی ہے۔ مگر مہاراجہ کی زندگی میں تکمیل کو نہیں پہونچ سکی۔ اور

۱۸۷۶ء میں کپتان بڈلف منجانب سرکار انگلشیہ گلگت میں افسر اسسٹنٹ ڈپٹی بغرض مشن ہونزہ وغیرہ مقرر کیا گیا۔ اس کے رہنے کے لیے گلگت کی نہر کلاں کے اوپر ایک عالیشان کوٹھی تیار کی گئی۔

حملہ پہلوان بہادر ۱۸۸۰ء ۱۸۸۰ء میں باشندگان گلگت انتظام رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آکر کپتان بڈلف اور لالہ لال کشن حاکم گلگت سے ناراض ہو گئے۔ انھوں نے واریل و یاسین وغیرہ کی اقوام سے سازش کر کے پہلوان بہادر راجہ یاسین کو حملہ گلگت پر آمادہ کیا۔ اور اس نے پونیال کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا اور شیر قلعہ کی تسخیر کا انتظام کر رہا تھا کہ گلگت سے کمک بھیجی گئی مگر بعد میں دریافت ہوا کہ اہل گلگت بھی فساد پر آمادہ ہیں لہذا اس فوج کو گلگت میں واپس بلا لیا گیا۔ پہلوان بہادر نے پونیال سے پیش قدمی کر کے گلگت پر دست درازی شروع کی مگر شیر قلعہ کی تسخیر میں وہ کامیاب نہ ہوا اور جرنل ہوشیارا کی حکمت عملی سے وہ گلگت تک پہونچنے نہ پایا۔ راجہ اکبر خاں نے چالاکی سے واریل والوں کو توڑ کر اپنی طرف ملا لیا۔ یہ حال معلوم کر کے پہلوان بہادر بددل ہو گیا۔ اور سٹرٹ شکیوٹ کو خراب کر کے واپس چلا گیا۔ گلگت کے کمان افسر جرنل ہوشیارا کو یہ کوفت رہی کہ اس فتح میں اسے شرکت کا موقع نہ ملا۔ اور بیمار ہو کر گلگت میں فوت ہوا۔

اس کے بعد سرکار انگلشیہ ہند نے میجر بڈلف کو گلگت سے واپس بلا لیا بعد ازاں گلگت میں کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی رفاہ انتظامات ملکی مہاراجہ رنبیر سنگھ بڑے مدبر حکمران تھے انھوں نے ان فتوحات جنگی کے علاوہ انتظام ملک داری میں بڑی ترقی کی۔ بیرون از ریاست سے بڑے بڑے قابل لوگوں کو بلا کر ملازمت ریاست میں داخل کیا۔ اور مختلف محکمہ جات انتظامی مال۔ حساب فہمی۔ آمدنی و خرچ۔ تجارت و تصفیہ بقایا وغیرہ قائم کئے۔ باقاعدہ عدالتیں بنائیں۔ ان کی رہنمائی کے لیے قوانین فوجداری و دیوانی مرتب کیے۔ انکا

متعلقہ کے پاس مزید تحقیقات کے لئے واپس کیے جاتے تھے اور ان کی رپورٹ آنے پر فیصلہ پاتے تھے۔

دربار کے وقت میں منڈی کا وسیع صحن مختلف وضع کے لوگوں سے بھرا رہتا تھا ان میں ریاست کے ہر ایک حصہ کے آدمی پائے جاتے تھے۔ کچھ آدمی سرد علاقہ جات سے جموں میں کام کی تلاش میں آتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اپنے ملک میں کاروبار بوجہ برف باری بند ہے۔ کچھ لوگ مقدمہ لڑانے کے لیے آتے ہیں۔ جس کے لیے انھیں تمام موسم زمستان میں جموں میں ٹھہرنا ہے۔ بیسیوں کشمیری ہاتو۔ اور مختلف اقوام کے پہاڑی اور خال خال لداخی موجود ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ اپنی شکل و شباہت کی خصوصیات سے پہچانے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ سر کے بالوں کی وضع سے شناخت ہوتے ہیں۔ اہل کشمیر اپنے ڈیل ڈول اور بھاری جسامت سے ممتاز ہیں۔ بعض اوقات یارقندی سوداگر اور عازمان حج بھی دیکھے جاتے ہیں جو بیرون ریاست سے آئے ہیں۔ مغرب کی طرف سے کابلی اور دیگر اقوام افغان وتاجک وغیرہ بھی آتے رہتے ہیں۔ کابل کے تاجران اسپ سرکار میں گھوڑے بیچنے کے لیے آتے ہیں اور یوسف زئی کے قرب وجوار کے دیہات کے گنوار لوگ مہاراجہ کی فوج کشادہ کی ملازمت کی تلاش میں ہمیشہ جموں میں دیکھے جاتے ہیں۔

اس طرح سے تقریباً دوپہر تک شہر کے بازار اور منڈی کا صحن آدمیوں سے بھرا رہتا تھا۔ پھر دربار برخاست ہوتا تھا۔ مہاراجہ کھانا نوش فرمانے چلے جاتے تھے۔ وزیر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ گارڈ آف آنر رخصت ہو جاتا تھا اور چند منٹ میں منڈی کا صحن آدمیوں سے خالی ہو جاتا تھا۔

یہ حالت تقریباً تین گھنٹہ جاری رہتی تھی۔ پھر لوگ قیلولہ سے اُٹھتے تھے چار بجے مہاراجہ کی سواری نکلتی تھی۔ ہاتھی اور گھوڑے دروازہ منڈی پر حاضر ہوتے تھے وزیر اندر جاتے تھے اور مہاراجہ کو لیکر باہر آتے تھے۔ ایک آدھ وزیر مہاراجہ کے ساتھ ہاتھی پر بیٹھ جاتا تھا۔ یا اگر مہاراجہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو سب وزیر گھوڑوں پر مہاراجہ کے پیچھے ہو لیتے تھے۔ اردلی آگے آگے راستہ صاف کرنے کی غرض سے دوڑتے تھے

غالباً اُن کا یہ منشا بھی نہ تھا۔

علاقہ کشتواڑ میں اُماسی لا کے قریب کان نیلم دریافت ہوئی۔ جس سے بڑے اہتمام کے ساتھ نیلم کی برآمدگی کرائی گئی اور اس میں بڑی کامیابی ہوئی

دربار مہاراجہ رنبیر سنگھ

مہاراجہ رنبیر سنگھ کا دربار خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے صبح کے نو دس بجے وہ مع ولی عہد کے دربارِ عام میں آجاتے تھے۔ اور دونوں اپنی اپنی مسندوں پر شہ نشین میں جہاں سے نیچے کے صحن میں پوری نظر پڑتی ہے بیٹھ جاتے تھے۔ اور وزراء و اعلیٰ عہدہ داران و دیگر اہلکاران ریاست جو حاضری دربار کے پابند تھے دیوار کے سہارے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے تھے۔ مہاراجہ سائلوں کی عرضیوں کو جو اسٹامپ لگے ہوئے کاغذ پر دی جاتی تھیں بغور دیکھتے تھے باری باری سے ایک ایک سائل بلایا جاتا تھا اور اس کی عرضی سنائی جاتی تھی۔

یہ عرضیاں ہر قسم کے معاملات پر ہوتی تھیں۔ کیونکہ افسران ماتحت کے اختیارات معینہ کی چنداں پابندی نہ تھی۔ جیسے کہ ایک ملازم سرکاری گھر جانے کے واسطے رخصت چاہتا ہے یا اپنی والدہ کے پھول دریائے گنگا میں پہونچانے کے لیے چھٹی مانگتا ہے ایک مجرم حکم سزا سنائے جانے کے لیے لایا گیا ہے۔ ایک عورت چادر میں منہ چھپائے ہوئے آتی ہے اور کسی قسم کی شکایت کرتی ہے یا نسبت کے توڑنے کے متعلق فیصلہ چاہتی ہے۔ ایک پردیسی آدمی ملازمت کی درخواست کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مہاراجہ ان سب شکایتوں اور درخواستوں کو بغور سنتے تھے اور معمولی قسم کے معاملات کا فی الفور فیصلہ کر دیتے تھے جو عرضی کی پشت پر لکھ دیا جاتا تھا۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے متعلق جو درخواستیں ہوتی تھیں وہ معاملات عموماً عدالت ابتدائی میں تحقیقات ہو کر فیصلہ ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کہ بعض مقدمات عدالت اپیل سے بھی فیصل ہو چکے ہوں۔ مگر اہل مقدمہ کو اختیار تھا کہ وہ خود مہاراجہ کے پاس اپنی قسمت آزمائی کریں۔ مہاراجہ اصلیت پر پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔ خود گواہوں کا بیان لیتے اور باریکی کے ساتھ اس پر جرح کرتے تھے اور نفس معاملہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے تھے یہ نہیں کہ محض قانونی باریکیوں کی چھان بین اور بال کی کھال نکالنے پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے معاملات زیادہ تر افسر



هزهائی نس سری مهاراجه سر پرتاب سنگهه بهادر
اندر مهندر - سپر سلطنت انگریزی - جنرل عساکر انگلیشیه
مشیر خاص علیاے ملکه معظمه قیصره هند
جی - سی - ایس - آئی * جی - سی - آئی - ای * جی - بی - ای
فرمانرواے مملکت جموں و کشمیر و اقصاے تبت هاے وغیره

اور کچھ مہاراجہ کے ساتھ رکاب پکڑ کر چلتے تھے۔ تین چار میل کی ہوا خوری کے بعد غروب آفتاب کے قریب واپسی ہوتی تھی۔ اور بعدازاں رات کا دربار شروع ہو جاتا تھا۔

یہ دربار زیادہ تر خاص قسم کا ہوتا تھا۔ یا یہ کہ میاں صاحب ولیعہد عرضیاں سُن لیتے تھے۔ اور خود مہاراجہ وزیران ریاست کے ساتھ معاملات ملکی طے کرتے تھے۔

یہ دربار صرف کاروبار سلطنت ہی پر محدود نہیں ہوتے تھے جیسا کہ انگلشیہ ہند کی کچہریوں کا دستور ہے۔ بلکہ کاروبار ملکی کے ساتھ دنیاوی میل جول یعنی زمانہ حال کے کلب کا کام بھی یہیں طے پاتا تھا۔ اور مہاراجہ کو اپنے ملک کے ہر ایک حصہ کے لوگوں سے ملنے اور ان سے بات چیت کرنے کا موقع ملتا تھا۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس پر لوگوں سے آزادانہ بحث کی جاتی تھی۔ اور اُن سے رائے لیجاتی تھی۔ اس طرح سے کام کے ساتھ ساتھ بات چیت اور بحث بھی بالخصوص رات کے دربار میں ہوتی رہتی تھی۔ جس سے افسران ماتحت کی تعلیم بھی ہوتی رہتی تھی اور اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ان افسران نے ریاست میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ غرض کہ یہ کیفیت آٹھ نو بجے رات تک جاری رہتی تھی بعدازاں دربار برخاست ہو جاتا تھا۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتے تھے۔

یہ روزانہ معمول تھا اور اس پر باقاعدگی کے ساتھ عمل کیا جاتا تھا۔ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے اپنی کتاب موسومہ کشمیر میں لکھا ہے کہ "ان درباروں میں لوگوں کو اخلاق کی تعلیم ہو جاتی تھی۔ دوسروں کو دیکھکر انھیں سیکھنے کا موقع ملتا تھا۔ کہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں سے کس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے۔ مختلف قسم کے آدمیوں اور مختلف واقعات پر بحث کرنے کا انھیں موقع ملتا تھا جس سے کیرکٹر یعنی خصلت سیکھتے تھے۔ اور باہر کے اخبار معلوم کرتے تھے اور یہ تعجب خیز ہے کہ ان درباروں کے تجربہ کار لوگ آجکل کے مدارس اور دارالعلوم کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کے مقابلہ میں کس قدر زیادہ ذکاوت اور ذہانت۔ وسعت نظر اور بلند خیالی اور وضعداری حاصل کرتے تھے"

مہاراجہ رنبیر سنگھ ایک بے نظیر حکمران تھے۔ اس وضع کے لوگ اب خواب و خیال ہو گئے ہیں۔ بالآخر اٹھائیس سال و چند روز نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ

حکومت کر کے وہ بمقام جموں ۲۰۔ بھادوں سمبت ۱۹۴۲ بکرمی مطابق تقریباً ۱۲ ستمبر ۱۸۸۵ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ اور اُن کے بجائے اُن کے فرزند کلاں میاں پرتاب سنگھ سریر آرائے حکومت ہوئے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ ۱۸۸۵-۱۹۲۵ء

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ان سے چھوٹے سری راجہ سر رام سنگھ جنہیں اُن کے والد ماجد نے عہدہ کمانڈر انچیف افواج ریاست اور جاگیر رام نگر عطا کی تھی اُن سے چھوٹے سری راجہ سر امر سنگھ جنہیں نگران امور ملکی مقرر کیا تھا اور جاگیر بھدرواہ لنگیٹ عطا کی تھی۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے گدی نشین ہونے کے ساتھ ہی افسر آن سپشل ڈیوٹی کشمیر کا عہدہ برٹش ریزیڈنٹ کے ساتھ بدل گیا۔ اور امورات ملکی کے انصرام کے لیے ایک سٹیٹ کونسل مقرر کر دی گئی جو کہ ریزیڈنٹ کی رہنمائی میں امورات ملکی کو سرانجام دیتی تھی۔ اس کا پریزیڈنٹ کبھی ایک شخص کبھی دوسرا شخص رہا۔ مگر مہاراجہ کا تعلق اس سے ساتھ نہ تھا۔ یہ زمانہ مہاراجہ کے لیئے بہت پر آشوب رہا ہے۔ اور اس دوران میں سازش کی گرم بازاری رہی ہے جس میں خود غرض اور مطلب پرست اشخاص نے خوب ہاتھ رنگے۔ بالآخر چند سال بعد اس میں اس حد تک اصلاح کر دی گئی کہ مہاراجہ کو پریزیڈنٹ کونسل مقرر کر دیا گیا۔ ان کے بھائی اور تین بیرونی افسر اُس کے ممبر رہے اُس زمانہ میں بھی گو کہ سازش جاری رہی مگر مجموعی طور پر سٹیٹ کونسل کا انتظام بہت کامیاب رہا۔ سٹیٹ کونسل کا عہد انصافاً ملکی انتظام کا بہترین زمانہ رہا ہے۔

اس اثنائے میں راجہ سر رام سنگھ کا انتقال انیسویں صدی کے اخیر میں ہو گیا اور کمانڈر انچیف کا عہدہ ان کے چھوٹے بھائی راجہ سر امر سنگھ کو علاوہ اُن کے دیگر فرائض کے سپرد ہوا۔ راجہ رام سنگھ فوجی کام میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے اس سلسلہ میں انھوں نے اسکردو اور گلگت کا دورہ کیا اور مقامی حالات کو بچشم خود ملاحظہ کر کے ان کی اصلاح کی۔

مہاراجہ اب تک لاولد تھے اور راجہ سر امر سنگھ کا بیٹا ظاہری وارث تاج و تخت



سري راجه سر رام سنگهه صاحب بهادر
کے - سي - بي
کمانڈر انچیف افواج مملکت جموں و کشمیر وغیرہ

خیال کیا جاتا تھا۔ مگر اس زمانے میں مہاراجہ کا اپنا بیٹا پیدا ہو گیا۔ جس کی ولادت پر بڑی خوشی منائی گئی۔ اور بہت دنوں تک جلسے ہوتے رہے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ چند ماہ بعد وہ کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ جس سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور صورت حالات وہی ہو گئی جو اس واقعہ سے پیشتر تھی۔

مہاراجہ نے بحالت مایوسی اپنی طبیعت کو ڈھارس دینے کی غرض سے راجہ سربلند دیو سنگھ والی پونچھ کے دوسرے بیٹے جگت دیو سنگھ کو متبنیٰ بنا کر اپنے پاس رکھ لیا اس پر دونوں بھائیوں کے درمیان بڑی کشمکش ہوئی۔ اور بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ تبنیت مہاراجہ کی محض مذہبی اغراض تک محدود رہے گی۔ ملکی معاملات اور جانشینی مہاراجگی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس سے گو کہ میدان راجہ امر سنگھ کے ہاتھ رہا مگر ایک خلش پیدا ہو گئی۔ جو دونوں بھائیوں کے لئے ہمیشہ باعث تکلیف رہی۔

اس اثنار میں بزمانہ ۱۹۰۵ء سٹیٹ کونسل کا انتظام ختم کر دیا گیا اور مہاراجہ کو بیس برس کی بے اختیاری کے بعد کامل اختیارات حاصل ہو گئے۔ اگرچہ فعلاً انتظام سرانجام امورات ملکی بدستور سابق بحال رہا۔ اور سابقہ ممبران کونسل کے عہدہ کو وزرائے ریاست کے عہدے سے بدل دیا گیا مگر در اصل ان کے اختیارات میں بہت کمی ہو گئی اس ردوبدل سے مہاراجہ کے پرائیوٹ سکرٹری نے جسے اب تک امور ریاست سے کچھ تعلق نہ تھا یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنے آپ کو فعلاً چیف منسٹر بنا لیا۔ اور اس حیثیت میں اس نے راجہ صاحب کو بہت تنگ کیا۔ اس جدوجہد میں بھی میدان راجہ صاحب کے ہاتھ رہا اور انھوں نے پرائیوٹ سکرٹری کو ریاست سے بدر کر کے چھوڑا۔ مگر اس کلفت سے ان کی صحت خراب ہو گئی۔ اور آخرکار اسی زمانے میں ان کا انتقال ہو گیا اور تفکرات دنیاوی کا خاتمہ ہو گیا۔

اب کمانڈر انچیف کا کام بھی مہاراجہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور دیوان امرناتھ چیف منسٹر مقرر ہوئے اور کاروبار سابق دستور چلنے لگا

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی ترقی انتظامات ملکی

سٹیٹ کونسل کے دوران میں ریاست میں انقلابات عظیم پیدا

ہوئے۔ قریب قریب تمام پرانا طریق انتظام ملکی کا الٹ گیا اور جدید اصول انتظام نے رواج پایا۔ سب سے بڑی اور اہم اصلاح جو ریاست کے انتظام میں ہوئی وہ بندوبست اراضی ہے جسے مسٹر (مابعد میں سر والٹر) لارنس نے نہایت قابلیت جانفشانی اور حکمت عملی سے سرانجام دیا۔ اس کی قریب قریب ہر جگہ خود غرض اشخاص کی تحریک سے مخالفت ہوئی مگر اس قابل افسر نے حسن تدبیر سے اس پر غلبہ حاصل کرکے اس کو تکمیل تک پہونچایا جس سے زراعت پیشہ اقوام کی حیثیت میں چند سال کے اندر نمایاں ترقی ہوگئی اور بد دیانت وخائن ملازمین اور بارسوخ اشخاص کی بددیانتی اور خیانت کی بیخ کنی ہوگئی۔

محکمہ مال کو پرانی وضع کے افسروں سے چند سال کے اندر بذریعہ تعلیم اصول جدید یا بذریعہ عطائے پنشن وغیرہ صاف کردیا گیا۔ اور اسی طرح سے ماتحت عملہ کو بھی واقفکار بنایا گیا۔ غرضکہ ریاست کے محکمہ مال کو مجموعی طور پر پنجاب کے ساتھ برابر کردیا گیا۔

بجائے محکمہ حساب کے جس کا نام دفتر دیوانی تھا اکونٹنٹ جنرل کا دفتر قائم کیا گیا۔ اور مسٹر کرنینڈر اکونٹنٹ جنرل نے کمال محنت اور جانفشانی کے ساتھ چند سال کے اندر اس محکمہ کو اس درجہ پر پہونچادیا کہ تمام پیچیدگیاں دور ہوگئیں اور حساب کا کام آئینہ کی طرح صاف ہوگیا۔ مسٹر کرنینڈر نے اس سررشتہ کی بنیاد ایسے اعلیٰ اصول پر قائم کی کہ آج تک ریاست بھر میں صاف ترین کام کرنے والا یہی محکمہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

محکمہ جنگلات کے انتظام کو بذریعہ انگریز کنسرویٹروں کے علمی اصول پر ترتیب دیا گیا۔ اور اس کی نگہداشت کے لیے دیرہ دون فارسٹ کالج کے تعلیم یافتہ اشخاص کو اور علاقہ انگریزی کے تجربہ کار افسروں کو ریاست میں ملازم رکھا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک جنگل سرسبز ہے اور محکمہ جنگلات کی آمدنی ریاست کے ہر ایک شعبہ آمدنی سے نمایاں حد تک زیادہ ہے۔

فوج کے انتظام کو کرنل نیویلی چیمبرلین ملٹری سکریٹری نے درست کیا کشادہ

بہت بڑے رقبہ کی آبپاشی ہوتی ہے اور جموں میں اس کے اوپر برقی قوت پیدا کرنے کا ایک بجلی گھر بھی بنایا گیا ہے جس کے ذریعے شہر جموں میں روشنی ہوتی ہے اور کچھ مشینیں بھی چلائی جاتی ہیں۔

کشمیر میں نہر لولاب جو سلطان زین العابدین شاہ کشمیر کی تعمیر کردہ ہے اسکی درستی کر کے رقبہ آبپاشی میں بہت اضافہ کیا گیا۔

علاقہ زینہ گیر کے خشکی رقبہ کی آبپاشی کے لیے ایک بڑی نہر دریائے بنڈ پورہ سے کاٹ کر اس علاقہ میں پہونچائی گئی جس سے قریب قریب کل رقبہ زینہ گیر آبی ہوگیا ہے اسلام آباد کی طرف بھی دریائے پہلگام سے ایک نہر اس محکمہ نے تعمیر کی ہے جس سے ایک بہت بڑے بارانی رقبہ کی آبپاشی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ شہر جموں میں دریائے توی سے پانی کو پمپ کے ذریعے اوپر پہونچا کر تمام شہر میں آب نوشی کا انتظام کیا گیا۔ اور اس شہر کی تکلیف آب نوشی کو رفع کیا گیا۔

شہر سری نگر میں بھی واٹر ورکس کے ذریعے تمام شہر میں آب نوشی کا انتظام کیا گیا۔ اور ان دونوں شہروں میں آب نوشی کے لیے کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔

راولپنڈی سے سری نگر۔ اور سری نگر سے گلگت۔ اور گلگت سے چترال و دروش اور بونجی سے چیلاس۔ اور گلگت سے مسگر دامن پامیر تک تار برقی کا انتظام بذریعہ سرکار انگلشیہ ہند کیا گیا۔

تمام ریاست کے محکمہ ڈاک کا انتظام چند شرائط پر سرکار انگلشیہ ہند کو سپرد کیا گیا اور ریاست کے ڈاک خانہ جات تخفیف میں آئے۔

جموں اور سری نگر اور سری نگر و گلگت کے درمیان سلسلہ تار برقی ریاستی پہلے سے قائم تھا جس کی ایک شاخ بونجی سے اسکردو کو جاتی تھی۔ جب سری نگر و گلگت کے درمیان سرکار انگلشیہ کا سلسلہ تار برقی قائم ہوگیا تو بونجی و اسکردو کی ریاستی شاخ تار برقی کو اٹھا دیا گیا۔ اور سری نگر سے لداخ تک سلسلہ تار برقی ریاستی قائم کیا گیا جس کی ایک شاخ کرگل سے اسکردو تک تعمیر کر دی گئی جس سے ریاستی تار برقی کے ذریعے جموں

فوج جو بلحاظ حالات موجودہ بیکار ہو گئی تھی موقوف کی گئی۔ جنگی فوج کو جدید قسم کے اسلحہ سے آراستہ کیا گیا۔ بعدہٗ اُنھیں قواعد پریڈ سکھلانے اور جنگی آئین کا عادی بنانے کی غرض سے برٹش افسر ریاست کی پلٹنوں کے ساتھ تعینات کئے گیے۔

افواج متعینہ سرحد گلگت کی باربرداری اور رسد رسانی کا انتظام بذریعہ کمسریٹ کیا گیا۔ جس کے گودام بنڈی پورہ سے لیکر گلگت تک اور گلگت سے بطرف پامیر ہونزہ تک اور بطرف چترال مستوج تک اور بطرف خود مختار اقوام تانگیر وغیرہ چیلاس تک قریب قریب ہر ایک پڑاؤ پر قائم کیے گئے۔

کشمیر سے لیکر گلگت تک اور گلگت سے ہونزہ تک ایک طرف اور گوپس تک دوسری طرف اور نیز بونجی سے چیلاس تک فوج کی آمدورفت کے لیے سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ دریاؤں اور نالوں پر مضبوط پل تعمیر کئے گیے۔

محکمہ پبلک ورکس کو قابل افسروں کی نگرانی میں رکھکر کار آمد بنایا گیا۔ وادی جہلم کی سڑک پختہ جو عرصہ سے زیر تعمیر تھی چند روز میں مکمل کر دی گئی۔ اور راولپنڈی سے سری نگر تک یکہ۔ بگھی اور تانگہ کی آمدورفت جاری ہو گئی۔ مال تجارت حیوان اور انسان پر سوار ہو کر سفر کرنے کے بجاے چھکڑوں اور کراچیوں میں لد کر آنے جانے لگا۔ بعدہٗ سری نگر سے جموں کو براہِ راست بھی پختہ سڑک تعمیر ہو گئی۔ اور ریاست کے ہر دو دارالحکومتوں کے درمیان آمدورفت کے لئے بیرون ریاست تانگہ اور ریل کے دور دراز سفر کی محتاجی نہیں رہی مظفر آباد سے ایبٹ آباد کے ساتھ بھی پختہ سڑک کا سلسلہ ملا دیا گیا۔ الغرض سری نگر کو راولپنڈی۔ ایبٹ آباد اور جموں کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لداخ اور اسکردو کی سڑکوں کو بھی بہت ترقی دی گئی۔ اور جابجا پل تعمیر کئے گیے۔ دریاے توی پر ایک عالیشان پل شہر جموں اور ریلوے اسٹیشن کے درمیان سڑک سیالکوٹ پر تعمیر کیا گیا۔

محکمہ آبپاشی کو پبلک ورکس کی ایک شاخ بنایا گیا جس کے ذریعے جموں میں نہر چناب۔ اکھنور کے پاس سے دریاے چناب سے کاٹ کر جموں و رنبیر سنگھ پورہ کی تحصیلوں میں پہونچائی گئی۔ اور اس کو وسعت دیکر سیالکوٹ کے ضلع تک پانی پہونچایا گیا اس سے

کارخانے اُس کے ذریعے چلتے ہیں۔ یہ بجلی گھر ہندوستان میں سب سے بڑا تھا۔ مگر ٹاٹا
کا بجلی گھر تعمیر ہو جانے کے بعد نمبر ۲ ہو گیا ہے۔ گو کہ اس سے چنداں مالی فائدہ نہیں ہے
لیکن اہلِ ملک کو آرام اور سہولت بہت ہے۔

مہورہ پاور ہاؤس کی برقی قوت سے بارہ مولا اور سوپور کے درمیان دریائے
جہلم کا شکم کھود کر (یعنی ڈریجنگ کے ذریعے) سطح دریا کو نیچا کرنے کا انتظام کیا گیا تھا کہ
جھیل وولر کا کچھ پانی خارج ہو جائے اور زراعت کے لیے خشک زمین نکل آئے۔ اس میں
ابتدا میں خاصی کامیابی ہوئی۔ مگر چند سال کے اندر جن مقامات کی کھدائی کی گئی تھی انہیں
پھر دریائی مٹی جمع ہو گئی اور شکم دریائے جہلم کی سطح قریب قریب جیسی کی تیسی ہو گئی
صرف جزوی طور پر کچھ خشکی برآمد ہوئی جس میں بید زار بنائے گئے ہیں۔ یہ بھی
اُس وقت پانی سے بھر جاتے ہیں جب گرمیوں میں برف پگھلتی ہے اور دریا
چڑھ جاتے ہیں۔

ترقی تعلیم کی طرف مہاراجہ نے خاص طور پر توجہ کی۔ جموں میں ہائی اسکول
کے علاوہ ایک آرٹس کالج قائم کیا۔ جس کے ساتھ ایک عالیشان بورڈنگ ہوس بھی
ہے اس کا انتظام بہت اچھا ہے اور علاقہ انگریزی سے بھی طلبا اس میں حصول تعلیم کے
لئے آتے ہیں۔

سری نگر میں بھی ایک آرٹس کالج قائم کیا۔ اس کے ساتھ بھی بورڈنگ ہوس ہے
اس کا انتظام بھی خاصہ ہے

سری نگر میں ایک ٹکنیکل کالج بھی دست کاری کی تعلیم کے لیے جاری کیا جس سے
راجہ سر امر سنگھ بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اور انھیں کے نام سے یہ کالج موسوم ہے۔

ہائی اسکول اور مڈل اسکول متعدد مقامات پر کھولے گئے اور قریب قریب ہر ایک
بڑے گاؤں میں دیہاتی پرائمری اسکول جاری کیے گئے

افسران مال کے لیے بندوبست کا کام سیکھنا اور بعد میں قانونی امتحان پاس کرنا ضروری
کیا گیا اس سے پرانی وضع کے افسر رفتہ رفتہ خارج ہو گئے۔ تعلیم یافتہ واقف کار افسروں کے
اختیارات اور اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا۔

سری نگر کو گلگ۔ اسکردو و لداخ کا باہمی تعلق پیدا ہو گیا۔ بعد میں جموں اور اکھنور کے درمیان بھی تار برقی لگا دیا گیا۔

ریاست کا سکہ ہری سنگھی و چلکی موقوف کر کے سرکار انگلشیہ ہند کا سکہ ریاست میں جاری کیا گیا۔ اس سے تجارت میں بڑی سہولت پیدا ہوئی۔

دمعولی کسٹم و چونگی بذریعہ ٹھیکہ داران ہوا کرتی تھی۔ اس کو موقوف کر کے سرکاری انتظام کیا گیا اور اس کے لیے محکمہ کسٹم قائم کیا گیا جس سے آمدنی میں نمایاں بیشی ہوئی۔

ریشم کشی کا محکمہ اور کارخانہ جاری کیا گیا جس سے بہت سے غریبوں اور امیروں کی پرورش ہوتی ہے اور ریاست کو بھی خاطر خواہ آمدنی ہے

سیاحان انگریز و ہندوستانی جو کشمیر میں آتے تھے ان کے آرام و آسائش اور تفریح کے سامان بہم پہونچائے گئے۔ حفاظت شکار کا محکمہ قائم کر کے جانوران جنگلی کی نسل کی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ اور شکار کو ایک معینہ تعداد پر بذریعہ لائسنس شکار کے محدود کیا گیا۔ ٹروٹ مچھلی یوروپ سے لا کر کشمیر کے سرنالوں میں پھیلائی گئی۔ اور اس کے شکار کے خاص قواعد منضبط کیے گئے۔

کشمیر اور جموں میں کتبخانے۔ ریڈنگ روم۔ اور کلب جاری کیے گئے۔

شفاخانوں کو زمانہ حال کے اصول کے مطابق درست کیا گیا۔ سری نگر اور جموں میں صدر شفاخانے اور ہر ایک قصبہ میں بڑے شفاخانے اور چھوٹے قصبوں یا بڑے اور مرکزی دیہات میں چھوٹے شفاخانے جابجا قائم کیے گئے۔ مزید براں سفری شفاخانوں کا بھی وقتی ضروریات کے لیے انتظام کیا گیا۔

شفاخانہ مویشیاں ہر ایک ضلع میں قائم کیا گیا اور ڈاکٹر حیوانات کے دہ بدہ دورہ کا بھی انتظام کیا گیا۔

انگریز اور امریکین انجینیروں کی رہنمائی میں برقی قوت پیدا کرنے کے لیے ایک بہت بڑا بجلی گھر مہورہ میں تعمیر کیا گیا۔ جس کے لیے دریائے جہلم سے نہر کاٹ کر پانی بہم پہونچایا گیا۔ اس پر بہت خرچ ہوا۔ لیکن ایک طرف اوڑی ٹنگمرگ اور دوسری طرف سری نگر و گلمرگ تک اس سے برقی قوت بہم پہونچائی جاتی ہے۔ اور روشنی کے علاوہ بہت سے

اور سرجن میجر جارج رابرٹسن کو ایجنسی سرجن اور دو انگریز افسروں کو بطور اسسٹنٹ برٹش ایجنٹ مقرر کرکے گلگت میں تعینات کردیا۔ کرنیل ڈیورینڈر نے پہلے راجگان ہونزہ و نگر اور مہتر چترال کے ساتھ بذریعہ توثیق معاہدات و اقرار امدادی رسوم سالانہ تعلقات دوستانہ قائم کئے اور استحکام سرحدات کا انتظام کیا۔ مگر راجگان ہونزہ و نگر اپنی شرائط پر قائم نہیں رہے۔ اور ریاست کی چھاؤنی واقعہ چھلت پر حملہ کرنے کی غرض سے آپس میں اتحاد کرکے عذرا خاں نے نلت میں اور صفدر علی خاں نے مایوں میں لشکر جمع کرنا شروع کردیا۔ کرنیل ڈیورینڈ نے اس کی مدافعت کی غرض سے تقریباً تین سو سپاہ سرکار ہند مع دو ضرب پہاڑی توپوں کے اور تقریباً ساڑھے چھ سو جوان کشمیر امپیریل سروس ٹروپس بصحابت جرنیل سودرم چند چھلت میں جمع کی۔ اور جبکہ راجگان ہونزہ و نگر نے شرائط کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور آمادہ پیکار ہوئے تو کرنیل ڈیورینڈ نے یکم دسمبر ۱۸۹۱ء کو سرحد عبور کرکے قلعہ نلت پر حملہ کردیا۔ اہل نگر نے سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں خود کرنیل ڈیورینڈ زخمی ہوگئے اور بڑی دقت پیش آئی۔ لیکن دونوں افواج نے بڑی ہمت کرکے قلعہ نلت کے پھاٹک کو کارتوس لگا کر اڑا دیا اور قلعہ تسخیر کرلیا۔

مگر قلعہ سے آگے راستہ کو دشمن نے جابجا توڑ دیا تھا اور اپنے استحکامات کے ذریعے سے اُسے ناقابل گذر بنا دیا تھا۔ اس کے کھولنے کے لئے کئی روز متواتر کوشش ہوتی رہی۔ لیکن کوئی صورت کامیابی کی نظر نہ آئی۔ مایوں پر حملہ کیا گیا۔ اس بھی ناکامی ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوسی ہوگئی تو ریاست کے ایک ڈوگرہ سپاہی نگدا نے بڑی دلیری سے رات کی تاریکی میں دشمن کی زد کے نیچے سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر راستہ نکالا۔ اور اس کے مورچہ کے اوپر تک پہونچ کر واپس آیا۔ اس کی رہنمائی سے دوسرے دن اسی راستہ سے حملہ کیا گیا اور مورچہ کو توڑنے میں کامیابی ہوئی پھر یکے بعد دیگرے اور مورچے بھی توڑ دئے گئے اور دشمن کا تمام لشکر نلت اور مایوں دونوں طرف سے بھاگ گیا۔ راستہ کے کھل جانے پر فوج آگے بڑھی پہلے نگر پر قبضہ کیا بعد ازاں ہونزہ پر قبضہ کرلیا۔ صفدر علی خاں راجۂ ہونزہ اپنا خزانہ اور اسلحہ اور قیمتی

تمام محکموں کے کام کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا۔ اور انھیں ممبروں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

مالی۔ فوجداری اور دیوانی عدالتوں کو باقاعدہ تقسیم کیا گیا۔ افسروں کے اختیارات کا تعین ہوا۔ عدالتوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ اور قریب قریب ہر ایک تحصیل میں جس کا صدر مقام کسی بڑے قصبہ میں واقع ہے ایک ایک منصف اور قریب قریب ہر ایک ضلع میں ایک ایک سب جج تعینات کیا گیا۔ مگر برخلاف عمل علاقہ انگریزی انھیں فوجداری اختیارات بھی عطا کیے گئے۔ اور عاملانہ و عدالتانہ کام کی علحدگی کے متنازعہ سوال کو عملی صورت دینے کا آغاز کر دیا گیا۔

ہر ایک شعبہ کے لیے قوانین و قواعد مرتب کئے گئے۔ اور کونسل کے ممبروں نے ہر ایک اہم امر کے لیے دستور العمل جاری کیے۔ اور ہر ایک کام کو قوانین۔ قواعد۔ اور دستور العمل کا پابند کیا۔

عدالتوں میں فرقہ وکلا کا رواج ہوا صرف سرحدی عدالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کاربیگار میں تدریج بہت تخفیف کی گئی اور بموقع دورہ و سفر ملازمان باربرداری کی مزدوری اور رسد کی قیمت ادا کرنے کا رواج ہوا مگر امراض مزمن جلد دور نہیں ہوا کرتے اس کی بیخ کنی پوری طرح سے نہیں ہو سکی۔

ملازمین کی بددیانتی اور خیانت میں خاصی حد تک اصلاح ہوئی۔

متذکرۂ بالا ملکی ترقیات کے ساتھ مہاراجہ پرتاب سنگھ کا عہد حکومت بلحاظ فتوحات سرحدی بھی بہت کامیاب اور ممتاز رہا ہے اور اس دوران میں سرحدوں کے انتظام اور استحکام میں بیحد ترقی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں گلگت میں برٹش ایجنسی کا دوبارہ قائم کیا جانا ایک بڑا اہم واقعہ ہے۔ اس کے تفصیلی واقعات اور افواج ڈوگرہ کے جنگی کارنامے بسلسلہ تاریخ گلگت اپنے موقع پر مذکور ہوں گے۔ مختصر حالات حسب ذیل ہیں۔

تسخیر ہونزہ و نگر ۱۸۹۱-۱۸۹۲ء سرکار انگلشیہ ہند نے پامیر کی طرف سلطنت روسیہ کی پیش قدمی کی رکاوٹ کی غرض سے ۱۸۸۹ء میں گلگت برٹش ایجنسی کو دوبارہ قائم کیا۔ اور کرنیل الجرنن ڈیورینڈ کو برٹش ایجنٹ

فروری ۱۸۹۳ء میں اہل چیلاس نے اقوام تانگیر و کوہستان کے ساتھ اتحاد کر کے چھاؤنی چیلاس پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔ جس میں میجر دانیال کمان افسر اور چند ریاستی افسران اور کچھ سپاہ جان نثار ہوئے۔ مگر بالآخر دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ کوہستانیوں کا لشکر آدھے سے زیادہ مارا گیا۔ باقی بھاگ گیا اس کے بعد چیلاس پر پورا قبضہ کر لیا گیا۔ زبردست چھاؤنی مقرر کر دی گئی اور دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر چیلاس اور بونجی کے درمیان راستہ درست کر کے حفاظتی چوکیاں مقرر کر دی گئیں بعد میں چیلاس میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا گیا اور باقاعدہ سڑک تیار کی گئی۔

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

۱۸۸۹ء میں امان الملک مہتر چترال تھا۔ کرنل ڈیورنڈ نے گلگت ایجنسی کے قائم ہونے پر اس کے ساتھ تعلقات دوستانہ پیدا کر کے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ دو سال بعد اس وظیفہ میں اس شرط پر اضافہ کر دیا گیا کہ امان الملک امور خارجیہ اور سرحدات کی حفاظت کے متعلق سرکار برطانیہ ہند کے مشورہ پر عمل کریگا۔ مہتر مذکور ۱۸۹۲ء میں فوت ہوا۔ اس وقت اس کے بیٹوں کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ پیدا ہوا پہلے افضل الملک قابض ہو گیا۔ پھر اس کے چچا شیر افضل نے اس کو قتل کر کے قبضہ حاصل کیا۔ بالآخر نظام الملک نے شیر افضل کو بھگا کر قبضہ حاصل کیا۔ اور چونکہ وہ سب بھائیوں سے بڑا تھا اسے سرکاری طور پر مہتر تسلیم کیا گیا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی امیر الملک سے ہمیشہ خائف رہتا تھا۔ اور اس کو قتل کر کے اپنا راستہ صاف کرنا چاہتا تھا مگر اس کی اجازت اسے نہیں ملی آخر کار چترال کا دستور کہ قتل کرو۔ یا قتل ہو جاؤ غالب آیا۔ اور ۱۸۹۵ء میں امیر الملک نے اسے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت ڈاکٹر جارج رابرٹسن برٹش ایجنٹ گلگت تھے۔ وہ گلگت سے ریاست کے جرنیل باج سنگھ اور میجر بھیکم سنگھ کو مع کسی قدر فوج کشمیر امپیریل سروس اور چند جوان سکھ فوج سرکار انگلشیہ کے جو گلگت میں بطور باڈی گارڈ برٹش ایجنٹ کے تعینات تھی اور چند برٹش افسروں کو اپنے ساتھ لیکر حالات کا بچشم خود ملاحظہ کرنے کی غرض سے چترال پہونچے۔ اس اثنا میں عمرا خان خان جنڈول و دیر نے جو امیر الملک کا بہنوئی

سامان لے کر مع عذرا خاں راجہ نگر کے فوج ظفر موج کے پہونچنے سے پہلے ہی نزہ کلک کی طرف بعزم چینی ترکستان فرار ہوگیا تھا۔ مسگر تک جو کوتل کلک کے دامن میں واقع ہے۔ اُس کا تعاقب کیا گیا۔ مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔

کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کو ہونزہ و نگر پر قبضہ رکھنے کے واسطے ہونزہ اور چھلت میں تعینات کر دیا گیا۔ باقی فوج گلگت کو واپس ہو گئی۔ ہونزہ میں صفدر علی خاں کے بھائی محمد نظیم خاں کو راجہ مقرر کیا گیا۔ نگر میں جعفر خاں کی راجگی کو جاری رہنے دیا گیا۔ اور اس کے دوسرے بیٹے سکندر خاں کو ولی عہد اور سربراہ مقرر کر دیا گیا بعد میں عذرا خاں کو چینی افسران کاشغر نے گرفتار کر کے گلگت میں بھیج دیا۔ جو کہ سری نگر میں مدت العمر قید اور نظر بند رہا۔ اور بالآخر وہیں فوت ہوا۔

تسخیر چیلاس سنہ ۱۸۹۳ء

اس معرکہ کے بعد افواج ڈوگرہ نے وادی سندھ میں اپنی تلوار کا زور دکھلایا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ پہلے اہل گورنے کرنیل ڈیورینڈ کے پاس بذریعہ اپنے وفد کے اظہار فرمانبرداری کیا تھا اور یہ درخواست کی تھی کہ انھیں ریاست کشمیر کی سرپرستی میں لے لیا جائے تاکہ وہ چیلاس والوں کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔ اس کے استحکام کی غرض سے نومبر سنہ ۱۸۹۲ء میں ڈاکٹر رابرٹسن کو بطریق سفارت ایک حفاظتی دستہ فوج ریاست کے ساتھ گور میں بھیج دیا گیا۔ وہاں وہ گور کی پائیں سرحد پر تھا کہ اسے خبر ملی کہ اہل چیلاس نیا اس کے اوپر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ اپنے لشکر کا ایک دستہ اُنھوں نے اس کی واپسی کا راستہ روکنے کی غرض سے بھیج دیا ہے۔ لہذا اس پھندے سے بچنے کے خیال سے وہ بونجی واپس آنے کے بجائے نیچے کی طرف تھا لیپت میں اُتر گیا اور قلعہ کے اندر مقیم ہو گیا۔ یہاں سے اُس نے اہل چیلاس کے ساتھ بذریعہ سفارت اپنی واپسی کا انتظام کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے اس کے آدمیوں کو قتل کر دیا ڈاکٹر رابرٹسن نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ مگر چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔ حتیٰ کہ گلگت سے کمک کے پہونچنے پر اس نے چیلاس پر حملہ کر کے چیلاس کو تسخیر کر لیا اور وہاں چھاؤنی مقرر کر کے خود واپس چلا آیا۔

دیدیے تھے بعد میں بمنظوری سرکار اُسے تمام ملک کٹور کا مہتر تسلیم کیا گیا۔ اور ملک خوش وقتیہ کو جو چترال سے بطرف گلگت ایک پڑاؤ کے فاصلہ سے شروع ہوکر پونیال کی سرحد پر ختم ہوتا تھا ریاست کشمیر کے ساتھ الحاق کر لیا چترال میں ایک پولیٹیکل افسر تعینات کیا گیا اور فوج سرکار انگلشیہ کی چھاؤنی دروش میں بنائی گئی۔ اس فوج کا کچھ حصہ چترال میں بھی تعینات کیا گیا۔

یہ انتظام کچھ عرصہ جاری رہا۔ پھر چترال کو پولیٹیکل ایجنسی مالاکنڈ کے ماتحت کر دیا گیا اور چند سال بعد مہتر شجاع الملک کے اصرار پر چترال سے کوتل شاندور تک نصف سے زیادہ حصہ ملک خوش وقتیہ کا مہتر کو حوالہ کر دیا گیا۔ باقی نصف ورہ شاندور سے سرحد پونیال تک یعنی علاقہ جات کوہ۔ غذر۔ یاسین و اشکومن بدستور شامل ریاست رہے۔ اس طرح سے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتح مندوری کوٹ بالآخر بار آور ثابت ہوئی۔

بعد میں جنگ افغانستان ۱۹۱۹ء میں مہتر شجاع الملک کے لشکر نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ ان کے صلہ میں اُس کو خطاب ہز ہائینس اور اعزاز کے۔ سی۔ آئی۔ ای اور سلامی ۱۱ توپ عطا ہوئی۔ اب چترال فعلاً ایک چھوٹی سرحدی ریاست کے درجہ پر پہنچ گئی یہ تینوں فتوحات مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد کی بڑی نمایاں یادگاریں ہیں جن میں افواج ریاست نے برہنمائی افسران انگریزی بہت بڑی جوانمردی دکھلائی ہے معرکۂ چترال کے بعد سرحد گلگت پر اب تک کوئی فساد نہیں ہوا ہے۔ البتہ افواج ریاست نے یورپ کی جنگ عظیم میں بہت کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور بڑی نیکنامی حاصل کی ہے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا دربار

مہاراجہ کا دربار کھلا ہوا رہتا تھا۔ اور ان کے والد بزرگوار مہاراجہ رنبیر سنگھ کی طرح اُن کے دربار میں بھی کسی کے لئے رکاوٹ نہ تھی۔ ان کا معمول یہ تھا کہ صبح کے وقت وہ اپنے خانگی مندر میں پوجا کے لئے آجاتے تھے۔ دراصل یہ ایک قسم کا دربار تھا جہاں خاص خاص آدمی باریاب ہوتے تھے اور ان کے معاملات طے پاتے تھے بعد ازاں دوپہر کے قریب وہ کھانے سے فارغ ہوکر دربار میں آجاتے تھے۔ یہاں تمام درباری اور اہل غرض پہلے سے حاضر ہو جاتے تھے۔ اور اُن کا سکریٹری بھی بستہ لئے ہوئے تیار رہتا تھا سائلوں کی عرضیاں کی

تھا بامداد اپنے رسالہ کے اس مشن کے خلاف چترال پر حملہ کر دیا۔ اور شیر افضل بامداد
عمرا خاں چترال میں پہونچ گیا۔ ڈاکٹر رابرٹسن اُس کی فوجی قوت کی طرف سے
اطمینان کرنے کے بغیر اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے قلعہ سے
باہر نکلے۔ میدان چوگان بازی سے آگے بڑھکر ایک پہاڑی پر پہونچے تو دشمن
کی طرف سے گولی برسنی شروع ہوگئی۔ جنرل باج سنگھ جان نثار ہوئے۔ اور میجر بھیکم سنگھ
کو مہلک زخم لگا۔ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ کپتان بیرڈ جاں نثار ہوا۔ اور کچھ سپاہی
کام آئے اب یہ فوج پسپا ہوئی۔ دشمن نے آگے بڑھکر راستہ روک لیا اور میدان چوگان
بازی میں بہت نقصان پہونچایا۔ الغرض بہزار خرابی اندھیرا ہو جانے کے بعد یہ منہزم
فوج قلعہ میں واپس پہونچی۔ دشمن نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور عرصہ تک جنگ جاری
رہی گلگت سے جو کمک بھیجی گئی وہ بھی راستہ میں مقتول ہوئی

ان اخبار کے معلوم ہونے پر سرکار ہند نے گلگت اور پشاور دونوں طرف سے
چترال کو کمک بھیجنے کا حکم دیا۔ لفٹنٹ جنرل سر رابرٹ لو دس ہزار فوج لے کر پشاور کی
طرف سے۔ اور لفٹنٹ کرنیل کیلی کمان افسر چترال ریلیف فورس اپنی پلٹن سفر مینا متعینہ گلگت اور
جس قدر کشمیر امپیریل سروس فوج گلگت سے لیجا سکتی تھی وہ سب اور پہاڑی توپخانہ
ریاست اپنے ساتھ لے کر مع جملہ فوجی افسران کے جو گلگت میں موجود تھے اور مع ملکی
لیویوں کے چترال کو روانہ ہوئے لیوی وہ سپاہی ہیں جنہیں والنٹیر کے طور پر بھرتی کر کے
سالانہ چند روز فوجی تعلیم دی جاتی ہے اور جنگی خدمات کے لیے تیار رکھا جاتا ہے جس کے
عوض کچھ رقم ادا کی جاتی ہے۔ راستہ میں جابجا ان کی رکاوٹ ہوئی۔ مگر اس کا مقابلہ کرتے ہوئے
یہ فوج جنرل لو کی چترال ریلیف اکسپیڈیشن سے دو ایک روز پیشتر چترال پہونچ گئی۔ عمرا خاں
اور شیر افضل نے جب دیکھا کہ دونوں طرف سے فوج آرہی ہے اور ان کے لیے پھندا تیار
ہو رہا ہے تو اس کے پہونچنے سے پہلے ہی وہ محاصرہ چھوڑ کر مع اپنے ساتھیوں کے افغانستان
کی طرف نکل گئے۔ اور اہل قلعہ آزاد ہو گئے۔

ڈاکٹر رابرٹسن نے چترال پہونچکر امیر الملک کو نظر بند کر لیا تھا۔ اور اس کے چھوٹے بھائی
شجاع الملک کو جو اس وقت بالکل نوجوان تھا تابع منظوری سرکار ہند مہتر کے اختیارات



سري راجه سر امر سنگهه صاحب بہادر
کے - سي - ايس - آئي
مدارالمہام و کمانڈر انچیف افواج مملکت جموں و کشمیر وغیرہ

ساعت ہوتی تھی۔ اور احکام صادر کیے جاتے تھے۔ لوگوں سے بات چیت ہوتی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی پیشی کا معمولی کام جاری رہتا تھا۔ دو بجے کے قریب یہ دربار عام ختم ہو جاتا تھا۔ اور مہاراجہ دم بھر حقہ کشی کے ساتھ آرام کرتے تھے۔ پھر دربار خاص شروع ہوتا تھا۔ جملہ منسٹر اور خاص درجہ کے عہدہ دار حاضر ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ معاملات طے کئے جاتے تھے اور عام قسم کی باتیں بھی ہوتی ہیں اور کاروبار ریاست جاری رہتے تھے۔ یہ دربار مہاراجہ کی طرف سے اجازت ہونے پر ختم ہوتا تھا۔

پرائیوٹ قسم کا ایک اور دربار رات کے وقت ان کے کمرے میں منعقد ہوا کرتا تھا جو خاص قسم کے اعلیٰ طبقہ کے ملازم وغیر ملازم اشخاص پر محدود تھا۔ اسمیں پرائیوٹ قسم کی باتیں بے تکلفانہ اور نہایت آزادی سے ہوتی تھیں۔ لوگوں کے گھربار اور بچوں کے حالات خیریت دریافت کئے جاتے تھے۔ ان کے آرام وآسائش کے متعلق بحث ہوتی تھی۔ بچوں کی تعلیم وتربیت اور ملازمت کے متعلق تجاویز پیش اور طے ہوتی تھیں۔ یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہتا تھا اس سلوک نے اہل دربار کو مہاراجہ کا گردیدہ بنا دیا تھا۔

مہاراجہ کا حافظہ خصوصیت سے بہت اعلیٰ تھا جس کسی کو مہاراجہ نے ایک دفعہ دیکھ لیا اسے وہ کبھی نہیں بھولتے تھے اور دیکھتے کے ساتھ ہی پہچان لیتے تھے اور جن امور کے متعلق اس سے پہلے تذکرہ ہو چکا ہوتا تھا اسی سلسلہ میں گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ لوگوں سے اس درجہ محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے کہ ہر درجہ کے لوگ جنہیں دو ایک دفعہ باریابی ہو گئی۔ مدت العمر گردیدۂ احسان رہتے تھے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ نے چالیس سال اور چار ماہ نہایت نیک نامی اور اور کامرانی کے ساتھ حکومت کر کے پچھتر سال کی عمر میں بمقام سری نگر دارالحکومت کشمیر ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۵ء کو عالم جاودانی کی طرف سفر اختیار کیا۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کا عہد کیا بلحاظ ترقیات انتظامی اور کیا بلحاظ وسعت حدود اراضی بہت ممتاز رہا ہے۔ عام انتظام میں افسران ریاست کو صوبہ پنجاب کے ساتھ ہمسری کا دعوی رہا ہے اور وسعت سلطنت کے لحاظ سے ہندوستان کی کوئی ریاست اسکی

ہمسری کو نہیں پہونچ سکتی تھی۔ اُس کی سرحد سلطنت چین کے صوبہ کاشغر سے تجاوز کر کے صدہا میل تک سلطنت افغانستان کے ساتھ ملتی تھی اور اسی مناسبت سے نائٹ نے تسخیر ہنزہ کا بیان لکھنے کے بعد اپنے سفرنامہ کو "ویر تھری امپائرس میٹ" یعنی "جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں" کا نام دیا ہے۔

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی جگہ اُن کے جواں بخت بھتیجے مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر سریر آرائے حکومت ہوئے لیکن انکے عہد کے حالات کا اندراج اس کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ لہذا جوان بخت مہاراجہ بہادر اور ان کے بلند اقبال ولیعہد کی صرف شبیہہ شامل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔



از دست مبارک بہ ادجل دیدار نرل بدھ مقرب بارگاہ سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ راجہ گلاب سنگھ مہربن فرمودہ و از راہ کمال توجہات کمو مہربانی و بجا آوری حسن خدمات سرکار والا فشفقہ راج ملک سندر التہ دروجہ ادجل دیدار نرل بدھ راجہ سوچیت سنگھ جیو از حضور فیض گنجور عطا مرحمت شدہ کہ حاصلات آنرا در مایحتاج خود آوردہ نسلاً بعد نسلٍ می خوردہ باشند و بجد یات و خیرخواہی و نمک حلالی سرکار والا سرگرم باشند کہ لفضل سری اکال پورکھ جیو ہر کس کہ از خاندان عالیشان سرکار فیض آثار خواہد بود بموجب ہمیں پروانہ حضور انور بعمل آوردہ وہیچ فرق و تفاوت نخواہد ساخت و ہر کس کہ از پشت راجہ ہائے و میاں موصوف بودہ باشد کمر ہمت لبستہ در نوکری و خیرخواہی و فرمانبرداری و نمک حلالی سرکار فیض آثار حاضر و رجوع باشند۔ لہذا پروانہ والا بصحیح و پنجہ زعفرانی بدست مبارک مزین فرمودہ عطا شد۔ تحریر بتاریخ چہارم ماہ ہاڑ سمبت ۱۸۷۹ پروانگی حضور (مطابق جون ۱۸۲۲ء)

---

(۲) عہدنامہ لداخ فیما بین دولتین عالیین لہاسہ و جموں

چوں درایں زمان فرخندہ عنوان بتاریخ دوم ماہ اسوج سمبت ۱۸۹۹ ایان افسران لہاسہ یکے کالون زور کھانگ دوویم پی شی شاٹا افسر افواج خاقان چین و از طرف سری مہاراجہ صاحب راجہ راجگان راجہ صاحب بہادر راجہ گلاب سنگھ جی دو افسر یکے صاحب مختار الدولہ دیوان ہری چند دوویم وزارت پناہ وزیر رتنوں در مجلس صلح و عہد و پیمان باتفاق ہمدیگر نشستہ و طریقہ و سررشتہ دوستی و واحد خانگی بعہد باطنی جانبین و اقسام قسم ہائے کونچوک صاحب یاد کردہ چنیں قرار داد مقرر شدہ کہ رابطہ صلح و صلاح و واحد خانگی سری مہاراجہ صاحب بہادر راجہ گلاب سنگھ جی و خاقان چین و لامہ گورو صاحب لہاسہ والہ از روئے صفائے باطنی ابتدائے حال تا ابد الدہر مستحکم و مربوط خواہد بود و بحضور کونچوک صاحب بوجہے من الوجوہ عدول و فرق و قصور نخواہد شد و آنچہ کہ حد

باب چوتھا

سندات وعہدنامہ جات وغیرہ

(۱) سند عطاکردہ مہاراجہ رنجیت سنگھ جی شہریار لاہور

(داہنے ہاتھ کی چھاپ)

(مہر) (صحیح خاص)

دراین وقت فرخندہ رخت ازراہ تفقدات وتلطفات راج ملک چکلہ جموں
کہ از آباء و اجداد ملک موروثی وملکیت بزرگان اوجل دیدار نرمل بدھ مقرب
بارگاہ سلطانی خیرخواہ بلا اشتباہ راجہ گلاب سنگھ واوجل دیدار نرمل بدھ مقرب
بارگاہ سلطانی میاں دھیاں سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ بود از خود سالگی کہ قریب
دہ دوازدہ سال عمر مشارالیہماں بود کہ در جناب فیض مآب شرفیاب گردیدہ اند
وہم آباء و اجداد مومی الیہمان از قدیم الایام پشت در پشت دربجا آوری حسن خدمات
سنگھ صاحب فیاض سرگباشی ابری صاحب ام مہان سنگھ جیو از صدق دل حاضر
ماندہ بودند وہم ہرسہ اوجل دیداران غاشیہ عبودیت وفرمانبرداری وخیرخواہی
وخیراندیشی وحاضرباشی بردوش جان کشیدہ دقیقہ از دقائق نمک حلالی و
جانفشانی ونوکری فروگذاشت نکردہ در ہر جنگ ومعرکہ مثل افتتاح ملتان وکشمیر
واقتال مفسدان بداندیش آنروے دریاے سندھ وافواج امدہ کابل وپشاور
وغیرہ از سرگذشتگی وجان نثاری ومردانگی فرق وتفاوت بمیان نیاوردہ لہذا
ملک چکلہ مذکور در وجہ راجہ موصوف نسلاً بعد نسل عطا ومرحمت شدہ وتنقہ راج مذکور

رائٹ آنریبل سرہنری ہارڈنگ جی سی۔ بی۔ گورنر جنرل بہادر یکے از مشیران خاص حضور فیض معمور حضرت ملکہ معظمہ انگلستان اند کہ از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بنا بر انجام و انصرام تمامی امور جزو کل ہندوستان ماموراند حاصل شدہ از طرف مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر والی لاہور بواسطہ بھائی رام سنگھ و راجہ لعل سنگھ و سردار تیج سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والہ و سردار رنجور سنگھ و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور الدین معتبرانے کہ از طرف مہاراجہ دلیپ سنگھ والی لاہور برائے انعقاد عہد نامہ ہذا معین و مامور شدہ اند حسن انعقاد پذیرفتہ۔

دفعہ اول۔ سررشتہ صلح و موافقت و طریقہ دوستی و مواحدت فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر و وارثان و جانشینان شان نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ مویداً جاری و برقرار خواہد ماند۔

دفعہ دویم۔ مہاراجہ لاہور تمامی مکانات و علاقہ جات کہ بطرف جنوب جانب چپ دریائے ستلج یعنی طرف لودھیانہ و فیروزپور واقع است چہ از طرف خود و چہ از طرف اولاد و وارثان و قائم مقام خود نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ واگذاشتہ و از ہر قسم دعوی آں دست بردار شدہ اند و اقرار می نمایند کہ گاہے از مکانات مذکورہ با ساکنان آں جا نوعی علاقہ و سروکار نخواہند داشت۔

دفعہ سویم۔ مہاراجہ صاحب علاقہ ملک مابین ہر دو دریائے ستلج و بیاس مع کوہستان متعلقہ ہر دو دریائے مذکور کہ باقرار لادعوگی سرکار لاہور از ملک مذکور در آمدہ بسرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر برائے دوام تفویض نمودند۔

دفعہ چہارم۔ چونکہ سرکار انگلشیہ از ریاست لاہور بجہت تلافی اخراجات جنگ و محاربہ علاوہ ملک مفوضہ مندرجہ دفعہ سویم عہد نامہ ہذا مبلغ یک نیم کرور روپیہ طلب ساخت و سرکار لاہور بہ ادائے زر نقد کلی و اضاعنی لائق اعتبار و دلجمعی سرکار انگلشیہ استطاعت و استعداد ندارد لہذا مہاراجہ صاحب قلعہ جات و ممالک و حقوق علاقہ مملکت کوہستانی کہ مابین دریائے بیاس و سندھ جانب ہزارہ واقع اند مع دیار کشمیر و ہزارہ و متعلقہ آن بعوض کرور روپیہ من جملہ زر مطلوبہ بسرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر

حدود ملک لداخ مع اطراف از قدیم الایام مقرر است ہمراہ آں گاہے واسطہ و غرض اصلاً و مطلقاً نیست و نخواہم کرد۔ و اجراے پشم شال و چاے بموجب آئین قدیم سال بسال از راہ لداخ خواہم ساخت و اگر کسے از مخالفان سری راجہ صاحب بہادر در اطراف و ملک ہاے ما یاں دار د شود سخنہاے مخالفان مذکورہ را پذیرا نمی کنم۔ و مشار الیہماں را در ملک خود جاے نمی دہم۔ آں کہ سوداگران لداخ در اطراف ہاے ما می آیند آنہا را مزاحمت نخواہد شد۔ و ایں کہ در عہد و قرار و اد یگانگی و دوستی دو ا حد خانگی و مقرری حد حدود ملک لداخ و جاری گذاشتن راہ پشم شال و چاے نوشتہ دادیم سر موے خلاف نمی سازیم۔ براے عہد و قول کوچھوک صاحب و گا تری دیوی و چوہ مہان و خوش حال چوہ گواہ اند۔ تحریر عہد نامہ دوم ماہ اسوج سمت ۱۸۹۹ مطابق ستمبر ۱۸۴۲ء)

(مہر و غیرہ)

(۳) عہد نامۂ لاہور مرقومہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء فیما بین سرکار انگلشیہ و سرکار لاہور

چونکہ عہد نامۂ دوستی و اتحاد کہ در ۱۸۰۹ء فیما بین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ رنجیت سنگھ مرگ باشی والی لاہور زیب توثیق پذیرفتہ بود از تاخت و شورش نمودن افواج سرکار لاہور بلا سبب بر مملکت سرکار انگلشیہ در ماہ دسمبر گذشتہ منقضی گردید و چونکہ اندر ان ہنگام از روے اشتہار مرقوم سیزدہم ماہ دسمبر مکانات کہ اندران وقت بقبضۂ مہاراجہ صاحب لاہور جانب چپ دریاے ستلج بود بہ ضبطی در آمدہ شامل مملکت انگلشیہ گشتہ و از اں وقت آں چناں جنگ و جدل از طرف سرکارین باہم گر برپا شدہ کہ ثمرہ و نتیجہ اش موجب رسیدن فوج انگریزی در لاہور گردید و چونکہ ایں معنی استقرار پذیرفتہ کہ سر رشتہ مصالحت و موافقت از روے بعضے شرائط باز منضبط و مستحکم گردد لہٰذا عہد نامہ مصالحت فیما بین سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر و سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ بہادر والی لاہور و اخلاف و وارثان و جانشینان ایشان کہ از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر کہ بصاحبان ممدوحین اختیار کلی درایں باب از طرف نواب مستطاب معلی القاب

سرکار انگریزی و سرکار لاہور باشد بدیں نمط خواہد بود کہ از آمدنی نصف سرکار کمپنی و نصف تفویض سرکار لاہور بعد وضع اخراجات خواہد شد و شرائط ایں دفعہ متعلق بگذرات متقابل علاقہ بہاولپور ندارد

دفعہ دہم۔ احیاناً اگر سرکار انگلشیہ را بنا بر حفاظت ملک خود یا ملک متعہدان خود انتہا ض و گذر افواج انگریزی از مملکت مہاراجہ صاحب ضرور گردد پس در ہیچو وقت خاص بعد از اطلاع دہی گذر افواج انگریزی از راہ ملک سرکار بلا مزاحمت و ممانعت از جانب سرکار موصوف خواہد بود بلکہ اہلکاران سرکار مہاراجہ لاہور در فراہمی سامان مطلوبہ لشکر ظفر پیکر از قسم سفالیں و رسد و چارہ و دواب و امداد و اعانت بذل خواہند کرد و از سرکار ممدوحہ قیمت واجبی ہر چیز دادہ خواہد شد و تلافی نقصان زراعت بخوبی خواہد شد و سرکار انگلشیہ ہر نمط لحاظ بابت رسوم دھرم و دین سکنائے ملک لاہور خواہند داشت۔

دفعہ یازدہم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ بدون استرضا و استجازت اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر کسے از مردمان ولایت انگلستان را یا دیگر مردم فرنگ یا متوطنان امریکہ ملازم و نوکر نخواہند داشت۔

دفعہ دوازدہم۔ بجلدوے خدمت گذاری راجہ گلاب سنگھ رئیس جموں کہ در باب ازدیاد روابط دوستی و اتحاد فیما بین سرکار لاہور و سرکار دولتمدار انگلشیہ از راہ نمک حلالی در قیام ریاست لاہور تقدیم رسانیدہ مہاراجہ صاحب قول و قرار می نمایند کہ اقتدار بالاستقلال راجہ گلاب سنگھ را در ہمچنیں علاقہ جات کوہستانی کہ از روئے اقرار علیحدہ فیما بین راجۂ موصوف و سرکار انگلشیہ براجہ معز الیہ تفویض خواہد یافت مع متعلقات آں کوہستان کہ از عہد مہاراجہ کھڑک سنگھ سرگباشی تحت قبضہ راجہ گلاب سنگھ است مقبول و منظور خواہند داشت و ہم سرکار انگلشیہ بلحاظ حسن رویہ راجہ گلاب سنگھ اعتراف می فرمایند کہ اقتدار بالاستقلال راجۂ موصوف در ہمچنیں علاقہ جات قبول و پذیرا خواہند نمود و راجۂ موصوف را در زمرۂ متعہدان ایں سرکار گردوں وقار دانستہ بعطائے عہدنامۂ علیحدہ ممتاز خواہند فرمود۔

برائے دوام تفویض نمودند

دفعہ پنجم۔ مہاراجہ صاحب بروقت حسن انعقاد یا نفتن عہدنامۂ ہذا وا قبلش مبلغ پنجاہ لک روپیہ بسرکار انگلشیہ خواہند رسانید۔

دفعہ ششم۔ مہاراجہ صاحب اعتراف می سازند کہ مفسدان را از افواج لاہور معزول و موقوف خواہند ساخت و اسلحہ ہم از انہا خواہند گرفت و دراین معنی مقر می شوند کہ نظم و نسق فوج آئین را بموجب آئین کہ در باب تنخواہ و مواجبات آنہا کہ در وقت مہاراجہ صاحب رنجیت سنگھ سرگ باشی جاری بود باز خواہند نمود و نیز مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ تنخواہ باقی واجبی افواج معزولین بموجب احکامات دفعۂ ہذا ادا خواہند ساخت۔

دفعہ ہفتم۔ فوج آئین و ضروری در ریاست لاہور منحصر بر تعداد دوازدہ ہزار سوار و بست و پنج پلاٹن ازین وقت خواہد ماند کہ در ہر یک پلاٹن آں ہشت صد مردم تفنگ بردار مقرر خواہد بود و آئین تعداد مجوزہ بلا استرضاے سرکار انگلشیہ گاہے تزاید نخواہد پذیرفت الا در صورت ضروری کدام مقدمہ اگر نگہداشت شود اطلاع نسبت آں بخدمت اہالیان سرکار انگریزی دادہ آید و بعد انقضاے مقدمہ ضروری باز تعداد فوج بشرح مرقومۂ بالا اسلم اند۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ اتواپ کہ در تعداد دو صد و سی و شش ضرب خواہد بود از آں توپہاے مقابلہ افواج انگریزی کردہ بودند داز بودن آنہا در جانب راست دریاے ستلج بضبط و اخذ سرکار انگلشیہ در جنگ بیرون ماندہ بسرکار انگلشیہ تسلیم خواہد نمود۔

دفعہ نہم۔ اختیار سرکار انگلشیہ بر دریاہاے بیاس و ستلج تا آنجا کہ دریاے ستلج بدریاے سندھ مخلوط می شود و از آں جا تا سرحد بلوچستان در باب محصولات درداہداری و عبور و مرور آنجا خواہد ماند از شرائط دفعہ ہذا ایچ و ذاب کشتی ہاے سرکار لاہور در دریاہاے مذکورین براے تجارت ماسواے مزاحمت دخل نخواہد بود و تجویز محصول بابت گذرات بمقاماتے کہ دریاے مذکور حد فاصل علاقہ

(۴) اقرارنامہ بعد از عہدنامہ

مرقومہ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء

چونکہ سرکار لاہور برائے استقامت فوج انگریزی تا چند مدت بنابر مخالفت شاہزادہ صاحب بہادر و مہارانی صاحبہ و مردم سکنہ لاہور و برطرفی مفسدان و بحالی سپاہ بموجب آئین عہدنامہ مقررہ دہم مارچ سنہ الیہ درخواست کرد۔ داین معنی بہ پیشگاہ بندگان حضور لارڈ گورنر جنرل بہادر بعد غور تامل قبول گردیدہ لہذا فیمابین سرکارعالیین اقرارنامۂ ہذا مشتمل بر ہشت دفعہ تکمیل یافت۔

دفعہ اول۔ آں قدر فوج کہ بنا بر حفاظت لاہور بدانست نواب گورنر جنرل بہادر کافی باشد تا اختتام ۱۸۴۶ء بشہر لاہور استقامت خواہند داشت مخفی نباشد کہ اگر وقتے قبل از انقضائے میعاد مذکور امر مرقوم بدانست دربار لاہور بانجام رسیدہ باشد و درخواست برخاستگی فوج از جانب لاہور شود بوقت مناسب برخاست کردہ خواہد شد لیکن بعد انقضائے میعاد مذکورہ بالا اقامت فوج نخواہد شد۔

دفعہ دوم۔ از طرف دربار لاہور اقرار گردیدہ است کہ تا آمدن فوج انگریزی بہ لاہور بر کل شہر لاہور فوج انگریزی را تسلط خواہد بود و افواج لاہور از کل شہر بیرون خواہد ماند۔ و سرکار لاہور اقرار می نماید کہ بالکل اخراجات فوج مذکور مثل سفر خرچ و بھتہ کہ بسبب اقامت در لاہور و بیرون از چھاؤنی ہائے انگریزی زیادہ از دستور مقرری خواہد شد ادا خواہند کرد۔ و مقام قیام ہائے افسران مع افواج بلحاظ مراتب آرام ہماں تجویز خواہند کرد۔

دفعہ سویم۔ سرکار لاہور اقرار می نماید کہ فوراً بلاتوقف بدل و جان پیروی و کوشش برائے انتظام افواج خود شرح صدر مندرجہ دفعہ ششم عہدنامہ مرقومہ ۹ مارچ سنہ حال خواہند کرد و اطلاع بقدر روئداد انتظام خدمت صاحب ایجنٹ گورنر جنرل بہادر و نائب شان مع مقامات استقامت فوج مقررہ جدیدہ خود کردہ خواہند داد

دفعه سیزدهم۔ احیاناً اگر فیما بین سرکار لاهور و راجه گلاب سنگھ نزاع و تکرار رود هر دو مهاراجه صاحب والی لاهور اقرار می نمایند که نزاع مذبوره را بپیش اهالی سرکار کمپنی انگریز بهادر رجوع خواهند ساخت و اهالی ممدوح هر چه از روے ثالثی رفع انفصال خواهند نمود۔ مهاراجه صاحب والی لاهور آں را بالطوع خاطر قبول و منظور خواهند داشت

دفعه چهاردهم۔ حدود مملکت لاهور بلا استرضاے سرکار انگلشیه گاهے تبدیل و تغیر نخواهد یافت۔

دفعه پانزدهم۔ سرکار انگلشیه در انتظام امورات ریاست لاهور دست اندازی نخواهند فرمود مگر در اموراتے که مهاراجه صاحب بهادر مصلحت و مشورت از سرکار انگلشیه خواهند خواست نواب گورنر جنرل بهادر صلاح صواب نظر بر انتظام ریاست موصوفه خواهند داد

دفعه شانزدهم۔ رعایا و ملازمان و تاجران سرکار انگریزی و سرکار لاهور در آمد و رفت ملک حدهاے بمنزله رعایاے ممالک دیگر که بآنها رابطه اتحاد مستحکم باشد متصور خواهد بود

ایں عهدنامه مشتملبر شانزده دفعه امروز بواسطه فریڈرک کرے صاحب بهادر و میجر لارنس صاحب بهادر حسب الحکم نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر هنری هارڈنگ جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بهادر که از طرف سرکار دولت مدار انگلشیه براے انجام ایں امر معین شدند و بواسطه بهائی رام سنگھ و راجه لعل سنگھ و سردار تیج سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والا و سردار رنجودھ سنگھ مجیٹھیه و دیوان دینا ناتھ و فقیر نور الدین که از طرف سرکار مهاراجه دلیپ سنگھ بهادر مقرر گردیده حسن انعقاد یافته و بمهر و دستخط نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر هنری هارڈنگ صاحب جی۔ سی۔ بی۔ گورنر جنرل بهادر و مهاراجه دلیپ سنگھ بهادر مزین گردیده۔ مرقوم بمقام لاهور بتاریخ نهم ماه مارچ ۱۸۴۶ء مطابق دهم شهر ربیع الاول ۱۲۶۲ھ هجری نیز مطابق ۲۹۔ پهاگن سمت ۱۹۰۲

(دستخط) ایچ۔ هارڈنگ
مهاراجه دلیپ سنگھ
و سات وزیران

معلی القاب رائٹ آنریبل سرہنری ہارڈنگ صاحب بہادر جی۔ سی۔ بی گورنر جنرل بہادر کہ یکے از مشیرانِ خاص حضور فیض معمور ملکہ معظمہ رفیع الدرجہ انگلستان علداللہ ملکہا و از طرف سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر بنابر انتظام و سرانجام تمامی امور جزو کل ہندوستان امور اند حاصل شد و اصالتاً مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بہ دفعات تکمیل یافتہ فقط

دفعہ اول۔ سرکار انگلشیہ دیار کشمیر و ہزارہ و جمیع ملک کوہستانی کہ مابین دریاے راوی و سندھ جانب ہزارہ واقع اند بمعہ متعلق آن کوہستان واقع جانب مشرق دریاے سندھ و جانب مغرب دریاے راوی مع علاقہ چمبہ سواے لاہول منجملہ ملک سرکار لاہور کہ بسرکار انگلشیہ از رو ے دفعہ چہارم عہدنامہ مرقومہ نہم ماہ مارچ سنہ ۱۸۴۶ء تفویض و تسلیم ساختہ اند بہ مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ براے اولاد ذکور صلبی شان براے دوام باختیار مستقل عطا نمودند۔

دفعہ دوئم۔ حدود شرقی علاقہ جات کہ بموجب دفعہ اول این عہدنامہ بمہاراجہ گلاب سنگھ مفوض شدہ بتجویز امین ہاے کہ از طرف سرکار انگلشیہ بمہاراجہ گلاب سنگھ مقرر خواہد شد تعین و تشخیص خواہد یافت۔ و بعد ملاحظہ مندرج اقرارنامہ علیحدہ خواہد شد۔

دفعہ سوئم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ بعوض عطا شدن ملک مندرجہ دفعات مذکور الصدر۔ بمہاراجہ موصوف مبلغ ہفتاد و پنج لک روپیہ نانک شاہی بسرکار انگلشیہ یک مرتبہ خواہد داد یعنی پنجاہ لک روپیہ بر وقت حسن انعقاد یافتن عہدنامہ ہذا و بست و پنج لک اندرون شش ماہ از تاریخ ہذا فقط۔

دفعہ چہارم۔ حدود ملک مہاراجہ گلاب سنگھ بلا استرضاے سرکار انگلشیہ گاہے تبدیل و تغیر نخواہد یافت۔

دفعہ پنجم۔ احیاناً اگر فیما بین مہاراجہ گلاب سنگھ و سرکار لاہور یا دیگر کدام سرکار قرب و جوار علاقہ مہاراجہ صاحب موصوف نزاع و تکرار رو دہد مہاراجہ موصوف اقرار می نمایند کہ نزاع مذبورہ را پیش اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر رجوع خواہند ساخت و اہالی ممدوح

دفعہ پنجم۔ سرکار انگریزی اقرار می نماید کہ حقوق آں ہمگی جاگیرداران کہ متوسلان خاص مہاراجہ رنجیت سنگھ بہادر سرگ باشی و مہاراجہ کھڑک سنگھ سرگ باشی و مہاراجہ شیر سنگھ سرگ باشی ہستند و جاگیر آنہا اندرون مقاماتے کہ از روے دفعہ ہشتم و چہارم عہدنامہ مورخہ نہم مارچ سنہ حال بتصرف سرکار انگریزی درآمدہ قائم خواہند داشت و جاگیرات مذکورہ در حین حیات ضبط نخواہند شد

دفعہ ششم۔ سرکار لاہور در تحصیل حساب واجب الوصول و بقیات از کارداران سابقہ خود تا نہایت فصل خریف گذشتہ سنہ ۱۹۰۲ بکرماجیت اعانت و امداد از سرکار انگریزی خواہند یافت۔

دفعہ ہفتم۔ سرکار لاہور را اختیار خواہد بود کہ ہمگی خزانہ و مال و ذخیرہ از راہ خود سواے ابواب از مکانات مندرجہ دفعہ سویم و چہارم عہدنامہ مورخہ نہم مارچ سنہ الیہ بگیرند۔ سرکار انگلشیہ را اختیار خواہد بود کہ ہر چہ خریدن آں منظور باشد بقیمت واجب پیش خود دارند و ہر چہ باقی باشد بصورت خواہش سرکار لاہور باعانت ملازمان سرکار انگریزی نیلام شدہ زر قیمت آں عائد سرکار لاہور شود۔

دفعہ ہشتم۔ از سرکار عالیین امناے براے تجویز و تقرر حدود درمیان ہر دو عملداری نسبت مقاماتے کہ از روے دفعہ سویم و چہارم عہدنامہ مرقومہ نہم مارچ حال بقبضہ سرکار انگریزی درآمدہ فی الفور مقرر خواہند شد۔ بتاریخ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء بمقام چھاؤنی میانمیر

(۵) عہدنامہ فیمابین سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ

مرقومہ بمقام امرتسر بتاریخ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء

عہدنامہ ہذا فیمابین سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ رئیس جموں بواسطہ فریڈرک کرے صاحب بہادر بارنٹ و میجر لارنس صاحب بہادر کہ سفارتاً بصاحبان ممدوح اختیار کلی دریں باب از طرف نواب مستطاب

(۶) اقرارنامہ فیمابین سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ

در باب تبادلہ ہزارہ وغیرہ با علاقہ شرق جہلم

اقرارنامہ فیمابین سرکار مہاراجہ دلیپ سنگھ صاحب بہادر و سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بمنظوری دیوان دینا ناتھ و رائے کشن چند معتمدان سرکار لاہور و دیوان جوالا سہائے معتمد و قاضی محکم الدین وکیل مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بشرط منظوری اہالیان جلیل الشان صدر عالی قدر پیشگاہ حضور کرنیل سر ہنری منٹگمری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و ریزیڈنٹ لاہور در بارہ تبدیل ہزارہ و پکھلی و کموٹہ الی حدود مظفرآباد علاقہ مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر واقع جانب مغرب دریائے جہلم با علاقہ سرکار لاہور واقع مشرق دریائے جہلم طرف جموں بدین شرح است کہ طرفین منظور و قبول است کہ صاحب عالیشان کپتان ایبٹ صاحب بہادر بصلاح و منصفی کاغذات ملک ہزارہ وغیرہ غربی جہلم دیدہ معاملہ مشخص کردہ معافیات منہا نمودہ یک رقم سالیانہ قرار دادہ بقدر نصف آمدنی رقم ملک محاصل سالیانہ از شرق دریائے جہلم طرف جموں بعد منہائی معافیات مقرر و معین نمودہ یک حد مستحکم بنا بر رفع تکرار و مغالطہ دوام بدیں نمط کہ جانب مغرب دریائے جہلم لغایت حدود مظفرآباد و از انجا از نالہ کونہار یا راہ کوہستان یعنی از جائے کہ حد حتی الامکان راست شدن تواند و رائے صاحب ممدوح القدر لائق استواری باشد کشیدہ بیک خط تا دریائے سندھ رسانند کہ کدام نوع شک و شبہہ در علیحدگی آں ملک باقی نماند۔ بعد ازاں مبادلہ ہر دو ملک شود گاہے ازیں تجویز و تبدیل ہر دو سرکار را عدول و انحراف نخواہد بود و بر مقبوضہ خود قائم و قابض خواہد ماند۔ و اگر احیاناً تکرار رو دہد بہ رجوع در محکمہ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و ریزیڈنٹ لاہور انفصال خواہد یافت۔ یک نقل ایں اقرارنامہ بدستخط مقران طرفین بدفتر لاہور و یکے بدفتر جموں و نیز بدفتر جناب صاحب ریزیڈنٹ لاہور خواہد ماند فقط تحریر بتاریخ چہاردہم ماہ جیٹھ سمبت ۱۹ مطابق بست و پنجم ماہ مئی سنہ ۱۸۴۷ء روز سہ شنبہ مقام لاہور معہ نشانہ ہر چہار نشانہ

دستخط صاحب کلاں بہادر

ہر چہار نشانہ

دینا ناتھ۔ کشن چند۔ جوالا سہائے۔ محکم الدین

ہر چہ از روے ثالثی رفع و انفصال خواہند نمود مہاراجہ موصوف آں را بطوع و رغبت قبول و منظور خواہند داشت۔

دفعہ ششم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ خود و از طرف اولاد خود اقرار می نمایند کہ وقتے کہ فوج ظفر موج انگریزی در ملک کوہستانی دیگرے کہ ملحق علاقہ جات مہاراجہ صاحب موصوف باشد امور و متعین گردد مہاراجہ موصوف مع کل فوج خود عند الطلب شامل فوج انگریزی خواہند شد۔

دفعہ ہفتم۔ مہاراجہ صاحب اقرار می نمایند کہ بدون استرضاے و استجازت اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر کسے از مردمان ولایت انگلستان را یا دیگر مردم فرنگ و از متوطنان امریکہ ملازم و نوکر نخواہند داشت۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار می نمایند کہ شرائط دفعات پنجم و ششم و ہفتم اقرار نامہ علیحدہ کہ فیما بین سرکار انگلشیہ و دربار لاہور مورخہ یازدہم ماہ مارچ ۱۸۴۶ء زیب توثیق یافتہ درباره ملکے کہ مفوض مہاراجہ موصوف شدہ ملحوظ خواہند داشت فقط

دفعہ نہم۔ سرکار انگلشیہ اعتراف می نمایند کہ امداد مہاراجہ گلاب سنگھ در حفاظت راج و ملک مہاراجہ موصوف از دشمنان بیرونی خواہند کرد فقط

دفعہ دہم۔ مہاراجہ گلاب سنگھ اقرار می نمایند کہ نظر بر علو و عظمت و اقتدار سرکار انگریزی سال بسال یک راس اسپ و دوازدہ شاخ بز پشمین قسم اعلی شش نر و شش مادہ باشند و دو زوج دوشالہ کشمیر بطریق نذرانہ بسرکار انگلشیہ خواہند رسانید

ایں عہد نامہ مشتملبر دہ دفعہ بمہر و دستخط فریڈرک کرے صاحب بہادر و میجر لارنس صاحب بہادر سفارتاً از جانب نواب مستطاب معلی القاب رائٹ آنریبل سر ہنری ہارڈنگ جی۔سی۔بی۔ گورنر جنرل بہادر و اصالتاً از جانب مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بعد تکمیل مزین گردیدہ۔ مرقوم بمقام امرتسر۔ واقعہ ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء

(دستخط) ایف۔ کرے۔
(دستخط) ایچ۔ ایم۔ لارنس
(دستخط) ایچ۔ ہارڈنگ

گلاب سنگھ بہادر بظہور آید بنا براں تذکرہ با دیوان مسطور درمیان آوردہ حکم شد کہ خط بنام میاں صاحب موصوف بدیں مضمون ترقیم گردد کہ حالا مصلحت چناں است کہ آن مہربان معتمد خاص خود یعنی دیوان نانک چند و منشی ہرنام داس و یک دو کس دیگر کہ طبع سلیم و رویہ نیک داشتہ باشند بخیر خواہی خود و بہبودی آن مہربان خواستہ باشند مبدع فساد نبودہ باشند بزودی زود روانہ فرمانید از روئے مشورت معتمدان طرفین در حق آن یک فیصلہ تجویز سازند و یک نوشت مہری خود بابت کل مختاری معتمدان بدیں مضمون کہ ہرچہ معتمدان بمنصفی کرنیل لارنس صاحب بہادر فیصلہ خواہند ساخت قبول و منظور است نوشتہ سپرد آنہا باید کرد۔ چنانچہ بہمیں مضمون جاری شد فقط بست و ششم ماہ نومبر ۱۸۴۶ء

خط میاں جواہر سنگھ صاحب بدیں مضمون رسید کہ از ابتدائے سری مہاراجہ جی بجائے مہاراجہ سرگ باشی اند۔ دعوئے پسری و پدری از ہر باب دائماً مصمم است امید کہ مراسلۂ خود برائے موروثہ پسری و پدری و سلوک این خانہ بصوب سری مہاراجہ جی صادر گردد و یک انگشتری وجہہ عطایات گورنر جنرل بہادر رسید۔ چوں بعد ملاحظہ معلوم شد کہ نہ مہر بالائی لفافہ ہست و نہ نام و نہ اسم آرندہ خط است و یک شخص ولایتی کہ اکثر زبان فارسی می داند و چیزے واقف از خاندان راجگان کوہستان نیست۔ آوردہ ہمراہ قاضی محکم الدین گذرانیدہ نظر برآں بتاریخ مسطور خط دیگر بنام میاں موصوف بدیں مضمون تحریر یافت سپرد ولایتی مذکور بذمہ داری قاضی محکم الدین کردہ شد چگونہ دریافتہ شود کہ ایں خط ازاں مشفق است نہ جواب مطابق خط اول ایں جانب است و نہ شکریہ عطائے حضور لارڈ گورنر جنرل صاحب بہادر دام شوکتہم و نہ نوشت مہری آں صاحب بدست حامل خط است بنا براں ایں خط شک افتادہ و از ہمیں سبب صلاح اصلح چناں است کہ آں مشفق بذات خود بمقام لاہور تشریف آوردہ ملاقات بصاحب عالی شان جان لارنس صاحب بہادر نمایند۔ ہرچہ بمشورہ صاحب ممدوح الصدر قرار یابد براں عمل کردن مناسب است فقط

و بعدش نظر بر زود فیصلہ شدن ایں مقدمہ بتجویز تشریف بری جان لارنس صاحب بہادر قائم مقام ریزیڈنٹ لاہور بمقام جموں شدہ۔ چنانچہ دیوان جوالا سہائے

۱۰۱

(۷) روبکاری باجلاس سر فریڈرک کرے صاحب بہادر بارنٹ ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب ریزیڈنٹ لاہور و کمشنر اعلیٰ

مابین بحرین جمن و بیاس واقع دوازدہم ماہ مئی ۱۸۴۸ء مقام لاہور

میاں جواہر سنگھ صاحب و میاں موتی سنگھ صاحب ابنائے راجہ دھیان سنگھ صاحب سرگباشی

مدعیان

بنام

مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب

مدعا علیہ

دعویٰ جاگیر راجہ دھیان سنگھ والد خود علاقہ چھبال و پونچھ وغیرہ آمدنی چار لکھ و پنجاہ ہزار تخمینا۔ و جاگیر راجہ ہیرا سنگھ جسروٹہ وغیرہ آمدنی پنج لکھ روپیہ۔ نصفی جاگیر نقدی راجہ سوچیت سنگھ بلا امتداد نقد و جنس۔ و حصہ جموں آمدنی سہ لکھ روپیہ۔

امروز مسل مقدمۂ ہذا بالمواجہ میاں جواہر سنگھ صاحب و میاں موتی سنگھ صاحب برادرزادگان مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر مدعیان و دیوان جوالا سہائے مختار کل سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر در پیش گردید۔ کاغذات مشمولہ مسل از اول تا آخر بلاحظہ و سماعت درآمد۔ و سوائے آں دستاویزات و سندات عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر سرگباشی ہر قدر کہ طرفین بلاحظہ درآوردند دیدہ شد۔ واضح گردید کہ یازدہم اگست ۱۸۴۷ء دعویٰ مندرجۂ عنوان روبکاری تبقرر مہر سنگھ معتمد مدعیان باجلاس صاحب عالی شان کرنیل ہنری منٹگمری لارنس صاحب بہادر ایجنٹ ریزیڈنٹ سابق لاہور پیش شدہ۔ صاحب موصوف حرف کیفیت از مہر سنگھ نویسانیدہ بلا دستخط و بقرار حکم خود بدفتر فرستادہ اند۔ ہیژدہم نومبر ۱۸۴۷ء روبکاری بدین خلاصہ تحریر یافت کہ دریں ولا دیوان جوالا سہائے مدار المہام و مختار کل سرکار مہاراجہ صاحب بہادر بمقام لاہور رسیدہ اند منشائے ایں جانب چنین است کہ بالکل صفائی امشفق مہربان میاں جواہر سنگھ صاحب با مہاراجہ

لاہور بسبب آمدن نزلہ تا تاریخ دہم ماہ ماگھ بودن مہورت از روے شاستر رسید
ہماں تاریخ بسبب لیت و لعل میاں صاحب در تشریف آوری خود بدربطہ لاچاری
جواب نوشتہ شد کہ آں مشفق را در آمدن و نہ آمدن اختیار است طورے کہ مرضی باشد
نمایند- ایں جانب را ہیچ پروا نیست- سیزدہم ماہ مارچ ۱۸۴۸ء خط میاں صاحب
موصوف بدیں مضمون رسید کہ بوصول خط قائم مقام ریذیڈنٹ سابق ارادہ لاہور کردہ
بودم بچند سبب توقف شد- حالا کہ خبر تشریف آوری جناب شنیدم ازیں سبب
بعد طے منازل بشوق ملاقات جناب و حصول ہمگی مطالبات خود بشاہدرہ رسیدم بتاریخ
مذکور روبکاری خدمت اہالیان دربار لاہور بنا بر تجویز مکان تحریر یافت و بدستور معززہ
بیرون سواد لاہور فرود کردہ شدند- و وکیل مہاراجہ صاحب گلاب سنگھ بہادر ایما شد
کہ رسیدن دیوان جوالا سہائے بنا بر طے کردن مقدمہ حسب تجویز سابقہ کرنیل لارنس
صاحب بہادر بہ لاہور مناسب- بتاریخ بست و ہفتم ماہ اپریل ۱۸۴۸ء دیوان موصوف
رسید- خط مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر بدیں مضمون گذرانید کہ از تحریر ملک
محکم الدین واضح شد کہ میاں جواہر سنگھ و میاں موتی سنگھ وغیرہ شرف یاب خدمت
سامی شدند دیوان جوالا سہائے را باوجود تعلق بودن کارہائے بسیار بادر روانہ خدمت
نمودم- تمامی کوائف و رسوم خاندان نیازمند را حالی خدمت خواہد کرد- و احیاناً
بعضے امر کہ استفسار آں بہ نیازمند تعلق داشتہ باشد استفسار کردہ عرض خواہد نمود-

دریں عرصہ چند ملاقات میاں صاحب و دیوان جوالا سہائے شدہ- میاں
صاحبان سوائے دعوئے مندرجۃ الصدر درخواست درج شدن نام خود در عہدنامہ و
حاصل شدن خطاب راجگی برائے خودہا و بودن تساوی میاں رنبیر سنگھ بسبب اندراج
آں در تحریر مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب بہادر اسمی خودہا با غیر مساوات سند سررشتہ
عدالت نوشت و طلب جواب باقی امور از دیوان جوالا سہائے کردہ شد- دیوان
جوالا سہائے تجویز خود نوشتہ گذرانیدند مع عرضی خود بدیں مضمون کہ بدانست من آنچہ
مرتبہ انتہا است از طرف سری مہاراجہ صاحب بہادر مسودہ نمودہ بحضور می گذرانید
بشرط منظوری حضور صاحب مطابق ہمیں فیصلہ سری مہاراجہ صاحب بہادر خواہد رسید

ہ ا گفتہ فرستادند کہ ایں جانب جریدہ طور بمقام جموں برائے فیصلۂ ایں مقدمہ خواہد
رسید۔ نظر بر ضرورت امورات مرجوعہ سرکار لاہور صاحب ممدوح بمولوی سید
رجب علی خاں بہادر میر منشی ایں محکمہ حکم دادند کہ بنام دیوان جوالا سہائے نوشتہ بفرستند
کہ رسیدن ایں جانب بسبب کثرت کار معطل است و میاں جواہر سنگھ موافق تحریر
سابق بہ لاہور تشریف آمدند۔ دیوان صاحب موصوف بجوابش نوشت کہ مراد میاں
صاحب رنبیر سنگھ جی ہمیں بود کہ حضور صاحب ممدوح برائے سیر و شکار تشریف فرمائے
جموں شوند۔ اگر بسبب کثرت کار ایں عزم ملتوی باشد بالک ابد۔ میاں جواہر سنگھ
صاحب عازم لاہور خواہد شد حسب الارشاد میاں رنبیر سنگھ دیا د حضور حاضر خواہد
شد۔ چہارم دسمبر ۱۸۴۷ء

صاحب ممدوح بجوابش از مولوی ممدوح رقعہ نویسانیدند کہ ہمراہ میاں جواہر سنگھ
صاحب آمدن ایشاں عین خوشی ایں جانب است۔ پانزدہم ماہ دسمبر ۱۸۴۷ء
پروانہ بنام دیوان جوالا سہائے قلمی شد کہ میاں جواہر سنگھ کے تشریف می آرند
و سبب توقف چہ بودہ چہ ارادہ است۔ ہرچہ بودہ باشد زود از اں مطلع نمایند
بست و ہفتم دیگر مکرر قلمی شد کہ ایشاں ہمراہ میاں جواہر سنگھ خواہد آمد یا نخواہد آمد
صاف بنویسند۔ و از توقف اوشاں کہ بچہ سبب آگاہ نمایند۔ عرضی دیوان موصوف
بجوابش مشعر امروز فردا کردن میاں موصوف در روانگی لاہور رسید۔ خط بنام میاں
موصوف بتاریخ سویم جنوری ۱۸۴۸ء نوشتہ شد کہ ایں جانب انتظاری تشریف
آوری آں مہربان تا ایں قدر عرصہ کشید نہ خود تشریف آوردند و نہ جواب خط فرستادند
حالا مناسب آن است کہ تشریف آرند و اگر حالا ہم مثل سابق دیر کشیدند باز مشکل خواہد شد۔ و
بنام دیوان جوالا سہائے قلمی شد کہ اگر میاں جواہر سنگھ صاحب زود تشریف آرند بہتر و رنہ ایشاں
تنہا آیند و قاضی محکم الدین می رسد۔ خط سپرد محکم الدین شد۔ ہیژدہم جنوری ۱۸۴۸ء
خط میاں جواہر سنگھ صاحب بدیں خلاصہ رسید کہ از دار مدار معتمدان مہاراجہ صاحب
بہادر ایں قدر توقف شد۔ ہفت دہم ماہ ماگھ سمبت ۱۹۰۴ روانگی آں طرف مقرر گردیدہ
بست و ہفتم جنوری ۱۸۴۸ء خط میاں صاحب موصوف مشعر توقف کردن خود در روانگی

اجازت ایں جانب نہ نمایند۔ فقط۔

بملاحظہ آں تجویز بالمواجہ طرفین بتاریخ نہم مئی ۱۸۵۴ء بدین طور قرار داده شد که فردا وقت دوازده روز میاں صاحبان تشریف آورده در کمره ایں جانب تشریف دارند معتمدان سرکار مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر و معتمدان با اختیار میاں صاحبان در کمره اجلاس جان نکلسن صاحب بہادر باتفاق یک جا نشستہ بصلاح و مشورات روبروئے مولوی سید رجب علی خان بہادر میر منشی ایں محکمہ یک تجویز فیصلہ مناسب قرار دہد کہ بعدش طرفین را از ان جنبش نباشد۔ چنانچہ بتاریخ دہم مئی سنہ الیہ ہمیں نمط نشستہ و میر منشی ایں محکمہ موافق تجویز کرنیل لارنس صاحب بہادر مندرجہ خط صاحب ممدوح القدر مورخہ ہیژدہم نومبر ۱۸۵۴ء قبولیت دیوان جوالا سہائے۔ مولوی مظہر علی و ملک محکم الدین وکیل مہاراجہ صاحب بہادر و دیوان [illegible] و منشی ہرنام داس معتمدان میاں صاحبان نویسانیده گرفت کہ ہر چہ تجویز جناب صاحب بہادر ریذیڈنٹ بہادر باشد طرفین را مقبول و منظور است فقط۔

بعدش میر منشی موصوف گفت کہ حالا باہم تقریر و مشوره نمایند و از تجویز تفصیلی مہاراجہ صاحب بہادر معتمدان میاں صاحبان آگاہی دادند۔ معتمدان مذکور بیان کردند کہ در قبول کردن ایں تجویز نقصان ما یان است۔ صلاح ایں است کہ جناب صاحب ریذیڈنٹ صاحب بہادر میاں صاحبان را بخدمت مہاراجہ صاحب بہادر ہمراه دیوان جوالا سہائے روانہ فرمایند اگر فیصلہ در آنجا شد اطلاع خواہم کرد۔ ماگر نہ شد تا اطلاع خواہم کرد۔

ازاں جا مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر مہاراجہ عظیم الشان و میاں صاحبان ابنائے راجہ دھیان سنگھ سرگباشی برادر خوردشاں ہستند طول مذکور و نزاع باہم موجب وقوع فتنہ و فساد بہ اغوائے بد چلاچیاں متصور است ازیں سبب برائے ایں جانب برایں قرار گرفت کہ دعوائے میاں صاحبان از روئے اسناد عہد سابق کہ قبل از انعقاد عہدنامہ مسماۃ سرکار انگلشیہ و مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر بوده در ترکہ راجہ ہیرا سنگھ و راجہ سوچیت سنگھ صاحب قابل سماعت نیست۔ و ہنگام انعقاد عہدنامہ ملک مسطور بقبضہ میاں صاحبان نبود و سرکار لاہور قبل از عہدنامہ اختیار بالاستقلال عطا و ضبط ملک خود داشت۔

و بعد از قرارداد عہدنامہ مہاراجہ صاحب بہادر کہ چھبال و پونچھ وغیرہ جمع سہ لکھ و پنجاه ہزار

وخلاصہ تجویز فیصلہ کہ دیوان جوالا سہائے مسودہ نمودہ دادہ لہ این . بعد از انتقال راجہ
ہیرا سنگھ ملک چھبال و پونچھ وغیرہ را سرکار خالصہ جی ضبط نمودہ اولاً حوالہ فیض طلب خاں
ثانیاً حوالہ سردار چتر سنگھ نمودہ من جملہ آن علاقہ چلاڑ وغیرہ کہ تخمیناً محاصل چہل ہزار روپیہ دارد
باین جانب بخشیدند۔ تا تصرف سرکار انگلشیہ ہمین منوال ماندہ بعد ازان کہ سرکار انگلشیہ
ملک کوہستان وغیرہ بجمیع الحقوق واعتبارات از سرکار خالصہ جی گرفتہ نسلاً بعد نسل
باین جانب تفویض نمودند ازان روز ملک چھبال وغیرہ بتصرف این جانب آمدہ واین
جانب از راہ مہربانی ملک چھبال و پونچھ وسائلہ وکوٹلی را سوائے علاقہ چلاڑ وغیرہ بمیاں
جواہر سنگھ بخشیدہ۔ نوکری یک پلٹن بدستور سرکار خالصہ جی کہ از راجہ دھیان گرفتہ می شد
مقرر نمودہ۔ الحال کہ میاں موصوف در لاہور برائے استغاثہ آمدند ورائے جناب
صاحب کلاں بہادر برائے پرورش فی الجملہ آنہا معلوم شد لہذا تجویز کردہ می شود کہ نوکری
ہم بخشیدہ شود و خطاب راجگی ہم ہر دو برخورداران را دادہ شود۔ بعوض معافی نوکری یک
پلٹن را کہ خرچ آن تخمیناً لکھ روپیہ یا زیادہ ازان می شد عطائے علاقہ چلاڑ وغیرہ کہ
محاصل چہل ہزار روپیہ دارد ملک پونچھ برخوردار میاں موتی سنگھ مدعمرہ بخشیدہ شد خواہ
ہر دو برادران یکجا باشند خواہ علیحدہ علیحدہ۔ وچونکہ بموجب تجویزات مندرجہ مراسلات
صاحب ریزیڈنٹ واجنٹ گورنر جنرل بہادر بند وبست پرمٹ بابت اخذ محصول بیگ
جادر پیش است لہذا محصول پرمٹ از علاقہ میاں صاحب موصوف موقوف کنانیدہ شود
وبابت محصول پرمٹ مبلغ سی ہزار روپیہ ضرب کشمیری نقد سال بسال از کشمیر بگیرند۔
ومن جملہ سی ہزار روپیہ بمقدار کہ فیض طلب خاں پسر باز خاں وہاشم علی دادہ می شد
وضع خواہد شد۔ این ہمہ تجویز بنظر رسعادتمندی برخورداران ورضامندی صاحب بہادر بشرط
منظوری صاحب بہادر منظور است لیکن برخورداران را لازم کہ مبلغ ہفت ہزار روپیہ نانک شاہی
دو دو اسپ مع ساز طلا بابت نذر سالانہ سہ سال بسال باین جانب می دادہ باشند ورسوم
بدر المہام دیوان جوالا سہائے بموجب پروانہ راجہ دھیان سنگھ سرگباشی کہ آن بموجب
تجویز این جانب یک ہزار شش صد روپیہ می شود می دادہ باشند ومقدمہ کلاں بدون

صاحب بہادر یقین تصور فرمایند کہ با انتظام کل ملک خواہ مقبوضہ خود باشد وخواہ مقبوضہ ذیل داران مہاراجہ باشد گورنمنٹ عالیہ تعلق مہاراجہ صاحب بہادر خواہد داشت چوں درایں فیصلہ چیزے کمی برائے میاں صاحبان نیست برائے مہاراجہ صاحب بہادر ہم نقصان معلوم نمی شود۔ آنچہ براں

حکم شد

نقل روبکاری ہذا بطور فیصلہ یکے سپرد دیوان جوالا سہائے گردد کہ مطابق آں قبض تصرف میاں صاحبان کنانند۔ وخطاب راجگی ہر دو میاں صاحبان دہانند دیک نقل سپرد میاں صاحبان شود کہ سوائے مندرجہ فیصلہ ہذا از دیگر دعاوی دستکش باشند فقط

---

(۸) عہدنامہ تجارتی فیمابین سرکار فلک وقار انگلشیہ و سرکار مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب بہادر والی جموں و کشمیر

عہدنامہ فیمابین سرکار دولت انگلشیہ و سرکار مہاراجہ رنبیر سنگھ صاحب بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ والی جموں و کشمیر و ورثائے وجانشینان مہاراجہ صاحب بہادر موصوف جو ایک جانب طامس ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر سی۔ بی نے بہ تقویت اُن اختیارات کامل کے موثق کیا جو صاحب بہادر موصوف کو ہزایکسلنسی دی رائٹ آنریبل رچرڈ سوتھویل بورک۔ ارل آف میو۔ وائی کونٹ میو آف منی کرور۔ بیرن ناس آف ناس۔ کے۔ پی + جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی + پی۔ سی + وغیرہ وغیرہ نواب وائسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے۔ اور دوسری جانب اصالتاً مہاراجہ صاحب بہادر نے موثق کیا:-

ازانجاکہ بنابر فوائد سرکار عالیین متعہدین اور اُن کی اپنی رعایا کے رفاہ کے واسطے مناسب متصور ہوتا ہے کہ ترکستان مشرقی کے ساتھ تجارت کے نشوونما اور فروغ اور حفاظت کے واسطے جو سہولتیں سردست حاصل ہیں۔ اُن کی نسبت

روپیہ بمیاں صاحبان فرمودند وحالا علاقہ چلاپار و دنالہ و دیگر مواضعات متفرقہ کہ محاصل
چہل ہزار روپیہ سال تمام عطائی فرمایند ہرچہ در قبضہ راجہ دھیان سنگھ بود بمیاں صاحبان
ابنائے شان در حاصل می شود و معافی نوکری یک پلٹن علاوہ بران است۔ و عطائی خطاب
راجگی بہر دو برادران۔ این ہمہ تجویز مہاراجہ صاحب بہادر درست است۔ پس ہرگاہ
میاں جواہر سنگھ بمقام جموں تشریف دارند آن وقت طورے کہ راجہ دھیان سنگھ سرگ
باشی بجموں رفتہ سکونت می کردند سکونت کردہ باشند۔ و آنچہ عوض پرمٹ ملک موصوفہ نظر
عنایت و مہربانی و سلوک اتفاق بامیان صاحبان موصوف مبلغ سی ہزار روپیہ ضرب کشمیر
زر نقد سال بسال از علاقہ کشمیر بسبب اجرائے مراسلات این محکمہ بنا بر قرارداد محصول پرمٹ
بیک جا مہاراجہ صاحب بمیاں صاحبان دادنی قبول می کنند حقیقت این است کہ
ہرگاہ مہاراجہ صاحب بہادر بیک جا پرمٹ قرار خواہند داد آن وقت محاصل پرمٹ
ملک میاں صاحبان دیدہ اگر مناسب خواہد بود مساوی آن زر نقد از مہاراجہ صاحب
بہادر بمیاں صاحبان دہانیدہ خواہد شد و آنچہ برائے راجہ فیض طلب و شیرباز خان
و ہاشم علی بسبب واقع بودن علاقہ منضبط آنہا بعلاقہ میاں صاحبان تجویز مجرائی
آں کہ قریب سیزدہ ہزار روپیہ می فرمایند این مزاحمت ہم بمیاں صاحبان نباشد یعنی
مجرائی موقوف اند۔ و ہفت ہزار روپیہ نانک شاہی و دو اسپ مع ساز طلا کہ بابت
زر نذر رسالہ و دو سہرہ مقرر می فرمایند آں ہم موقوف باشد بلکہ یک راس اسپ مع ساز
طلا ہر دو میاں صاحبان با ہفت صد روپیہ نانک شاہی نقد بعوض برادرزادگی بخدمت
مہاراجہ صاحب بہادر سال بسال پیش کش خواہد کرد۔ و یک ہزار و شش صد روپیہ
کہ بابت رسوم دیوان جوالا سہائے از علاقہ میاں صاحبان تجویز فرمودہ اند چوں دیوان
بطور بسیار خیرخواہ مہاراجہ صاحب بہادر است اگر خواہند ہمیں قدر یا زیادہ ازاں
از پیش خود عنایت فرمایند۔ چوں ملک کوہستان بجمیع حقوق از سرکار خالصہ تحت سرکار
انگلشیہ در آمدہ و از سرکار انگلشیہ مطابق رابطہ عہدنامہ بمہاراجہ صاحب عطا شدہ
و قائم داشتن حق واجبی مقداران قدیم واجب و لازم است میاں صاحبان بغیر از
صلاح و مشورت مہاراجہ صاحب بہادر مقدمہ کلاں در ملک خود نہ نمایند و مہاراجہ

کہ ان میں سے ایک کو سرکار انگلشیہ مقرر کریگی۔ اور دوسرے کو مہاراجہ صاحب بہادر مامور کریں گے۔ اور مدت ماموری اُن کی علیحدہ دستور العمل حال میں تحریر ہوئی اور کمشنران مسطور اپنی خدمات کے سرانجام دینے میں دستور العمل مذکورہ یا اُن قواعد سے مہتدی ہونگے جو متعاقب اور وقتاً فوقتاً با اختیار مشترک سرکار انگلشیہ اور سرکار مہاراجہ صاحب بہادر کے قرار دیے جائیں۔

دفعہ چہارم :- کمشنران مسطور کے حد اختیار کے تعین کے واسطے ایک حد راستے کے دونوں طرف قرار دی جائے گی اور اُس حد کا فاصلہ عرض میں غایت درجہ دو کوس کا ہوگا۔ باستثنائے اُن مقامات کے جہاں کمشنران مسطور چراگاہ کے واسطے زیادہ زمین عرض میں اپنی حد علاقہ کے اندر شامل کرنا متصور کریں۔ اس غایت درجہ کے عرض کی حد کے اندر اندر عہدہ داران مساحت جو بموجب شرط مندرجہ دفعہ اول کے مقرر کئے جائیں گے اُن حدود علاقہ کو معین کریں گے اور نقشہ بنائیں گے۔ جو کمشنران مرقوم الصدر انسب قرار دیں۔ اور زمین چراگاہ بھی اس میں شامل ہوگی اور جو حدود اس طرح قرار دے کر معین کی جائیں گی۔ اُن حدود کے باہر کمشنروں کو اختیار نہ ہوگا۔ اُن حدود کے اندر جس قدر زمین وکان ہوگی اُس پر بدستور مہاراجہ صاحب بہادر کا قبضہ اختیار مطلق کے ساتھ رہیگا۔ اور برعایت شرائط مندرجہ عہدنامہ ہذا مہاراجہ صاحب بہادر اُس زمین پر ویسے ہی اختیارات شاہی کامل رکھیں گے جیسے اپنی قلمرو کے کسی اور علاقہ میں رکھتے ہیں اور ان اختیارات میں مشترک کمشنروں کو کسی طرح کی مداخلت حاصل نہ ہوگی۔

دفعہ پنجم :- مہاراجہ صاحب بہادر اقرار کرتے ہیں کہ کمشنروں کے فیصلوں کی تعمیل وجب کرانے میں اور اُن قواعد کی خلاف ورزی کے انسداد کے واسطے جو بموجب دفعہ سوم کے نافذ کئے جائیں جہاں تک ممکن ہوگا سب طرح کی مدد دیں گے۔

دفعہ ششم :- مہاراجہ صاحب بہادر عہد کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خواہ وہ سرکار انگلشیہ کی رعیت ہو خواہ مہاراجہ صاحب بہادر یا والی یارقند یا کسی غیر ملک کی رعایا ہو وہ دونوں کمشنران مرقوم الصدر کی حد اختیار کے اندر کسی جگہ آباد

زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں۔ لہٰذا اس غرض سے دفعات ذیل بالاتفاق قرار دی گئی ہیں۔

دفعہ اول:۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی رضامندی سے سرکار انگلشیہ کے عہدہ دار تجارت کے اُن راستوں کی مساحت کے واسطے مقرر کئے جائیں گے۔ جو لاہول کے علاقہ سرکار والا انگلشیہ کی سرحد سے مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر سے ممالک والی یارقند کو جاتے ہیں۔ اور اُن راستوں میں وہ راستہ بھی داخل ہوگا جو وادی جنگ چھنمو میں سے جاتا ہے مہاراجہ صاحب بہادر ایک عہدہ دار اپنی سرکار کا مساحان مندرجہ صدر کے ہمراہ رہنے کے واسطے مامور فرمائیں گے اور حتی المقدور اپنے اُن کو سب طرح کی مدد دیں گے۔ جن راستوں کی مساحت ہوگی ان کا ایک نقشہ تیار کیا جائیگا۔ اور ایک مصدقہ نقل اُس نقشہ کی مہاراجہ صاحب بہادر کو دی جاوے گی۔

دفعہ دوئم۔ ملاحظہ اور مساحت مذکورۃ الصدر کے بعد اس راستہ جدید کو جو بطرف جنگ چھنمو سرکار انگلشیہ قرار دیگی کہ ترکستان مشرقی کے ساتھ تجارت کے نشو ونما اور فروغ کے واسطے سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اُس راستہ کی نسبت مہاراجہ صاحب بہادر حکم عام نافذ فرمائیں گے کہ سب مسافروں اور بیوپاریوں کے واسطے بسبیل علی الدوام اور جملہ اوقات میں شارع عام ایسا رہیگا کہ کسی قسم کی روک ٹوک اور مزاحمت نہیں ہوگی۔

دفعہ سوئم:۔ مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر جس قدر طول میں یہ راستہ ہوگا۔ اُس تمام راستہ کی نگرانی اور پرداخت اور قائم رکھنے کے واسطے اور شارع عام آزاد متذکرۂ دفعہ دوئم پر آمد و رفت کے انتظام کے واسطے جو قواعد مناسب قرار دیے جائیں ان قواعد کی تعمیل واجب کرانے کے واسطے اور اُن تنازعات کے فیصلہ کے واسطے جو مابین کرایہ کشوں اور بیوپاریوں اور مسافروں و متردّدین راہ مذکور واقع ہوں اور متخاصمین سے ایک یا دونوں فریق سرکار والا انگلشیہ یا کسی دولت خارجہ یعنی ملک غیر کی رعایا ہوں دو کمشنر سال بہ سال مقرر کئے جائیں گے

گویا مہاراجہ صاحب بہادر کے ممالک کو جاوے کسی قسم کا مال نہ لیں گے۔ علاوہ اس کے سرکار انگلشیہ عہد کرتے ہیں کہ جو محصول برآمد پشمینہ پٹو اور اور قسم پارچات پر لیا جاتا ہے جو مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر ساخت ہوتے ہیں اور اُن ممالک کو جاتے ہیں جو برٹش انڈیا کی حدود سے باہر ہیں اُنپر محصول برآمد لینا موقوف کردیں گے

دفعہ دہم۔ یہ عہدنامہ مشتملبر دس دفعات کے ٹامس ڈگلس فورسائتھ صاحب بہادر سی۔ بی نے بتقویت اُن اختیارات کامل کے جو صاحب بہادر موصوف کو ہزاکسلنسی دی رائٹ آنریبل رچرڈ سوتھویل بورک ارل آف میو وائی کونٹ میو آف منی کرود بیرن ناآس آف ناس کے۔ پی + جی۔ ایم۔ ایس۔ آئی۔ پی سی۔ وغیرہ وغیرہ نواب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے از جانب سرکار انگلشیہ و از جانب مہاراجہ صاحب بہادر اصالتًا خود مہاراجہ صاحب بہادر ممدوح نے آج کے دن موثق کیا۔ اور یہ بات قرار دیجاتی ہے کہ ایک نقل اس عہد نامہ کی بمنظوری و استحکام مناسب ویسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند کے مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں ہفتم ستمبر تک واصل کرادی جائیگی۔ چنانچہ بمقام جموں آج کے دن یعنی تاریخ دویم ماہ مئی ۱۸۷۰ء مطابق تاریخ یکم بیساکھ سدی سمت ۱۹۲۷ اس عہدنامہ پر دستخط اور مہر ثبت کی گئی اور اس کا تبادلہ عمل میں آیا۔

(دستخط)		مہاراجہ رنبیر سنگھ

(دستخط) ٹی۔ ڈی۔ فورسائتھ

(مہر)		میو

اس عہد نامہ کو ہز اکسلنسی وائسرائے و نواب گورنر جنرل ہند نے بمقام سیالکوٹ تاریخ دویم ماہ مئی ۱۸۷۰ء منظور کیا اور استحکام دیا۔

(دستخط) سی۔ یو ایچیسن
قائم مقام سکرٹیری سرکار ہند فارن
ڈیپارٹمنٹ۔

ہونے کا اختیار ہوگا۔ اور اُس کو جائز ہوگا کہ تجارت کی اغراض کے واسطے مختلف منزلوں پر سامان باربرداری وبارکشی وسواری مہیا کرے یا اپنے پاس رکھے اور کرایہ پر دے۔

دفعہ ہفتم۔ دونوں کمشنروں کو اختیار ہوگا کہ راہ مذکور کے ایسے مقامات میں جو ان کو مناسب معلوم ہوں سامان رسد وغیرہ کے ذخیرے خود قائم کریں یا اور آدمیوں کو قائم کرنے کی اجازت اور اختیار دیں۔ کمشنروں کو اختیار ہوگا کہ نرخ مقرر کر دیں جس کے مطابق بیوپاریوں کو کرایہ کشتوں کو آباد شدہ اشخاص کو اور اور لوگوں کو سامان رسد فروخت کیا جائیگا۔ اور راہ مذکور پر جو مکان مسافروں کی آسایش کے واسطے یعنی مسافرخانے یا سرائیں بنائی جائیں ان میں رہنے کے واسطے کرایہ کی شرح مقرر کر دیں علاقہ کاو وغیرہ میں سرکار انگلشیہ کے عہدہ داروں کو اور مہاراجہ صاحب بہادر کے عہدہ داران امورہ لداخ کو ہدایت کیجائیگی کہ جب کمشنران متذکرہ صدر طلب کریں شرح بازار پر اُن کو سامان رسد وغیرہ کے مہیا کر دینے میں حتی الامکان خود نہایت سعی وکوشش کریں۔

دفعہ ہشتم۔ مہاراجہ صاحب بہادر عہد کرتے ہیں کہ شارع عام آزاد متذکرہ صدر پر محصول رہگذر ہرگز عائد نہ کریں گے۔ اور علاوہ ازیں مہاراجہ صاحب بہادر یہ عہد کرتے ہیں کہ جو مال سربستہ اُن کی قلمرو کے اندر سے ہو کر ترکستان سے ہندوستان کو یا ہندوستان سے ترکستان کو جاتا ہے۔ اور جس مال کا سربستہ بار اُن کی قلمرو کے اندر نہ توڑا جائے اُس مال پر اپنی قلمرو کے اندر ہرگز کوئی محصول نہ لیں گے۔ جو مال مہاراجہ صاحب بہادر کی قلمرو کے اندر درآمد ہو یا اُن کی قلمرو سے برآمد ہو اُس پر مہاراجہ صاحب بہادر کو اختیار رہیگا کہ خواہ وہ مال شارع عام متذکرہ صدر کی راہ سے آئے جائے خواہ کسی اور راستہ سے آئے جائے جس قدر مناسب تصور فرمائیں محصول درآمد برآمد لیویں۔

دفعہ نہم سرکار انگلشیہ عہد کرتے ہیں کہ ممالک ہند مقبوضہ سرکار موصوف کے اندر جسکو اصطلاح میں برٹش انڈیا کہتے ہیں اُس مال پر جو سربستہ مشرقی ترکستان کو

ایک شخص کو ثالث قرار دیں۔ ثالث کے قرار دیے جانے سے پہلے فریقین کو لازم ہوگا کہ اس مضمون کی نوشت کر دیں کہ ثالث کے فیصلہ کو ہم منظور کریں گے۔ اگر فریقین کسی ایک شخص کو ثالث قرار دینے میں اتفاق نہ کر سکیں تو ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ ایک ثالث قرار دے اور دونوں کمشنران تیسرا ثالث بطور سرپنچ مقرر کر دیں۔ اور جو فیصلہ ثالثان بکثرت رائے کریں وہ ناطق ہوگا۔

نمبر ۷۔ مقدمات فوجداری میں کمشنران کے اختیارات اُن جرائم کی سماعت اور فیصلہ تک محدود ہوں گے جو علاقہ سرکار انگریزی میں قابل تجویز مجسٹریٹ ماتحت درجہ اول کے ہوتے ہیں اور حتی الامکان ضابطہ کارروائی کا عملدرآمد مطابق ضابطہ مندرجہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ہوگا۔ اس سے زیادہ سنگین قسم کے مقدمات اور مقدمات تحت قوانین مختص الامر متعلق مذہب واقعہ کشمیر اگر مجرم اہل فرنگ نہو سرکار مہاراجہ صاحب بہادر میں تجویز کے واسطے تفویض ہوں گے۔ اگر مجرم اہل فرنگ ہوگا تو عدالت سرکار انگریزی کی سب سے قریب تر مجاز اور مختار تجویز مقدمہ مذکور ہوگی اس عدالت میں بھیجدیا جائیگا

نمبر ۸۔ مقدمات فوجداری میں جو جرمانے کئے جائیں گے کل زرجرمانہ اور مقدمات دیوانی میں جو رسوم اسٹامپ عدالت مطابق شرح مروجہ علاقہ سرکار مہاراجہ صاحب لیجائیگی مہاراجہ صاحب بہادر کے خزانہ میں داخل کیجائیگی۔ اور جن اشخاص کی نسبت حکم قید دیا جائیگا اگر وہ رعیت سرکار انگریزی ہوں گے تو قریب ترین جیل خانہ سرکار انگریزی میں بھیجدئے جائیں گے۔ اور اگر رعیت سرکار انگریزی نہو گا تو مجرم مہاراجہ صاحب بہادر کے قید خانہ میں قید بھگتنے کے واسطے حوالہ سرکار مہاراجہ صاحب بہادر کر دیا جائیگا۔

نمبر ۹۔ اگر شاہراہ زیر بحث کی حدود ارضی کے اندر کوئی مقامات ایسے آجائیں جہاں سے شہرلیہ وغیرہ میں ہیزم سوختنی یا چوب عمارتی بھیجی جاتی ہے تو کمشنران مشترک کو باتفاق وزیر لداخ انتظام کر دینا لازم ہوگا کہ اس لکڑی کے بہم پہونچائے جانے میں حرج اور خلل واقع نہ ہو۔

نمبر ۱۰۔ اس شاہراہ کی حدود ارضی کے اندر جو کچھ لین دین مال واقع ہوگا اسے مال سربستہ نہ متعلق سمجھا جائیگا۔ اگر کوئی بیوپاری اپنے مال سربستہ کا کوئی بار کھول ڈالے اور

دستور العمل واسطے ہدایت کمشنران مشترکہ ماموره راه نوترکستان

کمشنران مشترک ماموره تحت دفعہ سویم عہدنامہ متذکرۃ الصدر کی ہدایت و رہنموئی کی غرض سے حسب ذیل دستور العمل بعام اطلاع کے لئے شایع کیا جاتا ہے۔

نمبر ۱۔ چونکہ آب و ہوائے ملک کے سبب سے کمشنروں کا تمام سال مامور رکھنا محال ہے اس لئے وہ ایام جن کے اندر کمشنران اپنے اختیارات عمل میں لائیں گے من ابتدائے پانزدہم ماہ مئی شروع ہو کر لغایت یکم دسمبر ختم متصور ہوگا۔ یا اس کے آگے کسی ایسی مزید تاریخ پر ختم ہوگا جبتک کہ بلحاظ گذر بیوپاریان اس شاہراہ عام پر کمشنران کی موجودگی ضروری معلوم ہو۔

نمبر ۲۔ اگر دونوں کمشنروں میں سے ایک کمشنر غیر حاضر ہو تو ایک کمشنر کو جو حاضر ہو اختیار ہوگا کہ مقدمات کو سماعت اور فیصلہ کرے۔ ایسے فیصلے کے خلاف اپیل مشترکہ کمشنران کے اجلاس میں دائر ہوگا۔

نمبر ۳۔ ان مہینوں میں جبکہ ہر دو کمشنران مشترک غیر حاضر ہوں یعنی من ابتدائے یکم دسمبر لغایت ۱۵ مئی جو مقدمات واقع ہوں گے ان کو وزیر لداخ فیصلہ کریگا اور وزیر مسطور کے اس فیصلے سے دونوں مشترک کمشنران کے روبرو اپیل ہو سکیگا۔

نمبر ۴۔ مشترک کمشنروں کو لازم ہوگا کہ بجز ان مقدمات کے جن میں تجارت کی نشوونما اور فروغ اور آزادی اور حفاظت پر اثر ہوتا ہے۔ اور بجز ان مقاصد کے جن کے حاصل کرنے کے واسطے عہدنامہ ہذا موثق ہوا ہے۔ اور بجز ان مقدمات کے جن میں فریقین یا احد الفریقین رعایائے سرکار انگلشیہ یا رعایائے ملک غیر ہوں اور کسی طرح کے مقدمہ میں مداخلت نہ کریں گے۔

نمبر ۵۔ مقدمات دیوانی میں کمشنران کو اختیار ہوگا کہ تمام مقدمات کو بلا لحاظ تعداد مالیت دعوی کے سماعت اور فیصلہ کریں یعنی ان کے اختیارات دیوانی غیر محدود ہونگے۔

نمبر ۶۔ در حالت اتفاق رائے کمشنران کے انکا فیصلہ جملہ مقدمات میں ناطق ہوگا۔ جب کمشنر کسی فیصلہ میں متفق الرائے نہ ہو سکیں تو فریقین کو اختیار ہوگا کہ

جاری ہیں۔ اور سوداگران انہیں استعمال کرتے ہیں۔ المرقوم یازدہم مئی ۱۸۷۰ء

(دستخط) مہاراجہ رنبیر سنگھ

(دستخط) ٹی۔ ڈی فورسائتھ

---

(۹) جونگ سونگ لہاسہ و لوپ چھک لداخ

گیالپو دے لیک نمگیل راجۂ لداخ اور لامہ می پہم وانگپو کے ذریعے حکومت لداخ و سرکار لہاسہ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ تعلقات دوستانہ درمیان ہر دو سرکارین قائم رکھنے کی غرض سے سالانہ ایک سوداگر سرکاری یعنی جونگ سونگ لہاسہ سے لداخ کو آیا کرے گا جس کے ساتھ دو سو بار اسپ چینی چائے ہوگی اس کو باربرداری حدود حکومت لداخ کے اندر شہر لیہ تک بلا کرایہ دیجائیگی۔ اور اسیطرح سے گیالپو لداخ کا وکیل یعنی لوپ چھک لداخ سال بسال لداخ سے لہاسہ کو جائیگا۔ اس کو دو سو جانوران باربرداری۔ پندرہ گھوڑے اور دس یاک سواری اور تین آدمی خدمت کیلئے بڑاد بہ بڑاد حدود مملکت لہاسہ میں شہر لہاسہ تک۔ دریا عبور کرنے کے لئے کشتی۔ باورچیخانہ اور اسباب رکھنے کے لئے خیمے یا مکان اور اُس کے ذاتی یابوان سواری کے لئے گھاس آمد و رفت ہر دو موقعوں پر بلا قیمت دیجائیگی۔ اور لوپ چھک حسب ذیل تحائف سرکار لہاسہ کے لئے لبرانگ یعنی سرکاری توشہ خانہ میں داخل کرے گا۔

سونا ۱۰ اسیر = ایک سنگ = ¼ ۳ تولہ

زعفران ۱۰ سنگ = ½ ۲ نیاغا = ۳۵ تولہ

پارقندی کپڑا مختلف رنگ ۶ تھان

پنجابی سوتی کپڑا ایک تھان

اب جونگ سونگ لہاسہ بدستور سالانہ آتا ہے۔ اسے ۲۶۰ جانوران باربرداری ۱۵ یابوان سواری اور دو آدمی خدمت کے لئے بڑاد و بہ بڑاد دیے جاتے ہیں ان کا کرایہ سرکار سے ادا ہوتا ہے اور لداخ پہونچنے پر ضروریات غلہ و لکڑی ایک مقدار معینہ میں سرکار

کوئی حصہ اس کا فروخت کردیوے تو تاوقتیکہ مال فروخت شدہ حدود ارضی شاہراہ سے باہر بغرض مصرف ملک مہاراجہ صاحب بہادر میں داخل نہ کیا جائے اسپر کسی طرح کا محصول وصول نہیں کیا جائیگا۔ اور مال جو شاہراہ ماتحت کمشنران کی حدود ارضی کے اندر کتنے ہی عرصہ تک پڑا رہے ادائگی محصول سے بری رہیگا۔

نمبر ۱۱- کسی گانوں میں جو مشترک کمشنران کے اختیارات کی حدود ارضی کے اندر واقع ہو اس گانوں کے مالیہ کی تحصیل میں یا اور کسی امر میں جس میں معمولی حاکمان کی مداخلت ضروری ہے اور جملہ امور میں جو تجارت سے تعلق نہیں رکھتے ہیں مشترک کمشنروں کو داخلت کا کچھ اختیار نہوگا۔ لیکن بغرض رفع غلط فہمی مناسب ہے کہ کسی شخص کی نسبت جو کمشنروں کے اختیارات کی حدود ارضی کے اندر ہو دست اندازی کرنے سے پیشتر اہلکاران مال مشترک کمشنروں کو اطلاع دیدیں۔ اس وقت مشترک کمشنران حسب اقتضائے رائے خود یا تو اس شخص کو حوالہ اہالیان مال کر دیں گے۔ یا اس امر کے متحقق کرنے کی غرض سے کہ اہالیان مال کی مداخلت ضروری ہے۔ یا نہیں بطور سرسری تحقیقات کریں گے۔

نمبر ۱۲- واسطے تیاری سڑک و پل کے مہاراجہ صاحب بہادر امسال ایک مرتبہ پانچ ہزار روپیہ اور آئندہ دو ہزار روپیہ سال بسال منظور فرماتے ہیں اور نیز واسطے مرمت سراؤں کے فی سال ایک سو روپیہ فی سرائے مقرر فرماتے ہیں۔

اگر کسی خاص سبب سے زیادہ خرچ کی ضرورت ہو ہر دو کمشنران کو لازم ہے کہ درخواست اپنی مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں بھیجدیں اور یہ روپیہ معرفت کمشنران مشترک خرچ کیا جائیگا۔ اور اس کام کے لئے قلیان باجرت مروجہ کام پر لگائے جائیں گے۔ اور افسران علاقہ لداخ وافسران علاقہ گورنمنٹ عالیہ کو مناسب ہے کہ حتی الامکان فراہمی قلیان میں بطور خوش برضا مدد و کوشش کریں۔ اور مہاراجہ صاحب بہادر وعدہ فرماتے ہیں کہ پل ہائے واقعہ شاہراہ ہذا کو محصول عبر بحری سے معاف رکھیں گے۔

نمبر ۱۳- تھوڑے عرصہ کے واسطے بطور انتظام عارضی تاوقتیکہ حدود شاہراہ بہ امین جو کر داغ بیل لگ جائے یا سال رواں کے خاتمہ تک مشترک کمشنران کو اختیارات مندرجہ قواعد ہذا البتہ ان متفرق راستوں کے حاصل ہونگے جو از طرف راہ سپتی و لاہول بطرف لداخ

(۴) اسباب ہمیشہ تعینہ لہاسہ کو

یارقندی کپڑا بافتہ دو تھان - خوبانی ایک من - لٹھا دو گز رختک ایک -

لوپ چھک کو لہاسہ میں ۲۰ روز کے لئے سامان رسد وغیرہ بلا قیمت ملتی ہے اور

اُس کی واپسی کے وقت مراسلات جوابی کے ساتھ افسران مندرجہ بالا تحایف لداخ کو بھیجے جاتے

یہ تحایف ہر سال یکساں نہیں ہوتے لیکن عموماً بہ تفصیل ذیل یا اسکے قریب ہوتے ہیں

چائے سبز ۲۲ دامو

طوار چینی ۷ تھان

پٹو لہاسی ۲ تھان

اور ختک و تبرکات

یہ عمل کم وبیش اب تک جاری ہے۔

---

(۱۰) ترجمہ عہدنامہ فیمابین برٹش گورنمنٹ و مہاراجہ صاحب جموں وکشمیر

معاہدہ فیمابین سرکار والا برطانیہ و کرنل ہز ہائنس مہاراجہ ہری سنگھ اندر مہندر بہادر جی - سی - ایس - آئی - جی - سی - آئی - ای × کے - سی - وی - او × اے - ڈی - سی × مہاراجہ جموں وکشمیر و وارثان و جانشینان مہاراجہ بہادر موصوف × جو ایک جانب لفٹننٹ کرنل لایونل ایڈورڈ لینگ صاحب بہادر سی - آئی - ای + ایم - سی + نے بہ تقویت ان اختیارات کامل کے موثق کیا جو صاحب بہادر موصوف کو ہز ایکسلنسی، رائٹ آنریبل فری مین فری مین طامس ارل آف ولنگڈن پی - سی + جی - ایم - ایس آئی + جی - سی - ایم - جی + ایم - آئی - ای + جی - بی - ای + نواب وایسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے عطا فرمائے۔ اور دوسری جانب کرنل ہز ہائینس مہاراجہ ہری سنگھ بہادر ممدوح نے اصالتاً موثق کیا۔

بذریعہ ہذا حسب ذیل معاہدہ کیا جاتا ہے۔

دفعہ اول - نواب وایسرائے و گورنر جنرل بہادر کشور ہند کو اختیار ہے کہ اس

سے دی جاتی ہیں۔ وہ چار داموچائے سبز بطور تحفہ پیش کرتا ہے۔

اس کے علاوہ دو سوداگران سرکاری منجانب ہر دوگرپون صاحبان مقام گرا ور
ایک سوداگر منجانب زونگپون روودوق۔ اور سم یاس کرنے کے آدمی گونپہ سم یاس
کے لئے اُکھن وغیرہ سامان خریدنے کے لئے لداخ میں آتے ہیں۔ ان کے ساتھ کچھ مراعات
حسب دستور قدیم کیجاتی ہیں اور وہ بھی ایک ایک داموچائے سبز بطور تحفہ پیش کرتے ہیں
غرض کہ یہ سالانہ تحایف سرکار لہاسہ کے آدمی لداخ میں پیش کرتے ہیں۔

لوپ چھک لداخ عرصۂ دراز سے بجائے سال بسال ہر تیسرے سال لہاسہ کو جاتا ہے
اسے حسب ذیل تحایف سرکار لہاسہ ہیں اور افسران حکومت لہاسہ کو پیش کرنے ہوتے ہیں

(١) سرکار لہاسہ کے لئے لبرانگ چھغروت یعنی تحویلدار توشہ خانہ سرکاری کو۔

سونا ١٠ سیر جاؤ = ½٣ تولہ

زعفران ١٠ سنگ = ٣٥ تولہ

یارقندی سوتی کپڑا مختلف رنگ ٦ تھان

(٢) حسب ذیل افسران سرکار لہاسہ کو مراسلات کے ساتھ
کمخواب ایک ایک تھان۔ خوبانی خشک ایک ایک من۔ لٹھا دو دو گز اور
ایک ایک خطاک۔ (ایک قسم کا گلوبند)

١۔ گیالوارین پوچھے یعنی ڈلائی لامہ

٢۔ پوت گیالپو یعنی نائب ڈلائی لامہ بابت امور سلطنت

٣۔ ہر چار کاشق صاحبان یعنی اراکین مجلس وزرائے لہاسہ

٤۔ پن چھن رین پوچھے یعنی ٹشی لامہ۔

٥۔ سکیاب ینگس یعنی نائب ٹشی لامہ بابت امور دنیاوی

(٣) حسب ذیل افسران کو ایک ایک من خوبانی خشک اور دو دو گز لٹھا اور خطاک

١۔ گیلدن ٹھی رین پوچھے یعنی بڑا لامہ گونپہ گیلدن

٢۔ کوشوک صاحبان گونپہ جات سورا[١] بو۔ نس تنگ سبھاؤ[٢]۔ ڈاڈینگ[٣]۔ ڈے چھنگ
[٤] چھوسکور۔ ڈشے[٥] کونگ۔ سانق چھوس[٦] لنگ۔ چھکتا[٧]۔ مسش[٨] گیاکونگما۔ نور[٩]۔

(دستخط) ولینگڈن

ہز ایکسیلنسی نواب وائیسرائے وگورنر جنرل بہادر کشور ہند نے ۱۹۳۵ء کے ماہ اپریل کی تیسری تاریخ کو بمقام دہلی اس معاہدہ کو استحکام دیا۔

(دستخط) ایچ۔ اے۔ ایف میٹکاف
فارن سکریٹری گورنمنٹ ہند

پہلا حصہ

معاہدہ کو استحکام دئے جانے کے بعد کسی وقت وزارت صوبہ گلگت ریاست جموں وکشمیر
کے اس حصہ کا ملکی اور فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیویں جو دریائے سندھ کے پار
اس کے داہنے کنارہ پر واقع ہے (جس کا حوالہ متعاقب "ملک متذکرہ بالا" کی اصطلاح سے
دیا جائیگا) لیکن باوجود شرائط معاہدہ ہذا ملک متذکرہ بالا ممالک محروسہ ہز ہائی نس
مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر کی حدود کے اندر شامل رہیگا۔

دفعہ دویم۔ بہ ثبوت اس امر واقعہ کے کہ ملک متذکرہ بالا ممالک محروسہ ہز ہائی نس مہاراجہ
بہادر جموں وکشمیر کی حدود کے اندر شامل ہے بموقع سالگرہ ہز ہائی نس۔ وبتقریب بسیاکھی ودسہرہ
وبسنت پنچمی۔ اور بموقع دیگر ایسی تقریبوں کے جن کے متعلق فیما بین ہز ہائی نس ونواب وائسرے
وگورنر جنرل بہادر کشور ہند اتفاق رائے ہو جائے افسران انتظامی کا فرض ہوگا کہ ملک متذکرہ بالا
میں ہز ہائی نس کی سلامی سر کریں اور اعزازات مروجہ کی پوری تعمیل کرتے رہیں۔ ہز ہائی نس
کا جھنڈا سرکاری صدر مقام ایجنسی پر ہمیشہ قائم رہے گا۔

دفعہ سویم۔ معمولی حالات میں سرکار برطانیہ کی کوئی افواج گورہ یا افواج ہندوستانی
اس حصہ وزارت صوبہ گلگت کے اندر سے نہیں گذریں گی جو دریائے سندھ کے اس طرف
اس کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔

دفعہ چہارم۔ تمام حقوق متعلق معدنیات بحق ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر محفوظ
ہیں۔ مگر تلاش معدنیات کی اجازت یا اجرائے کام معدنیات کا ٹھیکہ بزمانہ اجرائے معاہدہ
ہذا متذکرہ دفعہ آئندہ نہیں دیا جائیگا۔

دفعہ پنجم۔ معاہدہ ہذا تاریخ استحکام سے ساٹھ سال تک نافذ رہے گا اور بعد انقضائے
اس میعاد کے یہ پٹہ ختم ہو جائے گا۔

۱۹۳۵ء کے ماہ مارچ کی چھبیسویں تاریخ کو بمقام جموں اس معاہدہ پر دستخط کئے
گئے۔ اور اس کا تبادلہ عمل میں آیا۔

(دستخط) ہری سنگھ
مہاراجہ جموں وکشمیر

(دستخط) ایل۔ ای۔ لینگ لفٹننٹ کرنل ریذیڈنٹ کشمیر

مردم شماری ریاست جموں وکشمیر واقصائے تبت ہا وغیرہ
سنہ ۱۹۲۱ء

صوبہ	ضلع	ہندو جین آریا	سکھ	بودھ	مسلمان	عیسائی	دیگر	میزان
صوبہ جموں وجاگیرات وعلاقہ پونچھ	شہر جموں	۲۰۳۴۱	۷۰۳	۴	۸۴۸۳	۴۷۸	۰	۳۰۰۰۹
	چھاؤنی جموں	۹۷۴	۵	۰	۵۱۸	۰	۰	۱۴۹۷
	ضلع جموں	۱۶۹۵۹۹	۴۲۲۴	۰	۱۸۱۷۲۰	۵۶۲	۲۲۴	۳۶۳۳۲۹
	ضلع کٹھوعہ	۱۱۷۵۰۳	۲۵۷	۰	۳۶۳۰۳	۱۴۶	۰	۱۵۴۲۰۹
	ضلع اودھم پور	۱۲۲۹۹۵	۲۲۵	۴۳۸	۸۳۰۸۱	۲	۰	۲۰۶۷۴۱
	جاگیر چنینی	۹۲۴۰	۷	۰	۱۳۷۳	۰	۰	۱۰۶۲۰
	جاگیر بھدروا	۲۲۵۶۴	۹	۰	۱۵۰۴۰	۱	۰	۳۷۶۱۴
	ضلع ریاسی	۵۹۵۸۰	۸۱۴	۰	۱۶۴۱۹۵	۰	۰	۲۲۴۵۸۹
	ضلع میرپور	۵۶۵۲۴	۴۶۴۸	۰	۲۵۷۷۴۱	۶	۰	۳۱۸۹۷۱
	علاقہ پونچھ	۲۰۸۱۶	۱۰۵۸۵	۰	۳۲۰۳۶۸	۱۲	۰	۳۵۱۷۸۱
	میزان	۶۲۶۱۳۹	۲۱۰۷۷	۴۴۲	۱۰۴۹۶۲۲	۱۲۰۷	۲۲۴	۱۶۴۰۲۵۹
صوبہ کشمیر	شہر سری نگر	۳۰۰۱۷	۵۴۱	۱	۱۱۰۹۳۵	۲۳۸	۳	۱۴۱۷۳۵
	وزارت جنوبی	۱۹۷۰۴	۲۶۹۱	۱	۵۲۴۲۹۰	۶۵	۳۲	۵۴۶۰۵۲
	وزارت شمالی	۱۰۳۷۲	۵۳۳۲	۰	۴۸۶۶۸۰	۳۳	۷۳	۵۰۲۴۹۰
	وزارت مظفرآباد	۴۳۹۷	۹۲۰۸	۰	۲۰۲۴۹۸	۶	۰	۲۱۶۱۰۹
	میزان	۶۴۴۹۰	۱۷۷۷۲	۲	۱۳۲۴۴۰۳	۳۴۲	۱۰۸	۱۴۰۷۰۸۶
علاقہ جات سرحدی	وزارت لداخ	۲۹۳	۴۸	۳۶۲۳۴	۱۴۵۸۲۴	۷		۱۸۳۴۷۶
	وزارت گلگت	۷۲۸	۶۹	۰	۲۷۸۹۴	۱۵	۰	۲۸۷۰۶
	پولیٹیکل ایجنسی گلگت	۳۳۰	۳۱	۰	۶۰۷۴۹	۱	۰	۶۰۹۹۱
	میزان	۱۳۴۱	۱۴۸	۳۶۲۳۱	۲۳۴۴۶۷	۸۶	۰	۲۷۳۱۷۳
	میزان کل ریاست	۶۹۲۸۶۹	۳۸۹۵۷	۳۶۷۶۵	۲۶۰۸ . ۲	۱۶۳۵	۳۳۲	۳۳۲۰۵۱۸

مردم شماری ریاست جموں و کشمیر و اقصائے تبت ہا وغیرہ

سنہ ۱۹۱۱ء

صوبہ	ضلع	ہندو	سکھ	بودھ	مسلمان	عیسائی	دیگر	میزان
صوبہ جموں	شہر جموں	۱۹۹۰۸	۷۰۹	۰	۱۰۷۷۴	۱۶۶	۴۷۱	۳۲۰۲۸
	چھاؤنی جموں	۲۷۴۸	۱۶	۰	۴۲۳	۱۴	۰	۳۲۰۱
	ضلع جموں	۱۷۵۹۹۵	۲۲۴۱	۰	۱۱۵۹۸۹	۲۹۹	۵۲۱	۲۹۴۹۶۵
	ضلع کٹھوعہ	۱۱۶۱۶۷	۱۰۸	۱۱	۳۵۱۷۱	۱۷۰	۷۲	۱۵۱۶۹۹
	ضلع اودھم پور	۱۲۱۵۲۲	۱۲۸	۴۳۹	۸۳۰۲۷	۰	۳۰	۲۰۵۱۳۶
	جاگیر چنینی	۸۹۲۶	۰	۰	۱۶۶۳	۰	۰	۱۰۵۸۹
	جاگیر بھدرواہ	۲۲۹۳۱	۰	۱	۱۴۵۸۰	۰	۰	۳۷۵۱۲
	ضلع ریاسی	۸۰۹۹۶	۴۸۱		۱۲۵۳۴۴	۱	۱۱	۲۰۶۸۱۳
	ضلع میرپور	۵۶۱۸۶	۳۱۵۶	۰	۲۶۲۳۴۴	۱۰	۲۴۷	۳۲۲۹۴۳
	علاقہ پونچھ	۲۱۹۷۷	۹۷۴۱	۱	۳۰۲۷۲۲	۲۸	۵۴	۳۳۴۵۲۳
	میزان	۶۲۸۰۵۷	۱۴۴۸۰	۴۵۲	۹۵۴۰۱۴	۷۸۸	۱۵۸۶	۱۶۰۱۲۷۹
صوبہ کشمیر	شہر سری نگر	۲۸۷۳۶	۴۸۶	۰	۹۶۹۳۵	۱۱۳	۶۲	۱۲۶۳۴۴
	وزارت جنوبی	۱۹۰۱۵	۲۱۰۰	۰	۴۹۱۰۱۱	۵۰	۰	۵۱۲۱۶۶
	وزارت شمالی	۹۹۱۶	۴۵۷۵	۲	۴۴۶۲۲۵	۳۹	۳۳	۴۶۰۷۸۱
	وزارت مظفرآباد	۴۶۹۷	۶۶۱۱	۱	۱۸۲۸۶۳	۱۶	۱۴	۱۹۵۲۰۵
	میزان	۶۲۳۶۵	۱۴۷۷۲	۳	۱۲۱۶۷۲۵	۲۱۸	۱۱۱	۱۲۹۵۱۹۴
اضلاع سرحدی	وزارت لداخ	۴۰۷	۴۱	۱۵۸۷۶	۱۵۰۰۷۰	۶۳	۱۸	۱۸۶۴۴۶
	وزارت گلگت	۸۱۶	۵۶	۰	۲۳۰۷۵	۲۱	۰	۲۳۹۶۸
	پولیٹیکل ایجنسی گلگت	۷۷	۰	۱۷	۵۴۳۴۰	۰	۰	۵۴۴۳۴
	میزان	۱۳۰۰	۹۸	۱۵۸۹۳	۲۲۷۴۸۵	۸۴	۱۸	۲۴۴۸۷۸
	میزان کل ریاست	۶۹۱۷۲۲	۳۰۵۵۰	۳۶۴۳۹	۲۳۹۹۲۲۸	۹۹۵	۱۵۱۵	۳۱۹۱۳۴۴

دوسرا حصہ

تاریخ کشتوار

مردم شماری ریاست جموں وکشمیر و اقطاعے تبت ہا وغیرہ
سال ۱۹۳۱ء

صوبہ	ضلع	ہندو بشمول آریا	سکھ	بودھ	مسلمان	عیسائی	دیگر	میزان
صوبہ جموں مع اضلاع و جاگیرات	شہر جموں	۲۴۶۶۵	۱۲۹۶	۹	۱۲۰۳۶	۶۰۲	۵	۳۸۶۱۳
	چھاؤنی جموں	۲۸۰۶	۳۱	۰	۱۳۴۷	۷	۰	۴۱۸۱
	ضلع جموں	۱۹۰۱۷۴	۵۵۴۰	۰	۱۳۵۹۵۳	۷۵۳	۳۶	۳۳۲۴۴۶
	ضلع کٹھوعہ	۱۲۰۹۳۸	۴۷۸	۰	۳۹۶۳۷	۱۶۹	۰	۱۶۱۲۳۲
	ضلع اودھم پور	۱۵۵۷۶۵	۳۲۸	۴۹۲	۱۱۷۰۵۱	۳۲	۰	۲۷۳۶۶۸
	جاگیر چنینی	۹۴۰۹	۴	۰	۱۵۱۲	۰		۱۰۹۲۵
	جاگیر بھدرواہ			ضلع اودھم پور میں شامل ہو گئی ہے				
	ضلع ریاسی	۷۹۰۱۲	۸۴۲	۶	۱۵۵۲۵۳	۳۲	۰	۲۳۵۲۴۵
	ضلع میرپور	۵۷۶۰۳	۹۴۳۳	۰	۲۶۸۶۳۱	۸۲		۳۴۴۷۴۷
	علاقہ پونچھ	۲۵۴۷۳	۱۱۲۴۴	۰	۳۵۰۴۹۱	۷۶		۳۸۷۳۸۴
	میزان	۶۶۵۸۴۴	۶۹۲۷۲	۵۰۷	۱۰۸۱۸۲۱	۱۷۵۳	۴۱	۱۷۷۹۲۳۶
صوبہ کشمیر	شہر سری نگر	۳۳۶۵۳	۸۷۰	۸	۱۳۸۷۶۰	۲۵۰	۴	۱۷۳۵۷۳
	وزارت جنوبی	۲۰۳۹۰	۲۷۳۱	۰	۸۷۴۷۶۷	۱۱	۳۵	۵۹۸۳۷۰
	وزارت شمالی	۱۰۷۰۶	۶۲۶۰		۵۴۲۷۴۳	۶۱	۵۸	۵۵۹۸۲۸
	وزارت مظفرآباد	۴۴۹۰	۱۰۹۳۳	۰	۲۲۲۰۱۳	۱۰	۱	۲۳۷۴۴۷
	میزان	۶۹۲۵۹	۲۱۱۹۰	۵	۱۴۷۸۲۸۷	۳۳۹	۹۸	۲۵۶۹۱۷۸
سرحدی اضلاع	وزارت لداخ	۳۱۹	۹۷	۳۸۲۱۱	۱۵۳۳۸۸	۱۲۴	۰	۱۹۲۱۳۹
	وزارت گلگت	۱۰۳۸	۸۵	۰	۳۰۷۴۱	۳۸	۰	۳۱۹۰۱
	پولیٹیکل ایجنسی گلگت	۳۲۶	-	۰	۶۴۱۹۹	۱۱	۰	۶۴۵۴۱
	میزان	۱۶۸۳	۱۹۰	۳۸۲۱۲	۲۴۸۳۱۰	۱۷۱	۰	۲۵۸۵۸۴
	میزان کل ریاست	۷۳۶۷۸۴	۵۰۷۵۲	۳۸۷۲۴	۲۸۰۸۴۳۶	۲۲۶۳	۱۳۹	۳۶۴۶۹۹۰

دیباچہ

جب میں ۱۵-۱۹۱۴ء میں کشتواڑ پہونچا — اور مجھے کشتواڑ کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اور میں نے ان مقامات کو دیکھا جہاں وزیر زورآور سنگھ کلھوریا نے اپنی سیاہ تیار کی اور ان راستوں کو دیکھا جدھر سے وہ اس بڑی جمعیت کو سلامتی کیساتھ گذار کر لے گیا اور سورو دگرستے کی نسبت معلوم ہوا کہ ان کے تعلقات زمانہ سلف سے کشتواڑ کے ساتھ چلے آئے ہیں تو میری رائے ہوئی کہ بغرض تکمیل تاریخ لداخ دلچسپ تاریخ کشتواڑ کا لکھا جانا ضروری ہے چنانچہ میں نے اس کی تحقیق شروع کر دی پنڈت دینا ناتھ کی قلمی ہندی تاریخ کشتواڑ پر اس کی بنیاد رکھی اور ذاتی تحقیقات سے اسپر اضافہ کرنا شروع کیا اسکے لئے مجھے اطراف کشتواڑ میں سفر کرنا پڑا جس سلسلہ میں میں نے آثار قدیمہ کا باحتیاط معائنہ کیا اور بیرونی ممالک کی تاریخ تلاش کر کے ایک یادداشت مرتب کی۔

اس اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ چمبہ کے دو پادری صاحبان نے اپنے ہفتہ عشرہ کے قیام کشتواڑ کے دوران میں تاریخ کشتواڑ لکھکر شایع کر دی ہے مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا کہ جس کام کو میں کئی سال کی محنت شاقہ سے مکمل نہیں کر سکا وہ چند روز میں کس طرح تکمیل کو پہونچگیا چنانچہ میں نے اس تاریخ کو تلاش کر کے پڑھا۔ اس سے میرا اطمینان ہو گیا کہ میرے لئے میدان خالی ہے چنانچہ کشتواڑ سے آنے کے بعد وقتاً فوقتاً میں اپنے مسودہ میں اضافہ کرتا رہا کشمیر پہونچنے پر مجھے پنڈت شیو کاک ڈر کی قلمی فارسی تاریخ کشتواڑ بھی مل گئی اس سے بھی میں نے فائدہ اٹھایا۔ اور جہانتک کہ تاریخ کشمیر و تاریخ ہند میں مجھے حالات کشتواڑ کا پتہ چلا اس کو اپنے مسودہ میں شامل کیا۔ اور امسال لکھنؤ میں بیٹھکر اسے ترتیب دیا۔

الغرض ان واقعات کے فراہم کرنے میں میں نے حسب ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں شکرگذار ہوں۔

۱۔ پنڈت دینا ناتھ کی قلمی ہندی تاریخ کشتواڑ

سے اوپر بکرماجیت تک شجرہ نسب کو درست تسلیم کر لیا جائے اور بکرماجیت مندرجہ شجرہ نسب کو بکرماجیت فاتح آچین مان لیا جائے تو تاریخ ہند کی رو سے اس کا زمانہ تقریباً ۳۵۷ء سے ۴۱۳ء تک ہے۔ ۴۱۳ سے ۳۵۷ تک ۵۷ سال ہوتے ہیں اور صرف ۲ پشتیں درمیان میں ہیں۔ اس طرح سے یہ حساب قریب قریب صحت کی حد تک پہونچ جاتا ہے۔

راجگان کشتوار کے نسب نامہ کے ساتھ چند نامی معززین کشتوار کا سلسلہ نسب بھی میں نے درج کر دیا ہے جن کا تعلق تاریخ کشتوار و تاریخ جموں سے ہے۔ اس سے ان کے متعلقہ واقعات کے سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

اس حصہ کو میں نے تین باب پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں ابتدائی حالات اور قدیم راجگان کشتوار کی تاریخ ہے۔ دوسرے باب میں اُن راجگان کی تاریخ ہے جنکے ساتھ ملحقہ اسلامی حکومتوں کے تعلقات پیدا ہوئے۔ اور تیسرے باب میں مسلمان راجگان کشتوار کی تاریخ ہے۔

آخری راجہ محمد تیغ سنگھ اور اس کے اہل دربار کی ایک دستی تصویر مجھے کشتوار میں دستیاب ہوئی تھی اس کا عکس میں نے اصل عہد کے بیان کے سامنے دیدیا ہے۔ غرض کہ ہر ایک ممکن طریقے سے تاریخ کو مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

گولہ گنج لکھنؤ
۱۰ اگست ۱۹۲۶ء

حشمت اللہ خاں

۲- پنڈت شیو کاک در سابق وزیر کشتواڑ کی قلمی فارسی تاریخ کشتواڑ۔

۳- پادری ہچی سن و پادری ووگل کا انگریزی مضمون متعلق تاریخ کشتواڑ مطبوعہ جرنل پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۱۶ء۔

۴- مکمل تاریخ کشمیر اردو مصنفہ محمد الدین فوق (مطبوعہ لاہور)

۵- تاریخ ہندوستان اردو مصنفہ ذکاء اللہ (مطبوعہ علی گڑھ)

۶- گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام (مطبوعہ لکھنؤ)

۷- تاریخ رشیدی فارسی قلمی مصنفہ مرزا حیدر گورگان

۸- توزک جہانگیری فارسی۔

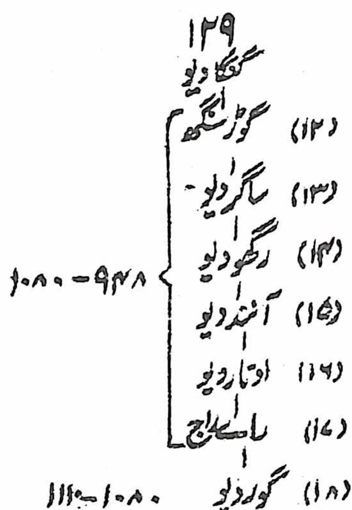
۹- تاریخ فرشتہ فارسی (مطبوعہ لکھنؤ)

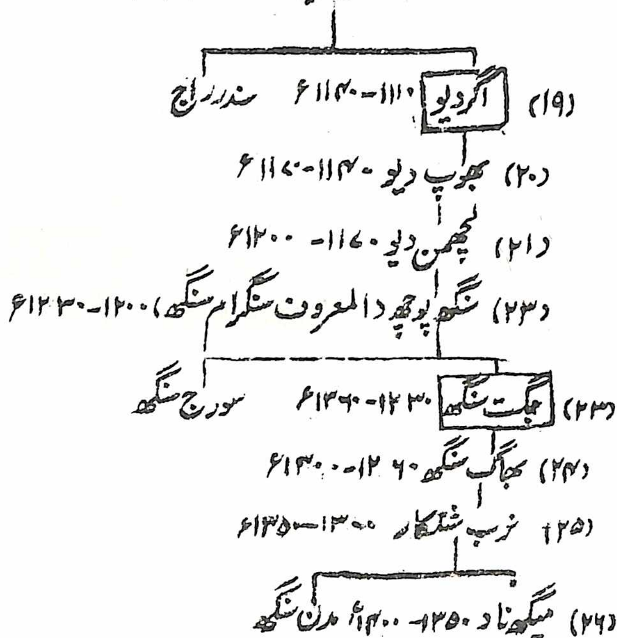
۱۰- تاریخ اعظمی فارسی (قلمی)

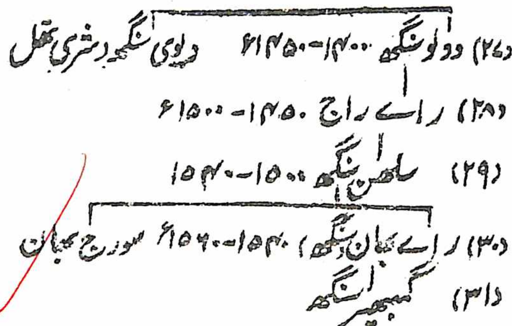
۱۱- جموں و کشمیر (انگریزی) مصنفہ ڈرو

علاوہ ازیں کسی قدر قدیمی حالات اور زیادہ تر آخری زمانہ کے حالات کی بابت مجھے بہت مفید معلومات پیر غلام محی الدین گدی نشین خانقاہ شاہ اسرارلدین علیہ الرحمۃ سے حاصل ہوئی ہیں جس کے لئے میں ان کا دل سے شکر گذار ہوں۔

قومی روایات اور آثار قدیمہ سے بھی میں نے کچھ حالات فراہم کئے ہیں غرض کہ ہر ایک کوشش واقعات کی تکمیل اور ان کو درست طور پر ترتیب دینے میں کی ہے مگر پھر بھی اس میں ترقی کی گنجائش باقی ہے جسے آئندہ مورخ اب بہت آسانی سے پورا کر سکتے ہیں پنڈت دینا ناتھ کی ہندی تاریخ کشتواڑ میں جو بنیاد اس تاریخ کی ہے کسی راجہ کا سال حکومت درج نہیں ہے میں نے نسب نامہ کی ۳۳ ویں پشت سے جب سے کہ ملک کشتواڑ کا تعلق بیرونی متمدن ممالک کے ساتھ پیدا ہوا ہے ان ممالک کی تاریخ کی مدد سے راجگان کشتواڑ کے عہد کا تعین عیسوی سال میں کیا ہے اور راجہ بہادر سنگھ سے اوپر کیطرف بحساب ۲۰ سال فی پشت ہر ایک راجہ کا زمانہ تجویز کر دیا ہے جس کی رو سے کاہن پال کا کشتواڑ میں وارد ہونا پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں پایا جاتا ہے راجہ بہادر سنگھ سے اوپر شجرہ نسب یا اس عصر راجگان کی تاریخوں کی تصدیق کا کوئی ذریعہ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ اگر کاہن پال

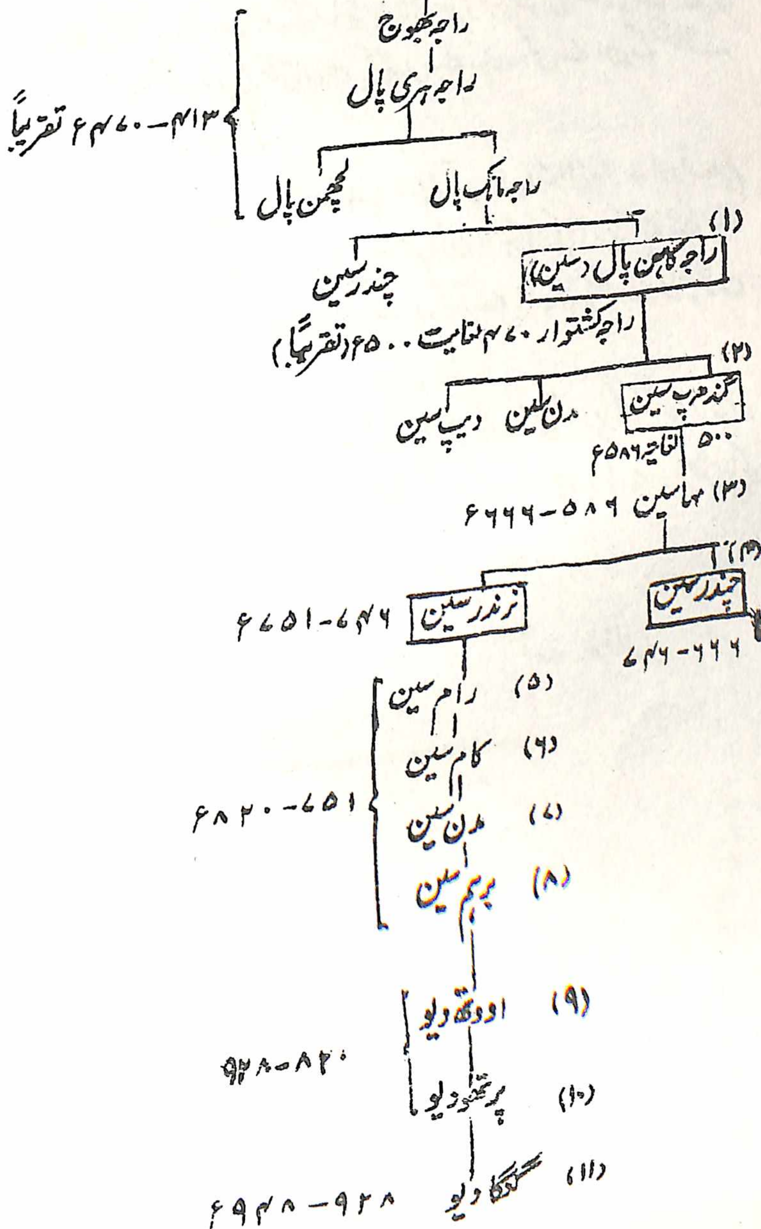

گنگا دیو
(١٢) گوڑ سنگھ
(١٣) ساگر دیو
(١٤) رگھو دیو
(١٥) آنند دیو
(١٦) اوتار دیو
(١٧) راے راج
٩٤٨-١٠٨٠
(١٨) گور دیو ١٠٨٠-١١١٠

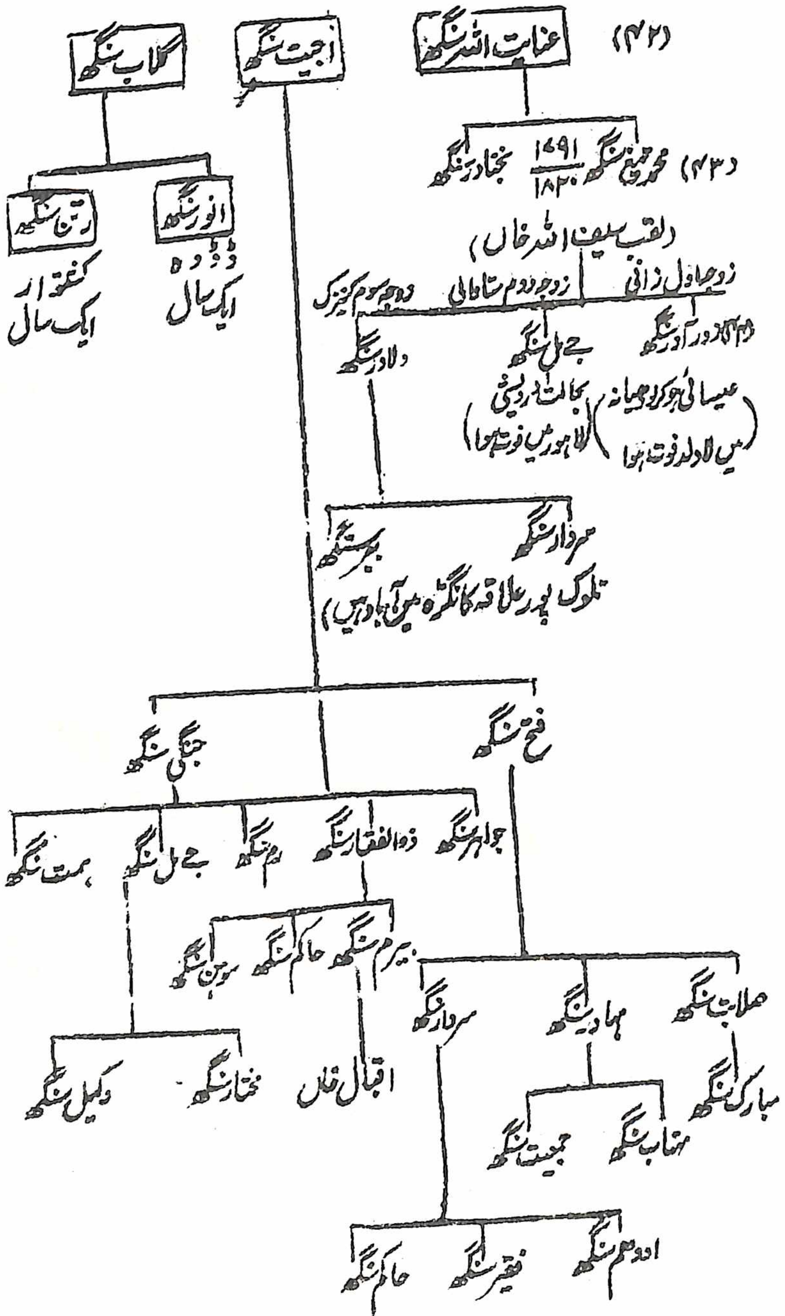

(١٩) اگر دیو ١١١٠-١١٤٠ء سندر راج
(٢٠) بھوپ دیو ١١٤٠-١١٧٠ء
(٢١) لچھمن دیو ١١٧٠-١٢٠٠ء
(٢٣) سنگھ پوچھ (المعروف سنگرام سنگھ) ١٢٠٠-١٢٣٠ء
(٢٣) جگت سنگھ ١٢٣٠-١٢٦٠ء سورج سنگھ
(٢٤) بھاگ سنگھ ١٢٦٠-١٣٠٠ء
(٢٥) نرسب شنکار ١٣٠٠-١٣٥٠ء
(٢٦) میگھ ناد ١٣٥٠-١٤٠٠ء مدن سنگھ


(٢٧) دولو سنگھ ١٤٠٠-١٤٥٠ء دلوی سنگھ دشری بھل
(٢٨) راے راج ١٤٥٠-١٥٠٠ء
(٢٩) سالھن سنگھ ١٥٠٠-١٥٤٠
(٣٠) راے بھان سنگھ ١٥٤٠-١٥٦٠ء سورج بھان
(٣١) گمبھیر سنگھ

شجرہ نسب راجگان کشتوار

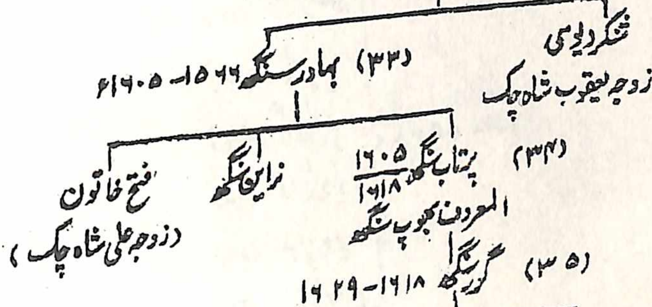
مہاراجہ بکرماجیت راُجین ۳۷۵ء لغایت ۴۱۳ء تاریخی

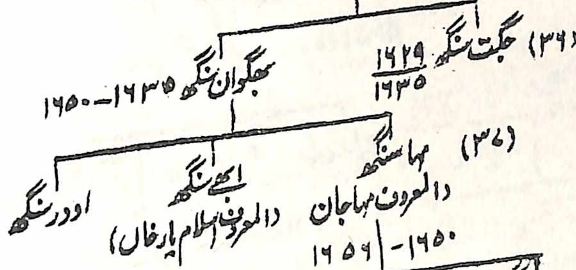


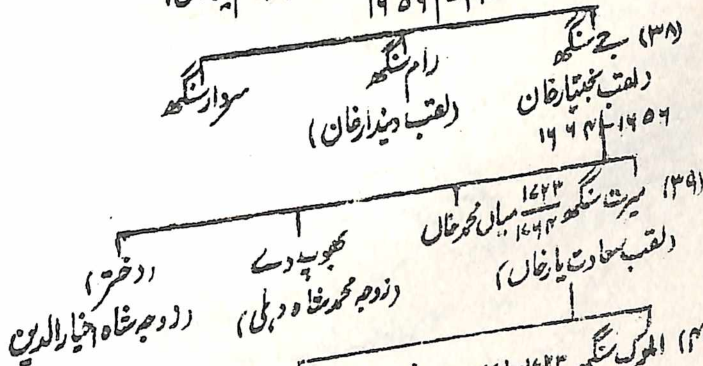


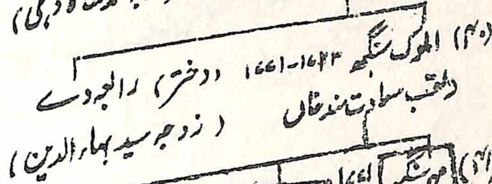
(یہ سب میرپور چوک میں آباد اور معمولی حیثیت کے زمیندار ہیں

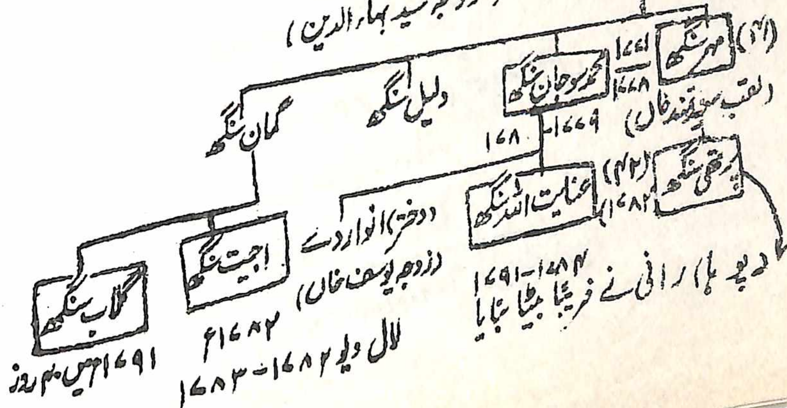
گمبھیر سنگھ

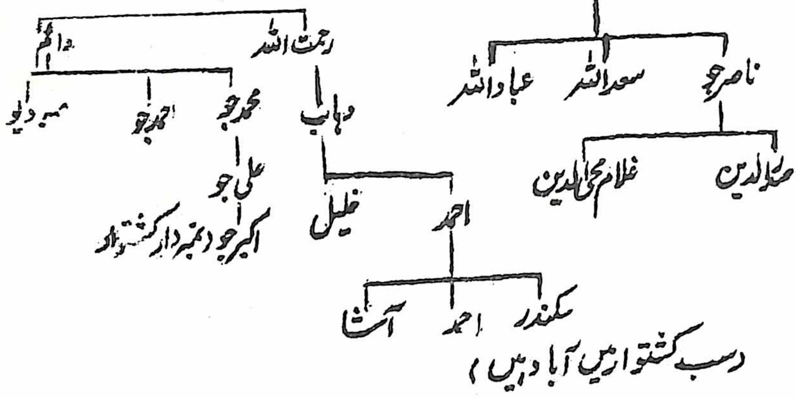

(۳۲) بجے سنگھ
۱۵۶۰-۱۵۶۶
ننگر دیوی
زوجہ یعقوب شاہ چک
(۳۳) بہادر سنگھ ۱۵۶۶-۱۶۰۵ء
(۳۴) پرتاب سنگھ ۱۶۰۵/۱۶۱۸
المعروف بھوپ سنگھ
نراین سنگھ
فتح خاتون
(زوجہ علی شاہ چک)
(۳۵) گرز سنگھ
۱۶۱۸-۱۶۲۹


(۳۶) جگت سنگھ ۱۶۲۹/۱۶۳۵
بھگوان سنگھ ۱۶۳۵-۱۶۵۰
(۳۷) مہاسنگھ
(المعروف مہاجان
۱۶۵۰-۱۶۵۶
ابھے سنگھ
(المعروف اسلام یار خاں)
اودر سنگھ


(۳۸) بجے سنگھ
(لقب بختیار خاں
۱۶۵۶-۱۶۶۴
رام سنگھ
(لقب دیندار خاں)
سوار سنگھ
(۳۹) میرت سنگھ ۱۶۶۴/۱۶۶۴ میاں محمد خاں
(لقب سعادت یار خاں)
بھوپ دے
(زوجہ محمد شاہ دہلی)
(دختر)
(زوجہ شاہ اختیار الدین


(۴۰) الموک سنگھ ۱۶۶۴-۱۶۶۱
(لقب سعادت مند خاں
(دختر) رابعہ دے
(زوجہ سید بہاء الدین)


(۴۱) مہر سنگھ
(لقب سعادت مند خاں)
محمد سوجان سنگھ
۱۶۶۹-۱۶۸
دلیل سنگھ
گمان سنگھ
(۴۲) پرتھی سنگھ
عنایت اللہ سنگھ
(دختر) انوار دے
(زوجہ یوسف خاں)
اجیت سنگھ
۱۶۸۲ء
لال دیو ۱۶۸۲-۱۶۸۳
گلاب سنگھ
۱۶۹۱ میں ۳ روز
(دیکھو ۱۵) رانی نے فرضی بیٹا بنایا
۱۶۸۴-۱۶۹۱



(سب کشتواڑ میں آباد ہیں)

---

(۳) اولاد حافظ غیاث الدین ساکن آگرہ

حافظ غیاث الدین

حافظ ابو القاسم

حافظ عنایت اللہ

حافظ عزیز اللہ

مولوی عبد الغفور

مولوی حفیظ اللہ — مولوی عاصم

ناصر الدین

سعد الدین — ضیاء الدین

پیر غلام محی الدین

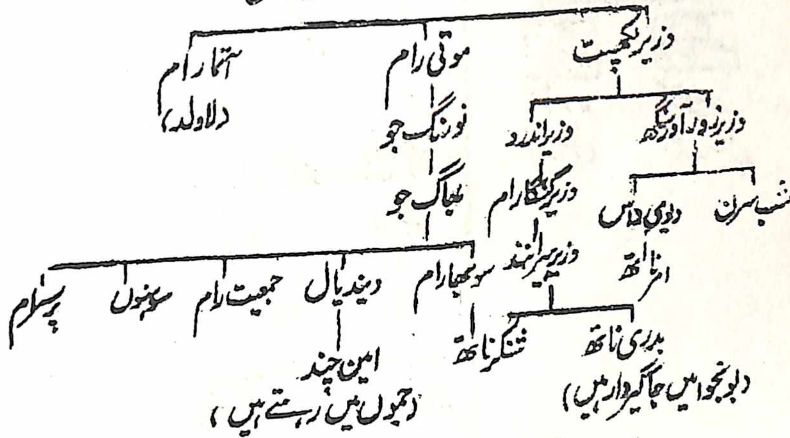
پیر سراج الدین — بہار الدین — سیف الدین

سعید شاہ — طیب شاہ — وزیر شاہ

(کشتواڑ میں آباد ہیں اور خانقاہ شاہ اسرار الدین کے گدی نشین ہیں)

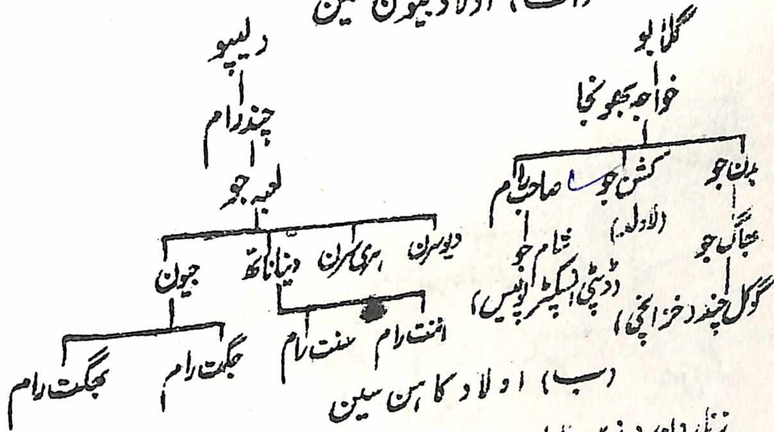
ممتاز روساے کشتوار کا نسب نامہ

(۱) اولاد وزیر لکھپت راے کشتواری



(۲) اولاد کپور وزیران کشتوار جو دہلی سے بھیجے گئے تھے

(الف) اولاد جیون سین



(ب) اولاد کاہن سین

زنار دن (زین العابدین)
خواجہ ہاشم
خواجہ ابراہیم
خواجہ حبیب
خواجہ احمد

بجے رام (ضیاء اللہ)
خواجہ عبد الرزاق
خواجہ بلاقی
رحمت اللہ — دائم

(سلسلہ صفحہ ۱۳۳ پر)

(سلسلہ صفحہ ۱۳۳ پر)

پہلا باب

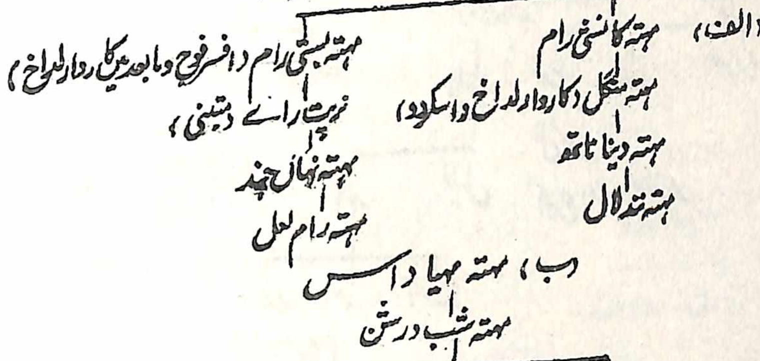
حالاتِ ابتدائی۔ و تاریخ قدیم راجگان کشتواڑ

وہ سطح مرتفع جس کے اوپر اس وقت قصبۂ کشتواڑ اور چند ملحقہ دیہات آباد ہیں۔ آسمان سے ملے ہوئے پہاڑوں کے درمیان قریب قریب ایک مسطح میدان ہے جس کے شمال اور غرب میں ہر دو طرف ایک نالہ ہے جو اسی سلسلہ کوہستان سے نکلتا ہے۔ اس میدان کے شمال غربی گوشہ پر شمال کی طرف سے دریائے مرو جس میں اس موقع سے اوپر کی طرف کچھ فاصلہ پر دریائے چھاترو بھی شامل ہوجاتا ہے دریائے چناب میں گرتا ہے اور غالباً اتنے بڑے پانی کی یہی ٹکر اس موقع پر دریائے چناب کے ایسے تنگ زاویہ پر روگردان ہونے کا باعث ہوئی ہے۔

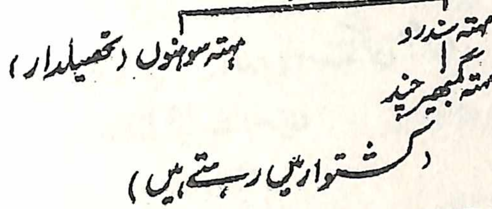
ان دونوں دریاؤں کے موقع اتصال پر سطح دریا کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۳۶۰۰ فٹ اور سطح مرتفع کشتواڑ کی بلندی تقریباً ۵۴۰۰ فٹ ہے یہ میدان موجودہ سطح دریا سے تقریباً دو ہزار فٹ بلند ہے۔ اس میدان کا طول شمالاً جنوباً تقریباً ۶-۷ میل اور عرض دو ڈھائی میل کے قریب ہے۔ چناب کی تنگ اور سنگلاخ وادی میں یہ میدان ایک عجیب و غریب منظر پیدا کرتا ہے اور بڑی پرفضا جگہ ہے۔

موجودہ ملکی تقسیم کے مطابق وادی چناب میں علاقہ جات پاڈر، ناگ سین اڈ ڈیل اور وادی مرو میں دچھن۔ مرو اور دار دن علاقہ کشتواڑ میں شامل ہیں۔ بونجوا سے نیچے بھدرواہ کا علاقہ ہے جو سابق زمانہ میں راج چمبہ کے ساتھ شامل تھا اور بعد میں خود مختار حکومت ہوگئی۔ کشتواڑ سے نیچے دریائے چناب کے داہنے کنارہ پر تحصیل رام بن شروع ہوجاتی ہے جو تقریباً کل بشمول موجودہ تحصیل ریاسی کی نیابت گلاب گڈھ کے جس کا قدیمی

(۴) مہتہ روساے کشتوار

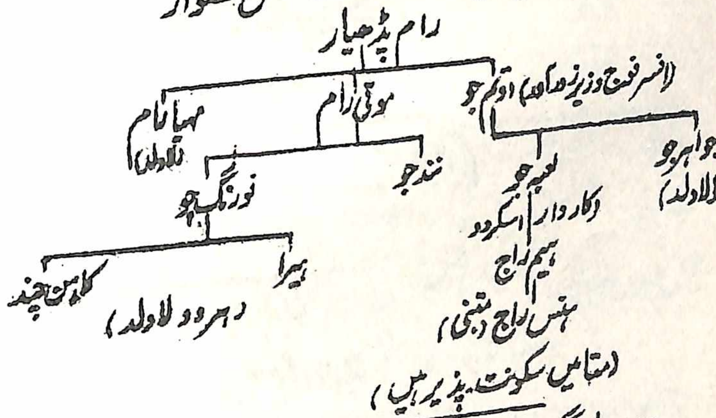


(ب) مہتہ مہیا داس



(کشتوار میں رہتے ہیں)

(۵) پڈھیار روساے متصل کشتوار



(متامیں سکونت پذیر ہیں)

مرزا رسول بیگ و رانا جالم سنگھ افسران فوج وزیر زورآور سنگھ کلہوریا کی اولاد بالترتیب اودہان پورہ وار نوڑہ علاقہ ڈوڈہ تحصیل رام بن میں رہتے ہیں اور صاحب عزت ہیں ان کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔

مرین شاہ افسر فوج وزیر زورآور سنگھ کے حسب ونسب کا پتہ نہیں چلا۔

بعد ازاں رشی شری پال کے معتقدین کے درمیان پھوٹ پیدا ہوگئی ایک فرقہ

جہاکال گڈھ نے رشی کی اطاعت سے انحراف کیا۔ اور بدکاری میں مبتلا ہوگیا۔ اس سے شری پال بہت تنگ ہوئے۔ آخرالامر جب یہ لوگ کسی طرح روباصلاح نہ ہوئے تو انھوں نے بددعا کی اور قہر نازل ہوا۔ لوگ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور مرنے لگے یہاں تک کہ ایک سال کے اندر جہاکال گڈھ کا آباد اور بارونق شہر ویران ہوگیا۔ شری پال بھی یہاں سے چلے گئے اور عرصہ تک یہ میدان غیر آباد پڑا رہا۔

بعد ازاں آہنگ پت نامی ایک برہمن یہاں وارد ہوا۔ وہ دنیادار

پوہی یا مان سمر اگڈھ آدمی تھا۔ اس نے ایک مکان تعمیر کرکے اس جگہ رہنا شروع کیا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ رام داس۔ رگھوناتھ اور مرلی دھر۔ آہنگ پت کا گذارہ بھیڑ بکری کی پیداوار پر تھا۔ اور یہ گلہ اس کے پاس بہت بڑا تھا۔ بھیڑ بکری کے گلہ کو کشتواڑی زبان میں پوہ کہتے ہیں چنانچہ آہنگ پت کے گھر کا نام پوہی ہوگیا۔ اور یہ آبادی آج تک اسی نام سے مشہور ہے لیکن ہندی نسب نامہ کشتواڑ میں مذکور ہے کہ آہنگ پت نے اس آبادی کا نام مان شمر اگڈھ رکھا تھا چونکہ چراگاہ اس موقع پر بہت وسیع تھی اور گھاس بھی وافر تھی آہنگ پت کو اپنے گلہ بز و گوسفند کی افزائش میں بڑی کامیابی ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی بڑھنے لگی اس کے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی یہاں جمع ہونے لگے۔ غرض کہ تھوڑے عرصہ میں ایک خاصی جماعت اس کی اولاد اور اس کے رفیقوں کی اس جگہ پر مجتمع ہوگئی۔ اور یہ سب لوگ بڑی فارغ البالی کے ساتھ گذارہ کرنے لگے۔

اب ہمسایہ اقوام کو ان کی خوش حالی پر حسد پیدا ہوا۔ چنانچہ باشندگان سرحد کشمیر میں سے ایک جماعت نے پوہی پر حملہ کردیا۔ اور قوم آہنگ پت کا ایک متنفس اس سرزمین پر باقی نہیں رکھا پوہی کو ویران کرکے قوم فاتح نے ڈانبرناگ (حال ومول ناگ) کے قریب قیام اختیار کیا یہ جگہ منڈل سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے یہ لوگ بڑے محنتی تھے انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تمام منڈل کو کشت زار بنادیا۔

روایت ہے کہ اسی زمانہ میں کیشب رشی مع اپنے تین چیلوں نند۔ کول اور جٹا نامی کے یہاں وارد ہوئے۔ جس مقام پر انھوں نے قیام کیا اس کا نام سورج گڈھ رکھا۔ کچھ مدت کے

نام ڈینگ بٹل تھا حکومت کشتواڑ کے ساتھ شامل رہی ہے۔

سمرتھ گڈھ

کشتواڑ کے ابتدائی حالات کا انحصار زیادہ تر روایات پر ہے جن کی تحقیقات
تین سال تک میں وقتاً فوقتاً کرتا رہوں۔ آبادی کشتواڑ کی نسبت بیان کیا
جاتا ہے کہ قدیم الایام میں اس کا نام سمرتھ گڈھ تھا۔ اس کے اندر بجائے کشت زار کے دیودار
کا گھنا جنگل تھا۔ اور اس میں بجائے انسان کے جانوران درندہ جیسے شیر چیتے اور بھیڑیے
وغیرہ رہتے تھے۔

گوبرون سر

بعد ازاں ہر دو بڑے دریاؤں کے اتصال اور پہاڑوں کی شکست و ریخت
نے ایک انقلاب عظیم پیدا کیا۔ جس سے اس خوفناک جنگل نے ایک تباہ کن
جھیل کی صورت اختیار کی۔ اب اس میدان کا نام گوبرون سر ہو گیا یہ منظر ایک عرصۂ دراز
تک قائم رہا۔ مگر امور دنیاوی کو قرار اور ثبات نہیں ہے دوبارہ انقلاب پیدا ہوا۔
روایت ہے کہ ایک زمانہ میں اس ملک میں کثرت سے زلزلے آئے ان کے صدمہ
سے کشتواڑ کے نیچے ٹھاٹری کے موقعہ پر وہ پہاڑ جس نے اس جھیل کو روک رکھا تھا پھٹ گیا
اور گوبرون سر کا پانی بتدریج خارج ہونے لگا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ گذرنے پر یہ میدان
دوبارہ نکل آیا۔ اس کے درمیان موجودہ میدان چوگان بازی کے شمال کی طرف کچھ پانی
عرصہ دراز تک باقی رہا جسے بیادگار بڑے گوبرون سر کے اسی نام سے پکارا جاتا رہا اور بعد میں
اختصار کے طور پر گوبرون سر کہا جاتا رہا۔ رفتہ رفتہ یہ پانی بھی خارج ہو گیا اور کل زمین نکل آئی
اس زمانے میں ایک بزرگ مرتاض شری پال نامی یہاں وارد ہوئے یہ گوشۂ عافیت
انھیں پسند آیا۔ انھوں نے اس موقع پر ایک مندر تعمیر کیا۔ اور مہاکال جی کی پرستش میں
مصروف ہو گئے۔ یہ شخص بڑا مرتاض اور عابد تھا۔ چند روز میں اس کی ریاضت اور عبادت
کا شہرہ دور دور تک پہونچ گیا اور اطراف و جوانب سے لوگ اس کے گرد و پیش جمع ہونے لگے۔
جو لوگ اس کے کشف و کرامت کے معتقد ہوئے انھوں نے اس کے مندر کے قرب و جوار
میں سکونت اختیار کی اس طرح سے تھوڑے عرصہ میں اس جگہ نے ایک قصبہ کی صورت اختیار
کر لی اور مہاکال گڈھ کے نام سے مشہور ہوئی۔ مہاکال گڈھ کی آبادی ترقی کرتے کرتے بیان
کیا جاتا ہے بیس ہزار نفوس تک پہونچ گئی اور کچھ عرصہ تک اس میں بڑی رونق رہی۔

اس زمانے میں ملک پنجاب کی اقوام پنج سیاسیان نے جو پہاڑوں کے درمیان آوارہ پھرا کرتے تھے بھوٹ نگر کے لوگوں کے ساتھ رابطہ دوستی و اتحاد پیدا کر کے اس ملک میں رہنا شروع کیا۔ یہاں سے پہاڑی ادویہ وہ پنجاب لیجا کر فروخت کرتے تھے اور اسی پر انکا گذارہ تھا۔ لبلسلہ اپنی تجارت کے انھوں نے پوست ہاڑی کو خشک کر کے پنجاب لیجانا شروع کیا۔ اسوقت ہاڑی کے درخت بھوٹ نگر میں بکثرت تھے اس لئے ہاڑی کا پوست خشک کثرت سے پنجاب جانے لگا ہاڑی کے پوست خشک کو پنجابی زبان میں کشٹہ کہتے ہیں۔ اور وار کے معنی احاطہ یا جگہ کے ہیں اس مناسبت سے بجیسر ہاڑ کے بجائے اس ملک کو کشٹہ وار بولا جانے لگا جو کثرت استعمال سے کشتوار ہو گیا۔

کشتوار کو سورٹنڈوف کی واپسی کے بعد سابق حکمرانان ردترہ و گنائیوں کا اقتدار پھر ملک میں قائم ہو گیا تھا انھیں کے ساتھ دوستی پیدا کر کے پنج ساسیون نے اس ملک کی تجارت پنجاب کے ساتھ قائم کی لیکن خود غرضی کی دوستی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا کرتی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان دونوں فریق کے درمیان بجائے یک دلی اور یک جہتی کے خود غرضی پیدا ہو گئی اور فساد شروع ہو گیا۔ پنج ساسی فن سپاہ گری میں پورے ماہر تھے اور تعداد میں بھی کم نہ تھے انھوں نے حملہ کر کے ردترہ اور گنائیوں کو قتل کیا اور بزور شمشیر اپنی حکومت قائم کر لی۔ ردترہ اور گنائیوں نے اپنا پہلو کمزور دیکھ کر ظاہری طور پر اطاعت قبول کر لی۔ مگر دلی کدورت طرفین کے دلوں میں باقی رہی۔ ردترہ اور گنائیوں کو جب کبھی موقع ملا انھوں نے اس کدورت کے اظہار میں تامل نہیں کیا۔ اور پنج ساسیوں کو چین نہیں لینے دیا۔ ان تعلقات نے کشتوار میں میدان کارزار کو مسلسل طور پر آراستہ رکھا۔ کبھی ایک فریق کو غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی دوسرا فریق غلبہ حاصل کرتا تھا ایک فریق کا آدمی جب دوسرے فریق کو مل جائے تو ان میں سے ایک کی موت یقینی تھی ان حالات سے پنج ساسی بیزار ہو گئے اور آخر الامر انھوں نے تنگ آکر آب ہو دری کے کنارہ رہنا شروع کیا۔ یہ جگہ اب توند کے نام سے مشہور ہے باوجود اس کنارہ کشی کے ردترہ اور گنائیوں کے ہاتھ سے انھیں امن نصیب نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ کاروبار کے وقت بھی وہ اسلحہ کو اپنے جسم سے جدا نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس طرح سے ہر دو فریق ہر دم مرنے مارنے کو تیار رہتے تھے۔ پنج ساسیوں کی جمعیت ایک ہزار زن و مرد سے کم نہ تھی۔ اور ہر وقت مقابلہ

بعدان کے چیلوں کے درمیان تفرقہ پڑگیا۔ اور ان کے اعمال ٹھیک نہ رہے۔ رشی نے انھیں بددعا دی کہ تم ہمیشہ دانہ اور پانی کی تکلیف میں رہوگے۔ یہ تکلیف آج کے زمانہ تک جاری ہے خواہ اسکا سبب اس بددعا کو مانا جائے یا افزائش آبادی کو اس کا باعث خیال کیا جائے بہرحال آنا ضرور ہے کہ جب تک کشمیر سے غلہ نہ پہونچایا جائے کشتواڑ کے لوگ گذارا نہیں کرسکتے۔ اور پانی کی تکلیف باوجود تمام تر عملی کوششوں کے اب تک رفع نہیں ہوئی۔

نیز روایت ہے کہ اسی زمانہ میں پانچ پانڈو یہاں آئے۔ یدھشٹر۔ ارجن۔ بھیم سین۔ نکل سہدیو ان میں سے بھیم سین نے آبادی کی بنیاد رکھی۔ اور مندر نیل کنٹھ تعمیر کیا۔ استھاپن کیا اور گپت گنگا بنوائی۔ پتھریلی زمین سے پانی برآمد کیا اور پتھر کی چوکھٹ پر حروف کندہ کرکے اشنان کیا

چیسرہاڑ

الغرض کشمیری فاتحان کے درمیان دو گروہ تھے ایک روترا اور دوسرا گنائی قوم روتر نے زیوڈرہ میں اور قوم گنائی نے زیوڈرہ سے نیچے کی طرف سکونت اختیار کی یہ جگہ قصبہ کشتواڑ کے نام سے مشہور ہے۔ ان اقوام نے اپنے اپنے قیام گاہ پر ہاڑی کے درخت بڑی تعداد میں نصب کئے جس سے کل میدان درختان ہاڑی کا باغ نظر آنے لگا اور اس نسبت سے اس کا نام چیسرہاڑ ہوگیا۔ جو عرصہ تک زبان زد خلائق رہا۔

بھوٹ بھائی یا بھوٹ نگر

ان لوگوں کو جب کھانے پینے کا آرام نصیب ہوا تو عیش و عشرت میں مصروف ہوگئے۔ اور اپنی زندگی اور موت کا انھیں کچھ خیال نہیں رہا انکی بدمستی کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ غیر اقوام انکے اوپر غلبہ حاصل کریں۔ چنانچہ کوسور ٹنڈوف۔ گیالپو سورو کو اس کی خبر ہوئی اسنے براہ درہ بھوٹو کول چیسرہاڑ پر حملہ کرکے تمام ملک کوہٹاڑی تک فتح کیا اور چیسرہاڑ کو اپنی راجدھانی بنایا اور اسکا نام بھوٹ بھائی یا بھوٹ نگر رکھا کچھ عرصہ تک اسنے عیش و کامرانی کے ساتھ اس ملک میں حکومت کی رعایا کو اسکی حکومت میں بڑا آرام رہا بعد ازاں اسکے وطن میں کچھ فساد ہوگیا جسکے رفع کرنے کی غرض سے اسے واپس سورو جانا پڑا۔ اور اتنے دور دراز فاصلہ سے وہ اپنی حکومت اس ملک میں قائم نہ رکھ سکا نتیجہ یہ ہوا کہ روترا در گنائیوں کا پھر دور ہوگیا مگر تاریخ پورنگیٹ یا تاریخ ناسکار سے پتہ نہیں چلا سکا کہ یہ کوسور ٹنڈوف کون شخص تھا مگر قیاس یہ کہتا ہے کہ اس کا تعلق سلطنت چین کے ۱۳۲۰ ھ کے حملہ کشمیر کے ساتھ ہونا چاہیے جسکے بعد عرصہ تک کشمیر پانچ گدار سلطنت چین کا رہا ہے گو کہ تاریخ میں تقریباً ۔۳ سال کا اختلاف ہے

کہ پنج ساسی ہر وقت مسلح اور مرنے مارنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مگر سال بھر میں ایک دن ایسا آتا ہے جسے تہار کہتے ہیں اُس روز کشتواڑ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ اسلحہ الگ ڈال دیے جاتے ہیں اور لوگ علی الصباح چشمہ ہودری پر بغرض اشنان و پوجا کے جمع ہوتے ہیں۔ اس موقع پر حملہ کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔

راجہ کو یہ تجویز بہت پسند ہوئی۔ اُس نے کہا کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ صبر و تحمل سے کام سیدھا ہوگا۔ چنانچہ وہ منتظر وقت رہا۔ یہ تہوار پھاگن کے مہینے میں آتا ہے جس میں تین ماہ باقی تھے۔ جب وہ دن آیا تو رات کے وقت دھاوا کرکے اپنی فوج کو چشمہ ہودری کے گرداگرد قائم کر دیا۔ اتفاقاً اس رات کو سخت برف باری ہوئی جس سے ہندوستان کی فوج کو بڑی تکلیف پہونچی مگر انھوں نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی اپنی ڈھال کا سہارا لیے ہوئے اس برف باری کی حالت میں اپنی جگہ پر قائم رہے۔ صبح کے وقت پنج ساسیاں اپنی عادت کے مطابق بے انتظام سلاح اشنان اور پوجا کی غرض سے چشمہ پر جمع ہوئے۔ راجہ کی سپاہ گھات میں لگی ہوئی تھی۔ یکبارگی سب نے حملہ کر دیا اور ایک ایک پنج ساسی کو تہ تیغ کیا۔ اس قتل گاہ سے بہت ہی کم آدمی اپنی جان سلامت لے گئے۔

راجہ کاہن پال اس طرح قوم پنج ساسیان کا خاتمہ کرکے کشتواڑ کی مسند حکمرانی پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اپنے مشیران باتدبیر کی صلاح سے جابجا حکام و عمال مقرر کر دیے اور ملک کا اندرونی انتظام درست کیا

جب کشتواڑ خاص کا اندرونی انتظام درست ہوگیا۔ تو راجہ نے مضافات کی تسخیر کا ارادہ کیا کیونکہ اس زمانے میں گاؤں بہ گاؤں الگ الگ حکومتیں قائم تھیں چنانچہ براہ سیگاٹ دریائے چناب کو عبور کرکے دھیان کنتواڑہ پر حملہ آور ہوا اور اُنھیں قتل و غارت کرکے اس علاقہ کو کشتواڑ کے ساتھ الحاق کر لیا۔

کاہن پال راجہ کشتواڑ ۷۰۰ء ۵۰۰ھ اس کے بعد اس نے ٹھکرائی کی طرف توجہ کی۔ اُس کے فتح کرنے کے بعد وہاں چند روز ٹھہر گیا اس عرصہ میں اس کی دہشت تمام ملک میں پھیل گئی تھی۔ چنانچہ اوڈیل کے ملکان و عمالک

کے لئے تیار رہتے تھے۔ یہ حالات زیادہ عرصہ جاری نہیں رہ سکتے تھے جب گھر کے اندر پھوٹ ہو

تو بیرونی دشمن کے لئے راستہ صاف ہوتا ہے۔

راجگان گوڑ بنگال تعلقہ اوجین میں سے ایک سورج بنسی راجہ اسمی کاہن پال جو مہاراجہ

بکرماجیت کی نسل سے تھا۔ اور جس کا شجرہ نسب پشت بہ پشت اس بیان میں حسب دریافت

روئداد درج کیا جاتا ہے (یعنی اول بکرماجیت[1] اس کا بیٹا راجہ بھوج[2] اس کا راجہ ہری پال[3] اسکا

راجہ مانک پال[4] اس کا بیٹا راجہ کاہن پال[5]) یہ شخص کچھ فوج لے کر اور بقول بعض امرناتھ جی

کی جاترا کے قصد سے اوجین سے روانہ ہوا۔ گورکھ ناتھ جی اس کے ساتھ تھے۔

پنڈت دینا ناتھ کی ہندی تاریخ کشتوار میں صراحت ان واقعات کی نہیں ہے جن کی

بنا پر کاہن سین یا کاہن پال ترک وطن کرنے پر مجبور ہوا۔ مگر جو واقعات درج ہیں انکی

بنا پر یہ قیاس ہوتا ہے کہ مانک پال کا راج پہلے کاہن پال کو ملا۔ بعد ازاں کسی طرح سے

اسکا چھوٹا بھائی چندر سین راجہ ہوگیا۔ اور کاہن پال کو تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونا پڑا انسے

اپنی جان بچانے کی خاطر کاہن پال کو اپنے باپ دادا کا ملک چھوڑنا پڑا۔ کیوں کہ جاترا کی غرض

سے آنا اور کشتوار جیسے دور دراز۔ دشوار گزار اور تنگ ملک میں اپنی وسیع سلطنت اور آباد

ملک کو چھوڑ کر محض اس کی دلفریبی اور سیاسی حالات کی بیقراری دیکھکر اپنا مسکن بنانا

قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔

بہر حال تاریخ مندرجہ بالا میں مذکور ہے کہ جب راجہ کاہن پال کا ندنہ پہونچا تو

تاریخی دریائے چندر بھاگا کی وادی اسے بہت پسند آئی اس لئے حملہ کے واسطے موقع مناسب

کے انتظار میں اسی جگہ ٹھہر گیا۔ مگر کشتوار کے اندرونی حالات کے دریافت کرنے میں اسے

کامیابی نہوئی۔ افزالا مر گورکھ ناتھ جی کے مشورہ سے ایک لسان اور چالاک آدمی کو سادھو

کے بھیس میں جاسوس کے طور پر کشتوار میں بھیجا۔ اس نے ہنج ساسیوں کی ایک کمسن اور

ناتجربہ کار عورت کو دھوکا دے کر کاندنہ پہونچایا۔ کاہن پال نے اس عورت کی خاطر

و مدارات اس حد تک کی کہ اسے اپنے بیگانہ کی تمیز نہ رہی اور وہ بھول گئی کہ میں کن لوگوں کے

درمیان میں ہوں۔ رفتہ رفتہ اس سے حالات دریافت کئے جاتے رہے عورت ناقص العقل

مشہور ہیں وہ آسانی سے راجہ کے فریب میں آگئی۔ اور اپنی قوم کے تمام حالات اسے بتلا دئے

چندرسین ۶۲۲/۶۴۶ء اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا چندرسین راجہ ہوا۔ اس نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے چمبا پتی یعنی علاقہ چمبہ پر حملہ کیا۔ ۱۳ روز معرکۂ جنگ آراستہ رہا۔ آخر الامر گو کہ میدان اس کے ہاتھ میں رہا مگر ملک پر اس کا قبضہ نہیں ہو سکا لوٹ مار کر اپنی حکومت میں واپس چلا آیا۔ ۱۰۰ برس اس نے بھی راج کیا۔ وہ لاولد تھا اس لئے اس کے بعد اس کا بھائی نرندرسین ہوا۔

نرندرسین ۶۴۶/۷۵۱ء نرندرسین نے براہ رول کاٹ پاڈر پر حملہ کیا۔ ادرپاس تک ملک فتح کرلیا۔ تمام لوگوں کو ان کے گھر سے بھگا دیا۔ اور ان کے ملک کو کشتواڑ کے ساتھ الحاق کرلیا۔ بڑی کامیابی سے اس نے راج کیا۔ مذکور ہے کہ صرف ۵ سال کی حکومت کے بعد وہ فوت ہوا۔

رام سین۔ کام سین۔ مدن سین۔ برہم سین ۷۵۱/۸۴۳ نرندرسین کے بعد اس کا بیٹا رام سین راجہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کام سین راجہ ہوا۔ اس کا بیٹا مدن سین۔ اس کا برہم سین راجہ ہوا۔ اسکی نسبت مذکور ہے کہ نہایت عاقل۔ دانا۔ و شاعر تھا۔ علم شاستر میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ اور اپنے درباریوں کو مذاکرہ علمی میں عاجز کرتا تھا۔ پوجا کے وقت اسے عجائبات نظر آتے تھے شہر کشتواڑ کی آبادی میں اس کے زمانہ میں بہت ترقی ہوئی۔

اودتھ دیو۔ پرتھودیو ۸۴۳/۹۲۸ برہم سین کا بیٹا اودتھ دیو اپنے باپ کے مرنے پر راجہ ہوا۔ اس کے فوت ہونے پر اسکا بیٹا پرتھودیو اس کا جانشین ہوا۔ کشتواڑ اور ناگ سین کے درمیان جو پہاڑ ہے اس کے اوپر ایک دیو۔ جس سے میری رائے میں کسی ڈاکو یا قزاق سے مراد ہے۔ رہتا تھا۔ اس نے شہر میں بڑی بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ راجہ نے حکمت عملی سے اس کو قتل کیا۔ اس کے متعلق مذکور ہے کہ دیوی اٹھارہ بھوج نے ظہور کیا۔ اور اس کی امداد سے راجہ اس دیو کو قتل کرنے میں کامیاب ہوا۔ ان دونوں نے ۸۰ ابرس راج کیا۔

گنگا دیو ۹۲۸/۹۴۸ اس کے بعد اس کا بیٹا گنگا دیو راجہ ہوا۔ اس نے علاقہ ناگ سین کے مواضعات چیرجی ڈولر پر قبضہ حاصل کیا اور اسطرف کے باغیوں

وغیرہ نے اس کے خوف سے مقابلہ کے بغیر اس کی اطاعت قبول کرلی۔ اس علاقہ کو بھی راجہ نے اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ اس طرح سے دریا پار کے تمام علاقہ کو سخر کرکے راجہ اوڈیل سے بعد اکوٹ کے راستہ کشتوار میں واپس آیا۔ اور ان فتوحات کے شکرانہ میں مندر سری نیل کنٹھ جی کے متصل خیرات کا انتظام بہت بڑے پیمانہ پر کیا۔

بعدازاں اس پہاڑی کے اوپر جہاں اب مسمار شدہ قلعہ کشتوار واقع ہے اپنا محل اس نے تعمیر کیا اور اس جگہ ایک عرصہ تک خوشی اور خورمی کے ساتھ حکومت کرکے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھارا۔

گندھرپ سین ۵۰۰ء تا ۵۸۶ء اس کے تین بیٹے تھے۔ گندھرپ سین۔ مدن سین اور دیپ سین بڑا بیٹا گندھرپ سین اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ پنڈت دینا ناتھ کی کتاب میں مذکور ہے کہ اسوقت کشمیر میں سنگروپ راجہ تھا۔ مگر اس نام کا کوئی راجہ تاریخ کشمیر میں مجھے نہیں ملا۔ البتہ سنگرام کے نام کے کئی راجہ کشمیر میں گذرے ہیں۔ گندھرپ سین نے کشمیر پر چڑھائی کی اور بارہ دن کی لڑائی کے بعد کشمیر کو فتح کیا۔ مگر بظاہر یہ واقعہ درست نہیں معلوم ہوتا اور میری ناچیز تحقیق میں اس راجہ نے کوئی کارنمایاں نہیں کیا ۸۶ برس حکومت کرنے کے بعد وہ ملک عدم کو سدھارا۔

اس کے چھوٹے بھائی مدن سین نے اس جگہ پر قیام اختیار کیا جو اب متا کے نام سے مشہور ہے۔ سب سے چھوٹا دیپ سین علاقہ مرداپرگنہ کشمیر میں جاکر سکونت پذیر ہوا ایک دفعہ وہ مرداسے دھاوا کرکے آیا۔ اور دھندراٹھ پر قابض ہوگیا۔ بعدازاں سلدار کو بھی فتح کرلیا۔ ملکان مرداہی دیپ سین کی نسل سے خیال کئے جاتے ہیں ان کا اس علاقہ میں اس کے الحاق جموں تک بہت زور رہا ہے۔

مہاسین ۵۸۶ء تا ۶۶۶ء گندھرپ سین کے بعد اس کا بیٹا مہاسین راجہ ہوا اس نے مرداداروں پر چڑھائی کی۔ اور بارہ روز کی لڑائی کے بعد اس کو فتح کیا اور کشتوار کے ساتھ اسکا الحاق کرلیا۔ اس فتح کے بعد بڑی کامیابی کے ساتھ اس نے اسی سال حکومت کی بعدازاں راہی ملک عدم ہوا۔

تاریخ کشتواڑ میں مذکور ہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مکہ میں مذہب اسلام کا ظہور ہوا مگر مکہ میں ظہور اسلام درحقیقت اس سے بہت پیشتر ہو چکا تھا ممکن ہے کہ مذہب دینیات کی مراد ہندوستان میں ظہور اسلام سے ہو کیونکہ ان راجگان کا زمانہ غزنویوں کے حملہ ہندوستان کے ساتھ قربت رکھتا ہے۔

نیز مذکور ہے کہ اگر دیو نے علاقہ سرتھل کو جہاں دیوی اٹھارہ بھوج کا ظہور ہے فتح کیا۔ اس جگہ اہل ہنود دور دراز مقامات سے جمع ہوتے ہیں اور اپنی حاجات کو پورا کرتے ہیں اور جس کی نسبت اس درجہ عقیدت رکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس دیوی کی جھوٹی قسم کھائے تو زیادہ دن نہیں گذرنے پاتے کہ اُس کو اس بے حرمتی کی سزا مل جاتی ہے۔ اگر دیو نے اس جگہ اپنے نام پر اگرہار نامی گانوں آباد کیا۔ جو اب اگرال بولا جاتا ہے۔ اس علاقہ کی حکومت اپنے اپنے چھوٹے بھائی سندر راج کو دیدی سرتھل سے کشتواڑ کو واپس کیا۔ اور امن وامان کے ساتھ اس نے عرصۂ دراز تک حکومت کی۔

بھوپ دیو ۱۱۴۰–۱۱۷۰ اُس کے بعد اس کا بیٹا بھوپ دیو راجہ ہوا

لچھمن دیو ۱۱۷۰–۱۲۰۰ اس کے بعد اُس کا بیٹا لچھمن دیو راجہ ہوا اُس نے علاقہ دچھن وادی مرواڈوارون کو فتح کرکے حکومت کشتواڑ کے ساتھ الحاق کرلیا۔ بہت آدمیوں کو اس نے قتل کیا۔ اور بعض کو قید کرکے اپنے ساتھ لایا۔ پلماڑ میں پہونچا تو برہمنوں کو زمین بطور خیرات عطا کی۔ یہ رقبہ آج تک لچھ بھائی کے نام سے موسوم ہے۔ اس علاقہ کا نام لچھمن دیو نے اپنے نام پر لچھمن رکھا جو کثرت استعمال سے دچھن بن گیا۔ جو آجتک زبان زد خاص وعام ہے

سنگرام سنگھ (سنگھ پوچھ) ۱۲۰۰–۱۲۳۰ء اس کے بعد اُس کا بیٹا سنگھ پوچھ المعروف سنگرام سنگھ راجہ ہوا۔ یہ بڑا دلاور راجہ تھا۔ اس نے ایک دیو سنگ روپ کو مارا اور پرگنہ ناگ سین کے مابقی ہردو دیہات چھچھ و سزار کو فتح کرکے کشتواڑ کے ساتھ الحاق کیا۔ وہاں سے واپس ہوکر ٹیر ربھاتا میں پہونچا اور اس جگہ کے برہمنوں کو ساتھ لایا اور

کا قلع قمع کر دیا۔

گوڑ سنگھ۔ ساگر دیو۔ رگھو دیو۔ انند دیو اوتار دیو۔ رائے راج ۹۴۸-۱۰۸۰ء گنگا دیو کے بعد اُس کا بیٹا گوڑ سنگھ اُسکے بعد اُس کا بیٹا ساگر دیو۔ اس کے بعد اس کا بیٹا رگھو دیو۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا آنند دیو۔ پھر اُس کا بیٹا اوتار دیو اور اُس کے بعد اس کا بیٹا رائے راج یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے۔ رائے راج کا وزیر منگل رائے تھا۔ اُس نے پاڈر پر حملہ کیا اور جابرکدتیل تک فتح کرلیا اور چوبیس ہزار روپیہ اور ہزاروں کی تعداد میں گائے بیل اور بھیڑ بکری ساتھ لایا۔

راجہ رائے راج بہت طامع اور لالچی تھا۔ رعایا کو اس سے بہت تکلیف پہونچی۔ اس بنا پر لوگوں نے پنج ساسیوں کے ساتھ سازش کر کے انھیں مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ راجہ کو میدان جنگ میں شکست ہوئی۔ اور وہ فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ چونکہ بھنڈار کوٹ اور سیگاٹ ہر دو راستوں پر پہرہ تھا۔ رائے راج کو مجبوراً پہاڑ گوگن برن پر جو آبادی کشتوار کے عین اوپر واقع ہے چڑھنا پڑا۔ اور ایک سال تک وہ اس ویرانہ میں پناہ گزیں رہا۔ اُس کی یہ قیام گاہ آج تک رائے دیو تھاون کے نام سے مشہور ہے۔ اس اثنا میں وہ اپنی تیاری بھی کرتا رہا۔ اور اپنے مورث اعلےٰ کاہن پال کی حکمت عملی کی پیروی کر کے بموقع تہار کاکل موضع ہودری میں رات کو اترا۔ اور جب پنج ساسیان اشنان اور پوجا کی غرض سے بے سلاح یہاں آئے تو ان کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ اور انھیں تباہ کر کے دوبارہ کشتوار پر قابض ہو گیا۔

اُس نے شہر کشتوار کی آبادی میں بہت ترقی کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بیس ہزار گھر تک کشتوار میں آباد ہو گئے جن میں ایک ہزار صرف دوکانیں تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ تعداد تمام حکومت کشتوار کی آبادی کی ہو۔ کیونکہ محض قصبہ کشتوار کے لیے اسقدر وسعت کی گنجایش نظر نہیں آتی۔ اس طرح ۹۰ سال حکومت کرنیکے بعد وہ راہی ملک عدم ہوا۔

گوڑ دیو۔ اگر دیو۔ ۱۰۸۰-۱۱۴۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا گوڑ دیو راجہ ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا اگر دیو اُس کا جانشین ہوا۔ ہندی

علاقہ سرور کو راتا رنپت فرمانروائے سرور سے فتح کیا۔ اور موضع ٹھلنہ سے کولی گڈ تک تمام ملک کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔ پہلی لڑائی کے موقع پر جس جگہ اُس نے قیام کیا وہاں موضع سلانہ اپنے نام پر اُس نے آباد کیا۔

رانی سے اس کی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اُس نے نو مفتوحہ علاقہ سرور کی ایک کولی قوم کی عورت کو جو حسن و جمال میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی۔ گھر میں ڈال لیا اس سے اس کے دو بیٹے رائے بھان اور سورج بھان پیدا ہوئے۔

رائے بھان ۱۵۴۷ء ۱۵۶۰ء سلمن سنگھ کے بعد اُس کا بڑا بیٹا رائے بھان بلقب رائے سنگھ راجہ ہوا ۱۵۴۷ء

اس نے علاقہ چھاترو پر حملہ کیا۔ یہ علاقہ اس زمانہ میں راج منڈل کے نام سے مشہور تھا۔ بمقام موضع راہل سخت جنگ ہوئی۔ راجہ نے راج منڈل کے لوگوں کو شکست دی اور علاقہ راج منڈل کو کشتوار کے ساتھ الحاق کر لیا۔

سنگرام بھاٹا میں انھیں زمین دیکر آباد کیا۔ سنگرام بھاٹا شہر کشتوار کے نزدیک میدان
چوگان بازی سے متصل ایک آبادی ہے جو آج تک آباد ہے۔

جگت سنگھ ۱۲۳۰-۱۲۶۰ء اُس کے بعد اس کا بڑا بیٹا جگت سنگھ راجہ ہوا اس کے
عہد حکومت میں سورج سنگھ اُس کے بھائی نے
علاقہ جات سورج (جسے اب سراج کہتے ہیں) دپوگل و کنتھی کو ایک سال کی مسلسل
لڑائی کے بعد فتح کیا۔ اور کشتوار کے ساتھ اُن کا الحاق کیا۔ اس نے اپنی زندگی میں
اپنا راج اپنے بیٹے بھاگ سنگھ کو حوالہ کر دیا اور خود دنیا سے کنارہ کش ہوگیا

بھاگ سنگھ ۱۲۶۰-۱۳۰۰ء بھاگ سنگھ نے بجارن کو فتح کیا۔ اور
کشتوار کے ساتھ اُس کا الحاق کیا۔ اور
موضع بھاگوہ اپنے نام پر آباد کیا

نرپ شنگار، میگھ ناد، ودلو سنگھ ۱۳۰۰-۱۴۵۰ء { بھاگ سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا نرپ شنگار راجہ ہوا
اُس کے بعد اس کا بیٹا میگھ ناد راجہ ہوا۔ اُس کے
دو بیٹے تھے۔ ودلو سنگھ و دیوی سنگھ۔ بڑا بیٹا ودلو سنگھ
کشتوار میں بجائے اپنے باپ کے راجہ ہوا۔ اور دیوی سنگھ نے شری تھل میں اپنی
راج دھانی بنائی۔

رائے راج ۱۴۵۰-۱۵۰۰ء اُس کے بعد اس کا بیٹا رائے راج راجہ ہوا اُس نے
مہالا کے اوپر دوبارہ حملہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقامی
بغاوت اس حملہ کا باعث ہوئی۔ ۴۰ دن تک لڑائی رہی۔ آخر الامر راجہ کامیاب ہوا
اور ملک کا انتظام اُس نے از سر نو درست کیا۔ اور برہمنوں کو زمینیں دے کر یہاں
آباد کیا۔ ایک ٹھاکر دوارہ بھی تعمیر کیا۔ اس کے بعد اُس نے فتح ملوانا کا قصد کیا یہاں
سات روز تک لڑائی رہی۔ آخر کار ملوانا بھی فتح ہوا۔ باشندگان ملوانا نے سوغات پیش
کیا۔ راجہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور اُن کی عزت افزائی کی ملک کا انتظام درست
کر کے راجہ کشتوار کو واپس ہوا۔

سلھن سنگھ ۱۵۰۰-۱۵۴۰ء - اس کے بعد اس کا بیٹا سلھن سنگھ راجہ ہوا اُس نے

سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر کشمیر کی راہ پر واقع ہے وارد ہوا۔ ہراول تین ہزار سوار کا راستہ ایک روز میں طے کر کے موضع ڈھنڈپٹ میں پہونچے جو دریائے مرو کے ساحل پر واقع ہے۔ کشتواڑ کا لشکر دریا کے اس پار تھا۔ تیر و تفنگ کی لڑائی طرفین سے شروع ہوئی۔ کوئی شخص دریا سے عبور نہ کر سکتا تھا۔ دوسرے دن مرزا حیدر کے سپاہیوں نے راہِ راست سے انحراف کر کے کوشش کی کہ دوسرے راستہ سے کشتواڑ میں داخل ہو جائیں جب موضع دھار میں پہونچے تو بہت تیز آندھی آئی۔ اور گرد و غبار سے جہاں تاریک ہو گیا۔ مردم دھار ہجوم کر کے اُن کے سر پر آگئے۔ بندگان کوکا جو ایک نہایت قابل اور جنگ آزمودہ سردار تھا۔ مع پانچ مرد اہل نبرد کے مقتول ہوا اور بقیۃ السیف ہزار محنت اور خرابی کے ساتھ مرزا حیدر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا حیدر انھیں لے کر چھاترو سے واپس ہوا۔

کشتواڑ کی ہندی تاریخ میں اس واقعہ کا بیان نہایت رنگینی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ کشمیر کی طرف سے حملہ کی خبر راجہ کو پہونچی تو وہ بہت خوفزدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے وزیروں اور درباریوں سے مشورہ کیا کہ اس کے روکنے کی بہترین تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ صورتحال مایوسانہ معلوم ہوتی تھی کہ ایک بڈھی جادوگرنی سامنے آئی۔ اور اس نے ذمہ اُٹھایا کہ میں تن تنہا اس بلا کو دور کرنے کے لیے کافی ہوں۔ صرف ایک نیزہ ہاتھ میں لے کر وہ مغل میدان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر بطرف مغرب سڑک پر چلی گئی۔ اور ایسے موقع پر سڑک کے کنارے ایک محفوظ جگہ میں بیٹھ گئی۔ جہاں سے سنگلاخ سیدھی دریائے چھاترو میں اترتی ہے۔ اس جگہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ایک کر کے آدمی بمشکل گذر سکتا تھا۔ اب تک بھی اس موقع پر سڑک بہت تنگ ہے۔ اس گھاٹی میں چھپ کر وہ غنیم کی منتظر رہی۔ اور جونہی کہ ایک شخص اُس کے سامنے آیا۔ اس نے اُس کو برچھے سے نیچے گرا دیا۔ وہ موقع ایسا تھا کہ اگلے آدمیوں پر جو کچھ گذرا پچھلے آدمیوں کو اُس کا حال اُس وقت تک معلوم نہ ہو سکا جب تک کہ بہت سے آدمی مقتول ہو گئے۔ جب

دوسرا باب

ملحقہ اسلامی حکومتوں کے ساتھ کشتواڑ کے تعلقات کا آغاز

یہ وہ زمانہ ہے جب کہ کشتواڑ کا تعلق مسلمانوں کی تاریخ کے ساتھ پیدا ہوا۔ شرح
اس اجمال کی اس طرح ہے کہ ۱۳۳۹ء میں بعد خرابی راجپوت راجگان کشمیر کے
مسلمان سلاطین کی حکومت کشمیر میں قائم ہوئی جنہیں اکبر نے ۱۵۸۶ء میں شکست
دیکر کشمیر کو سلطنت مغلیہ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ رائے سنگھ کا ہم عصر کشمیر میں
سلطان نازک شاہ تھا (۱۵۴۰ء-۱۵۵۲ء) اس زمانہ میں کشمیر کی طرف سے نقل کشتواڑ
کا ذکر نسب نامہ کشتواڑ میں ہے۔ جس کی پوری تصدیق مسلمانوں کی تاریخ سے
ہوتی ہے۔

مرزا حیدر گورگان اپنی کتاب تاریخ رشیدی میں لکھتا ہے کہ ۹۴۷ھ ہجری
(۱۵۴۱ء) تھا جب ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر لاہور میں
آیا مرزا اس زمانہ میں لاہور میں تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ کشمیر میں مخالفت کا دور
ہو گیا تھا۔ کاجی چک۔ ابدال ماگرے۔ اور ریگی چک ملک بدر کر دیے گئے تھے۔
اور وہ ہندوستان کی طرف پہاڑوں میں آوارہ پھرتے تھے۔ انھوں نے مرزا کے
ذریعے فتح کشمیر کی تحریک کی۔ مرزا بادشاہ کے ساتھ انتظام کر کے حملہ کشمیر کے لیے
تیار ہو گیا۔ ۲۲۔ رجب ۹۴۷ھ ہجری کو کشمیر میں داخل ہوا۔ اور بروز ۸۔ ربیع الثانی
۹۴۷ھ ہجری کشمیریوں اور ان کے حامی افغانوں کو شکست دیکر کشمیر پر قابض ہو گیا
اس اثنا میں اس نے کشتواڑ پر حملہ کیا۔ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے کہ
۹۵۱ھ ہجری (۱۵۴۴ء) میں مرزا حیدر کشتواڑ کی طرف متوجہ ہوا۔ بدھان
کوکا اور محمد ماگرے۔ مرزا محمد اور یحییٰ رینا کو ہراول کر کے خود موضع چھاترو میں جو کشتواڑ

لوگوں نے اطاعت قبول کی انہیں امان دی گئی اور سرکشوں کو قتل اور قید کیا گیا۔ اسکے بعد اُس نے قلعہ تعمیر کیا اور ایک گاؤں آباد کیا۔ جس کا نام بجارنہ رکھا۔ بعد ازاں اُس نے موضع بدحات علاقہ سرور میں سکونت اختیار کی۔ یہاں بھی کچھ عرصہ بعد بغاوت ہوگئی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آدھی رات کے وقت خفیہ طور پر دو آدمی راجہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ دونوں بھائی تھے ایک کا نام گاگ اور دوسرے کا جلال تھا انھوں نے راجہ بجے سنگھ کو بحالت خواب قتل کردیا۔ اس سے محل میں گڑبڑ پیدا ہوگئی لوگ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

بجے سنگھ کا بیٹا بہادر سنگھ جس کی عمر اس وقت سات سال کی تھی بھاگ کر کشتواڑ میں پہونچا اور گنائیوں کے گھر میں اپنی رضاعی ماں کے پاس خفیہ طور پر پناہ گزین ہوا۔ راجہ کے خاندان کے تقریباً جملہ اراکین دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے مگر یہ شہزادہ بوجہ گمنامی کے بچ گیا اور گنائیوں کے لڑکے کے طور پر پرورش پاتا رہا۔ رفتہ رفتہ اکابران کشتواڑ کو اصلیت کا پتہ لگا تو سب نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی۔ اور اُس کو گنائیوں کے گھر سے نکال کر راج تلک دیا۔ اس نے حکومت شروع کردی۔

بہادر سنگھ ۱۵۷۰ء/۱۶۰۵ء بہادر سنگھ کو سب سے پہلے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کا خیال ہوا۔ چنانچہ معززین کے ساتھ اس نے مشورہ کیا۔ اس میں یہ قرار پایا کہ جس علاقہ کے لوگوں نے یہ بغاوت کی تھی اُس تمام علاقہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا کر پھونک دینا چاہیے۔ چنانچہ سرکردگان کشتواڑ نے اتفاق کر کے علاقہ سرور پر چڑھائی کی اور موضع سلنہ سے مٹانی تک تمام دیہات پھونک کر خاک سیاہ کردیے۔ بعد ازاں بہادر سنگھ اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔

اُس کے کچھ عرصہ بعد ۹۸۰ھ ہجری مطابق ۱۵۷۲ء میں علی شاہ چک شاہ کشمیر نے کشتواڑ پر حملہ کیا۔ اس کی تفصیل فوق کی تاریخ کشمیر میں اس طرح مذکور ہے کہ علی شاہ کو حاجی حیدر خاں وسلیم خاں کے فتنہ سے فراغت ہوئی تو بہادر سنگھ راجہ کشتواڑ

یہ راز کھلا تو فوج میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اور انھیں پسپا ہونا پڑا۔ کشتواڑ کا لشکر بسرکردگی وزیر نرائن پڑھیار بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے اوپر سے پتھر برسائے دوسروں نے تعاقب کیا۔ گو کہ مغلوں نے بھی بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بعض سرکردگان لشکر کشتواڑ بھی جان نثار ہوئے تاہم مغلوں کی فوج کا اکثر حصہ اس جگہ ہلاک ہوا۔ اور ان کے سردار بھی مارے گئے۔ مغلوں کے مردے جن کی تعداد ہزاروں میں پنڈت دینا ناتھ نے لکھی ہے ایک گڑھے کے اندر موقع جنگ پر دبا دیے گئے۔ اس مناسبت سے اس جگہ کو مغل مزار کہا جانے لگا۔ جو اب کثرت استعمال سے مغل میدان ہو گیا ہے۔

پنڈت دینا ناتھ کی کتاب میں کشمیر کی طرف سے پہلے حملہ کشتواڑ کا واقعہ بعہد اکبر بادشاہ بسرکردگی مرزا محمد خاں وکوکا میر کے گمبھیر سنگھ پسر رائے سنگھ کے عہد حکومت میں دکھلایا گیا ہے۔ مگر اس میں یہ نقص ہے کہ اول تو پہلا حملہ اکبر بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ اکبر بادشاہ کے عہد میں جو حملہ ہوا اس کے سرکردہ مرزا محمد خاں وکوکا میر نہ تھے۔ تیسرے یہ کہ راجہ کو بمقام بندر ابن بالائے بھنڈار کوٹ شکست ہونی درج ہے۔ حالانکہ اس حملہ میں خود مرزا محمد خاں کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس لیے یہ اندراج غلط ہونا چاہیے۔ اور کوئی گمبھیر سنگھ کا درج نہیں ہے۔ دوسرے نسب نامہ کشتواڑ میں گمبھیر سنگھ کا نام ہی درج نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو گمبھیر سنگھ دوسرا نام رائے سنگھ کا ہے۔ یا یہ کہ اس کی شاہزادگی کے زمانہ میں یہ حملہ ہوا اور اُس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور بجائے مرزا حیدر گورگان اور بندگان کوکا کے مرزا محمد خاں وکوکا میر کا نام بطور سرگروہ درج کر دیا گیا یا سہواً کوئی دوسرا حملہ اس عہد کی طرف منسوخ کر دیا گیا بہرحال میں نے گمبھیر سنگھ کا نام نسب نامہ میں دکھلا دیا ہے اور سلسلہ جانشینی میں اسے ترک کر دیا

بیجے سنگھ ۱۵۶۶-۹۰ء

رائے سنگھ کے بعد بیجے سنگھ راجہ ہوا اُس وقت علاقہ سولج میں بغاوت ہو گئی۔ اس کے فرو کرنے کی غرض سے راجہ سات سو فوج لے کر علاقہ سولج میں جا پہنچا۔ ۴۲ روز لڑائی رہی۔ جن

مبتلا ہو کر دنیا سے گذر گیا۔

یعقوب شاہ جو کہ بہنوئی راجہ بہادر سنگھ کا تھا تیسری دفعہ بحالت فراری مع قبائل کے کشتواڑ پہونچا۔ اور میدان چوگان بازی میں خیمہ زن ہوا۔ اس دفعہ راجہ نے اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ اور شیر کوٹ میں رہنے کو جگہ دی۔ اس نے یہاں سے چار دفعہ کشمیر پر حملہ کیا۔ اور اپنی جماعت کو جمع کر کے کشمیر میں فتنہ و فساد برپا کرتا رہا آخری دفعہ ہزیمت کھا کر اطمینان کے ساتھ کشتواڑ میں بیٹھ رہا۔ اور قرآن خوانی میں مصروف ہو گیا۔ یاد خدا کے سوا کوئی اور کام اس کا نہ تھا۔ اب اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا تھا چنانچہ مرض میں مبتلا ہوا ہر چند علاج کیا گیا کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ بالآخر سنہ ۱۰۰۱ ہجری مطابق سنہ ۱۵۹۳ء میں اس نے انتقال کیا۔ اور حدود سیر کوٹ میں میدان چوگان بازی میں مدفون ہوا۔

اس کے فوت ہونے کے بعد اس کی بیوہ شنکر دیوی نے اپنے شوہر کی یادگار میں ایک نہر پہاڑ کو نگن برن اور چشمہ لالی سے تیار کرا کے مندر نیل کنٹھ واقعہ قصبہ کشتواڑ تک پانی پہونچایا۔ یہ نہر آج تک شنکر باجی کی نہر کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اب مابین چشمہ لالی و گودر اسٹی بوجہ بے مرمتی خراب ہو گئی ہے۔ لہذا صرف چشمہ گودر سٹی کا پانی قصبہ میں پہونچتا ہے اس نے ایک پختہ تالاب بھی جو دارنگ وجائی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی مندر کے متصل تعمیر کیا۔ اور ایک اور نہر چشمہ کالی ناگ سے موضع زیوڑہ تک پہونچائی۔ یہ یادگاریں آج تک کم و بیش قائم ہیں۔

بہادر سنگھ نے ایک ہزار کے قریب مٹی کے نلکے تیار کرائے اور مندر نیلکنٹھ سے قصبہ تک ان نلکوں کے ذریعے پانی پہونچایا جس سے اس کی بڑی نیکنامی ہوئی۔ الغرض حملۂ کشمیر کے بعد بہت امن و امان سے عرصۂ دراز تک حکومت کر کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔

اصل دعویدار حکومت کشمیر کے فوت ہو جانے کے بعد بھی طائفہ چکاں نے جو کشتواڑ میں بامداد یعقوب شاہ چک جمع ہو گیا تھا دم نہ لیا۔ باپ سے اولاد کے ملک کے لئے ان کے دل میں برابر امنگ اٹھتی رہی اور وہ اکثر حوالی کشمیر میں فتنہ و فساد برپا

کی سرکشی کی طرف اُس نے توجہ کی۔ اس نے اُس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر جرار
تیار کیا جس نے تین طرف سے کشتوار پر حملہ کیا۔ لیکن راجہ نے گھبرا کر جلدی ہی ہتھیار
ڈال دیے۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ اور اپنی ہمشیرہ شنکر دیوی حیدر خاں کے پوتے اور
علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خاں کو حوالہ کر دی۔ اور سالانہ خراج دینے پر رضامند ہو گیا۔
لیکن وہ اس اقرار پر قائم نہیں رہا۔ اور دوسرے سال پھر رعونت اور نخوت نے جوش
مارا۔ اور بر سر فساد ہو گیا۔ اسمٰعیل گنائی۔ اور حیدر چک اس کی گوشمالی کے لیے کشتوار
پہونچے لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بہادر سنگھ عجز و انکساری کرنے لگا۔ اور
تلافی مافات کے طور پر اپنے بیٹے نراین سنگھ کے ہاتھ اپنی لڑکی کو جو مسطورہ علی شاہ تھی
اور بعد میں فتح خاتون کے نام سے مشہور ہوئی علی شاہ کے لیے کشمیر بھیج دیا۔ علی شاہ
نے نرائن سنگھ کو بطور یرغمال کشمیر میں رکھا بالآخروہ عجائبات کشتوار بطور خراج سالانہ دینے کا
عہد و پیمان کر کے نوازش ہائے خسروانہ سے سرافراز ہوا۔

کشمیر میں دور حکومت طائفہ چکاں در اصل زمانۂ انقلاب رہا ہے۔ علی شاہ کے
بعد یوسف شاہ چک سلطان ہوا (۹۸۶ھ ہجری = ۱۵۷۹ء) بعد ازاں سید مبارک
بیہقی (۱۵۸۰ء) بعد ازاں لوہر شاہ چک (۱۵۸۰ء) اس کے پیچھے یوسف شاہ چک
بار دوم (۱۵۸۱ء)، اس کے معزول ہونے پر ۱۵۸۵ء مطابق ۹۹۳ھ ہجری میں یعقوب
شاہ چک شاہ کشمیر ہوا وہ ۹۹۴ھ ہجری میں اکبر بادشاہ کے لشکر سے شکست کھا کر
کشتوار کی طرف بھاگ گیا۔ اور کشمیر کے اوپر اکبر بادشاہ کا پورا تسلط ہو گیا۔ کشمیر کی
خانہ جنگیوں اور باپ بیٹے کے فساد کا یہ نتیجہ ہوا کہ بالآخر حکومت اہل ملک کے ہاتھ
سے نکل گئی۔

یوسف شاہ بصحابت راجہ بھگوان داس دہلی پہونچا وہاں اس کی کچھ شنوائی
نہ ہوئی۔ بلکہ وہاں سے وہ لاہور میں لایا گیا۔ اور دو سال تک راجہ ٹوڈرمل کی حراست
میں رہا۔ بعد ازاں جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آیا تو اس کی سفارش سے
منصب پانصدی پر سرافراز ہو کر راجہ مذکور کے ہمراہ عسکر بنگالہ میں داخل ہو گیا۔ مگر
وہ بہت شکستہ دل ہو گیا تھا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد خلل دماغ کے عارضہ میں

طرف روانہ ہوئی۔ تو کشتواڑ کے لشکر نے پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ میں بموقع منل مزار اُسے روکا اور پہاڑ کے اوپر سے پتھر برسائے جس سے بہت سے سپاہی بشمول مرزا محمد خاں کام آئے۔ مغل شکست کھا کر واپس ہوئے۔

مرزا محمد خاں کی بیوہ کو جب یہ خبر پہونچی تو اُس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور قسم اُٹھائی کہ جب تک اہالیان کشتواڑ کے خون سے اپنے ہاتھ لال نہ کروں اور خاک کشتواڑ کو دریا میں نہ پہونچاؤں زندگی حرام ہے اس نے فوج کی درخواست کی جو کہ جہانگیر بادشاہ نے منظور کی۔ اور دس ہزار سپاہ بسر کردگی ذوالفقار رد دلاور خاں کشتواڑ کو تباہ کرنے کی غرض سے اسے حوالہ کی۔ بیوہ مرزا محمد خاں کو کشتواڑ کی کتابوں میں مغلانی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ مغلانی نے اس لشکر کو لے کر براہ سنگھپور کشتواڑ پر حملہ کیا۔ اور زرواروی دریائے گوڈی یعنی مرداگو عبور کر کے بھنڈارکوٹ بمقام اتصال دریائے مرداد چندر بھاگا پہونچ گئی۔ یہاں لشکر کے پہونچنے سے پہلے کشتواڑیوں نے دریائے چندر بھاگا کا جھولا ڈیل رسیانی ۲ جو متصل بھنڈارکوٹ بموقع پل موجودہ ہوتا تھا کاٹ دیا جس سے اُس کا راستہ مسدود ہو گیا۔ مغلانی کو مجبوراً میدان برنجہ باغ میں مابین دریائے مرداد چندر بھاگا ٹھہرنا پڑا۔ یہاں اُس نے ایک قلعہ تعمیر کیا۔ ایک تالاب بنایا۔ ایک باغ لگایا۔ اور درخت نصب کیے۔ یہ سب اب نیست و نابود ہو گئے ہیں لیکن قلعہ کی بنیادیں آج تک موجود ہیں۔ اور یہ جگہ مغلانی کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے انھیں ہر ایک پہلو سے باحتیاط دیکھا لیکن از قسم یادگار قدیم کوئی چیز مجھے نظر نہیں آئی۔ البتہ قلعہ خاصہ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ الغرض سہ ماہ و دس روز مغلانی مع فوج کے اس جگہ مقیم رہی۔ اس اثنا میں اس نے زمینداران مواضعات پوچھال پوچھی و ہولو کو جو محافظ اس جھولے کے تھے بطمع زر اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کی مدد سے ایک نیا جھولا دریائے چندر بھاگا پر تیار کیا۔ اور انھیں کی رہبری سے رات کے وقت دریا کو عبور کر کے کشتواڑ کے میدان چوگان بازی میں پہونچ گئی یہاں راجہ پرتاب سنگھ نے طوعاً و کرہاً اس کا مقابلہ کیا۔ چونکہ مغلانی کے سر پر انتقام کا بھوت سوار تھا اُس نے اپنے لشکر کو زن بزن کا حکم دیا۔ اور بہادران جنگ آزمودہ نے

کرتے رہے۔ کشتوار ان سرکشوں کی پناہ گاہ تھا۔ یہاں کے مرزبان کی مالش کے لیے
محمد قلی مع آزمودہ کار آدمیوں کے روانہ ہوا۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں یہ پہلا حملہ کشتوار
کا ہے جو ۱۰۱۱ھ ہجری مطابق ۱۶۰۲ء میں واقع ہوا اس میں راجہ کشتوار کا نام مذکور
نہیں ہے تاہم زمانہ کے لحاظ سے یہ واقعہ بہادر سنگھ کے عہد حکومت کا پایا جاتا ہے
صرف اس قدر درج ہے کہ حاکم کشتوار نے وکلاء بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ اور
عہد و پیمان کر کے محمد قلی کے پاس چلا آیا۔ شکاری جانور باج میں دیے اور عہد کیا کہ
مفسدان چک کو کبھی اپنی ولایت میں نہیں گھسنے دوں گا اور ہر وقت بادشاہ کا
دولت خواہ رہوں گا۔

ایک گروہ مفسدوں کا علاقہ مرواہ میں پناہ گزیں تھا۔ اور ان کا بھی یہی معمول تھا
کہ وقتاً فوقتاً حدود کشمیر میں فتنہ و فساد برپا کیا کرتے تھے۔ ان کی سرزنش کے لیے
محمد قلی مرواہ میں پہونچا۔ انبہ چک و حسین چک سے پہلے مقابلہ ہوا محمد قلی کو فتح ہوئی
مگر انبہ چک و حسین چک ہاتھ نہ آئے اور زمینداران مرواہ کو جمع کر کے دوبارہ برسر
پیکار ہوئے محمد قلی نے دوبارہ انھیں شکست دی اور انھیں تباہ کیا۔ زندہ لپولی
ان کا سرگروہ دوسرے دن پائندہ بیگ برادرزادہ محمد قلی کے پاس آیا۔ بندگی کا اظہار
کیا۔ اپنے بیٹے کو مع چند شکاری جانوروں کے محمد قلی کے پاس بھیجا اور یہ عہد کیا
کہ پھر فتنہ پردازی نہیں کروں گا۔ اور مفسدوں کو مدد نہ دوں گا۔ اسی طرح اور
زمینداروں نے بھی اطاعت کی اور اپنے بیٹوں کو یرغمال میں بھیج دیا۔ محمد قلی اس طرح
فتحمند ہو کر شہر کو واپس ہوا۔

پرتاب سنگھ ۱۶۰۵-۱۶۱۸ء بہادر سنگھ کی جگہ اس کا بیٹا پرتاب سنگھ راجہ ہوا۔
اس کے عہد میں تقریباً ۱۶۰۶ء میں جہانگیر بادشاہ
نے ایک لشکر بسرکردگی احمد خاں۔ دلاور خاں و مرزا احمد خاں بغرض تسخیر کشتوار روانہ کیا
اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ باوجود اس کے باپ کے عہد و پیمان کے چکوں کے
فساد کا خاتمہ نہیں ہوا تھا اور ان کا ایک گروہ بدستور اس ملک میں پناہ گزیں تھا
یہ فوج درہ مربل کو عبور کر کے سنگھپور میں وارد ہوئی۔ اُس کے آگے پیچھے کی

جلوس جہانگیری کے بارھویں سال ۱۰۲۸ھ ہجری میں جہانگیر بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ کشتواڑ کا پورا انتظام نہ ہوا تو تمھارا توغ و نقارہ ضبط ہوگا۔ جو کہ الیٹ کی تاریخ ہندوستان جلد ششم میں مذکور ہے کہ دہم شہر یور ۱۴ سنہ جلوس مطابق ربیع الاول ۱۰۲۹ھ ہجری (مارچ سنہ ۱۶۲۰ء) دلاور خاں دس ہزار جنگی سواروں اور پیادوں کو لے کر فتح کشتواڑ کے لیے سوار ہوا۔ اور اپنے بیٹے حسن کو محمد علی میر بحر کے ساتھ شہر سری نگر کی محافظت اور سرحدوں کی حراست کے لیے مقرر کیا۔ چونکہ گوہر چک اور ایبہ چک وراثۂ کشمیر کا دعویٰ رکھتے تھے اور کشتواڑ اور اُس کی نواح میں پڑے پھرتے تھے دلاور خاں نے اپنے بھائیوں میں سے ہیبت کو دیسو کے مقام میں جو کوتل مربل کے متصل واقع ہے احتیاط کے لیے چھوڑا۔ اور منزل مذکور سے افواج کو اس کوہستان میں تین راستوں پر تقسیم کیا تاکہ مغل مزاروں کے واقعہ کا امکان باقی نہ رہے خود خان نے کوتل مربل سے گذر کر سنگھپور کا راستہ اختیار کیا۔ اپنے بڑے بیٹے جمال خاں کو جوانان کار طلب کے ساتھ ہراول فوج مقرر کر کے براہ کوتل مرگن پلمار کی طرف روانہ کیا۔ اور دوسرے بیٹے جلال خاں کو نصر اللہ عرب و علی ملک کشمیری اور ایک اور جماعت بندہائے جہانگیری کے ساتھ کوتل برآری آنگن سے گورکھن وڈوڈہ کی راہ پر بھیجا۔ یہ راستہ نہایت سخت اور دشوار گذار تھا۔ لیکن اقبال نے ان کی یاوری کی۔ اور وہ سب سے پہلے غنیم کے لشکر پر پہنچے۔ اُسے انھوں نے شکست فاش دی اور قلعہ پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ٹھاکرائی وکورائی کو بھی فتح کر لیا۔ اور لب دریا سے چندر بھاگا خیمہ زن ہوئے۔ یہ جگہ اب برنجہ باغ کے نام سے مشہور ہے۔ جمال خاں کی فوج بھی اُس جگہ جلال خاں کی فوج کے ساتھ مل گئی اور آتش قتال نے خوب اشتعال پایا۔ ایبہ چک مارا گیا اُس کے مرنے سے راجہ بے دست ہو کر بھاگ گیا اور بھنڈارکوٹ میں توقف کیا۔

اس فتح کے بعد ہر دو برادران جلال و جمال نے خان مذکور کو عرضداشت بھیجی کہ ملرج وراجواڑہ فتح کر کے ہم یہاں پہونچ گئے ہیں۔ اب آپ بے کھٹکے تشریف لے آیئے

دادِ مردانگی دی اور کشتواریوں کے سر میدان چوگان بازی میں گیند کی طرح اڑائے
راجہ یہ حالت دیکھکر سراسیمہ ہوا۔ اور ہمت ہار کر اپنے قبائل کے بھدرواہ کی طرف
فرار ہوگیا۔ اور بھدرواہ کے راجہ واسک کے پاس پناہ گزین ہوا۔

مغلانی نے فراری راجہ کا تعاقب نہیں کیا اور میدان چوگان بازی میں حفاظت
کا پورا انتظام کرکے ٹھہر گئی۔ اس نے میدان چوگان بازی میں ایک باغ لگایا اور
اس کے گرداگرد دمدمہ بنایا۔ اور اس کے اندر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس کی بنیادیں
سنگرام بھاٹا کے گاؤں میں اب تک موجود ہیں اور گڈھ باغ کے نام سے مشہور
ہیں۔ اس میں اس نے اپنی فوج کو تین ماہ تک آرام کے ساتھ رکھا۔ اور اس کے
ہاتھ سے تمام ملک کو تباہ کرایا۔ اور راجہ کا خانماں تمام تر تاراج کیا۔

لوگ اس تباہی سے جب تنگ ہوئے تو معززین کشتوار نے مغلانی کے
پاس حاضر ہوکر عاجزی کے ساتھ پناہ مانگی کہ اس تباہی کو اب ختم کیا جائے۔ اس نے
جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کشتوار کی خاک بھی دریا میں پہنچاؤنگی۔ ایسی
تدبیر نکالی جائے کہ قسم شکنی بھی نہ ہو اور ملک بھی مزید تباہی سے بچ جائے چنانچہ
تجویز یہ قرار پائی کہ نتھاسے چوگان میں یعقوب شاہ چک کے مقبرہ کے متصل ایک
تالاب بنایا جائے۔ اور اس کی خاک کو دریائے چندر بھاگا میں پہنچا دیا جائے
یہ تالاب اب سرکوٹ کے نام سے مشہور ہے۔

بعد ازاں مغلانی نے اس قلعہ میں کچھ فوج تعینات کردی اور باقی فوج کو
ساتھ لے کر واپس چلی گئی۔

پرتاب سنگھ نے میدان خالی دیکھا تو راجہ واسک سے امداد لیکر کشتوار
واپس آیا اور اس فوج کا قلع قمع کرکے کشتوار پر دوبارہ قابض ہوگیا۔ مگر اپنی ذلت
سے وہ بہت دل برداشتہ ہوگیا تھا۔ اپنے بیٹے گورسنگھ کو راج تلک دے کر خود
خانہ نشین ہوگیا۔ اور اس کے چند روز بعد فوت ہوا۔

گورسنگھ ۱۶۱۸-۱۶۱۹ء

گورسنگھ اس وقت ۳۰ سالہ بتلایا جاتا ہے۔ اس زمانہ
میں کشمیر کا صوبہ دار دلاور خاں تھا۔ اس کے نام

مستحکم باندھ دیا اور ان دونوں رسّوں کے درمیان ایک ایک ہاتھ کے فاصلہ پر لکڑی کے ڈنڈے یا تختے لگا دیئے۔ اور دو اور رسّے پہلے رسوں سے ایک گز اوپر لگائے کہ پیادے ان چوبوں پر پاؤں رکھیں اور دونوں ہاتھوں سے اوپر کے رسّوں کو پکڑے رہیں تاکہ دریا سے گذر ہو۔ اُس کو کوہستانیوں کی اصطلاح میں زمبہ کہتے ہیں۔

جس موقع پر زمبہ باندھنے کا امکان ہو سکتا تھا وہاں بندوقچی اور تیرانداز آدمیوں سے استحکام دے کر خاطر جمع کی۔ مگر دشمن کی مدافعت کی وجہ سے اس میں کامیابی نہ ہوئی دلاور خاں نے مجبورًا جالہ تیار کیا۔ اور اُن کے اوپر اپنے آدمیوں کو بٹھلا کر دریا سے پار ہو جانے کا انتظام کیا۔ لیکن پانی میں ایسی تندی اور شورش تھی کہ جالہ سیل فنا میں آگیا اور ۲۰۷ آدمی بحر فنا میں غرق ہوئے اور دس آدمی شناوری کی یاری سے سلامت آئے۔ اور دو آدمی دریا کے پار جا کر مخالفوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئے غرض کہ دلاور خاں چار ماہ دس روز بھنڈار کوٹ میں سعی کرتا رہا مگر مقصد حاصل نہ ہوا۔ ایک زمیندار نے رہبری کی اور ایک جگہ سے جہاں مخالفوں کو زمبہ باندھنے کا گمان بھی نہ تھا وہ دو سو بادشاہی سپاہیوں کو لے گیا اور یہ بے خبر راجہ کے سر پر جا پہونچے۔ مخالف خواب و بیداری کے درمیاں سراسیمہ نکلے اور قتل ہوئے ایک سپاہی راجہ کو تلوار مارنا چاہتا تھا کہ اُس نے فریاد کر کے کہا کہ میں راجہ ہوں مجھے دلاور خاں کے پاس لے چلو انھوں نے اُس کو اسیر کیا۔

دلاور خاں حسب الحکم راجہ کو گرفتار کر کے حضور بادشاہ میں بمقام کشمیر لایا۔ راجہ کی شکل و جاہت سے خالی نہ تھی۔ پوشش اُس کی اہلِ ہند کی روش پر تھی برخلاف اور زمینداروں کے وہ دونوں زبانیں ہندی و کشمیری جانتا تھا۔ وہ شہری معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ باوجود گناہ و تقصیر کے اگر وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی درگاہ میں حاضر کرے تو حبس و قید سے نجات پائے اور آسودہ و فارغ البال زندگی بسر کرے نہیں تو ہندوستان کے کسی قلعہ میں حبس دوام رہے گا راجہ نے عرض کیا کہ میں اہل و عیال و فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں لاتا ہوں امیدوار مرحمت شاہی ہوں۔ جو حکم ہو گا بجا لاؤں گا۔ یہ واقعہ ۱۰۳۱ھ ماہ الٰہی کا ہے۔

چنانچہ نواب دلاور خاں بھی یہاں پہونچ گیا۔
راجہ گوڑ سنگھ اوباش منش اور کوتاہ بیں آدمی تھا۔ اسے نواب کے وارد ہونیکی خبر پہونچی تو اُسنے دلاورخاں کو نالائم اور نخوت آمیز مراسلہ اس مضمون کا بھیجا کہ تمھارا یہاں آنا اور ہم سے جنگ کرنا تمھارے شایان شان نہیں ہے کیونکہ اگر جنگ سے غرض یہ ہے کہ اس ملک کا خراج جو کہ بازوجرہ وزعفران پر موجود ہے وصول کیا جائے تو تمھارے آنے کے بغیر ہیں ادا کرنے کو تیار ہوں اور اگر مدعا یہ ہے کہ اس سرزمین پر قبضہ کیا جائے تو تمھیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ اس سے بجز تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ مرزا حیدر دوگوکہ میر کا واقعہ تمھیں یاد ہوگا۔ وہ دو تین ہزار بہادران جنگ جو لے کر آئے اور جنگ ہائے عظیم کرنے کے بعد گرداب ہلاکت میں گرفتار ہوئے۔ لیکن ان میں سے ایک بھی جان سلامت لے کر ساحل امید پر نہ پہونچا۔ اور حضرت عرش آشیانی کی ابتداے فتح کشمیر سے آج تک کہ جلوس جہانگیری کا بارھواں سال ہے کسی نے اس عقدے کو حل نہیں کیا ہے۔ حتیٰ کہ ہاشم خاں وصفدر خاں واحمد بیگ خاں جو کہ امراے کبار وشوکت آثار میں سے تھے انھوں نے ہر چند کوشش کی مگر اس کام کے سرانجام پہونچانے سے قاصر رہے پس انسب یہی ہے کہ اپنے لشکر کی جماعت پر رحم کرو۔ اور واپس ہو جاؤ۔ اور ہم کو اور اپنے آپ کو کشمکش اور تردد میں مبتلا نہ کرو۔

دلاور خاں راجہ کشتوار کی اس ڈینگ سے بہت برہم ہوا۔ اور اس نے فوراً دھاوے کا حکم دیا۔ راجہ جب اس موقع سے پسپا ہوا ہے تو اس نے دریاے مرد اکے پل کو گرادیا۔ بادشاہی ملازمان نے از سرنو پل تعمیر کیا۔ اور تمام لشکر دریاے مرد اسے عبور کرکے بھنڈار کوٹ میں آراستہ ہوا۔ اور اس دریا سے دریاے چناب تک کہ مخالفین کا استحکام قوی تھا دو تیر انداز مسافت تھی۔ اور دریاے چناب کے کنارہ پر ایک اونچا پہاڑ ہے اس دریا سے عبور دشوار تھا۔ کیونکہ راجہ نے یہاں سے فرار ہوتے وقت اس زمبہ کو بھی توڑ دیا تھا۔ زمبہ کی اصلیت یہ ہے کہ درخت بید کی شاخوں کے دو موٹے رسے دریا کے آر پار اس طرح لگائے جاتے ہیں کہ ان کا ایک سرا قلعہ کوہ سے مستحکم کیا۔ اور دوسرا سرا دریا کے اس طرف

کے موقع پر چھ سات ہزار پیادے جمع ہوتے ہیں۔ گھوڑا اس ملک میں کم ہے۔ راجہ اور اس کے عمائد کے درمیان صرف پچاس گھوڑے سوار ہوں گے"

اس کے تقریباً ۸ سال بعد جہانگیر فوت ہوا اور شاہجہان سنہ ۱۰۳۶ ہجری بمطابق سنہ ۱۶۲۷ء میں تخت شاہی پر بیٹھا۔ راجہ گور سنگھ خراج لیکر حاضر دربار رہا۔ اس موقع پر شاہجہان نے گور سنگھ کے بیٹے جگت سنگھ کو ٹیکا یعنی ولی عہد تسلیم کر لیا۔ گور سنگھ سجدہ شکر بجا لایا اور بطور صدقہ ایک لاکھ روپیہ نقد اور مویشی اور کپڑے محتاجوں کو تقسیم کیے۔ یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ واقعہ کشمیر کا ہے یا دہلی کا۔ اور سال و تاریخ بھی درج نہیں ہے بہرحال پہلا سفر کشمیر شاہجہان نے سنہ ۱۰۴۳ ہجری سے پیشتر نہیں کیا جو مطابق ہے سنہ ۱۶۳۴ء کے

جگت سنگھ ۱۶۲۹-۱۶۳۵ء

راجہ کشتوار میں واپس آیا تو اس نے عالیشان محلات تعمیر کیے اور دیوان عام ۲۷ فٹ لمبا اور ۱۸ فٹ چوڑا تعمیر کیا جو کشتوار کے لیے اُس زمانہ میں ایک نہایت عجیب و غریب چیز تھی۔ اس نے بھنڈارکوٹ میں بھی ایک محل تعمیر کیا۔ بعد ازاں گور سنگھ قریب قریب سنہ ۱۶۲۹ء میں فوت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اس کا بیٹا اور ولی عہد جگت سنگھ مسند نشین ہوا۔

سنہ ۱۶۲۹ء میں شاہجہان نے تسخیر دکن کا ارادہ کیا۔ اور ماتحت حکمرانوں اور شاہزادوں کو اُس کے ہمرکاب جانا پڑا۔ ان میں گور سنگھ کا بیٹا بھگوان سنگھ بھی شامل تھا۔ اس جنگ میں بھگوان سنگھ نے شجاعت اور مردانگی میں امتیاز دکھلایا۔ اور شاہجہان کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ اس رسوخ سے اُس نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ پہاڑ کے وہ راجہ جو سیاسی قید میں تھے۔ انہیں سفارش کر کے آزادی دلوائی۔ اور اپنے لیے جامہ دو صد طرہ دار و چتر زرکار رکھنے کی اجازت حاصل کی۔

اس زمانہ میں اس کے بھائی جگت سنگھ نے بھدرواہ پر حملہ کیا اسکی غیر حاضری کشتوار سے فائدہ اٹھا کر راجہ بلاور (بسوہلی) بھوپت پال نے بسرکردگی اپنے وزیر کنڈک کے کشتوار پر پہاڑ کے راستہ سے حملہ کر دیا۔ اور اس پر متسلط ہو گیا جگت سنگھ یہ خبر پاکر فوراً واپس آیا اور اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنیکی غرض سے ایک

الغرض فیصلہ یہ ہوا کہ راجہ آیندہ چھ آنے فی روپیہ خراج خزانہ شاہی میں ادا کرے اور اپنا بیٹا یا بھائی درگاہ بادشاہی میں بطور یرغمال رکھے۔ راجہ کے دو بیٹے تھے ایک جگت سنگھ اور دوسرا بھگوان سنگھ۔ موخرالذکر نہایت ہوشیار اور ہر فن میں آراستہ و پیراستہ تھا۔ اسے یرغمال کے طور پر رکھکر خود مع خلعت و سرافرازی کشتواڑ میں واپس آگیا۔ اور مطابق آئین ماضی مسند راجگی پر متمکن ہوا۔ لیکن اس وقت سے کشتواڑ صاف طور پر باج گذار سلطنت مغلیہ کا ہوگیا۔

تزک جہانگیری میں ملک کشتواڑ کی کیفیت حسب ذیل مذکور ہے:-

"کشتواڑ نسبت جنوب کشمیر واقع ہے۔ کشمیر کی آبادی سے وہ جگہ جہاں حاکم کشتواڑ کی سکونت ہے ساٹھ کروہ مسافت پیمائش کی گئی ہے۔ اس ملک میں گیہوں۔ جو مسور ماش اور چنا۔ بہت پیدا ہوتا ہے۔ برخلاف کشمیر شالی (دھان) کمتر ہوتا ہے۔ اس ملک کی زعفران کشمیر کی زعفران سے بہتر ہے۔ نارنج۔ ترنج اور تربوز وافر اور اعلیٰ ملتے ہیں خربوزہ اس ملک کا ایسا ہی ہے جیسا کہ کشمیر میں ہوتا ہے۔ دیگر میوہ جات جیسے کہ انگور۔ خوبانی۔ آڑو۔ اور امرود ترش ہوتے ہیں۔ اگر پیوند کیا جائے تو ممکن ہے کہ اچھے ہو جائیں۔ سہنسی نام روپیہ حکام کشمیر کی طرف سے مسکوک ہوتا ہے۔ ڈیڑھ سہنسی ایک روپیہ کے برابر ہے۔ پندرہ سہنسی کو عبارت دس روپے سے ہے ایک مہر بادشاہی کے برابر حساب میں آتی ہے۔ ہندوستان کے دو سیر وزن کو یہاں ایک من بولا جاتا ہے۔ محصول زراعت سے راجہ کا خراج لینے کی رسم نہیں ہے بلکہ فی گھر سالانہ چھ سہنسی یعنی چار روپیہ بطور خراج راجہ وصول کرتا ہے۔ کل علاقہ میں زعفران کی حفاظت بذریعہ ایک جماعت راجپوتاں اور سات سو نفر توپچی کے درمیان جو قدیم سے نوکر ہیں تقسیم کر کے کرائی جاتی ہے اور بآخر بوقت فروخت زعفران خریدار سے فی من یعنی فی دو سیر چار روپیہ بطور رسوم لیا جاتا ہے۔ راجہ کی کل آمدنی کا انحصار جرمانہ پر ہے بحیثیت قصور ہر کل روپیہ لے لیتا ہے۔ اور جسے متمول اور صاحب حیثیت و جمعیت دیکھتا ہے ایک نہ ایک حیلہ و بہانہ بنا کر جو کچھ اس کے پاس ہے سب لے لیتا ہے۔ تمام وسائل سے اس کی آمدنی تخمیناً ایک لاکھ روپیہ ہوگی۔ لڑائی

میدان کشتواڑ میں مع سپاہ مغل کے داخل ہو گیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔ لشکر بادریہ کو شکست فاش ہوئی۔ کنٹک اسیر ہوا۔ بھگوان سنگھ نے اس کا سر کاٹ کر اس کے ساتھ بجائے گیند کے میدان میں چوگان بازی کی۔ اور بتقریب اس فتح کے جشن عظیم کیا۔ اور اسکی یادگار میں کنٹک جاترا کی بنیاد رکھی جو تا حال سال بسال میدان چوگان بازی میں منعقد ہوتی ہے۔ اس جلوس کے ساتھ بھگوان سنگھ سریر آرائے حکومت کشتواڑ ہوا۔ اسکے بھائی جگت سنگھ کی اولاد کی بابت کچھ مذکور نہیں ہے جیون سین و کاہن سین کو وزارت سپرد ہوئی۔

سپاہ مغل کو راجہ نے انعامات اور خلعت دیکر مع پیشکش و ہدایا داخ وخراج دار السلطنت کو رخصت کیا۔ اور خود انتظام ملک میں مصروف ہوا۔

اس کی فتوحات بہت بتائی جاتی ہیں۔ اس نے ڈوڈہ سے کاستی پر حملہ کیا اور اُسے فتح کیا وہاں اپنا قلعہ تعمیر کیا یہاں سے کنٹھی پر حملہ کیا اور اس علاقہ کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد ڈینگ ٹبل پر حملہ کیا۔ اور اس کو بھی فتح کر کے کشتواڑ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ پھر اُس نے پیرستان کو بھی فتح کیا۔ اور بالآخر براہ ڈوڈہ کشتواڑ کو واپس آیا۔ اور خاصے عرصہ تک حکومت کرنے کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوا

مہاسنگھ المعروف مہاجان ۱۶۵۰-۱۶۵۶ء

اس کے بعد اُس کا بیٹا مہاسنگھ المعروف مہاجان راجہ ہوا۔ اس کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ابھے سنگھ المعروف اسلام یار خاں اور ردور سنگھ۔ یہ دونوں دہلی میں رہے کیونکہ ان کی بابت صرف اس قدر مذکور ہے کہ ابھے سنگھ دہلی میں گیا اور بعد ازاں اپنے بھائی ردور سنگھ کو بھی وہیں بلا لیا۔ ممکن ہے کہ ابھے سنگھ پہلے یرغمال کے طور پر بھیجا گیا ہو اور بالآخر دونوں بھائی اسی جگہ رہ پڑے ہوں۔

کہتے ہیں کہ مہاسنگھ نہایت عادل اور سخی تھا۔ اور علم شاستری دفارسی وعروض میں میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ یہ ابیات اُس کی تصنیف سے ہیں۔

دلا از لب بلا کردی چہ کردی	قدم چوں لازما کردی چہ کردی
الا اے لالہ رخ زاں سرو بالا	قیامت ہا بپا کردی چہ کردی

کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اور جنگ میں مارا گیا۔ ان واقعات کا ذکر تاریخ ہندوستان
۶۲ا
میں مجھے نہیں ملا۔ مگر بلاور کے حالات سے اس حملہ کی پوری تصدیق ہوتی ہے جس میں
مذکور ہے کہ بھوپت پال نے کشتواڑ کو فتح کیا۔ اور نیل کنٹھ کے لنگ کو وہاں سے اٹھا کر
بسوہلی پہونچایا جس کی پرستش اب تک بسوہلی میں ہوتی ہے۔ اس کی بابت یہ بھی بیان
کیا جاتا ہے کہ اس نے کشتواڑ میں "اُلٹے سرد" لگائے اور لوا سے حکومت بلند کیا۔
بھگوان سنگھ نے دہلی میں یہ حال سُنا تو بہت برہم ہوا اور بارگاہ شاہنشاہی
سے امداد کا خواستگار ہوا اُسے واپسی کی اجازت عطا ہوئی اور کشمیر سے ایک ہزار
امدادی فوج بھیجنے کا فرمان صادر ہوا۔ اور دو بھائی از قوم کھتری مسمیان جیون
سین اور کاہن سین کپور بعہدۂ وزیری بخطاب خواجگی بغرض انقباض وارتباط
ملک اُس کے ساتھ مامور کیے گئے۔ اُس نے اپنی جگہ غیاث الدین کو یرغمال چھوڑا
اور خود بصحابت ہر دو برادران کپور روانہ کشمیر ہوا۔ یہاں سے ایک ہزار سپاہ جرار
ساتھ لیکر براہ مرل دھنڈار کوٹ کشتواڑ پر حملہ آور ہوا۔
یہ غیاث الدین جسے اس نے دہلی میں یرغمال چھوڑا آگرہ کا باشندہ تھا۔ غالباً
یہ یرغمال نہ تھا بلکہ صرف وکیل تھا کیونکہ یرغمال ہمیشہ خاندان شاہی کا آدمی ہوتا ہے
نہ کہ ملازم۔ اُس کا بیٹا ابوالقاسم اس کے بعد وکالت کا کام دربار شاہنشاہی میں انجام
دیتا رہا اور بالآخر کشتواڑ میں قاضی مقرر ہوا۔ اس کی اولاد آج تک کشتواڑ میں موجود ہے
جس کا ذکر اپنی جگہ پر آئیگا۔
جیون سین وکاہن سین کی بابت معلوم ہوتا ہے کہ عہدہ وزیری اُن کے خاندان میں
موروثی ہوگیا۔ اور یہ کشتواڑ ہی میں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ ان کی اولاد بھی آج تک
کشتواڑ میں موجود ہے اور جیون سین کی اولاد میں سے وزیر بھاگ جو وغیرہ کے پاس
موضع چیرجی میں تھوڑی جاگیر بھی ہے۔ کاہن سین کی اولاد میں سے غلام محی الدین
وغیرہ معمولی حیثیت کے زمیندار رہیں۔
بھگوان سنگھ ۱۶۳۶-۱۶۵۰ یہ حملہ بھگوان سنگھ نے ایسی حسن تدبیر اور تیزی کے
ساتھ کیا کہ کنگ کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور بھگوان سنگھ

وکیل کشتواڑ کو حکم دیا کہ راجہ کشتواڑ کو حاضر بارگاہ کیا جائے۔ چونکہ راجہ حاضر نہ ہوا غیاث الدین وکیل کو قید کر دیا گیا اس کا بیٹا ابوالقاسم فی الفور کشتواڑ پہونچا راجہ نے خود سفر دہلی اختیار کرنے سے پس و پیش کیا اور اپنے بجائے اپنے بیٹے جے سنگھ کو ابوالقاسم کے ساتھ دہلی روانہ کر دیا۔ جو کہ حضور شاہنشاہی میں حاضر ہوا۔ چند روز بعد اُسے واپسی کی اجازت ہو گئی۔ کشتواڑ واپس پہونچا تو بہت خوشی منائی گئی۔

دہلی میں غیاث الدین بدستور بیرغمال اور وکیل رہا۔ اس کی وفات پر ایک شخص مہابت خاں کا تقرر اُس عہدہ پر ہوا۔ مہابت خاں کے مزید حالات دریافت نہیں ہوئے۔

مصرعہ: سے راز رنمودن از ہنر نیست — ذرے را خاک کردن کیمیا ئے است

زقیداین و آں رستن رہائی است — زخود بیگانہ گشتن آشنائی است
چو نخل اندر زمستاں باش عریاں — لباس پارسائی خود نمائی است
بہمت می خورم سوگند یاراں — طلب گر از خدا باشد گدائی است

اس کے عہد میں کشتواڑ میں بہت خوشحالی رہی اور قصبہ کشتواڑ کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی۔ مسلمانوں کی آبادی اب تک اس ملک میں نہ تھی مگر مہا سنگھ کے عدل و انصاف کا شہرہ سن کر اہل اسلام کی ایک جماعت کشمیر سے وارد ہو کر کشتواڑ میں سکونت پذیر ہوئی اور بادشاہ دہلی کے حکم سے دو برادران ملا بہادر و ملا حسین فرزندان ملا محمود کشمیری اس سرزمین میں پہونچے انھوں نے وسط شہر کشتواڑ میں مسجد بنا کی۔ ان کے لئے حضور شاہنشاہی سے ایک سو اسّی خروار زمین بطور جاگیر اور بارہ آنہ یومیہ نقدی بطور گذارہ مقرر ہوئی۔

مشہور ہے کہ ایک شخص گدا پیشہ قوم بھاٹ راجہ کے اوصاف جود و احسان سے مطلع ہو کر راجہ کے پاس آیا اور خیرات کی درخواست کی۔ راجہ نے اُسے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا اور کہا کہ میرا جیسا کوئی راجہ تمام ملک پہاڑ میں تم نے آنکھ سے دیکھا ہے۔ بھاٹ نے یہ شیخی سن کر روپے کی تھیلیوں کے اوپر پیشاب کر دیا اور راجہ کو جواب دیا کہ میرا جیسا کوئی فقیر تم نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جو لاکھ روپے پر پیشاب کرتا ہے۔ یہ کہا اور روپیہ چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ بظاہر ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے۔

اس کے زمانہ میں ایک دفعہ بارش بالکل نہیں ہوئی جس سے خلق خدا بہت تنگ ہوئی۔ راجہ پابرہنہ مندر نیل کنٹھ تک گیا۔ اور بکمال عجز و انکسار صدق دل مناجات کی۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور باران رحمت کا نزول ہوا۔

مذکور ہے کہ اس کی مسند نشینی کے کچھ عرصہ بعد اورنگ زیب بادشاہ نے

چاہیئے۔ وہ بعہد شاہ جہاں ہندوستان میں پہونچے اور کچھ عرصہ آگرہ اور دہلی میں قیام
کرنے کے بعد اپنے چاروں شاگردوں کے ساتھ کشتوار میں چلے آئے۔ اور مندر لچھمی
نرائن کے متصل ایک مکان میں انھوں نے قیام کیا۔ ان کے تین بیٹے تھے اسرارالدین
انوارالدین اور احیارالدین۔ بڑا بیٹا شاہ اسرارالدین اپنے والد کی حیات میں
فوت ہوا اور میدان چوگان بازی کے متصل مدفون ہوا۔ اس کا مزار اس وقت تک
مرجع خواص و عوام ہے۔ شاہ فریدالدین وفات پانے پر قلعہ کے متصل مدفون ہوئے
ان کا منجھلا بیٹا انوارالدین چار سال کی عمر میں وفات پاکر اس جگہ پہلے سے مدفون
ہو چکا تھا۔ چھوٹا بیٹا شاہ اخیارالدین بھی وفات پانے پر اسی جگہ مدفون ہوا۔ اس
مزار کی کشتوار میں بہت شہرت ہے اور سالانہ بہت بڑا مجمع اس کے اوپر ہوتا ہے۔
جے سنگھ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ شاہ محمد فریدالدین کے کشف و کرامات
سے متاثر ہو کر اس نے ان بزرگ کے ہاتھ پر مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور بختیار خان
کا لقب حاصل کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہوا۔

حافظ ابوالقاسم صدیقی تخت دہلی کی طرف سے شاہ محمد فریدالدین کے ساتھ
بغرض انتظام تعینات کیا گیا تھا۔ انھیں کے ساتھ وہ کشتوار پہونچا۔ اور یہیں آباد
ہو گیا۔ گو کہ اس سے پہلے اس کے والد حافظ غیاث الدین کے اور نیز خود اسکے
تعلقات جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس حکومت کے ساتھ قائم ہو چکے تھے۔ ابوالقاسم
کی اولاد میں سے پیر غلام محی الدین جیری وزارت ادھم پور کے زمانہ میں موجود تھے۔ اس اثناء
میں اُن کا انتقال ہو گیا ہے اور اب اُن کا بیٹا پیر سراج الدین گدی نشین خانقاہ
شاہ اسرارالدین ہے۔

کیرت سنگھ المعروف سعادت یار خاں ۱۶۶۴ تا ۱۶۹۴

جے سنگھ المعروف بختیار خاں کے فوت ہونے پر اُس کا
بیٹا کیرت سنگھ راجہ ہوا۔ اور اُس کے ساتھ اس کا چچا
رام سنگھ المعروف دیندار خاں اُس کا وزیر بحکم اورنگ
زیب بادشاہ مقرر کیا گیا۔

کیرت سنگھ کی مسند نشینی کے پانچ سال بعد اورنگ زیب کشمیر میں وارد ہوا۔ اس

تیسرا باب

مسلمان راجگان کشتوار

جے سنگھ ۱۶۵۶-۱۶۶۴ء راجہ مہاجان کے تین بیٹے تھے جے سنگھ، رام سنگھ سردار سنگھ۔ راجہ مہاجان نے جے سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کرکے خود گوشہ نشینی اختیار کی۔ جے سنگھ نے رام سنگھ کو اپنا وزیر اور سردار سنگھ کو سپہ سالار مقرر کیا۔

اس راجہ نے مسلمانوں پر سختی شروع کی اور حکم جاری کیا کہ کوئی مسلمان مسافر ایک دن سے زیادہ شہر کشتوار میں قیام نہ کرے۔ دہلی سے اس کی بازپرس ہوئی۔ اور راجہ کو اپنا بھائی رام سنگھ بطور یرغمال بھیجنا پڑا۔

راجہ نے اپنی خود پسندی کی وجہ سے اپنے چھوٹے بھائی سردار سنگھ کے ساتھ بھی بے لطفی پیدا کرلی۔ وہ فریاد کے لیے کشمیر پہونچا۔ مگر وہاں اُس کی شنوائی نہ ہوئی تو دہلی چلا گیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ یہ حال معلوم کرکے جے سنگھ نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو بمخالفت سردار سنگھ دہلی روانہ کیا۔

باوجود اس خانگی کش مکش کے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے عہد میں کشتوار میں بہت خوشحالی رہی اور شہر کی آبادی ترقی کرکے چار پانچ ہزار نفوس تک پہونچ گئی۔

اس کے عہد میں مشہور و معروف بزرگ سید محمد فرید الدین قادری اپنے چار شاگردوں درویش محمد۔ یار محمد۔ سید بہاء الدین۔ اور سید شاہ ابدال کو ساتھ لیکر براہ ہندوستان وارد کشتوار ہوئے۔ یہ بزرگ خواجہ عبدالقادر کی اولاد میں سے تھے۔ اور خواب میں انھیں بشارت ہوئی تھی۔ کہ انھیں کشتوار میں بغرض اشاعت اسلام جانا

وجہ امداد و خرچ یساق و نہ از مواخذ خراج زمین مزروعہ و باغ و زمین سکنی خواہ موروثی طلبیند۔ و ایضاً اگر درمیان قوم مسلمین مذکورین در معاملات مالی امرے واقع شود از قسم اقامت بنیہ و حلف آں را بر سبیل شرع شریف عند القاضی بہ نمایند نہ برسم بدعت و ضلالت۔ در ایں باب احدے مزاحم نشود۔ و نیز درایں عہد کہ عہد سلطنت و دور خلافت ماحی البدعت و الضلالت و محی السنۃ و الشریعت بادشاہ دیندار حضرت شاہ عالمگیر افاض اللہ علینا برہ و احسانہ یکے از قوم ہنود بدرقہ توفیق الٰہی راہ یافتہ مسلمان شود ہیچ کس از جہال و سفہاء قوم کفرہ متعرض احوال و باعث تلف مال او نشود۔ و مسلمہ در تحت نکاح کافر نگذارند۔ اگر ایں امر در زمان ماضی واقع شدہ باشد تفریق آنہا کنند۔ و نیز اقامت و اذاں بر سبیل اعلان و ادائے فروض صلوٰۃ خمسہ با جماعت و نماز جمعہ و صلوٰۃ عیدین در عیدگاہ و سائر حقوق کہ بر ذمہ مسلمانان فرض و واجب است بوجہ اشہا قیام نمایند۔ و بنائے مساجد در محلہ کہ می خواہند اعانت و امداد در بنائے آں نمایند در اجرائے امور شرعیہ مذکورہ کہ ایں بندہ درگاہ متعہد است جماعۂ از روسائے پتہ مذکور کفیل شدند۔ تفصیل آں جماعت۔

قریہ بوجہل۔ کریشن۔

قریہ متو۔ ہمت پڈھیار۔ زہربی۔ لالہ برپال۔ گردند

قریہ دلپور۔ مرزا راسے دتہ ناروالی

قریہ جالتو۔ گوگل

قریہ باتو۔ گزور۔ ہراکرشن۔ گورتم۔ پہانند۔ واے گور

قریہ ہربل۔ نارائن پڈھیار۔ رام پڈھیار۔ مرزا پڈھیار۔ مولیہ نو

قریہ شردال۔ مومن۔ کموشان

قریہ کلا۔ بھتہ شان۔ گوبند۔

قریہ ساگ زن۔ ماڑو پڈھیار

قریہ برشالی۔ شیوبٹ۔ جے رام

موقع پر رام سنگھ وزیر کشتوار نے بوساطت حفیظ اللہ کشتواری یہ درخواست بارگاہ
شاہنشاہی میں پیش کی کہ اس کا بھتیجا اس کے مذہب کی بنا پر اسے تنگ کرتا ہے لہذا
اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ یا تو راجہ کو بھی مسلمان کیا جائے یا اسے معزول کیا
جائے۔ اس اثنا میں راجہ کیرت سنگھ نے زیر اثر حافظ ابوالقاسم مذہب اسلام اختیار
کرلیا۔ اور اورنگ زیب کی طرف سے سعادت یار خاں کا لقب اور خلعت وغیرہ اسے
عطا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ شرائط اس نے قبول کیں۔

۱۔ اہل اسلام سے کسی قسم کی رسوم وصول نہ کی جائیں گی
۲۔ مذہب اسلام کے قبول کرنے میں کسی شخص کے ساتھ کوئی مزاحمت نہ کیجائیگی
۳۔ مسلمانوں کی پنج وقتہ نماز باجماعت۔ نماز جمعہ۔ اور نماز عیدین میں کسی قسم
کی مزاحمت نہ کی جائیگی۔ اور تعمیر مساجد میں ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی جائیگی۔
۴۔ اہل اسلام کے درمیان جو تنازعات از قسم دیوانی ہوں وہ مطابق شرع
بذریعہ قاضی فیصل کئے جائیں گے۔
۵۔ کوئی مسلمہ کافر کی زوجیت میں نہ رہنے پائیگی۔

اس مضمون کا اقرار نامہ مورخہ ۲۵۔ شوال سنہ ۱۰۷۵ ہجری مطابق سنہ ۱۶۶۴ عیسوی
بہ ثبت مہر خود و مہر حافظ ابوالقاسم قاضی کشتوار بارگاہ شاہنشاہی میں داخل کیا۔
جس کی نقل ابوالقاسم کے خاندان میں اس وقت تک موجود ہے۔ اس کی نقل
حسب ذیل ہے۔

"حضرت شاہ عالمگیر سہت

(مہر) راجہ کیرت سنگھ

(مہر) حافظ ابوالقاسم قاضی کشتوار

"بندہ درگاہ خلایق پناہ کیرت سنگھ زمیندار پتہ کشتوار ام متعہدمی شوم
از قبیل نفس خود و متصدیان خود بجانب اولاد خواجہ زین الدین و سائر مسلمین
مذکورین چہ از مردم سوداگر و چہ از مردم زمیندار از جمیع تکالیف نا مشروعہ مرفوع
القلم باشند۔ بدین موجب یکے آنکہ احدے از عمال و متصدیان این جانب در
مال آنہا نقصان نرسانند و تکلیف مالی وغیرہ نہ کنند نہ از بابت ڈنڈ و داس و نذرانہ

اُس کے عہد حکومت میں شہر کشتوار کی آبادی میں بڑی ترقی ہوئی۔ اور اُس کے علمی مذاق کی وجہ سے علماء اطراف و جوانب سے آکر کشتوار میں جمع ہو گئے۔
اس نے ۴۷ سال حکومت کی اور بالآخر ایک شخص کرشنا پڑھیار کے ہاتھ سے گلاب باغ میں مقتول ہوا۔ اس غداری کی وجہ تحریک کی بابت واقعات کشتوار میں کچھ مذکور نہیں ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعصب مذہبی بنائے مخاصمت تھا۔

اس واقعہ کے بعد کرشنا مذکور چند روز تک کشتوار میں برسر اقتدار رہا معلوم ہوتا ہے کہ شیرازہ حکومت ڈھیلا ہو گیا تھا کہ کرشنا سے انتقام لینے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔ مگر ابو القاسم کا بیٹا عنایت اللہ دہلی گیا۔ اور وہاں سے فوج لے کر واپس آیا۔ کرشنا نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر قتل ہوا۔ اور کیرت سنگھ کے بیٹے املوک سنگھ الملقب بہ سعادت مند خاں کو بجائے اُس کے مقتول باپ کے راجہ تسلیم کیا گیا۔

املوک سنگھ الملقب بہ سعادتمند خاں ۱۷۲۳ الغایت ۱۷۷۱ء

املوک سنگھ کا عہد حکومت خاصہ طولانی بتلایا جاتا ہے۔ اپنی مسند نشینی کے موقع پر اس نے دس ہزار روپیہ فقرا اور مساکین کو تقسیم کیا۔ اور فوج شاہی کو انعام و اکرام دیکر واپس کیا۔
غالباً اسی زمانہ میں راجہ کشتوار کی مزید عزت افزائی شاہنشاہ دہلی کی طرف سے ہوئی۔ جس کا احوال مندرجہ ذیل خط کتابت کی نقول سے بوضاحت ظاہر ہو گا۔
اصل اس کی پیر غلام محی الدین کے پاس موجود ہے۔

"حکم شد از طرف

"باسم گماشتہ شہامت و عوالی پناہ راجہ سعادت مند خاں

آنکہ چوں درا ینولا خدمت نیابت تھانہ داری کھل من ابتداے فصل ربیع سنہ بارس ایبل بعہدۂ گماشتہ آں شہامت و عوالی پناہ مقرر شدہ باید کہ لوازم و مراسم آں را کماینبغی بپرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و احتیاط مہمل نہ گذارد۔ و در بندوبست محافظت سرحدات و تنبیہہ و تادیب مفسدین و قطاع الطریق بواقعی پردازد کہ سکنہ متوطنین

قریہ صدانو۔ سیام۔ سدو
کچھ ڈوگری بعبہ ڈوگری وغیرہ ڈوگریاں

من کہ بندہ درگاہ مطیع الاسلام متعہد مذکورم مقرم بر آنکہ اگر نسبت بقوم مسلمین کہ زین یکے از امور مرفوعہ ممنوعہ نامشروعہ واقع شود و مرتکب آں گردم دشمن بادشاہ اسلام و شریعت غرا خواہم بود۔ متصدیان حال و استقبال حکم مذکور را ناسخ السنۃ دانند۔ اگر احدے از متصدیان فوت یا قرار شود و مال یکے از مسلمین بر ذمہ او باشد باید کہ متصدی منصوب از عہدہ او برآید۔ حررہ فی التاریخ بست و پنجم شہر شوال ۱۰۷۵ھ ہجری"

اس کے ساتھ ہی حافظ ابو القاسم کو عہدہ قاضی کشتواڑ بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا کہ ملک کشتواڑ میں مطابق شرع معاملات کا فیصلہ کرے۔

ان حالات کے معلوم ہونے پر اہل کشتواڑ بہت ناراض ہوئے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ جو مسلمان انھیں ہاتھ آیا اُسے انھوں نے قتل کیا۔ ابو القاسم کے بیٹے عنایت اللہ نے بھاگ کر سید شاہ فریدالدین کے پاس پناہ لی۔ اس واقعہ کا حال صوبہ کشمیر کو معلوم ہوا تو اس نے بغاوت کے فرو کرنے کے لیے فوج بھیجی۔ اُس کے کشتواڑ پہونچنے پر کیرت سنگھ بھی کشتواڑ میں واپس آ گیا۔ اور جلد امن واماں قائم ہو گیا اور بہ تقلید راجہ بہت لوگ مذہب اسلام میں داخل ہوئے۔

اسی زمانے میں دہلی سے کشتواڑ کی ایک شاہزادی کو شاہزادہ محمد شاہ کے لیے بھیجنے کا حکم بذریعہ شیخ نظام الملک کے صادر ہوا۔ چنانچہ راجہ کیرت سنگھ نے اپنی ہمشیرہ بھوپ دے کو اپنے چھوٹے بھائی میاں محمد خاں کے ساتھ دارالسلطنت دہلی کو روانہ کیا۔ وہاں شاہزادہ محمد شاہ کے ساتھ اُس کا نکاح کر دیا گیا۔ اور محمد خاں کی عزت افزائی الطاف خسروانہ سے کی گئی۔ شاہزادی کو صوبہ کشمیر میں آٹھ گاؤں بطور جاگیر عطا ہوئے۔

کیرت سنگھ الملقب سعادت یار خاں علوم مشرقی میں پوری مہارت رکھتا تھا علمائے کشمیر مباحثہ علمی میں اُس کے سامنے عاجز رہتے تھے۔ شعر و سخن میں بھی اپنے ملک میں باکمال سمجھا جاتا تھا۔

"نقل مطابق اصل از جانب صوبہ دار کشمیر ابوالبرکات خاں
بنام راجہ سعادت مند خاں کشتواڑی"

یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ صاحبزادگان عنایت اللہ خاں و عزیز اللہ خاں کون تھے اور یہ تھانہ داری انھیں کس طرح ملی تھی خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ املوک سنگھ کے بھائی تھے اور یہ تھانہ داری رانی بھوپ دے کے دیہات جاگیر کشمیر کی تھی جو اُس نے اپنے برادر نا دگان کو دلوادی اور وکیل کشتوار کو بحیثیت اُن کے نائب کے تفویض ہوئی بعد میں املوک سنگھ نے کشمیر کے اندرونی فسادات میں بھی حصہ لیا۔ اور اُس کی سپاہ نے پونچھ والوں کے ساتھ مل کر شہر میں بہت لوٹ مار مچائی۔ مزید حالات اُسکے عہد حکومت کے دریافت نہیں ہوئے۔ سنہ ۱۷۷۱ء میں اس نے انتقال کیا۔

مہر سنگھ الملقب بہ سعید تمند خاں ۱۷۷۱ لغایت ۱۷۷۸ء

اس کے بیٹے مہر سنگھ الملقب بہ سعیدت مند خاں سوجان سنگھ۔ دلیل سنگھ و گمان سنگھ تھے مہر سنگھ اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ اور برسر اقتدار ہونے کے ساتھ ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ اس نے جھگڑا شروع کر دیا۔ سوجان سنگھ بھاگ کر جموں میں راجہ رنجیت دیو کے پاس اور دلیل سنگھ چمبہ میں راجہ راج سنگھ کے پاس بغرض استمداد پہونچے۔

ان واقعات کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ گدی نشینی کے چند روز بعد مہر سنگھ فاترالعقل ہوگیا۔ اور حکومت کو اس کی رانی ویلاس راجی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا جس سے نظام حکومت میں فتور واقع ہوا۔ یہ حالات دیکھکر راجہ بسوہلی نے کشتوار پر حملہ کر دیا۔ اور مہر سنگھ فرار ہو کر کشمیر میں بغرض طلب امداد پہونچا۔ کشمیر میں اس وقت حکومت شاہان درانی کی تھی۔

چمبہ والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ سنہ ۱۷۸۱ء میں رنجیت دیو والی جموں کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے اور جانشین راجہ برج راج دیو نے عہد رواور کشتوار کی سرپرستی چمبہ کو منتقل کر دی تھی۔ اور مہر سنگھ کے بھائی دلیل سنگھ کی ترغیب سے

آں سرزمین بہ رفاہ و آسایش بگذرانند۔ و مسافرین و متردوین بجمعیت خاطر آمد و رفت نمایند و دست اقویا از ضعفا کوتاہ ساختہ در منع منہیات و مسکرات سعی و کوشش بکار برد کہ اثرے ازاں نماند۔ و انفصال معاملات قضایا بر وفق امر شریعت غراء ایلت بیضا باتفاق قاضی نمودہ باشد از غفلت و جاہ اجتناب ورزد۔ و ذر تحصیل تعہدی کہ وکیل آں شہامت و عوالی پناہ بدفتر سپردہ واصل سازد۔ و باز پرس بعید خود شناسد بتاریخ چہارم شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۶ ہجری مطابق سنہ ۱۶ جلوس اقبال مانوس قلمی شد۔"

"قرارداد وکیل راجہ کشتوار بجانب گماشتہ نواب معلی القاب۔ مرقوم بتاریخ چاردہم ذی الحجہ سنہ ۱۱۴۶ ہجری
منکہ خواجہ رحمت اللہ وکیل شہامت و عوالی نشان راجہ سعادت مند خاں زمیندار کشتوار مقرم برایں معنی کہ خدمت تھانہ داری و فوجداری کھل کہ از حضور لامع النور بنام صاحبزادگان بلند اقبال عنایت اللہ خاں و عزیز اللہ خاں مقرر است نیابت از سرکار عالی بنام موکل مطابق دستک علیحدہ مفوض گشتہ قرار کردم و قبول نمودم لوازم و مراسم ایں خدمت از روئے راستی و درستی پرداختہ دقیقہ از دقائق حزم و ہوشیاری مہمل و معطل نگذارم۔ و در ترقی احوال اینجاد تنبیہ مفسدان و حفظ حرث ال گذاران و رفع منہیات و مسکرات سعی موفور بظہور آرم۔ و سکنہ و متردوین را برفاہ حال بگذارم۔ واحدے مصدر بے اعتدالی نشود۔ و اثرے از وزد و قطاع الطریق ظاہر نگرود و بہشت و مکروہ حادی نگردد۔ و از اقویا بضعیفاں حیف و میلے نرود۔ و در قطع و فصل دعاوی معاملات موافق امر شریعت غرا باتفاق قاضی آنجا وار شدہ بستغیث رابحق رسانم۔ و حاجات ہفتہ بہفتہ بحضور ارسال می کردہ باشم۔ اگر احیاناً مال کسے بہ وزدی بردد زورامع متاع مسروقہ بجنبس بہم می رسانم و مال بمالک داں بدکردار را
× × × × × × × × × (پڑھا نہیں گیا)
کہ ہیچ یکے مرتکب امور نامشروع نشود۔ ایں چند کلمہ بطریق تعہد نامہ نوشتہ شد۔"

بگرفتاری ذہول وغفلت تمام ایں منہیات تنبیہ را چوں سعادت منداں کامل الیقین مامورات مبارکات شرعی را در ہمہ احوال بکار می برند و بر عامۂ مسائل مقدم می دارند دستور العمل خود می ساختند بعہد راجہ محمد سوجان سنگھ زاد اللہ عمرہ متقدم گردید للہ الحمد علی ذالک۔

"یکے آنکہ شخص بعد وفات برادرش متروکات او را خاصۂ خود دانستہ استقلالاً تصرف می نمود و زوجہ اش را بغلبہ و زور در عقد خود مقرر می دانست۔ و اگر قابل زوجیت خود می یافت بفورش قرین ساختن می پسندند۔ از تزوج با غیر ممنوع بود۔ و چوں کنیزکان مادامت الحیواۃ از چاکری و بندگی او نمی آسود۔ و ہمچنیں زن عم و عمزادہ را مزاحم می شد دویم آنکہ جمع اختنین در نکاح یک کس کہ بکرمیہ حرام لازم الاجتناب است۔ و قتہا صورت می گرفت۔

سویم آنکہ اگر کسے بر نقد نکاح قادر باشد۔ تا چہار مختار است بشرطیکہ تسویہ و عدل در بیوتت وصحبت و نفقہ و غیرہا پیش تواند برد۔ و اگر بعضے را طلاق بہ مدمع شرعی نہ دارد بر نقد برادائے حقوق او از مہر و جز آں ہر چہ ثابت شود تا مہا و تفصیل گو قلیل باشد اختیار او است

چہارم بنات عم و بنات عمہ و بنات خال و بنات خالہ و بنات عمزادہ و زن بغائی و بقائی زادہ در نکاح آوردن و خطبہ کردن جائز است۔ محظور و حرام شرعی بوجہے نیست۔

پنجم آنکہ زن شخصے اگر باغوائے شیطان فریفتہ کسے می شود با او پیوند نہ شوہرش را آں قدر مبلغ کہ در کتخدائی خرچ کردہ از یار زن گرفتہ بشوہرش و زن را بیارش می دہند و طلاق اول و نکاح ثانی ضروری دانند نعوذ باللہ من المباشرہ۔ بغیر مشروعات در ایں قصہ حکم شرعی ایں است کہ زن را بشہادات اگر شوہرش بطلاق وافی شود زن بعد طلاق و انقضائے عدت تزوج با ہر کہ خواہد بکند۔"

اس طرح سے اس نے رعایا کی دل جمعی کر کے تقریباً دس برس حکومت کی اس زمانہ میں اس نے تین ہزار فوج تیار کر کے بانہال پر حملہ کیا اور کرم بخش کو مار کر بانہال پر

راجہ راج سنگھ والی چمبہ نے ۱۷۸۶ء میں بسرکردگی اپنے بیٹے جیت سنگھ کے کشتواڑ پر حملہ کردیا۔ یہ حملہ بھدرواہ کے راستہ سے ہوا۔ کیونکہ راجہ فتح پال والی بھدرواہ قبل ازیں چمبہ کی سرپرستی ۱۷۸۱ء میں قبول کرچکا تھا راجہ بھدرواہ نے بھی اپنے بھائی بھوپ چند کی سرکردگی میں کچھ فوج لشکر چمبہ کے ساتھ کشتواڑ پر بھیجی۔ یہ فوج کشتواڑ کے نزدیک پہونچی تو بسوہلی کی فوج پسپا ہوگئی۔ لیکن جہاں تک اُن کا ہاتھ پہونچا لوٹ مار سے انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ چمبہ کی فوج کشتواڑ پر قابض ہوگئی۔ اور میدان چوگان بازی میں اس نے ڈیرے ڈال دیے اور چھ مہینے تک مقیم رہی۔

چمبہ والوں نے اس دوران میں ایک شخص کندن سنگھ کو جو راجہ بھدرواہ کے خاندان سے تھا اور کچھ عرصہ سے چمبہ میں پناہ گزیں تھا اور فوج چمبہ کے ساتھ کشتواڑ میں آیا تھا۔ راجہ کشتواڑ مقرر کردیا۔ بعد میں دریافت ہوا کہ کندن سنگھ چمبہ کے خلاف سازش کررہا ہے اس لیے اس کو معزول کرکے قید کردیا۔

محمد سوجان سنگھ ۱۷۷۹ء / ۱۷۸۲ء اس اثنا میں سوجان سنگھ جو جموں میں اپنے بھائی مہر سنگھ کی امداد کے لیے کوشش کررہا تھا۔ جموں سے پانچ سو سپاہ لیکر مہر سنگھ کے پاس کشمیر میں پہونچ گیا۔ اور مہر سنگھ نے بھی درانی صوبہ کشمیر سے کچھ فوج حاصل کی اور اس متحدہ فوج کے ساتھ دونوں بھائی کشمیر سے عازم کشتواڑ ہوئے یہ فوج کشتواڑ کے قریب پہونچی تو چمبہ کی فوج واپس ہوگئی مہر سنگھ یا تو راستہ ہی میں فوت ہوا یا کشتواڑ پہونچ کر فوت ہوا اور اس کی جگہ سوجان سنگھ راجہ تسلیم کیا گیا۔

اپنی مسند نشینی کے بعد سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ رعایا کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے حسب ذیل اعلان شائع کیا

مہرہائے راجہ محمد سوجان سنگھ و دیگر اہل دربار

برخے از بدعات شنیعہ کہ بخلاف شرع اقدس طبایع عوام مسلمین بجہالت فطری وشدت القلب ہنود در ارتکاب واعمال آں مائل و راسخ بود و از دعید شدید

قید میں تھا لال دیو کے جبر وظلم کی وجہ سے اکابران کشتوار کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوئی۔ اتنے میں راجہ رنجیت دیو کا انتقال ہوگیا۔ یہ واقعہ ۲۲ چیت ۱۸۳۸ بکرمی مطابق ۱۷۸۲ء کا ہے کوتوالان سوراج و کنٹھی نے بتائید ایزدی رات کے وقت خفیہ طور پہ عنایت اللہ سنگھ کو قلعہ باہو سے نکال کر سوراج میں پہونچایا۔ لال دیو کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی فوج اور ملکی فوج جمع کر کے عنایت اللہ سنگھ کی گرفتاری کی غرض سے سوراج پر حملہ کیا۔ مگر چونکہ عوام کی خواہش لال دیو کی حکومت کی طرف نہ تھی کنٹھی کے لوگوں کے ساتھ سب مل گئے۔ اور باتفاق ہمدیگر لال دیو پہ ہجوم کر کے اُس کو ملک بدر کر دیا اور عنایت اللہ سنگھ کو راجگی پر قائم کیا۔

عنایت اللہ سنگھ ۱۷۸۴-۱۷۹۱ء

راجہ عنایت اللہ سنگھ کے پاس کنٹھی ہیڈ ٹیک ٹبل۔ بانہال۔ پوگل اور پیرستان کے معززین اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے۔ یہاں سے وہ چھوچھتر گیا۔ اس علاقہ کے لوگوں کو مطیع کر کے آگے روانہ ہوا اور ڈوڈہ پہونچا۔ پھر مہالہ میں آیا۔ یہاں بھی لوگوں نے اظہار عقیدت کیا۔ اس کے بعد برسالہ پہونچا۔ یہاں دریائے چناب پر جھولا بنا ہوا تھا اس کے بجائے اُس نے پل تیار کرایا۔ کنتواڑہ کے لوگ اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے یہاں سے سرتھل گیا اور اس علاقہ کے لوگوں سے اطاعت کا اقرار لے کر کشتوار پہونچا اور مسند راجگی پر جلوہ افروز ہوگیا۔

ایک سال کے قریب کشتوار میں اُس نے آرام کیا پھر پاڈر پر حملہ کر دیا۔ لوگ اپنا اپنا گھر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گئے۔ ایک ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ بالآخر تمام علاقہ پاڈر کی تاخت و تاراج کر کے کشتوار واپس آگیا اور جو کچھ مال غنیمت ساتھ لایا تھا وہ سب رعایا کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے اُس نے اس نقصان کی تلافی کر دی جو اہل کشتوار کو بیرونی حملہ آوروں کی لوٹ مار سے اُٹھانا پڑا تھا۔ بعد ازاں اُس نے بھدروا پر بھی حملہ کیا۔ وہاں سے جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اُسے بھی اُس نے اپنی رعایا کے درمیان تقسیم کر دیا

اس کے عہد میں نواب آزاد خاں صوبہ دار کشمیر تھا۔ وہ تقریباً ۱۱۹۸ھ ہجری

قبضہ حاصل کیا۔ ڈھنگ ٹبل قبل ازیں حکومت کشتوار میں شامل ہو چکا تھا۔ یہ راجہ بلحاظ وسعت ملک سب سے بڑا راجہ کشتوار کا تھا اس کی حکومت علاقہ ناگ سین سے ڈھنگ ٹبل تک طول میں اور چنگام سے لیکر پرگنہ پوںجو آنک عرض میں تھی۔

محمد سوجان سنگھ نہایت صالح اور پرہیزگار آدمی تھا۔ علوم عربی و فارسی سے خوب واقف تھا۔ شاعر بھی تھا۔ عبادت میں زیادہ مصروف رہتا تھا منصب راجگی کے محاصل رعایا پر اور یتیموں و بیوگان پر خرچ کر دیتا تھا۔ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا تھا۔

پرتھی سنگھ ۱۷۸۲ء

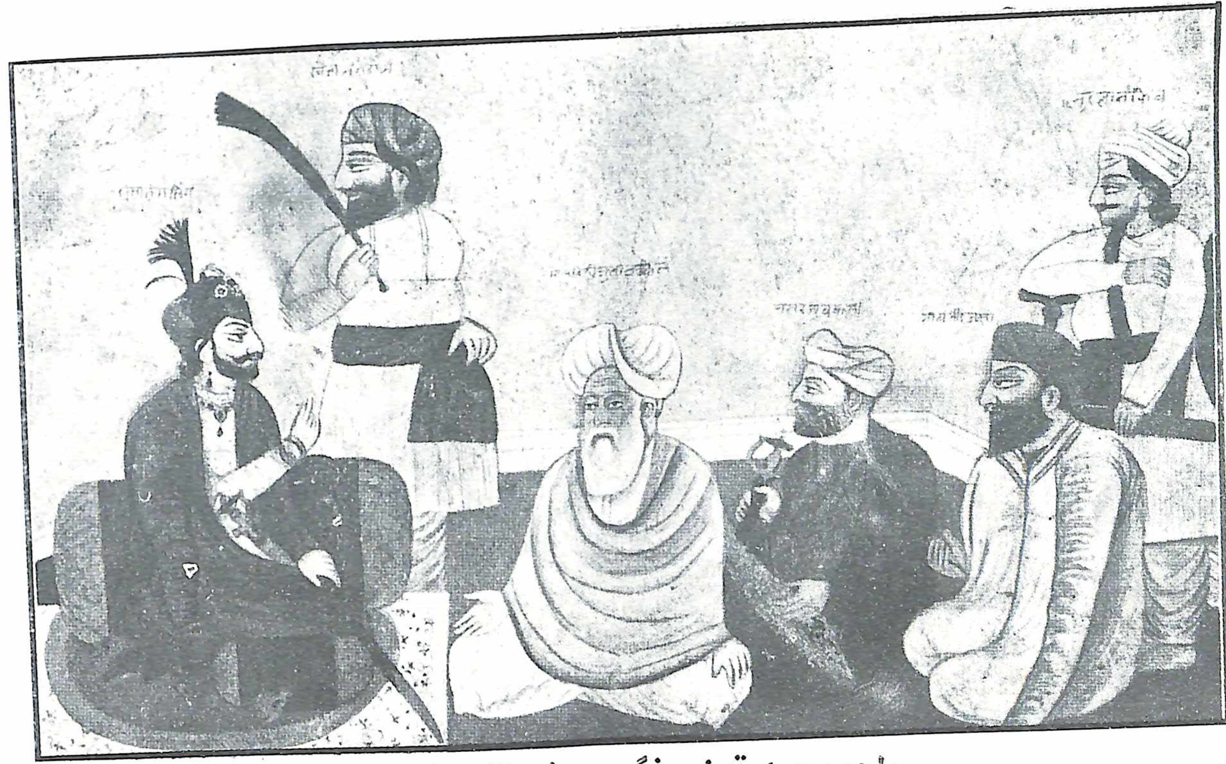
آخر عمر میں راجہ علاقہ سوراج میں دورہ پر گیا وہاں موضع کندی میں بیمار ہو کر فوت ہوا۔ اس کے مرنے پر مہر سنگھ کے طرفداروں نے اس کے مصنوعی بیٹے پرتھی سنگھ کو گدی پر بٹھلا دیا۔ اس نے چھ مہینے حکومت کی۔ ایک روز بغرض سیر و شکار بھنڈار کوٹ جا رہا تھا۔ اجیت سنگھ اس کے پیچھے ہو لیا اور پل کے اوپر سے گرا کر چندر بھاگا کے بحر فنا میں غرق کر دیا۔ اور خود مسند راجگی پر متمکن ہو گیا۔

اجیت سنگھ ۱۷۸۲ء

رنجیت دیو والی جموں کو اس خانہ جنگی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے خاندان میں سے ایک شخص لال دیو کو کشتوار پر تعینات کیا۔ اس نے اجیت سنگھ سے قبضہ حاصل کر کے دو سال تک نہایت ظالمانہ اور جابرانہ طور پر حکومت کی اس سے اس کے خلاف عام ناراضی پھیلی۔

لال دیو ۱۷۸۲-۱۷۸۳ء

سوجان سنگھ جموں سے فوج لے کر جب چلا ہے تو اپنے بیٹے عنایت اللہ سنگھ کو بطور یرغمال چھوڑ آیا تھا بعد میں جب راجہ رنجیت دیو والی جموں مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حسب دستور ملک قیدی اور نظر بند لوگ آزاد کیے گئے۔ اس سلسلہ میں عنایت اللہ سنگھ کو بھی خلعت دے کر رخصت کیا گیا۔ وہ تیز مزاج نوجوان آدمی تھا۔ اس نے گستاخانہ زبان کھولی اور راجہ کو اس مہربانی کے شکریہ میں یہ جواب دیا کہ میں سرکار کا نمک خور ہوں پورا حق نمک ادا کر کے لکڑی دینے کے بعد چلا جاؤں گا۔ جلدی کیا ہے۔ رنجیت دیو اس گستاخانہ جواب سے بہت ناراض ہوا اور اس نے عنایت اللہ سنگھ کو قلعہ باہو میں قید کر دیا۔ یہ اس



راجه محمد تیغ سنگھ سیف الله خان بہادر
راجه کشتوار مع اہل دربار
(بائیں طرف سے) خواجه سنی رام - مولوی حفیظ الله وکیل - مولوی نصرالله
میاں مرزا شاہ و نور الله نقیب

مطابق ۱۸۶۸ء میں بتقریب سیر و شکار شاہ آباد کی طرف آیا۔ یہاں چونکہ راجہ کشتواڑ حاضر خدمت نہیں ہوا۔ اس نے بذریعہ رسول ملک اور بہادر ملک شاہ آبادی کے راجہ کو حکم بھیجا کہ کشمیر میں اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہو۔ راجہ کو یہ پیغام پہنچا تو فی الفور چند معتبران و معتقدان خاص کو ہمراہ لے کر کشمیر میں نواب آزاد خاں کے دربار میں حاضر ہو کر آداب بجا لایا۔ اور اظہار اطاعت کیا۔ نواب نے خلعت سرافرازی دے کر اُسے رخصت کیا مگر حکم دیا کہ اُس کے دربار میں اپنا وکیل تعینات کرے۔ چنانچہ راجہ نے مولوی حفیظ اللہ کو وکیل مقرر کر کے کشمیر میں تعینات کر دیا

اب عنایت اللہ سنگھ کا آخری وقت آ گیا۔ ایک روز وہ کشتواڑ میں اپنے محل کے پیش طاق میں اپنے مصاحبین اور نورالدین شاہ پیرزادہ کے ساتھ بیٹھا ہوا عیش و عشرت میں مشغول تھا۔ اس کے محل کے سامنے نورالدین کا مکان تھا۔ اس کے ایوان پر نورالدین کی بیوی راجہ کو نظر آئی۔ راجہ نے بداہتاً نورالدین شاہ کو یہ رباعی سنائی

چشمم ستمگرت کہ بخوں در کمیں نشست
تیغے کشیدہ بہ سر مرداں دیں نشست
بار دسے آتشیں چو گذشتی بہ بوستاں
گل از انفعال عرق بر جبیں نشست

نورالدین کے دل میں اس پردہ دری سے راجہ کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا۔ اس نے راجہ کے چچا گلاب سنگھ برادر اجیت سنگھ کے ساتھ اس کی ہلاکت کا منصوبہ کیا چنانچہ کنول سنگھ۔ علی گنائی۔ اور کانشی رام پڑھیار ملازمین راجہ کے ساتھ سازش کر کے معجون ہائے بھی ونشتی اُس کو دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک رات جبکہ ان مسکرات نے اس کے دماغ کو پریشان کر دیا تھا۔ یہ لوگ ہوا خوری کے بہانہ سے اسے میدان چوگان کے کنارے تالاب سیر کوٹ کے قریب لے گئے۔ وہاں کنول سین نے راجہ کے اوپر تلوار چلائی۔ راجہ بچ گیا۔ دوبارہ پھر اُس نمک حرام نے وار کیا تو راجہ گریہ وزاری کرنے لگا۔ نورالدین نے بھی تلوار چلائی۔ پھر خود گلاب سنگھ نے وار کیا جس سے خون جاری ہو گیا۔ علی گنائی اور کانشی رام نے بھی نمک حرامی کا ثبوت دیا۔ اور عنایت اللہ سنگھ کا کام تمام ہو گیا۔

اس موقع پر ایک سنیاسی گنگا ہو نامی بیٹھا ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک بیگھ اس طرف سے

گزرا۔ گلاب نے اس سنگھ کے ذریعے شہر میں پیغام بھیجا کہ ان آدمیوں نے راجہ کو قتل کر دیا ہے
شہر میں اس خبر کے معلوم ہونے سے تہلکہ مچ گیا۔ الغرض عنایت اللہ سنگھ شاہی قبرستان
پالیز میں مدفون ہوا۔

گلاب سنگھ ۱۷۹۱ء میں ۴۰ روز گلاب سنگھ نے راجہ عنایت اللہ سنگھ کے خون سے ہاتھ رنگنے کے بعد حکومت پر دست اندازی شروع
کردی نورالدین کو اس نے اپنا وزیر مقرر کیا مگر غداری کے کام کو دنیا میں ثبات نہیں ہے
صرف چالیس روز کی حکومت کے بعد گلاب سنگھ مع اپنے وزیر نورالدین شاہ اور علی گدائی
اور کنول سنگھ کے قتل ہوا۔

محمد تیغ سنگھ الملقب بہ سیف اللہ خان ۱۷۹۱ء / ۱۸۲۰ء اس وقت عنایت اللہ سنگھ کا بیٹا محمد تیغ سنگھ الملقب بہ سیف اللہ
خاں خورد سال تھا۔ اس کو مسند راجگی پر بٹھلا دیا گیا (تقریباً سنہ ۱۲۰۶ھ ہجری مطابق ۱۷۹۱ء)
اس زمانہ میں نواب عبداللہ خاں صوبہ دار کشمیر تھا۔ تیغ سنگھ نے اپنی تابعداری اور فرمانبرداری
سے اس کو بہت خوش رکھا۔ وہ اس پر بہت مہربان رہا۔

تیغ سنگھ کا عہد حکومت ابتدا سے انتہا تک بہت خوب رہا۔ خورد سالگی میں وہ راجہ
ہوا۔ پنڈت تندرام اس کی طرف سے راج کا انتظام کرتا رہا۔ رعایا کو اس نے بہت
آرام پہونچایا لیکن فرقہ ٹھکریاٹھی کو خوش کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوا۔ انھوں نے
تندرام کے خلاف سازش کی اور تمام معززین کو اس کے برخلاف کر دیا۔ آخرکار ہر دو
برادران انور سنگھ و رتن سنگھ پسران گلاب سنگھ کو انھوں نے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ یہ
دونوں بھائی بہ سرداری خدا دوست کے کشمیر سے کچھ لوگ فوج لے کر کشتواڑ پر چلے آور
ہوئے۔ تندرام کو مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس نے یہی مصلحت سمجھی کہ بھاگ کر جان بچانی
چاہیے۔ چنانچہ انور سنگھ و رتن سنگھ جب اوڈیل پہونچے تو تندرام آدھی رات گذرنے
پر راجہ اور اس کے کنبہ کو ساتھ لیکر بھیس بدل کے بھدرواہ کی طرف نکل گیا۔

رتن سنگھ کشتواڑ ایک سال، انور سنگھ ڈیڑھ ایک سال خدا دوست کی فوج نے اوڈیل میں بہت تباہی مچائی۔ یہاں سے وہ

انعام واکرام اور عطائے جاگیر سے سرافراز کیا۔ لیکن تیغ سنگھ کو آرام سے حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ کشمیر سے دوبارہ کشتوار پر حملہ ہوا۔ اس حملہ کی زیادہ تفصیل دریافت نہیں ہو سکی۔ صرف اسی قدر تحقیق ہوا ہے کہ پٹھانوں کی فوج ہر دو دریاؤں کو عبور کرکے ہاٹک پور (غالباً ہٹہ براری) میں پہونچی۔ راجہ تیغ سنگھ پیرستان کی طرف بھاگ گیا اس کے ساتھ ایک قوم جھانورہ امداد کے لیے کھڑی ہوگئی۔ ان کا سردار سنتو تھا جب اس نے پٹھانوں پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ دریا کے پاس پہونچنے تک کچھ مارے گئے کچھ دریا میں غرق ہوئے جب ملک ان سے صاف ہوا تو راجہ تیغ سنگھ کشتوار میں واپس آیا۔ اور راج کرنے لگا۔ اُس کے حسن انتظام سے رعایا کو بہت آرام پہنچا اس زمانے میں پنڈت سندر رام تیغ سنگھ کی خدمات کرنے کے بعد اُس دنیا سے رخصت ہوا۔ اور راجہ نے لکھپت رائے کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اس نے بھی وفاداری اور خدمت گذاری کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔

اب راجہ نے حملہ بھدرواہ کا ارادہ کیا۔ وہ حالات تحقیق نہیں ہوئے جن کی وجہ سے اس حملہ کی ضرورت پیدا ہوئی۔ پانچ ہزار سپاہ بسرداری میاں مرزا شاہ اس مہم پر روانہ کی گئی۔ وزیر لکھپت کو بھی اس کے ساتھ کیا گیا۔ انھوں نے بھدرواہ فتح کیا اور قلعہ میں آگ لگا دی اور شہر کو تباہ کر دیا۔ لوگ گھر چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گئے آخر الامر سنتو کا سردار بھدرواہ نے اطاعت قبول کی۔ وزیر رتنوں نے سرتنگل فتح کرلیا مرزا شاہ و لکھپت بھدرواہ سے بڑی دھن دولت لوٹ مار کرکے گئے راجہ بہت خوش ہوا۔ اور بونجواہ کا علاقہ بطور جاگیر کے وزیر لکھپت کو عطا کیا۔

بعد میں نواب عبداللہ خاں صوبہ کشمیر نے جب تیمور شاہ درانی سے باغی ہوکر کشمیر میں خود مختاری کا اعلان کیا اور اس کی سرکوبی کے لیے مختار الدولہ نے کشمیر پر حملہ کیا تو نواب نے تیغ سنگھ سے فوجی امداد طلب کی۔ راجہ نے اس کی تعمیل میں مرزا شاہ دہلی رام کی سرکردگی میں پانچ ہزار فوج کشمیر کو روانہ کی۔ نواب اس خدمت سے بہت خوش ہوا۔ اس فوج نے جنگ میں بہادری دکھائی۔ مگر نواب عبداللہ خاں کو شکست ہوئی تو وہ مفرور ہوکر قلعہ بیروہ میں جا چھپا۔ اور تین ماہ تک مقابلہ جاری رکھا

مغل میدان پہونچے۔ وہاں سے ڈھڈیپ آئے۔ بھنڈار کوٹ پہونچے تو سب لوگ اپنا
اپنا گھر چھوڑ کر جنگل کو بھاگ گئے۔ ٹھاکرائی کے علاقہ کو بھی انھوں نے غارت کیا
کشتوار پہونچے تو رتن سنگھ نے اپنی راجگی کا اعلان کر دیا۔ انور سنگھ ڈوڈھ میں حکومت
کرنے لگا۔ رعایا نے انھیں راجہ تسلیم کرلیا لیکن دلی اطمینان انھیں نصیب نہیں ہوا ایک
سال انھوں نے حکومت کی۔ اس کے بعد نندرام مع راجہ تیغ سنگھ کے بھدرواسے
امداد لے کر ڈوڈھ میں وارد ہوا۔ انور سنگھ راتوں رات بھاگ کر سیگاٹ پہونچا۔ اور
شام تک اپنے بھائی رتن سنگھ کے پاس کشتوار میں آگیا اور سب حال سنایا کہ ڈوڈھ
پر تیغ سنگھ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ رتن سنگھ اس سے بہت گھبرایا۔

تیغ سنگھ نے کل علاقہ جات پرگنہ ڈوڈھ پر قبضہ کرلیا۔ اور کنتھی۔ پوگل۔ پرستان
ڈینگ ٹبل اور بانہال کے لوگ اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ
مشورہ کرکے راجہ نے ہر دو برادران انور سنگھ و رتن سنگھ کو یہ خط لکھوایا کہ تم ڈوڈھ میں
آجاؤ۔ حکومت کشتوار تیغ سنگھ اور تمھارے درمیان نصفا نصف کیے دیتے ہیں
خط پڑھ کر دونوں بھائی بہت خوش ہوئے۔ اور بلا سوچے سمجھے ڈوڈھ میں تیغ
سنگھ کے پاس چلے آئے۔ رات کو انھوں نے قیام کیا۔ جب پہر رات گذر گئی تو بھنگ
گھونٹ کر انھیں پلائی گئی۔ اس نے جب اپنا اثر دکھانا شروع کیا تو ان کے اسلحہ اتار لیے
گئے اور آخرکار انھیں قتل کر دیا گیا۔ مرزا امیر اللہ بیگ اودیان پور والہ نے رتن سنگھ
پر تلوار چلائی اور دونوں بھائیوں کا کام تمام کیا۔ رتن سنگھ راناسے ارنوڑہ نے بھی
اس موقع پر بہت نمک حلالی دکھلائی۔

انور سنگھ و رتن سنگھ کے چچیرے بھائی فتح سنگھ و جنگی سنگھ چمبہ چلے گئے اور
انور سنگھ کے لڑکے کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ان میں سے دلیپ سنگھ چمبہ میں رہ گیا
اس کی اولاد اب تک چمبہ میں موجود رہے۔ ان میں میاں اوتار سنگھ ملازم محکمہ ڈاک
بزرگ خاندان ہیں۔

تیغ سنگھ اس طرح سے راستہ صاف کرکے کشتوار پہونچا۔ اور قابض ہو گیا
اور راج کرنے لگا۔ جن لوگوں نے اس موقع پر خدمات کی تھیں ان کے صلہ میں انھیں

مواہیر اسامی ہر کدامی ثبت گردید۔ دوازدہم شہر جمادی الاول سنہ ۱۲۲۱ ہجری ؁"

مگر باوجود ان تمام کوششوں کے اور بعد کے قانون تعزیری کے یہ رسم کم و بیش اس تمام علاقہ کوہستانی میں آجتک جاری ہے۔ رقم معاوضہ کو آج کل الیہ کہتے ہیں

بعد ازاں جب شاہ کابل کی طرف سے محمد عظیم خاں کشمیر میں صوبہ تھا شاہ شجاع الملک لاہور میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ اور بسلسلہ حصول کوہ نور مہاراجہ مذکور نے اس کو قید میں رکھ دیا اور طرح طرح کی اذیت اور تشدد اُسے پہونچانے لگا۔ جس کا خاتمہ کوہ نور کے حوالہ کر دیئے پر بھی نہیں ہوا۔ اس بدسلوکی سے تنگ آکر اپریل ۱۸۱۵ء میں شاہ شجاع الملک خالی کے راستہ رات کے وقت قید سے فرار ہوکر راوی کو ہیر کر پار ہوگیا۔ اور سوداگر کے بھیس میں سیالکوٹ اور جموں سے گذرتا ہوا بالآخر کشتواڑ پہونچ گیا۔ راجہ تیغ سنگھ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ وہ ڈھائی سال کے قریب اس جگہ تیغ سنگھ کا مہمان رہا۔ اس عرصہ میں اس نے محمد عظیم خاں کے درباریوں کے ساتھ سازش کی اور راجہ تیغ سنگھ سے کمک لے کر کشمیر پر حملہ کر دیا تیاری میں دیر ہوگئی بہ راہ پوہ کوتل عبور کرکے حدود کشمیر میں داخل ہوا۔ جب موضع گوہن پرگنہ دیوسر میں پہونچا تو امیر محمد خاں کشمیر سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اتنے میں محمد عظیم خاں بھی پہونچ گیا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے شاہ شجاع الملک کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی آخرالامر پسپا ہوکر واپس کشتواڑ پہونچا۔ ہمراہیاں میں سے کچھ ملدے گئے۔ کچھ سردی اور برف کا شکار ہوئے۔ کچھ واپس اپنے گھر پہونچے۔

صوبہ کشمیر کے ساتھ لڑائی کرنے کے بعد شاہ شجاع الملک کا کشتواڑ میں ٹھہرنا محال تھا۔ اور رنجیت سنگھ نے بھی اس کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرو وردون کے راستہ سورو پہونچا۔ وہاں سے زانسکار اور وہاں سے براہ کلو باہ ستمبر سنہ ۱۸۱۶ء لودھیانہ میں حکومت سرکار انگلشیہ ہند کی پناہ میں آگیا۔ جہاں اس کی اولاد آج تک موجود ہے۔

اس وقت جے سنگھ راجہ بھوتی (کرچی) تھا اور تیغ چند ساہ جینی تھا۔ بلی رام نے بھوتی پر حملہ کر دیا اور بیشتر حصہ فتح کر لیا اور جے سنگھ و تیغ چند دونوں کو پکڑ کر ڈوڈہ میں

بالآخر قلعہ کے اندر فوت ہوا۔ لہذا اس خدمت سے راجہ تیغ سنگھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

راجہ محمد تیغ سنگھ کی توصیف میں اہل کشتوار کا ایک محضر نامہ مجھے دستیاب ہوا ہے۔ جس پر ۱۵۰ – ۲۰ معززین کشتوار کے دستخط ثبت ہیں اور خود راجہ محمد تیغ سنگھ اور میاں مرنا شاہ کی مہر بھی لگی ہوئی ہے نفس مضمون اُس کا حسب ذیل ہے تمہید میں نے چھوڑ دی ہے۔

"قدِ ایام سلف اکثر مردم فاسق از راہ ضلالت و گمراہی کنارہ از راہ راست امر نبوی انحراف در زیدہ زنان بد سرانجام بیگانہ را بفن و فریب از جا بردہ با خود موافق و در دست ساختہ پناہ مجاوران درگاہ فیض پناہ و یا بخانہ کدام برہمن ہندو سے در می آورد و آن را باطل نام نہادہ۔ پس از قیل و قال بسیار و گفت گوئے بیشمار مبلغ سی روپیہ معاملہ کوتاہ کردہ بشوہر زن منکوحہ می دہد۔ و زن را از دست او گرفتہ ہمان مرد نالش بجود منسوب نمودہ خسر دین و دنیا برائے خود حاصل می کرد۔ و در نامش ناموس قبائل و عشائر اندیشہ فاسدہ و ارادہ بے فائدہ بکار بر داشتہ احکام شرعیہ از ہم گسیخت نعوذ باللہ من ذالک۔ چوں ایں معنی سراسر کفر و ضلالت است بنا برآں از قہرمان عدالت مہاراجہ دین پرور ہمچنیں امر صواب اثر صادر گردید کہ احیاناً اگر کدام زن مکارہ سر بحکم حدیث نبوی من ناعقاۃ العقل والدین بنا بر ہوائے نفس شہوانی از خانہ شوہر حرکت نکردہ ہمراہ بیگانہ در پناہ کسے چہ از مجاوران آستانہ فیض کاشانہ چہ از مسلمان و برہمن و ہندوے در آید زجر و توبیخ آں مطابق احکام شرع شریف بفعل آوردہ ہم مرد فاحش بسزائے عمل برسد۔ ہم سوادارا ایں چنیں امر نا مشروعہ تا یاخت خانماں و عقوبت ہائے نمایاں سزاوار باشد۔ تا احدے از جادہ حکم محکم شرعیہ بیروں نگذاشتہ خلاف امیر سید المرسلین باعث خسارت و موجب شقاوت دارین پندار و و ہمیشہ از کردار ہائے دونی ہا استغفار ساختہ اندیشم و اسعد قدیم کہ بدتریں افعال شنیعہ بود احتراز و اجتناب نمایند وآئندہ چوں گذشتہ تقدر زندگانی خود را برباد نہ دہند الحمد للہ در ایں چنیں عدالت بعاضدت دین پروری گمراہان کوچہ ضلالت از نیکنامی ملامت و ندامت صوری و معنوی برآمدہ براہ راست قائم گشتند۔ و لہ الحمد علی ذالک۔ برایں محل داعیہ ادری

سے حاضر و مصروف رہو۔ اور عنایات والا شاملِ حال خود جانو۔ کہتے ہیں کہ وزیر لکھپت نے کبھی کوئی خط و کتابت راجہ گلاب سنگھ کے ساتھ نہیں کی تھی۔ مگر اس تحریر کا مدعا یہ تھا کہ راجہ کشتوار کے دل میں وزیر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔

یہ پروانہ اتفاقاً ایک جاسوس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اُس نے تیغ سنگھ کے پاس پیش کر دیا۔ کشتوار میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ راجہ گلاب سنگھ نے خفیہ تعلقات وزیر لکھپت کے ساتھ پیدا کر لیے تھے اور سلسلہ خط و کتابت جاری تھا۔ اس سے راجہ تیغ سنگھ کے دل میں اپنے وزیر کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ جب یہ پروانہ اس کو دکھایا گیا تو یہ پورا ثبوت تھا۔ تیغ سنگھ نے بجائے اس کے کہ حسن تدبیر سے کام لیتا بمشورہ اپنے مشیران احمد شاہ و حکیم جمیل شاہ کے فریب سے وزیر لکھپت کا کام تمام کرنا چاہا۔ یہ فعل تیغ سنگھ کا حکومت کشتوار کے لیے زہر قاتل ثابت ہوا۔

خلاصہ یہ کہ ایک نو وارد پٹھان کو اس کام کے لیے نوکر رکھا گیا۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ ہم جس شخص کے لیے اشارہ کریں۔ اُسے تلوار سے اڑا دو۔ چنانچہ ایک روز تیغ سنگھ اپنے باغ میں خیمہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ اب اس باغ کے نیچے عمارت تحصیل ہے وزیر لکھپت بھی اُس کے پاس بیٹھا تھا اور پٹھان بحیثیت اردلی کے حاضر تھا۔ تیغ سنگھ نے اُسے اشارہ کیا۔ اس خونخوار روہیلے نے دو تین ضرب تلوار وزیر لکھپت پر چلائیں پہلی ضرب خیمہ کی چوب پر لگی اور خالی گئی۔ دوسری کندھے پر ہلکی لگی۔ اور صرف زخم آیا۔ تیسری ہاتھ پر لگی اور انگلیاں جدا ہو گئیں۔ وزیر لکھپت نے شور کیا کہ "دھن مہاراج" اور کہا کہ سرکار کی خدمت میں سرکار کے روبرو میری زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اُس سے بڑھکر اور کیا خدمت مجھ سے ہو سکتی تھی۔ راجہ تیغ سنگھ نے اپنی تلوار وزیر لکھپت کے سر پر رکھ دی اور اُس پٹھان کے ہاتھ سے اس کو بچایا۔ اس بیوقوف روہیلے کا درباریوں نے اسی جگہ پر خاتمہ کر دیا۔ وزیر لکھپت کو اس کے رشتہ دار اٹھا کر اُس کے گھر واقعہ ہریال میں لے گئے وہاں کچھ عرصہ وہ مقیم رہا۔ جب اُس کا زخم اچھا ہونے لگا تو مع اسرار قبائل کے چپکے بونجوا میں گیا۔ وہاں سے بھدرواہ چلا گیا

لے آیا یہاں سے اپنی اطاعت کا اقرار اُن سے لے کر انھیں بعزت رخصت کر دیا۔
ڈینگ بٹل میں ایک شخص جلو را ے نے علم بغاوت کھڑا کیا۔ اس نے بڑی تکلیف
پیدا کی کیونکہ جب فوج اس کے مقابلہ کے لیے بھیجی جاتی تھی تو جنگلوں میں چھپ جاتا تھا
اور بعد ازاں نکل کر پھر فساد برپا کرتا تھا۔ آخر کار راجہ تیغ سنگھ نے مرزا بیگ بھوروالہ کو جلو را سے
کے پاس خلعت دیکر روانہ کیا وہ اپنے ساتھ دس پٹھان لیگیا اور صبح سویرے جلو را ے
کے پاس پہونچا۔ وہ اپنے گھر سے بلا انتظام سلاح مرزا بیگ سے ملنے کی خاطر ڈیوڑھی میں آیا
مرزا بیگ نے خلعت پیش کیا وہ اسے دیکھنے میں مصروف ہوا کہ مرزا بیگ نے اپنے لباس کے اندر
سے تلوار نکالکر جلو را ے پر حملہ کیا اور اس فریب سے اس کا کام تمام کر دیا۔ غرضکہ تیغ سنگھ نے
اس حکمت عملی سے علاقہ ڈینگ بٹل کو جلو را ے کے مظالم سے صاف کر دیا۔
جب حکومت کشتوار اپنے اعلیٰ ترین عروج پر پہونچ گئی تو اس کے زوال کے
اسباب پیدا ہو گئے۔ راجہ تیغ سنگھ نے خراب عادات اختیار کیں۔ شراب خوری اور
فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا جس سے انتظام ملک میں فتور پیدا ہوا۔ اس اثنا میں راجہ
گلاب سنگھ پرگنہ ریاسی پر قابض ہو چکے تھے۔ اور اپنی حکومت کے بڑھانے کی فکر میں تھو
مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کو فتح کر کے اپنا تسلط جما لیا تھا۔ اور جبار خاں آخری افغان
صوبہ کشمیر کو خارج کر کے لاہور کے سکھ صوبہ داروں کا دور کشمیر میں شروع کر دیا تھا مہاراجہ
رنجیت سنگھ کی فتح کشمیر کے ساتھ ہی راجہ گلاب سنگھ نے فتح کشتوار کا ارادہ کر لیا تھا
مگر اس وقت بیربل در نے اسے باز رکھا۔ اب حالات زیادہ موافق ہو گئے۔
جموں بصورت اجارہ راجہ گلاب سنگھ کو مل گیا تھا۔ اور کشتوار کے اندرونی حالات
میں خلل واقع ہو چکا تھا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھانے کا ہر ایک حق راجہ گلاب سنگھ
کو حاصل تھا نتیجہ یہ کہ راجہ گلاب سنگھ فتح کشتوار کے لیے آمادہ ہو گئے۔ شاہ شجاع الملک
کے واقعہ کی وجہ سے مہاراجہ رنجیت سنگھ پہلے ہی سے تیغ سنگھ سے کشیدہ خاطر تھا۔ لہذا انجیال انتقام
وہ بھی اس بارہ میں راجہ گلاب سنگھ کا مددگار ہو گیا۔
گلاب نامہ میں مذکور ہے کہ راجہ گلاب سنگھ نے وزیر لکھپت کو پروانہ لکھا کہ تمھاری عرضی
پہونچی۔ حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ لازم ہے کہ اسی طرح خدمات حضور میں دل و جان

وہاں رہا۔ رفتہ رفتہ دربارہ لاہور میں اس نے رسوخ پیدا کرنا شروع کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا۔ دھیان سنگھ وغیرہ نے مخالفت شروع کر دی۔ نتیجہ یہ کہ اندرونی طور پر اس کے ساتھ بدسلوکی ہونے لگی اس سے تیغ سنگھ نہایت بیزار رہا۔ اس صدمہ سے اُس کے دماغ میں خلل پیدا ہو گیا۔ اُس نے خود اپنی قبر تیار کرائی اور بحالت جنون اپنے دونوں بازوؤں کی فصد کھلوائی۔ سقہ کے ذریعے اپنے اوپر مشک کی دھار چھڑوائی اور اس طریق سے اپنی دنیاوی تکالیف کا خاتمہ کر دیا۔

اُس کے تین بیٹے تھے۔ زورآور سنگھ ۔ جے مل سنگھ۔ اور دلاور سنگھ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تیغ سنگھ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے کچھ عرصہ لاہور میں بحالت آوارہ گردی پھرتے رہے اس اثنا میں جے مل سنگھ کی ملاقات ایک فقیر سے ہوئی۔ اُس سے جے مل سنگھ نے سوال کیا کہ میرے باپ کی حکومت مجھے دلوا دو۔ فقیر نے جواب دیا کہ تم اپنے باپ کے ملک میں جا کر گدائی کرو خدا بھلا کریگا۔ چنانچہ جے مل سنگھ فقیر ہو گیا۔ اور گدائی کرتا ہوا ملک کشتوار میں پہونچا۔ یہاں اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ واپس ہو کر ڈوڈہ میں آیا۔ یہ اُس زمانہ میں صدر مقام کشتوار تھا۔ اس جگہ اس کو ایک شخص یوسف خاں نامی نے شناخت کر لیا۔ یہ راجہ تیغ سنگھ کا ملازم رہ چکا تھا۔ یوسف خاں نے جے مل سنگھ کو شاہی طریق سے سلام کیا۔ "جے دیوا مہاراج" پہلے اس نے گھبرا کر انکار کیا کہ جے دیوا کیسا میں ایک گداگر ہوں مگر جب یوسف خاں نے اصرار کیا کہ ہم تم کو خوب پہچانتے ہیں تو اس نے مردانگی سے جواب دیا کہ پہچانتے ہو تو جو کچھ مرضی ہے کر لو۔ یوسف خاں اُسے پکڑ کر دیوان سرب دیال حاکم ڈوڈہ کے پاس لے گیا۔ سرب دیال نے پوچھا کہ واقعی تم تیغ سنگھ کے بیٹے ہو۔ جے مل سنگھ نے جواب دیا کہ میں اپنی ولدیت کو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اس پر سرب دیال نے جے مل کو قید کر لیا۔ اور جموں بھیج دیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ قید رہا۔ اس اثنا میں بوجہ کسی شرارت کے اُسے ایک چارپائی کے ساتھ باندھ کر اکھنور میں دریائے چناب میں ڈبو دیا گیا۔ بد اتفاقی سے یہ تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ اور جے مل سنگھ مع چارپائی کے بہتا ہوا دریا کے کنارے لگ گیا دھوبیوں نے پکڑ کر پھر جموں پہونچا دیا وہاں دوبارہ قید ہوا۔

زورآور سنگھ اس اثنا میں پادریوں کی صحبت میں پڑ کر عیسائی ہو گیا تھا۔ اُس نے

راجہ جمبہ نے اس کی خاطر مدارات کی اور موضع سردرباغ اُس کو بطور جاگیر عطا کیا۔ یہاں سے کچھ عرصہ کے بعد وزیر لکھپت جموں میں راجہ گلاب کی ملازمت میں حاضر ہو گیا۔ اور تسخیر کشتوار کی طرف رہنمائی کا باعث ہوا۔

تیغ سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کے پاس وزیر لکھپت کے بارے میں شکایت کی۔ اس کے جواب میں راجہ کو یہ صلاح دی گئی کہ اپنی فوج چھوڑ کر تن تنہا جموں میں حاضر ہو جاؤ تاکہ مہاراجہ کی خدمت میں تمھیں پیش کر دیا جائے کہ تمھاری حکومت برقرار رہے۔

راجہ گلاب سنگھ تسخیر کشتوار کے لیے پہلے ہی سے موقع کے منتظر تھے۔ وزیر لکھپت کی رہنمائی سے انھیں تقویت ہوئی تو وہ فوراً تیار ہو گئے۔ اور ۳ ماگھ ۱۸۷۸ بکرمی مطابق سنہ ۱۸۲۱ء میں فوج لیکر بذات خاص روانہ ڈوڈہ ہوئے علاقہ بلوالتہ میں پہونچے تو دیال چند راجہ جینتی کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہا۔ اُس نے پہلے کچھ تامل کیا۔ آخرالامر راجہ گلاب سنگھ نے وزیر جارسندھ کے ذریعے اُس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور وہ بھی امداد کے لیے تیار ہو گیا چنانچہ کملینی کے پاس سے دریائے چناب کو بذریعہ کھرولی عبور کر کے ڈوڈہ میں وارد ہوئے۔

کھرولی ایک قسم کا چھینکا ہے جو ایک رسہ کے ساتھ لٹکایا جاتا ہے۔ اس رسہ کو دریا کے آر پار پہونچا کر پہاڑی کے ساتھ کسی لکڑی وغیرہ میں مضبوط باندھا جاتا ہے اس رسہ کو ایک ڈھول کے خول کے اندر سے گذارتے ہیں۔ اور خول کے ساتھ یہ چھینکا باندھ دیتے ہیں۔ اس میں آدمی بیٹھ جاتا ہے خول میں رسیاں دریا کے آر پار بندھی ہوتی ہیں جب چھینکے کو چھوڑا جائے تو رسی کی سلامی کی حد تک وہ خود پھسلتا ہوا چلا جاتا ہے۔ چڑھائی میں دریا پار کی رسی سے اُسے آہستہ آہستہ کھینچ لیا جاتا ہے انگریزی ٹریو ہراسی کی ترقی یافتہ صورت ہے ملک کشتوار کے اندرونی انتظام میں وزیر لکھپت کے دھوکہ سے اس حد تک فتور پیدا ہو گیا تھا کہ تیغ سنگھ نیح جبلاں کی مزاحمت کا کوئی انتظام نہ کر سکا اور راجہ گلاب سنگھ نے بلا مقابلہ ڈوڈہ قبضہ کر لیا۔ راجہ تیغ سنگھ کو اب اسکے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ راجہ گلاب سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور اطاعت قبول کرے ڈوڈہ پہونچا راجہ گلاب سنگھ نے بڑی مہربانی کا اظہار کیا اور اُسے لاہور پہونچا دیا۔ تمام کشتوار پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا اور میاں چین سنگھ کو عامل کشتوار مقرر کر دیا۔ تیغ سنگھ لاہور میں پہونچا تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ دو تین

تعلق

تیسرا حصہ

تاریخ تبّت اصلی (لہاسہ)

و

تاریخ تبّت بزرگ یعنی لداخ

سرکار انگریزی میں درخواست کی کہ اس کے بھائی جے مل سنگھ کو جموں کی قید سے نجات دلائی جائے چنانچہ سرکار انگلشیہ ہند کے توسل سے راجہ گلاب سنگھ نے جے مل سنگھ کو آزاد کر دیا۔ اپنی بقیہ عمر اُس نے بمقام لاہور سرکار انگریزی کی وظیفہ خوری میں بحالت فقیری بسر کی۔ اور وہیں انکا انتقال ہوا۔

زور آور سنگھ بھی لاہور اور لودھیانہ میں رہتا تھا۔ اور وظیفہ خور سرکار انگریزی تھا اسی حالت میں اُس کا بھی انتقال ہوا۔ دونوں نے شادی نہیں کی تھی۔ اس لیے اُن کے دم کے ساتھ ہی ان کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

تیسرا بیٹا تیغ سنگھ کا ولاور سنگھ ایک معمولی عورت کے بطن سے تھا۔ اُس نے کشمیر میں پرورش پائی تھی۔ جب ملک کشتواڑ میں حکومتِ وقت سے کچھ ناراضگی پیدا ہوئی۔ تو لوگ اُسے کشمیر سے سراج میں لے آئے اور اس کی حکومت کا اعلان کر کے ریاست جموں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اُس زمانہ میں راجہ گلاب سنگھ لاہور میں تھے۔ وزیر لکھپت جموں سے مدد لیکر آیا اور بغاوت کو فرو کیا۔ ولاور سنگھ یہاں سے فرار ہو گیا۔ اس کی اولاد سردار سنگھ و بیر سنگھ ترلوک پور ضلع کانگڑہ میں رہتی تھی۔ جہاں سنا گیا کہ سرکار انگریزی سے اُنھیں کچھ جاگیر بھی ملی تھی۔ اب معلوم نہیں اُن کی اولاد میں سے کون شخص اُن کا بزرگ خاندان ہے

فتح سنگھ و جنگی سنگھ پسران گمان سنگھ کو بھی اس سلطنت گردی میں ترک وطن کرنا پڑا۔ پہلے وہ تقریباً ۱۰ سال تک قلعہ باہو میں قید رہے۔ بعد ازاں میرپور چومکھ میں اُنھیں کچھ جاگیر دیکر آباد کر دیا گیا۔ جہاں اُن کی اولاد اب تک آباد ہے۔

موجودہ پُرامن حکومت میں کشتواڑ کا ملک آباد اور رعایا خوشحال ہے۔ اقتصادی حالت روز بروز بہتر ہو رہی ہے اور آبادی ترقی کر رہی ہے۔ محمد تیغ سنگھ آخری راجہ کشتواڑ کی حکومت اب قریب قریب دو تحصیلات کشتواڑ و رام بن پر منقسم ہے جن کی مجموعی آبادی مطابق شمار ۱۹۳۱ء مسلمان ۳۰۷۳۸ اور غیر مسلمان ۴۴۴۶۵ تھی اور تحصیل کشتواڑ کی آبادی مسلمان ۳۲۷۰۶ اور غیر مسلمان ۲۳۷۰۹ نفوس تھی

دیباچہ

اس حصہ کے در اصل چار حصے ہیں (۱) پہلا باب تاریخ لہاسہ (۲) دوسرے باب سے پانچویں باب تک تاریخ راجگان لداخ (۳) چھٹے باب سے دسویں باب تک مہمات وفتوحات ڈوگرہ یعنی وزیر زورآور سنگھ کا حملہ وتسخیر لداخ وبلتستان وحملہ لہاسہ اور دیوان نہال چند و وزیر رتنو کی مہم لداخ اور وزیر لکھپت کی مہم بلتستان (۴) گیارھویں باب سے چودھویں باب تک متفرق مضامین۔

تاریخ لہاسہ قریب قریب تمام تر ایک تبتی تاریخ کا ترجمہ ہے جس میں میرے دوست ششں کوشوک گونپہ ریز ونگ نے اپنی ذاتی معلومات سے جا بجا بہت مفید اضافہ کیا ہے اور کچھ حالات میں نے انگریزی کتب تاریخ کی مدد سے بڑھا دیے ہیں۔ تاریخ لداخ بھی تبتی تاریخ پر مبنی ہے۔ لیکن میں نے کئی سال کی ذاتی تحقیقات اور بیرونی ممالک کی تاریخ سے جہاں تک کہ میں پتہ چلا سکا بہت سے حالات کا اضافہ کیا ہے اور جہاں تک ہو سکا۔ واقعات کو صاف کر دیا ہے۔

تبتی تاریخ لہاسہ و لداخ میرے دوست نونو چھتن پلجور اور ششں کوشوک گونپہ ریز ونگ نے بڑی محنت سے تلاش کر کے بہم پہنچائی اور ایک پورا موسم سرما آدھی آدھی رات تک انھوں نے میرے ساتھ اس کتاب کا اور دیگر تبتی زبان کی تحریرات کا ترجمہ کرنے میں محنت کی ہے اور اپنی ذاتی معلومات سے ان واقعات کو صاف کیا ہے اور ان کے اوپر اضافہ کیا ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا نہایت شکرگذار ہوں اصلیت یہ ہے کہ ان صاحبان کی امداد کے بغیر اس ترجمہ کی تکمیل کرنا میرے امکان سے باہر تھا۔

مہمات وفتوحات ڈوگرہ کے تاریخی واقعات میں نے زیادہ تر گلاب نامہ سے اخذ کیے ہیں جن کی تفصیل کے متعلق مقامی تحقیقات سے میں نے بہت اضافہ کیا ہے اور

کئی سال تک دفعتاً فوقتاً کی ہے اور قومی گیتوں ۔ روایات ۔ اور آثار قدیمہ سے واقعات کا کھوج نکالنے کے لئے ہر ایک کوشش کی ہے ۔ غرضکہ ہر ایک ممکن ذریعہ کو سلسلہ واقعات کے درست کرنے میں استعمال کیا ہے ۔ تاہم چونکہ یہ ابتدائی کام ہے کچھ ایسے سقم ضرور رہ گئے ہیں جنھیں میں رفع نہیں کر سکا ۔ انھیں میں کسی آئندہ موقع کے لئے ملتوی رکھتا ہوں ۔

راجگان لھاسہ کے عہد کا تعین کرنے میں میں نے تبتی تاریخ لھاسہ کی پیروی کی ہے اور یہی طریقہ لداخ کے راجگان کے عہد کا تعین کرنے میں استعمال کیا ہے لیکن جب سے کہ تاریخ لداخ کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ سے قائم ہوا ۔ اس وقت سے ان تواریخ کے حوالہ کی متابعت سے تصدیق کر کے عہد کا تعین کیا گیا ہے اس سلسلہ میں مختلف راجاؤں کی وہ سندیں جو انھوں نے جاری کیں اور ان فرمانوں کا جو ان کے نام صادر ہوئے استعمال کیا گیا ہے ۔

اس حصہ کو میں نے پندرہ باب پر تقسیم کیا ہے ۔

پہلا باب متعلق تبت اصلی (لھاسہ) کے ہے جہاں سے لداخ کا ابتدائی خاندان لھاچن شروع ہوتا ہے ۔ اس ملک کی تاریخ کا لکھنا میری ابتدائی تجویز میں شامل نہ تھا مگر چونکہ لداخ کے کچھ حالات لھاسہ کے ساتھ وابستہ ہیں انھیں قابل فہم بنانے کی غرض سے مختصر حالات ابتدائی تاریخ لھاسہ کے میں نے بیان کر دئے ہیں جو کہ فی الجملہ دلچسپ اور مفید ثابت ہوں گے ۔

دوسرے باب سے تاریخ تبت بزرگ (لداخ) شروع ہوتی ہے یہ باب ابتدائی راجگان کے حالات پر محدود ہے ۔ جن کا لقب لھاچن تھا ۔

سلطان سعید خاں والی کاشغر کا حملہ لداخ ان راجگان کے آخری زمانہ میں ہوا جب کہ اس حکومت کے دو حصے ہو گئے تھے ۔ ایک کا دارالحکومت بدستور لیہ تھا اور دوسری خود مختار حکومت تنک ہوگانگ میں قائم ہو گئی تھی ۔ اس حملہ کے بعد سے اس ملک کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ کے ساتھ شروع ہو گیا ۔

تیسرے باب میں سلطان سعید خاں کے حملہ لداخ ۔ بلتستان و کشمیر کے مفصل حالات جو مرزا حیدر گورگان سپہ سالار مہم لداخ نے اپنی قابل قدر تصنیف تاریخ رشیدی میں درج کئے

اس سلسلے میں جو تحریری ثبوت بہم پہونچ سکے اُن سے بھی فائدہ اٹھایا ہے
مضامین متفرقات محض میری ذاتی تحقیقات پر مبنی ہیں ۔

مقامی تحقیقات میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم اور مولوی محمد حسین متوطن ضلع جہلم
نے میرے لیے بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور بہت سے مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں جس کے
لئے میں ان ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

متفرق قسم کے تحریر کے کاموں اور حسابی کاموں میں میرے دوست پنڈت
نندرام اور پنڈت دمودر کول نے بہت محنت کی ہے جن کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں

تبتی تاریخ لہاسہ ولداخ جیساکہ اوپر مذکور ہوا بنیاد ان ہر دو حصص ابتدائی
کی ہے ۔ اس کے علاوہ اس حصہ کتاب کی تالیف میں ۔ میں نے مندرجۂ ذیل تصانیف
سے فائدہ اُٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں شکر گذار ہوں ۔

۱۔ تاریخ رشیدی فارسی قلمی مصنفہ مرزا حیدر گورگاں
۲۔ تاریخ فرشتہ فارسی مصنفہ ابوالقاسم ۔ مطبوعہ
۳۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام مطبوعہ لکھنؤ
۴۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق ۔ مطبوعہ لاہور
۵۔ تاریخ ہندوستان اُردو مصنفہ ذکاء اللہ
۶۔ تاریخ اعظمی فارسی مطبوعہ
۷۔ تاریخ حسن فارسی مصنفہ حسن شاہ (قلمی)
۸۔ سفرنامہ پادری ڈیزیڈیری انگریزی مرتبہ فیلیپو ڈی فیلیپی (مطبوعہ انگریزی)
۹۔ جموں وکشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو
۱۰۔ تاریخ مغربی تبت مصنفہ فرینکی ۔
۱۱۔ تبتی تاریخ گونپہ ہمیس ۔
۱۲۔ تبتی تاریخ گونپہ لامہ یورو
۱۳۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۔

مقامی تحقیقات میں نے لداخ پوریگ اور بلتستان کے قریب قریب ہر ایک حصہ میں

ہری چند وزیر رتنوں کی چوتھی مہم لداخ کے متعلق ہے اس مہم میں اس جوانمرد سپہ سالار نے رالچگان سوت وچلگتن کی سرکوبی کر کے افواج تبت کو شکست دی اور اُن سے معاہدہ تحریر کرایا اور انکے افسروں کو جموں تک پہونچایا۔ اور لداخ کا مناسب انتظام کیا۔

دسواں باب وزیر لکھپت کی پانچویں ڈوگرہ مہم بلتستان کے متعلق ہے اس مہم میں اسنے بلتستان کی بغاوت کو فرو کیا اور بلتستان و پوریگ کا مناسب انتظام کیا۔

یہ حصہ در اصل بلتستان کے متعلق تھا مگر میں نے مصلحتہً ڈوگرہ مہمات کو ایک ہی سلسلہ میں رکھنا مناسب سمجھا۔

گیارھواں باب متعلق لداخ کی تجارت صنعت وحرفت پیداوار زرعی اور معدنیات وغیرہ سے ہے۔

بارھواں باب ان ممتاز ناظمان لداخ کے حالات کے متعلق ہے جنھوں نے اس ملک کے انتظام میں وقتاً فوقتاً نمایاں ترقی کی ہے۔

تیرھویں باب میں سابقہ انتظام ملکی کا مقابلہ جدید انتظام کے ساتھ کیا گیا ہے اس بارہ میں مجھے تحریری ثبوت کوئی نہیں ملا۔ صرف پرانے اہلکاروں اور گیالپو منشی تمگیل کے بیانات سے جو واقعات تحقیق ہوئے انھیں میں نے جمع کر دیا ہے۔

چودھویں باب میں بودھوں کے رسم ورواج کا بیان ہے۔

پندرھویں باب میں متفرق مضامین پر بحث کی گئی ہے جیسے کہ بودھوں کے تہوار گونپہ جات یعنی بودھوں کے مندروں کا انتظام اور لاماؤں یعنی گونپہ جات کے خدام اور پجاریوں کے حقوق۔ بودھی جنتری اور لداخ کی مردم شماری اور ہر دو سرحدی صوبہ جات کی مردم شماری کا گوشوارہ یہ سب اپنی اپنی جگہ پر دلچسپ ہیں۔ نتائج مردم شماری سے ظاہر ہوگا کہ باوجود لداخ کے رواج کثرت شوہری کے مرد وعورت کی پیدائش قریب قریب مساوی تعداد میں ہے اور نظام پیدائش واقعات مقامی سے تاحال متاثر نہیں ہوا ہے۔

اس باب کے آخری حصہ سے ظاہر ہوگا کہ مملکت جموں وکشمیر کی پرامن ہمدردانہ حکومت کے زمانے میں اس دور دراز اور تنگ ملک نے بمقابلہ سابق امور تمدن ومعاشرت میں کس حد تک ترقی کی ہے۔ اور اقتصادی حالت اس کی کہاں تک بڑھ گئی ہے یہ

میں بیان کئے گئے ہیں۔ گو کہ کشمیر کے حالات کا براہِ راست تعلق لداخ کے ساتھ نہ تھا مگر مرزا حیدر کا حملہ کشمیر اس کے حملہ لداخ کے ساتھ وابستہ ہے اور علاوہ ازیں ایک ہمسایہ متمدن قوم کے چار پانچ سو سال کے تفصیلی معاشرتی حالات کا معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہے اسلئے میں نے انہیں بھی اس سلسلہ میں شامل کر لیا ہے۔

چوتھے باب سے اُن راجگان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جنہوں نے خاندان شیے کی حکومت کا خاتمہ کر کے شاخ جدید کی واحد حکومت لداخ کی بنیاد رکھی اور نمگیل کا لقب اختیار کیا۔

پانچواں باب۔ چوتھے باب کے تسلسل میں متعلق حالات نمگیل راجگان لداخ کے ہے چونکہ سلسلہ راجگان نمگیل لمبا تھا۔ لہٰذا چوتھے باب سے شروع کر کے پانچویں باب میں ختم کیا گیا ہے۔ جبکہ وزیر زور آور سنگھ کلہوریا نے اس حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا۔

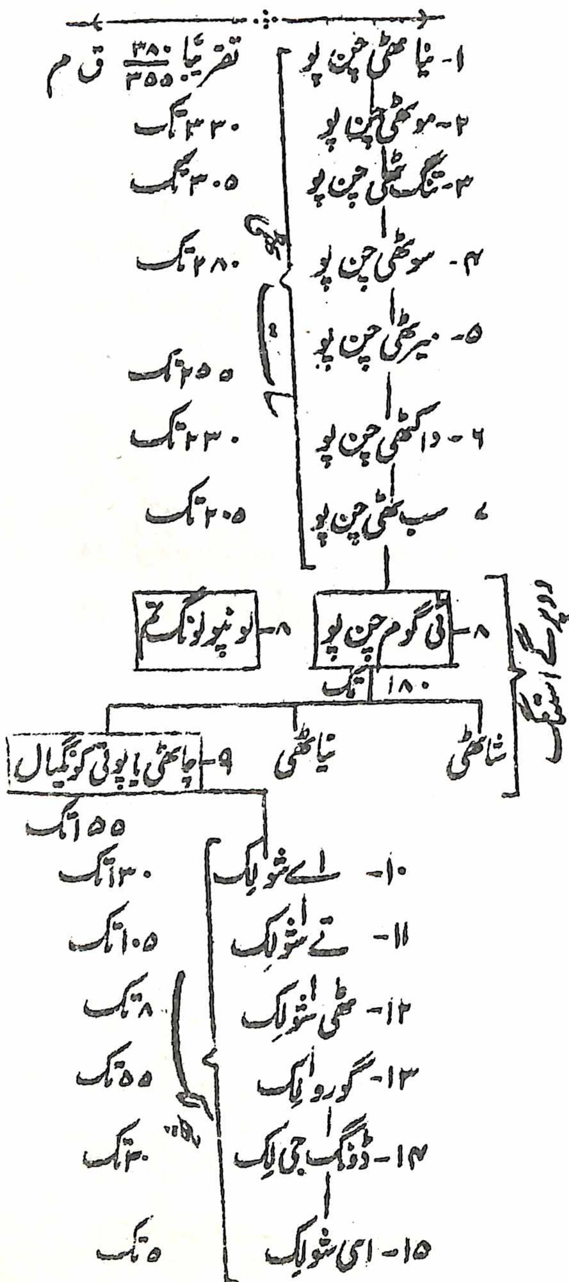
چھٹے باب سے وہ مضمون شروع ہوتا ہے جو اصلی وجہ تحریک اس کتاب کی تصنیف کی ہے یعنی وزیر زور آور سنگھ کلہوریا کی مہم لداخ چھٹے باب میں پہلی مہم کا ذکر ہے جس میں وزیر نے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کے اختیارات بحال رکھے تھے اور صرف اطاعت کا اقرار لیکر اور خراج مقرر کر کے واپس چلا گیا تھا۔ بعد میں گیالپو لداخ نے اور اس کی ترغیب سے راجگان پوریگ نے روگردانی کی لہٰذا وزیر کو زانسکار سے لداخ واپس آنا پڑا۔ اس کو میں نے مہم نمبر ۲ کا نام دیا ہے جس میں گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو حکومت سے علیحدہ کر کے مورپ ٹستن کو راجہ لداخ مقرر کیا گیا۔ اور پوریگ کے راجگان کو بھی معزول کیا گیا۔ اس باب میں بھی دو مہم مذکور ہیں جو دراصل ایک ہی مہم کے دو حصے ہیں۔

ساتویں باب میں وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ کی تیسری مہم لداخ و بلتستان کی تاریخ ہے جس کے سلسلہ میں مورپ ٹستن کو معزول کر کے لداخ کا الحاق حکومت جموں کے ساتھ کر لیا گیا اور بلتستان کو تسخیر کر کے محمد شاہ کو راجہ اسکردو مقرر کیا گیا۔

آٹھواں باب وزیر زور آور سنگھ کلہوریا کی مہم تبت اصلی (لہاسہ) کے متعلق ہے جس میں اس نے تبت کے ملک کو پورانگ تک فتح کیا۔ جہاں افواج تبت نے اس کی فوج کو تباہ کیا اور وہ خود مارا گیا۔

نواں باب افواج تبت کے حملہ لداخ اور بغاوت پوریگ و بلتستان اور دیوان

شجرۂ نسب راجگان تبت اصلی (لہاسہ)



امن و امان اس ملک کو سابقہ حکومتوں کے دوران میں کبھی نصیب نہیں ہوا۔

اس حصہ کے متعلق مجھے چند دستی اور عکسی تصویریں مختلف دوستوں سے دستیاب ہوئیں ان کا عکس میں نے مقامات متعلقہ کے سلسلے میں دیدیا ہے۔ مسٹر جانسن کی تصویر ان کی صاحبزادی مس ایڈا جانسن نے بہم پہونچائی جن کا میں شکر گذار ہوں۔

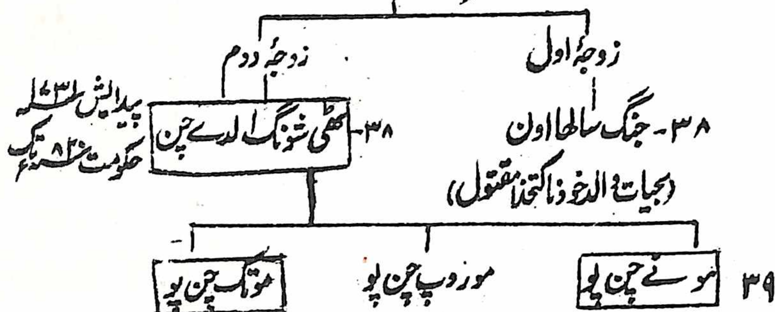
مسلم یونیورسٹی۔ علیگڈھ
۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

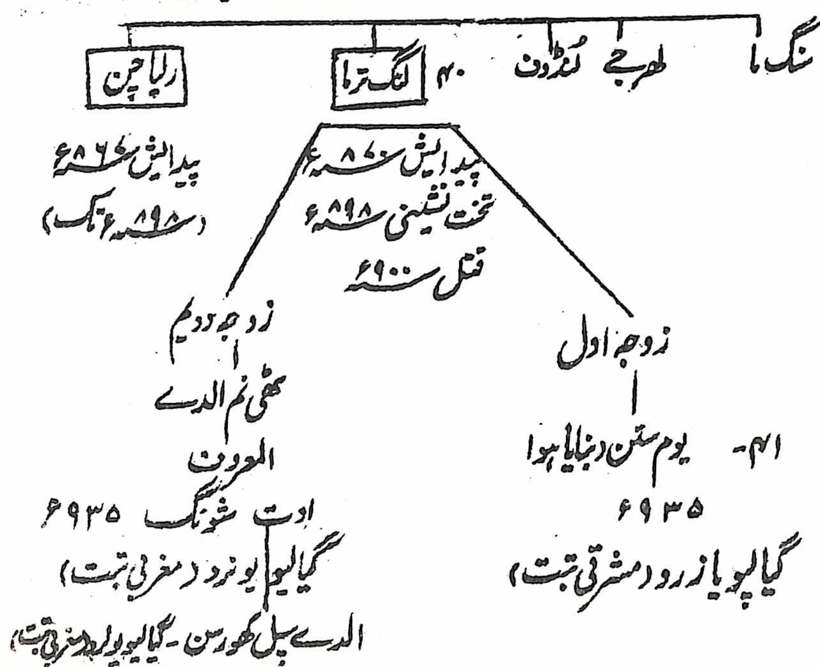
منگ شونگ منگ چن

۳۶ دوشونگ منگ جے ۷۲۵ء تک
المعروف
لھونگ نم بھٹولگی گیالپو

۳۷- ھٹی الدے سوک ستن ۷۵۰ء تک
المعروف
میترا قسوم



ست نالک جبنگ یون ۸۸۰ء تک



الدے سیل کھورسن - گیالپو یولرد (مغربی تبت)

ای شو لک

۱۶۔ زانم زین الدے — ۲۰ تک

۱۷۔ الدے ٹھول نم جونک چن — ۴۵ تک

۱۸۔ سے سنول نم الدے — ۷۰ تک

۱۹۔ سے سنول پو لدے — ۹۵ تک

۲۰۔ الدے سنول نم — ۱۲۰ تک

۲۱۔ الدے سنول پو — ۱۴۵ تک

۲۲۔ الدے گیال پو — ۱۷۰ تک

۲۳۔ الدے ٹی چن — ۱۹۵ تک

۲۴۔ توری لونگ چن — ۲۴۵ تک

۲۵۔ ھٹی چن تم — ۲۷۰ تک

۲۶۔ ھٹی ڈاپونگ چن — ۲۹۵ تک

۲۷۔ ھٹی لوک جے چن

۲۸۔ لاھتو ھتوری نین چن
پیدائش ۲۵۴ وفات ۳۷۳

۲۹۔ ھٹی نین زونگ چن — ۳۴۷ تک

۳۰۔ ڈونگ نین الدیو — ۵۰۱ تک

۳۱۔ موزلونگ کون پاٹا — ۵۶۵ تک
المعروف
استغزی نینگ زک

۳۲۔ نم ری شونگ چن گیا پو — ۶۲۹ تک

۳۳۔ شونگ چن زگبو — پیدائش ۶۲۹ حکومت ۶۳۲ – ۶۵۰

۳۴۔ کونگ ری کونگ چن — ۶۷۵ تک

۳۵۔ منگ شونگ منگ چن — ۷۰۰ تک

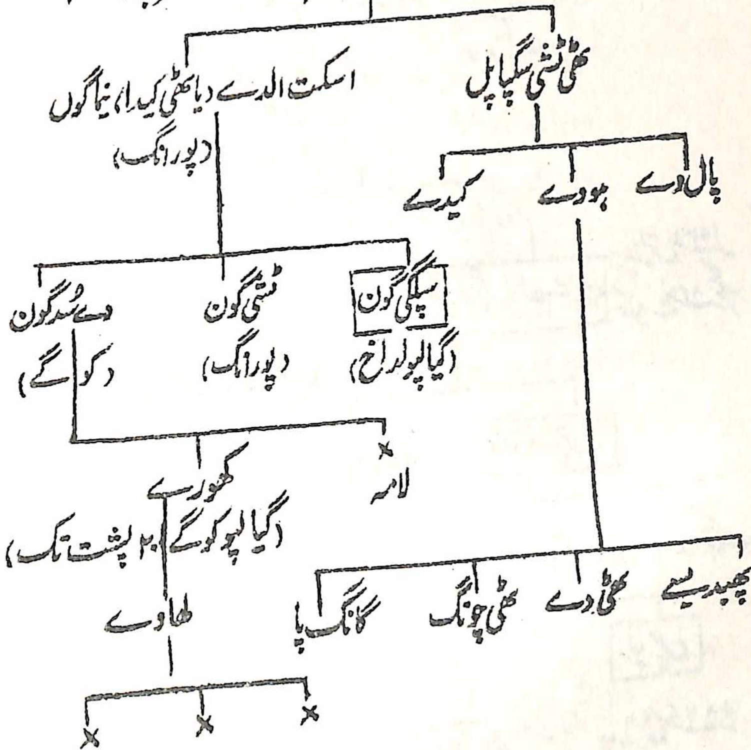
پہلا باب

تاریخ تبت اصلی (لہاسہ)

لہاسہ کے علماء اور محققین کا خیال ہے کہ زمانہ سلف میں ملک لہاسہ سمندر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ پانی نیچے اترتا گیا۔ اور خشک زمین برآمد ہوتی رہی یہاں تک کہ تمام ملک لہاسہ سمندر کے نیچے سے برآمد ہو گیا پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف جمنے لگی۔ آہستہ آہستہ یخ نے پہاڑوں کو ڈھانپ لیا اور اس سے ندی نالے جاری ہو گئے۔ مدتوں کے بعد برف پگھل گئی اور زمین برآمد ہو گئی اس پر جنگل پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ درختوں اور گھاس پھوس کی افزائش سے جنگل گھنا ہو گیا تو جنگلی جانور پیدا ہونے شروع ہو گئے ان جانوروں میں درندے بھی پیدا ہو گئے دیوتاؤں کو خیال ہوا کہ اب اس ملک میں انسان پیدا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ دیوتا چن رس زیکس نر بندر کی شکل میں نمودار ہوا اور دیوی ڈولما ایک خونخوار قسم کے مادہ بندر کی شکل اختیار کر کے ظاہر ہوئی۔ ان دونوں کے اختلاط سے چھ بچے پیدا ہوئے ان میں سے تین کی خصلت باپ کے مطابق نرم اور تین کی ماں کی طرح خونخوار تھی۔ ان کی نسل نے بہت تیز ترقی کی۔ تعداد بھی بڑھ گئی اور بتدریج دماغی اور جسمانی ترقی کرتے ہوئے عرصہ کے بعد یہ آبادی انسان کے درجہ پر پہونچ گئی۔ انسان نے جابجا چھوٹے چھوٹے گروہوں میں رہنا شروع کیا۔ یہ روایت علم طبقات الارض (جیالوجی) کے انکشافات اور ڈارون کے نظریہ ارتقائے کی پوری تصدیق کرتی ہے۔

اس زمانہ میں ہندوستان کے ایک راجہ کے گھر میں جسکا نام کتب لہاسہ میں مغ گیا پاورج ہے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا باپ مہاتما بودھ کی چوتھی پشت کے زمانے میں تھا یعنی اس کے باپ کا پردادا سر گیال ہم عصر مہاتما بودھ کا تھا۔

سر گیال (ہم عصر مہاتما بودھ)
×
×
×
مغ گیا پا



الدے پل کھورسن
گیالپو یونرو (مغربی تبت)
اسکت الدے (یا بھٹی کیدرا) نیاگوں
(پورانگ)
بھٹی ٹشی سگپاپل
پال دے
ہودے
کیدے
سیلگی گون
(گیالپو لداخ)
ٹشی گون
(پورانگ)
دے ڈسدگون
(گوگے)
کھورے
(گیالپو گوگے ۲۰ پشت تک)
لامہ
لھادے
پھبدسے
بھٹی دے
بھٹی چونگ
گانگ پا

شروع کیا۔ الغرض یہ مسلمہ ہے کہ ملک تبت میں حکومت اور تہذیب کی بنیاد ہندوستان کے ایک شاہزادہ نے قائم کی۔

نیاٹھی چن پو کی شادی ایک عورت نم موگ موگ نامی سے ہوئی اس سے موٹھی چن پو پیدا ہوا۔ پھر سلسلہ اس طرح چلا

نیاٹھی چن پو
موٹھی چن پو
تنگ ٹھی چن پو
سوٹھی چن پو
مرٹھی چن پو
داک ٹھی چن پو
سب ٹھی چن پو

یہ سلسلہ سات ٹھی راجگان کا ہے۔ ان کے حالات کا کچھ اندراج نہیں ہے۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ ان کی نسبت یہ خیال کہا جاتا ہے کہ یہ مرتے نہ تھے بلکہ اپنے دنیاوی فرائض کو پورا کرنے کے بعد وہ مجسم آسمان پر اٹھ جایا کرتے تھے۔ اس کے بعد

ڈی گوم چن پو (اس کا لونپو) لونگ نم

شاٹھی — نیاٹھی — چاٹھی یا پوتی کونگیال

گیالپو ڈی گوم اور اس کے لونپو لونگ نم کے درمیان جھگڑا ہوا۔ لونپو نے گیالپو کو قتل کر دیا۔ اس کے تینوں بیٹے ایک مقام کونگ بو نامی میں بھاگ گئے اور لونپو لونگ نم نے حکومت شروع کی اس اثنا میں یرلھاشم پو دیوتا اور ڈی گوم کی بیوہ کے اختلاط سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام رولا اسکیس رکھا گیا۔ جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو اس نے لونپو لونگ نم سے انتقام لیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اب چاٹھی واپس آکر اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا اور اپنے اخیافی بھائی (جن کی ماں ایک اور باپ جدا جدا ہو) رولا اسکیس کو اپنا لونپو یعنی وزیر مقرر کیا۔ اس کشت خون کی وجہ سے آئندہ ان راجگان کا مجسم آسمان پر اٹھنا بند ہو گیا اور لاش

اگر ہر ایک پشت کو تیس سال دئے جائیں تو تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد از پیدائش مہاتما بودھ یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس حساب سے اس کی پیدائش چار سو سال قبل مسیح کے قریب ہونی چاہیئے۔ یہ لڑکا عجیب الخلقت تھا۔ اس کی پلکیں نیچے سے اوپر کیطرف بند ہوتی تھیں۔ بھویں اس کی فیروزہ کی طرح نیلی تھیں۔ دانت پیدا ہونے سے پہلے نکلے ہوئے تھے۔ ہاتھ کی انگلیاں جھلی سے جڑی ہوئی تھیں۔ اس عجیب الخلقت بچہ کو دیکھکر اس کے باپ نے خیال کیا کہ مبادا یہ لڑکا بعد میں باعث تکلیف ہو اُسے پہلے ہی دفع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُسے ایک صندوق میں رکھکر دریا میں بہا دیا۔ یہ صندوق ایک آدمی کو ملا۔ اس نے دیکھا کہ بچہ زندہ ہے وہ اپنے گھر لے گیا اور پرورش کرتا رہا۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے اسکو عجیب الخلقت ہونے کی وجہ سے اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس سے اس کو بہت رنج ہوا اور اپنے پرورش کرنیوالے باپ کا گھر بھی چھوڑ کر وہ دشت و بیاباں میں نکل گیا۔ اور پھرتا پھرتا آخر کار ملک لھاسہ کے ایک پہاڑ پر پہونچا جس کا نام لاری تھو بو ہے۔ اس کے اوپر سے یارلونگ کی آبادی اُسے بہت خوشنما معلوم ہوئی۔ پہاڑ کے اوپر سے اتر کر چن تھنگ زگوتری کی آبادی میں آیا۔ یہاں بارہ آدمی بھیڑ بکری چرا رہے تھے۔ انھوں نے اس لڑکے سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو لڑکا ان کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ اس سے ان آدمیوں نے یہ خیال کیا کہ لڑکے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان سے (لھایول یعنی دیوتاؤں کے ملک سے) اترا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں کوئی راجہ نہیں ہے۔ اس دیوتا کو لیجا کر راجہ بنانا چاہیئے چنانچہ چار آدمیوں نے اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور آبادی یارلونگ میں لے آئے چونکہ اسے کندھوں پر اٹھا کر لائے تھے اس لئے اس کا نام نیاٹھی چن پو (کندھے والا بادشاہ) ہو گیا اس نے حکومت کی بنیاد رکھی۔ اور یمبو لاز گانگ نامی محل اپنے رہنے کے لئے تعمیر کیا یہ محل آج تک موجود ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ نیاٹھی چن پو کوسالہ کے راجہ پراسنا جیت کا پانچواں بیٹا تھا یہ ترچھی آنکھوں کے ساتھ پیدا ہوا تھا یہ کوسالہ سے فرار ہو کر ہمالیہ کے شمال میں اس ملک میں پہونچا جو آج کل تبت کے نام سے مشہور ہے یہاں درمیانی اور جنوبی تبت کی بارہ اقوام کے سرداروں نے اسے راجہ تسلیم کرلیا۔ اس نے علاقہ یارلونگ میں جو موجودہ لھاسہ کے جنوب میں واقع ہے رہنا

ٹھی چین نم ۲۴۵ ع

ٹھی دا پو نگ چن ۲۷۰ ع

ٹھی توک جے چن ۲۹۵ ع

لاتھو تھوری نین چن (پیدائش ۲۵۴ ع وفات ۳۷۳ ع)

اس گیا لپو کے عہد میں ملک لہاسہ میں بودھ مذہب کی اشاعت شروع ہوئی خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے زمانے میں حسب ذیل کتابیں آسمان سے اتریں۔

۱- پنگ کونگ چیق گیا پا۔

۲- دوزدے زاماتوق کی سننگ پوا یگے ٹوکپا۔

اور ایک طلائی چھورتن اور عنپتا مانے کوس پھور (یعنی چھورتن ڈھالنے کا قالب بھی) آسمان سے اترے۔ اور غیب سے یہ آواز آئی کہ ان چیزوں کے فوائد پانچویں پشت میں ظاہر ہوں گے۔ چھورتن گنبد کی شکل کی ایک عمارت ہے جس کے اندر مردوں کے پھول رکھدیئے جاتے ہیں۔

ان چیزوں کا مطلب اس وقت کوئی شخص سمجھ نہیں سکا مگر خوش اعتقادی سے انھیں متبرک خیال کرکے ان پر پھول چڑھائے۔ چراغ جلایا اور بڑی حفاظت سے انھیں رکھ چھوڑا۔ اس گیا لپو نے تقریباً ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔

اس کی پیدائش لہاسی تاریخ اور لہاسی شمار کے مطابق تقریباً ۲۵۴ء میں ہوئی ہے یہ اسی سال کی عمر میں تھا کہ مذہب بودھ کی کتابیں لہاسہ میں پہونچیں یہ واقعہ تقریباً ۳۳۳ء کا پایا جاتا ہے۔ اس کے ۴۰ سال بعد تک یہ گیا لپو حکومت کرتا رہا۔ اس حساب سے اس کی وفات تقریباً ۳۷۳ء میں واقع ہوئی۔ لہاسی کتب تاریخ میں جو سال دیئے ہیں۔ انھیں جب عیسوی سال کے ساتھ مطابق کیا جائے تو ولادت مہاتما بودھ ۵۵۵ء قبل مسیح میں اور وفات ۴۷۵ء قبل مسیح میں واقع ہوتی ہے جو سال اس باب میں درج کئے گئے ہیں وہ اسی حساب پر مبنی ہیں۔

اس کا بیٹا ٹھی نینگ - زونگ سے چن ۳۴۶ء　اس کا

موزلونگ سوم پا یا اسنزی نینگ زک ۵۶۵ء

کے دفن کرنے کا رواج ہوا۔ چاٹھی کا دوسرا نام پوتی کونگیال ہے۔ اس کے عہد حکومت میں مذہب پون رائج ہوا۔ یہ ابتدائی مذہب اس ملک کا ہے جس کا پتہ لہاسی تاریخ سے چلتا ہے۔ اس نے چھنگ برلےچھے نامی محل تعمیر کیا۔

اسی زمانے میں لونپورولا ایکیس اور لاپوک گو کرنے مل کر نہریں تعمیر کیں اور زراعت شروع کی۔ معدنی مادوں کو آگ سے تپا کر دھات از قسم چاندی۔ تانبہ اور لوہا تیار کرنا شروع کیا اور دریاؤں کے اوپر پل بنانیکا رواج ہوا۔

ان دونوں گیالپوؤں کو پرگے استنگ نس کہتے ہیں اور موخرالذکر کو تمدنی زندگی کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔

چاٹھی کا بیٹا اسے شولک ۱۳۰ ق م اس کا بیٹا تے شولک ۱۰۵ ق م اس کا بیٹا رٹھی شولک ۸۰ ق م اس کا بیٹا گورولک ۵۵ ق م۔ اس کا بیٹا ڈونگ جی لک ۳۰ ق م اسکا بیٹا ای شولک ۵ ق م ان سب کو چھ لک راجگان کا سلسلہ کہتے ہیں۔ ان کے حالات کا کچھ اندراج نہیں ہے۔

ای شولک کا بیٹا

زانم زین الدے سنہ ۱۰ ع
الدے ٹولنم چونگ چن ۴۵ ع
سے سنولنم الدے ۷۰ ع
سے سنول پولدے ۹۵ ع
الدے سنول نم ۱۲۰ ع
الدے سنول پو ۱۴۵ ع
الدے گیالپو ۱۷۰ ع
الدے ٹنگ چن ۱۹۵ ع

ان سب کو آٹھ الدے راجگان کا سلسلہ کہتے ہیں ان کے متعلق بھی تاریخ میں کچھ درج نہیں ہے۔ اس کے آگے سلسلہ اس طرح چلتا ہے۔

توری لونگ چن ۲۲۰ ع

دوسرے خط کا نام ورتو لکھا ہے۔ اُس کے نمونے پر سمبوٹا نے تھا ئیک حروف مرتب کیے۔ کاروباری کتابیں انھیں حروف میں لکھی جاتی ہیں۔ اور خط کتابت تمام تر اسی خط میں ہوتی ہے۔ یہ دونوں حروف اصولاً ایک ہی چیز ہیں۔ اختلاف بس اتنا ہی ہے جتنا کہ رومن کتابی حروف اور تحریری حروف میں ہے۔

بیرونی ممالک کے علماء لہاسہ میں طلب کیے گئے۔ ہندوستان سے کومارا دیوا نیپال سے شیلامن زو۔ کشمیر سے تناتو۔ اور گنوتا اور تمر سے لیچن۔ اور چین سے ہاشنگ مہادیوا لہاسہ میں آئے۔ ان کی امداد سے سمبوٹا نے اور دھرما کوشلا نے مذہبی اور دیگر علوم و فنون کی اکیس کتابوں کا سنسکرت اور چینی زبان سے لہاسی زبان میں ترجمہ کیا اور آٹھ کتابیں اُس نے خود تصنیف کیں۔

گیالپو نے لہاسی حروف سیکھے۔ پھر اُس نے قانون مرتب کیا

گیالپو نے اپنا آدمی نیپال بھیج کر راجہ نیپال کی بیٹی پلنسا کھتی چون سے شادی کی۔ اس کے ساتھ بہت سا اسباب اور مورتیاں لہاسہ میں آئیں۔ بعد ازاں ایک دوسرا آدمی مع تحائف کے شاہنشاہ چین کے پاس بھیجا اور اس کی بیٹی روشن کونگ جو کو شادی کر کے بلوایا۔ اُس کے ساتھ بھی بہت سی مورتیاں اور اسباب لہاسہ میں پہونچا۔ ان مورتیوں کے رکھنے کے واسطے راسا گونپہ ایک جھیل کے اوپر چھت کے ذریعے کرسی تیار کر کے اپنی ۲۵ سال کی عمر میں تعمیر کیا۔ اس گونپہ کی تعمیر از روے حساب ۶۵۷ء میں ہوئی۔ اُس نے دیگر گونپہ جات بھی تعمیر کیے۔

ان بیرونی تعلقات کی وجہ سے ملک لہاسہ میں بہت سی کار آمد صنعتوں کا رواج ہوا جیسے کہ چاول سے شراب تیار کرنا۔ دودھ سے دہی، مکھن اور لسی بنانا پن چکی چلانا اور اچھے کپڑے بُننا۔ زیورات بنانا وغیرہ وغیرہ۔

اسی گیالپو کے عہد حکومت میں حروف تہجی کے ساتھ مذہب بودھ بھی ہندوستان سے لہاسہ میں پہونچا اور اُس کی ہر دو رانیوں نے جن میں سے ایک نیپال کی شاہزادی راجہ جوتی ورما کی بیٹی تھی اور دوسری چین کی شاہزادی تھی انھوں نے مذہب بودھ کی اشاعت میں اپنے شاہی شوہر کی بڑی مدد کی اور لوگوں کو بزور اس مذہب میں

یہ پہلے اندھا تھا۔ غیر ملک کے ایک حکیم نے اس کا علاج کیا جس سے اس کی آنکھوں میں بینائی آگئی۔ اور پہاڑ کے اوپر جانور چلتے پھرتے اسے نظر آنے لگے۔ اس روز سے اسکا نام استغری نینگ زک (یعنی پہاڑ کے اوپر جانوروں کو دیکھنے والا) ہو گیا۔

اس کا بیٹا نم ری غنونگ چن گیا پو ۶۲۹ء- اس کے عہد حکومت میں علم طب اور علم حساب چین سے لایا گیا۔ اور تعلیم ان علوم کی زبانی طور پر لھاسہ میں رائج ہوئی۔

اس گیا پو نے لھاسہ میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔ جس کی نسبت یہ روایت ہے کہ اس کی تعمیر میں جو گارا استعمال ہوا تھا وہ صرف بھورے رنگ کی مادہ گاواں اور مادہ یاک کے دودھ سے بنایا گیا تھا۔ اس محل کا نام بٹی ارسیکس بوم زود کس رکھا گیا۔ اس گیا پو نے جھیل ڈک سوم الدنگ کے پانی سے نمک برآمد کرنے کا رواج دیا۔ اس سے پیشتر لھاسہ میں نمک کے استعمال کا رواج نہ تھا۔

اس کا بیٹا شونگ چن ازگمپو- ۶۵۰ء- یہ گیا پو مہاتما بودھ کی وفات سے ۱۵۰۸ سال بعد پیدا ہوا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ مذہب بودھ کی کتابوں کے لھاسہ میں پہونچنے سے ۲۹۶ سال بعد یہ گیا پو پیدا ہوا۔ اس طرح اس کی پیدائش تقریباً ۶۲۹ء میں اور تخت نشینی ۶۴۲ء میں واقع ہوتی ہے۔

اس نے پوٹالا پہاڑ پر ایک عالیشان محل تعمیر کیا اور اس میں قیام اختیار کیا۔ یہ محل اس وقت تک موجود ہے اور ڈلائی لامہ اسی محل میں رہتا ہے۔

اس گیا پو نے ونپو آنو کے بیٹے سمبوٹا کو ایک پیمانہ بھر سونا اور کچھ زیورات طلائی دیکر ہندوستان میں حروف سیکھنے کے لئے بھیجا (یہ پیمانہ اس اندازہ کا ہوتا تھا جس میں تین لب غلہ آجائے) اس نے بڑے پنڈت لی چن سے سنسکرت زبان کا لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اور پنڈت لارگ پوسنگے سے سنسکرت زبان سیکھی اور حسب ذیل تین کتابیں پڑھیں۔ پانی بیاکرن کالاپا- جنترایا۔ بعد ازاں لھاسہ واپس آیا۔ اور سنسکرت حروف تہجی کی مدد سے لھاسہ کی زبان کے واسطے حروف تجویز کئے۔ ہندوستان میں اس زمانہ میں دو خط رائج تھے ایک کا نام تھی کتابوں میں لانسا لکھا ہے اس کے نمونے پر سمبوٹا نے او چن حروف ترتیب دئے علمی کتابیں انھیں حروف میں آج تک لکھی جاتی ہیں۔ اور چھاپہ میں بھی انھیں حروف کا رواج ہے۔

کونگ رمی کونگ چن ۶۷۵ء تک

پیدا ہوا۔ اور تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کا بیٹا

منگ سونگ منگ چن ۷۰۰ء تک

اس کی صغر سنی میں اس کا باپ فوت ہوا۔ اس لیے اس کے دادا شونگ چن ہگبو نے پھر حکومت اختیار کی۔ اور اس کے فوت ہونے کے بعد منگ سونگ تخت نشین ہوا۔ اس نے سنہ ۶۶۳ء میں کوکو نور کے گرد و نواح میں کوصون تاتاریوں کو تسخیر کیا۔ اور بعد ازاں حدود چین میں حملہ کر دیا۔ اور چینیوں کو شکست دی لیکن چینیوں نے اس کا پورا انتقام لیا۔ اور وہ تبت کے ملک کے اندر گھستے ہوئے لہاسہ تک چلے آئے۔ یہاں پہونچکر انھوں نے شاہی محل پوسبولہا گانگ کو جلا دیا۔ لونپو گر جو فوج تبت کا سرکردہ تھا وہ بھی اس مقابلہ میں مارا گیا۔

اسکا بیٹا دوشونگ منگ۔ جو ۷۲۵ء تک اسکا دوسرا نام ٹیک ترشونگ گیا ہے

اس کے عہد میں سات لونپو نہایت قابل اور مدبر ہوئے ہیں

اسکا بیٹا ہی الدے سرنگ ستن۔ اس کا دوسرا نام میز اکسوم ہے ۷۵۰ء تک اس گیا بو کے عہد میں علوم و فنون کو بہت ترقی ہوئی۔ اس زمانے میں ہندوستان کے بڑے جید عالم شنگمیں سنگوا اور سنگیس جوا کیلاس پربت میں تپسیا کے لیے وارد ہوئے۔ انھیں چند کتابوں کے ترجمہ کے واسطے گیا بو نے لہاسہ میں بلانا چاہا لیکن یہ دونوں اس پر راضی نہ ہوئے تاہم جو اشخاص انھیں بلانے آئے تھے ان کو پانچ کتابیں انھوں نے پڑھا دیں۔ اور اسی طرح سے اُن پانچوں کتابوں کا ترجمہ لہاسی زبان میں ہو گیا۔ یہ کتابیں آج تک لہاسہ میں رائج ہیں۔ اور بہت اعلیٰ درجہ کی مذہبی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ اس راجہ نے بودھ کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ گیا بو نے چین سے علم طب کی کتابیں منگوائیں۔ اور اُن کا ترجمہ لہاسی زبان میں کرایا اور اپنے ملک میں فن طبابت کو ترقی دی۔

ملک چین سے سنہرلی سے کچھ مذہبی آدمی بھی اس گیا بو نے لہاسہ میں منگوائے جس سے لہاسہ میں مذہبی گروہ قائم ہو گیا اس گروہ نے آہستہ آہستہ ملک میں اپنا اقتدار پیدا کر لیا اور بالآخر سلطنت کیلئے خطرناک ثابت ہوا۔

داخل کیا۔

یہ بڑا اولوالعزم گیالپو تھا اس نے ۶۳۹ء میں شہر لہا الدن آباد کیا۔ جو
بعد میں لہاسہ کے نام سے مشہور ہوا۔

اس گیالپو نے اپنی سلطنت کو بہت وسعت دی۔ گردونواح کی خود مختار اقوام
کو تسخیر کیا اور ملحقہ خود مختار بڑے راجگان کے ساتھ سفارتی تعلقات پیدا کیے اور
تحایف کا لین دین جاری کیا۔

بطور فاتح یہ گیالپو بہت نامور تھا۔ اس نے بجانب شمال اقوام کیانگ کو
تام وکمال تسخیر کیا۔ پھر اس کے مغرب کی طرف توجہ کی۔ اس طرف اس نے حکومت
کو لداخ تک پہونچا دیا۔ پھر جنوب کی طرف ملک نیپال پر اپنا اقتدار قائم کرکے کوہ ہمالیہ
سے گذر کر ہندوستان تک جا پہونچا۔ تاحال یہ تحقیق کو نہیں پہونچا ہے کہ حدود ہندوستان
کے اندر کتنی دور تک اس کی حکومت کو توسیع ہوئی۔ لیکن یہ مذکور ہے کہ سنہ ۷۰۳ء
میں نیپال اور برہمنوں کے ملک میں حکومت تبت کے خلاف بغاوت ہوگئی۔ سونگ چن
زگمبو کا تیسرا جانشین جب اس بغاوت کو فرو کر رہا تھا تو وہ جنگ میں مارا گیا۔

ہندوستان کے اندر راجگان تبت کے حکومت کرنے کا تاریخ ہندوستان میں
کچھ ذکر نہیں ہے۔ البتہ تاریخ چین میں مذکور ہے کہ دسویں صدی عیسوی تک جب کہ
تبت کی شاہی کا خاتمہ ہوا۔ تبت کی حکومت سمندر تک تھی۔ اور خلیج بنگال کا نام اُس
زمانہ میں تبتی سمندر تھا۔ علمائے محققین کو حال میں امور متعلق نسل و زبان سے کافی
شہادت بنگال میں تبت کی حکومت اور اقتدار کی ملی ہے۔ جس کی طرف تاریخ ہندوستان
میں اب تک توجہ نہیں کی گئی تھی۔

متذکرہ بالا ہر دو رانیوں سے اس کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے اس نے
تین اور شادیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک ملک رویونگ اور دوسری ملک
مون سے تھی۔ یہ نام تبت میں اُن اقوام کو دیا جاتا ہے جو ملک تبت اور ہندوستان
کے درمیان آباد ہیں۔ تیسری رانی کی قومیت مذکور نہیں ہے۔ ان میں سے بھی دو
بے اولاد رہیں۔ اور تیسری سے

مٹانے اور بودھ مذہب کو ترقی دینے میں بہت کوشش کی ہے۔ اس لیے اُس نے لوگوں کو آمادہ کیا کہ اس منحوس مذہب کو بیخ و بنیاد سے اڑا دیا جائے۔ چنانچہ نیپال اور چین سے جو مورتیاں لھاسہ میں آئی تھیں اُنھیں اٹھا کر پہاڑوں کے اوپر پھینک دیا۔ اور جو مورت بھاری ہونے کی وجہ سے اُٹھائی نہ جا سکی اُسے ریت میں دفن کر دیا

ھٹی شونگ جب کسی قدر بڑا ہوا تو ایک شخص سنگ شی کو پتھروں میں سے تین کتابیں ملیں وہ اُس نے لا کر ھٹی شونگ کو حوالہ کیں۔ اس نے دیکھا کہ یہ کتابیں اُس کے باپ دادا کی تیار کرائی ہوئی ہیں جنھیں اب ان کے دشمن مذہبی وجوہ کی بنا پر خراب کر رہے ہیں لہٰذا اس نے ارادہ کیا کہ ان دشمنوں کو برباد کیا جائے اور مذہب کو برقرار رکھا جائے۔ تاکہ باپ دادا کا نام قائم رہے۔

مخالفانِ مذہب کی کوششوں کے باوجود مذہب بودھ کے طرفدار اور پیرو ابھی موجود تھے ان کے ساتھ مشورہ کر کے ھٹی شونگ نے ایک آدمی باسل تنگ نامی کو ہندوستان کی طرف خفیہ طور پر روانہ کیا۔ تاکہ اُس ملک سے کسی اچھے عالم اور عابد کو لھاسہ میں لادے وہ ہندوستان سے کھن پو بودی ساتو کو لے گیا۔ اس بزرگ کا دوسرا نام شنتارا کیتا بھی ہے۔ اس عالم کو باسل تنگ نے منگ یول میں ٹھہرایا اور خود لھاسہ کو گیا اور گیالپو کو اس کی اطلاع دی۔ گیالپو نے اپنے لونپو اور اُن لوگوں کے ساتھ جو بودھ مذہب کے پیرو اور طرفدار تھے مشورہ کیا کہ عالم کو اگر لھاسہ میں بلایا گیا تو ماجنگ کا کیا انتظام ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ دشمن مذہب اور با اقتدار آدمی ہے۔ سب کی یہ رائے ہوئی کہ منجموں کو ترغیب دی جائے۔ کہ یہ فتوے صادر کریں کہ ایک بہت بڑی بلا ملک لھاسہ پر آنے والی ہے اس سے ملک کو بچانے کی صرف یہی تدبیر ہے کہ سب سے بڑے اور صاحب رسوخ لونپو کو تین ماہ تک قید رکھا جائے۔ اس قرارداد کے مطابق دربار میں منجموں نے جب یہ فتویٰ صادر کیا تو گیالپو اور لونپو اور عوام سب نے بعد بحث مباحثہ باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ لونپو ماجنگ اور لونپو گوزگن کو یہ قید برداشت کرنی چاہیے۔ گوزگن کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ جب ماجنگ قید خانہ میں اُتار دیا جائے تو تم بھاگ جانا

اس کا بیٹا۔
جنگ سا لھا اون تھا۔

یہ شاہزادہ نہایت قابل اور شکیل و وجیہہ جوان تھا۔ اس کے لیے چین سے شادی کا انتظام کیا گیا۔ یہ جوئی سنگ شاہنشاہ چین کی بیٹی کیم شنگ تھی مگر ابھی لھاسہ میں نہیں پہونچنے پائی تھی کہ جنگ سا لھا اون لونپو نیا بھٹی زنگ کے ہاتھ سے مارا گیا اس لونپو کو شاہزادہ سے یہ رنج تھا کہ اپنی بیٹی وہ شاہزادہ کے ساتھ بیاہنا چاہتا تھا۔ مگر شاہزادے نے اس سے انکار کر کے چین سے شادی کرنے کا انتظام کیا تھا۔ دلھن جب لھاسہ میں پہونچی تو جنگ سا کے باپ اقسوم نے اُسے اپنی گیالمو یعنی رانی بنا لیا۔ اس کے بطن سے تقریباً ۷۳۰ء میں

بھٹی سٹونگ الدے چن ۷۴۳ لغایت ۷۸۰ء

پیدا ہوا۔ چینی گیالمو کے ساتھ اُس کے وطن سے کچھ خادم مرد اور کچھ خادمہ عورتیں بھی آئی تھیں۔ ان میں سے ایک خادمہ نے اس ولادت کے وقت یہ تنازعہ برپا کر دیا کہ بھٹی سٹونگ دراصل اُس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ مگر سب کو معلوم تھا کہ گیالمو حاملہ ہے۔ اس لیے لوگوں نے خادمہ کے دعوے کو درست نہیں سمجھا مگر آخری فیصلہ اس کا اس طرح ہوا کہ لڑکا جب اپنے پاؤں سے چلنے لگا تو ایک بہت بڑا جلسہ کیا گیا۔ اس جلسہ میں گیالپو نے شراب کا پیالہ بھر کر اُسے دیا اور کہا کہ اپنی ماں کے پاس لیجاؤ۔ قرارداد یہ بھی کہ دونوں عورتوں میں سے جو اس شاہزادہ کی والدہ ہونے کی دعویدار تھیں جس کے پاس یہ شاہزادہ اس پیالہ کو لیجائے اُسی کو اُس کی والدہ تسلیم کیا جاسے۔ وہ شراب کا پیالہ لے کر سیدھا گیالمو کے پاس گیا اور اُس کے اس فعل سے یہ قرار پایا کہ واقعی یہ گیالمو کا بیٹا۔ صحیح النسب شاہزادہ اور وارث تخت و تاج ہے گیالپو کا قانون شہادت واقعی قابل داد ہے۔

بھٹی شونگ کی صغر سنی میں اُس کا باپ فوت ہوا۔ لونپو ماجنگ نے اس واقعہ کی بنا پر میز اقسوم کے خلاف یہ خیال لوگوں کے درمیان پھیلایا کہ بیٹے کے جوان ہو جانے سے پیشتر موت کی سزا اس گیالپو کو اس وجہ سے ملی ہے کہ اس نے اصلی مذہب کو

پہونچنے سے پیشتر ہی گورو پدالھاسہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ منگ یل میں جو نیپال اور لھاسہ کے درمیان واقع ہے دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اسی جگہ سے اسنے لھاسہ کی ارواح خبیثہ کا تدارک کرنا شروع کردیا اور یہ انتظام کرتا ہوا لھاسہ میں پہونچا۔

گورو پدا ٹھی شونگ الدسے چن کی عمر کے انیسویں سال یعنی ۸۰۵ء میں لھاسہ پہونچے۔ اس اثنا میں کھن پو بودی ساتو نیپال چلا گیا تھا۔ جب پدما لھاسہ پہونچ گیا تو بودی ساتو کو بھی نیپال سے واپس بلا لیا گیا۔ ان دونوں نے صلاح کرکے ہندوستان کے گونپہ اوتانتا پوری کے نمونہ پر گیا لپو سے ایک گونپہ تعمیر کرایا جسکا نام سم یاس رکھا گیا۔ اس گونپہ کا قطر ایک تیر مار کے برابر ہے۔ کھن پو نے سات آدمیوں کو لامہ بناکر اس گونپہ میں تعینات کیا۔ ان کو پوری تعلیم دی۔ یہ گونپہ گیا لپو نے اپنی اکیس سال کی عمر میں تعمیر کیا۔

کھن پو یہ کام کرنے کے بعد قضائے الٰہی سے فوت ہوا۔ پدما جب اکیلا رہ گیا تو وہ جنوب مغرب کی طرف ایک اور ملک میں چلا گیا۔

اس گیا لپو کے عہد حکومت میں مذہب بودھ کو بہت عروج ہوا۔ اور جو موریاں اس مذہب کے دشمنوں نے خراب کی تھیں وہ سب درست کی گئیں۔ اور مذہب بودھ کو ہر طرح سے استحکام دیا گیا۔ گیا لپو بڑی عمر میں فوت ہوا۔

گیا لپو شونگ چن کے تین بیٹے تھے۔

مونے چن پو۔ مورپ چن پو۔ اور موتیک چن پو جس کا دوسرا نام مت ژالک جینگ یوں بھی ہے۔ مونے چن پو ۸۱۳ء میں تخت نشین ہوا۔ اور صرف ایک سال سات ماہ حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔

اس گیا لپو کا یہ خیال تھا کہ امیر غریب کا امتیاز دور کرکے اپنی تمام رعایا کو ایک برابر کردے اس نے حکم جاری کیا کہ غریب اور امیر اور ادنیٰ و اعلیٰ کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ اس نے دولتمند لوگوں کو مجبور کیا کہ اپنی دولت کو محتاج اور لاچار لوگوں کے درمیان تقسیم کرکے انھیں زندگی کے آرام و آسائش میں برابر

اس کے مطابق یہ دو آدمی قید خانہ کی کوٹھری کے پاس پہونچائے گئے قید خانہ
اس ملک میں ایک غار ہوتا ہے۔ نیچے سے خاصہ کشادہ ہوتا ہے۔ اور اوپر سے
اس کا منھ تنگ ہوتا ہے۔ اُس کے راستہ قیدی کو اُتار کر منھ پر بھاری پتھر رکھ دیا
جاتا ہے جب ماجنگ کو اس کے اندر اتارا جارہا تھا تو گوزگن حسب قرارداد فرار
ہوگیا۔ قید خانہ کے منھ پر پتھر رکھ کر مٹی سے بند کر کے ماجنگ کو مرنے کے لیے اسمیں
چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح سے دشمن مذہب کو قابو کرنے کے بعد لوگوں نے صلاح کی
کہ اب مذہب کو خوب رونق دینی چاہیئے۔

باسل ننگ کو واپس کیا گیا کہ ہندوستان والے عالم کھن پو بودی ساتو کو
لھاسہ میں لے آوے۔ چند روز میں کھن پو لھاسہ پہونچ گیا۔ اس نے اشاعت
بودھ مذہب میں پوری کوشش کی اور ماجنگ نے جن متبرک چیزوں کی بیحرمتی
کی تھی اُنھیں مرمت کر کے درست کیا۔ بودھ مذہب کی رونق
شروع ہوگئی۔

لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ چند روز بعد ملک میں سخت قحط پڑا۔ اور وبا پھیلی
جس سے انسان اور حیوان بکثرت مرنے شروع ہوے۔ ابھی اس جدید مذہب
نے لوگوں کے دلوں میں جڑھیں پکڑی تھی۔ عوام الناس نے اُس بلا کو مذہب بودھ
کی حکومت کی طرف منسوب کر کے اس مذہب کے پیشواؤں کو بُرا بھلا کہنا شروع
کیا اور اس مذہب کو مٹانے کے درپے ہوے۔ کھن پو ان خام خیال آدمیوں
کو ڈر نکلا۔ اُس نے ان لوگوں کو سبق پڑھایا کہ یہ قحط اور وبا مذہب بودھ کی
وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باعث تمھارے اپنے دیوتاؤں کے ساتھ تمھارے
ملک کی ارواح خبیثہ کا فساد ہے۔ اگر تم ہندوستان سے ایک دوسرے بزرگ
پدما جونگ نس کو یہاں لے آؤ تو وہ ان ارواح خبیثہ کا بلد رانداک کر سکتا ہے
چنانچہ اس کے مطابق ستانم دورجے اور دو جو سمبا کو ہندوستان روانہ کیا گیا
پدما کو ان واقعات کی اطلاع پہلے سے دیدی گئی تھی جیسے یوں ظاہر کیا گیا ہے
کہ بذریعہ کشف اسے یہ حال معلوم ہوگیا۔ الغرض ستانم دورجے کے ہندوستان

حلفاً یہ عہد کیا گیا تھا کہ ہر دو سلطنت ہائے متعہدین میں کوئی سلطنت اس سرحد سے تجاوز نہیں کرے گی بمقام چنگ نان ۸۲۱ء میں عہد نامہ تکمیل پایا جسے دوسرے سال لھاسہ میں اس طرح استحکام دیا گیا کہ اس عہد نامہ کی ایک نقل شاہنشاہ چین کے محل میں لگائی گئی اور دوسری نقل پتھر پر کندہ کر کے گیالپو کے لھاسہ کے محل میں نصب کی گئی۔ جو اب تک موجود ہے۔

اس کے عہد حکومت میں مذہبی گروہ یعنی لاماؤں کی عزت میں اور اُن کے اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ دربار میں اُنھیں سب سے اعلیٰ جگہ دی جاتی تھی۔ اور معافیاں بھی انھیں بکثرت دی گئیں۔

اراکین سلطنت نے دیکھا کہ گیالپو کا رجحان مذہب کی طرف زیادہ ہو گیا ہے۔ اس سے انھیں اندیشہ پیدا ہوا کہ حکومت لاماؤں کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔ اس لیے انھوں نے منجموں کو ترغیب دیکر یہ فتویٰ دلایا کہ اگر گیالپو کے بھائی لامہ سنگ ما کو ملک بدر نہ کیا گیا تو ملک لھاسہ پر ایک آفت عظیم نازل ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سنگ ما کو ہندوستان کی طرف نکال دیا گیا۔ اس پر بھی ان دنیاداروں کا اطمینان نہ ہوا۔ اور لونپو از یاس تغنا نے ایک روز موقع پا کر گیالپو رلپاچن کو گردن مروڑ کر مار دیا۔ اور اُس کے بھائی ترا اوتم چن کو اُس کی جگہ گیالپو بنایا۔ اور راز یاس تغنا اس کا لونپو مقرر ہوا۔

گیالپو ترا اور اُس کے لونپو از یاس تغنا کو مذہب بودھ کے ساتھ خصوصیت سے ناپسندیدگی تھی۔ اور اُس کی بیخ کنی کے لیے وہ بہانہ ڈھونڈھتے تھے۔ اتفاق سے لھاسہ میں ایک وبائی بیماری پھیلی۔ اس سے بہت آدمی فوت ہوئے۔ ژالہ باری ہوئی جس سے فصل کو نقصان پہونچا۔ لونپو نے لوگوں کو بلا کر دریافت کیا کہ ان آفات کا سبب کیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ ترا نے جواب دیا کہ چین سے جو مورتیاں لائی گئی ہیں ان کے ساتھ ارواح فاسدہ اس ملک میں داخل ہو گئی ہیں۔ انھوں نے یہ تمام تکلیف ہمارے لیے پیدا کی ہے۔ بہتر ہے ان مورتیوں کو خراب کیا جائے۔ چنانچہ ان مورتیوں پر بیدردی کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ جو دریا برد ہو گئی

سے اپنے مساوی بنالیں۔ اُس نے تین مرتبہ اس عمل کو دہرایا مگر ہر دفعہ نتیجہ یہی ہوا کہ سب لوگ جلد تر اپنی اپنی سابقہ حالت میں آگئے۔ جو دولت مند غریب بنا دیے گئے تھے وہ محنت اور کفایت شعاری کے ذریعے پہلے سے بڑھکر صاحب دولت ہوگئے اور جو مفلس سے امیر بنا دیے گئے تھے وہ اپنی کاہلی اور فضول خرچی کی وجہ سے پہلے سے زیادہ فلاکت زدہ ہوگئے۔ بزرگان مذہبی نے اس عجیب و غریب مظاہرہ کو ان اشخاص کی سابقہ زندگی کے بھلے اور برے کرم کی طرف منسوب کیا۔ اور اس پر اس کوشش کا خاتمہ ہوگیا۔

اس کے پیچھے موتیک چن پو تخت نشین ہوا (۸۰۴ء تک) کیونکہ اس کے بڑے بھائی مورد پ چن پو کو لہنو جنگ نامی نے قتل کردیا تھا۔

اس نے گونپہ جات میں بڑی ترقی کی۔ اور مذہبی اور دیگر کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ ایک نیا گونپہ تعمیر کیا جس کا نام کرچھونگ ہے۔ اس کے پانچ بیٹے تھے۔ سنگ ما۔ لھرجے۔ لُنڈوف۔ ترا۔ اور رلپاچن۔

لنڈوف صغرسنی میں فوت ہوا۔ لھرجے پندرہ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ سنگ مالامہ بن گیا۔ رلپاچن (۸۱۶ء تک) اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔

اس کے بزرگوں کے زمانے میں ہندوستان کی پوتھیوں کے جو ترجمے لھاسی زبان میں کیے گیے تھے اُن کی زبان اچھی نہ تھی۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس کی اصلاح کی جاوے چنانچہ کھن بورنیا میتا۔ سورنتا بودی۔ اور داناشیلا کو ہندوستان سے بلوایا ان کی امداد سے لھاسی مترجم کادا۔ اور چوغرد وغیرہ نے ان ترجموں کی نظرثانی کرکے انھیں درست کیا۔ اور اس سے اُس نے بڑا نام پیدا کیا۔

اس نے اوشانگ دوہین ایک عالیشان گونپہ تعمیر کیا۔

سلطنت چین کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہیں رہے اور جنگ تک نوبت پہونچی۔ رلپاچن نے سلطنت چین کا کچھ علاقہ فتح کرکے حکومت لھاسہ کے ساتھ الحاق کرلیا۔ آخرالامر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔ اور سرحد از سرنو قائم کی گئی۔ سرحد کے اوپر ایک بڑا پتھر نصب کیا گیا جس پر لھاسہ اور چین ہر دو سلطنتوں کا اقرار نامہ کندہ کیا گیا ہے

لنگ ترما تقریباً ۸۶۸ء میں پیدا ہوا۔ اٹھائیس سال کی عمر میں وہ تخت نشین ہوا۔ ایک سال چھ ماہ پندرہ یوم اس نے حکومت کی۔ اس حساب سے اس کی موت تقریباً ۹۰۰ء میں واقع ہوئی۔

ترما کے قتل کیے جانے کے وقت اس کی چھوٹی گیالمو حاملہ تھی۔ اسے دیکھکر بڑی گیالمو نے بھی اپنے جسم پر کپڑے وغیرہ باندھکر اپنے حمل کو شہرت دی۔ جب چھوٹی گیالمو کا لڑکا پیدا ہوا تو بڑی گیالمو بھی باہر سے ایک لڑکا مانگ کر لے آئی۔ اور ظاہر کیا کہ اس کا بھی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ چھوٹی گیالمو نے اس لڑکے کو دیکھا تو اس کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اس نے بڑی گیالمو سے کہا کہ اگر در اصل یہ لڑکا تمہارا ہے تو احتیاط سے اس کی پرورش کرو۔ چھوٹی گیالمو اپنے لڑکے کی بڑی حفاظت کرتی تھی اور رات بھر اس کے سامنے چراغ روشن رکھتی تھی۔ اس سے اس کا نام ادت شنگ ہوگیا۔ بڑی گیالمو نے جس لڑکے کو اپنا بیٹا ظاہر کیا تھا اس کا نام یوم ستن ہوا۔

یہ دونوں لڑکے جب بڑے ہوئے تو انھوں نے ان مورتیوں کو جو ترما نے زمین کے اندر گاڑدی تھیں نکال کر گونپوں کے اندر رکھوایا اور گونپوں کو از سر نو آباد کیا۔

ان کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔

ادت شنگ نے یونرو (مغربی حصہ) پر } ۹۲۵ء میں
اور یوم ستن نے یا ارو (مشرقی حصہ) پر }

قبضہ کر لیا۔ مگر اس تقسیم کے بعد بھی اس تباہ کن لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اس موقع پر ملک تبت کی تاریخ پیچیدہ ہو جاتی ہے اور کچھ توجہ چاہتی ہے۔

ادت شنگ کے بعد اس کا بیٹا الدے سپل کھورستن مغربی حصۂ تبت کا راجہ ہوا وہ تیرہ سال حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے ٹنی ٹشی ھگپاپل اور ٹنی یہ ... ٹیاگوں موخر الذکر نارس میں چلا گیا۔ اور اس نے پورانگ میں اپنی دار الحکومت قائم کی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے سپلگی گوں نے اپنے آپ کو منگ ... ریول یعنی لداخ کا راجہ بنا لیا۔ دوسرا بیٹا ٹشی گون پورانگ پر قابض رہا۔ اور چھوٹا بیٹا دے ئسد گون صوبہ شانگ شونگ (گوگے) کا راجہ ہو گیا

تھیں انھیں دریا میں بہا دیا گیا جو بھاری ہونے کی وجہ سے اٹھ نہ سکتی تھیں انھیں
گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ کتابیں جس قدر تیار کرائی گئی تھیں کچھ جلا دی گئیں۔ اور کچھ
دریا برد کر دی گئیں۔ جو بچیں پہاڑوں کے اوپر پھینک دی گئیں۔ ہندوستانی پنڈت
اور لہاسی مترجمین میں سے جو ہاتھ آئے انھیں قتل کر دیا گیا۔ جنھیں موقع ملا۔ وہ
ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ لاماؤں کو گونپوں سے نکال کر دنیا دار بنا دیا گیا اور
زمینداری کے کام پر لگا دیا گیا۔ جنھوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ انھیں شکار مارنے کے
کام پر لگا دیا گیا۔ راسا۔ راموچے۔ اور سم یاس ہر سہ بڑے گونپہ جات کے دروازوں
کو تیغہ کر کے بند کر دیا۔ اور ان پر یہ لکھ کر لگا دیا کہ یہ لاماؤں کے شراب خانے ہیں
ترما نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ بعد میں یہ حکم دیا کہ لہاسہ کے گونپہ راسا کو کھود کر
پھینک دیا جائے اور اس کا نام و نشان باقی نہ رکھا جائے۔

اس زمانہ میں لامہ لالونگ پگی دورجے چلہ میں تھا۔ اس نے یہ واقعہ سنا تو
چلہ ترک کر کے کوٹھڑی سے باہر نکلا اور اس دشمن مذہب گیالپو کی خرابی کے درپے
ہوا۔ اس نے سفید رنگ کے ایک گھوڑے کو سیاہی پھیر کر کالا کیا۔ اور ایک لباس
تیار کرایا جو اوپر سے کالا اور اندر سے سفید تھا۔ آستینیں اس کی خاص طور پر لمبی
اور چوڑی بنائی گئیں۔ ان کے اندر اس نے تیر و کمان کو چھپایا۔ اور اس گھوڑے
پر سوار ہو کر گیالپو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ترما اس وقت اپنے محل میں معاہدہ سلطنت
چین کو جو پتھر پر کندہ تھا پڑھ رہا تھا۔ اس کے سامنے لامہ پگی دورجے مطابق دستور
لہاسہ سجدہ کی غرض سے جھکا۔ اور اسی اثنا میں پھرتی سے اس نے گیالپو کے اوپر
تیر چلا دیا۔ جو اس کے سینہ میں لگا اور اسی جگہ وہ گر کر ختم ہو گیا۔ پگی دورجے نے تیر و کمان
پھینک دیا۔ اور اپنا لباس الٹ کر پہن لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا۔ گھوڑے کو
اس نے دریائے لہاسہ کے اندر سے گزارا جس سے سیاہی دھل گئی اور گھوڑے
کا اصلی سفید رنگ نکل آیا۔ گیالپو کی طرف سے لوگ پگی دورجے کے تعاقب میں
نکلے مگر اس کے لباس اور گھوڑے کے رنگ کی تبدیلی نے اس کی مدد کی اور اسے
کوئی شناخت نہیں کر سکا۔

جگہ ہندوستان میں ہے میں تحقیق نہیں کرسکا) اتی شا پہلا لامہ تھا۔ جس کا اقتدار
ملک کی ہر ایک حکومت پر غالب آگیا۔ اس کے دیکھا دیکھی اس لیاقت کے اور لامہ
بھی پیدا ہوگئے۔ اور کے راجگان ان کی بہت سرپرستی کرتے تھے جیسے کہ مثال کے
طور پر سکیا پنڈتا کا احترام اس خاندان کا ساتواں گیالپو کرتا رہا ہے۔ اس پنڈتا نے
اوگدائی کے جانشین کویوک کی درخواست پر سنہ ۱۲۴۶-۴۷ء میں اپنے ورود سے
اس کے دربار کی عزت افزائی کی

اس کے پانچ سال بعد کبلائی خان نے تمام شرقی تبت کو تسخیر کرلیا اور
تخت سلطنت چین پر متمکن ہوجانے کے بعد اس منگول شاہنشاہ نے اس پنڈتا
کے بھتیجے پھگس پا لوڈوئی گیالشن کو اپنے دربار میں مدعو کیا۔ وہ شاہنشاہ کے پاس
بارہ سال تک مقیم رہا۔ اور اس کی درخواست پر اس نے منگول زبان کے لیے
حروف ہجی تبتی حروف کے نمونہ پر اختراع کیے لیکن یہ ابجد مقبول نہیں ہوئی۔
اور عام طور پر رائج ہونے کے بغیر ۸۵ سال کے بعد بالکل غائب ہوگئی۔ بصلہ
اس کی خدمات کے کبلائی خاں نے پھگس پا کو شاہی اختیارات تبت خاص پر
جس میں صوبہ جات او اور سانگ کے تیرہ ضلع شامل تھے اور صوبہ جات امدو
کھام کے اوپر عطا فرمائے۔ اس وقت سے سکیا پا لامہ ملک تبت کے پادشاہ
ہوگئے اور سنہ ۱۲۷۰ء سے سنہ ۱۳۴۰ء تک یکے بعد دیگرے ۲۱ لاماؤں کی جانشینی
میں ۷۰ سال تک حکمران رہے۔ چونکہ گونپہ سکیا ان کا مسکن اور دارالحکومت تھا
اس کی نسبت سے ان کا نام سکیا پا ہوگیا۔ ان کے امور سلطنت کا انصرام ایک نائب
کیا کرتا تھا جو خاص طور پر مقرر کیا جاتا تھا۔

جبکہ سکیا پا کی حکومت میں کمزوری پیدا ہوگئی تو دیگر گونپہ جات دیگونگ پھکدوب وشال نے
اپنے اقتدار کو بڑھانا شروع کردیا اور انکا اقتدار اور حکومت بالآخر پھگسپا کے جانشینوں کی حکومت
پر غالب آگئی اس پُرآشوب زمانہ میں چیانگ چوب گیالشن المعروف پھگمودو
نمودار ہوا۔ اس نے تبت خاص اور کھام کو تسخیر کرلیا۔ لیکن اس کے اوپر مسلسل قبضہ
رکھنے کے لیے اسے کئی سال تک لڑائی جاری رکھنی پڑی۔ بالآخر وہ کامیاب ہوا۔ اور

مذہب بودھ کا فروغ موخرالذکر کے دو بیٹوں کے ہاتھ سے شروع ہوا جن میں سے بڑا لامہ ہو گیا۔ چھوٹا کھورسے اپنے باپ کی حکومت پر متمکن ہوا۔ جس کی اولاد بیس پشت تک یکے بعد دیگرے حکومت پر قابض رہی۔

ٹشی سگیا پل کے بھی تین بیٹے تھے۔ پال دسے۔ سودسے۔ اور کیدسے۔ بڑے لڑکے کی اولاد گونگ تنگ۔ لوگ یلوا۔ جیپا۔ لھاتسے۔ لنگ لونگ۔ اور ساکو پر متصرف ہو گئی۔ جہاں وہ چھوٹے چھوٹے راجگان کی حیثیت سے علیحدہ علیحدہ حکومت کرتے رہے۔ کیدسے کی اولاد مو۔ چونگ۔ ٹانگ۔ یارولگ۔ اور گیال سے کے اضلاع میں پھیل گئی یہ لوگ بھی چھوٹے راجگان کی حیثیت میں علیحدہ علیحدہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں پر قابض رہے۔ ہودسے کے چار بیٹے تھے۔ پھبد یسے۔ ھٹی دسے۔ ھٹی چونگ اور گانگ پا۔ ان میں سے بڑا اور چھوٹا دو بھائی رسن گرزنگ پر متصرف ہو گئے۔ دوسرے بیٹے نے امرواور سونکھا پر قبضہ کر لیا۔ تیسرا لڑکا اور (وہ درمیانی صوبہ لھاسہ) کا گیا لپو ہو گیا۔ اور اپنا دارالحکومت یار لونگ میں جو لھاسہ) کے جنوب میں واقع ہے لے گیا۔ اس کی اولاد اس حکومت پر گیارہ پشت تک قابض رہی۔

مشرقی تبت کے گیا لپو یوم ستن کے حالات کا تاریخ میں کچھ مذکور نہیں ہے۔ مگر مغربی حکومت کے جغرافیائی ناموں سے جو اوپر مذکور ہوئے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خاندان نے مشرقی حصہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا اس زمانہ کا سلسلہ نسب پورا مذکور نہیں ہے جس زمانہ میں کھورسے کا خاندان کوگے میں اور ھٹی چونگ کا خاندان اوئیں حکومت کر رہے تھے تبت میں ایک اور حکومت کھڑی ہو گئی جو بالآخر ان دونوں پر غالب آ گئی۔ کھورسے کا جانشین اس کا بیٹا لھاوسے ہوا۔ جس کے تین بیٹے تھے جو اس کے جانشین ہوئے ان میں سے چھوٹے نے ہندوستان کے مشہور و معروف بودھی مذہب کے پیشوا اتی شاکو وکرا ما شیلا کے مندر سے تبت میں بلوایا۔ اس نے نارس کے بڑے گونپہ تھوڈنگ میں رہنا شروع کیا اس نے مذہبی کتابوں اور مذہبی تعلیم کی اشاعت کے علاوہ ۱۰۲۶ء میں زمانے کے شمار کرنے کا طریقہ ساٹھ سال کے دور کا رائج کیا۔ یہ طریقہ ہندوستان کے صوبہ شمبالا میں رائج تھا۔ شمبالا کون سی

شاہ منگول ٹنگر تو نے مذہب کو استحکام دینے کے بہانہ سے ملکی معاملات میں مداخلت کی تو لامہ پچن لوزانگ چوکی گیالسن نے حملہ آوروں کو ایک بہت بڑی رقم بطور تاوان جنگ ادا کر کے انھیں ملک تبت سے واپس کیا۔ اور بعد ازاں چین کے پانچو شاہنشاہ سے امداد کی درخواست کی اس اثنا میں چین پر پانچو خاندان متصرف ہوگیا تھا اس حرکت سے منگول نہایت ناراض ہوئے اور اس بنا پر گوشری خان فرزند وجانشین تنگر تو نے تبت پر حملہ کیا۔ اور جس قدر چھوٹے چھوٹے رئیس اور راجہ تھے انھیں بشمول گیالپو سے سانگ معزول کردیا۔ اور تمام ملک تسخیر کر کے اس نے ۱۶۴۵ء میں پانچویں ڈلائی لامہ کو تمام ملک تبت کا حکمران مقرر کردیا۔ بعد ازاں ۱۶۵۳ء میں حکومت چین نے بھی ڈلائی لامہ کے اختیارات کی توثیق کی۔ اور ڈلائی لامہ شاہنشاہ چین کی خدمت میں بمقام پیکنگ حاضر ہوا۔

۱۷۰۶ء میں منگول کھوشوٹ نے اور ۱۷۱۷ء میں منگول سونگر نے ڈلائی لامہ کی جانشینی کے متعلق پھر دست اندازی کی۔ لیکن افواج چین نے ۱۷۲۰ء میں ملک کو قطعی طور پر تسخیر کرلیا۔ اور وہ طریق حکومت مقرر کردیا جو ابتک رائج ہے۔ تبت کو غیر اقوام کے میل جول سے علیحدہ رکھنے کا جو دستور ہوا ہے غالباً اسکی تحریک سلطنت چین کی طرف سے ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس طرف سے اقوام فرنگ کے حملے کے روکنے کے لیے ایک درمیانی خود مختار ریاست بنی رہے۔

۱۸۷۲-۷۳ء میں سرکار انگلشیہ ہند کی طرف سے یہ کوشش کی گئی کہ تبت کے ساتھ تجارت کھولی جائے۔ بعد ازاں ۱۸۸۴ء میں بھی اس کی تجدید ہوئی پھر ۱۸۸۶ء میں ایک وفد لھاسہ بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ حکومت چین نے اس وفد کے لیے پہلے پروانہ راہداری دیدیا تھا مگر بعد میں انھوں نے اس کے داخلہ تبت کے متعلق اعتراض کیا۔ لہذا اس خیال کو ترک کردیا گیا۔ اہل تبت نے اسے سلطنت انگلشیہ کی کمزوری کی طرف منسوب کیا اور سکم پر حملہ کردیا۔ لہذا ۱۸۸۸ء میں جنرل گراہم کی سرکردگی میں ایک مہم بھیجنی پڑی کہ تبت والوں کو سکم سے بھگا دیا جائے ۱۸۹۰ء میں ایک عہدنامہ موثق کیا گیا اور بعد میں ۱۸۹۳ء میں دستور العمل

ہدبار پیلنگ کی منظوری سے اس نے اپنی حکومت قائم کرلی جو اسکے بارہ جانشینوں تک
جاری رہی۔ چین میں منگول خاندان کا جب خاتمہ ہوگیا تو منگ خاندان کے بادشاہوں
نے حکمرانان تبت کی حکومت کو استحکام دیا اور توسیع کی۔ اور اس کے ساتھ ہی ملک
تبت کے آٹھ بڑے بڑے گونپہ جات کے بڑے لاماؤں کو تسلیم کیا۔ اس خاندان
کی ہمدردانہ حکومت سے ملک میں امن و امان قائم ہوا۔ اور خوش حالی پیدا ہوئی
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ عیش و عشرت کی طرف مائل ہوگئے۔ اور بالآخر حکومت
میں کمزوری پیدا ہوگئی۔ یہاں تک کہ آخری راجہ سے قبل والے راجہ کے عہد میں
صوبہ جات او اور سانگ کے امرا اور روسا کے درمیان خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ یہ
حالات اس زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ منگ خاندان کے آخری حکمران خاندان مانچو
کی دستبرد کے خلاف جدوجہد کر رہے تھے۔ ان فسادات کی بنا پر کھوشوٹ خاندان
کے ایک منگول راجہ کو تبت میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ تبت کی تاریخ
میں اس کا نام تنگر ٹور راجہ کو نور لکھا ہے۔ منگول لوگوں کو لاماؤں کے مذہب کے ساتھ
دلچسپی تھی بالخصوص ۱۵۷۶ء سے جبکہ التان خاقان تومید نے اور اس کے چچیرے
بھائی نے تبت کے ایک بڑے گونپہ کے اعلیٰ لامہ کو اپنے دربار میں بلایا تھا۔ یہ لامہ
صنم گیامسو لامہ گید دندوب بانی گونپہ ٹاشل ہونپو کا تیسرا جانشین تھا۔ یہ گونپہ
۱۴۴۷ء میں تکمیل کو پہنچا تھا۔ اور اس کے بعد اس کے بانی لامہ گید دندوب کو
گونپہ گیلدان کا بھی اعلیٰ لامہ مقرر کر دیا گیا تھا گونپہ گیلدان لہاسہ کے قریب واقع
ہے اور بہت ممتاز گونپہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ لامہ تبت کے اعلیٰ ترین
لاماؤں میں سے جنہیں بعد میں ڈلائی لامہ کا خطاب دیا گیا سب سے پہلا
لامہ تھا۔

لامہ گید وندوب کے پہلے جانشین نے جو ۱۴۷۵ء سے ۱۵۴۲ء تک حکمران
رہا۔ ملکی انتظام کو سرانجام دینے کے لیے ایک خاص عہدہ دار مقرر کیا تھا جس کے عہدے
کا نام دیپا تھا۔ خواقین منگول نے لامہ صنم گیامسو کو ۱۵۷۸ء میں وجرا ڈلائی لامہ کا
خطاب عطا کیا۔ پانچویں (دراصل تیسرے) ڈلائی لامہ کی نابالغی کے زمانہ میں جب کہ

اب لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ سخت برتاؤ ضروری ہے مگر حکومت انگلستان نے ابتداً اسی حد تک اجازت دی کہ کرنل ینگ ہسبنڈ کو ایک چھوٹے حفاظتی دستہ فوج کے ساتھ کھمبا جونگ میں بھیج دیا جائے تاکہ عہدنامہ کا انتظام کرے۔ کھمبا جونگ سرحد سکم کے شمال میں واقع ہے۔ اس موقع پہ یہ وفد ۷ جولائی ۱۹۰۳ء کو پہونچا اور ۱۱ دسمبر تک اس جگہ رہا۔ تبت کا ذمہ دار نمائندہ کوئی نہیں آیا۔ اور عہد نامہ کے متعلق جو فیصلہ کیا گیا وہ بیکار ثابت ہوا۔ بالآخر سرکار برطانیہ نے ۳ اکتوبر کو اجازت دی کہ وادی چمبی پر قبضہ کر لیا جائے اور گیانتسی واقعہ تبت پر حملہ کیا جائے اس کی تیاری شروع ہوئی اور باربرداری کے مشکل مسئلہ پر غور کیا جانے لگا۔ کرنل ینگ ہسبنڈ پھر اس وفد کے ساتھ گیا افواج کا سرگروہ جنرل رونلڈ میکڈانل تھا۔

۱۲ دسمبر ۱۹۰۳ء کو درہ جیلب کو عبور کر کے یہ مسلح وفد تبت میں داخل ہوا یہاں سے ٹونا پہونچے جہاں اس مہم کا ایک حصہ موسم زمستان گذارنے کے لیے ٹھہر گیا۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۴ء کو آگے پیش قدمی کی گئی۔ اس پر گورو میں تبت والوں نے حملہ کیا اور انھیں شکست ہوئی۔ اور پیش قدمی جاری رہی۔ راستہ میں خفیف مزاحمت ہوئی مگر ۱۲ اپریل کو مہم گیانتسی پہونچ کر قابض ہو گئی۔ بعد میں اس جگہ سخت لڑائی ہوئی اور بعض حصہ افواج برطانیہ کو شکست بھی ہوئی۔ اور وفد دارالحکومت لہاسہ میں ۳ اگست کو وارد ہوا۔

ڈلائی لامہ ذرجیو کو ساتھ لے کر فرار ہو گیا تھا۔ افسران سلطنت چین کی کوشش کے باوجود کہ فیصلہ ہو جائے لاماؤں کے برتاؤ اور ڈلائی لامہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے تاخیر ہوتی گئی۔ بالآخر ۷ ستمبر کو عہدنامہ صلح موثق ہوا۔ اس کی بڑی شرائط یہ تھیں۔

۱۔ سرحد سکم سے جسے اہل تبت نے توڑ دیا ہے۔ آئندہ تجاوز نہ کیا جائے۔

۲۔ برطانیہ کی تجارت کے لیے گیانتسی گرتوک اور یاتونگ میں تجارتی منڈیاں قائم کی جائیں۔

تجارت مرتب ہوا۔ لیکن اس بنا پر کہ یہ انتظام سلطنت چین کے ساتھ کیا گیا تھا
تبت کے لاماؤں کو یہ خیال ہوا کہ انھیں کچھ نہیں سمجھا گیا لہذا انھوں نے اس عہدنامہ
کو توڑ دیا اور مزید گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ اس اثنا میں ایک مزید پیچیدگی
پیدا ہوگئی۔

ایک لامہ جو بربنائے پیدائش منگول اور سیاسی طور پر رعایائے روسیہ تھا
اور جس کا روسی نام درجیو تھا لہاسہ میں وارد ہوا۔ یہ واقعہ ۱۸۸۰ء کا ہے۔ بعد
میں جب کہ وہ ملک روسیہ میں گیا۔ اس نے اراکین سلطنت کو تبت کی طرف توجہ
دلائی۔ اور اپنے آپ کو لہاسہ میں غیر سرکاری نمائندہ سلطنت روسیہ کی حیثیت میں
قائم کرلیا۔ ڈلائی لامہ کے اوپر اُس نے بڑا اقتدار حاصل کرلیا۔ اور انگلستان کی
طرف سے جو خطرہ تبت کو ہو سکتا ہے۔ اس نے اُس کو خوب ذہن نشین کرایا اور
یہ ترغیب دی کہ سلطنت روسیہ کے ذریعے حفاظت کا انتظام کیا جائے اور یہ
بھی جتلایا کہ زار اور تمام ملک روسیہ کو بودھ مذہب میں داخل کرنے کا بھی اس سے
امکان ہے۔ ڈلائی لامہ اس پر راضی ہوگیا۔ اور سینٹ پیٹرزبرگ میں جانے کو
بھی تیار تھا مگر مجلس وزراء نے اسے روک دیا۔ اس لیے اس نے اپنا ایک نمائندہ
زار کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اعلیٰ درجہ کا افسر تھا۔ اُسے زار کی بارگاہ میں باریابی
ہوئی۔ وہ ایک عہدنامہ کی تجاویز لے کر واپس آیا۔ جس میں یہ بھی داخل تھا کہ ایک
روسی شاہزادہ کو لہاسہ میں تعینات کیا جائے جو ہردو سلطنتوں کے تعلقات
دوستانہ کو ترقی دیتا رہے۔ لیکن مجلس وزراء اور افسران چین متعینہ لہاسہ ہردو
اس تجویز کے مخالف تھے۔ ڈلائی لامہ نے درجیو کے زیر اثر سلطنت انگلشیہ
کو اشتعال دلا کر مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اُسے سلطنت روسیہ کی
امداد کا پورا یقین تھا۔ روسی اسلحہ تبت میں پہونچ گئے۔ اشتباہ یہ کیا جاتا تھا گو کہ روسیوں
نے اس سے انکار کیا کہ ایک عہدنامہ زیر تیاری ہے جس کی رو سے سلطنت
روسیہ ملک تبت کو اپنی سرپرستی میں لے لیگی۔ اہل تبت نے سکم میں سرکار انگلشیہ
کے ملک پر پھر دست درازی کی اور دیگر ناشایاں حرکات ان سے سرزد ہوئیں۔

ڈلائی لامہ کے ایسے اختیارات سے انکار کیا اور افواج چین کو شہر میں طلب کیا۔وہ شہر میں داخل ہوگئے۔ ڈلائی لامہ فرار ہو کر ہندوستان چلا آیا۔ اور دارجلینگ میں مقیم رہا۔ یہ واقعہ فروری ۱۹۱۰ء کا ہے۔ افواج چین نے سرحد تک اسکا تعاقب کیا۔ اس بنا پر شاہی حکم سے اُسے معزول کر دیا گیا۔ سرکار برطانیہ نے یہ دیکھکر کہ سلطنت چین بظاہر موثر قسم کی سرپرستی تبت کے اوپر قائم کرنا چاہتی ہے سلطنت پیکینگ کو اس طرف توجہ دلائی کہ عہدنامہ کی ذمہ داری کو کامل طور پر مدِ نظر رکھنا ضروری ہے اور خاص طور پر یہ جتلایا کہ حکومت ہائے ملحقہ نیپال بھوٹان و سکم کی خود مختاری کی عزت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ڈلائی لامہ نے یہ کوشش کی تھی کہ سرکار برطانیہ پیکینگ میں اُس کی امداد کرے اس کے اوپر یہ واضح کر دیا گیا کہ اسے مخفی طور پر اس کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے کیونکہ سرکار برطانیہ تبت کی صرف واقعی حکومت کو تسلیم کر سکتی ہے۔ الغرض ڈلائی لامہ کی حکومت تبت پر جاری رہی اور ابتک جاری ہے۔

جغرافیہ ملک تبت اصلی

اس موقع پر ملک تبت کے جغرافیہ کا بھی بالاجمال بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ ملک وسط ایشیا میں واقع ہے۔اس کے شمال میں سلسلۂ کوہستان کوئن لون ہے جو اسے مشرقی ترکستان سے جدا کرتا ہے۔مشرق کی طرف سلطنت چین کا ملک ہے۔جنوب میں سلسلہ کوہستان ہمالیہ ہے جو اس ملک کو سلطنت انگلشیہ ہند۔ بھوٹان اور نیپال وغیرہ سے جدا کرتا ہے۔اور مغرب میں لداخ ملک جموں وکشمیر واقع ہے۔ زمین اس کی ایک سطح مرتفع ہے جو سطح سمندر سے اوسطاً سولہ ہزار فٹ بلند ہے۔ دنیا بھر میں یہ بلندترین سطح مرتفع ہے شمالی نصف حصہ اس ملک کا بوجہ شدّت برودت روئیدگی سے تقریباً خالی ہے۔اس کے اندر سلسلہ کوہستان بیشمار ہیں۔ اور وادیوں میں جھیلیں بکثرت ہیں جن میں سے اکثر شور ہیں۔ آب گرم کے چشمے بھی بہت ہیں۔

کوہستان تنگلا کے جنوب میں آب وہوا کی سختی کمتر ہے۔لہذا یہ حصہ ملک

۳۔ تبت ۵ لاکھ پونڈ تاوان جنگ ادا کرے۔ (اسے بعد میں تخفیف کر کے اس کی ایک تہائی پر رکھا گیا۔

۴۔ کسی بیرونی سلطنت کو ملک تبت میں کسی قسم کی مراعات ارضی یا تجارتی یا کسی قسم کا تعلق ملک کی حکومت کے ساتھ حاصل نہو۔

بعد میں اس میں کچھ جزوی تبدیلی ہوئی۔ اور سلطنت چین سے اس کا استحکام بذریعہ ایک اقرارنامہ کے ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کو حاصل ہوا۔

سنہ ۱۹۰۷ء کی قرارداد سلطنت انگلشیہ و روسیہ کی رو سے تبت کے متعلق حسب ذیل شرائط طے پائیں۔

۱۔ سلطنت چین کی سرپرستی اور ملک کی حدود ارضی کا استحکام اور اختیارات نظمی کی خود مختاری۔

۲۔ کوئی اہلکار بطور نمائندہ سلطنت انگلشیہ یا سلطنت روسیہ لہاسہ میں تعینات نہ کیا جائے۔

۳۔ ہر دو سلطنت ہائے مذکورہ بالا میں سے کوئی سلطنت ریل یا معدن وغیرہ کے متعلق تبت میں کوئی مراعات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

اس کے ضمیمہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ سلطنت انگلشیہ و روسیہ کے اتفاق کے بغیر تین سال تک کسی علمی مہم کو حدود تبت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔

جنوری سنہ ۱۹۰۸ء میں تاوان جنگ کی آخری قسط کی ادائیگی سلطنت برطانیہ کو کر دی گئی اور وادی چمبی کا قبضہ چھوڑ دیا گیا۔ اب ڈلائی لامہ کو پیکنگ میں طلب کیا گیا اور اسے بارگاہ شاہی سے اختیار عطا کیا گیا کہ عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیلے۔ وفد برطانیہ کی وجہ سے جو عارضی حاکم تبت میں مقرر کیے گئے تھے ان کی خدمات کو اس نے جاری رکھا۔ اور اہل تبت میں سے جنھوں نے وفد کی مدد کی تھی انکو انعامات دی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۹ء میں سرحد زمین چین پر بعض باغی لاماؤں کی سرکوبی کے لیے چینی فوج بھیجی گئی۔ اس فوج نے ان لاماؤں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ اور جب ڈلائی لامہ نے یہ حکم جاری کرنے کی کوشش کی کہ فوج اس سے باز رہے تو چینی امبان متعینہ لہاسہ نے

تجارت زیادہ تر چین۔ ترکستان۔ منگولیا۔ لداخ ہندوستان اور مجمع الجزائر ہند کے ساتھ کی جاتی ہے۔ بڑی بڑی اقسام مال درآمد ابریشم قالین رنگو ماکناری۔ چاے گھوڑے اور بھیڑ دہیں۔ اور بڑی بڑی اقسام مال برآمد اون اور اونی سامان۔ نمک۔ کمل۔ چرو۔ ادویہ سوہاگہ۔ فیروزے اور کچھ سونا چاندی اور چینی چاے ہیں۔

آبادی جہاں تک دریافت ہو سکا ہے نسلاً منگول ہے انکی زبان کو تبتی کہا جاتا ہے جو برہمی زبان سے ملتی جلتی ہے مختلف حصہ جات ملک میں مختلف لہجے ہیں۔ مذہب انکا لامائی بودھی ہے جو لداخ میں رائج ہے اسکا مختصر حال بسلسلہ لداخ بیان کیا گیا ہے۔ نیز لداخ کی طرح کثرت شوہری کا رواج ہے یعنی ایک گھر میں جتنے بھائی ہوں بیوی اُن سب کی ایک ہی ہوتی ہے مگر یہ دستور بیان کیا جاتا ہے کہ بہت علم ہیں ہے ملک تبت پانچ صوبوں پر منقسم ہے یعنی امدو کھمس۔ ودا جس میں شہر لھاسہ داقع ہے) سانگ اور نارس۔ موخر الذکر مغربی صوبہ ہے جس کی حدود لداخ نیپال اور برٹش انڈیا سے ملتی ہیں۔

ڈلائی لامہ حاکم مطلق ہے جس کا دار الحکومت لھاسہ ہے۔ لھاسہ میں ڈلائی لامہ کی امداد کے لیے ایک قومی مجلس ہے جسے سونگدو کہتے ہیں سلطنت کے تمام اہم معاملات اس مجلس کے ذریعے طے پاتے ہیں۔ اور ممالک خارجہ کے تعلقات بھی اسی مجلس کے ہاتھ میں ہیں۔ طریق حکومت بہت نرم ہے۔

وسعت اس ملک کی بہت زیادہ ہے جس کا حساب ۴۶۳۲۰۰ مربع میل کیا گیا ہے لیکن آبادی صرف بیس لاکھ نفوس پر محدود ہے۔

برطانوی مہم لھاسہ سنہ ۱۹۰۴ء کے بعد سے انتظام ملک میں کچھ بیداری پیدا ہوئی ہے۔ گیانتسی تک سرکار انگلشیہ کے تار اور ڈاک کا انتظام ہے اس کے آگے سلطنت تبت کی ٹیلیفون اور ڈاک رسانی کا انتظام ہے۔

اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ نیاگوں کے تین بیٹے تھے جن میں سے بڑے سیلگی گون نے لداخ کو تسخیر کیا اور وہاں کا راجہ اور بانی خاندان راجگان لداخ ہوا۔ اُس کے حالات اگلے باب میں مذکور ہیں۔

زیادہ تر آباد ہے۔ اسی حصے میں بڑے بڑے دریاؤں کے منبع اور اُن کی بالائی وادیاں واقع ہیں جیسے کہ برہم پوترا۔ نیلاب (سندھ) ستلج اور گھاگھرا بطرف ہندوستان۔ اور میکانگ۔ سالوین۔ کوانگ ہو اور یانگزی کیانگ بطرف چین۔ برہم پوترا کے شمال میں بہت بڑا سلسلہ کوہستان ہے جس کی چوٹیاں بلندی میں کوہستان ہمالیہ کے جنوب کی طرف کی چوٹیوں کے قریب قریب برابر ہیں۔ ان میں سے نین چن تنگلا اور بلو نپو گانگری زیادہ مشہور ہیں۔

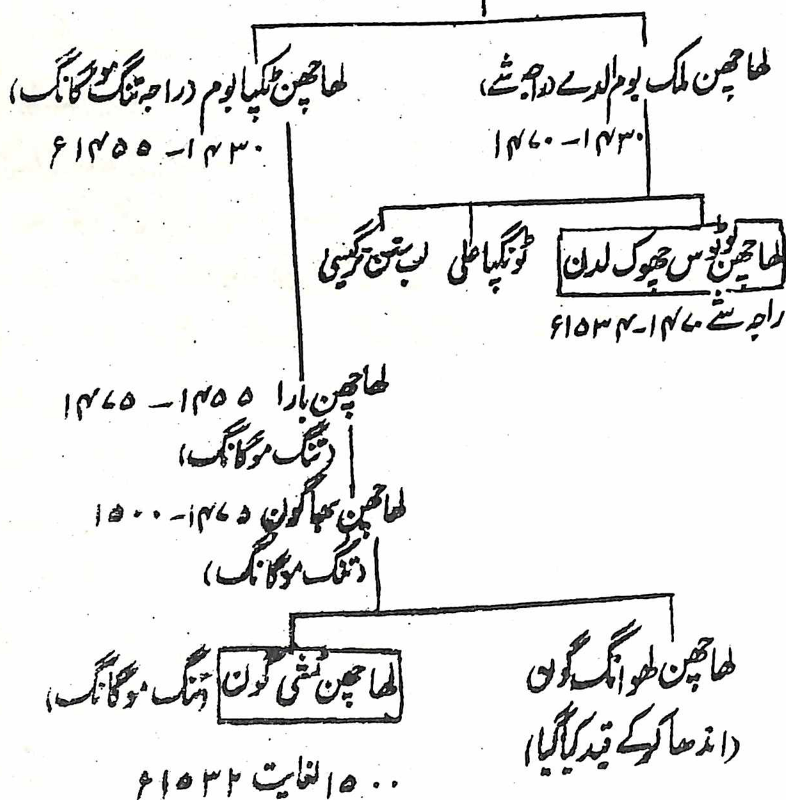
ملک تبت میں سونا بہت پایا جاتا ہے جو دریاؤں کی ریت میں ملتا ہے اور زمین میں کان کھود کر اندر کی مٹی سے بھی دھو کر برآمد کیا جاتا ہے۔ بعض تحقیق کنندگان کے بیان کے مطابق شمالی اور مشرقی تبت میں ایسے طبقہ جات موجود ہیں۔ جن میں سونا بکثرت ہے اور جنہیں اب تک ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا ہے۔ طلا کشی کا کام صرف چند مقامات پر کیا جاتا ہے اور چین کی طرف تھوڑی مقدار میں سونا بھیجا جاتا ہے۔ لوہا اور لاجورد بھی بہت ملتا ہے اور تھوڑی مقدار میں پارہ بھی پایا جاتا ہے۔ نمک اور سوہاگہ بھی جھیلوں سے برآمد کیا جاتا ہے۔

اس ملک میں آب وہوا کا اختلاف بہت زیادہ ہے مگر اکثر حصہ سال میں آب وہوا۔ سرد و خشک رہتی ہے موسم اس ملک کا جنوب مغربی موسمی ہواؤں سے متاثر ہوتا ہے اور آندھی اکثر چلتی رہتی ہے۔

بعض اضلاع میں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعضے اطراف میں بارش بالکل نہیں ہوتی۔ بعض حصص میں انتہائی سردی اور بعض حصہ ملک میں موسم سرما میں انتہائی سردی اور موسم گرما میں انتہائی گرمی پڑتی ہے۔

لوگ بھیڑ اور مویشی بکثرت پالتے ہیں۔ بکری سور۔ اور مرغی پالنے کا بھی رواج ہے۔ گھوڑے۔ خچر اور گدھے بہت استعمال کئے جاتے ہیں۔

وحشی جانوروں کی بیشمار اقسام ہیں جیسے کہ یاک۔ ہرن۔ بارہ سنگھا۔ غزال آہوے مشک۔ چیتا۔ ریچھ اور بھیڑیا وغیرہ۔ نایاب قسم کے کبوتر اور کبک کی اقسام کے پرندے بھی پائے جاتے ہیں۔ اور کشمیر کی مرغابی کا وطن تبت میں ہے۔


لھاچھن چھوسپل
لھاچھن نوروپ گون ۱۲۹۰ـ۱۳۴۰
گیالبو رینچن (ملک صدر الدین شاہ کشمیر ہو کر
۱۳۲۷ء میں کشمیر میں فوت ہوا)
لھاچھن شیرب ۱۳۴۰ـ۱۴۰۰ء
لھاچھن بھٹی سوک لدے ۱۴۰۰ـ۱۴۳۰ء
لھاچھن ملک بوم لدے (دا جشے)
۱۴۳۰ـ۱۴۷۰
لھاچھن ٹکپا بوم (راجہ تنگ موگانگ)
۱۴۳۰ـ۱۴۵۵ء
لھاچھن لودوس چھوک لدان
راجہ سنے ۱۴۷۰ـ۱۵۳۴ء
ٹونگپا علی
لب ستن گرگیس
لھاچھن بارا ۱۴۵۵ـ۱۴۷۵
(تنگ موگانگ)
لھاچھن بھاگون ۱۴۷۵ـ۱۵۰۰
(تنگ موگانگ)
لھاچھن لھوانگ گوبو
(اندھا کر کے قید کیا گیا)
لھاچھن تشی گون
تنگ موگانگ)
۱۵۰۰ الغایت ۱۵۳۲ء

شجرہ نسب لھاچھن راجگانِ لداخ

(۱) سکت الدے دیاہٹی کیدا) نیاگوں ۹۷۵ / ۹۹۰ ء گیاپو پور انگ گے ولداغ

(۲) سپلگی گون (لداخ زنسکار سپتی) ٹشی گون (پورانگ) الدے سوگ گون (گوگے)

۹۹۰ لغایت ۱۰۲۰ ء

ڈوگون

چھوس گون ۱۰۲۰ / ۱۰۵۰

کھورے

شو نگے

ناکارازا

بوتی رازا

لھاچھن لکس پا الدے ۱۰۵۰ - ۱۰۷۵ ء

لھاچھن چنگ چھوپ سس پا ۱۰۷۵ - ۱۱۰۰ ء

لھاچھن گیاپو ۱۱۰۰ - ۱۱۲۵ ء

لھاچھن ادت پالا ۱۱۲۵ - ۱۱۵۰ ء

لھاچھن نغ لوک ۱۱۵۰ - ۱۱۷۵ ء

لھاچھن گے بے

لھاچھن گے بوم ۱۱۷۵ - ۱۲۰۰ ء

لھاچھن جولدور ۱۲۰۰ - ۱۲۳۰ ء

لھاچھن ڈسی گون ۱۲۳۰ - ۱۲۶۵ ء

لھاچھن چھوسپل ۱۲۶۵ - ۱۲۹۰ ء

امور دنیاداری کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ نیماگون کو بلا کر پورانگ میں لے گیا۔ اور اس کی خدمت میں کمربستہ حاضر رہا۔ اس کی رہنمائی سے نیماگون نے چند روز میں تمام پورانگ کو تسخیر کر لیا۔ اور اس علاقہ کے صدر مقام زبینردسے میں ایک قلعہ تعمیر کیا جس کا نام نیلزازدنگ ہے۔ یہ قلعہ اس وقت تک موجود ہے۔ صرف کونیہ کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے۔

لامہ گے شیس بن نے نیاگون کی شادی ڈوزا کھورسکیونگ کے ساتھ کرا دی اور یہ اطمینان کے ساتھ پورانگ میں حکومت کرنے لگا۔

نارس کا دوسرا نام مریول ہے جو دو حصوں پر منقسم تھا۔ یعنی استوت۔ مریول (مریول بالا) و شام۔ موضع نیموں سے لداخ کی طرف جب انسان روانہ ہوتا ہے تو سڑک ایک نالہ کے اندر سے ہو کر ایک میدان پر چڑھتی ہے۔ اس میدان کے اوپر ایک درہ ہے۔ جہاں سے دونوں طرف کی سلامیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ اس درہ کا نام لداخ کی زبان میں کونگ کھا ہے۔ اس درہ سے اوپر کی طرف کا ملک ستوت مریول اور نیچے کی طرف کا ملک شام کہلاتا ہے۔ جس زمانے کا یہ مذکور ہے اُس وقت علاقہ شام میں آبادی خاصی تھی اور یہاں زیادہ تر بروقپہ اقوام آباد تھیں۔ یہ لوگ کسی زمانے میں دردستان (گلگت) اور کرجا سے نقل مکان کر کے اس ملک میں آئے تھے گونپہ لامہ یورد کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ راجگان لہاسہ کے نارس میں وارد ہونے کے زمانہ میں علاقہ شام میں ایک بروقپہ بندورسکیبس کی حکومت تھی۔ یہ بندور ٹھا ٹھاں کے خاندان کا بندور معلوم ہوتا ہے۔ جسکی حکومت کھلسی تک رہی ہے۔ اس موقع سے اوپر کی طرف ستوت مریول میں چنگام چا لنگ تک وادی سندھ میں آبادی نہ تھی

اس زمانے میں ستوت مریول میں موضع گیا سے لے کر علاقہ رذنگ۔ ساکٹی ٹانچی و درگوپ و شایوق تک آبادی تھی۔ اس کے حالات اس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ مون یول کرجا سے کچھ اقوام نقل وطن کر کے ابتدا گیا میں آباد ہوئیں اور رفتہ رفتہ یہ آبادی رذنگ۔ ساکٹی۔ ٹانچی و شایوق تک پھیل گئی۔ ان کے اوپر

دوسرا باب

تاریخ تبت بزرگ (لداخ)

لھاچھن راجگان لداخ

لنگ ترما کی اولاد کے درمیان جو خانہ جنگی ہوئی اس کا انجام جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ ہوا کہ حکومت اس خاندان سے جاتی رہی۔ ادت ثنگ کے بیٹے الدے سپل کھورسن نے بُری بھلی طرح اپنی زندگی کے دن بسر کئے۔ اس کے بڑے بیٹے بھی سگپاپل نے ایک گانوں میں سکونت اختیار کی۔ مگر چھوٹے بیٹے سکیت الدے یا بروایت دیگر بھی کیدانیما گون کو یہ ذلت گوارا نہ ہوئی اور وہ ایک سَو۔ سوار اپنے ساتھ لے کر نارس یعنی مغربی تبت کی طرف اپنی قسمت آزمائی کی غرض سے روانہ ہوا۔ ملک نارس جھیل مانسرور سے چارپڑا و بطرف لھاسہ مریوم لا سے لیکر سرحد کشمیر تک سمجھا جاتا تھا۔ پورانگ۔ گوگے۔ سپتی وغیرہ سب اس میں شامل تھے۔ چونکہ گھر سے بے سروسامانی کی حالت میں نکلا تھا راہ میں کھانے پینے کی تکلیف ہوئی۔ اس لیے مچھلی اور مرغابی کے انڈوں پر جو اس طرف جھیلوں کے کنارے بکثرت ملتے ہیں۔ گذارہ کرتا اور شکار مارتا اور کھاتا ہوا یہ جانباز گروہ رلا میں پہونچا۔ یہ مقام ٹسشی گانگ اور گر کے درمیان ہے اس کو صدر مقام بنا کر ان لوگوں نے ملحقہ دیہات پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ جب کچھ دیہات تسخیر ہو گئے تو انھوں نے رلا میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ جس کا نام کھر لیعنی لال قلعہ مشہور رہا۔ آج تک اُس قلعہ کے کھنڈر اس موقع پر موجود ہیں۔

علاقہ پورانگ میں لامہ گے عشس چھن ایک بار سوخ مذہبی پیشوا تھا اور

گیا پاچو کو اس فوج کا حال معلوم ہوا اور اُس نے دیکھا کہ وہ خود اس فوج کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو اس نے حکومت پورانگ سے امداد کی استدعا کی چنانچہ نیاگون پورانگ سے اپنے سوار لے کر پہونچ گیا۔ اور اس نے مون فوج کے ساتھ مل کر ختن کی فوج کو شکست دی۔ اس خدمت کے عوض میں گیا پاچو نے مرچانگ سے نیچے کا ملک جو غیر آباد تھا۔ نیاگون کو آبادی کے لیے حوالہ کر دیا۔ اس نے ابتدائً اس جگہ جہاں اب شے کا گانوں آباد ہے رہنا اور بتدریج آبادی کو ترقی دینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نیاگوں کے ہمراہیوں نے وادی سندھ میں آبادی بڑھائی جس کے ساتھ اس کا رسوخ بھی بڑھتا گیا۔ اور اسی تناسب سے گیا پاچو کے رسوخ اور اقتدار میں کمی ہوتی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نیاگوں کے خاندان نے آہستہ آہستہ گیا پاچو کی حکومت کو سلب کر لیا اور اُس کے اختیارات کالون یعنی حاکم صوبہ کی حیثیت پر محدود ہو گئے۔ رنستن کالون ملبہ اسی خاندان میں سے تھا۔ میرے زمانے میں اُس خاندان کے نام لیوا صرف ہیرامن ذیلدار ٹاپچی اور حکیسمت نمبردار ملبہ اور حیدر خاں معافی دار ٹمکبس باقی تھے

العرض اس نے بتدریج تمام ملک مارس پر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور نظام حکومت درست کر کے ایک باقاعدہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اُس کے تین بیٹے تھے سپلگی گون۔ ٹشی گون۔ اور الدے سوک گون۔ نیاگون نے اپنی آخری عمر میں اپنا ملک مفتوحہ ان تینوں بیٹوں کے درمیان اس طرح تقسیم کر دیا۔

سپلگی گون کو ستوت مریول و شام (رودق سے کشمیر کی سرحد تک) بشمول زانسکار و سپیتی۔

ٹشی گون پورانگ

الدے سوک گون کو گوگے جسے ژانگ ژدنگ بھی کہا جاتا ہے۔

سپلگی گون گیالپو مریول زانسکار و سپیتی تقریباً ۹۹۰-۱۰۲۰ء	سپلگی گون نے موضع شے میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور اسے ستوت مریول میں اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔ اس کا اور کوئی کارنامہ تحقیق نہیں ہوا۔

انھیں کے درمیان سے ایک شخص حکومت کرتا تھا جس کا صدر مقام گیا تھا اور اپنے دارالحکومت کی نسبت کی بنا پر وہ گیاپاچو کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کے قلعہ کے کھنڈر آج تک موضع گیا میں موجود ہیں۔ کچھ حصہ اس کا گونپہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے وہ اچھی حالت میں ہے باقی حصہ اس کا گر گیا ہے اور اس کے صرف کھنڈر باقی ہیں۔ گیاپاچو کے دیگر قلعوں کے کھنڈر بھی علاقہ جات رونگ۔ ٹاپچی اور یاکٹی کے مختلف مقامات میں اب تک باقی ہیں۔ اور مون کھر کے نام سے مشہور ہیں کیسر گیانپو جس کے قصے لداخ میں ہر ایک چھوٹے بڑے کے زبان پر مشہور ہیں غالباً اسی زمانے کے لوگوں میں سے ہے۔

شام اور ستوت مریول میں حکومت منظم نہ تھی۔ اس لیے ایسے ملک کا تسخیر کرنا ناگوں کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اور اتفاق سے اس کے اسباب بھی قدرتی طور پر پیدا ہو گئے۔ جس کی تشریح حسب ذیل ہے۔

اُس زمانہ میں ختن کی خانہ بدوش اقوام نے وادی شایوق تک اپنے تعلقات بڑھائے اور ان اطراف کی چراگاہوں سے فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ یہ لڑاکا لوگ تھے ان سے گیاپاچو کو اندیشہ پیدا ہوا۔ اپنی حفاظت کی غرض سے اُس نے موضع شایوق میں ایک قلعہ تعمیر کیا اور وہاں اپنی کچھ فوج تعینات کر دی اس سے ختنی خانہ بدوشوں اور لداخی مون اقوام کے درمیان چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ اس بنا پر ختن سے ایک فوج کثیر مون اقوام کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی۔ یہ فوج مون اقوام کو غارت کرتی ہوئی علاقہ پوریگ میں چگتن تک پہونچی اور وہاں بھی لوٹ مار کر کے اور کچھ اسیر ساتھ لے کر اپنے ملک کو واپس چلی گئی۔

بوقت واپسی اس فوج نے بمقام یورگولوق خانہ بدوشوں کے ایک گروہ کو آباد کیا۔ اس دست درازی کو گیاپاچو نے بہت ناپسند کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مون اقوام نے اپنے آپ کو اس جنگجو قوم کی دستبرد سے سنبھالا تو انھوں نے حملہ کر کے یورگولاق کی آبادی کو نیست و نابود کر دیا۔ جب اس تباہی کی خبر ختن میں پہونچی تو پھر

اُس کا لھاچھن چنگ چھوپ سس پا (۱۰۷۵ لغایت ۱۱۰۰ء)

اُس کا لھاچھن گیا پو (۱۱۰۰ لغایت ۱۱۲۵ء) اس نے مذہبی کاموں کی طرف توجہ کی اور سب سے پہلا شاہی گونپہ موضع لوکھیل میں تعمیر کیا۔ جسے اب لیکیر کہا جاتا ہے۔ اس گونپہ میں گیا پو نے لامہ تعینات کیے اور ان کے ذریعے مذہبی تعلیم کا انتظام کیا۔

جھیل مانسرور اور کیلاس پربت پر اس زمانہ میں ایک سو سے پانچ سو تک لامہ رہا کرتے تھے چونکہ یہ مقامات آبادی سے دور ہیں انھیں خرچ خوراک کی تکلیف رہا کرتی تھی۔ گیا پو نے اُس کا خاطر خواہ انتظام کر دیا اور یہ تکالیف کلیتہً رفع کر دی۔

اُس کا بیٹا لھاچھن ادت پالا (۱۱۲۵ لغایت ۱۱۵۰ء) اس نے لداخ کی فوج جمع کر کے نیونگٹی (کولو) پر حملہ کیا اور راجہ کو شکست دیکر اپنا مطیع بنایا۔ اس نے حلفاً عہدنامہ کیا کہ جب تک کوہ کیلاس کی برف پگھل کر سوکھ نہ جائے۔ یا جھیل مانسرور خشک نہ ہو جائے مین زد اور لوہا وغیرہ بطور خراج لداخ کے گیا پو کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اُس کا فرمانبردار رہوں گا۔ جب تک اس خاندان کی حکومت اکلو میں رہی راجگان کلو اس عہد پر قائم رہے۔

اس گیا پو نے لھاسہ کے صوبہ لو پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ ملک پورانگ کے مشرق میں واقع ہے۔ پورانگ اس سے پیشتر حکومت لداخ میں شامل ہو چکا تھا غرض کہ اس گیا پو نے اپنی حکومت کو بہت زیادہ ترقی دی۔

اس کا بیٹا لھاچھن نغ لوک (تقریباً ۱۱۵۰ء لغایت ۱۱۷۵ء) اس نے وٹلا اور کھلسی میں محلات تعمیر کیے۔ اس سے پیشتر بالوکھر کے سامنے دریائے سندھ پر پل تھا اور اسی جگہ رسوم پرمٹ وصول کی جاتی تھی۔ جب نغ لوک نے کھلسی میں محل تعمیر کیا تو اس گاؤں کی آبادی کو ترقی دینے کی غرض سے ایک دوسرا پل اس گاؤں کی آبادی کے نیچے موجودہ پل کے موقع کے متصل تعمیر کیا۔ اور بالوکھر کی چوکی پرمٹ کو اٹھا کر اس جدید پل کے اوپر قائم کیا

اُس کے بیٹے لھاچھن گے بے اور لھاچھن گے بوم (۱۱۷۵ — ۱۲۰۰ء)

سپلگی گون کے بیٹے ڈوگون اور چھوس گون۔ ڈوگون غالباً بحیات اپنے والد کے فوت ہوا۔ کیونکہ اُس کا ذکر تاریخ میں نہیں ہے سپلگی گون کے فوت ہونے پر چھوس گون تخت نشین ہوا (تقریباً ۱۰۲۰ء تا ۱۰۵۰ء)

لوساوا رین چن زنگپو کی اشاعت مذہب بودھ تقریباً ۱۰۵۰ء

اِس موقع پر یہ ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ الدے سوگ گون کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا کھورسے اُس کا جانشین ہوا۔ جب کھورسے کا بیٹا ناگاراجا جوان ہوگیا تو اپنی حکومت اس نے ناگاراجا کو سپرد کر دی اور خود لامہ ہوگیا۔ اُس نے ایک شخص لوساوا کو اپنا چیلہ بنایا اور کشمیر و ہندوستان میں اس کو حصول تعلیم کی غرض سے بھیجا۔ جب وہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اُس ملک میں واپس پہونچا تو اُس نے اپنی زندگی خدمات مذہبی کے لیے وقف کر دی۔ اُس کا پورا نام لوساوا رین چن زنگپو ہے۔ اس کی نسبت تاریخ گونپہ لامہ یورو میں درج ہے کہ اس نے زوجی لا اور کیلاس پربت کے درمیان ۱۰۸ گونپہ اور ۱۰۸ چھورتن تعمیر کیں اور اس ملک میں بودھ مذہب کی اشاعت کی۔ اُس کے تعمیر کردہ گونپوں میں سے جہاں تک مجھے تحقیق ہو سکا حسب ذیل گونپے آج تک باقی ہیں:۔

الچی۔ سومدا۔ مانگیو۔ لیہ و بھولنگ واقعہ کوگے۔ دھکچن واقعہ پوریگ اور کھنڈرات طبہ و بزگو وغیرہ مختلف مقامات پر دیکھے جاتے ہیں۔

بھولنگ کا گونپہ کہا جاتا ہے کہ لوساوا کی بہترین تعمیرات میں سے ہے۔ میں نے خود اُسے نہیں دیکھا۔ یہ گونپے اس ملک میں بودھ مذہب کی سب سے پہلی مذہبی تعمیرات ہیں۔ البتہ گونپہ لامہ یوروان سے بھی پرانا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے پن چھوس کا گونپہ تھا جب باشندگان لامہ یورو نے بودھ مذہب اختیار کیا تو اس عمارت کو اپنے جدید مذہب کے گونپہ میں تبدیل کر دیا۔

چھوس گون کا بیٹا لھاچھن ٹکس پا الدے (۱۰۵۰ تا ۱۰۷۵ء)

۱۳۱۹ء میں ایک مسلمان سیاح شاہ میر نامی سواد کو ہیر سے نقل مکان کر کے کشمیر میں پہونچا۔ اور راجہ سہدیو کی مصاحبت میں داخل ہوگیا۔ اسی اثنا میں لداخ کا ایک شاہزادہ رینچن نامی اپنے باپ کی بدسلوکی سے تنگ آکر کشمیر میں وارد ہوا اور سپہ سالار رام چندر کے مصاحبوں میں داخل ہوگیا۔

۱۳۲۳ء میں ذوالقدر خان تاتاری نے ایک لشکر جرار کے ساتھ کشمیر پر حملہ کیا۔ راجہ سہدیو کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور بھاگ کر کشتوار میں پناہ گزیں ہوا۔ ذوالقدر خاں ملک کشمیر کو تاخت و تاراج کر کے واپس ہوا اور راہ میں شدت سردی سے فوت ہوا۔ رام چندر اس عرصہ میں اپنے قلعہ واقعہ گگن گیر میں پناہ گزیں تھا۔ رینچن اور شاہ میر بھی اس کے ساتھ تھے۔ جب ذوالقدر خاں کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو رام چندر انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں ایک دوسری قوم نے کشمیر میں لوٹ مار شروع کی۔ رام چند نے رینچن اور شاہ میر کو کچھ فوج کے انتظام کے لیے بھیجا۔ رینچن نے کمال مردانگی اور حکمت عملی کے ساتھ اس قوم کے جملہ افراد کو گرفتار کر کے عبرت ناک سزائیں دیں اور ملک میں امن و امان قائم کیا۔ اس سے اس کی اعلیٰ قابلیت اور حسن تدبیر کا سکہ ملک میں جم گیا اس کامیابی سے رینچن کے دل میں حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ اور شاہ میر کو اپنے ساتھ گانٹھکر رام چندر کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک روز جبکہ رام چند اندر کوٹ میں مقیم تھا اور رینچن اس کی جاگیر علاقہ لار میں تھا۔ کچھ اسباب پہونچانے کے بہانے سے لداخی سوداگروں کے گھوڑوں پر اسلحہ لاد کر مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ سری نگر ہوا۔ وہاں پہونچ کر رات کے وقت اپنے آدمیوں کو مسلح کر کے رام چند پر حملہ کر دیا وہ بے خبر سوتا تھا مارا گیا۔ رینچن نے فوراً ملک پر قبضہ کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ بعد میں راجہ سہدیو نے سلطنت واپس لینے کے لیے جدوجہد کی۔ مگر ناکام رہا۔

۱۳۲۴ء میں رینچن حکومت کشمیر پر متمکن ہوا۔ رام چندر کی بیٹی کوٹہ رانی سے اُس نے شادی کی۔ اس طرح سے اس نے خاندان سابق کے ساتھ اپنے تعلقات

لھاچھن گے بوم کا بیٹا لھاچھن جولدور (۱۲۲۰ء لغایت ۱۲۳۵ء)

اُس کا بیٹا ٹشی گون (۱۲۳۵ء لغایت ۱۲۶۵ء)۔ اس نے چند مذہبی کتابوں کو سنہرے حروف میں لکھوایا۔

اس کا بیٹا لھاچھن چھوسپل (۱۲۶۵ء لغایت ۱۲۹۰ء) اس نے مذہبی اور ملکی قوانین مرتب کیے۔

اُس کا بیٹا لھاچھن نوروپ گون (۱۲۹۰ء لغایت ۱۳۲۰ء) اس کے عہد حکومت میں لاماؤں کو بغرض حصول تعلیم لھاسہ میں بھیجنے کا رواج ہوا۔ اس کے بزرگوں نے لداخ میں جو گونپے تعمیر کیے تھے اُس نے ان سب کی مرمت کی۔ اور لامہ چھوسکی بے جگستن سمِ گی گونپو کے ذریعے جو فرنہ ڈگیونگ کا پہلا لامہ تھا۔ موتی۔ سونا۔ چاندی۔ تانبہ وغیرہ قیمتی اشیا بطور پیش کش لھاسہ کے گونپوں کو ارسال کیں۔ کانگیور جو ایک سو جلد کی ضخیم کتاب ہے اور اُسے بودھ مذہب کی مقدس کتاب سمجھا جاتا ہے اُس کی دو نقلیں کرائیں۔

اس کا بیٹا گیالبو رنچن۔ جس نے کشمیر پر متصرف ہونے کے بعد مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور ملک صدر الدین کا لقب پایا۔ اور جو بالآخر کشمیر میں فوت ہوا۔

گیالبو رینچن (ملک صدرالدین) شاہ کشمیر (۱۳۲۴-۱۳۲۷ء)

تاریخ لداخ میں گیالبو رینچن کے نام سے زیادہ اس کا کچھ تذکرہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس کے نام کے ساتھ گیالبو (شاہزادہ) کا لقب لگا ہوا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ حکومت تک نہیں پہونچا۔ اور بزمانہ شاہزادگی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ اس نے بحالت غریب الوطنی وہ کارنامہ دکھلایا جس کا وطن میں رہ کر گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔

اس موقع پر کشمیر کا کچھ حال بیان کرنا ضروری ہے۔ کتب تاریخ سے ظاہر ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں کشمیر میں راجہ سہدیو کی حکومت تھی۔ اس وقت کشمیر کے لوگ مذہبی پابندیوں کو توڑ کر آزاد ہو چکے تھے اور نیک و بد کی تمیز باقی نہ رہی تھی۔ یہ حالات انقلاب کا پیش خیمہ ہوا کرتے ہیں۔ جس کا انتظام شروع ہو گیا

ہنگ نسے اپہاڑی کے اوپر ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس کے ارد گرد ایک آبادی بنائی جس کا نام سنگے زگانک رکھا۔ اس قلعہ کا نام سابوچنگ کھر ہے اس کے کھنڈر آجتک موجود ہیں۔

اس کا بیٹا لہاچین بمٹی سوک الدے (سنہ ۱۴۳۰ تا ۱۴۴۰ء) اس گیا لیونے قصبہ لیہ میں ایک سو سے زیادہ چھورتن کا ایک سلسلہ تعمیر کیا۔ اور سابو میں ایسے دو سلسلے چھورتن کے تعمیر کیے۔ چھورتن گنبد کی شکل کی ایک مذہبی عمارت ہے۔ جس میں مردوں کے پھول رکھ دیے جاتے ہیں۔ لداخ میں انھیں پیس کر اور خاک ملا کر گوندھا جاتا ہے پھر اس سے مختلف شکل کے بت ڈھالتے ہیں۔ اور ان بتوں کو مردے کی یادگار کے طور پر چھورتن میں رکھ دیتے ہیں

اس زمانے میں لہاسہ میں حسب ذیل فرقے بودھ مذہب کے رائج تھے۔ یعنی سنینگما۔ کدام پا۔ ٹکسپو کرگیوت (یہ اندرونی چار فرقوں پر منقسم ہوگیا یعنی کرپا۔ ڈیکونگ پا۔ ڈدکپا۔ اور تغلونگ پا) ہشنگسپا کرگیوت۔ ساس کیا پا۔ ژمی چت۔ چوت لوکس اور چونگ پا۔

موضع سونکھا علاقہ کم میں ایک شخص لوبزانگ ٹکپے سل پیدا ہوا۔ یہ لامہ ہوگیا لہاسہ میں آکر اس نے تعلیم حاصل کی۔ کدم پا۔ کرگیوت پا اور ساس کیا پا کے فرقوں کے لاماؤں سے اس نے مذہبی تعلیم حاصل کی۔ اور علوم مذہبی پر اُسے عبور ہوگیا۔ اس نے دیکھا کہ مذہب بودھ جو تبت میں رائج ہے اس میں بہت نقائص پیدا ہوگئے ہیں اس لیے وہ ان نقائص کی اصلاح اور اصل مذہب بودھ کی تجدید کی طرف مائل ہوا اس غرض سے اس نے نئے قواعد مذہبی مرتب کیے۔ اور لوگوں کے درمیان ان کو رائج کیا۔ بہت لوگ اس کے شاگرد ہوگئے۔ اور ایک جماعت کثیر اس کی پیرو ہوگئی اس نے ایک عظیم الشان گونپہ گیلدن نامی تعمیر کیا۔ اور اس گونپہ کے نام پر اس کے طریق مذہب کو لوگوں نے گیلوگس کہنا شروع کر دیا۔ ظاہری امتیاز اپنے شاگردوں میں اس نے یہ رکھا تھا کہ برخلاف دیگر لاماؤں کے جن کا تمام لباس سرخ ہوتا تھا وہ زرد رنگ کی ٹوپی استعمال کریں۔ یہ دستور آج تک رائج ہے۔ یہ مجدد مذہب سونکھا پا کے

قائم کرنا چاہا۔ مگر برہمنوں کے تعصبات مذہبی کی وجہ سے اُن کی برادری میں شامل ہونے سے ناکام رہا۔ اس لیے اسے کسی ایسے مذہب کی تلاش ہوئی جس میں یہ آسانی سے داخل ہو سکے۔ شاہ میر کی صحبت سے مذہب اسلام کا کچھ اثر اس کے اوپر ہو چکا تھا اس اثنا میں ایک بزرگ بلبل شاہ سے جو اسی زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے تھے اسے صحبت کا موقع مل گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رینچن نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور اس کا اسلامی نام ملک صدرالدین قرار پایا۔ اس نے حکومت کے انقلاب کے ساتھ مذہبی انقلاب بھی کشمیر میں شروع کر دیا۔ ملک صدرالدین کو ان انقلابات کی رفتار دیکھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ اور صرف ڈھائی سال حکومت کر کے سنہ ۱۳۲۳ء میں فوت ہوا۔

تاریخ کشمیر میں اس رینچن کے باپ کا نام ٹبین درج ہے۔ جس سے بادی النظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ لہاچھن بھاگوں ولد لہاچھن پال اس کا باپ تھا مگر تاریخ تبت میں لہاچھن بھاگوں کا کوئی بیٹا اس نام کا مذکور نہیں ہے۔ اور اس رینچن کا زمانہ بھی لہاچھن بھاگوں کے ساتھ نہیں ملتا ہے۔ اس سے قیاس یہی ہوتا ہے کہ یہ رینچن گیالبو نوروب گون کا بیٹا تھا ممکن ہے کہ اس نام کے آخری حصہ نے تاریخ کشمیر میں ٹبین کی صورت اختیار کی ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ رینچن کے جوان ہو جانے پر اس کے باپ نے حسب دستور اس سے امور مملکت میں کام لینا شروع کیا تھا۔ مگر کسی وجہ سے دونوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ جس باعث سے بیٹے کو اپنا وطن اور حکومت چھوڑ کر آوارہ گردی اختیار کرنی پڑی۔ مگر اس سے پہلے اُس کا بیٹا پیدا ہو چکا تھا کیونکہ سلسلۂ نسب میں اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں پایا جاتا کہ تاریخ لداخ میں رینچن کو صرف گیالبو یعنی شاہزادہ دکھلایا ہے۔ الغرض کشمیر کے عہد جدید کا بانی شاہزادہ رینچن ہوا ہے۔ جو اہل لداخ کے لیے باعث فخر ہے۔

گیالبو رینچن کا بیٹا لہاچھن شیرب (۱۳۲۵ء لغایت ۱۳۴۰ء) اپنے دادا کے فوت ہونے پر صغر سنی میں تخت نشین ہوا اس نے موضع سابو کے نزدیک

یہ قاصد جب لداخ پہونچے تو ٹنگپا بوم نوبراہ میں مقیم تھا۔ وہ سیدھے نوبراہ چلے گئے اور ٹنگپا بوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس نے ان کے اوپر آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا وہ شرمندہ ہو کر بلا اظہار مطلب لداخ واپس آ گئے۔

جس روز انھیں لداخ پہونچنا تھا اتفاق ایسا ہوا یا لامہ سونکھاپا کی کرامت تھی کہ ٹنگ بوم الدے نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ اُس روز چاڈل یعنی فقیر۔ بیدا۔ مون غرض کہ کسی درجہ کا آدمی جو گیالپو کے پاس آنا چاہے۔ بلا روک ٹوک اُسے دربار میں آنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ لہاسہ والے ہر دو فقیر گیالپو کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھیں دیکھ کر ٹنگ بوم الدے نے انکا بڑا احترام کیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ انھوں نے لامہ سونکھاپا کی بھیجی ہوئی مورت گیالپو کے حضور میں پیش کی۔ وہ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور مورت لے کر بڑے احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لی۔

ٹنگ بوم الدے نے اس متبرک یادگار کے رکھنے کے لئے اپنے سابقہ ارادہ کے مطابق لیہ کے نیچے ہاتھی کی شکل والی پہاڑی کے اوپر ایک گونپہ تعمیر کیا۔ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ خود بخود کراماتی طور پر نمودار ہو گیا۔ اس گونپہ میں سونکھاپا کے خیال کے لاما بھی بڑی تعداد میں تعینات کئے گئے۔

اس موقع پر اولدے کا تعمیر کردہ لہاکھنگ پہلے سے موجود تھا یہ لوساوا کے زمانے میں تعمیر ہوا تھا۔ اسی لہاکھنگ کو ٹنگ بوم الدے نے بمشورہ ان ہر دو لاماؤں کے جو سونکھاپا کی طرف سے آئے ہوئے تھے اور جن میں سے ایک کا نام لھوانگ بوڈوس معلوم ہوتا ہے گونپہ کی شکل میں تبدیل کر کے فرقہ گیلوکس کے ماتحت کر کے ان کے حوالہ کر دیا۔ موجودہ گونپہ لیکیر کو بھی اسی لامہ کے فرقہ گیلوکس کے ماتحت کیا۔ گونپہ پہلے کا تعمیر کردہ موجود تھا۔

اسی زمانے میں ٹھکسے کا ایک آدمی شیرب زانگبو جو لامہ ہو کر لہاسہ میں بغرض حصول تعلیم گیا ہوا تھا۔ لامہ سونکھاپا سے تعلیم حاصل کر کے لداخ میں

نام یعنی اپنے مقام پیدائش کی نسبت سے مشہور ہوا۔
لھاچھن بھٹی ستوک الدے کے دو بیٹے تھے۔ بڑا لھاچھن ٹک بوم الدے اور چھوٹا ٹکپا بوم۔ ان دونوں کی طبیعت میں بڑا اختلاف تھا۔ بڑا بیٹا رحم دل اور نیک مزاج تھا۔ برخلاف اس کے چھوٹا سنگ دل اور سرکش تھا۔ بڑے کو مذہب کا بہت خیال تھا۔ چھوٹے کو عقبیٰ کی ذرا پروا نہ تھی۔ بڑے کو اپنی رعایا کی فلاح وبہبود کی اور بالخصوص غریب لوگوں کی پرورش کی بہت فکر رہتی تھی۔ چھوٹا اتنا خود غرض اور حریص تھا کہ اپنے بھائی کو بھی دیکھ نہیں سکتا تھا۔
باپ کے بعد ٹک بوم الدے دستور کے مطابق جانشین ہوا (سنہ ۱۴۴۰ءلغایت سنہ ۱۴۷۰ء) مگر اس کے چھوٹے بھائی نے بھی موقع پاکر ملک کے ایک حصہ یعنی شام پر قبضہ کرلیا۔ اور اپنا جھنڈا علیحدہ کھڑا کردیا۔
گیا لپو ٹک بوم الدے نے مذہبی کام بہت انجام دیئے۔ پہلے چیما ریوگونپہ لیہ میں تعمیر کیا۔ پھر ایک دوسرا گونپہ ستوم رستق (یعنی سہ طبقہ) نامی تھوتنگ واقعہ کو ننگے کے مشہور ومعروف گونپہ کے نمونے پر لیہ میں تعمیر کیا۔ قصبہ لیہ کے شمال مغرب میں تی اوسرپو نامی پہاڑی منحوس خیال کی جاتی تھی۔ اس نحوست کو دور کرنے کی غرض سے اُس نے اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک گونپہ تعمیر کیا۔ جو باہر سے چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے مگر اندر سے پورا امکان ہے جس میں ایک سو آٹھ چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں۔ اس گونپہ کا نام تی اوڈشی ادت ھٹو ہے۔ یہ تینوں گونپے اس وقت تک موجود ہیں۔ مقدم الذکر دونوں آباد ہیں اور موخرالذکر غیر آباد ہے۔
اب یہ اس فکر میں تھا کہ لیہ سے نیچے کی طرف ہاتھی کی شکل کی جو پہاڑی ہے اس کے اوپر ایک گونپہ تعمیر کرکے اسکے اندر لاماؤں کے رکھنے کا انتظام کرے اس اثنا میں کون کھین سونگھا پا چھن پولو بزانگ ٹکپے سپل متذکرہ بالا کی طرف سے دو آدمی پاکست نامی ایک مورت جو اُس کی اپنی ناک کے خون سے بنی ہوئی خیال کی جاتی ہے لے کر لداخ میں پہونچے۔ انھیں اس مجدد مذہب نے یہ ہدایت کی تھی کہ ٹکپا بوم یا ٹک بوم الدے میں سے جو ملے اُسے یہ مورت حوالہ کردی جائے

لھاچھن راجگان لداخ

لھاچھن بارا گیا لپو ننگ موگانگ ۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۷۵ء

(۱۴۵۵ء لغایت ۱۴۷۵ء)

ٹنگپا بوم کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا لھاچھن بار اتنگ موگانگ کی حکومت پر بجائے اپنے باپ کے متمکن ہوا

لھاچھن بھاگون گیالپو ننگ موگانگ ۱۴۷۵ء–۱۵۰۰ء

اُس کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا لھاچھن بھاگون اُس کا جانشین ہوا ۱۴۷۵ء تا ۱۵۰۰ء تاریخ لداخ میں مذکور ہے کہ اُس کو حکومت کی ہوس بہت زیادہ تھی۔ لوٹوس چھوگ الدن کے دارالحکومت شے میں مختلف اقوام کے لوگ آباد تھے۔ انھیں لھاچھن بھاگوں نے سازش کر کے اپنے ساتھ ملالیا۔ اور ان کی مدد سے تک بوم الدے کے بیٹے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کو مع اُس کے چھوٹے بھائیوں ٹونگپا علی اور لب ستن ترگیس کے قتل کر کے تمام لداخ پر متصرف ہوگیا۔ اور اپنے دادا ٹنگپا بوم کی دلی آرزو کو پورا کیا۔ مگر یہ واقعہ غلط ہے ہے جسے سلطان سعید خاں کے حملہ لداخ کے اصلی واقعات کو دبانے کی غرض سے تصنیف کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مغلوں کی واپسی تک شے اور تنگ موگانگ کی دونوں حکومتیں بدستور قائم رہیں۔ جنھیں مرزا حیدر گورگان کی واپسی کے بعد سیوانگ نمگیل نے شے کے اوپر تصرف حاصل کر کے ایک میں ملایا۔ جیساکہ ذیل کے واقعات سے بالتفصیل ظاہر ہوگا۔

ٹشی گون گیالپو ننگ موگانگ ۱۵۰۰ء لغایت ۱۵۳۰ء

لھاچھن بھاگون گیالپو ننگ موگانگ کے دو بیٹے تھے۔ لھاچھن لھوانگ گون اور لھاچھن ٹشی گون۔ قاعدہ کے مطابق لھوانگ گون حقدار جانشینی تھا۔ مگر اپنی خاندانی روایات سے متاثر ہو کر ٹشی گون کے دل میں حکومت کی ہوس پیدا ہوئی۔ ان دونوں بھائیوں کا مقابلہ تاریخ میں اس طرح کیا گیا ہے۔ لھوانگ گون طاقتور اور ہر ایک کام میں ہوشیار تھا۔ ٹشی گون زبان کا میٹھا اور دل کا کھوٹا تھا۔ اپنا بھید کسی کو نہیں دیتا تھا۔ اور حد سے زیادہ مطلب پرست

واپس آیا۔ اور اس نے نالہ ٹھکسے کے اندر بمقام تنگ ستغو ایک لہا کھنگ یعنی گونپہ جس کے اندر مورت نہیں رکھی جاتی ہے تعمیر کیا۔ اور زانسکار میں گونپہ پھکتل بھی اُسی نے تعمیر کیا۔ اُس کے بھتیجے پلدن شیرب نے اس سے تعلیم حاصل کی اور رسنئے گونپہ ٹھکسے تعمیر کیا۔ یہ تحقیق نہیں ہوا کہ یہ تعمیرات کس گیالپو کے عہد میں تکمیل کو پہونچیں۔

ٹکپا بوم گیالپو علاقہ شام تنگ موگانگ ۱۴۳۰ء–۱۴۵۰ء

ٹکپا بوم نو برا میں کسی کام میں مصروف تھا تاریخ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ کیا کام تھا۔ کچھ عرصہ کے قیام کے بعد وہ زگیپ کے رستہ سے تیا تنگ موگانگ میں پہونچا۔ اور اس علاقہ کو تسخیر کرکے تنگ موگانگ میں اُس نے ایک عالی شان اور مستحکم قلعہ تعمیر کیا۔ اور اُس کو اپنا دارالحکومت بنایا اس نے رفتن کرسے نامی ایک اور قلعہ بزگو میں تعمیر کیا۔ اور علاقہ شام کے اوپر اپنی علحدہ حکومت قائم کرلی۔ اس طرح حکومت لداخ اب دو خود مختار حکومتوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک حکومت ستوت مریول جس کا دارالحکومت ستور سئے رہا۔ اور دوسری حکومت شام جس کا دارالحکومت تنگ موگانگ قرار پایا۔ گیالپو ٹک بوم الدے اپنے بھائی کا مقابلہ نہیں کرسکا۔ اور اپنی چھوٹی حکومت سئے پر قانع رہا۔

لوٹوس چھوگ الدن گیالپو ستوت مریول ونارس کورسوم ۱۴۷۰ء تا ۱۵۲۴ء

ٹک بوم الدے کی وفات پر اُس کا بیٹا لوٹوس چھوگ الدن گیالپو ہوا دن ۱۴۷۰ لغایت ۱۵۲۴ء

اس نے نارس کورسوم کو تسخیر کرلیا۔ اور اپنی حکومت کو اس طرف وسعت دی۔ ان اطراف سے حسب ذیل اشیا اس کو نذرانہ میں آتی تھیں۔

زرہ بکتر ۱۰۔ تلوار ۱۸ چھرسے (ایک قسم کا فرش) ۸ اتھان۔ اعلی قسم کے فیروزے ۱۵۔ زین ۲۰۔ گھوڑے کیت ۵۰۔ گھوڑے سمند ۵۰۔ گھوڑے مشکی ۲۰۔ گھوڑے ابلق ۳۰۔ مادہ یاک ۸۰۔ بھورے رنگ کے نر یاک ۲۰ بھیڑ و بکری بے تعداد۔

ہے کہ وہ مذہبی خیال کا آدمی تھا۔ اُس نے لھاسہ کے گونپہ ڈیکونگ سے ایک لامہ چھوس جے الدنا کو اس ملک میں بلایا۔ اور اُس کی صلاح کے مطابق ایک عالیشان گونپہ موضع پھیانگ میں تعمیر کیا جس کا نام ٹشٹی چھوس زونگ رکھا گیا۔ اور پھیانگ کی آبادی سے اس گونپہ کے لیے لامہ تیار کرنے کا انتظام کیا۔ لیہ کی طرف سے پھیانگ کو آتے وقت جس جگہ سے یہ گونپہ پہلے نظر آتا ہے۔ اُس جگہ اُس نے ایک جھنڈا نصب کیا۔ اور اس پر یہ حکم لکھکر لگایا کہ جو کوئی چور یا مفلا نہ یا قبیح سے قبیح جرم ملکی یا سیاسی کا مجرم اس جھنڈے کے نیچے پہونچ جاوے وہ بری متصور ہوگا۔ مجھے یہ واقعہ بھی مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ پھیانگ حکومت ٹمنگ موسگانگ کی حدود سے باہر تھا۔ ممکن ہے کہ مذہبی کام کی بنا پر لوڈس چھوگ الدن نے اس کی تعمیر کی اجازت دیدی ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ مغلوں کے حملہ لداخ کے اصلی واقعات کو چھپانے کی غرض سے اس زمانے کے دیگر واقعات کو لداخیوں نے توڑ موڑ کر دکھلایا ہے۔

اس گیالپو نے لھاسہ کے مشہور گونپے ڈیکونگ سیس کیا گیلدن۔ راسا۔ اور سم یاس وغیرہ کی مورتیوں پر سونے کا ملمع کرایا۔ جھنڈے نصب کیے۔ اور ان گونپوں کے لاماؤں کو عنایتیں دیں۔ بڑے لاماؤں کو بیش قیمت تحائف دیے۔ اور کاگیور واستن گیور اور دیگر مذہبی کتابوں کی نقلیں کرائیں اور بہت سی چھورتن تعمیر کیں۔

لیکن باوجود اس تمام داد و دہش کے اولاد کی طرف سے بدنصیب رہا۔ اور بحیات اپنے بڑے بھائی کے جسے اُس نے آنکھیں نکلوا کر لنگشٹ میں قید کر دیا تھا بحالت لاولدی سلطان سعید خاں کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ اس کے قتل ہونے پر اُس کا بڑا بھائی اور اُس کی اولاد قید سے آزاد ہو گئے۔

اندھے لھاچھن لھوانگ گون کے تین بیٹے تھے۔ سیوانگ۔ گونبو۔ اور جمیانگ۔ بڑا لڑکا سیوانگ جانشین اپنے چچا ٹشی گون کا ہوا۔ اس نے شے پر تصرف حاصل کر کے دونوں حکومتوں کو ایک میں ملا دیا۔ اور جدید شاخ خاندان کی بنیاد رکھی جنھوں نے نمگین کا لقب اختیار کیا۔ اس کے حالات حملہ مغل کے بعد اگلے باب میں بیان ہونگے۔

تیسرا حصہ

تھا۔ موقع پاکر اُس نے اپنے بڑے بھائی کی آنکھیں نکال دیں اور مع اُس کے
قبائل کے بنگشٹ واقعہ سرحد زانسکار میں اسے قید کر دیا اور خود حکومت تنگ
موگانگ پر متمکن ہو گیا (سنہ ۱۵۰۰ء لغایت سنہ ۱۵۳۰ء)

لوڈوس چھوگ الدن کے زمانے کے حالات تاریخ لداخ میں مذکور نہیں ہیں مگر
بیرونی تاریخ سے اُن کا کچھ پتہ چلتا ہے گو کہ لوڈوس چھوگ الدن نے لھاچن بارا اور لھاچن
بھاگوں کے ساتھ مزاحمت نہیں کی جس کا انجام اُس کے حق میں بہت خراب ہوا
لیکن حدود لداخ کے باہر اپنی حکومت کو وسعت دینے میں اس نے پوری کوشش کی
سوت کے راجہ جدیم بیگ نے لامریورو تک لداخ کا ملک فتح کر لیا تھا اور
اپنی سرحد پل کملسی پر قائم کی تھی۔ یہ انتظام تاریخ سوت کے مطابق گیارہ پشت تک
جاری رہا۔ مگر مرید خاں کے بیٹے ڈوروچو کے زمانہ میں جبکہ رعایا اُس کے ظلم و تشدد
سے تنگ تھی گیالپو لوڈوس چھوگ الدن نے اُس پر حملہ کر کے تمام ملک مفتوحہ جدیم بیگ
واپس لے لیا اور حکومت سوت کی سرحد پل کملسی کے بجائے نالہ کنجی پر واپس ہو گئی
ڈوروچو کے بعد اُس کا بھائی حبیب چو راجہ سوت ہوا۔ اُس زمانہ میں مذہب
اسلام نے بلتستان و پوریگ میں نئی روح پھونک دی تھی۔ اس نے کھپلو شغر
واسکردو کے ساتھ اتحاد کر کے لداخ پر حملہ کر دیا۔ راجہ لداخ قلعہ گیر ہو گیا۔ محاصرہ نے
بہت طول کھینچا مگر بلتی برابر اڑے رہے۔ بالآخر راجہ لداخ کو صلح کرنی پڑی۔ اور بہت سا
مال و زر بطور تاوان جنگ ادا کر کے اپنی خلاصی کرائی۔ اس واقعہ کے ساتھ راجہ
لداخ کا نام مذکور نہیں ہے مگر قرائن سے یہ واقعہ گیالپو لوڈوس چھوگ الدن ہی
عہد کا ہو سکتا ہے۔

ان دونوں معرکوں کے علاوہ تیسرا اہم واقعہ گیالپو لوڈوس چھوگ الدن گیالپو
شے۔ دو لھاچن لشی گون گیالپو تنگ موگانگ کے عہد حکومت کا سلطان سعید
خاں والی کاشغر کا حملہ لداخ بسرکردگی مرزا حیدر گورگان اور سلطان اسکندر خاں
کے سبب۔ اس حملہ کے حالات اگلے باب میں بالتفصیل بیان کئے جائیں گے۔
لھاچن لشی گون کے حالات جو تاریخ لداخ میں مذکور ہیں۔ ان سے پایا جاتا

پتہ چلتا ہے۔ زیادہ اہمیت اس واقعہ کی یہ ہے کہ اس سے لداخ کا تعلق بیرونی ممالک کی تاریخ کے ساتھ قائم ہوتا ہے جو کہ اس کے بعد مسلسل جاری رہا اور سب سے واقعات کے مقابلہ اور تنقید کرنے کا امکان پیدا ہوا۔

فاضل مصنف نے اُس وقت کے جو حالات لداخ وکشمیر کے لکھے ہیں وہ بڑی انتہا دلچسپ اور تاریخی نکتہ نظر سے نہایت اہم ہیں۔ اور زمانہ حاضرہ کے جغرافیہ وطرز معاشرت کی اصلیت پر پوری روشنی ڈالتے ہیں۔ میں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جابجا غیر ضروری طوالت کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور صرف خلاصہ اپنی زبان میں لکھ دیا ہے جو سیاق عبارت سے صاف ظاہر ہوگا۔

مرزا حیدر نے مریول (لداخ) میں دو حاکم لکھے ہیں۔ ایک لتہ چو غدن یا لتچو غدول۔ دوسرا اٹشی گون۔ موخرالذکر یقیناً لھاچھن ٹشی گرن گیا لیو تنگ موگانگ ہے۔ جسے تاریخ لداخ میں تمگیل کا لقب دیدیا گیا ہے۔ مگر واقعات کی رو سے یہ لقب ہر دو حکومتوں کے دوبارہ متحد کیے جانے کے بعد گیالپو سیوانگ نمگیل نے اختیار کیا ہے۔ لتہ چو غدن یا لتچو غدول فارسی تلفظ و تہجی میں اور بعد ازاں نقل در نقل سے بگڑ گیا ہے مگر مشابہت لفظی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لوڈوس چوگ الدن گیالپو شنے سے مراد ہے اس وقت یہی دو حاکم مریول کے تھے جو مرزا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

(۲) مرزا حیدر کا تمہیدی غزوہ بلور (دردستان)

مہم لداخ کی ابتدا غزوات بلور سے ہوئی ہے۔ میری رائے ہے کہ مرزا کے وقت کا بلور وہ ملک ہے جو زمانہ حال کے جغرافیہ میں کافرستان چترال و دردستان (گلگت) کے ناموں سے موسوم ہے۔ کافرستان کو افغانستان کے ساتھ شامل ہو جانے کے بعد افغانوں نے نورستان کا نام دیا ہے۔ الغرض مرزا حیدر لکھتا ہے:-

"سلطان سعید خان نے رشید سلطان کو اور مجھے غزوات بلور کا حکم دیا بلور ایک کافرستان ہے اُن میں سے اکثر خیل ہیں یہ لوگ کوئی دین و مذہب نہیں

تیسرا باب

تبت پر مغلوں کا حملہ

(۱) تمہید (۲) مرزا حیدر کا تمہیدی غزوہ بلور ردردستان (۳) سلطان سعید خاں کی طرف سے مرزا حیدر کی مہم تبت (۴) سلطان سعید خاں کا حملہ بلتستان (۵) مرزا حیدر کا حملہ کشمیر (۶) سلطان سعید خاں کی لداخ سے واپسی اور موت (۷) مرزا حیدر کی مہم اور سانگ (۸) مرزا حیدر کا بحالت تباہی لداخ واپس پہونچنا (۹) لداخ سے مرزا حیدر کی واپسی (۱۰) لاہور کی طرف سے مرزا حیدر کا کشمیر کو دوبارہ فتح کرنا

(۱)

جس زمانہ میں دارالحکومت ستوت مریول واقعہ موضع شے میں لوٹوس چھوگ لدن قائم کر رکھی تھی مغولستان سے زبردست حملہ لداخ و بلتستان پر ہوا۔ اس سلسلہ میں حملہ آور ان ممالک کو پامال کرکے کشمیر تک ایک طرف اور پورانگ تک دوسری طرف پہونچے۔ اس اہم واقعہ کے متعلق تاریخ لداخ میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ ٹشی نمگیل نے بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور انھیں شکست دیکر بھگا دیا۔ اس لڑائی میں یارقندی فوج کی کثیر تعداد مقتول ہوئی۔ اس فتح عظیم کا شکرانہ ٹشی نمگیل نے اس طرح ادا کیا کہ گنگیل سپو کھر کے پیچھے ایک لہا کھنگ تعمیر کرایا جس کی بنیاد میں مقتول یارکندیوں کی لاشوں سے بھر دی گئیں۔ اس کے اندر رودرجے مگبس جت مورت رکھی گئی۔ جو آج تک موجود ہے۔
مگر اس قسم کے حالات کو مرزا حیدر گورگان نے اپنی قابل قدر تصنیف تاریخ رشیدی مصنفہ سنہ ۹۵۱ھ ہجری میں بالتفصیل درج کیا ہے جس سے اصلیت کا پورا

زمستان میں میں بلور میں رہا۔ سخت لڑائی رہی فتح ہماری رہی۔ بہار میں بخیریت غنیمت لے کر واپس ہوا۔ خمس اس کا ہزار بردہ تھا۔ اول بہار ۹۳۲ھ ہجری مطابق ۱۵۲۵ء میں خان کے پاس واپس پہونچا۔

(۳۳) سلطان سعید خاں کی طرف سے مرزا حیدر کی مہم تبت

اس کے بعد مہم لداخ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ مگر حملہ کے حالات لکھنے سے پیشتر فاضل مصنف نے ملک تبت کے جغرافیائی و معاشرتی حالات بیان کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

"سلطان سعید خاں نے ۹۳۸ھ ہجری ۱۵۳۱ء میں رشید سلطان کو اور مجھے مہم تبت کا حکم دیا۔ تبت ایسی جگہ واقع ہے جہاں طرح طرح کی سختیوں کی وجہ سے لوگ بہت کم پہونچ سکتے ہیں۔ اس ملک کے کوہستان اور درے اور راستے نہایت خوفناک اور پُرخطر ہیں۔ سردی کی شدت حد درجہ کی ہے پانی اور گھاس کم ہے۔ لوگ کم ہنر اور بے سروبے اعتدال ہیں۔ راہ زنی کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان وجوہ سے سیاحوں میں سے یہاں کبھی کوئی نہیں پہونچا۔ اور اصلی حالات اس ملک کے ظاہر نہیں ہوسے۔

ملک تبت کی وسعت طولاً شمال مغرب سے جنوب و مشرق تک آٹھ ماہ کی راہ ہے۔ عرض اس کا ایک مہینے کی راہ سے زیادہ اور دس روز کی مسافت سے کم نہیں ہے۔ شمال و مغرب میں بلور سے اور جنوب و مشرق میں اورسلنگ سے جو چین کے توابع میں سے ہے ملا ہوا ہے۔ مغولستان و کاشغر کے پہاڑوں کے ذکر میں مذکور ہوا ہے کہ اصل سلسلہ کوہستان مغولستان جس سے اور تمام پہاڑ نکلتے ہیں۔ کاشغر کے شمال سے گذر کر کاشغر کے مغرب کی طرف آتا ہے اور اس کے جنوب کی طرف نکل جاتا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ ولایت فرغانہ ملک کاشغر کے مغرب میں واقع ہے اور یہی پہاڑ ان دونوں کے درمیان میں واقع ہے اور ملک کاشغر و ولایت و فرغانہ کے درمیان میں جو ملک واقع ہے

سکتے ہیں۔ اور کسی چیز سے بھی انھیں پرہیز اور رکاوٹ نہیں ہے۔ جو کچھ ان سے ہو سکے
یا جو کچھ ان کا جی چاہے یا جو انھیں پسند ہو کرتے ہیں۔ بلورستان کی حد شرقی ولایت
کاشغر۔ یارقند۔ شمال میں بدخشان اور غرب میں کابل و نغمان ولمغان۔ اور جنوب میں
سواد کشمیر ہے۔ مابین اور اس کے گرداگرد چار ماہ کا راستہ ہے۔ تمام ملک پہاڑ اور
درہ ہیں۔ تنگی کی یہ کیفیت ہے کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام بلور میں ایک فرسخ زمین
ہموار نہیں ہے۔ آبادی بہت ہے۔ لیکن ایک گانوں دوسرے گانوں کے ساتھ
مصالحت نہیں رکھتا ہے اور ہمیشہ جھگڑے فساد لگے رہتے ہیں۔ اور لڑائی جاری
رہتی ہے۔ جنگ کی صورت یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں زراعت کے کام میں مصروف رہتی
ہیں اور مرد جنگ میں۔ گھروں میں عورتوں نے کھانا تیار کیا۔ تو عورتیں درمیان جاتی
ہیں اور صلح ہو جاتی ہے کہ کھانے کا وقت ہے ایک دوسرے پر غدر اور جنگ
نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ہر دو فریق جدا ہو جاتے ہیں اپنے اپنے گھروں میں کھانا
کھاتے ہیں اور پھر جنگ اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ نماز عصر کے وقت پھر عورتیں
درمیان آتی ہیں اور طلوع آفتاب تک صلح کراتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ
یہ صورت صلح کی نہیں ہوتی ہے اور تمام رات لڑائی جاری رہتی ہے۔

مرغزار اور چراگاہیں اس ملک میں کم ہیں۔ مویشی اور اونٹ ان لوگوں کے
پاس کم ہیں۔ بھیڑ بکری بھی تعداد میں اس قدر کم ہے کہ لباس کے لیے اون کو بھی کفایت
نہیں کرتی۔ البتہ گائیں ان کے پاس وافر ہوتی ہیں جن سے دودھ اور مکھن خوب
حاصل ہوتا ہے اور کچھ ان کے پاس نہیں ہے۔

ہر ایک درہ میں زبان جدا ہے ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے۔ کیونکہ فساد و جنگ
ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جنھوں نے اپنے گانوں کے سوا دوسری جگہ دیکھی ہو۔

بلور میں باغات اچھے ہیں اور میوہ جات سب پیدا ہوتے ہیں۔ بالخصوص
انار بہت اعلیٰ ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے ایک قسم کا انار ہے جو بلور کے
سوا اور کسی ملک میں نہیں دیکھا گیا۔ اس کے دانے سفید اور نہایت شفاف و پاکیزہ
ہوتے ہیں اور شیرینی۔ لذت اور شربت زیادہ ہوتا ہے۔

آب سلطان پور (بیاس)، و آب باجوارہ (ستلج) جن کا مجموعہ دریائے سندھ ہے اور گنگ وغیرہ اور دیگر دریا جو بنگالہ میں سمندر میں گرتے ہیں۔ کوہستان تبت سے بجانب مشرق و شمال جو پانی بہتا ہے اس سے مرتب ہوتے ہیں۔ آب یارقند آق قاش۔ آب گربہ و جرجان وغیرہم یہ سب کوک ناور میں گرتے ہیں۔ کوک ناور اس ریگستان میں جس کا مذکور ہوا ایک جھیل ہے بعض مغول جنھوں نے اس جھیل کو دیکھا ہے بیان کرتے ہیں کہ اس جھیل کے گرداگرد تین ماہ میں آدمی پھر سکتا ہے اور اس سے ایک دریائے عظیم نکلتا ہے جسے قرالوران خطائی کہتے ہیں

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ تبت بلند ترین مقام ہے کیونکہ اس کا پانی سب طرف جاتا ہے اور جس طرف سے کہ انسان تبت کو جانا چاہے اسے چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے اور اترائی کی نوبت نہیں آتی۔ اوپر پہونچتے ہیں تو ہموار زمین ملتی ہے۔ بعض راستوں میں کہیں تھوڑا میدان بھی مل جاتا ہے ان وجوہ سے تبت نہایت سردی میں واقع ہے۔ چنانچہ وہاں کے بعض مواضعات میں شلغم کے سوا اور کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ تبت کا جو۔ اس قسم کا ہے جو چالیس روز میں پختہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس عرصہ میں پختگی کو نہ پہونچے۔ تو سردی اسے مار دیتی ہے۔ اور دانہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ اکثر دیہات میں گھاس صرف دو ماہ سبز رہتی ہے۔ تبت میں بعض گانوں ایسے بھی ہیں جہاں گرمی صرف چالیس روز رہتی ہے اور یہ چالیس دن بھی ایسے ہیں کہ ان میں آدھی رات کے بعد کوہیں یخ بست ہو جاتی ہیں۔ تمام تبت میں غایت سردی کی وجہ سے درخت بلکہ گھاس بھی بلند نہیں ہوتی ہے۔ چار پاؤں کی لید اور گوبر سے ایندھن کا کام لیا جاتا ہے"

سردی کی یہ کیفیت اب باقی نہیں رہی ہے کیونکہ تمام تبت بزرگ و تبت خورد میں اب ایسا کوئی موضع نہیں ہے جہاں شلغم کے سوا اور کچھ پیدا نہ ہوتا ہو۔ سرد ترین مواضعات میں بھی جو (گرم) پیدا ہوتا ہے۔ تابستان میں کوہل کسی نہیں جمتی اور ایک فصل بخوبی پختہ ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ گرمی روز بروز بڑھ رہی ہے

اسے الائی کہتے ہیں اور بدخشاں ویارقند کے مغرب میں واقع ہے۔ اور وہاں بھی یہی سلسلۂ کوہستان درمیان میں ہے۔ اس جگہ اس پہاڑ کا نام پامیر ہے۔ بعض مقامات پر اس کا عرض سات آٹھ دن کی مسافت تک پہونچتا ہے۔ یہاں سے گذرنے پر بلور ویارقند کے متصل بعض بالائی وادیاں ہیں جیسے کہ رسکم و تغدمباش یہاں سے گذرنے پر تبت کی زمین مل جاتی ہے۔ بدخشاں یارقند سے مغرب تابستانی کی طرف واقع ہے اور کشمیر مغرب زمستانی کی طرف ہے اور یہی کوہستان درمیان میں ہے۔ اور جو کچھ یارقند و کشمیر کے درمیان ہے اس کا نام تبت ہے تبت کی ایک ولایت ہے جسے بالتی کہتے ہیں۔ اس ولایت میں یہ کوہستان الائی پامیر سے زیادہ عریض ہے۔ بالتی میں اس کا عرض بیس پڑاؤ کے قریب ہے۔ یارقند کی طرف سے اوپر چڑھنے کا راستہ درہ ساجو ہے اور بطرف کشمیر نیچے اترنے کا راستہ درہ اسکردو ہے۔ ان دونوں کا فاصلہ بیس پڑاؤ کے قریب ہے۔

اسی طرح ختن کے مغرب زمستانی کی طرف بلاد ہند کے بعض علاقہ جات واقع ہیں۔ جیسے کہ لاہول۔ وسلطان پور۔ وباجوارہ۔ اور ختن اور ان علاقہ جات کے درمیان جو کچھ ہے وہ ولایت تبت دردوق و کوگہ و اسپیتی ہے۔ اسی طرح یہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ سلسلہ کوہستان چین میں منتہی ہوتا ہے۔ اس کے غرب و جنوب میں ہندوستان ہے۔ اور بھیرہ و لاہور سے بنگالہ تک اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔

شمالی ہندوستان کے تمام دریا بھی اسی کوہستان سے نکلتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر دریاؤں کے منبع دیار تبت میں ہیں۔ تبت کے شمال و شرق کی طرف یارقند۔ ختن۔ جرجان۔ لوب۔ کنگ اور ساریغ الینور اور ریگستان جس کی حد قامجو دسکجو سے چین سے ملی ہوئی ہے۔ کوہستان تبت سے تبت کے مغرب و جنوب کی طرف جو پانی جاتا ہے اس سے ہندوستان کے دریا مرتب ہوتے ہیں جیسے کہ نیلاب (سندھ) آب بھیرہ (جہلم) آب چناب۔ آب لاہور (راوی)

چین میں جو بار بھیڑوں کے اوپر موسم بہار میں لادتے ہیں وہ آیندہ زمستان میں ہندوستان پہونچنے پر اتارتے ہیں۔ اور جو مال ہندوستان میں لادتے ہیں وہ چین پہونچنے پر اتارتے ہیں ایک سردی ہندوستان میں رہتے ہیں اور دوسری سردی چین میں گذارتے ہیں۔ تمام چنپہ عمر بھر اسی طرح گردش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے بھی چنپہ ہیں جن کے پاس دس ہزار گوسفند بار ہوتا ہے اور ہر ایک بار بارہ من شرعی (پندرہ سیر انگریزی) ہوتا ہے۔ اس سے کل مقدار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان باروں کو سال بھر میں ایک دفعہ ان بھیڑوں کے اوپر سے اتارا جاتا ہے یعنی ہندوستان پہونچنے پر یا چین میں وارد ہونے پر۔ سال کے باقی حصہ میں جہاں کہیں وہ جاتے ہیں بوجھ بدستور بھیڑوں کے اوپر لدا رہتا ہے تا وقتیکہ جانور کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے۔

چنپہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں ان میں ایک قبیلہ ہے جسے ڈولپہ کہا جاتا ہے۔ یہ پچاس ہزار کنبہ سے زیادہ ہیں لیکن ان کے معتبروں کا بیان ہے کہ اس قبیلہ کی تعداد پر دوسرے قبیلوں کے شمار کا حصر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وہ وہ پاش جن کو یوپہ کہا جاتا ہے ولایتوں پر منقسم ہیں۔ جیسے کہ تبت کی ولایتوں میں سے بالتی ایک ولایت ہے۔ بالتی میں اور ولایت میں بھی ہیں جیسے کہ پوریگ۔ کھپلو شگر واسکر دو۔ ان میں سے ہر ایک میں مختلف قلعہ جات۔ آبادیاں۔ اور قریے ہیں ولایت تبت میں سے میں نے جسقدر دیکھا اس کے اکثر کو بزور و بجبر فتح کیا۔ یا صلح کے ساتھ قبضہ حاصل کیا۔ بعض ولایات یہ ہیں۔ زانسکار۔ مریول۔ رودق۔ کوگا۔ لو۔ بوراس۔ رونگہ منکاب۔ زریسو۔ کارنکا۔ نیسان۔ ھم۔ الالائی بونکہ۔ توک۔ لابوک۔ اھکبرق یہ مجھے بہت پسند ہے۔ اکبرق سے نبگالہ تک ۲۴ روز کا سفر ہے۔ اور اور سانگ یعنے لھاسہ جو اکبرق سے مشرق میں ہے نبگالہ اس سے جنوب میں ہے اور سانگ تمام چین اور تبت کا قبلہ و کعبہ مانا جاتا ہے۔ یہاں بہت بڑا بتخانہ ہے یہ بتخانہ فی الجملہ چین اور تبت کا دار العلم اور زہاد کا مسکن ہے۔

اس ولایت میں جہاں تک میرے تجربہ میں آیا لوگوں کی اوضاع اس قسم کی ہیں کہ میں نے ہر چند کوشش کی ان کا ذکور کردوں مگر کامیابی نہوئی لیکن عجائبات جو میں نے

اور حالات موسمی پہلے سے بہت بدل گئے ہیں۔ اگر یہی حالات جاری رہے تو اور
سو دو سو سال کے اندر تمام ایک فصلی رقبہ جات دو فصلی ہو جائیں گے اور تمام
بلتستان و لداخ میں دھان اور مکئی کی پیداوار شروع ہو جائے گی۔
"آدمیوں کی تقسیم دو قسم پر کی گئی ہے۔ ایک کو یول پا یعنی وہ باش اور دوسرے
کو چنپہ (چنگ پا) یعنی صحرانشین کہتے ہیں۔ دونوں تبت کی ایک ہی ولایت کی
اطاعت میں ہیں۔ تبت کے صحرانشینوں کی اوضاع عجیب ہیں جو کسی دوسری قوم
کے ساتھ نہیں ملتی ہیں۔ اول یہ کہ خوراک اُن کی زیادہ تر گوشت ہے۔ گوشت
اور جو کچھ کھانا ہو کچا کھاتے ہیں پکانے کا دستور مطلقاً نہیں ہے (یہ صورت اب
باقی نہیں ہے) دوسرے یہ کہ گھوڑوں کو بجائے دانہ کے گوشت کھلاتے ہیں تیسرے
یہ کہ بار کشی کا کام بھیڑوں سے لیتے ہیں۔ تخمیناً بارہ من شرعی (ایک من شرعی =
پانچ پاؤ انگریزی) بوجھ لادتے ہیں اس غرض کے لیے خورجین مع دچی اور سینہ بند
کے بناتے ہیں جسے بھیڑو کے اوپر چڑھا دیتے ہیں اور جب تک اس بوجھ کے
صرف کرنے کا وقت نہ آئے پیٹھ کے اوپر سے کسی وقت نہیں اتارتے۔ گرمی اور
سردی۔ رات اور دن جانور کی پیٹھ کے اوپر خورجین موجود رہتی ہے
چنپہ یعنی صحرانشین اقوام کی بسراوقات اس طرح ہے کہ سردی میں مغرب
و جنوب کے پہاڑ کی طرف اترتے ہیں۔ جہاں ہندوستان واقع ہے۔ اسباب چینی
اور نمک سوہاگہ قطاس یعنی یاک۔ ملا۔ اور پشمینہ جو تبت کا مال ہے لاتے ہیں اور
کوہ ہندوستان کے ہندوؤں کے ساتھ اس کا سودا کرتے ہیں۔ اور ہندوستان سے
اسباب ہندی جیسے کہ رسوت۔ اور گوڑ و شکر کی قسم کی مٹھائی چاول اور گیہوں
بھیڑو پر لاد کر بہار میں واپس تبت کو چلے جاتے ہیں۔ اور تبت کا اسباب جو چین
میں کام آتا ہے تبت سے ساتھ لے کر یہاں سے آگے اپنی سمت رفتار کو مسلسل
قائم رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ موسم سرما میں چین میں جا پہونچتے ہیں۔ اسباب ہندی
و تبتی کو ملک چین میں چینی اسباب کے ساتھ تبادلہ کرتے ہیں اور آئندہ بہار میں مع
اسباب چینی کے تبت میں آجاتے ہیں۔ اور آئندہ زمستان میں پھر ہندوستان جاتے ہیں

برآمد ہوا۔ ایک مثقال تبتی ڈیڑھ مثقال کے برابر ہوتا ہے (مثقال = ۴۔۸ ماشہ) اگو کہ کا سونا خدا نے ایسا بنایا ہے کہ آمیزش سے پاک ہے خاک سے نکالنے کے بعد اس کو تپا ڈ کوٹو اور جو کچھ بنانا چاہتے ہو بنا لو لیکن آگ میں گلانے سے معمولاً جو کمی ہوا کرتی ہے اس سے زیادہ کمی وزن میں نہیں آتی۔ یہ سب عجائبات تبت میں سے ہے۔

دم گیری جسے ہندی دم چڑھنا کہتے ہیں تمام تبت میں محسوس ہوتی ہے۔ مگر قلعہ و قریہ جات میں کمتر معلوم ہوتی ہے۔ اس سے انسان کی طبیعت سخت بیزار ہوتی ہے انسان خواہ چلتا پھرتا ہو۔ یا بیٹھا ہو۔۔۔ یا آرام سے لیٹا ہو۔۔۔ ہر ایک حال میں اسکا دم اس طرح بند ہوتا ہے جیسے کہ بہت بڑا بوجھ اٹھائے ہوئے دوڑ رہا ہے۔ اس باعث سے آرام کے ساتھ سو نہیں سکتا نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو ابھی بخوبی نیند نہیں آنے پاتی کہ سانس کی تنگی و پھیپھڑہ کی سوزش کی وجہ سے گھبراہٹ سے بیدار ہو جاتا ہے۔ جب اس کا غلبہ ہو جاتا ہے تو بیہوشی پیدا ہوتی ہے اور ہذیان ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات بات کرنے کی بھی طاقت نہیں رہتی۔ چہرہ اور ہاتھ پانوں پر ورم آجاتا ہے۔ اس کیفیت کے پیدا ہونے پر کبھی کبھی اتنے عرصہ میں جیسے کہ صبح سے چاشت تک آدمی مرجاتا ہے اور کبھی اسی حالت میں لٹکتا رہتا ہے۔ اگر اس کی اجل ابھی نہیں آئی ہو اور کسی قلعہ یا قریہ میں پہونچ گیا تو زندگی کا امکان ہے۔ ورنہ موت یقینی ہے۔ یہ کیفیت صرف بیرونی آدمیوں پر طاری ہوتی ہے۔ اہل تبت کو اس کی خبر تک نہیں ہے۔ ان کے اطبا کو بھی معلوم نہیں ہے کہ بیرونی اشخاص کو یہ تکلیف تبت میں کیوں ہوتی ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ ہوا میں سردی جتنی بڑھتی جائے۔ یہ حال بھی ترقی کرتا ہے اور صرف آدمی پر یہ موقوف نہیں ہے بلکہ دم لینے والے ہر ایک جاندار کی یہی کیفیت اس آب و ہوا میں ہوتی ہے۔ چنانچہ گھوڑوں کا بھی یہی حال ہے ایک روز کا ذکر ہے ہمیں ضرورۃً تیز سفر کرنا پڑا صبح اٹھکر دیکھا تو لشکر میں گھوڑوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ رات بھر میں ایک ہزار سے زیادہ گھوڑے مرگئے۔ میرے اصطبل میں چوبیس خاصہ گھوڑے تھے جو خالی چلا کرتے تھے اس رات ان میں سے اکیس مرے۔ دم گیری گھوڑوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ غیر تبت میں کسی جگہ یہ حال نہیں سنا گیا۔

اہل تبت کے علماء کو عام طور پر لامہ کہتے ہیں لیکن ہر ایک لامہ کو بلحاظ اس کے

مشاہدہ کئے یا متواتر میرے سامنے ظہور پذیر ہوئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے ایک ان میں سونے
کی کانیں ہیں جو اکثر مواضع میں واقع ہیں ان کے درمیان دو کانیں زیادہ عجیب ہیں ایک
اس علاقہ میں واقع ہے جس کو مغول التوانچی تبت کہتے ہیں۔ یہاں قبیلہ ڈولپہ کی بعض
شاخیں کام کرتی ہیں۔ لیکن نہایت سردی کی وجہ سے سال بھر میں چالیس روز سے زیادہ
کام نہیں ہو سکتا۔ زمین میں سوراخ بناتے ہیں۔ ان کے اندر انسان داخل ہو سکتا ہے۔
سوراخ بے شمار ہیں۔ اور ان میں سے اکثر سوراخوں کے اندرونی سرے ایک دوسرے
کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ مشہور اس طرح ہے کہ تیس ہزار کنبوں کی تعداد کے آدمی
ان سوراخوں کے اندر ہمیشہ رہتے ہیں۔ بعض مغول جو اسطرف حملہ آور ہوئے انھوں نے
ان اشخاص کو دور سے دیکھا۔ جب وہ ان کے نزدیک پہونچے تو سب کے سب سوراخوں
کے اندر گھس گئے۔ یہ کسی کے ہاتھ نہیں آتے۔ ان سوراخوں کے اندر بھیڑوں کی چربی کے سوا
جو آمیزش سے پاک ہو اور کوئی تیل نہیں جلایا جا سکتا۔ ان سوراخوں سے خاک باہر نکالتے
ہیں اور پانی میں دھوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کان کی ایک چھلنی بھر خاک سے بعض اوقات
دس مثقال (مثقال = ۴ ماشہ) سونا برآمد ہوتا ہے۔ ایک آدمی خود مٹی کھودتا ہے۔ خود
باہر نکالتا ہے اور خود ہی دھوتا ہے ایک دن میں بیس چھلنی خاک کھودتا ہے۔ میں اسے
بعید از تصدیق سمجھتا ہوں۔ مگر اکثر اہل تبت نے بالاتفاق یہ حالات مجھ سے بیان کئے اس لئے
معرض تحریر میں آئے۔

دوسری کان علاقہ کوگہ میں ہے یہ علاقہ بائیس قلعوں اور قریوں پر مشتمل ہے طول اس کا تین پڑاؤ
ہے۔ ہر جگہ خاک طلا ہے جس جگہ کو کھودیں اس کی خاک کو چمڑے کی چادر پر پھیلاتے ہیں اور
سونا نکالتے ہیں۔ سونے کے ریزے عموماً باریک ہوتے ہیں بڑے دانے مسور و ماش کی مقدار
تک بھی ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی بھیڑ کے جگر کے برابر بھی سونے کے دانے ملجاتے
ہیں۔ میں نے کان کوگہ پر رسوم مقرر کر دی یہاں کے رؤسا نے بیان کیا کہ ایک شخص زراعت
کرتا تھا کہ ایک مقام پر ہل پھنس گیا ہر چند زور کیا نہیں نکلا۔ مٹی کو ہٹا کر دیکھا کہ ایک پتھر ہے
اس کے درمیان سونا ہے ہل کا پھل اس جگہ پھنس گیا ہے اس کو اسی طرح چھوڑ دیا اور حاکم کو
خبر دی سب جمع ہو کر گئے۔ پتھر کو توڑا۔ ڈیڑھ سو مثقال تبتی طلائے خالص اس جگہ سے

اسی طرح کثرت ریاضت سے وہ ایسے مرتبہ پر پہونچ جاتی ہے کہ اُسے ازل کی تلقین یاد آجاتی ہے اور حق تعالیٰ و تقدس سے منھ اور زبان کے بلا واسطہ جو کچھ سُنتا ہے وہ سب دل میں آجاتا ہے اور یہ مرتبۂ نبوت ہے کہ جو کچھ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے سُنے اُس کی اشاعت لوگوں میں کرے اسی کا نام دین و ملت ہے اس قسم کی ذات کو موت نہیں ہے اور اُس کی حیات جاودانی اور غایت اُس کی ادام ہے جب تک اُس کی قوت جسمانی قائم رہتی ہے وہ اپنے جسم کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اور جب اُسکی قوت جسمانی ساقط ہو جاتی ہے تو اُس کا بدن محو ہو جاتا ہے اور روحانیت محض باقی رہ جاتی ہے۔ جس شخص کی قوت روحانیت اُس کے مشابہ ہوتی ہے وہ اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ ورنہ محض ان آنکھوں سے جو انسان کے سر میں جڑی ہوئی ہیں اُسے دیکھا نہیں جا سکتا۔

دین سکیامنی کے یہ عقائد ہیں تمام چین کا دین یہی ہے چین میں اُس کو شیغامونی کہتے ہیں اور تبت میں شقسا تو اور شکامونی کہتے ہیں۔

"کتب تواریخ شکامونی میں لکھا ہے کہ سکیامنی ہندوستان کے انبیاء میں سے تھا۔ بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ حکیم یعنی فلسفی تھا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر شخص ایک دین و ملت کے محض قبول کر لینے سے بہشت میں نہیں جاتا ہے۔ بلکہ اپنے اعمال سے بہشت میں جاتا ہے۔ اگر مسلمان نیک عمل کرے اُسے بہشت ملیگی۔ بدعمل کرے دوزخ میں جائیگا۔ یہی حال کافر کا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگ مانتے ہیں مگر اس کے قائل نہیں ہیں کہ کافۂ انام کا فرض ہے کہ اس دین میں داخل ہوں۔ کہتے ہیں کہ تمہارا دین بھی حق ہے۔ اور ہمارا دین بھی حق ہے۔ جس دین میں انسان ہو نیک عمل کرنا چاہیے۔

"کہتے ہیں کہ سکیامنی نے کہا ہے کہ میرے پیچھے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئینگے انہیں سے آخری کا نام جان کسبہ ہوگا۔ یہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے یتیم رہ جائیگا۔ اس کا دین تمام دنیا پر پھیلیگا۔ جس وقت وہ مبعوث ہو تمام خلایق کو اُسکی اطاعت فرض ہوگی۔ اور وہ امت سعادتمند ہوگی جو اُس کے اوپر ایمان لانے میں

علم و فضل کے مختلف نام دیتے ہیں جیسا کہ ہماری زبان میں دستور ہے۔ چنانچہ امام و مجتہد کو لونگپہ و سیجو دا کہتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے بذریعہ ترجمان بہت گفتگو کرتا رہا مگر دقت یہ پیش آئی کہ جب باریکی پر نوبت پہونچی تو ترجمان اس کے سمجھنے اور تقریر کرنے سے عاجز رہجاتا اور بات ناتمام رہتی۔ ان کے عقاید کی بابت جو کچھ معلوم ہو سکا یہ ہے۔

کہتے ہیں حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل آزال میں آغاز فطرت کے موقع پر بوقت تکوین ارواح ہر ایک روح کو جدا جدا جوار قدس میں واصل اور جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی بابت بے زبان طریق پر اور بلا واسطہ تلقین کی ہے۔ اور ارواح کو حسب اقتضائے وقت بدفعات نازل کرکے خاک کے ساتھ مخلوط کیا ہے اور قوائے نشو و نما و قوائے نباتاتی کی آمیزش ان میں خاک کے ساتھ کی ہے چونکہ روح اعلیٰ علیین سے اسفل مراتب میں نازل ہوئی اس میں صفائی نہیں رہی اور بجائے صفائی کے اس پر بے شعوری اور نسیان طاری ہوگیا۔ اب اس نے مرور ایام سے خاک کے خلط سے اجساد خسیسہ میں انتقال کیا یہ انتقال اس کا اگرچہ مرتبہ خسیس میں ہے مگر بوجہ اس کے کہ وہ خاک کے ساتھ مخلوط تھی ایک قسم کی ترقی ہے۔ ہر ایک جسد میں جیسا کہ ہونا چاہیئے ریاضت سے ترقی ہو سکتی ہے اگر ریاضت ایک بدن کے اندر انجام کو پہونچ گئی تو روح اس بدن سے بہتر درجہ کے دوسرے بدن میں داخل ہوتی ہے اور اگر ریاضت میں کمی رہی تو بدتر درجہ کے بدن میں اس کو آنا پڑتا ہے برخلاف اس کے اگر بدن نے بدی کی ہے تو روح پھر خاک میں مخلوط ہوتی ہے کچھ عرصہ تک وہاں معطل رہتی ہے اور اسی طرح سے ایک بدن سے دوسرے بدن میں انتقال کرتی رہتی ہے اور ترقی کرتی ہے یہاں تک کہ جسد انسانی کے مرتبہ پر پہونچتی ہے۔ پہلے پہل جسد انسانی کے ادنیٰ مراتب میں جیسے کہ رعیتی و غلامی وغیرہ ہیں داخل ہوتی ہے اور اسی طرح درجہ انسانی کو بھی طے کرکے جسد لاگی کے مرتبہ میں پہونچتی ہے۔ اس جگہ اگر وہ اس طرح عمل کرے جیسا کہ چاہیئے تو اسے احوال ماضی پر وقوف اور شعور پیدا ہو جاتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے ہر ایک جسد میں کیا عمل کیا ہے جو اس کی ترقی کا باعث ہوا اور کیا کیا ہے جو اس کے تنزل کا موجب ہوا۔ یہ وقوف و شعور مرتبہ ولایت ہے۔

کرے تو موت کے سوا اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ خواہ سینگھ مار دے۔ یا لاتیں مارے
یا نیچے گرائے اگر اس کا موقع نہ ملے تو زبان سے انسان کو اوپر اچھال دیتا ہے۔
اس سے آدمی بیس گز کے قریب ہوا پر چلا جاتا ہے۔ وہاں سے جب گرتا ہے زندہ
نہیں رہ سکتا۔ ایک قطاس بارہ گھوڑوں کا بوجھ ہوتا ہے۔ ایک آدمی اس کے شانے
کو کسی طرح اٹھا نہیں سکتا۔ میں نے ایک قطاس کا شکار کیا۔ اور ستر آدمیوں کے
درمیان اُس کا گوشت تقسیم کیا۔ ہر شخص کے حصہ میں اتنا گوشت آیا کہ ان کے لیے چار
دن کے واسطے کافی ہوا یہ جانور بغیر زمین تبت کے دوسری جگہ نہیں ہے۔

ماہ ذی الحجہ ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۲ء) خان غزوات تبت کی طرف متوجہ ہوا
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حد شمالی تبت جس سے مراد بالتی سے ہے ولایت بالتی بلور
اور بدخشاں کے ساتھ منتہی ہوتی ہے۔ اور شرق زمستانی ولایت یارقند کا ہے اُسکا
مغرب کشمیر ہے۔ اسکندر سلطان کو میرے ساتھ اس مہم پر نامزد کیا۔ اور خود براہ
ختن بطرف الونجی تبت جس سے مراد ڈولپہ سے ہے متوجہ ہوا۔

میں اواخر ذی الحجہ میں روانہ ہوا۔ ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو نوبراہ میں پہونچا
نوبراہ تبت کی ایک وسیع ولایت ہے۔ اس تمام ولایت میں ایک آدمی کو بھیجکر
دعوت عام دی گئی۔ عوام میں سے اکثروں نے اطاعت قبول کی لیکن کل رؤسائے
نوبراہ نے تمرد کیا اور سرکشی اختیار کی۔ ہر ایک نے قلعوں میں پناہ لی۔ اُنکا سب سے
بڑا رئیس بورفستن قلعہ ہوندر میں جو اس ولایت کا سب سے بڑا قلعہ ہے پناہ گیر
ہوگیا۔ میں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور چند روز اسباب قلعہ گیری مجانیق و تورا
وغیرہ کا سامان کیا۔ جب روز معہودہ پر قلعہ کی طرف متوجہ ہوا بورفستن اس حملہ کی
تاب نہ لا سکا۔ اہل قلعہ۔ قلعہ کو چھوڑ کر متفرق طور پر ادھر اُدھر بھاگ پڑے۔ ہمارے
آدمیوں نے تعاقب کیا۔ ایک آدمی بھی جان سلامت نہیں لیجا سکا۔ بورفستن مع اپنے
تمام آدمیوں کے قتل ہوا۔ مقتولوں کے سروں سے ایک منارہ تیار کیا گیا۔ تا کہ
دوسروں کو اس سے عبرت ہو باقی قلعوں میں لشکر بھیج کر پوری طرح قبضہ کیا گیا
یہاں سے ہم نے مربول کی طرف رُخ کیا۔

سبقت کرے۔ میں اپنی امت کو وصیت کرتا ہوں کہ اُس کے ظہور کے زمانہ تک
نسلاً بعد نسل میری یہ وصیت ایک دوسرے کو کرتے رہیں۔ اور صورت اس پیغمبر کی
ایسی ہوگی اُسنے ایک صورت دی ہے کہ سب اُسے یاد رکھیں۔ اس صورت کا بت
پیدا ہوگا۔ اس کے سامنے کل خلایق اس پر ایمان لائیں۔ اس زمانہ میں تمام
بت خانوں میں وہ اصلی بت ہے جسے سامنے بٹھلاتے ہیں۔ اور کل دوسرے بتوں
یا تصویروں کو اُس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ اسی جان کسبہ کی صورت ہے
جان کسبہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق
آتی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ جو کچھ سکیامنی نے کہا ہے وہ ہمارا پیغمبر ہے۔ انہوں
نے جواب دیا کہ سکیامنی نے یہ کہا ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے بعد
آئیگا اور اس ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے اب تک صرف تھوڑی تعداد میں پیغمبر
پیدا ہوئے ہیں اور اکثر ابھی پیدا نہیں ہوئے میں نے اپنی طرف سے بہت اصرار
کیا کہ پیدا ہو چکے ہیں۔ مگر انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

رڈنگہ میں جو تبت کی معتبر ترین ولایت ہے۔ جہاں ماہ فرقیں پیدا ہوتی
ہے میں نے بادشاہ چین کا نشان خط چینی میں دیکھا۔ اُس کے ایک گوشہ میں اس کے
مضمون کو خط تبت میں لکھ دیا ہے۔ اور دوسرے گوشہ میں بلفظ فارسی پاکیزہ خط
نسخ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت بادشاہ خلایق کے لیے نیکی
ارسال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین ہزار سال سے زیادہ گذرے کہ سکیامنی
نے اس مذہب کو شائع کیا۔ اور ایسی باریک باتیں بتائیں جنھیں ہر شخص سمجھ نہیں
سکتا۔ مجھے اس حد تک یاد رہا۔ باقی امور متعلق مرمت بت خانہ ہیں۔ مقصود یہ کہ
تاریخ میں بھی سکیامنی کو تین ہزار سال سے زیادہ بتلایا جاتا ہے۔ اس نشان میں تاریخ
درج ہے جو غیر تاریخ ہجری ہے جو ہمارے درمیان رائج نہیں ہے۔ مگر نشان کی
ظاہری فرسودگی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نشان کو ابھی ایک سو سال نہیں
گذرے ہیں۔ میں رڈنگہ میں ماہ ربیع الاول سنہ ۹۶۰ ہجری (۱۵۵۳ء) گیا تھا۔
قطاس صحرائی ایک جانور ہے نہایت مہیب اور ضرر رساں۔ اگر کسی پر حملہ

ہے تو مناسب یہ ہے کہ مرزا حیدر کے پیچھے چلے جائیں اور اُس جگہ کی مہم غزوہ کو سرانجام دیویں۔ ختن سے واپس ہوا اور جس راستہ سے کہ میں آیا تھا تبت کو روانہ ہوا اثنائے راستہ میں خان کا مزاج بوجہ دم گیری حد اعتدال سے منحرف ہوگیا۔ یہاں تک کہ چند روز بیہوش رہا۔ اور زندگی کی امید بہت تھوڑی رہ گئی۔ اطبا تلیینیات استعمال کرتے تھے۔ جس وقت تلیین طبعی ہوجاتی تھی ہوش میں آجاتا تھا۔ بعد ازاں پھر بیہوش ہوجاتا تھا۔ اُس وقت امرا اور ارکان دولت سے کہتا تھا کہ چونکہ غزوات کے لیے مزاج کی قوت نے وفا نہیں کی ہے اس سے عزیمت میں قصور نہ ہونے پاوے۔ جبکہ زندوں کی مصاحبت سے معزول ہوکر مُردوں کے فرقہ کے ساتھ شامل ہوجاؤں گا مجھے اطمینان رہیگا کہ میں نے اسی راہ میں جان دیدی اور اپنے ارادے کو نہیں توڑا۔ جب تک کہ ایک رمق جان بھی مجھ میں باقی ہے مجھکو دارالحرب کی طرف چلاتے رہو۔ جس وقت جان باقی نہ رہے تمھارا اختیار ہے۔ ان اوقات میں میری بابت دریافت کیا کرتا تھا ان دنوں میں جتنی مرتبہ ہوش میں آیا۔ اسی معاملہ میں تکرار کرتا رہا اور تعجب ہے کہ باوجود شدت مرض کے کسی جگہ توقف نہیں کرتا تھا۔ اور بسبب کثرت برودت ہوا اور قلت پانی و سردی کی شدت اور پانی و چارہ کی قلت کی وجہ سے بالفرض اگر کسی جگہ توقف بھی کرتا تو مرض میں زیادہ سختی پیدا ہوجاتی۔ لہذا کوشش یہی رہے کہ جس طرح ہوسکے ایسے مقام پر پہونچا جاوے کہ دم گیری کم ہو۔ کیونکہ جہاں دم گیری کم ہوئی ہوش آگیا میں اُس کے پاس پہونچا۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد رو پڑا اور کہا کہ اس وقت تمام دوستوں اور فرزندوں میں سے تیرے سوا کسی کا خیال میرے دل میں نہیں آیا الحمد للہ کہ تجھے دیکھ لیا۔ اب میرے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی

اس کے بعد ساعت بساعت صحت اور قوت طبیعت زندگی کے قریب تر ہوتی گئی۔ نوبراہ میں پہونچے تو مزاج میں بالکل صحت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ نوبراہ تک سوار آیا۔ بعد ازاں تمام امرا کو حکم دیا کہ اہل نوبراہ نے مزاحمت اور فساد میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اس وجہ سے نوبراہ میں ٹھہرنا مصلحت نہیں ہے ابھا لیے مریول میں

ولایت مریول یعنی لداخ میں دو حاکم ہیں۔ ایک لچھو غدن اور دوسرا تاشی گن
دونوں ملازمت میں حاضر ہوئے۔ اس اثنا میں موسم خزاں شروع ہو گیا اس موسم
میں تمام ولایت تبت میں سردی اس حد تک پہنچتی ہے کہ اگر اس کی شدت کو
مغولستان کی سردی سے نسبت دی جائے تو چلہ زمستان کی حالت سے اس کا
کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امرانے جو ہمراہ تھے باہدیگر سرگوشیاں شروع کردیں کہ
ولایات تبت میں سے کون سی اچھی جگہ ہے کہ جہاں زمستان کی بھی سختی نہ ہو اور
جانوروں کا چارہ بھی آسانی سے ملتا ہو۔ لوگوں نے کہا کہ اس ملک میں ایسی کوئی
جگہ نہیں ہے۔ بالآخر رائے یہ قرار پائی کہ زمستان کشمیر میں رہنا چاہیے۔ اگر فتح ہو جائے
تو بہت اچھا ہے ورنہ زمستان گذار کر آغاز بہار میں واپس چلے آئیں جب کہ
یہ امر اقرار ہو گیا تو مریول سے اور اُن اطراف سے لشکر تبت مرتب کیا گیا اس سے
اپنے لشکر کا اضافہ کر کے میں کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔

اس اثنا میں ابدال قلی یساول جو کہ معتمدان حجاب خانی سے تھا پہنچا اور
خبر لایا کہ خان بھی اس طرف پہنچ گیا ہے۔ راہ میں وہ تکلیف جو کہ خاصہ اس ملک کا
ہے۔ خان کے مزاج میں سرایت کر گئی ہے منتظر ہے کہ تم بسرعت تمام حاضر ہو جاؤ۔ میں
اسی وقت لشکر کو اسی جگہ پر چھوڑ کر روانہ ہو گیا

پہلے مذکور ہوا ہے کہ خان براہ ختن بطرف ڈولپہ آنے کا قصد رکھتا تھا اور
مجھے بطرف بالتی بھیجا تھا۔ اس وقت گرمی کا موسم تھا۔ خان ایک مہینے کی راہ کو
ختن سے طے کر کے موسم خزاں میں ان اطراف میں پہنچا۔ لوگوں نے جنھیں اس
ملک کے حالات سفر کا تجربہ تھا عرض کی کہ دیر ہو گئی ہے اس کے بعد تمام ندی نالے
اور کولیں یخ بست ہو جائیں گی پانی بھی دستیاب نہ ہوگا۔ ہیزم بھی اس قدر اس
ملک میں نہیں ملتی کہ یخ پگھلا کر جانوروں کو سیراب کیا جا سکے۔ اگر بڑی کوشش کی جائے
تو فقط اس صحرائی کا گوبر اس مقدار میں ملتا ہے کہ فی الجملہ شوربا تیار کیا جا سکے اسی باعث
سے قبل ازیں چند لشکر اس راستہ میں تباہ ہوئے ہیں۔ ان مشکلات کا حال معلوم
ہونے پر خان نے کہا کہ فتح تبت کا قصد کیا جا چکا ہے۔ اگر اس میں اس وقت معذوری

سے واپس ہوا۔ لیکن مہم نوبراہ جس کا انتظام میں نے کر دیا تھا اور خان کے اوپر چھوڑا تھا اسے خان نے قنبر کوکلداش کے ذمہ کیا۔ اس نے اس تمام ولایت کو خراب کیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے تمرد کیا۔ اور محکم مقامات میں چلے گئے۔ قنبر کوکلداش نے ان سب کو تسخیر کیا۔

۵۔ مرزا حیدر کا حملہ کشمیر

میں نوبراہ سے مع امرا اور لشکر جدید کے جو کہ خان نے میرے ساتھ کیا تھا حدود مریول میں پہونچا اور اپنے لشکر کے ساتھ ملا۔ اور آسے ہمراہ لے کر متوجہ کشمیر ہوا۔ راستہ کے کل رؤسائے تبت نے اطاعت اور فرمانبرداری قبول کی۔ اور اپنا لشکر لے کر ہمارے عساکر منصورہ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور تبت بالتی سے بعض اقوام جو کشمیر کے راستوں پر آباد ہیں۔ ہماری راہبر اور مقدمہ لشکر بن گئیں اور فصل خزاں کے وسط میں باہ جمادی الثانی ۹۳۸ھ ہجری (۱۵۳۲ء) درہ کشمیر سے جس کا نام زوجیلا ہے حدود کشمیر میں داخل ہوا۔

قبل ازیں ملکان کشمیر نے لشکر کی روانگی کی خبر سن لی تھی۔ اور پرگنہ لار کے تنگ راستہ کو انھوں نے روک لیا تھا۔ ہم جب درہ سے گذر آئے تو ہم نے تمام لشکر میں سے چار سو واقفکار اور جہاندیدہ و تجربہ کار آدمی منتخب کئے اور انہیں مقدمہ میں بھیج دیا اور اس کی سرداری پر تومان بہادر قالوچی کو جس کا نام بیادل کاشغر کے ذکر میں مذکور ہے مقرر کیا۔ جب تنگ موقع پر پہونچے لشکر کشمیر یہاں موجود تھا۔ اور ایک جماعت تنگی کے اس طرف کشمیری مقدمہ کے طور پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صبح کے وقت ہمارا مقدمہ اس جماعت کے سر پر پہونچا۔ یہ جماعت فرار ہو کر ایک طرف روانہ ہوئی ہمارے مقدمہ نے اسکا تعاقب کیا لشکر کشمیر کو یہ خبر پہونچی تو راستہ کو روکنے کا سامان ان سے نہ ہو سکا اور وہ بھی فرار ہو گئے ان کے پیچھے میں بھی پہونچ گیا اور تمام لشکر اس تنگ جگہ سے بڑی آسانی کے ساتھ گذر گیا دوسرے دن لشکر کشمیر کے اوپر ہمارا نزول ہوا۔

اس موقع پر اوضاع کشمیر اور کشمیر کے حکام و سلاطین کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اصل حکایت زیادہ واضح اور روشن ہو جائے۔

آگیا ساٹی گون نے ملازمت میں توقف کیا اس باعث سے اُس کا ایک قلعہ لینے کے
بعد اُسے قتل کیا اور جب تک کہ میں کشمیر سے واپس ہو کر اُس جگہ حاضر ہوا اُسی کو
اُس نے اپنا صدر مقام رکھا۔

۴ سلطان سعید خاں کا حملہ بلتستان

خاں کے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی۔ مریوں میں اس کی گنجایش نہ تھی مصلحت
ہوئی کہ کیا کیا جائے جو جس کے منہ پر آیا اُس نے کہا میں نے عرض کی کہ جہاں تک
دریافت سے معلوم ہوا حدود تبت میں ایک ہزار سے زیادہ آدمی گذارہ نہیں کر سکتے
اور ایک ہزار جوان کی موجودگی میں یہاں کوئی دم نہیں مار سکتا۔ اس سے زائد لشکر
کے لیے کشمیر کے سوا اور کہیں جگہ نہیں ہے۔ چونکہ کشمیر کے راستہ میں پہاڑی درے
زیادہ ہیں۔ اور ان سے گذرنے کی قوت خاں کے مزاج میں سردست نہیں ہے بہتر
ہوگا کہ ہزار جوان کے ساتھ خان بالتی کی طرف متوجہ ہو۔ اس ملک میں دم گیری کا
اندیشہ نہیں ہے۔ اور پہاڑی درہ بھی نہیں ہے۔ اور مجھے زائد لشکر کے ساتھ کشمیر جانے
کا حکم دیدیا جائے کہ زمستان کشمیر میں بسر کروں بہار میں جو کچھ مصلحت ہوگی اس پر عمل
کیا جائے گا۔ خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ چار ہزار جوان میرے ساتھ کشمیر روانہ کیے
میر دائم علی۔ بابا ساریق مرزا۔ اور چند دیگر معتبران خاص کو میرے ساتھ کر دیا۔
خان موسم سرما میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی۔ اور ملازمت میں
حاضر ہوا۔ دیگر تمام چوپان بالتی نے تردد اختیار کیا۔ بہرام چو کی رہنمائی سے پہلے قلعہ لشکر
کو جو کہ تمام بالتی کا دار الملک ہے اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں اور مال
لشکر فاتح کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا اس کے فتح کرنے سے
خان نے دریغ نہیں کیا البتہ محکم قلعوں اور دروں کو چھوڑ دیا۔
زمستان میں بوجہ کثرت برف کشمیر سے آمد و رفت بند رہی۔ میری طرف سے کوئی
خبر خان کو نہیں پہونچی اس سے بڑا تردد پیدا ہوا۔ اواخر زمستان میں کشمیر سے آدمی
بھیجے گئے۔ اور اخبار فتح پہونچائیں۔ اس سے تردد دور ہوا۔ اوائل بہار میں خان بالتی

اور کھانے پینے کی چیزوں کی دوکانیں جو بازاروں کی زینت ہیں اُن کے بالاخانہ پر
رکھنے کا دستور نہیں ہے۔ شہر کی آبادی بڑے شہروں کے برابر ہے۔

میوہ جات میں ناشپاتی۔ شہتوت۔ اور گلاس۔ آلو بالو کے سوا تمام میوہ جات پیدا
ہوتے ہیں۔ لیکن سیب بہت اچھا ہوتا ہے۔ میوہ نہایت کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔
کشمیر میں توت بہت ہے اُس کے پتوں سے ابریشم لیتے ہیں۔ مگر اس کے کھانے
کا دستور نہیں ہے بلکہ عیب سمجھا جاتا ہے۔ دیگر میوہ جات اپنے وقت پر اتنے زیادہ
ہوتے ہیں کہ خرید و فروخت کا دستور کمتر ہے باغ اور غیر باغ برابر ہیں۔ باغات میں
دیوار کم ہوتی ہے اور میوہ جات اٹھانے سے روکنے کا دستور نہیں ہے۔

عجائبات کشمیر میں سب سے بڑھکر اُس کے بت خانے ہیں جو کل کشمیر میں ڈیڑھ سو
یا اس سے زیادہ ہوں گے۔ یہ عمارتیں گڑھے ہوئے پتھروں کو نیچے اوپر رکھکر تیار کی
گئی ہیں گارے کا استعمال بالکل نہیں کیا گیا۔ چونے کے بغیر سوکھے پتھروں کی دراز ایسی
خوبی کے ساتھ ملائی ہے کہ کاغذ بھی ان کے درمیان نہیں جا سکتا۔ ہر ایک پتھر تین گز
سے آٹھ گز تک لمبا ہے اور حجم اُس کا ایک گز ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے بڑے
پتھر کس طرح اٹھا کر لائے گئے اور کیونکر عمارت کے اوپر چڑھائے گئے۔

ان بت خانوں میں سے اکثر احاطہ کی صورت میں مربع بنے ہوئے ہیں۔ انکی بلندی
بعض مقامات پر تیس گز تک ہوگی۔ اس احاطہ کا ہر ایک ضلع کم و بیش تین سو گز ہوگا۔
اندر کی طرف ستون لگائے گئے ہیں ستونوں کے ماتھے مخروطی اور مربع بنائے ہیں۔ انکے
اوپر تکیے رکھے ہیں۔ اکثر ستون اور اُن کے ماتھے پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے بنے ہوئے
ہیں اور محرابوں کو جو چالیس پچاس گز لمبی ہیں۔ دو دو ستونوں کے اوپر قائم کیا ہے
پہلو کے کمروں کو ایک ایک ٹکڑے کے چار ستونوں پر قائم کیا ہے۔ یہ پیش طاق اندرونی
باہر سے دو ایوان کی شکل پیدا کرتا ہے۔ اس کے اوپر پتھر کے ایک ٹکڑے یا دو ٹکڑوں
کی چھت ہے۔ ہر ایک ایوان کا طول بیس گز اور عرض سات آٹھ گز ہے۔ عمارت کے
ہر ایک حصہ پر ایسی پاکیزہ نقاشی ہے اور ایسے لطیف نقوش اور تصاویر بنی ہوئی ہیں
جن کی شرح نہیں ہو سکتی۔ بعض صورتیں ہنسی کی اور بعض رونے کی بنائی ہیں کہ آدمی

کشمیر دنیا کے بڑے ملکوں میں سے ہے اور مختلف قسم کے لطائف اور عجائب وغرائب کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہے اور اس لئے مختلف زبانوں میں اُس کا ذکر ہے۔ آج بماہ محرم الحرام ۹۵۰ھ ہجری (۱۵۴۳ء) میں اس تمام پاکیزہ ملک کے اوپر متصرف ہوں اور اس ملک کی تمام عجائبات کا مشاہدہ میں نے بچشم خود کیا ہے جو کچھ میں لکھتا ہوں چشمدید لکھتا ہوں۔

مرغزار کشمیر لداخ سے مغرب کی طرف واقع ہے جس قدر حصہ اس کا ہموار ہے طولاً قریب ایک سو کروہ یعنی ۳۳ فرسخ ہے اور عرض میں بعض مقامات پر بیس کروہ اور کمتر مقامات پر دس کروہ ہے۔ اس محدود رقبہ کے اندر اراضیات چار قسم پر منقسم ہیں زراعت آبی۔ بارانی۔ باغ اور بنجر چوتھی قسم بنجر میں سہ برگہ اور بنفشہ انواع اقسام کے پھولوں کے ساتھ اگا ہوا ہے اس رقبہ میں بوجہ رطوبت زراعت اچھی نہیں ہوتی ہے اس لیے اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور یہ خود اس ملک کے لطائف میں سے ہے۔ گرمی کے موسم میں ہوا کی حرارت اس ملک میں کمال لطافت رکھتی ہے چنانچہ پنکھے کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی۔ روح کو تازگی دینے والی نسیم ہمیشہ چلتی رہتی ہے۔ زمستان کی سردی کمال اعتدال میں رہتی ہے باوجود کثرت برف کے پوستین کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس ملک کی سردی حرارت عزیزی کو تازہ کرتی ہے اور دھوپ کی تاب نہیں ہوتی ہے لیکن آگ کی حرارت سے طبیعت کو انکار نہیں ہوتا۔

شہر میں اور اطراف میں عالیشان عمارتیں بہت ہیں۔ بعض پنج منزلہ ہیں ہر ایک منزل میں کمرے حجرے۔ ایوان اور غرفے بنائے جاتے ہیں۔ غرفے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں اور نہایت خوش نما معلوم ہوتے ہیں۔ بازاروں کی سڑکوں اور شہر کے کوچوں میں گڑھے ہوئے پتھروں کا فرش ہے۔ لیکن بازاروں کی وضع شہروں کے دستور کے مطابق نہیں ہے۔ دوکانوں میں بزازی اور خوردہ فروشی کے سوا اور دوکانیں نہیں ہوتی ہیں۔ اہل حرفہ اپنے اپنے مکانوں کے گوشہ میں کام کرتے ہیں بقالی عطاری وغیرہ اور میوہ فروشوں اور عطر فروشوں۔ شربت فروشوں

جو کچھ ہوتا ہے وہ گندہ اور خراب ہوتا ہے اُسے فال بد سمجھا جاتا ہے۔

کشمیر میں دو لو نام ایک جھیل ہے۔ اس کا گرد وہ سات فرسخ ہے زین العابدین سلطان کشمیر نے اُس کے درمیان ایک عمارت بنائی ہے۔ پہلے پانی میں پتھر ڈالے اُس کے اوپر چبوترہ دو سو گز مربع تیار کیا جو دس گز بلند ہوگا۔ اس میں بہت اچھے پتھر لگائے گئے ہیں اس کے اوپر ایک نہایت عمدہ اور خوشنما عمارت بنائی ہے اور درخت نہایت خوبی کے ساتھ لگائے ہیں۔ واقعی ایسی عجیب و غریب عمارت تمام دنیا میں کم ہوگی۔

"اسی سلطان زین العابدین نے اپنے واسطے شہر میں ایک عمارت بنائی ہے جسے کشمیری راجدان کہتے ہیں۔ اس کی بارہ منزلیں ہیں۔ بعض منزلوں میں پچاس کمرے۔ حجرے ایوان اور غرفے ہیں۔ دنیا میں کوئی عمارت اس وقعت اور عظمت کی مثل کوشک ہشت بہشت سلطان یعقوب تبریز میں، و نوشک باغ زاغان و باغ سفید و باغ شہر واقعہ ہرات اور کوک سرائے دعاق سرائے و باغ دلکشا و باغ پولا واقعہ سمرقند اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی لیکن سیاق ولطافت کی وضع جو ان عماتوں میں ہے اس کشمیری عمارت میں نہیں ہے"

"عجائبات کشمیر کے بیان سے پیشتر اپنی فوج کشی کے حالات میں نے یہاں تک لکھے ہیں کہ تنگ راستہ سے گذر کر ہم شہر میں پہونچ گئے۔ اور لشکر کشمیر متفرق ہوگیا اور شہر والے اپنے مکانات چھوڑ کر کوہ و دریا کی طرف چلے گئے اسباب اُن کا سب گھروں میں پڑا رہا۔ میں نے راجدان میں جس کا ذکر ہوا قیام کیا۔ چند روز تک کسی کی طرف سے کوئی اثر پیدا نہیں ہوا۔ چوبیس روز میں اسی جگہ ٹھہرا کہ گھوڑے اور سوار تازہ دم ہوگئے۔ لشکر کشمیر جنوب شہر میں دو فرسخ کے فاصلہ پر ظاہر ہوا۔ اہل رائے نے یہ مصلحت دیکھی کہ حفاظت شہر سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم کو باہر نکلنا چاہیے تاکہ مقابلہ کے لئے موقع مناسب ہاتھ آئے۔ چونکہ کشمیر کا لشکر تعداد میں اور نیز آلات حرب میں ہم سے پُر قوت اور پُر قدرت ہے۔ اسے صرف حکمت عملی سے توڑا جا سکتا ہے لہذا شہر سے کوچ کر کے اُن کے لشکر کے سامنے سے گذر کر بجانب

حیران رہتا ہے۔ درمیان میں اونچی کرسی پتھر سے تراشی ہوئی ہے۔ اس کے اوپر گنبد ہے
جو تمام تر پتھر کا ہے اس کی شرح میں تقریر عاجز اور بیان قاصر ہے۔ دنیا بھر میں اس قسم کی
عمارت نہ دیکھی گئی ہے نہ سنی گئی۔ چہ جائے کہ یہاں ایسی عمارتیں ڈیڑھ سو موجود ہیں۔

شرق کشمیر میں برنگ نام ایک ولایت ہے۔ وہاں ایک پشتہ ہے اس کے اوپر
حوض کی وضع کی پستی ہے۔ اس پستی کی تہہ میں ایک سوراخ ہے۔ سردی بھر خشک رہتا
ہے۔ فصل بہار کے آنے کے ساتھ ہی اس میں پانی اُبلنے لگتا ہے اس طرح کہ دن
میں دو بار یا تین بار پانی جوش مارتا ہے۔ جب حوض بھر جاتا ہے ایک یا دو تین چکی
کا پانی اس پشتہ کی اطراف سے باہر گرتا ہے۔ پھر ٹھہر جاتا ہے اور سوراخ کے بغیر
کسی اور جگہ پانی باقی نہیں رہتا ہے۔ فصل گرما کے گزرنے کے بعد تمام سال خشک رہتا
ہے۔ اس سوراخ کو ہر چند پُر کیا اور گچ اور چونا ڈال کر مضبوطی سے بند کیا لیکن اپنے
وقت پر وہ سب کچھ نکال کر باہر کر دیتا ہے۔ اور جیسے کا تیسا ہو جاتا ہے۔ کسی طرح
اسے بند نہیں کر سکے۔ (یہ چشمہ اب تک اسی طرح کام دے رہا ہے۔ مگر زمانہ اجرائے
مسلسل جاری رہتا ہے اور اس کے پانی سے آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے)

کشمیر میں ایک بڑا موضع ناگام ہے اس میں ایک درخت ہے۔ اُس کی بلندی
بدرجہ غایت ہے۔ یہاں تک کہ اگر آدمی تیر مارے تو شاید ہی اُس کی چوٹی تک پہونچے
اس عظمت و شان کے باوجود اگر ایک باریک شاخ پکڑ کر کوئی اُسے ہلائے تو تمام درخت
ہلنے لگتا ہے۔

کشمیر کی ایک ولایت دیوسر ہے۔ یہاں ایک چشمہ حوض کی طرح کا آٹھ گز مربع
ہے اس کے اطراف میں سایہ دار اور سرسبز درخت نہایت پاکیزہ واقع ہیں اس
چشمہ کی خوبی یہ ہے کہ کوزہ میں چاول ڈالتے ہیں۔ اس کے منھ کو محکم کر دیتے ہیں۔
اور اُس شخص کا نام کوزہ پر لکھ دیتے ہیں۔ پھر اُس کوزہ کو چشمہ کے اندر ڈالتے ہیں۔
یہ کبھی نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ اور کبھی اسی طرح رہتا ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد باہر نکل آتا ہے
اس کا وقت معین نہیں ہے جب باہر نکلتا ہے۔ چاول پختہ اور گرم نکلتا ہے اُسے
فال نیک سمجھا جاتا ہے۔ کبھی متغیر نکلتا ہے اور کبھی مٹی اور ریت نکلتی ہے اور اس کے اندر

محکم مقام پر مورچہ تیار کر کے جم گئے یہ واقعہ ۹۴۸ھ شعبان فصل بہار کا ہے۔ مرزا علی خبث باطن سے اچھے آدمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالتا تھا اور فتح کشمیر کی شرح اور اس کی توضیح بیان کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اصحاب لشکر کے دل کو کشمیر کی طرف سے کلیتہً پھیر دیا۔ ماسوائے میر دائم علی کے جس کے اوپر اُس خبیث کا خبث کارگر نہیں ہوا تمام روسائے لشکر مغول نے میر دائم علی کی خدمت میں متفق ہو کر ظاہر کیا کہ مرزا حیدر سے عرض کرو ہم مغول ہیں ہمیشہ مہمات مغول میں مشغول رہتے ہیں۔ ہمیں الفت اور اُنس ایسے صحرا کے ساتھ ہے جہاں کوئی آبادی نہ ہو۔ قہقہہ چند ویانہ کو بلبل باغی کے ترانے کے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ اپنے مرز و بوم میں بوم شوم کی طرح اپنا گھر ہم نے نہیں بنایا ہے۔ ہمارے مصاحب جنگلی بھیڑیے اور ہمارے حریف جنگلی سور پہاڑوں کی چوٹیاں ہمارے دل پسند مسکن اور کتوں و درندوں کے چمڑے ہمارا لباس جنگلی جانوروں اور پرندوں کا گوشت ہماری خوراک اور کافران بیہوش ہماری بُردی رہے ہیں کشمیر میں جو نمونہ فردوس اعلیٰ ہے ہم کس طرح ٹھہر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر سے کاشغر تک مسافت بہت زیادہ ہے اور راستہ کی سختی اس کے علاوہ ہے کوچ دینہ و نگہ دریہ بہت دور ہے۔ اس مگہ سے دور رہ کر ہمیں اپنی زندگی کا لطف نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ان مہمات و لشکر و عساکر کو ویران کر کے خان کے پاس چلے جائیں اگر خان ہمیں قتل بھی کرے تو ہماری لاش کو ہمارے آدمی لیجائیں گے۔ مغولستان کے سوا اور کسی طرف جانے کی ہمیں تمنا نہیں ہے۔ میں اُن کے اطوار دیکھ کر حیران رہ گیا۔

میر دائم علی سے میں نے کہا کہ اگر کشمیر کے ضبط و ربط میں تساہل ہوا یہ لوگ وہ حرکت کریں گے جس سے سلطنت کی بنیاد اکھڑ جائے گی۔ میر دائم علی نے جواب دیا کہ خان نے کہا ہے کہ علی طغائی امور سلطنت میں اکثر تساہل کرتا ہے بارہا اس جرم کے لیے اسے معذور سمجھ کر رحم خسروانہ سے اُس کی حرکات کی پردہ پوشی کی جا رہی ہے۔ اس دفعہ بھی عادت معہودہ کے مطابق اس نے ارادہ کیا ہے میرے بیٹے اسکندر خان خورد کے ذریعے اس کا خاتمہ کر دو۔ اُس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو کچھ اس نے کیا اس کی گردن پر ہے جب

شرق بگلہ نام ایک جگہ پر ہم نے قیام کیا۔ جمادی الآخر سے شعبان تک ہم بھاگتے پھرتے رہے۔ اس سبب سے لشکر کشمیر مغرور ہو کر دلیر ہو گیا۔ اس حد تک کہ ہم پہلے کوچ کرتے تھے ہمارے پیچھے وہ کوچ کرتے تھے۔ آخر الامر موضع باغیوں میں نسیم فتح و فیروزی نے چلنا شروع کیا اور دشمن کے سر پر خاک ادبار پڑنے لگی۔

ملکان کشمیر کا سرکردہ ملک علی چاڈرمی مع دوسرے ملکان معتبر کے مطیع ہو گیا۔ اور سرکردہ جماعت معدوم ہو گئی۔ باقی لشکر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ اس وقت تقدیر الٰہی سے میرے ہاتھ سے ایک ایسا عجیب کام واقع ہوا کہ مرزا علی طغائی کی شیطنت اور خبث طبیعت معلوم ہوئی۔

مرزا علی نے صلاح دی کہ پہاڑ کے اوپر جو جماعت نکلی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اُس جگہ محکم ہوگی دور اندیشی سے بعید ہے کہ ہم پہاڑ کے اوپر جا کر جنگ کریں۔ لشکر مخالف کے تباہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کے سر کوچ کے ساتھ ہم کشمیر جائیں۔ ناچار اس کی محافظت کے لیے ان کے کوچ کو نیچے اترنا پڑیگا۔ اُن کا جو کوچ ہم سے نیچے آجائیگا اپنے سر کوچ کے ساتھ مل جائیگا۔ باقی معدودے چند رہ جائیں گے اور اُن کی جمعیت متفرق ہو جائیگی اور لڑائی کی ضرورت نہ رہیگی اُس نے اپنی شیطنت مخفی رکھی اور درست راستہ کی طرف سے میری نظر پر پردہ ڈال دیا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر دیا کہ علی الصباح نیچے چلا جاؤنگا میر دائم علی نے رات کے وقت مجھ سے کہا کہ اس جماعت مخالفان کو پراگندہ کر دیا ہے انہیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ میں متردد کھڑا ہو گیا۔ مرزا علی نے پوچھا کیوں کھڑے ہو گئے۔ میر دائم علی نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے بیان کر دیا۔ مرزا علی نے منافقت سے میری طرف دیکھا اور کہا کہ مصلحت کا بدلنا بچوں کا کام ہے۔ مصلحت وہی ہے جو کہ مقرر کر دی گئی ہے۔ مصلحت میر دائم علی کہ عین صواب تھی میں نے چھوڑ دی اور اُس بدکیش کی بات کو جو عین خطا تھی میں نے اختیار کیا اور وہاں سے کوچ کر کے حدود ناگام میں پہونچا۔ دوسرے پڑاؤ پر خبر آئی کہ اس طرف لشکر کے جانے کا راستہ نہیں ہے میں چاڈورہ نام موضع میں ٹھہر گیا اس کوچ کرنے سے لشکر کشمیر کو پوری فراغت مل گئی جو لوگ اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے وہ بھی جمع ہو گئے۔ اور پہاڑ کے اوپر سے اتر کر ایک

تساہل کیا۔ نماز ظہر کے وقت ان کے نزدیک ہم نے نزول کیا۔ ہر شخص نے رات کے وقت اسباب حرب کی تیاری کی۔ علی الصباح تمام لشکر مسلح ہو گیا۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ سہ مرتبہ لشکر اسلام کو اوپر سے پتھر گرا کر انھوں نے واپس کیا۔ آخر الامر مرد اسلام نے کفر کی بنیاد کو جو کوہ کے مانند تھی کاہ کی طرح اڑا دیا اور کفار میں سے اکثر قتل ہوئے۔ اور جو کچھ مال و متاع انکا تھا لشکر اسلام کے حصہ میں آیا۔ اس خوف سے تمام کفار جو کچھ کہ ان کے پاس تھا بطور پیشکش ولایت پوریگ میں لے آئے۔ یہ ولایت بھی تبت کی ایک ولایت ہے اسے لشکر میں برابر تقسیم کر دیا گیا چند نفیس چیزیں منتخب کر کے خان کے واسطے میں نے رکھ لیں اور ہر یول کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں طرح طرح کی فتوحات کے ساتھ خاں کے پاس پہونچا۔ خان مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مصافحہ اور معانقہ سے میری عزت افزائی کی۔ اور تمام حالات دریافت کئے اور سب حال سنکر عنایات خسروانہ میرے حال پر مبذول کیں کہ اس سے پیشتر خواقین جہانگیر کے درمیان چنگیز سے لے کر آج کے دن تک کسی کا ہاتھ کشمیر کے تسلط پر نہیں پہونچا۔ اب تمھاری کوشش سے مساجد کشمیر کے منبر خواقین مغول کے القاب سے مزین ہوئے اس امر عظیم کی بنا پر تمھاری منت خواقین مغول پر فرض عین ہے

میں لشکر سے آگے چلا آیا تھا۔ جملہ امرا اور اسکندر سلطان دوسرے دن خان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مال کشمیر اور چند سکہ جات نقرہ وطلا جن کے اوپر خان کا نام مسکوک تھا خدمت میں پیش کیے۔ ان سب کو خان نے قبول کیا اور حسب عادت تقسیم کر دیے لشکر کی نگہداشت و پرداخت کی مراسم کے بعد امرائے معتبر اور ارکان دولت کو طلب کیا اور کہا کہ جس کسی کو کچھ کہنا ہو بولے۔ سب کی باتیں سن کر مجھے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہماری نیت صادق تھی کہ مہمات غزا بطریق احسن سر انجام دیں۔ اور اسی کے سلسلہ میں بت خانہ اورسانگ کی تخریب بھی واقع ہو جو تمام چین کا قبلہ گاہ ہے۔ اور بادشاہان اسلام میں سے کسی کو بھی اس کے اوپر دسترس

چھوٹے خاں کو اُس کے قتل کرنے کا حکم دیدیا جائے تو کسی کو خباثت اور نفاق کی مجال
نہ ہوگی اور ملک کشمیر کا وہ حصہ جو ابتک خوانین مغل کے ضبط تصرف میں نہیں آیا ہے
اطاعت قبول کریگا۔ اور اُس کی نیک نامی دنیا میں تمھاری طرف عائد ہوگی میں نے
جواب دیا کہ دس سال ہوتے ہیں کہ ہندگان خان نے مہم لشکر و امور عساکر تمام و کمال مجھے
سپرد کیے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تک تمام مہمات خیر و خوبی کے ساتھ انجام پاتی رہی ہیں
کوئی امر جس پر حرف گیری ہو سکے وقوع میں نہیں آیا۔ اگر یہ امر واقع ہو تو اس کا نقصان
میری طرف عائد ہوگا اور قانون شرع میں بھی یہ ناروا ہے۔ اور جب میں نے تامل وغور
سے دیکھا تو ان دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کے بغیر چارہ نہ تھا ایک
قتل مرزا علی طلائی اور فتح کشمیر۔ دوسرے نہ مارنا اور کشمیر سے واپس ہونا پس کشمیر
چھوڑنے پر میں راضی ہوا اور ملوک کشمیر کے ساتھ مصالحت کی بنیاد رکھی عقلمندوں
کی نصیحت کو میں نے نہیں مانا جس کا وبال آخر میں مجھے اُٹھانا پڑا۔

ملک علی مقتول کے بعد اُس زمانے میں سلطنت کشمیر محمد شاہ کے نام پر تھی۔ اور
ملک ابدال ماگرے و حسن چک و لوہر ماگرے اور ریگی چک بھی تھے ان کے ساتھ صلح
کی گفتگو کی گئی تو انھوں نے باور نہیں کیا کہ ملک لے کر چھوڑنا کس بیوقوف کا کام ہو
سکتا ہے۔ الجملہ سکہ اور خطبہ خان کے نام نامی کے ساتھ مزین کیا۔ کشمیر کا مال جو مغول
نے لے لیا تھا چھوڑ دیا۔ اور محمد شاہ کی ایک شاہزادی اسکندر سلطان کے واسطے
لی اور مغول کے دستور کے مطابق دوستی قائم کی گئی میر دائم علی نے ابدال ماگرے
سے اور مرزا علی طغائی نے لوہر ماگرے سے اور بابا سادیق مرزا نے کاجی چک سے
اور میرے چچازاد بھائی محمود مرزا نے ریگی چک سے ملاقات کی اور باہم گر تحفے
تحائف کا لین دین ہوا۔ اور شوال کے آخری دن براہ لار جس راستے سے کہ ہم آئے
تھے واپس روانہ ہوئے۔

جب حدود تبت میں پہنچے تو اہل تبت نے استقبال کیا اور پیشکش لائے۔
لیکن اہل کرتے جو تبت کی ایک ولایت ہے اس ولایت میں ایک تنگ اور پیچیدہ درہ
ہے یہ اس درہ کے گھمنڈ پر تمرد سے پیش آئے۔ اور مال کے ادا کرنے میں انھوں نے

(۶) سلطان سعید خاں کی لداخ سے واپسی اور موت

جبکہ مہات اور سانگ میرے سپرد کر کے خاں خود مرپول تبت سے متوجہ یارقند ہوا۔ میں لبطور مشایعت ایک منزل تک گیا۔ اور وہاں سے رخصت ہوگیا۔ چار روز بعد خاں نے دست مبارک سے تحریر فرمایا کہ درہ ساگری سے گذرتے وقت طبیعت میں ضعف پیدا ہوگیا۔ بعد نماز عید الضحیٰ یہاں سے کوچ ہوگا۔ بعد عید الضحیٰ یہاں سے روانہ ہوا اور وہ موراذاست سے گذرا۔ اس ہوائے دوزخ نشاں کی سمیت مزاج شریف میں سرایت کر گئی۔ مزاج میں انحراف پیدا ہوگیا۔ اس جگہ سے جہاں تک کہ مرض دم گیری پیدا ہوتا ہے آٹھ دن کا راستہ ہے امرا نے اتفاق کیا کہ تیزی اور سستی دونوں مضر ہیں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ جہاں دم گیری کا مرض نہیں ہوتا ہے وہاں ہر حال پہونچ جائیں امرائے بدرائے نے جن کا سردار مرزا علی طغائی تھا بادشاہ کو اس مرض کی حالت میں گھوڑے پر سوار کر کے تیز چلایا۔ آٹھ دن کے راستہ کو چار روز میں طے کیا۔ نماز ظہر کے وقت اس موقع سے جہاں مرض دم گیری کمتر ہوتا ہے تین فرسخ نیچے پہونچ گئے اس وقت طبیعت کی قوت مرض کی شدت کی وجہ سے ساقط ہوگئی اور طبیعت بالکل مغلوب ہوگئی۔ اور اس بادشاہ درویش نہاد صاحب عدل وداد کی روح پرواز کر گئی۔ یہ واقعہ ۱۰ ذی الحجہ ۹۳۹ھ ہجری (۱۵۳۳ء) کا ہے۔

اس واقعہ کے بعد نامبارک زمانے نے عجیب و غریب شعبدے ظاہر کیے مرزا علی طغائی اور خواجہ شاہ محمد دونوں پکے شیطان تھے۔ انھوں نے آپس میں اتفاق کر کے یادگار محمد کو جو مرزا علی طغائی کا داماد تھا رشید سلطان کے پاس اشتو میں بھیجا۔ اور کذب و باطل خاں مرحوم کے اوپر افترا کر کے ایک عرضداشت لکھی جسے خاں کی وصیت کا نام دیا کہ خاں نے بوقت نزع فرمایا ہے کہ مجھے غزوات تبت کا داعیہ نہ تھا۔ سید محمد مرزا اور مرزا حیدر نے اس سعی کی طرف مجھے تحریک کی۔ میں اپنے بیٹے عبدالرشید سے راضی نہ ہونگا جب تک کہ وہ انھیں قتل

میسر نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ کسی اہل اسلام کا گذر بھی وہاں نہیں ہوا ہے لیکن میری قویٰ
میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ تمھیں چاہیے کہ مجھکو خدا کے سپرد کرو۔ اور میری طرف سے
کمر باندھکر اس بت خانہ کی تخریب کے لیے کوشش کرو۔ میں وطن کی طرف واپس جاتا
ہوں۔ جملہ امور تمھارے سپرد ہیں۔ مجھکو اور اپنے چچا کو چونکہ دونوں بڈھے ہو گئے ہیں
گوشہ عبادت میں چھوڑ دو۔ اور اس سلطنت کی مہمات کو اختیار کرو تاکہ ہم دعاے خیر
سے تمھاری مدد کریں اور تم کار خیر سے ہماری مدد کرو۔ اور اس مضمون کا فرمان صادر
کیا کہ مرزا حیدر مختار ہے جسے چاہے اپنے ساتھ لیجائے۔

جب فرمان شاہی اس طرح صادر ہوا تو میں نے کل امراے کلاں کو واپسی
کی اجازت دیدی صرف بھائی عبداللہ مرزا اور چچا کے بیٹے محمود مرزا کو ساتھ لیا
اور جانکہ مرزا و بھرکہ مرزا کو جن کا ذکر پیسال کا شغر میں آچکا ہے اس لشکر میں مقرر
کر دیا۔ تمام لشکر سے ایک ہزار جوان میں نے منتخب کئے اور اس مہم پر میں متوجہ
ہو گیا۔

ذی الحجہ سے چھ دن گذرے تھے کہ روانگی کے دن تخلیہ میں خان نے مجھے
طلب کیا اور ملبوسات خاصہ میں سے جو کچھ کہ حاضر تھا مجھے عطا کیا۔ اور اس کے علاوہ
چند گھوڑے بھی عطا کیے اور ایک میان جید مع بیست قبض کے جو کہ خاں کے اپنے
دست مبارک کی اختراع تھے اور نہایت نادر بنے ہوئے تھے ایک غلاف میں
رکھکر دست خاص سے مجھے عطا کیے اور فرمایا کہ یہ میری دستکاری میں سے ہیں
بسبیل یادگار تمھیں سپرد کرتا ہوں کہ سلامت واپس آؤ اور اس امانت کو جو تبرک
کے طور پر تمھاری حفاظت میں سپرد کرتا ہوں مجھے واپس کرو اور فرمایا کہ ہر حالت
میں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور کل کام خدا کے ہاتھ میں سپرد کرنے چاہئیں۔
تم کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ پھر بسلامت تمھارے ساتھ
ملاقی ہوں گا۔ امید ہے کہ اس امر میں تم پوری کوشش کروگے۔ اور تمھاری
نیک نامی جو فتح کشمیر سے ہوئی ہے دو چند ترقی پائے گی۔ اس کی منت میری
جان پر ہے اس طرح کی طول طویل باتیں کیں اور مجھے اجازت دے کر خود

پہلی تاریخ محرم کو موضع یاراسیں پہونچے۔ انھوں نے اہل تبت میں سے ایک جماعت کثیر کو تاخت وتاراج کیا۔ قریب تین لاکھ کے بھیڑ و فوج کے ہاتھ آئے اور بردہ گھوڑے اور اسباب بھی بہت دستیاب ہوا۔

یکم ماہ صفر سنہ ۹۴۰ھ ہجری کو قلعہ گردوق کی طرف روانہ ہوئے۔ انھیں بھی تباہ کیا ان لوگوں نے راجگان ہندوستان میں سے ایک راجہ سے التجا کر کے تین ہزار ہندی منگوائے تھے۔ اسکندر سلطان مع میرے بھائیوں کے دو سو آدمی لے کر اُن کی طرف متوجہ ہوا۔ خان اس قدر تیز بڑھا کہ ان دو سو آدمیوں میں سے بہت تھوڑے اس کے ساتھ پہونچے۔ میرا بھائی عبداللہ جو کہ دلیر آدمی تھا اور قبل ازیں خاں کی ملازمت میں باتی میں اُس نے کارہائے نمایاں کیے تھے اور انعام واکرام حاصل کیا تھا اسی مغروری کی وجہ سے لشکر وعسکر کی اُس نے پروانہ کی اور صرف تین آدمیوں کو ہمراہ لے کر بے تحاشا تین ہزار سپاہ کے قلب پر حملہ کر دیا۔ ان لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اس حال میں میرا چچازاد بھائی محمد مرزا چار آدمی لے کر وہاں پہونچ گیا۔ بھائی کو اس جگہ دیکھکر اس مہلکہ سے اُسے نجات دلائی۔ عبداللہ نے دوبارہ حملہ کیا پھر محمود مرزا اُس کی خلاصی کے لیے آگے بڑھا۔ دونوں کو لوگوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ پانچ آدمی اور بھی اس حال میں پہونچ گئے۔ اس حالت میں عبداللہ مرزا کو ان لوگوں نے پارہ پارہ کر دیا اور اس کی زرہ اور جامہ کا ٹکڑا ٹکڑا کر کے یہ لوگ لے گئے۔ میں نے اس کا پورا انتقام لیا پھر اس مصیبت پر صبر وشکر کر کے چند روز چراگاہ میں ٹھہر گیا جب کہ سواری اور باربرداری کے گھوڑے قوی ہو گئے تو غنیمت جو کہ ہاتھ آئی تھی اُسے ساتھ لیا۔ اور نو سو سپاہ لشکر سے منتخب کی اسے لے کر متوجہ اورسانگ ہوا۔ مریول و تبت سے دو ماہ کی راہ طے کر کے میں ایک مقام پر پہونچا جہاں ایک بڑی جھیل واقع ہے۔ اس کا گرداگرد چالیس فرسخ ہوگا۔ اور اس کے کنارے پر ایک قلعہ ہے جسے ژنگ تیوئک کہتے ہیں۔ رات کو اس جگہ قیام کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ گھوڑے سب بے دم ہیں۔ تھوڑے جو باقی رہ گئے تھے پریشان ہیں میرے پاس ستائیس گھوڑے فالتو تھے سب مر گئے۔ یہ دم گیری کی بیماری سے ہوا۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ جب

نہ کریگا اور جب تک وہ زندہ ہیں ہمیں سلطنت میسر نہ ہوگی۔ اور اسی قسم کے کلمات دروغ
و مزخرفات جو سالہا سال سے ان کے دل میں تھے جوڑ کر ارسال کر دیے۔ ایک اور آدمی کو
میرے چچا کے پاس بھیج دیا کہ خان کا واقعہ اس طرح ہوا جو کچھ اشارہ ہو اُس کے
مطابق عمل کیا جائے۔ اور اس پر قسمیں دیں اور سوگند ہائے غلیظ درج کیں۔ میرے چچا
کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ یارقند میں آیا۔ اور مراسم تعزیت حسب دستور مغول بجا لایا
عبدالرشید خان ماہ ذی الحجہ کے آخری روز یارقند پہونچا۔ میرا چچا مع اکابر امرا استقبال کے
لیے گیا۔ اور یہ صلاح دی کہ مہینے اور سال کے آخری دن نزول اجلال نیک نہیں ہوتا بہتر
ہے کہ کل ماہ محرم کی پہلی تاریخ بروز پنجشنبہ ۹۴۰ھ ہجری کے پہلے دن تشریف ارزانی
فرمائیں۔ امرا جو پہلے گئے تھے انھیں پتہ لگ گیا کہ مرزا طغائی خفیہ طور پر رشید خان کے
پاس گیا تھا۔ اور اُس سے کہا ہے کہ سید محمد مرزا نے میرے ساتھ اور امرا کے ساتھ یہ فیصلہ
کر لیا ہے کہ رشید سلطان جس وقت پہونچے اپنے باپ کے پہلو میں پہونچا دیا جائے اور
اسکندر سلطان کو جو تبت میں ہے خانیت پر مقرر کیا جائے۔ صبح کے وقت رشید
سلطان باپ کے مزار کی طرف متوجہ ہوا اور میرے چچا نے لباس ماتم اختیار کیا۔ خلاصہ
یہ کہ میرا چچا اور تمام عزیز و اقارب قتل ہوئے اور مرزا علی طغائی کا زور ہو گیا۔" ان واقعات
کی تفصیل کو چھوڑ کر میں مرزا کی مہم اور سانگ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۷۔ مرزا حیدر کی مہم اور سانگ (تبت اصلی)

جب خان دارالملک یارقند کی طرف روانہ ہوا اور بندہ کو رخصت کیا۔ میں
ذی الحجہ کے عشرہ میں عیدالضحیٰ مریول میں کرکے بت خانہ اور سانگ کی طرف روانہ
ہوا۔ جب آٹھ دن کی راہ طے کی تو اس سرزمین میں اہل تبت میں سے کوئی آدمی نہ ملا۔
لوگ سب قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ یہ قلعے دشوار گذار پہاڑیوں کے اوپر واقع ہیں
اور اس دشواری کی وجہ سے قدرتاً محکم ہیں اس سختی کے مقابلہ میں اُن کی تسخیر کا فائدہ
بصورت ان کے ماحصل کے بہت کم تھا۔ اس لیے سکندر سلطان اور بھائی عبداللہ مرزا
اور میرا چیرا بھائی محمود مرزا اچھے اور مضبوط جانوران سواری و باربرداری لے کر تیز روانہ ہو گئے

تعلق رکھتے تھے جنگ میں ممتاز رہے تھے بعض ان میں سے دودھ شریک بھائی تھے جنہیں کوکل داشی کا لقب حاصل تھا۔ ان کی طرف سے بے وفائی محال معلوم ہوتی تھی یہ سب اس طرح بھاگ گئے جیسے ستاروں کا لشکر شہسوار خورشید کے سامنے سے کافور ہوتا ہے کل اہل اعتماد ستاروں کی سپاہ کی طرح ناپدید ہو گئے۔ خان احمد جو میرا شیر پدر تھا شاہ محمد کوکلداش کے ساتھ جو اُس جماعت کا افسر تھا پانچ اور شاگرد پیشہ آدمیوں کو لے کر آیا اس سے تنہائی کی وحشت دور ہوئی تھوڑی دیر بعد سکندر سلطان اور میرے چچازاد بھائی کے ساتھ پچاس جوان اور جمع ہو گئے۔ انھیں ساتھ لے کر میں مریول کی طرف روانہ ہوا۔ شدت سردی کی وجہ سے اس جماعت میں سے چالیس آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کان وناک اُڑ گئے پچیس دن میں ہم مریول میں پہونچے۔

۸۔ مرزا حیدر کا بحالت تباہی لداخ واپس پہونچنا

چوبان مریول ٹاشی گون (اس میں کچھ مغالطہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر ٹاشی گون کو مرزا کے بیان کے مطابق سلطان سعید خاں نے لداخ پہونچنے پر قتل کر دیا تھا تو اس موقع پر وہ بذات خود حاضر نہیں ہو سکتا ممکن ہے اس کا جانشین حاضر ہوا ہو۔ یا یہ کہ ٹاشی گون در اصل قتل نہیں ہوا بلکہ اسے صرف تنبیہ کی گئی تھی۔ بہرحال جو کچھ مرزا نے لکھا ہے میں نے اسے درج کر دیا ہے اس کی تنقید میں نہیں کر سکا) ذلۃ چنداں باوجود اسکے کہ ہماری طرف سے اسکے حق میں سختی اور غارت ہوئی تھی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدمات انجام دیں۔ اور معذرت کی کہ باپ دادا سے نے کر تمہاری رعیت اور پروردہ احسان ہیں اگر تمہاری طرف سے ہمارے حق میں کوئی تنبیہ ہوئی وہ وقت گذر گیا۔ اس وقت چوبان تجبت میں سے جس شخص نے کوئی خدمت کی ہے خوف سے کی ہے۔ اب ہم خدمت اعتقاد اور راستی کی بنا پر کرتے ہیں تاکہ تمھیں ہمارے اخلاص کا حال معلوم ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ابھی مرزا کی طاقت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا الغرض مرزا کا بیان ہے کہ اہل قلعہ نے جو مریول کا دارالملک ہے پیشکش دے کر نے میں آ لے۔ فی الجملہ اطمینان

نسیر احمد

یہاں سے روانہ ہوئے تو صرف پانچواں حصہ لشکر کا سوار تھا۔ باقی سب پیادہ تھے۔ دوسرے
دن ایک دشت کو تاخت کیا جس کا نام مذکور نہیں ہے، یہاں کے لوگ حکایت کرتے
ہیں کہ یہاں سے بگارہ تک جو بیس دن کا راستہ ہے۔ یہاں بہت بردے ہاتھ آئے
میرے لشکر میں اب قابل رفتار گھوڑوں کے سواروں کی تعداد صرف نوسے رہ گئی تھی
چار روز کی راہ اور چل کر اسکبرق نام ایک موضع کو تاخت کیا۔ ایک لاکھ گوسفند بیس
ہزار قطاس اور اسی اندازہ پر بردے ہاتھ آئے اسکبرتی سے اور سانگ تک آٹھ
روز کی راہ رہ گئی تھی چونکہ لشکر کے سب گھوڑے مرچکے تھے واپسی کی مجبوری ہوئی
چھ روز کے بعد لشکر کو جمع کر کے مراجعت اختیار کی گئی۔ یہ واقعہ ۲۰۔ ربیع الاول
کا ہے۔ جمادی الاول کے آخری دن تا م لیق میں جو مریول سے بیس دن کی راہ
کے فاصلہ پر ہے معززین کوگر نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ کوگر تبت کی بڑی ولایت
ہے یہاں سب پر جزیہ مقرر کر دیا جائے اس لیے تام لیق سے روانہ ہو کر کوگر پہونچے
یہاں تین روز قیام کیا۔ لوگوں نے مراسم خدمات پوری کیں۔ جزیہ تین ہزار مثقال تبتی
جس کی ایک مثقال برابر ڈیڑھ مثقال شرعی کے ہوتی ہے۔ مقرر کیا راستہ میں
لشکر کی تباہی کی خبر پہونچی جس کے حالات حسب ذیل ہیں۔

جب رشید سلطان کو مہات قتل اور خویش و اقربا کے آزار سے فراغت ہوئی
تو اُس نے تبت میں اپنے آدمی کے ہاتھ دو خط روانہ کیے۔ ایک اپنے بھائی اسکندر
سلطان کے واسطے جس کا مضمون یہ تھا کہ ولایت تبت ہم نے تم کو عطا کی۔ مرزا حیدر
اور محمود مرزا بھی اُسی جگہ رہیں۔ اور دوسرا خط کل لشکر اور ہر جماعت کے نام اس مضمون
کا بھیجا کہ جو شخص تبت میں ہے اگر وہاں سے علیحدہ ہو کر یارقند نہیں آئیگا تو اُس کے
اہل و عیال کو یارقندی خانہ بدوشوں کے ہاتھ گھوڑوں کے عوض فروخت کر دیا جائیگا
یہ خطوط جس وقت پہونچے میں کوگر میں تھا۔ اہل لشکر اس دھمکی کی وجہ سے یکبارگی
یارقند کو روانہ ہو گئے۔ اسکندر سلطان اور محمود مرزا بھی معدودے چند آدمیوں کے
ساتھ بھاگ گئے۔ میں بھی دو دن بعد اُن کے پاس پہنچ گیا۔ میرے ساتھ ایک سو جوان
سے زیادہ نہ تھے۔ یہ سب سردار لشکر تھے۔ اور باپ دادے سے ہمارے خاندان کے ساتھ

کہ سورد کے کفار اس کو گوارہ نہیں کرتے ہیں کہ کوئی شخص ان کی جگہ کو اور ان کے درہ کو دیکھے انھوں نے معذرت کی کہ جو کچھ مال واجبی ہے ہم ابھی منزل پر پہونچائے دیتے ہیں ان کے ملک میں آنے کی ضرورت نہیں ہے مگر صبا دقضا وقدر نے جو سے عقبت دنیادی دانہ اجل کے پھندے میں ڈال دیا ہے اس سے کسی مرغ زیرک کو رہائی نہیں ہے۔ قوداش منت وساجت کر کے چلا گیا سورد کے لوگوں نے ایک تنگ راستہ میں بے وفائی سے بغیر جنگ کے چوبیس نفر معتبر کو مار دیا۔ اگرچہ لشکر قریب ایک نفر کے میرے ساتھ تھا مگر بوجہ عدم استطاعت اور آلات کی کمی کے بدلہ نہ لے سکا اور دل ہی میں پیچ وتاب کھا کر بالتی سے بطرف تبت زانسکار نام ولایت میں چلا گیا یہاں کے لوگوں نے ابھی فصل درو نہیں کی تھی۔ اور اس ولایت میں محصول کا وقت ابھی نہیں آیا تھا کہ میں پہونچ گیا محصول کی فراہمی تک میں وہاں ٹھہرا اور محصول ٹبائی جنسی کے طور پر لیا گیا۔

اس اثنا میں ایک بالتی جوان تنگی اسکاب نام جو خدمت کرتا رہتا تھا آیا اور ظاہر کیا کہ قاتلان قوداش میں سے بعض اشخاص پر وہ وقت آگیا ہے کہ ان کے اوپر تاخت کی جائے۔ ان کے اہل کو بردہ بنایا جائے اور اُن کے مردوں کو تہ تیغ کیا جائے اس لیے میں نے اُن اشخاص کو جن کے دل میں پوری قوت ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی مریول کو واپس کر دیا۔ اور خود قوی تر اشخاص کو ساتھ لے کر بطرف سورد روانہ ہو گیا اور اشخاص مطلوبہ کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کی غرض سے جو ہم سے ایک دن کی راہ کے فاصلہ پر بتلائے گئے تھے میں نے اپنے چچا زاد بھائی محمود مرزا کو بھیجا تاکہ اُس کے ڈر سے وہ خطرہ والی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف واپس ہو جائیں وہ رات کو وہاں پہونچ گیا۔ چونکہ جگہ پُرخطر تھی رات کے وقت اُس نے اپنے گھوڑے کو نزدیک رکھا خواب کی حالت میں گھوڑا چرتے چرتے اُس کے سر کے پاس پہونچ گیا اُسنے گھوڑے کو مارا کہ دور چلا جائے۔ گھوڑے نے اُس کی پیشانی پر لات ماری جس سے اُس کی پیشانی کی ہڈی گھوڑے کے سم کی مقدار میں اندر دھنس گئی۔ دوسرے دن میرے پاس آیا۔ میں نے اُس کا زخم دیکھا۔ رسم جراحان مغول کے مطابق

حاصل ہوا لشکر سے بھی چند آدمی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ مولانا درویش بھی
انھیں میں تھا وہ مخدومی خواجہ یوسف کے ملازمین میں سے تھا اور پاک نہاد
مسلمان تھا۔ زبان تبتی خوب جانتا تھا اور چوپان تبت کے ساتھ اس کی دوستی تھی
ان کے ساتھ جو کاروبار ہوتے تھے انھیں بہترین طریقے سے ان کے پاس پہونچاتا تھا اور
کشمیریوں میں سے ایک شخص حاجی نامی نے ملازمت اختیار کی۔ لشکر جو بھاگا تھا اُس کو
راستہ میں بہت سختیاں پیش آئیں۔ اُن کا جانا مشکل ہو گیا۔ اور تمام مال اُنکا تلف ہو تقریباً
ڈیڑھ سو آدمی سردی سے مر گئے۔ باقی نیم مردگی کی حالت میں یارقند پہونچے اور ایک جماعت
خراب و خستہ حالت میں واپس ہو کر مریوں میں آگئی۔ اس سے پھر پانچ سو کی جمعیت ہو گئی
اور قریب دس ہزار بھیڑ و بھی جمع ہو گئے۔ اور زندگی آرام سے گذرنے لگی۔
مریوں پہونچنے سے پہلے خان احمد انگہ اور شاہ محمد کو کلداش کو چند تحایف کیساتھ یارقند
میں رشید سلطان کے پاس میں نے بھیج دیا تھا۔ اور سابقہ عہد و پیمان کی بابت پیغام بھیجا
تھا اور چند نشانی جو ایک دوسرے نے بطور شہادت کے دی تھیں بجنسہ ارسال کر دی
تھیں جب زمستان آخر ہونے لگا رشید سلطان نے اس خان احمد انگہ کے ساتھ جو میرا
کو کلداش ہے حسن دیوانہ کو میرے پاس بھیجا اور اظہار معذرت و ندامت کیا کہ از رہے
جہالت جو کچھ کہ ہوا دنیا اور آخرت میں موجب خجالت ہے۔ تمھارے اس طرف طلب
کرنے میں فی الحال معذور ہوں۔ مولانا قوداش کو دو سو نفر کے ساتھ ملازمت میں
بھیجا جاتا ہے۔ ملازمان میں سے جو لوگ یہاں آئے ہیں اگر واپس جانا چاہیں ان کے
ساتھ کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ اور ایک گھوڑا اور کچھ تحفے بھی ارسال کئے۔ اس
واقعہ سے کسی قدر اطمینان ہوا اور تبت کے اکثر لوگوں نے اطاعت قبول کی۔
اُس زمانے میں مولانا قوداش آ گئے۔ اُن کے ساتھ میرے ملازمان معتبر سے
بھی چند نفر چلے آئے اس جماعت کی امداد سے میں بالتی کی طرف متوجہ ہوا۔ کل
بالتی نے اپنے مال واجبی کو بوجہ احسن ادا کر دیا۔ سورو جو بالتی کے علاقہ میں سے بے
استحکام میں اس تمام ملک میں فوقیت رکھتا ہے اس ولایت سے تحصیل مال کے لیے
مولانا قوداش نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں اسپر راضی نہ ہوا۔ کیونکہ مجھے خبر تھی

حاصل کرکے یارقند کو چلے گئے۔ مولانا محمد مذکور کو اس کافر نے اُس کا سخت سی کر مار دیا ان حالات میں مہم سورو بالکل ناکام رہی۔

"میں محمود کی لاش کو مریول میں لایا۔ اور وہاں سے کاشغر میں اپنے اجداد کے مقبرہ میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ تبت کے موسم خزاں کا ہے کہ میں مریول میں واپس پہونچا موسم زمستان کو میں نے سخت تکلیف میں بسر کیا۔ بہار آئی تو گھوڑوں کے خاطر ستر آدمیوں کو لے کر تلوق نام ایک چراگاہ میں چلا گیا جو چارہ کی قوت کے لیے تمام تبت میں مشہور ہے۔ وہاں قطاس صحرائی اور دیگر جنگلی جانوروں کے شکار سے اوقات گذاری کرتا رہا۔ اور واپس آگیا۔ اسکندر سلطان کو ایک جماعت کے ساتھ مریول میں چھوڑ کر گیا تھا۔ جب سب اکٹھے ہوئے اور گھوڑے فربہ اور توانا ہو گئے لوگوں کو فلاکت اور محنت کی طاقت نہ رہی۔ یکبارگی یارقند کو چلے گئے۔ صرف پچاس آدمی اُن میں سے میرے ساتھ رہ گئے۔

اس اثنا میں جان احمد اتکہ جسے میں نے دو سال پیشتر اور ساتگ سے لشکر کے واپس آنے کے وقت رشید سلطان کے پاس بھیجا تھا یارقند سے واپس آیا اور پیغام لایا کہ تبت میں نہ ٹھہریں۔ میرے توقف کا سبب یہی تھا کہ اگر خود بخود کسی طرف چلا جاتا تو عہد شکنی میری طرف عائد کی جاتی اب جبکہ تمام عہد و میثاق کو بالائے طاق رکھ کر مجھے صاف حکم بھیجا تو میں جان احمد اتکہ کے پہونچنے کے ساتھ ہی روانہ بدخشاں ہو گیا"

۹۔ لداخ سے مرزا حیدر کی واپسی

الغرض سلطان سعید خاں مغل کا حملہ تبت کشمیر دلہاسہ ان حالات میں باوجود فتح کرنے کے بالآخر بالکل ناکام ثابت ہوا۔ اور اُس کے قابل اور جانباز اور مدبر سپہ سالار کو ایسے اعلیٰ کارناموں کے بعد بے خانماں ہو کر ملک مفتوحہ سے بے یار و مددگار نکلنا پڑا جس کے حالات فاضل مصنف اس طرح بیان کرتا ہے۔

"اوپر مذکور ہوا کہ سات سو نفر میں سے صرف پچاس آدمی میرے ساتھ رہے باقی سب یارقند کی طرف فرار ہو گئے اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ تبت کے راستے چارہ اور

ٹوٹی ہوئی ہڈی کو میں نے پکڑا اور علاج میں مشغول ہوا۔ اس واقعہ کو میں نے تشنگی اسکاب کے اوپر ظاہر کیا۔ اُس نے جواب بھیجا کہ چونکہ تمہارے آنے سے خوف پیدا ہوا ہے اگر چند آدمیوں کو روانہ کرو تو سورو پر قبضہ کرکے جو غنیمت حاصل ہو اُسکا خمس ملازمت میں بھیج دوں گا۔ یہ بھی میری خدمت ہوگی۔ زانسکار جہاں میری اقامت تھی اور سوت کے درمیان میں پانچ دن کی راہ پر تشنگی اسکاب کا گھر ہے میں نے مولانا درویش محمد قراباغ کو جو پان تبت کے ساتھ دوستی رکھتا تھا اور نور علی دیوانہ کو جو اس کا شاگرد تھا اور راستہ سے واپس آیا تھا سردار بنایا اور ان کے ساتھ ستر آدمی کرکے بھیج دیے۔

قریب دو ماہ گذرے تھے کہ محمود کا زخم تمام منھ کے اوپر پھیل گیا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے اب زانسکار میں اُس کا ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ محمود کو ناچار میں نے مریول میں بھیدیا اور خود زانسکار میں ٹھہرا کہ محمود مریول میں صحیح وسلامت پہونچ جائے پھر میں سورو کی طرف متوجہ ہوں تاکہ معاش کی کوئی صورت پیدا ہو۔ محمود جب اس جگہ پہونچا جہاں گھوڑے نے اسے لات ماری تھی رات کو وہاں ٹھہرا صبح سوار ہونے کے وقت اُس نے اپنے سر کو کھولا کہ مرہم لگائے۔ سردی اُس کے دماغ میں سرایت کرگئی اور اُس کے اوپر غنودگی طاری ہوئی۔ بیہوش ہوگیا نماز ظہر کے وقت میرے پاس آدمی پہونچا اور یہ خبر دی۔ میں بسرعت تمام اس طرف متوجہ ہوا۔ آدھی رات کو وہاں پہونچا۔ دیکھا بیہوش تھا۔ دوسرے دن اُسے ہوش آیا۔ بالکل ٹھیک معلوم ہونے لگا۔ اس کے دوسرے دن بھی حواس درست رہے۔ تیسرے دن ہذیان ہوگیا اور آدھی رات کے وقت ملک عدم کو روانہ ہوگیا۔

اس اثنا میں اُس جماعت میں سے جسے میں نے سورو بھیجا تھا۔ ایک آدمی پکڑا گیا اس نے نور علی دیوانہ اور ہمراہیوں کے ساتھ اتفاق کرلیا۔ اور مولانا محمد درویش قراباغ کو پکڑ کر باغان کے پاس لے گیا۔ باغان اُس ولایت کا حاکم ہے جسے مولانا محمد درویش نے کسی وقت فتح کیا تھا اور حاکم وقت کو مہلک زخم لگائے تھے۔ ان ظالموں نے اس مسلمان کو اُس ولایت کے شاہ کافر کے پاس پیش کش کیا۔ اور اُس سے اجازت

فاضل مصنف ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں رہا یہاں تک کہ بادشاہ کو شیر خاں نے شکست فاش دی۔ اور افواج مغول کے لیے ہندوستان سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مرزا حیدر نے صلاح دی کہ کشمیر کو فتح کیا جائے۔ بادشاہ نے مرزا کو اجازت دی کہ چار سو جوان لے کر پہلے کشمیر جاؤ پیچھے دیکھا جائے گا۔ مرزا حیدر دوبارہ اس فوج کے ساتھ متوجہ کشمیر ہوا۔

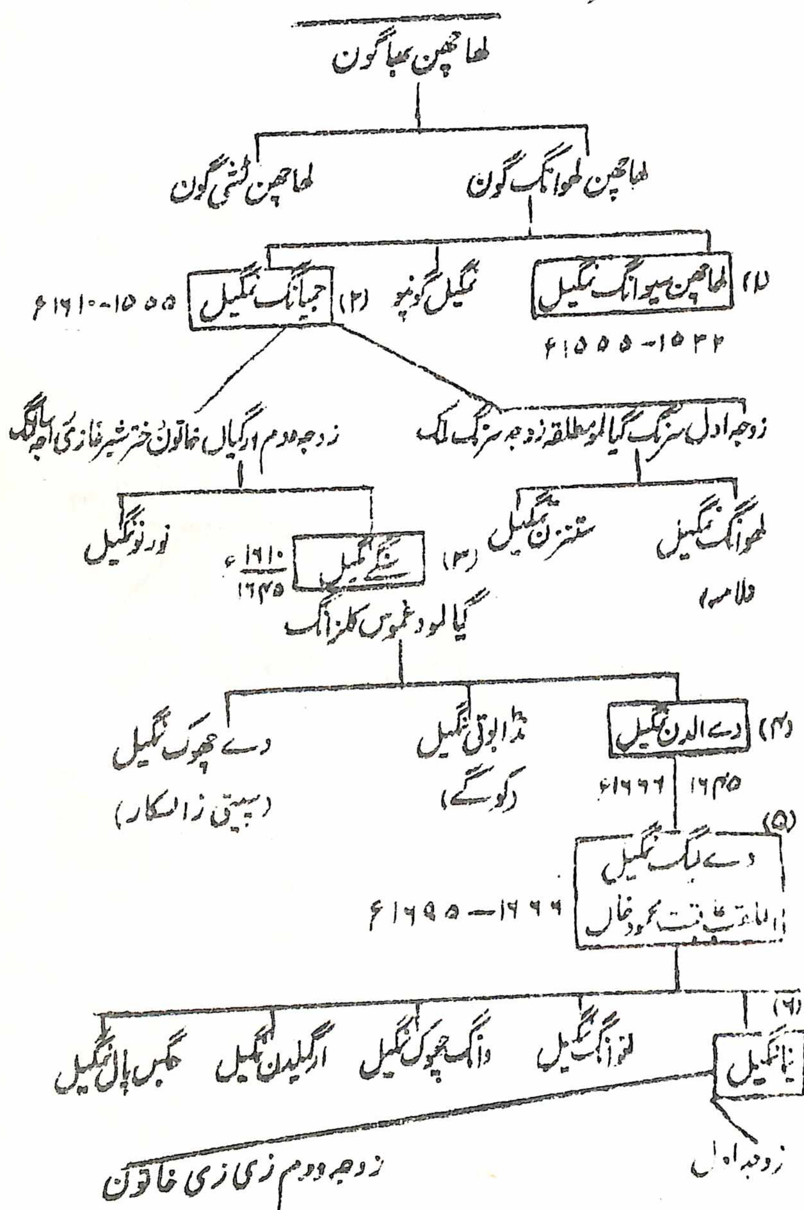
۱۰۔ لاہور کی طرف سے مرزا حیدر کا دوبارہ کشمیر کو فتح کرنا

اُس زمانہ میں کشمیر میں مخالفت کا زور ہو گیا تھا ملکان کشمیر اپنے امرا کے غلام ہیں انھوں نے کاجی چک۔ ابدال ماگرے۔ اور ریگی چک کو کشمیر سے بدر کر دیا تھا یہ ہندوستان کی طرف کوہ ہمالیہ کے نیچے خواری کی حالت میں پھرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے التجا کی اور حاجی جس کا ذکر آگے ہوگا درمیان میں آیا۔ بالآخر روانگی کشمیر کا انتظام ہو گیا۔

میں نے ہمایوں بادشاہ کے ساتھ یہ مقرر کیا کہ پہلے میں چند آدمی لے کر نوشہرہ میں جاؤنگا۔ ملکان کشمیر جب میرے ساتھ مل جائیں پھر اسکندر توپچی نوشہرہ میں مجھ سے ملے جب میں درہ میں پہونچوں امیر خواجہ کلاں نوشہرہ میں آوے۔ جب میں کشمیر میں پہونچ جاؤں امیر خواجہ کلاں درہ کے نیچے پہونچے۔ اور بادشاہ نوشہرہ میں وارد ہو۔ یہ قرار داد کر کے میں روانہ ہوا۔ نوشہرہ میں آکر تمام ملکان کشمیر میرے ساتھ متحد ہو گئے۔ اسکندر توپچی ایک دن میں نوشہرہ میں آگیا۔ اور امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ پہونچ گیا جس دن میں نے اسکندر توپچی کو آدمی بھیجا خبر آئی کہ سب آدمی لاہور سے روانہ ہو گئے ہیں۔ میں تیز روانہ ہوا۔ درہ کشمیر میں پہونچا۔ کاجی چک ایک راہ سے نکلا اور میں دوسرے راستے سے بلا خرخشہ پہونچ گیا۔ لیکن لاہور کی تباہی کی خبر اسکندر توپچی اور امیر خواجہ کلاں کو پہونچی۔ اسکندر توپچی سارنگ پور کی طرف چلا گیا سارنگ پور ملک سرہند میں ایک پہاڑی ہے۔ امیر خواجہ کلاں سیالکوٹ سے واپس ہو کر فراریوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ بادشاہ نے کشمیر کی طرف آنے کی بہت کوشش کی مگر کسی نے اس کا ساتھ دینا قبول نہ کیا۔ ہندال مرزا اور یادگار ناصر مرزا

لکڑی کی قلت اور سردی کی کثرت۔ اور سختی راہ کی شدت کی وجہ سے اس درجہ افراط و تفریط رکھتے ہیں کہ طبع سلیم انھیں قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں اور سامان لباس کی کم استطاعتی بالخصوص گھوڑوں کے نعل کا نہ ہونا جو ان راستوں کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ اور گھوڑوں کا کم ہونا۔ یہ ایسی مشکلات تھیں کہ ان پر عبور کرنا نہایت دشوار معلوم ہوا۔ مزید براں یہ سختی اور پیدا ہوئی کہ تبت سے بدخشاں کی وہ راہ جو کاشغر جانے کے بغیر بدخشاں پہونچتی ہے کسی نے دیکھی نہ تھی۔ میں نے ایک شخص سے سنا تھا کہ ایک موقع موسومہ تاغاتاق سے راستہ ہے جو پامیر سے ہو کر بدخشاں میں نکلتا ہے۔ اسی ان دیکھی راہ پر میں روانہ ہو گیا۔ میرے ہمراہیوں میں سے چند آدمی تبت میں ٹھہر گئے اور ستائیس آدمیوں کو ساتھ لے کر میں چل پڑا۔ راستہ میں کم استطاعتی اور سردی کی شدت سے نہایت تکلیف ہوئی۔ اسکندر سلطان اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا اور مجبور کیا کہ رشید سلطان کے پاس جانے کی اجازت دی جائے شاید شفقت برادری زور کرے اور باعث مرحمت ہو۔ مجھے اس سے اتفاق نہ تھا مگر وہ صعوبت راہ اور فلاکت تبت سے بیزار ہو گیا تھا۔ میری بات اس نے نہ مانی۔ بالآخر چار آدمی میں نے اس کے ساتھ کر دیے درہ گارا کورم سے وہ روانہ یارقند ہو گیا۔ میں تیئیس ۲۳ آدمیوں کو ساتھ لیکر اپنے راستہ پر روانہ ہوا اور جنگلی جانوروں کو شکار کرتا اور پیٹ پالتا ہوا چلتا رہا۔ اسکندر سلطان سے جدا ہونے کے بعد تیسرے دن خانہ بدوشوں کی بستی میں پہونچا۔ انھوں نے بڑی خاطر کی۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام رسکم ہے۔ یہاں سے پامیر تک پانچ دن کا راستہ ہے۔ ان لوگوں نے بصد عزت سات دن میں مجھے پامیر میں پہونچا دیا۔ یہاں ان سے رخصت ہوا اور بدخشاں میں پہونچا۔ یہاں سلیمان شاہ مرزا خاں موجود تھا۔ یہ میرا خانو تھا۔ اس نے میری بڑی خاطر کی۔ سردی کا موسم میں نے بدخشاں میں بسر کیا۔ بہار میں کابل پہونچا۔ میرے متعلقین بھی کابل میں آ گئے۔ یہاں سے میں ہندوستان چلا آیا۔ لاہور پہونچا۔ یہاں کامران مرزا ابن بابر بادشاہ حاکم صوبہ تھا اس نے میرا بڑا احترام کیا۔ انتظام ملک لاہور میرے سپرد ہوا۔"

شجرہ نسب نمگیل راجگان لداخ جدید شاخ



وغیرہ بادشاہ کو تبت کی طرف لے گئے۔

میں لاہور سے روانہ ہو کر ۲۲۔ رجب کو درہ کشمیر سے گذرا۔ موسم سرما کا آغاز تھا برف باری شروع ہو گئی تھی۔ اور فرش زمین سفید ہو گیا تھا کاجی چک شیر خاں کے پاس گیا۔ وہاں سے کمک لے کر واپس آیا۔ اس اثنا میں ملک ابدال کا انتقال ہو گیا اور مہم ریگی چک کے سر پر پڑی۔ میں نے یہ حال دیکھا تو زن و بچہ کو قلعہ اندر کوٹ میں چھوڑا اور خود اس جمعیت کی طرف متوجہ ہوا۔ تین ماہ تک مقامات محکم میں رکاوٹ کرتا رہا۔ آخر الامر کاجی چک لشکر شیر خاں کی حمایت سے ان مقامات محکم کے اوپر سے گذر گیا۔ اس طرف لشکر کشمیر متفرق ہو گیا۔ لشکر مغول کو اس روز جنگ کا گمان نہ تھا اِدھر اُدھر متفرق پھرتے تھے۔ قریب ڈھائی سو آدمی حاضر تھے۔ چند کشمیری بھی ہمارے ساتھ مل گئے۔ ہمارے پاس کل تین سو آدمی بمقابلہ دشمن کے پانچ ہزار سوار اور دو لشکر فوج پیادہ کے تھے۔ دشمن کے پیادے سواروں سے زیادہ تھے یہ پیچھے کی طرف سے آئے اور تاخت و تاراج میں مشغول ہو گئے۔ اس مقابلہ میں مجھے بہت سختیاں اٹھانی پڑیں، جن کا ذکر میں ترک کرتا ہوں۔ بالجملہ بوقت ظہر دوشنبہ ۸ ربیع الثانی ۹۴۸ھ (۱۵۴۱ء) کو سورہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل عنا لفان کے مصداق حال ہوئی اور الہامات ربانی نے ہمارے کان میں آیہ نصر من اللہ و فتح قریب پھونکی حضرت فتاح جل جلالہ نے تین سو نفر لشکر سے پانچ ہزار سوار اور چند ہزار پیادوں کو شکست دی۔

اس کے بعد مرزا حیدر نے دس سال تک کشمیر میں عقلمندی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی مابعد میں سہواً کسی شخص کے تیر سے شہید ہوا اس کا مزار کشمیر میں اس وقت تک موجود ہے جس کی مرمت کرنیل مورکرافٹ نے ۱۸۲۳ء میں کرائی اور لوح مزار بھی نصب کی ہے جس میں مرزا کے کارنامے بالاجمال مذکور ہیں۔

لھا چھن سیوانگ رنستن
المعروف چھو غنفر دل

زوجۂ دوم صنم لپیت

زوجہ سوم زہرہ خاتون (بیگم)

فونسوک ستن شونگ پو نگیل
(راجہ ناظم)

زوجہ اول بلزانگ ڈولما

جگمت نگیل (راجہ ستوک)
لقب جگمت چھوسکی سنگے می گیور
کونگا نمپر گیالوے لھا

صنم نگیل (راجہ ستوک)
لقب جگمت کونگا سنگے لونڈوپ
ٹن لیس رنگپو نمپر گیالوے لھا

جگمت ڈاڈل نگیل
(راجہ ستوک)

نوانگ نگیل
(لامہ گوتپہ ہمیس)

ٹسی طھوانگ نگیل
(راجہ ناظم)

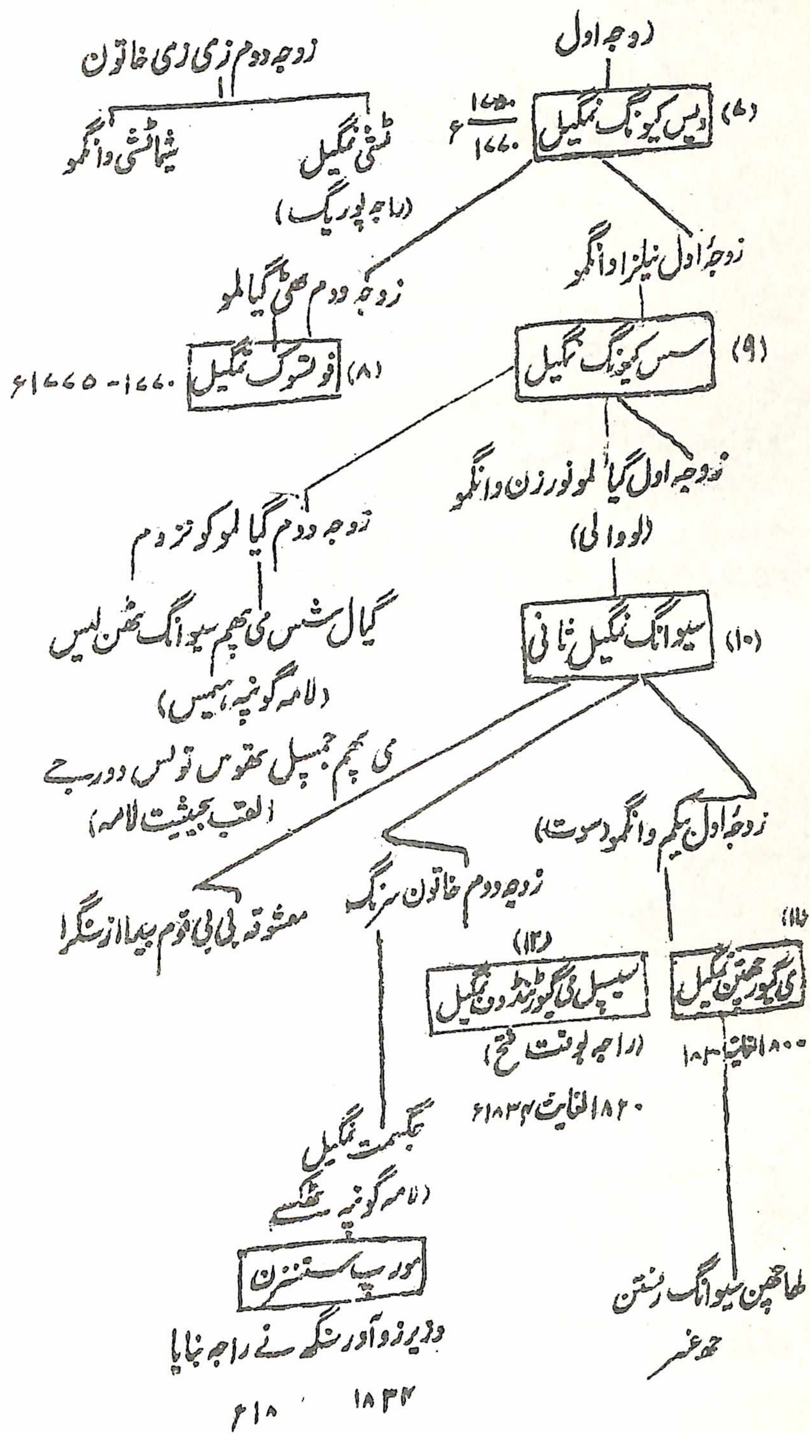
تھوبس تنزن
(لامہ گوتپہ ہمیس)

تنگوا تھابس نگیل
(راجہ ناظم)

چمی ست دیبجے

ونسوک نگیل

سیوانگ نگیل


زوجہ اول
(۷) دیس کیونگ نمگیل
۱۷۵۰ / ۱۷۷۰ء
زوجہ دوم زی زی خاتون
ٹشی نمگیل
(راجہ پوریگ)
شیاٹشی وانگمو
زوجہ اول نیلزا وانگمو
زوجہ دوم ھی گیالمو
(۸) فونتسوگ نمگیل
۱۷۷۰ - ۱۷۷۵ء
(۹) سس کیونگ نمگیل
زوجہ اول گیالمو نورزن وانگمو
(لوو الی)
زوجہ دوم گیالمو کو تزدم
گیال شس می چھم سیوانگ ھٹن لیس
(لامہ گونپہ ہمیس)
می چھم جمپیل ستوبس توس دورجے
(لقب بحیثیت لامہ)
(۱۰) سیوانگ نمگیل ثانی
زوجہ اول بیگم وانگمو دسوت
زوجہ دوم خاتون سرنگ
معشوقہ بی بی قوم بیدا از سنگرا
(۱۱) ی گیور جھتن نمگیل
۱۸۰۰ الغایت ۱۸۰۲
(۱۲) سیسپل ی گیور نندوپ نمگیل
(راجہ بونت فتح)
۱۸۲۰ الغایت ۱۸۳۴ء
جگمت نمگیل
(لامہ گونپہ سٹھکے)
وزیر زوراور سنگھ نے راجہ بنایا

حاضر ہوتا رہا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ مرزا حیدر کی واپسی از لداخ تک لوڈوس چھوگ الدن زندہ اور حکومت ستوت مریول پر متصرف تھا۔ اور شام کی حکومت بدستور علیحدہ تھی اس کے آگے کے واقعات کی بابت قیاس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

لداخی روایت کو مرزا حیدر کی تاریخ کے ساتھ مطابق کرنے سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جو واقعات ہر دو حکومت ہائے شے و تنگ موگانگ کے الحاق کے لھاچن بھاگون کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ دراصل کارنامہ لٹشی گون کے بھتیجے گیالپو سیوانگ نمگیل کا ہے جو لٹشی گون کے مقتول ہونے کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مرزا حیدر کی واپسی کے بعد خواہ لوڈوس چھوگ الدن کو مع اس کے بھائیوں کے قتل کیا یا اس کی وفات کے بعد (کیونکہ اس وقت اسے بہت ضعیف العمر ہونا چاہیئے) اس کے بھائیوں کو قتل کرکے اسکی حکومت پر تصرف حاصل کیا اور ہر دو حکومتوں کو ایک کر دیا۔ اور چونکہ تنگ موگانگ میں بود و باش رکھنے کی ضرورت اب باقی نہیں رہی تھی اور شے کو غالباً شاخ قدیم کے تعلقات کی وجہ سے اس نے ناپسند کیا لہٰذا قصبہ لیہ کے شمال میں جو پہاڑی ہے اس کے اوپر نمگیل سیموکھر تعمیر کرکے اسے اپنا دار الحکومت بنایا۔

سیوانگ نمگیل ۱۵۳۲/۱۵۵۵ء

الغرض سلسلہ واقعات اس طرح ہے کہ تقریباً ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۲ء میں لٹشی گون سلطان سعید خاں کے حکم سے مقتول ہوا اس واقعہ سے اسکا اندھا بڑا بھائی لھوانگ گوں مع اپنی گیالموں اور اپنے دونوں نوجوان لڑکوں کے قید سے آزاد ہو گیا۔ اندھے کو بوجہ اس کی معذوری کے گیالپو نہیں بنایا گیا۔ اور بجائے اس کے اس کا بڑا بیٹا سیوانگ حکومت تنگ موگانگ کا راجہ تسلیم کیا گیا۔ یہ گوکہ اس وقت کم عمر تھا لیکن قید کی تکلیف سے سبق حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بہت دور اندیش ثابت کیا اور اپنے اندھے باپ کے ساتھ اس کی زندگی بھر شاہی احترام ملحوظ رکھا۔

سیوانگ نمگیل بڑا عالی حوصلہ اور مدبر راجہ لداخ کا بتلایا جاتا ہے اس نے قصبہ لیہ میں اپنے تعمیر شاہی محل کے نیچے چھوبی نامی ایک گانوں آباد کیا جو اب قصبہ لیہ کی وسعت میں شامل ہوکر قصبہ کا ایک محلہ بن گیا ہے۔ نمگیل سیموکھر اب منہدم ہو چکا ہے۔ صرف اس کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں موجود ہیں جو اس گیالپو کی عظمت کی شاہد حال ہیں اس محل

چوتھا باب

نمگیل راجگان لداخ (شاخ جدید)

جدید شاخ نمگیل کا بانی در اصل ٹکپا بوم ہے جس نے تمنگ موگانگ میں اپنی حکومت جداگانہ بموجودگی اپنے بڑے بھائی ٹمک بوم اندسے گیالپو لداخ کے جس کا دارالحکومت شے تھا قائم کر لی تھی۔ لیکن تمام لداخ پر قبضہ حاصل کرنے میں نہ اُسے کامیابی ہوئی نہ اُسکے بیٹے اور جانشین لھاچن بارا کو۔ اور نہ اس کے پوتے لھاچن بھاگون کو۔ اور نہ اس کے پرپوتے لھاچن لشی گون کو۔ لیکن بالا ڈشی گون کے بھتیجے اور جانشین لھاچن سیوانگ گون نے اپنے پردادا کی اس آرزو کو جسے وہ اپنے دم کے ساتھ لے گیا تھا پورا کر دکھایا۔ اور موضع شے کے لوگوں کے ساتھ سازش کر کے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کو مع اس کے بھائیوں کے تہ تیغ کیا۔ یا یہ کہ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے بھائیوں کو قتل کر کے تمام لداخ پر قابض ہو گیا۔ اور اپنی اس حرکت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے نمگیل یعنی فاتح کا لقب اختیار کیا۔

ان واقعات کو حملہ سلطان سعید خاں کی اصلیت مٹانے کی غرض سے تاریخ لداخ میں ایسا توڑ موڑ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ واقعات حملہ کے ساتھ دیگر واقعات ملکی کی اصلیت بھی گم ہو گئی ہے۔ یعنی لھاچن بھاگون کو بعد قتل کرنے لوٹوس چھوگ الدن کے تمام لداخ بالا و پائیں کا گیالپو بتلا دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس حملہ کے زمانے میں شے اور تمنگ موگانگ کی ہر دو جداگانہ حکومتیں موجود تھیں اور لداخ کے دونوں حکمران لوٹوس چھوگ الدن اور ڈشی گون مرزا حیدر سپاہ سالار افواج مغول کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ اور ڈشی گون سلطان سعید خاں کے حکم سے بوجہ تمرد مقتول ہوا ہے۔ اور بعد اس کے قتل کے گیالپو لوٹوس چھوگ الدن کے ساتھ غالباً اس کا جانشین (جس کا نام سہواً مرزا حیدر نے بموقع اپنی واپسی از اورسانگ ڈشی گون لکھ دیا ہے) اس کے پاس (۱)

دو سو ساٹھ سیر جاؤ (سونا جاؤ ایک وزن ہے جو تول میں ہندوستان کے موجودہ نقرئی سکہ ۱۰ ار کے برابر ہوتا ہے) بکری ایک سو۔ گھوڑا ایک پشم توسہ (جنگلی ہرن کا پشمینہ) دس کھلڑ دکبرے یا بھیڑ و کی سالم کھال کا تھیلہ) اور دیگر علاقہ جات سے جو اشیا وہاں پیدا ہوتی ہیں وہ خراج میں لے جاتی تھیں۔

گیالپو سیو اگ نمگیل نے وسائل آمد و رفت کی ترقی کی طرف بھی توجہ کی سڑک بلتستان براہِ ہنولا اور سڑک زانسکار براہ ہنوپٹہ اس نے تعمیر کرائیں اور ندی نالوں کے اوپر جا بجا پل بنوائے۔

مہاتما بودھ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک ہاتھی میں جنم لیا تھا۔اس کے متعلق لھاسہ کی کتب مذہبی میں یہ روایت درج ہے کہ ہندوستان کے ایک جنگل میں چار پانچ سو آدمی راستہ بھول گئے۔اور کئی روز تک بھوکے پیاسے جنگل میں بھٹکتے پھرے آخر الامر انھیں ایک ہاتھی ملا۔اُس نے انھیں راستہ کی رہنمائی کی۔اور بتلایا کہ فلاں مقام پر تمھیں ایک مردہ ہاتھی ملے گا تم اس کا گوشت شوق سے کھاؤ اس کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز تم کو اس جنگل میں میسر نہ ہوگی۔ یہ کہکر ہاتھی چلا گیا اور چکر کاٹ کر ان لوگوں کے اس موقع پر پہونچنے سے پہلے اپنے آپ کو گرا کر مار دیا۔ یہ لوگ جب پہونچے تو انھوں نے اُس کا گوشت کھانا شروع کیا۔اس اثنا میں لوگوں نے پہچانا کہ یہ وہی ہاتھی ہے جس نے انھیں راستہ بتلایا تھا۔اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اس ہاتھی میں سنگیس یعنی بودھا کا جنم تھا۔اس ہاتھی کی ہڈی کا ایک ٹکڑا گیالپو تشی گون کو کسی طرح ہاتھ آگیا تھا۔اس تبرک کو محفوظ رکھنے کے لیے اس نے ایک لھاکھنگ تعمیر کیا تھا۔اس گونپہ میں یہ نقص تھا کہ لوگ آسانی کے ساتھ اُس کا طواف نہیں کر سکتے تھے۔اُس لیئے گیالپو سیو اگ نمگیل کا ارادہ تھا کہ اس ہڈی کو نکال کر لداخ کے میدان میں رکھے اور اُس کے اوپر گونپہ جات راسا دتھونگ کے نمونہ پر ایک عالیشان گونپہ تعمیر کرے مگر اُس کی زندگی نے وفا نہیں کی اور اس خیال کو وہ اپنے ساتھ لے گیا۔

گیالپو سیو اگ نمگیل نے زیادہ عرصہ حکومت نہیں کی اور غالباً اپنی جوانی میں لاولد فوت ہوا۔اُس کے مرنے پر اس کا سب سے چھوٹا بھائی جمیانگ نمگیل تخت نشین ہوا۔اُسکے بڑے بھائی نمگیل گونبو کی نسبت تاریخ میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ وہ کیوں محروم رہا۔

کے ساتھ اُس نے ایک شاندار لھاکھنگ بھی تعمیر کیا تھا جسمیں بودھا کی مورت قد انسانی کے چھ گونہ سے بھی بڑی مٹی سے بناکر رکھی تھی۔ یہ آجتک موجود ہے اس لھاکھنگ کی دیواروں پر نقش و نگار اور بودھ مذہب کے دیوتاؤں کی تصاویر اور گیالپو کے دربار کی تصویریں بڑی صنعت کے ساتھ استرکاری میں بنی ہوئی ہیں۔ درباریوں کی تصاویر میں میں نے یہ عجیب بات دیکھی کہ ان کے سر پر گول پگڑی ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس زمانے میں معززین لداخ پگڑی باندھتے تھے۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی تصویریں ہیں۔ اور ان کے درمیان گیالموں (ملکہ) کی بھی تصویر ہے۔ ان کے سر پر نسلن یعنی چرد کا پروہ جو آج کل لداخی عورتیں کان کے اوپر لگاتی ہیں نہیں ہے۔ سر کے اوپر صرف پیراک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسلن زمانہ بعد کی اختراع ہے۔

اس لھاکھنگ کے اوپر ایک اور کمرہ بطور خانگی لھاکھنگ کے ہے جس کے اندر ایک چھورتن اور چند مورتین رکھی ہوئی ہیں اس کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے چند اور کمرے ہیں۔

یہ ہے یادگار گیالپو سیوانگ نمگیل کے سمو کھر کی۔ جو اپنے شاہی بانی کی اولوالعزمی پر شاہد ہے۔

فتوحات ملکی کے لحاظ سے بھی یہ گیالپو بڑا اولوالعزم گذرا ہے اپنی جوانی ہی میں اُس نے مشرقی صوبہ جات کوگے و پورانگ کو تسخیر کرکے لو اور نمزنگ پر بھی تصرف حاصل کرلیا اور اپنی سلطنت کی حدود کو لھاسہ کے قریب تک پہونچا دیا۔ جنوب کی طرف زوم الدنگ اور رنیونگٹی تک ملک اس نے تسخیر کیا اور مغرب میں شغر اور کھرکو وغیرہ فتح کرکے بلتستان پر بھی اپنا سکہ جمایا۔ مغول سے حملہ لداخ اور قتل لھٹی گون کا انتقام لینے کی غرض سے شمال کی طرف یارقند پر حملہ کرنے کا اُس نے ارادہ کیا۔ لیکن نوبراہ کے باشندگان کے اصرار سے کہ اس بلا میں اپنے آپکو مبتلا نہیں کرنا چاہیئے وہ اس خیال سے باز رہا

جن راجگان پر اس نے فتح حاصل کی انھیں انکی حکومت پر بحال رکھا۔ اپنے وکیل ان کے دربار میں تعینات کئے اور معززین کو بطور یرغمال لاکر اپنے پاس رکھا۔ اور اپنا اقتدار ان کے اوپر قائم کیا۔ لیکن حکومت سے انھیں محروم نہیں کیا۔

اس گیالپو کے عہد میں سالانہ خراج کوگے سے تین سو سیر جاو ملا اور رودق سے

کے ساتھ پوریگ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے فتولا عبور کرنے کے بعد بودھ کھربو کے لوگوں کے ساتھ سازش کر کے چالاکی سے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ علی شیر خاں کی بلتی فوج کچھ قتل ہوئی کچھ فرار ہو کر اسکردو پہونچی۔ بودھ کھربو کی تسخیر کے بعد گیالپو نے واکھا پر قبضہ کیا۔ اور بالآخر ملبہ کے ساتھ جنگ میں مصروف ہوا۔ اس اثناء میں حالات بدل گئے اور گیالپو کو جنگ پوریگ ناتمام چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لداخ واپس ہونا پڑا۔

اس زمانہ میں علی شیر خاں حملہ لداخ کی تیاری میں مصروف تھا۔ اور راجگان شغر وکھپلو کے ساتھ اتحاد کر کے اس نے لشکر جمع کر لیا تھا۔ بودھ کھربو کے فراری اس کے پاس پہونچے اور اپنی ویرانی کی داستان اس کو سنائی تو اس نے فوراً لداخ پر حملہ کر دیا اور جمیانگ نمگیل کو ملبہ کی اطراف میں چھوڑ کر سیدھا اس کی دار الحکومت پر جا پہونچا۔ یہاں اسکی مزاحمت کرنے والا موجود نہ تھا تاہم جمیانگ نمگیل کے افسران نے علی شیر خاں کا مقابلہ کیا مگر بلتیوں کے سیلاب فنا کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی اور علی شیر خاں لداخ پر متصرف ہو گیا۔

اس حملہ کے تفصیلی حالات بودھی تاریخ میں مذکور نہیں ہیں صرف اس قدر درج ہے کہ بلتی تمام لداخ میں پھیل گئے۔ اور سخت لوٹ مار کی۔ مذہبی کتابوں کو انھوں نے جلا دیا یا دریا میں بہا دیا۔ اور گونپہ جات کو خراب کیا۔ پھر اپنے ملک کو واپس چلے گئے مگر اصلیت یہ ہے کہ گیالپو جمیانگ نمگیل کو حملہ علی شیر خاں کا حال معلوم ہوا تو وہ سوت کو چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے لداخ واپس ہوا۔ مگر اس کے لداخ پہونچنے تک علی شیر خاں لداخ پر متصرف ہو چکا تھا۔ جمیانگ نمگیل جب لداخ پہونچا تو تختہ الٹا ہوا تھا کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور علی شیر خاں نے اسے بھی قید کر لیا۔

جمیانگ نمگیل نے صلح کی درخواست کی چونکہ علی شیر خاں کو لداخ پر قبضہ رکھنا مقصود نہ تھا اس لئے وہ مصالحت پر راضی ہو گیا۔ اس کی رو سے غوطہامت چھو (نالہ گرگرا) سرحد درمیان حکومت لداخ و حکومت اسکردو قرار پائی اور موضع گنوخ و نالہ گرگرا حکومت لداخ سے خارج ہو کر علاقہ کرتخشہ حکومت اسکردو میں داخل ہو گئے جمیانگ نمگیل نے اپنی بیٹی مندوک گیالمو کی شادی علی شیر خاں کے ساتھ کر دی۔ باوجود اس انتظام

ممکن ہے کہ وہ اس سے پیشتر فوت ہو چکا ہو۔

جمیانگ نمگیل (۱۵۵۵ء لغایت ۱۹۱۰ء) کو اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس زمانہ میں ملک کرتخشہ و پرکوتہ جو شامل حکومت لداخ تھا علی شیر خاں ولیعہد راجہ اسکردو نے فتح کر لیا۔ اور لداخی کھرپوں یعنی حاکم کو جس کا صدر مقام کرتخشہ تھا بھگا دیا لداخیوں نے پرکوتہ اور کرتخشہ میں اس کا مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی اکثر قتل ہوئے جو بچے وہ فرار ہوئے۔ علی شیر خاں نے مرول اور گنوخ تک ان کا تعاقب کیا یہاں اسے سوت و چگتن کے فساد کا حال معلوم ہوا کہ علاقہ چگتن کے او پر سرنگ ملک کی خود مختاری کی وجہ سے اس کے اور اس کے بھائی ارگیال ملک راجہ سوت کے درمیان کشمکش ہے جس کے باعث ملک میں فساد برپا ہے۔ ممکن ہے کہ سرنگ ملک نے اس سے امداد کی درخواست بھی کی ہو۔ بہرحال علی شیر خاں نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر سوت پر حملہ کر دیا۔ اور فساد دفع کرنے کے بعد سرنگ ملک کی خود مختاری کو تسلیم کر کے حکومت چگتن پر قائم کر دیا۔ اور بصلہ اپنی اس تکلیف کے بودھ کھربو کا علاقہ اس نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور اپنا کھرپون مع کسی قدر فوج کے قلعہ بودھ کھربو میں تعینات کر دیا۔ بعد ازاں حکومت لداخ کے چند دیہات میں تاخت و تاراج کر کے واپس چلا گیا۔

گیالپو جمیانگ نمگیل علی شیر خاں کی دستبرد سے بہت خشمناک ہوا۔ اور اس سے انتقام لینے کی تدابیر سوچنے لگا۔ بالآخر تسخیر بودھ کھربو اور تنبیہہ اہل سوت کے ارادہ سے بودھ کھربو پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر لوسر یعنی بودھی سال نو کی تقریب نزدیک تھی ارکین سلطنت نے صلاح دی کہ اس موقع پر گیالپو کی موجودگی دار الحکومت میں ضروری ہے۔ جمیانگ نمگیل نے لوسر کی خانگی تقریب کے لئے حملہ ملتوی رکھنا مناسب نہ سمجھا اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ تقریب سال نو کی پہلی تاریخ کے بجائے اس دفعہ گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو منالیجائے سال نو کی پہلی تاریخ ۲۶ر فروری کے قریب آتی ہے مگر اس وقت سے یہی دستور ہوگیا ہے کہ اس سے دو ماہ پیشتر یعنی گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو دسمبر کی پانچویں چھٹی تاریخ کے قریب قریب یہ تہوار منایا جاتا ہے۔

غرض کہ گیالپو جمیانگ نمگیل آغاز ماہ دسمبر میں لوسر کے مراسم انجام دے کر اپنی فوج

سامان خوراک بہم پہونچانا دشوار تھا۔ اس لئے بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ تبت کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ امید علی ہولاک وطالب اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو تبت خورد کے مرزبان علی کی راے کے پاس اور ایوب بیگ سلیم کاشغری وعبدالکریم کشمیری و کوکلتاش کو حاکم تبت بزرگ کے پاس روانہ کیا۔ اس بزرگ تبت کے سپہ آرا دو وزیر راجو راے نے بدہستی سے ناسپاسی کی۔ یہاں کے راجہ نے اسکی جائداد ضبط کرلی وزیر پریشانی میں مبتلا ہوا ان دنوں میں علی راے بزرگ تبت کے حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا اور اُس کے وزیر کی بدگوہری سے حملہ حاصل کیا۔ اور اس کو پکڑ کر اس کے محل پر چڑھ گیا۔ اور بہت خزانہ جمع کیا۔ بہت مقامات پر قبضہ کیا۔ جب بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں کا حاکم مقرر کر کے خود چلا گیا۔

"جب تبت بزرگ پر علی راے کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اُس کا دماغ آشفتہ ہوا۔ حوالی کشمیر میں فساد مچایا۔ بادشاہ نے قلیچ خان صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد قلی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے کہ اس بتیہ بدمست کو کہ خودسری کے خمکدہ میں طن طن کر رہا ہے۔ مسل ڈالے قلیچ خان نے تین ہزار سوار اور پانچ سو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی بیگ کی یاوری کے لیے مقرر کیے۔ سیف اللہ اُس کا بیٹا تھا۔ علی راے بغیر لڑے کے بھاگ گیا بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جا سکتے تھے جا کر الٹا چلا آیا۔ یہ واقعہ ۱۰۱۲ھ ہجری مطابق ۱۶۰۳ء کا ہے"

گو کہ اس بیان میں حاکم تبت بزرگ یعنی لداخ کا نام درج نہیں ہے مگر علی راے حاکم تبت خورد یعنی بلتستان کی تسخیر لداخ سے ظاہر ہے کہ جمیانگ نمگیل کے عہد کا یہ واقعہ ہونا چاہیے اور نیز یہ کہ تبت خورد و بزرگ کے یہی دونوں راجہ ہم عصر اکبر بادشاہ کے تھے۔

الغرض جمیانگ نمگیل کی واپسی لداخ پر رعایا نے بڑی گرمجوشی سے اُس کا خیر مقدم کیا۔ اور اُس نے حکومت لداخ پھر شروع کردی۔ اس طرح سے راجہ

کے اُس نے جمیانگ نمگیل کو آزاد نہیں کیا بلکہ حکومت لداخ کا عارضی انتظام کرکے جمیانگ نمگیل کو اپنے ساتھ لیکر مع اپنی لداخی گیالمو کے واپس روانہ اسکردو ہوا۔

اس مصالحت کی رو سے علی شیر خاں نے علاقہ بودھ کھر بو کو بھی لداخ کے ساتھ رہنے دیا اور اُس کے عوض حکومت لداخ سے سالانہ خراج کی ادائیگی کا اقرار لے لیا اس خدمت کے لیے گونپہ لامہ یورو کا ایک لامہ مقرر کیا گیا جو سالانہ خراج و تحائف مقررہ لے کر دربار اسکردو میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ گونپہ لامہ یورو کی تاریخ میں اُس کا مذکور ہے۔ مگر تفصیل ان تحائف کی درج نہیں ہے۔ لامہ گونپو جولوین یعنی صدر لامہ اس گونپہ کا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ اُس خراج کی ادائیگی فتح ڈوگرہ کے وقت تک برابر جاری رہی۔

الغرض علی شیر خان مظفر و منصور اور لداخ کی دولت سے مالامال ہو کر مع اپنی لداخی رانی مندوک گیالمو اور اپنے خسر جمیانگ نمگیل کے اسکردو پہونچا۔ روانگی سے پہلے حکومت لداخ کا وہ عارضی انتظام کر گیا تھا۔ اسکردو میں پہونچنے کے بعد بیگو شیر غازی راجہ سالنگ کھر نے اپنا رابطہ اتحاد لداخ کے ساتھ قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کے ساتھ کر دی اور یہ قرارداد ہوئی کہ ارگیال خاتون کی اولاد بحروی جمیانگ نمگیل کی سابقہ رانی کی اولاد کے وارث سلطنت ہوگی۔ جمیانگ نمگیل کی شادی جگستن وانگ چوک کی بیٹی سرنگ گیالمو سے ہو چکی تھی جس سے اُس کے دو بیٹے لھوانگ نمگیل اور ستنزن نمگیل موجود تھے۔ اس دوسری شادی سے یہ دونوں محروم الارث ہو گئے۔ ارگیال خاتون کے بطن سے سنگے نمگیل پیدا ہوا جو جانشین جمیانگ نمگیل کا ہوا۔

اس انتظام کے بعد بیگو شیر غازی نے حکمت کے ساتھ جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کرکے لداخ واپس بھجوا دیا۔

اس واقعہ کو ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان اقبال نامہ اکبری میں اس طرح لکھا ہے کہ ۱۰۰۵ھ ہجری مطابق ۱۵۹۶ء میں جب بادشاہ کشمیر میں تھا تو اُس کا ارادہ تھا کہ تبت کی فتح کے لیے لشکر روانہ کرے مگر بوجہ قحط کشمیر سپاہ کے لیے چالیس روز کا

گرگیا لمو کی قبر ہے اس کے ساتھ ہی ایک چبوترہ میں نے دیکھا بتلایا گیا کہ یہ گیالمو
کی مسجد ہے۔ ابتدا میں قبر کے اوپر نہایت شاندار عمارت تھی اور مسجد بھی بہت
اعلیٰ بنی ہوئی تھی مگر چالیس پچاس سال سے۔ ٹوٹی پھوٹی قبر اور یہ چبوترہ
باقی ہے۔ گیالمو کا نام کوئی شخص مجھے نہیں بتلا سکا۔ اس گانوں کے قریب
لبِ سڑک دو عدد مانے نہایت پاکیزہ اور شاندار بنی ہوئی میں نے دیکھیں
دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں مانے بھی اسی گیالمو کی تعمیر کردہ ہیں جسکی
وہ قبر اور مسجد ہے۔ میں نے ان دونوں مانے کے پتھروں کو بغور دیکھا مگر
ایسا کتبہ کوئی مجھے نہیں ملا۔ جس سے اُن کی تعمیر کا حال معلوم ہوسکے۔ ان
دونوں عمارتوں پر غور کرنے سے میری رائے یہ ہوئی کہ جمیانگ نمگیل کی
وفات کے بعد اس کی گیالمو ارگیال خاتون نے اپنی بیوگی کا زمانہ ھوندر
کے شاہی محل میں بسر کیا ہے اور یہ ٹوٹی پھوٹی قبر اور مسجد کی کرسی اسی
غریب الوطن شاہزادی کی یادگار ہیں جسے اس کے مدبر باپ کی سیاسی
اغراض نے کھپلو سے لداخ پہونچایا تھا۔ اور اب اس کس مپرسی کی حالت
میں پہونچ گئی ہے کہ قبر کے اوپر کسی پروانے کے پر کا جلنا یا بلبل کی صدا کا
بلند ہونا تو درکنار گھاس بلکہ خاک کا بھی نام و نشان باقی نہیں ہے۔ قبر
بیٹھنے کو تیار تھی میں نے اس کی معمولی مرمت اور درستی کرادی اور بعد
میں اس کے اصل وارثین کھپلو و لداخ کو بھی توجہ دلائی کہ اس کی خبر رکھیں
ان دونوں مانے کی بابت بھی میری یہی رائے ہوئی کہ ارگیال خاتون نے
بحالت بیوگی اپنے شاہی شوہر کے نام پر مطابق عقیدہ اہل بودھ اس کی
روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے تعمیر کی ہیں بودھ مذہب کی عمارت
ہونے کی وجہ سے باشندگان دیہہ وقتاً فوقتاً ان کی مرمت
کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ اچھی حالت میں ہیں اور اپنے بانی کی عقیدت
اور فیاضی کے شاہد ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی آبادی چونکہ اس گانوں میں
نہیں ہے۔ مسجد بے مرمتی سے منہدم ہوگئی ہے

شیر غازی کی حکمت عملی کی بدولت گو کہ گیالپو جمیانگ نمگیل کی حکومت لداخ تو بحال رہی مگر اُس کی حدود اس قدر گھٹ گئیں کہ اس سے پیشتر کبھی بھی یہ نوبت نہ پہونچی تھی تمام علاقہ پوریگ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور ٹانچی سے اوپر کا علاقہ بھی اُس کے قبضہ سے جاتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی حکومت لامہ یورو اور ٹانچی کے درمیان محدود ہوگئی۔ اُس نے اُسی پر قناعت کی۔ اور بجائے اس کے کہ باہر کی طرف ہاتھ پاؤں مارے اندرونی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس جنگ و جدل سے ملک میں بڑی تباہی ہوئی تھی۔ اور مذہبی چیزوں کی بہت بیحرمتی ہوئی تھی اس لیے اُس نے رعایا کو مالیہ سے معافی دی۔ اور جو لوگ زیادہ خستہ حالت میں تھے انھیں اس کے علاوہ بھی امداد کی۔ مذہبی بے حرمتی کی تلافی کی غرض سے اُس نے لہاسہ کی جوربن پوچھے مورت کے واسطے سونا چاندی مرجان اور موتی وغیرہ تحائف ارسال کیے اور بڑے بڑے گونپہ جات کے لاماؤں کو ضیافتیں دیں۔ اور کرگیوت سے تھنگ کتاب کو سونے چاندی اور تانبے کے حروف میں نقل کرایا۔ نیز اُس کا ارادہ تھا کہ بلتیوں کے حملہ لداخ کے زمانہ میں جو مذہبی کتابیں لداخ میں ضائع ہوئی ہیں اُن کے بجائے دوسرے نسخے تیار کرائے اور مذہبی عمارات جو خراب ہوئی ہیں اُن کی درستی کی جائے مگر اُس کی زندگی نے وفا نہ کی۔

جمیانگ نمگیل کے دو بیٹے اُس کی پہلی گیالمو سے تھے۔ انھیں اُس نے تحائف متذکرۂ بالا کے ساتھ لہاسہ بھیج دیا۔ وہ لہاسہ میں ٹھہر گئے اور ایک لامہ کے پاس تعلیم حاصل کرتے رہے بعد ازاں ان میں سے بڑا لھوانگ نمگیل لاہول کا صدر لامہ ہوگیا۔ دوسری گیالمو ارگیال خاتون سے جمیانگ نمگیل کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام پیگو شیر غازی کی خواہش کے مطابق سنگے نمگیل رکھا گیا۔ اور چھوٹے کا نورہ نمگیل ارگیال خاتون کی نسبت لداخ میں یہ شہرت ہے کہ باوجودیکہ وہ ایک بودھ خاندان میں بیاہ کر آئی تھی مگر مرتے دم تک اپنے مذہب اسلام پر قائم رہی۔ علاقہ زوبراد کے موضع ھونڈر میں جہاں تمام تر بودھ لوگوں کی بستی ہے ایک چھوٹے باغ کے اندر ایک خراب خستہ قبر مجھے نظر پڑی میں نے تعجب کیا۔ دریافت سے معلوم ہوا

اور مسلمان ماں کی اولاد میں یہ امر قدرتاً ہونا چاہیے تھا۔ اس کام میں اسے لامہ ستک سنگ راسپا سے بہت امداد پہونچی۔ یہ بزرگ دراصل لہاسہ کا باشندہ تھا۔ ابتدائی عمر میں ہندوستان چلا گیا۔ وہاں بمقام اوجین تعلیم حاصل کی اور ہندوستان میں جسقدر بودھوں کے تیرتھ ہیں سب کی زیارت کرنیکے بعد کلو کے راستہ زانسکار میں وارد ہوا۔ یہاں اس وقت جمیانگ نمگیل حکومت لداخ سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے اس بزرگ کی بڑی خاطر مدارات کی۔ اور اس سے درخواست کی کہ آپ لداخ تشریف لیجائیں وہاں میرا بیٹا گیالپو ہے۔ وہ آپ کی خدمت کریگا اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایک دفعہ اور ہندوستان جانا ہے بوقت واپسی لداخ جاؤں گا چنانچہ زانسکار سے وہ واپس ہندوستان کو چلا گیا۔ وہاں سے واپسی کے وقت براہِ کشمیر وہ فقیرانہ حالت میں وارد لداخ ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ سنگے نمگیل کی شادی ہو چکی تھی اور وہ مذہبی کاموں کی طرف مائل تھا اُس موقع پر اُس بزرگ کا لداخ پہونچنا سنگے نمگیل کے لیے ایک تائید غیبی تھا۔ اُس نے اُس بزرگ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اور اُن دونوں نے مل کر مذہب بودھ کے اقتدار کو لداخ میں دوبارہ قائم کر دیا۔

ستک سنگ راسپا سنسکرت زبان کا عالم متبحر اور بڑا زاہد و عابد تھا۔ وضع قطع اُس کی حد سے زیادہ سادہ تھی۔ اُس کے نام لیوا اُس وقت جس شان و شوکت سے بندے بنے ہوئے ہیں اسے اس بزرگ نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔

بودھ عقیدے کے مطابق اس دنیا سے علیحدہ ایک دنیا ہے جسے شمبھالا کہتے ہیں یہ شمبھالا اہل اسلام کی جنت کے قریب قریب ہے۔ ستک سنگ راسپا نے سفر شمبھالا نامی ایک کتاب اس موضوع پر تصنیف کی جو آج تک لہاسہ اور لداخ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

ہمیس۔ چمرے۔ انلے۔ اور ٹشی گانگ میں اس نے عالیشان گونپے تعمیر کیے گونپہ ہمیس اپنی مذہبی تعلیم۔ دولتمندی اور سیاسی تعلقات کے لحاظ سے اُس وقت لداخ کے تمام گونپوں میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ سنگے نمگیل نے ہمیس۔ چمرے اور انلے

لداخ پہونچ کر میں نے راجہ صنم نگیل سے دریافت کیا۔ اُس نے تصدیق کی کہ واقعی یہ قبر سنگے نمگیل کی والدہ ارگیال خاتون کی ہے اور یہ دونوں مانے بھی اسی کی تعمیر کردہ ہیں راجہ نے بتلایا کہ ابتدا میں یہاں ایک نہایت پاکیزہ مقبرہ بنا ہوا تھا۔ قبر کے اوپر ایک سونے کا چھتر تھا۔ اور مسجد بھی اچھی حالت میں تھی مگر گردش روزگار سے یہ سب چیزیں قریب قریب معدوم ہو گئی ہیں اور گیالمو کا صرف نام ہی نام باقی ہے بعد میں سنہ ۱۸۴۰ء میں مجھے دریافت ہوا کہ منشی جمشید پسر مسٹر جانسن مرحوم نے جواب ہوندر میں رہتا ہے اب دونوں عمارتوں کو مرمت کر کے درست کر دیا ہے میں نے خود نہیں دیکھا۔

کھپلو کے حالات کی تحقیق کے سلسلہ میں بعد میں دریافت ہوا کہ گیالمو ارگیال خاتون کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے گذارہ جات کا لگان چھولی دو من اور نمک بارہ من سالانہ راجہ کھپلو کو عرصہ تک ادا ہوتا رہا ہے لیکن مسٹر جانسن کے زمانہ میں اجارہ بتیس کھل غلہ اور ایک بھیڑ و سالانہ قائم ہوا۔ بعد میں وہ بھی بند ہو گیا۔ چھولی سوڈا کی قسم کا ایک شور ہے جو وادی نوبراہ کے ایک میدان میں برآمد ہوتا ہے یہ سرکاری اہتمام سے جمع کر کے فروخت کیا جاتا تھا۔ مگر سوڈا کے پہونچنے کے بعد متروک ہو گیا ہے۔

سنگے نمگیل ۱۶۱۰ء–۱۶۴۵ء جمیانگ نمگیل کی وفات پر سنگے نمگیل تخت نشین ہوا اُس کے ادپر اس کی ماں کے مذہب نے کوئی اثر نہیں کیا تھا مگر نانا کی مردانگی ضرور اسے ورثہ میں پہونچی تھی۔ اپنے لڑکپن سے وہ پہلوان تھا دوڑ دھوپ اور کود پھاند میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور تیر اندازی و سواری میں بہت مشاق تھا۔

اپنی جوانی میں اس نے کوگے کے خیمہ نشینوں پر حملہ کیا۔ اور کوہ کیلاس کی شمالی حدود کی تمام خانہ بدوش اقوام کو تسخیر کر کے گھوڑے یاک۔ بھیڑ بکری بکثرت لداخ میں لایا بعد ازاں اُس نے علاقہ کوگے پر حملہ کیا۔ شاداہگ وجانے میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی جسمیں بہت آدمی مارے گئے اور بہت زیادہ تعداد مال مویشی کی گیالپو کے ہاتھ آئی

اسکی شادی رلیشو کے ایک اعلیٰ خاندان میں دوغمو کلزانگ کے ساتھ ہوئی جس سے اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ وے الدن نمگیل۔ انڈ ابوتی نگیل اور دے چھوک نگیل سنگے نگیل کو مذہب بودھ کے ترقی دینے میں خاص دلچسپی تھی اور ایک بودھ باپ

ماں کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے سونے اور چاندی کے یوم سنگ
دا ایک زیبائشی چیز جو اندر سے خالی اور اوپر سے گول یا چوکور ہوتی ہے اور
اس میں نقش و نگار بنے ہوتے ہیں) اور سیب کے دانہ کے برابر کہربا اور
مرغی کے انڈے کے برابر مونگے کے سو سو دانہ پیش کش کے طور پر ارسال کئے۔

اپنی آخری عمر میں سنگے نمگیل کو خیال ہوا کہ اُس کے چچا سیوانگ نمگیل کی
حکومت مشرق کی طرف ہمزنگ تک تھی مگر اُس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اور اُس کے
بعد اُس کے بھائی جمیانگ نمگیل کا زمانہ نہایت نامبارک ثابت ہوا جبکہ مشرقی اور
مغربی علاقہ جات سب کے سب ہاتھ سے نکل گئے اس نقصان کی تلافی کی غرض
سے اُس نے فوج جمع کی اور پہلے مغرب کی طرف پورِگ پر حملہ کیا۔ لداخی تاریخ
میں اسکا ذکر نہیں ہے مگر پورِگ کے حالات میں اسکا انکشاف ہوا ہے اور مزید براں تاریخ ہند میں بھی
اُسکا مذکور ہے مرز سلطان مرزبان سوت نے جو پدسلوگی سنکھن ملک اور اُس کے بیٹوں
کے ساتھ کی تھی اس کے انتقام کا بہانہ بنا کر سنگے نمگیل نے سوت پر حملہ کر دیا۔ اس وقت
چگتن و پشکم میں آدم ملک وچھو سنرانگ ملک برسرِ حکومت تھے اور بودھ کھربو دنگچہ
کو جمیانگ نمگیل فتح کر چکا تھا۔ لہذا سنگے نمگیل بودھ کھربو و چگتن سے گذر کر سیدھا
واکھا پہونچا۔ راجہ گیلدے صرف ایک گانوں کا راجہ تھا۔ اُس کو گیالپو کا مقابلہ کرنے
کی تاب نہ تھی اُس نے بلا مزاحمت گیالپو کی اطاعت قبول کر لی۔

ملبہ کی سرحد پر پہونچا تو غوری تھم اور اُس کے بھائیوں نے اور دلبہ سنگے راجہ پھوکر
اور اُس کے بیٹوں نے متحدہ فوج کے ساتھ سخت مقابلہ کیا۔ مگر انھیں شکست ہوئی
دلبہ سنگے قید ہو گیا۔ مابقی سب مارے گئے۔ ملبہ اور پھوکر کے اوپر سنگے نمگیل کا قبضہ
ہو گیا۔ ملبہ میں کالون رنستن کو اور پھوکر میں کالون صنم ٹنڈف کو کھرپون مقرر کر کے
اُس نے کرتسے کے اوپر چڑھائی کی۔

کرتسے میں اُس وقت سلطان کونگا نمگیل راجہ تھا۔ اس نے مقابلہ کیا مگر شکست
کھائی اور اسیر ہو گیا۔ یہاں بھی انتظام ملکی درست کرنے کے بعد سنگے نمگیل نے حلسہ سوت
کی تیاری کی۔ وہ اس تیاری میں مصروف تھا کہ صورت حالات بدل گئی۔

کے دیہات ان کو نیز جات کو جاگیر میں دے دیئے۔

راستوں پر مانے یعنی لب سڑک ایک کرہ چار پانچ گز چوڑا اور سو دو سو گز سے لیکر چار، پانچ چھ سو گز لمبا جس کی چھت درمیان سے دونوں طرف سلامی دار ہوتی ہے اور اسکے اوپر پتھر کی سلیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں انپر بودھ مذہب کا کلمہ "ادم مانے پدمے ہونگ" اور بعض پتھروں پر کتب مقدسہ کے منتخب منتر یا بزرگان دینی کی تصاویر یا مقدس نشانات کے نقشے کندہ ہوتے ہیں۔ ان کے تعمیر کی کثرت اسی زمانہ میں ہوئی۔ لنگشٹ میں ایک مانے ہے جس کے اوپر یہ کتبہ ہے کہ گیاپو سنگے نمگیل نے تعمیر کی۔ اور بزگو نیموں کے درمیان جو بہت چوڑی اور بے حد لمبی اور نہایت بلند مانے بنی ہوئی ہیں اور سوقت تک بہت اچھی حالت میں ہیں ان کی نسبت روایت یہ ہے کہ خود لامہ ستک سنگ راسپا نے تعمیر کی ہیں۔

گیاپو سنگے نمگیل اور لامہ ستک سنگ راسپا کے درمیان بہت عقیدت اور شفقت کا برتاؤ تھا جس کی وجہ سے دنیاوی اور دینی حکومتیں ایک ہو گئی تھیں سنگے کے معنی شیر کے ہیں اور ستک چیتے کو کہتے ہیں۔ شیر اور چیتے کا اتحاد اس زمانہ میں ضرب المثل کے طور پر زبان زد خاص و عام ہو گیا تھا۔

گیاپو نے بودھا کی ایک مورت تانبے سے آٹھ سالہ لڑکے کے قد کے برابر تیار کرائی۔ اور اسپر سونا چڑھایا۔ اور چم چھوس دنیا پوتھی کی پانچوں جلدیں نقل کرائیں اور پانچ لامہ اس مقدس کتاب پر چراغ جلانے کے لئے تعینات کئے۔

سونکھاپا کے بعد لھاسہ میں لاماؤں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک کے سرگروہ کو گیالوا کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کا قائم مقام اس وقت ڈلائی لامہ ہے اور دوسرے کو پن چھن کہا جاتا تھا جسے اب ٹشی لامہ کہتے ہیں۔ موخر الذکر کا صدر مقام شگرتسے ہے۔ پن غالباً مخفف پنڈتا کا ہے اور چھن تبتی زبان میں بڑے کو کہتے ہیں چونکہ بانی اس فرقہ کا نہایت قابل لامہ گذرا ہے اس لئے اس کو پن چھن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا رفتہ رفتہ اس کے قائم مقاموں کا بھی یہی لقب ہو گیا۔

گیاپو سنگے نمگیل نے پن چھن چھوسکی گیالسن کے بڑے لامہ کی خدمت میں اپنی

مقرر کردی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دے"
اس کے بعد سنگے نمگیل نے مشرق کی طرف حملہ کیا۔ یہاں بھی اس تقدیر نے یاوری نہ کی۔ اور شری کرمو میں اُسے شکست فاش ہوئی۔ یہ جگہ دریائے برہم پوترا کے کنارے اُس کے منبع سے کچھ ہی نیچے کی طرف واقع ہے۔ اس شکست کے بعد سنگے نمگیل کو صلح کے سوا کوئی اور چارہ نہ رہا۔ چنانچہ سلطنت لھاسہ کے وکلا کے ساتھ شرائط صلح قرار پائیں اور عہدنامہ مرتب ہوا جس کے مطابق لداخ اور لھاسہ کے درمیان دریائے ناؤ سرحد قرار پائی۔ یہ دریا یا نالہ شری کرمو کے متصل واقع ہے۔

سنگے نمگیل یہاں سے لداخ کو واپس ہوا اور اثنائے سفر میں انلے پہونچ کر فوت ہوا۔ اس جنگ سے پیشتر سنگے نمگیل نے لامہ ستک سنگ راسپا کے مشورہ سے تعمیرات کے بہت بڑے بڑے کام شروع کیے تھے ان میں سے سب سے بڑا اور مشہور کام لیہ کا شاہی محل لے چھن سپل کھر ہے۔ یہ عالیشان نومنزلہ عمارت قصبہ لیہ کے شمال میں ایک بلند پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تین سال تک لگاتار اُس پر کام جاری رہا۔ اس کے وسیع کمرے شاندار ایوان وشاہانہ شہ نشین اور عالیشان غرفہ جات سنگے نمگیل کے مذاق صحیح پر شاہد ہیں۔ یہ محل اس وقت تک قائم ہے۔ باہر سے اُسکی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اندر سے عمارت بوسیدہ اور خراب ہو گئی ہے بالائی منزل کے کچھ کمرے گر بھی گئے ہیں اور تمام عمارت بُری طرح مرمت کی محتاج ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس تاریخی عمارت کی مرمت سرکاری طور پہ ریاست کی طرف سے کرادی گئی ہے اور سنہ ۱۹۳۰ء میں جب میں بطور سیاح لداخ میں گیا ہوں تو اُس کی حالت اچھی دکھائی دی۔

دوسری قابل تعریف عمارت اس گیالپہ کی ہزگو کا گونپہ ہے جس میں بودھا کی مورت دو طبقہ اونچی تانبے سے تیار کر کے رکھی گئی ہے۔ اور اس کے اوپر سونا چڑھا ہوا ہے اور خصوصیات لداخ میں ایک قابل دید چیز ہے۔

لامہ ستک سنگ راسپا نے جو گونپے ہمبس۔ چمرے۔ انلے۔ اور دشی گانگ میں تعمیر کیے ان کی تکمیل کا انحصار زیادہ تر اُسی گیالپو کی مالی امداد پر تھا۔ اچی سے نیچے

اس زمانے میں سوت میں محمد سلطان راجہ تھا۔ سنگے نگیل کے داخلہ بودھ کھربو کے وقت سے یہ اُس کے خلاف راجہ اسکردو کے ساتھ سازش کر رہا تھا۔ اسکردو میں اس وقت علی شیر خان جیسا شیر موجود نہ تھا کہ شکار دیکھکر فوراً حملہ کر دے۔ راجہ اسکردو نے لمبی چال اختیار کی اور سلطنت دہلی کے صوبہ کشمیر کو سنگے نگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اُس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نگیل نے کرتسے سوت کی طرف حرکت نہیں کی تھی کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی اور کرپوکھر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سنگے نگیل کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ اُس دوران میں اُس نے اپنی جان بچانے کی غرض سے مغل افسر فوج شاہی کے پاس ایلچی بھیج کر صلح کر لی۔ اس نے پیش کش مقرر کر دی کر بادشاہ کے پاس بھیج دیوے ان حالات میں کرتسے اور سوت دونوں اُس کی دستبرد سے بچ گئے۔ اور مزید برآں لداخ کے اوپر سلطنت دہلی کا اقتدار ازسرِ نو قائم ہوگیا۔ ملبہ اور پھوکر لداخ کی حکومت میں رہے اور یاکا خر ان علاقہ جات کی حکومت انھیں ہر دو کالونوں کے خاندان میں منتقل ہوگئی یہ انتظام فتح ڈوگرہ کے وقت تک جاری رہا۔

ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں بسلسلہ بارھویں سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۳۸ء کے واقعات کے لکھتا ہے کہ "پہلے سال و ہم کے واقعات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ تبت خورد کس طرح تسخیر ہوا۔ اور ابدال پسر کلاں علی رائے یعنی علی شیر خان انچن) مرزبان تبت اسیر ہوا اور اس سرزمین کی ایالت آدم خاں برادر خورد ابدال کو تفویض ہوئی (دیکھو حالات تبت خورد یعنی بلتستان)

جب علی مردان خان کشمیر میں ناظم ہو کر آیا تو آدم خان راجہ تبت خورد نے اسکو لکھا کہ سنگے نگیل زمیندار تبت کلاں نے پورک پر کہ مضافات تبت خورد سے ہے تصرف کر لیا ہے اور اور محال کے تعرض کا قصد رکھتا ہے۔ علی مردان خان نے اپنے خویش حسن بیگ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ۲۵ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ ہجری کو کرپوکھر کے نواح میں سنگے نگیل مقابلہ میں آیا۔ اور پٹ پٹا کر بھاگ گیا۔ اُس نے یہ سمجھا کہ اُس کا دارالحکومت دور رہے حسن خان کے پاس آدمی بھیج کر صلح کر لی حسن خان نے پیشکش

دے الدن نمگیل بہار کے دنوں میں اکثر دورق میں رہا کرتا تھا۔ اور سردی کے موسم میں لداخ میں قیام کرتا تھا اس کی تعمیرات مذہبی اغراض پر محدود رہی ہیں۔ اپنے باپ کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے اس نے موضع شے میں مہاتما بودھ کی ایک عالی شان مورت تانبے سے بنائی اور اس کے اوپر سونے کا ملمع چڑھایا۔ یہ مورت بیٹھی ہوئی حالت میں دو طبقہ کی بلندی میں ہے اور ایک چھورتن پانچ طبقہ تعمیر کی۔ یہ دونوں آج تک موجود ہیں۔ اور اپنی ماں کو ثواب پہونچانے کی غرض سے اس نے ایک سب سے بڑی مانے جسے مانے رنگمو کہتے ہیں قصبہ لیہ سے بجانب جنوب مشرق سڑک لہاسہ پر تعمیر کی۔ اس کے اوپر اور نیچے دونوں کناروں پر بہت شاندار چھورتن بنائیں بشمول ان ہر دو چھورتن کے اس مانے کی درازی ساڑھے آٹھ سو قدم یعنی آٹھ سو گز کے قریب ہے اور لداخ کے محل میں ایک مورت مہاتما بودھ کی اور ایک مورت جیبز ازگ کی دو دو طبقہ بلند تانبہ اور سونے سے تعمیر کیں اور ایک چاندی کی چھورتن دو طبقہ بنوائی۔ بخلاف ہر سہ تعمیرات کے علاوہ اور تمام تعمیرات دے الدن نمگیل کی آج تک موجود ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ شے کی مورت کی مرمت گذشتہ ایام میں لامہ سولیٹم نیمانے کرائی ہے اور اس وقت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں تو براہ، زانسکار۔ بزگو۔ اور تنگ موگانگ میں ایک ایک سو لامہ تعینات کیے کہ اس کی ماں کے نام پر چوتھی کلمہ "ادم مانے پدمے ہونگ" کا ختم کریں اس ختم کی تعداد ایک سو آدمیوں کے لیے ایک سال میں دس کروڑ تک ہوتی ہے۔

موضع شے کا موجودہ شاہی محل بھی اسی گیالپو نے بجائے سابقہ محل کے تعمیر کیا یہ محل ایک مختصر مگر نہایت پاکیزہ عمارت ہے۔ اس کے اکثر کمرے اس وقت تک موجود ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔ بعض بعض اس کے بے مرمتی کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔

گیالپو دے الدن نمگیل کے عہد حکومت میں حاتم خان سرنگ کھرسینی پائیتی کھیلو میں اور بابو دلیعقوب جو شاہ مراد راجہ اسکردو کے خواہر زادے تھے تھوڑے سے کھر

دریاے سندھ کے اوپر پرانی وضع کا ایک پل بھی اسی گیالپو نے بنوایا تھا۔ مگر وہ پل اب موجود نہیں ہے۔ اور اس کے موقع سے تقریبًا دو میل اوپر کی طرف دوسرے موقع پر پل تیار کیا گیا ہے جس کے ذریعہ الچی اور سسپول کے درمیان آمدورفت ہوتی ہے۔

دے الدن ~~نمگیل~~ بگنگ ۱۶۴۵-۱۶۶۶ء

[سنگگے نمگیل کے بعد اس کا بیٹا دے الدن نمگیل گیالپو ہوا (۱۶۴۵ء لغایت ۱۶۶۶ء) مگر باپ کی تمام سلطنت اس کے ہاتھ میں نہیں رہی۔ انڈا بوتی نمگیل جو پہلے لامہ ہوگیا تھا اور بعد میں لامہ ستاک سنگ راسپا کے خاص چیلوں میں داخل ہو کر ہمیس و چمرے کے گونپوں کی تعمیر میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا تھا اور ان گونپہ جات کے لاماؤں کے اعلیٰ درجہ تک پہونچ گیا تھا وہ صوبہ کوگے پر متصرف ہوگیا اور سب سے چھوٹا دے چھوک نمگیل زانسکار و اسپیتی کے صوبہ جات پر قابض ہوگیا۔ مگر بڑے بھائی کی سرپرستی ان کے اوپر قائم رہی۔ اور یہ دونوں حکومتیں اس کے ماتحت رہیں۔

دے الدن نمگیل کی تخت نشینی کے وقت اس کی حکومت پورنگ سے لے کر مریوم لا تک تھی۔ یہ سلسلہ کوہستان جھیل مانسرور کے متصل اس موقع سے بطرف لھاسہ واقع ہے۔ اس کی دلی آرزو یہ تھی کہ لداخی فوج کی عزت دوبارہ قائم کرے اور پورنگ کے سلطانوں کو پھر اپنا محکوم بنائے اور ہلتیوں سے بھی ان کے حملوں کا بدلا لے۔ لیکن یہ تجاویز وقتاً فوقتاً معرض التوا میں پڑتی رہیں اور ان کے عمل میں لانے کا موقع اس گیالپو کو اپنے بڑھاپے سے پہلے نہیں ملا۔ آخرالامر اس نے اس ارادہ کو پورا کیا۔ اور سلطنت لداخ کے اقتدار اور طاقت کو اسی درجہ پر پہونچا کر چھوڑا جس درجہ پر وہ اس ملک کے بہترین حکمرانوں کے عہد حکومت میں رہی ہو۔ دے الدن نمگیل کی ذات میں فوجی قابلیت کے ساتھ انتظام ملکی کی قابلیت بھی تھی۔ رعایا کی فلاح و بہبود میں وہ پوری دلچسپی لیتا تھا۔ جس سے ملک میں وہ بہت ہر دلعزیز تھا اور سب چھوٹے بڑے اس کے مداح تھے۔

غالباً دے الدن نمگیل کی دستبرد تھوڑے سے کھر کی وجہ سے بادشاہ عالمگیر کی توجہ
اس کی طرف مبذول ہوئی۔ جیسے ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہند کی جلد ہشتم بادشاہ
نامہ عالمگیری میں اس طرح بیان کیا ہے "کہ بعہد بادشاہ عالمگیر نواب سیف خاں
۱۰۷۵ ہجری سے ۱۰۸۰ ہجری تک (۱۶۶۴-۶۷ء) بار اول صوبہ کشمیر تھا۔ اسکے
زمانہ حکومت کشمیر میں مرزبان تبت دے الدن نمگیل نے سرکشی اختیار کی بادشاہ
نے سیف خاں کو حکم صادر کیا کہ کسی معتمد فہمیدہ کار کی معرفت اسکے پاس پیغام نصیحت آمیز
بھیجے کہ وہ راہ ضلالت سے بازگشت کرے اور اطاعت قبول کرے اور خطبہ و سکہ
شاہی جاری کرے اور مسجد اسلام تعمیر کرے اور راہ راست پر آئے اور اپنے آپکو
بادشاہی عنایت کا امیدوار کرے اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو اسپر چڑھائی کرو۔ اور اسکے
ملک کو پامال کرو۔ اور اسی مضمون کا وعدہ وعید زیر فرمان دے الدن نمگیل
مرزبان تبت کے نام صادر کیا۔ سیف خاں نے محمد شفیع ملازم شاہی کو فرمان مذکور
دے کر روانہ تبت کیا۔ مرزبان نے اس فرمان کو سنکر اول تو فکر فاسد کی۔ لیکن آخر
کو اپنی بہبود کار بادشاہ اسلام کے حکم کی اطاعت میں جانی پہلے ہی جمعہ کو اہل شہر کو
شہر کے باہر جمع کیا۔ بادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے نام کا
خطبہ پڑھوایا۔ اور خطیب کے سر پر سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے۔ اور خلعت
فاخرہ پہنایا اور مسجد بنائی۔ جس کا نقشہ اور دو ہزار اشرفیوں اور نو ہزار روپیہ کے
تازہ سکے عالمگیر کے نام کے اور اس ولایت کے تحفے حضور میں بھیجے۔ عرضداشت
مع نذر فرمان کے جواب میں کمال رسوخیت و عبودیت ظاہر کر کے محمد شفیع کے ہاتھ
روانہ کی۔ اور محمد شفیع اور اس کے ہمراہیوں کی خدمتگاری شایستہ کی۔

اس کے بعد ذکاء اللہ نے ملک تبت کا حال بھی مختصراً لکھا ہے جس کا اس
جگہ مذکور کرنا خالی از دلچسپی نہوگا " سرزمین تبت میں اکثر ویرانہ اور لاحاصل دشت ہیں
کہ کشت وکار کے قابل نہیں ہیں اور ان سے کچھ محصول حاصل نہیں ہوتا ہے لیکن
طول میں سوائے بیجاپور کے اور کوئی صوبہ اس کو نہیں پہونچتا۔ چار پانچ مہینے کی راہ
ہے اور عرض اس کا بعض جگہ ایک ماہ اور بعض جگہ ڈیڑھ مہینے کی راہ ہے اور ہندوستان

یعنی بالائی کھپلو میں حکمران تھے۔ حاتم خاں بھوڑ سے کھر کا الحاق کر کے اپنی حکومت کو توسیع دینا چاہتا تھا اور تمام ملک کھپلو و سرلنگ کو ایک حکومت کے ماتحت لانے کا خیال رکھتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے تعلقات خانگی کی بنا پر گیالپو لداخ کے ساتھ سازش کر کے اس سے بھوڑ سے کھر پر حملہ کرا دیا۔ بابر و یعقوب تنہا گیالپو لداخ کا مقابلہ نہ کر سکے گیالپو انھیں اسیر کر کے مع ان کی والدہ کے لداخ لے گیا۔ اور قلعہ بودھ کھربو میں قید کر دیا۔ اس نے پوئیں سے اوپر کے تمام علاقہ چھوربٹ کو لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور حکومت بھوڑ سے کھر کا باقی علاقہ حاتم خاں کو دیدیا۔ اس طرح حاتم خاں نے اپنی مطلب برآری کی اور حکومت بھوڑ سے کھر کو نابود کر کے تقریباً تمام ملک کھپلو میں اپنی تنہا حکومت قائم کر لی۔

اس کا انتقام لینے کے لیے شاہ مراد راجۂ اسکردو نے امام قلی خاں راجۂ شغر کے ساتھ اتحاد کر کے بودھ کھربو پر حملہ کر دیا اس حملہ کی خبر پہونچنے پر گیالپو دے الدن نمگیل نے اس کے مقابلہ کے لئے لداخ سے فوج بھیجی اور بودھ کھربو میں ایک خونریز معرکہ جنگ برپا ہوا۔ آخر کار لداخی فوج میدان جنگ سے قلعہ کی طرف بھاگی اسکردو کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور اس کا راستہ روک لیا۔ نو سو سپاہی گرفتار ہوئے پچاس کے قریب فرار ہوئے باقی تمام لشکر لداخ میدان جنگ میں کام آیا۔ اور شاہ مراد نے قلعہ کھربو پر علم فتح و ظفر بلند کیا۔

لداخ میں یہ پچاس آدمی اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے تو اس پر بڑا افسوس کیا گیا اور گیالپو اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی تدبیر میں مصروف ہوا۔ بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ شاہ مراد کی بہن اور اس کے دو بیٹے ہمارے پاس قید ہیں انھیں آزاد کر کے شاہ مراد کے پاس بھیج دیا جائے اور اسیران جنگ کھربو کو اس سے واپس لیا جائے شاہ مراد نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ اور بابر و یعقوب مع اپنی والدہ کے اس کے پاس پہونچ گئے۔ تب اس نے لداخی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بعد ازاں اس نے بابر و یعقوب کو ان کی آبائی میراث پر متمکن کر کے حاتم خاں کی تدابیر کو اور دے الدن نمگیل کی دستبرد کو تہ و بالا کر دیا۔ یہ واقعات کھپلو اور اسکردو کی تاریخ میں مفصل بیان ہوئے ہیں۔

پانچواں باب

سلسلہ نمگیل راجگان لداخ

دے لیک نمگیل الملقب عاقبت محمود خاں ۱۶۶۶ء تا ۱۶۹۵ء دے الدن نمگیل کے بعد اُس کا بیٹا دے لیک نمگیل تخت نشین ہوا (۱۶۶۶-۹۵ء) اس سے کچھ عرصہ پیشتر لہاسہ میں قدیم اور جدید خیال کے لاماؤں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ اور ہر ایک فرقہ دوسرے کی بیخ کنی کے درپے ہو گیا۔ اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا کہ ہر دو فریق نے یکے بعد دیگرے سو قپو گیا پو یعنی شاہ منگولیا سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ اس خانہ جنگی اور اس سے بڑھکر اس بیرونی مداخلت کی حماقت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر دو فریق کی خود مختاری جاتی رہی۔ اور سو قپو یعنی قلماق گوشری خاں تمام ملک لہاسہ پر قابض ہو گیا۔ اب چونکہ وہ پرانے خیال کے لاماؤں کے خلاف سیرپو یعنی جدید خیال کے لاماؤں کی امداد کرنے کے لیے آیا تھا اس لیے اس کی سلطنت میں اس خیال کے لاماؤں کا زور ہو گیا۔

اس زمانے میں بھوٹان اور تبت کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا۔ بھوٹان کا بڑا لامہ لداخ کے گیالپو کا گورو تھا۔ دے لیک نمگیل نے لہاسہ کو مراسلہ بھیجا کہ بھوٹان کے ساتھ فساد نہ کرو۔ ورنہ ملک لداخ اُس کی امداد میں ہتھیار اُٹھانے کو تیار ہے۔ حکومت لہاسہ نے اس کے جواب میں لداخ پر فوراً حملہ کر دیا۔

اس فوج کی سالاری کے لیے گیلدن گو نپہ کا ایک لامہ سانگ نامی منتخب کیا گیا۔ یہ لامہ سو قپو نسل سے تھا۔ اور نہایت ہوشیار اور قابل افسر خیال کیا جاتا تھا

میں اس کے برابر کوئی صوبہ نہیں ہے۔ لیکن محصول اس کا اس قدر کم ہے کہ اور صوبوں کے ایک پرگنہ سیر حاصل کے برابر ہے اور کوئی مکان لامنفع اس کے برابر نہ ہوگا۔ اسلئے کسی بادشاہ نے وہاں خطبہ و سکہ جاری کرنے کا حکم نہیں دیا۔

مجھے بادشاہ عالمگیر کے دو فرمان ابھی دے الدن نمگیل لداخ میں دستیاب ہوئے ایک مورخہ دوئم شوال سنہ ہشتم جلوس (تقریباً ۱۰۸۰ھ ہجری مطابق سنہ ۱۶۶۹ء) اس کا مضمون یہ ہے کہ سیف خاں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ تم نے اطاعت قبول کی ہے اور ملک تبت میں خطبہ اور سکہ ہمارے نام کا جاری کرنا اور مسجد بنانا تسلیم کر لیا ہے۔ لہٰذا خطاب راجگی اور خلعت سے تم کو سرفراز کیا جاتا ہے۔

دوسرا مورخہ نوزدہم شوال سنہ پڑھا نہیں گیا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ تمہاری عرضداشت پہونچی کہ تم نے خطبہ و سکہ ہمارے نام کا اپنے ملک میں جاری کر دیا ہے اور مسجد کی تعمیر بھی شروع کر دی ہے۔ سیف خاں نے بھی اس کی تصدیق کی لہٰذا خلعت فاخرہ اور خنجر مرصع تمہاری سرافرازی کی غرض سے بھیجا جاتا ہے۔

ان ہر دو فرامین کے مضمون سے واقعات مندرجہ بالا کی پوری تصدیق ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ موجودہ مسجد بازار لداخ کی بنا گیا لیوڈے الدین نمگیل کے ہاتھ سے ۶۳-۱۶۶۱ء میں پڑی ہے۔ اور پھر بتدریج اسے توسیع ہوئی ہے۔



جگہ پر سخت لڑائی ہوئی۔ بالآخر لھاسی فوج قلماق شکست کھا کر پیچھے ہٹی اور بہت سا سامان زرہ بکتر اور تیر و کمان میدان جنگ میں چھوڑ گئی۔ فوج کشمیر نے موضع پیتوگ تک اس کا تعاقب کیا۔ فوج سوتپو نے یہاں بھی قدم نہیں جمائے اور بھاگتی ہوئی ٹشی گانگ چلی گئی۔ کشمیر کی فوج نے زیادہ اُن کا پیچھا نہیں کیا۔ لھاسی فوج نے جب دیکھا کہ کوئی پیچھا کرنے والا نہیں ہے تو وہ ٹشی گانگ میں ٹھہر گئی وہاں انھوں نے گونپہ کو قلعہ میں تبدیل کر کے اُس کے گرد ایک خندق تیار کی جسے پانی سے بھر دیا اور اسکے اندر وہ اطمینان سے مقیم ہو گئی اور فوج کشمیر کی نقل و حرکت کی منتظر رہی۔ یہ قلعہ اب تک گونپہ کی صورت میں موجود ہے۔

فوج کشمیر یہ خدمت انجام دے کر پیتوک سے واپس ہوئی۔ اب گیالپو دے لیک نمگیل بھی اپنے قلعہ تنگ موگانگ سے نکلا۔ اور سپاہ سالار فوج کشمیر کا بڑی عقیدت کے ساتھ شکر ادا کیا۔ کشمیر کے مورخین کا بیان ہے کہ دے لیک نمگیل نے اس موقع پر مذہب اسلام اختیار کیا اور اُس کا اسلامی نام عاقبت محمود خاں رکھا گیا مگر لداخ کی بودھی تاریخ میں اس کے متعلق کچھ مذکور نہیں ہے اور معززین لداخ کو اس سے قطعی انکار ہے مگر سلطنت دہلی کی سرکاری خط و کتابت اسی نام سے اس کے ساتھ ہوتی رہی ہے اس لیے اس واقعہ کو بالکل غلط نہیں تسلیم کیا جا سکتا۔ الغرض گیالپو دے لیک نمگیل نے اس واقعہ کے بعد اقتدار شاہنشاہ ہند کا لداخ کے اوپر تسلیم کر لیا اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل خراج سالانہ اور بروایت دیگر ہر تیسرے سال دینا قبول کیا۔

ابلق گھوڑے ۱۸۔ مشک نافہ ۱۸۔ یاک کی دم ۱۸۔

اس کے عوض میں نواب کشمیر نے نوشہرہ میں لداخ کے گیالپو کو جاگیر عطا کی جس سے پانچ سو بورے چاول کی سالانہ آمدنی تھی جب تک کشمیر سلطنت دہلی کا صوبہ رہا یہ جاگیر قائم رہی۔

الغرض یہ انتظام کر کے فدائی خاں گیالپو دے لیک نمگیل کے ایک بیٹے ٹنگسپال اور چند معززین کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لیکر مع مال غنیمت کے کشمیر کو واپس ہوا۔

گونپہ سے نکل کر لھاسی فوج کے ساتھ وہ چند روز میں حدود لداخ کے اندر داخل ہوگیا
دے لیک نمگیل اس حملہ کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا۔ اور جلدی سے ایک فوج
تیار کرکے باختیں گیالسن ٹنڈوپ لونپو شیخ فوج سوقپو کا مقابلہ کرنے کی غرض سے بھیجی
دونوں لشکروں کا کشتی گانگ اور گر کے درمیان جام دینگ نامی مقام پر مقابلہ ہوا
لداخیوں کو شکست ہوئی۔ لھاسی فوج بدستور لداخ کی طرف بڑھتی رہی۔ یہ فوج جب
لیہ کے قریب پہونچ گئی تو گیالپو اپنی دارالحکومت لیہ کو چھوڑ کر بزگو چلا گیا۔ اور قلعہ
بزگو کے استحکام میں مصروف ہوا۔ لھاسی فوج نے بزگو کا رخ کیا۔ تو گیالپو دے
لیک نمگیل تنگ موگانگ کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ لامہ سانگ نے قلعہ بزگو
کا محاصرہ کر لیا۔

بزگو کا قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ اور رسد اور پانی دونوں کا انتظام اس کے
اندر خاطر خواہ تھا۔ لھاسی فوج اس کے تسخیر کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ لیکن لداخی
فوج کو بھی یہ طاقت نہ ہوئی کہ محاصرہ کرنے والوں کو بھگا دیوے۔ مختلف تواریخ
میں اس محاصرہ کی بابت مختلف روایات ہیں۔ ایک میں بیان ہے کہ یہ محاصرہ
تین سال تک جاری رہا۔ دوسری میں بیان ہے کہ چھ ماہ تک جاری رہا۔ اور اس
اثنا میں لھاسی فوج نے ملک میں خوب لوٹ مار کی۔ ملک لداخ میں لوگوں کے
گذارے کا دارومدار زیادہ تر زراعت پر ہے زراعت پیشہ لوگ اگر ایک سال
زراعت نہ کریں۔ یا پیداوار نہ ہو تو بمشکل گذارہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے موخر الذکر
روایت طوالت محاصرہ کی بابت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

جب دے لیک نمگیل نے دیکھا کہ فوج لھاسی کے نکالنے کے لیے کوئی تدبیر کارگر
نہیں ہوتی ہے تو مجبور ہو کر اس نے ابراہیم خاں صوبہ کشمیر سے امداد کی درخواست کی
عالمگیر نے حملہ آوران کی سرکوبی کے لیے افواج کابل و کشمیر مامور کیں اور ابراہیم خاں
کے بیٹے فدائی خاں کو سالار فوج بنا کر خوانین کابل کے ساتھ تبت بھجوایا۔ اس فوج
کی آمد کی خبر سن کر فوج سوقپو نے قلعہ بزگو کا محاصرہ اٹھا لیا اور میدان چارگیال میں
جو بزگو اور نیمو کے درمیان میں واقع ہے۔ اپنے آپ کو مقابلہ کے واسطے تیار کیا۔ اس

کشمیر سے جو سوداگر بغرض خرید پشمینہ لداخ میں آئیں انھیں پیونگ سے اوپر
چانگ تھنگ کی طرف جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس جگہ خرید و فروخت کرکے کشمیر
واپس ہوں گے۔

جو سوداگران لداخی چانگ تھنگ میں بغرض خرید پشمینہ جائیں انھیں کشمیر میں
اس پشمینہ کی فروخت کے لیے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ لداخ کے اندر کشمیری
سوداگروں کے پاس اپنا پشمینہ فروخت کرنے پر مجبور ہوں گے۔

لامہ کے مذہبی دباؤ سے گیالپو کو نارس کورسوم کا تمام علاقہ سرکار لہاسہ کو حوالہ
کرنا پڑا۔ اور اُسے دلاسا یہ دیا گیا کہ گونپہ جات لہاسہ کی روشنی کے واسطے یہ اُس کی طرف
سے نذر ہوگی۔ مذہب کے نام پر یہ ملکی نقصان اُسے چار و ناچار برداشت کرنا پڑا تاہم
موضع منسر اُس نے اپنے پاس رکھا۔ اور کہا کہ کانگری یعنی کوہ کیلاس اور جھیل ماپم یعنی
مانسرور پر خاص گیالپو کی طرف سے چراغ جلنا ضروری ہے۔ اسے لامہ نے بھی
مان لیا۔ مملکت لہاسہ و لداخ کے درمیان لہاری کی پہاڑی جدید سرحد قرار پائی۔ یہ
پہاڑی موضع دم چوک کے متصل واقع ہے۔

تجارتی تعلقات کے بارہ میں یہ قرار پایا کہ لہاسہ سے سرکاری سوداگر (چونگ
سونگ) سالانہ لداخ میں آئیگا۔ وہ چینی چائے بقدر دو سو بار لایا کریگا۔ اس
چائے کو چونگ سونگ صرف لداخی سوداگروں کے پاس فروخت کریگا۔ اور ممالک
بیرونی میں خود اُسے نہیں ارسال کریگا اور وہ حسب ذیل تحائف گیالپو کو پیش کرے گا

چینی چائے سبز ۲۲ دامو ــــ طوار چینی (دھپو لمار) ریشمی کپڑا ۷ تھان۔ پٹو لہاسی
۲ تھان ــ اور خٹک و تبرکات لہاسہ کے بڑے بڑے لاماؤں کی طرف سے (خٹک
ڈیڑھ دو گز لمبا اور چار پانچ گرہ چوڑا ریشمی رومال جیسا سفید کپڑا ہوتا ہے جو بوقت رسمی
ملاقات بڑے آدمیوں کو پیش کیا جاتا ہے)

لداخ کا گیالپو ہر تیسرے سال اپنا وکیل سرکار لہاسہ میں بہ ثبوت اپنی عقیدت
کے بھیجا کریگا۔ اس کا نام تبتی زبان میں لوپ چک یعنی سالانہ سفارت ہے اس کے
ہاتھ حسب ذیل اشیا بطور تحفہ سرکار لہاسہ میں پیش کی جائیں گی:۔

یہ واقعہ ۱۰۹۴ھ ہجری مطابق ۱۶۸۳ء کا ہے اور اس سے عالمگیر بادشاہ نے ملک تبت
کے اوپر اپنا پورا اقتدار قائم کرلیا۔

گیالپو دے لیگ نمگیل کی یہ حرکت کہ اُس نے بیرونی اقوام کے ساتھ تعلقات
پیدا کیے اور انہیں لداخ کے معاملات میں دخل دینے کا موقع دیا یہ لہاسہ میں بہت
ناپسند کی گئی۔ اُس کے انسداد کی غرض سے لامہ می پھم وانگپو کو جو گرونپہ ڈوکپا کا کوشوک
یعنی افسر اعلیٰ تھا اور یوا چونگ یعنی ڈلائی لامہ لہاسہ نے گیالپو دے لیگ نمگیل کے
ساتھ شرائط صلح طے کرنے کی غرض سے وکیل مختار مقرر کر کے لداخ بھیجا۔ لامہ مذکور
تنگ موگانگ میں پہونچا۔ اُس کے ساتھ لہاسہ کے کچھ اور آدمی بھی تھے۔ لامہ مذکور نے
بحیثیت اپنے مذہبی پیشوا ہونے کے گیالپو کو سمجھایا کہ ہم اور تم ہم قوم و ہم مذہب ہیں
کشمیر کے لوگ غیر قوم اور غیر مذہب ہیں۔ اگر تم نے غیر لوگوں کو اپنے ملک کے اندر
دخیل کیا تو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ اور اندیشہ ہے کہ ہمیں بھی نقصان پہونچے اس لیے
بہتر ہے کہ اس کے انسداد کے لیے جانبین سے کوشش کی جائے۔ پیشتر جو کچھ ہوتا
تھا وہ ہو گیا آئندہ کے لیے ہم اقرار کرتے ہیں کہ لداخ پر کبھی حملہ نہ کریں گے اس کے
عوض گیالپو لداخ کو سرحد کشمیر کی حفاظت کا ذمہ اٹھانا چاہیے۔ گیالپو نے اقرار کیا کہ
اگر کشمیر کی طرف سے کبھی فوج اس طرف آئے گی تو ہم اُس کے روکنے کے ذمہ دار رہیں۔

تجارت پشمینہ کے متعلق کوشوک می پھم وانگپو نے سرکار لہاسہ کی طرف سے یہ
اقرار کیا کہ نارس کورسوم یعنی چانگ تھنگ کا پشمینہ جس قدر ہوگا وہ لداخ کے سوداگران
کے علاوہ اور کسی کے پاس فروخت نہیں کیا جائیگا۔ اس کا نرخ فی ۸۰ نیا نغا چھ نیا نغا =
ایک سیر انگریزی) دو روپیہ نقد یا جنس میں ہوگا۔ رعایائے لہاسہ جس وقت اپنا
پشمینہ سوداگران لداخ کے ہاتھ فروخت کریں تو ترازو لداخ والوں کے ہاتھ میں ہوگا
لیکن لداخ والوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ لہاسہ والوں کے پشمینہ کو مٹی پتھر یا پانی کی
آمیزش کا عیب لگائیں۔

علاقہ رودوق میں گیالپو کے اپنے سوداگروں کے سوا دیگر عام سوداگروں کو
تجارت کی اجازت نہ ہوگی۔

اشخاص کو عروج ہوا اور نا قابل لوگ جو چالاکی سے فائدہ اٹھاتے تھے خراب ہو
اس نے تقریباً ہر ایک گانوں میں ایک ایک چیدہ آدمی کو مقدم دیہہ مقرر کیا انفصال
مقدمات میں وہ ہمیشہ اکابران اور تجربہ کار اشخاص سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ اور کسی
فریق کی طرفداری کو جائز نہیں رکھتا تھا جو احکام صادر کرتا تھا محض انصاف پر مبنی
ہوتے تھے۔ اس وجہ سے ملک میں اُس کی بڑی عزت تھی۔

اس کے نام عالمگیر بادشاہ کا فرمان مورخہ (کہ تاریخ پڑھی نہیں گئی) شہر جمادی الآخر
سال سی ونہم جلوس (سنہ ۱۱۰۸ ہجری مطابق ۱۶۹۶ء) اس مضمون کا صادر ہوا کہ
"اس زمانے میں دریافت ہوا کہ راجہ عاقبت محمود خاں تمھارے حد گذر گئے۔
لہٰذا تم کو خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا جاتا ہے۔ اور منصب یک ہزاری ذات و
یک ہزار سوار پانصد سوار دو اسپہ اتمیاز بخشا جاتا ہے۔ فرقہ قلماق کو اپنے ملک میں
عبور و مرور نہ کرنے دو اور اپنے اہل ملک کو راضی و شاکر رکھو۔ اور شعائر اسلام کے
رواج میں کوشش کرتے رہو"

ایک اور فرمان ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ دہلی کا بنامی راجہ عاقبت
محمود خاں مورخہ ۶ رجب المرجب سال شانزدہم جلوس (سنہ ۱۱۴۸ھ مطابق ۱۷۳۵ء)
اس مضمون کا مجھے ملا ہے کہ "تمھاری عرضداشت پہونچی جس میں تم نے لکھا ہے کہ
تم مراتب عقیدت پر خلوص کے ساتھ قائم ہو۔ اس بنا پر خلعت فاخرہ اور جمدھر کی عطا
سے تم کو افتخار دیا جاتا ہے تم کو لازم ہے کہ شکر گذاری کے ساتھ فرماں برداری و
خدمت گذاری میں ثابت اور راسخ رہو"

معلوم ہوتا ہے کہ گیا لپو دے لیک نگیل حسب رواج لداخ جب حکومت اپنے
بیٹے نیا نگیل کو سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ اُس زمانے میں اس نے یہ عرضداشت
بھیجی ہے جس کے جواب میں فرمان متذکرہ صدر اُس کے نام صادر ہوا۔ ورنہ اس
زمانے میں لداخ کا گیا لپو نیا نگیل تھا جس کے نام تصدیق جانشینی کا فرمان بھی عالمگیر
بادشاہ کی پیشگاہ سے اس فرمان سے تقریباً ۳۸ سال پیشتر صادر ہو چکا تھا
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

سونا ۱۰ سیر جاؤ (= ۴/۱ ۲ تولہ) زعفران ۱۰ سنگ (= ۳۵ تولہ

یارقندی کپڑا ۶ تھان پنجابی سوتی کپڑا ایک تھان

لوپ چھک کو بزمانہ قیام لہاسہ رسد سرکار لہاسہ کی طرف سے بلاقیمت دی جائیگی اور بموقع سفر آمدورفت حدود مملکت لہاسہ میں باربرداری دوسو جانور۔ دس ایک اور پندرہ گھوڑے اور تین آدمی خدمت کے لیے اور اُس کے اپنے گھوڑوں کے لیے گھاس اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتی اور ہر پڑاؤ پر رہنے کے لیے خیمے بلاکرایہ اور بلاقیمت بہم پہنچائے جائیں گے۔ اس باربرداری کو ایک حاکم ملکی کے صدر مقام سے دوسرے حاکم ملکی کے صدر مقام تک برابر جانا ہوگا تاکہ اثنائے راہ میں لوپ چھک کو اس کے تبادلہ کے انتظام کے لیے دربدر پھرنا نہ پڑے اور قریب قریب یہی مراعات گیالپو لداخ کو جونگ سونگ لہاسہ کے لیے حدود حکومت لداخ میں کرنا ہوں گی۔

یہ عہدنامہ توثیق کرکے کوشوک می پھم وانگپو لہاسہ واپس چلا گیا۔ سرکار لہاسہ نے اس کی ان سیاسی خدمات کی بڑی قدر کی اور اُس کے صلہ میں تین گانوں اُسے بطور جاگیر عطا کیے۔ یہ جاگیر اس وقت تک اس گونپہ کے قبضہ میں ہے جس کا وہ صدر لامہ تھا۔

اس طرح گیالپو دے لیک نمگیل دو زبردست طاقتوں کی اطاعت میں آ گیا اور دونوں کو اُس نے سلطنت مغلیہ کے زوال تک خوب نباہا۔ بعد ازاں تعلقات کشمیر کا خاتمہ ہوگیا لیکن لہاسہ کے عہدنامہ پر بلاکم وکاست حکومت لداخ کے قیام تک عمل رہا پھر اس کی تجدید بذریعہ عہدنامہ دیوان ہری چند مورخہ ۲۔ اسوج سمبت ۱۹۱۱ بکرمی مہاراجہ گلاب سنگھ کی طرف سے ہوئی اور باستثنائے نرخ پشمینہ کم وبیش آج تک رائج ہے۔

نیما نمگیل ۱۶۹۵ء–۱۷۵۰ء گیالپو دے لیک نمگیل کے پانچ بیٹے تھے۔ اُسکی وفات پر اُس کا بڑا بیٹا نیما نمگیل تخت نشین ہوا (۱۶۹۵ء لغایت ۱۷۵۰ء) یہ بڑا بیدار مغز گیالپو تھا۔ اس کے عہد حکومت میں قابل

بہت سی مذہبی کتابیں لاماؤں اور دنیاداروں میں ان کے پڑھنے کے واسطے تقسیم کیں۔ تانبے پھرانے کے دستی چھوٹے چرخ سونے چاندی اور تانبے سے بنائے اور انھیں رواج دیا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ اُس نے لوگوں کے اخلاق کو درست کیا چوری رہزنی اور جھوٹ کی اُس نے اُس ملک میں بیخ کنی کر دی۔ ان امور کے متعلق وہ لوگوں کو ایسی محبت کے ساتھ پند و نصیحت کیا کرتا تھا جیسے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ مشہور تعمیر اس گیالپو کی چراسا واقعہ خانا قہ نو بماہ کا شاہی محل ہے جس کے بعض حصے اس وقت تک اچھی حالت میں ہیں۔ گو کہ عرصہ دراز سے یہ عمارت خالی ہے اور کسی کے استعمال میں نہیں آئی۔

اس گیالپو کے عہد میں دو اہم واقعات پیش آئے اور ان دونوں کا ذکر تاریخ لداخ میں نہیں ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ دو اطالوی پادری اپولیطو ڈیزیڈیری ساکن پسٹویا اور عانویل فریرے شہر دہلی سے چل کر براہ آگرہ - دہلی دسری نگر تقریباً ۲۰ جون ۱۷۱۵ء کو بعزم لہاسہ شہر لیہ۔ لداخ میں وارد ہوئے پادری ڈیزیڈیری اپنے حالات سفر کشمیر تا لداخ اپنے سفر نامہ میں اس طرح بیان کرتا ہے۔ ان کا مقابلہ مرزا حیدر کے حالات لداخ ۱۵۳۲ء کے ساتھ نہایت دلچسپ اور مورخانہ نکتہ نظر سے نہایت مفید ہوگا۔ اسی غرض سے ہر دو اندراجات کو بزبان اصل مصنفین اس کتاب میں ترجمہ کر کے درج کر دیا گیا ہے۔

" ایک نہایت پر فضا زرخیز اور آباد پہاڑی پرگنہ کشمیر کے خاتمہ پر ہم ۲۹ مئی ۱۷۱۵ء کو ایک سر بفلک کشیدہ۔ خوفناک اور استادہ پہاڑ موسومہ کانتل (۹ کائیں پتھری) کے دامن میں پہونچے۔ یہ کشمیر اور تبتستان کی سرحد ہے ۳۰ مئی کو ہم نے اس پہاڑ کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ شام تک ہم پہاڑ کانتل کی دوسری طرف تبت خورد کی پہلی بستی (غالباً متائن) میں پہونچ گئے۔ دیگر فریرے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ رات کو ہم ایک غار میں رہے اور دوسرے دن شام کو آبادی میں پہونچے) اس علاقہ کی زبان گو کہ لہاسہ کی زبان سے مختلف ہے مگر دونوں کی اصل جہاں سے وہ نکلی ہیں بظاہر ایک

گیالپو ٹیا نمگیل نے گونپہ سم پاس اور لھاسہ کے دیگر بڑے بڑے گونپوں کو مورتیوں پر سونے کا ملمع چڑھانے کے لئے سونا بھیجا۔ روشنی کا خرچ دیا۔ ہر فرقہ کے بڑے بڑے لاماؤں کو نذریں بھیجیں اور عام لاماؤں کے لیے ضیافت کا انتظام کیا خاص لداخ میں سونے چاندی کی بہت سی مورتیاں تیار کیں۔ چلم سر کے گاؤں میں پل سے اوپر کی طرف ایک لمبی مانے تعمیر کی۔ یہ مانے اس وقت تک موجود ہے۔ گوکہ درازی اس کی خاصی ہے مگر عمارت بہت اعلیٰ درجہ کی نہیں ہے۔ یا بوجہ بے مرمتی خراب ہو گئی ہے۔

اس کے زمانے میں چھاپہ خانہ پہلی دفعہ اس ملک میں پہونچا۔ مذہب اس کے رواج کی وجہ محرک ہوا۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس وقت تک اس کا استعمال مذہبی خدمات پر محدود ہے اور اس کا کام لینے والے بھی مذہبی آدمی ہیں۔ مورتیوں کے اندر جو منتر لکھکر رکھے جاتے تھے ان کے چھاپنے کے لیے لکڑی کی تختیاں اسنے کندہ کرائیں اور اس کا تمام سامان لھاسہ سے منگوایا اور لداخ میں اس کا رواج دیا۔ یہ چھاپہ خانہ اس وقت تک گونپہ سوما واقعہ قصبہ لیہ میں موجود ہے اور اس کے ساتھ کاغذ سازی کا بھی کارخانہ ہے۔ یہ کاغذ نرم اور کھردرا ہوتا ہے مگر لداخ کے لوگ بانس کی کھپاچ کے قلم سے اس کے اوپر بآسانی لکھتے ہیں۔

اس قسم کے چھاپہ خانے اور کاغذ سازی کے کارخانے لداخ کے قریب قریب ہر ایک بڑے گونپہ میں موجود ہیں مگر استعمال ان کا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا صرف مذہبی کاموں پر محدود ہے۔ اور یہ دونوں کارخانے قریب قریب اسی درجہ ابتدائی میں اب تک چل رہے ہیں جس میں کہ وہ ابتداءً اس ملک میں پہونچے تھے۔ لداخی لاماؤں کو اس سے غرض نہیں کہ چین اور جاپان میں اسے ترقی دیکر کہاں سے کہاں تک پہونچا دیا گیا ہے۔ البتہ موراوین مشن کے پادری لیتھو چھاپہ خانہ لداخ میں لائے ہیں مگر اس کا استعمال بھی ان کی مذہبی ضروریات پر محدود ہے۔

گیالپو ٹیا نمگیل نے کمن گا گیور کی نقل کرائی یہ بودھ مذہب کی مقدس کتاب ہے جو ۱۰۸ اس کے قریب ضخیم جلدوں میں ہے۔ علاوہ ازیں اسنے

پایاب گذر سکتا ہے اور نہ تیر کر پار ہو سکتا ہے اس لیے مسافر مجبور ہیں کہ جھولے سے گذریں۔ جھولے کی کیفیت یہ ہے کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک بید کی شاخوں کے دو موٹے رسے ایک دوسرے سے چار فٹ کے فاصلہ پر کھینچے ہوئے ہیں۔ انکے ساتھ آدھ آدھ گز کے فاصلہ پر ایک پتلا رسہ بید کی شاخوں کا نیچے کی طرف جھولتا ہوا باندھا ہے۔ اس کے اوپر سے گذرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ انسان بالائی رسوں کو اپنے ہاتھوں سے خوب مضبوط پکڑ لیتا ہے اور ان کے ساتھ نیچے کی طرف جو جھولتا ہوا رسہ باندھا ہوا ہے اُس پر پاؤں ٹکاتا ہوا پار ہو جاتا ہے۔ ہر ایک قدم کے ساتھ جھولا داہنے بائیں جانب جھولتا ہے اس لیے ایک وقت میں ایک ہی آدمی اس کے اوپر سے گذر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ جھولا ہر طرف سے کھلا ہوا ہے اور دریا سے اتنا اونچا ہے کہ پانی کے بہاؤ کو دیکھکر نظر چندھیا جاتی ہے اور سر چکرانے لگتا ہے ہمیں اس جھولے سے گذار کر متذکرہ بالا راہنما ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم نے اپنا سفر جاری رکھا (چونکہ کسی مقام کا نام دیز بدیری نے نہیں لکھا ہے اس جھولے کے موقع کا تعین کرنا محال ہے ممکن ہے کہ ہنس کوٹ کے قریب نالہ کنجیاں کے جھولے سے مراد ہو)

چند روز بعد ہم ایک قصبہ میں پہونچے جو صوبہ کا صدر مقام تھا اور جہاں وزیر اعظم لداخ کا بیٹا حاکم تھا (اس کا تعین کرنا بھی مشکل ہے ممکن ہے کہ کھلسی یا تنگ موسکا نک ہو) انہیں ہمارے پہونچنے کی خبر ہوئی تو اُس نے ہمیں اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور وہاں ہمارا بڑا احترام کیا اور ہماری روانگی پر ہمیں کچھ تحائف دیے اور اپنے والد کے نام خط معرفی بھی ہم کو دیا۔

۲۰ جون ۱۷۱۵ء کو ہم شہر لیہ۔ لداخ میں داخل ہوئے جو کہ دارالسلطنت تبت کلاں کا ہے۔ کشمیر سے لداخ کا سفر چالیس دن لیتا ہے۔ اور صرف پیادہ پا ہو سکتا ہے راستہ اس درجہ تنگ ہے کہ صرف ایک ہی آدمی ایک وقت میں گذر سکتا ہے اور نہایت بلند اور خطرناک پہاڑوں کے پہلو سے گذرتا ہے۔ بعض مقامات پر راستہ برف کی بانی (برف جو پہاڑ کی سلامی سے کسی نشیب میں پھسل کر نہایت تیز رو کے ساتھ نیچے پھسلتی ہوئی آتی ہے اسے انگریزی زبان میں آویلانچ اور پہاڑی زبان میں انی کہتے ہیں) یا

معلوم ہوتی ہے۔ ان اطراف میں شہروں کا نام و نشان نہیں ہے صرف گانوں ہیں۔ اور
مکانات رہائشی عموماً آدھی بلندی تک زمین دوز ہیں۔ پیداوار صرف جو۔ گندم اور
بعض ترکاریاں۔ اور خوبانی پر محدود ہے۔ یہاں کے لوگوں کا مذہب ابتداً وہی تھا۔
جو لداخ کے لوگوں کا تھا۔ لیکن چونکہ یہ ملک شاہان چغتائی کے زیر حکومت ہے تقریباً
کل آبادی مسلمان ہوگئی ہے۔ صوبہ کشمیر اس ملک پر حکومت کرتا ہے اور اپنے بجائے
چھوٹے درجہ کے حاکم بمنظوری بادشاہ اس طرف بھیجتا ہے کیونکہ جگہ چھوٹی ہے (یہ
دراس اور لبتستان کے متعلق معلوم ہوتا ہے)

چند روز بعد ہم حدود لداخ میں داخل ہوگئے۔ سلطنت لداخ کے اس ابتدائی
پرگنہ پر ایک چھوٹا راجہ بسرپرستی لداخ حکومت کرتا ہے یہ مسلمان ہے اور خود مختار
گیا لپوسے لداخ کے ماتحت ہے۔ اس کا قلعہ یعنی محل ایک بلند پہاڑی کے اوپر بنا ہوا
ہے (غالباً قلعہ سوت سے مراد ہوگی) جب ہم اس قلعہ کے نزدیک پہونچے تو ہم نے
خطوط معرفی راجہ کے پاس بھیج دیے اور درخواست کی کہ اپنی حکومت سے ہمیں
بلا مزاحمت گذرنے کی اجازت دی جائے۔ راجہ نے جواب میں ہمیں دوسرے
دن کی ملاقات کی دعوت دی۔ اور جب ہم حاضر ہوئے تو اس نے گرمجوشی اور احترام
کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔ اور ہمیں کھانے پر بلایا۔ اس کے دوسرے دن وہ بڑی
شان و شوکت کے ساتھ ملاقات بازدید کے لیے آیا اور چوگان بازی دکھلانے کے
لیے ہمیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کے دوسرے دن ہماری روانگی سے پیشتر ہمیں صرف
پروانہ راہداری ہی نہیں دیا۔ جس کی ہم نے درخواست کی تھی بلکہ ایک اعلیٰ تحفہ بھی
بھیجا۔ اور ہمارے ملازمین کے لیے کچھ نقدی بھی ارسال کی۔ اور ہماری رہنمائی کے
لیے اپنے آدمی بھی ہمارے ساتھ کیے کہ جہاں کہیں کسی خطرناک پل سے گذرنا ہو ہماری
امداد کریں۔

ایک مقام پر پہونچ کر ہم نے دیکھا کہ ہمارے بائیں طرف پہاڑ بالکل ناقابل گذر ہے
اور اُدھر کوئی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ راستہ دوسری طرف کے بالمقابل پہاڑ پر ہے۔ ان
دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک چوڑا اور نہایت تیز نالہ واقع ہے۔ جسے نہ کوئی انسان

خانقاہیں اور رہبان بکثرت ہیں یہاں کا سردار اعلیٰ لامہ ہوتا ہے جس کے لیے لہاسہ کے کسی دار العلوم میں چند سال تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ فی الجملہ یہ امر ہر ایک لامہ کے لیے ضروری ہے جو بڑے درجہ میں ترقی کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ بہت سے کشمیری سوداگر جو پشمینہ کی تجارت کرتے ہیں یہاں سکونت پذیر ہیں۔ انہیں مسجدوں کے بنانے اور آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی ادا کرنے کی اجازت ہے وقتاً فوقتاً ختن کی سلطنت سے بھی سوداگر آتے رہتے ہیں۔ یہ اچھی نسل کے گھوڑے اور سوتی کپڑا اور دیگر سامان تجارت اس ملک میں لاتے ہیں۔ کچھ سوداگر لہاسہ سے بھی براہ دشت کلاں آتے ہیں اور چاے۔ تماکو۔ ابریشم۔ اور چین کی دیگر اشیا لاتے ہیں۔ اس ملک میں سب گانوں ہیں۔ شہر صرف ایک ہی لیہ یا لداخ ہے جہاں بڑا لامہ اور خود مختار راجہ کی سکونت ہے۔ شہر لیہ ایک وسیع میدان میں واقع ہے جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور جابجا گانوں ہیں شہر کی آبادی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور بتدریج اوپر کی طرف بڑھتی ہوئی بڑے لامہ کی حویلی اور محل شاہی تک چلی گئی ہے۔ یہ دونوں عمارتیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اسکے آگے بڑھکر پہاڑی کی چوٹی کے اوپر ایک قلعہ ہے۔ شہر کی حفاظت ہر دو پہلوؤں میں اور نیچے کی طرف ایک مستحکم فصیل سے ہوتی ہے۔ مکانات مضبوط بنے ہوے ہیں اور کشادہ ہیں اور بلحاظ حالات مقامی بہت موزوں ہیں۔

لداخ میں ہم پہونچتے ہی پائے سنتے کہ ہماری آمد کی خبر راجہ کو پہونچ گئی اور قبل اس کے کہ ہمیں اپنے خطوط معرفی کے ارسال کرنے کا موقع ملتا اس نے ہمیں ملاقات کے لیے طلب کیا۔ وہ ہم سے بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آیا کیونکہ ہم ایک دور دراز ملک سے آئے تھے۔ اور بوجہ اس کے کہ ہم اپنے مذہب کے لامہ یا عالم تھے اُس نے ہمارا بڑا احترام کیا۔ اور خطوط جو ہم نے پیش کیے اُنھیں دیکھنے کے بغیر ہماری جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ علاوہ ازیں بڑے لامہ نے اور لونپو یعنی وزیر اعظم نے اور دیگر وزراے سلطنت نے بھی اُسی کے مطابق ہمارے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ بعد میں سبھوں نے ہمیں تحائف بھیجے۔ ہماری پہلی ملاقات کے وقت ایک

بارش سے گر گیا ہے۔ ایسے مقامات پر پاؤں ٹکانے کی بھی جگہ نہ تھی۔ یہاں یہ کرنا
پڑتا تھا کہ راستہ دکھلانے والا آدمی ہمارے آگے آگے چلتا تھا۔ کلہاڑی سے برف کاٹ کر
پاؤں رکھنے کی جگہ بناتا تھا ایک ہاتھ سے ہمیں پکڑ کر اس جگہ پہونچاتا تھا۔ پھر دوسرے
قدم کے لیے جگہ تیار کرتا تھا حتی کہ ہم تنگ راستہ پر پہونچتے تھے دیگر مقامات پر پہاڑ
برف یا یخ سے ڈھنکا ہوا تھا۔ اور تنگ راستہ کا خطرہ بہت زیادہ تھا۔ اگر کسی کا پاؤں
پھسلا تو نالہ کے اندر سر کے بل گرنے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کشمیر سے جو لوگ پشمینہ لیجانے
کی غرض سے لداخ آتے ہیں ان میں سے بہتیروں کی جان راستہ میں ضائع ہو جاتی
ہے یا اپنے ہاتھ پاؤں توڑ لیتے ہیں مگر وہ جون میں زوجی لا کو عبور نہیں کیا کرتے بلکہ
برف کے پگھل جانے کا انتظار کرتے ہیں ـــ مولف)

ملک لداخ کا طول دو مہینے کا سفر ہے۔ بجانب شمال اس کی حدود کاشغر و یارقند
کی سلطنت کے ساتھ ملتی ہیں۔ جنوب میں حکومت کو لاہور کے ساتھ۔ مغرب میں بلتستان
کے ساتھ۔ اور مشرق میں دشت تاری جونگر کے ساتھ ملتی ہیں تمام ملک پہاڑی ہے
دیکھنے سے خوف آتا ہے۔ زمین آبادی کے قابل نہیں ہے۔ جہاں کہیں آبادی ہے اسکی
عام پیداوار جو ہے گیہوں قدرے قلیل بوئی جاتی ہے اور بعض مقامات میں خوبانی بھی
پیدا ہوتی ہے۔ درختوں کی بہت کمی ہے اس لئے لکڑی کی بہت قلت ہے بھیڑ و
بالخصوص اونچے قد کے قسمی بھیڑ و بکثرت ہیں۔ ان کا گوشت بہت اعلیٰ اور ان کی اون
بے انتہا نفیس ہوتی ہے۔ آہوے مشک نافہ بھی پایا جاتا ہے وادیوں کے اندر پہاڑوں
کے دامن میں۔ اور نیز ندیوں کے کنارے اہل ملک سونا بہت نکالتے ہیں۔ اس کے بڑے
بڑے دانے نہیں ملتے بلکہ چھوٹے چھوٹے ریزوں میں ملتا ہے۔ لوگ گوشت اور جو کا
ستو کھاتے ہیں اور چھنگ پیتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی مخمر شراب ہے جو جو سے تیار کیجاتی
ہے اس کا مفصل بیان آگے آئیگا۔ ان کا لباس ادنی اور وضع قطع میں معذون ہوتا ہے
ان لوگوں میں تکبر بالکل نہیں ہے۔ برخلاف اس کے وہ فرمانبردار، رحمدل خوش مزاج
اور نیک نہاد لوگ ہیں۔ اس ملک کی زبان لہاسہ کی زبان سے زیادہ اختلاف نہیں
رکھتی ہے۔ لہاسہ اور لداخ کے لوگوں کا مذہب اور ان کی کتب مذہبی ایک ہی ہیں

اُس نے جو کچھ ہمارے پاس تھا اُسے دیکھ لیا کہ ہمارے پاس بجز چند کتابوں اور قلمی مسودات۔ اور چند کپڑوں اور معمولی ظروف۔ اور اخراجات سفر کے لیے تھوڑی نقدی کے اور کچھ نہیں ہے وہ راجہ کے پاس واپس گیا اور جو کچھ اُس نے دیکھا تھا اُسے بتلا دیا اور اطمینان دلایا کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے اور جواہرات کے قصے جو مشہور کیے گئے ہیں محض غلط اور بہتان ہیں۔ راجہ انصاف پسند اور منصف مزاج آدمی ہے اُس نے فوراً احکام صادر کیے کہ کشمیری سوداگروں میں سے کوئی شخص دربار میں داخل نہ ہونے پائے اور نہ اُس کے محل کے نزدیک آنے پائے۔ اور ہمیں راجہ نے پیغام بھیجا کہ ہم اپنی بعض چیزیں اُس کو دکھلانے کے لیے اُس کے پاس لائیں جب ہم اُس کے پاس گئے تو اُس نے جواہرات کے متعلق جو اصرار کیا تھا اُس کی بابت بڑے انکسار کے ساتھ ہم سے معذرت کی اور ہماری نماز کی دعاؤں کی کتابوں مذہبی تصویروں اور تمغوں کو بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ اور جو مذہبی چیزیں ہمارے پاس تھیں اُن کا معائنہ کیا کہ اور کہا کہ بمقابلہ قیمتی جواہرات اور نادر مال تجارت کے ان تبرکات کے دیکھنے سے اُسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے راجہ بہت دیر تک ہمارے ساتھ دوستانہ قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے ہمیں رخصت کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور تحفہ ارسال کیا۔ اس ملاقات کے دوران میں اور دیگر ملاقاتوں کے موقع پر راجہ اور لونبو دونوں نے ہم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم اسی شہر میں ٹھہر جائیں اور اپنے مذہب کے لاماؤں کا کام جاری کر دیں میں بیان نہیں کر سکتا کہ جس جگہ ایسا اچھا موقع کام کرنے کا ہمیں مل رہا تھا وہاں تلقین مذہبی کا کام شروع کر دینے کی ترغیب میرے لیے کس درجہ دلکش تھی ہم نے خدا سے دعا مانگی اور آپس میں صلاح کی اور یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں لہاسہ کا سفر جاری رکھنا چاہیے کیونکہ لہاسہ اس غلط مذہب کا مرکز ہے اور نیز اس وجہ سے کہ پادری اینٹا نیوڈی انڈرادے اور اُس کے بعد ہماری مجلس مذہبی کے دیگر مبلغ حضرات وہاں رہ چکے تھے ہم نے وہیں جانا انسب سمجھا۔ لہٰذا ہم نے سفر کا انتظام شروع کر دیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ ہمیں گھوڑوں اور دیگر ضروری سامان سفر کے خریدنے میں

تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اُس کے ارد گرد اُس کے وزرا اور اہل دربار موجود تھے مگر بعد میں
ہمارے دو ماہ کے قیام لداخ کے دوران میں وہ ہمیں اکثر محل میں بے تکلفانہ طور پر
بلایا کرتا تھا۔

چونکہ راجہ اور اُس کے اہل دربار کے ساتھ ہمارے تعلقات بے تکلفانہ ہو گئے
اس سے کشمیری سوداگروں کے دل میں ہماری طرف سے حسد پیدا ہوا۔ انھوں نے
ہمارے متعلق یہ افواہ پھیلائی کہ ہم لامہ گری یا مذہبی عالم ہونے کا محض بہانہ کرتے ہیں
در اصل ہم مالدار سوداگر ہیں اور موتی۔ جواہرات اور نادر قسم کے مال تجارت کی
ایک بہت بڑی تعداد اپنے ملک سے ہم اپنے ساتھ لائے ہیں۔ راجہ کو یہ خبر پہنچی
تو اس نے اپنے ایک وزیر کے ہاتھ جو نونبو کا بھائی تھا ہمیں پیغام بھیجا کہ ہمارے
پاس جو مال ہے اُسے اور کسی شخص کے پاس ہمیں فروخت نہیں کرنا چاہیے
وہ خود اسے خریدنا چاہتا ہے اور ہمیں یقین دلایا کہ قیمت وہ ہمارے اطمینان کے
مطابق ادا کریگا۔ ہم نے جواب دیا کہ جس شخص نے یہ افواہ پھیلائی ہے اُس نے
بالکل غلط اطلاع دی ہے ہمارا قیمتی مال تجارت اس سچے مذہب کی محض تعلیم
و تلقین ہے جو بہشت اور دوامی نجات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس سے راجہ
کا اطمینان نہیں ہوا اور اُس نے یہ خیال کیا کہ مذہبی تعلیم کا ہمارا دعوی محض ایک وسیلہ
حیلہ بازی ہے جسے ہم نے صرف اس بنا پر اختیار کیا ہے کہ ہمیں پوری قیمت کی
وصولی کا اطمینان نہیں ہے۔ اس لیے اُس نے وزیر کو ہمارے پاس دوبارہ بھیجا کہ
ہر طرح سے ہمارا اطمینان کر دیا جائے کہ راجہ ہمارے مال کی پوری قدر کریگا۔ اور
ہمیں پوری قیمت ادا کریگا۔ ہم کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے اور
کسی قسم کی بدسلوکی کے خیال کو دل میں نہیں لانا چاہیے۔ ہمیں کسی قسم کی شکایت
کا موقع نہیں دیا جائیگا۔

ہم نے جب دیکھا کہ ہمارے زبانی انکار سے وزیر کا اطمینان نہیں ہوا ہے
تو ہم نے وزیر سے کہا کہ اپنے ہاتھ سے ہمارے تمام اسباب کی تلاشی لے لو۔ اُس نے بڑے
اخلاق سے یہ جواب دیا کہ ہماری بات کافی ہے لیکن ہماری درخواست پر آلآخر

ایک پرتگالی پادری انٹانیو ڈی اینڈراڈے نے آگرہ میں مشن قائم کیا۔ یہاں اُسے یہ دریافت ہوا کہ تبت لہاسہ میں عیسائی مذہب کے مشابہ ایک مذہب رائج ہے اس لیے اُس نے ارادہ کیا کہ تبت میں بھی مشن قائم کیا جائے۔ برادر مانوئیل مارکس کو ساتھ لے کر وہ ماہ مارچ ۱۶۲۴ء براہ سری نگر گڑھوال ملک تبت میں علاقہ کوگے کے شہر چپرانگ میں پہونچا یہاں اُسے دریافت ہوا کہ آگرہ میں تبت کے مذہب کے متعلق جو کچھ اُس نے سنا تھا وہ محض خیالی بات تھی۔ لیکن کوگے کے گیالپو اور گیالمو اور اراکین خاندان شاہی اُن کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے حتیٰ کہ انھوں نے یہ بھی اجازت دیدی کہ تم اپنے مذہب کی تبلیغ کرو اور گرجا وغیرہ بھی تعمیر کرلو پادری اینڈراڈے ان سے یہ وعدہ کرکے کہ اپنے افسروں سے اجازت ملنے پر کام جاری کریگا۔ آگرہ میں واپس آگیا اور ۱۷۔جون ۱۶۲۵ء کو پادری گونسالو ڈی سوزا اور دو تبتی نوجوانوں کو ساتھ لے کر جنھیں وہ اپنے پہلے سفر میں کوگے سے لایا تھا۔ دوبارہ کوگے کی طرف روانہ ہوگیا۔

یہ لوگ چپرانگ میں ۲۸ راگست کو پہونچے اور ۱۶۲۶ء کے ایسٹر اتوار کے دن انھوں نے گیالپو کی موجودگی میں چپرانگ میں گرجا کا سنگ بنیاد قائم کیا۔ اس اثنا میں پادریوں نے اراکین خاندان شاہی اور دیگر اشخاص کے درمیان مذہب عیسائی کی تبلیغ کا کام شروع کردیا تھا۔

پادری ایسٹیواؤ کیسیلا۔ پادری جواؤ کبرال۔ اور برادر بارٹولومیو فانٹیبونا کو صوبہ الاابار کے مشن کو چین سے مبلغ کے طور پر ملک اور سانگ میں جس کا دارالحکومت لہاسہ ہے تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ انھوں نے صوبہ مون واقعہ شمال غرب بھوٹان میں شہر گیانستی کے متصل توقف کیا۔ اور گیالپو دکھریوں کی اجازت سے ۱۶۲۷ء میں اس شہر میں گرجا تعمیر کیا اور بہت لوگوں کو انھوں نے عیسائی مذہب کا معتقد بنا یا۔ مشن چپرانگ سے ایک اور مبلغ سانگ کے گیالپو کی درخواست پر اور اُس کے خرچ پر گیانستی میں بھیجا گیا۔ اسی سال میں پادری جواؤ ڈی اولیویرا۔ اور پادری الانو ڈی اینجلیس۔ اور پادری انٹانیو پیریرا کوگے میں آکر پادری انٹانیو ڈی اینڈراڈے کے ساتھ شامل ہوگئے

ہر طرح کی امداد دی جائے اور جب ہم راجہ سے رخصت ہوئے تو اس نے نہیں صرف مزید تحائف ہی نہیں دیے بلکہ اپنے ماتحت حاکمان کے نام پروانہ جات راہداری اور تشی گانگ کے لامہ اور حاکم کے نام خطوط معرفی بھی عطا کیے۔

۷۔ اگست ۱۷۱۵ء کو ہم لداخ سے روانہ ہوئے اور ۷ ستمبر کو لداخ اور لھاسہ کی سرحد پر پہونچ گئے۔ چند روز تک ہمارا سفر پہاڑی مگر آباد حصہ ملک کے درمیان سے ہوا۔ یہاں تک کہ ہم دشت چنگ تھنگ میں پہونچے۔ اس دشت میں ستادہ اور متعفن پانی کی بہت سی جھیلیں ہیں اور کان گندھک اور گندھک والے پانی کے چشمے بھی ہیں۔ یہ متعفن پانی اور خراب ہوا انسان اور حیوان دونوں کے لیے خطرناک ہے اس سے مسوڑھوں اور ہونٹوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے جو بعض اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے اس کا علاج صرف یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اس پانی کے پینے سے پرہیز کیا جائے اور خوشبودار بوٹیاں چوسی جائیں اور اسہال آور ادویہ کا استعمال کیا جائے۔ گھوڑوں کا علاج بھی اسی طرح کیا جاتا ہے۔ ان بوٹیوں کو کوٹکر جو کے آٹے میں گوندھ کر گھوڑوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ان کی معمولی خوراک ہے وہ آسانی سے کھا لیتے ہیں۔

۱۰۔ ستمبر کو ہم تشی گانگ پہونچے۔ یہ شہر لداخ اور لھاسہ کی سرحد کے اوپر واقع ہے۔ اس کا استحکام ایک مضبوط فصیل کے ذریعے کیا ہوا ہے جس کے گرداگرد گہری خندق ہے۔ اس خندق کے اوپر کھینچ لینے والے پل بنے ہوئے ہیں کالون اور حاکم مع فوج کے قلعہ کے اندر رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سرحدی مقام ہے بالخصوص یہ قلعہ تاتاریوں کے حملہ سے بچاؤ کے لیے بنایا گیا ہے جو بہت دلیر، ناقابل اعتبار اور دھوکہ باز لوگ ہیں۔ راجہ لداخ کے خطوط کی بدولت لامہ، کالون اور حاکم تشی گانگ نے ہمارا بڑا احترام کیا۔"

اس سلسلہ میں دوسرے پادریوں کے حالات جو پادری ڈیزیڈیری نے اپنے سفرنامہ لھاسہ میں لکھے ہیں اور جن سے بیرونی اقوام فرنگ کے آزادانہ تعلقات حکومت لھاسہ دریا ستہائے ملحقہ کے ساتھ پائے جاتے ہیں خالی از دلچسپی نہ ہوں گے

اور جو آوڈی الیحہ سراچپرانگ سے روانہ ہو کر بیس روز میں لیہ پہونچے اور لداخ ۔ رودق اور کوگے میں اور دیگر مقامات میں گرجا تعمیر کرنے اور عیسائی مذہب کی تبلیغ کرنے کی اجازت حاصل کی لیکن گذشتہ انقلاب کی شورش اب تک جاری تھی اور ۱۶۳۲ء میں پانچ پادری کھرپوں کوگے کے محل میں قید تھے ۔ معائنہ کرانے کے بغیر انھیں کوئی چیز پہونچائی جا سکتی تھی اور نہ ان کے پاس سے کوئی چیز باہر آسکتی تھی ۔

۱۶۳۵ء میں پادری فونوکورسا کو چھ ہمراہیوں کے ساتھ گوا سے بھیجا گیا مشن کو از سر نو جاری کرے ۔ اس کے ہمراہیوں کے درمیان پادری کالڈیرا پیڈا اوڈی فرٹیاس اور برادر فاسٹینو بار پردس بھی تھے ۔ مگر ہندوستان ۔ تبت اور سری نگر گڑھوال کی قحط سالی کی وجہ سے جس کے بعد انفلوئینزا کی بیماری پھیل گئی ۔ تبت پہونچنے سے پہلے ہی پانچ پادری فوت ہو گئے ۔ سورت سے تبت تک کے سفر پر تین ہزار روپیہ خرچ ہوا ۔ باوجود ان تمام تکالیف کے عیسائیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ۔ کھرپوں چپرانگ نے راجہ سری نگر گڑھوال کے نام اپنے ایک خط میں پادری الانوڈی انجیلیس کی موت کے ۱۶۳۶ء میں واقع ہونے کا ذکر کیا ہے اور شکایت کی ہے کہ جن پادریوں کو اس نے کہا تھا کہ چپرانگ آجائیں انھیں سری نگر میں روک لیا گیا ہے ۔

اس کے چار سال بعد ۱۶۴۰ء میں پادری تھواڈی یاردس کو آگرہ بھیجا گیا جہاں سے تین ہمراہیوں کو ساتھ لیکر تبت کو روانہ ہوا مگر نتیجہ کیا ہوا اس کا کچھ ذکر نہیں ہے اس کے بعد متعدد پادریوں کا مذکور ہے جنھوں نے تبت میں تبلیغ دین مسیحی کا کام کیا ۱۶۴۱-۴۲ء میں برادر عمانوئیل مارکس اور پادری اسٹینسلاؤ ملیچی چپرانگ میں مشن کے کام میں مصروف رہے پادری انیٹا نیوڈی انیڈراڈے گوا میں سینٹ پال کالج کے پرنسپل کی میعاد ختم کرنے کے بعد تبت واپس جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا ۔ لیکن پادری امبر دسیو کورنیا ۔ برنیٹ ۔ گوڈینو اور متعدد دیگر پادری تبت مشن میں کام کرتے رہے ۔ جہاں عیسائیوں کی خاصی تعداد ہو گئی تھی اور اس میں روز بروز زیادتی ہو رہی تھی ۔ تیس سے زیادہ پادریوں اور برادروں کا نام مذکور ہے

انھوں نے بارہ آدمیوں کو بپتسمہ دیا۔ اور بہت سے اور آدمیوں کو بپتسمہ لینے کے لیے تیار کیا۔ گیالمو اور اس کی بھتیجی نے جو بیٹی گیالپو لہاسہ کی تھی بپتسمہ قبول کیا۔ اس موقع پر گیالپو نے مشن قائم کرنے کے لیے ایک بڑی رقم کا عطیہ دیا۔ گرجا تعمیر کر دیا۔ اور پادریوں کے رہنے کے لیے مکانات تعمیر کر دیے۔ اور مشنریوں کے واسطے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

۲۰۔ جنوری ۱۶۲۷ء کو پادری جو آد کبرال گیانستی میں پہونچا۔ اسے گیالپو نے صوبہ موں سے بلایا تھا اور اس نے اور لامہ نے اُسے تبلیغ کی اجازت دی۔ جب وہ وہاں سے واپس ہونے لگا تو گیالپو نے راجہ نیپال کاٹمنڈو کے نام خطوط دیے اور موخر الذکر راجہ نے پادری کو سفر پٹنہ کے لیے خطوط معرفی دیے۔

۱۶۲۹-۳۰ء کا زمانہ مشن کے لیے مہلک ثابت ہوا۔ ابتدا میں پادری عمانویل گیاس نے مورد نگ میں انتقال کیا۔ یہ جگہ نیپال اور سکم کی ترائی میں واقع ہے۔ بعد ازاں کوگے کا گیالپو اور اس کا کنبہ سب قید کر لیے گئے اور اس قابل نہ رہے کہ پادریوں کی حفاظت کر سکیں اسی سال اور سانگ کے دو پادری جن کے اوپر گیالپو کی بہت مہربانی تھی فوت ہو گئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ پادری الیسیو اڈ کیلا جس کے اوپر مشن کا دار و مدار تھا گیانستی میں فوت ہوا اس زمانہ میں گیالپو نے پادری جو آد کبرال سے درخواست کی کہ تم ہمارے ملک میں واپس آجاؤ۔ اور کچھ اور پادری بنگالہ سے چپرانگ میں بھیج دیے گئے کیونکہ چپرانگ۔ رودق اور کوگے میں عیسائیوں کی تعداد چار سو تک پہونچ گئی تھی۔ اس دوران میں لداخ کے گیالپو نے حملہ کیا اور ان مقامات کو اس نے تسخیر کر لیا بہت سے عیسائیوں کو پکڑ کر غلام بنا کر اپنے دار الحکومت لیہ میں بھیج دیا۔ رودق کے دو پادریوں کو بھی قید کر کے لیہ بھیج دیا۔ مگر وہاں پہونچکر گیالپو نے انھیں چھوڑ دیا خوش قسمتی سے اسی سال (۱۶۳۱ء) میں کچھ اور پادری ان کی امداد کے لیے پہونچ گئے پادری اینٹانیو پریرا۔ سو پیریر فرانسسکو دی آزیویڈو۔ ڈومینکو کا سیچے اور فرانسسکو مورینیڈو۔ ۱۴ فروری ۱۶۳۱ء کو گوا سے جہاں پادری اینٹانیو انیڈراڈے پراونشل تھا چپرانگ کے لیے روانہ ہوئے ہم۔ اکتوبر کو پادری فرانسسکو ازیویڈو

حد تک جان نثاری کی ہے اور یہ کہ جب تک سلطنت چین کا تعلق ملک تبت کے ساتھ پیدا نہیں ہوا تبت کو بیرونی دنیا سے علیحدہ رکھنے کا دستور نہ تھا۔ یہ اختراع غالباً سلطنت چین کی ہے کہ رعایا ہے ممالک غیر کا داخلہ ملک تبت میں قطعاً بند کیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ اور جس کی پابندی سختی کے ساتھ کی جاتی ہے

دوسرا اہم واقعہ جو گیالپو نیا نمگیل کے عہد حکومت میں پیش آیا یہ ہے کہ محمد بھٹی سلطان۔ راجہ سورو دکرستے جب بڈھا ہو گیا اور اس کی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ تو اُسے فکر ہوئی کہ کوئی متبنّیٰ بنایا جاے اُس کا ایک وزیر بودھ مذہب کا تھا اُس نے ترغیب دی کہ گیالپو نیا نمگیل کو متبنّیٰ مقرر کیا جاے۔ محمد بھٹی سلطان کی رانی ارگیال بی اُس کی سخت مخالف تھی مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی اور بھٹی سلطان نے گیالپو نیا نمگیل کو اپنا متبنّیٰ قرار دیا اُس کی رانی اس انتظام سے ناراض ہوئی اور زہر کھا کر مر گئی مگر محمد بھٹی سلطان اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔

تبنیت کا فیصلہ ہو جانے کے بعد نیا نمگیل نے کالون رفستن کو اپنے منھ بولے باپ محمد بھٹی سلطان کے پاس سلام کی غرض سے بھیجا۔ اس رسم کے ادا ہو جانے کے بعد بھی محمد بھٹی سلطان تاحیات خود حکومت کرتا رہا۔ اُس کے فوت ہونے پر نیا نمگیل نے بحیثیت متبنّیٰ بیٹے کے سورو کرستے پر قبضہ کر لیا اور اپنے منجھلے بیٹے ٹشی نمگیل کو وہاں کا راجہ مقرر کر کے بھیج دیا۔ اُس وقت سے فتح ڈوگرہ تک سورو کرستے شامل حکومت لداخ رہا اور جس کام کو گیالپو نیا نمگیل کے بزرگ دو دفعہ جنگی کوشش کرنے کے باوجود پورا نہ کر سکے تھے نیا نمگیل نے بلا تکلیف گھر بیٹھے پورا کر لیا۔

ٹشی نمگیل نے صرف چند روز سورو کرستے کی حکومت کی۔ اس کے بعد وہ لامہ ہو گیا اور حکومت کمر پوں کے ہاتھ میں رہی جس کا خاتمہ وزیر زور آور سنگھ نے کیا۔

اس گیالپو کے لمبے عہد حکومت میں لداخ میں کوئی لڑائی جھگڑا یا فساد نہیں ہوا اور شروع سے اخیر تک ملک میں کامل امن و امان رہا گو کہ اس کے بڑھاپے میں جانشینی کا تنازعہ اس کے بیٹوں کے درمیان اس کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا اس کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی گیالمو منع سے کی ایک خاتون تھی اس سے

جنھوں نے اُس زمانہ میں ملک تبت میں تبلیغ کا کام انجام دیا ہے۔

اس کے بعد پادری دیزیدیری کاپوچین مشنریوں کا ذکر کرتا ہے کہ ۱۷۰۴ء میں روما سے بہت سے فرائر ملک تبت کو بطور مشنری کے روانہ کیے گئے۔ یہ لوگ ملک ترکیہ بابل اور عرب سے گذرتے ہوئے ۱۷۰۶ء میں بنگالہ میں پہونچے۔ ان میں سے پادری جوزف ڈی اسکولی اور فرینکایس آف ٹورین بالآخر لہاسہ میں پہونچے۔ مگر فرینکایس جلد واپس چلا آیا اور پٹنہ میں فوت ہوگیا۔ اور صرف جوزف ڈی اسکولی ۱۷۱۱ء تک لہاسہ میں ٹھہرا رہا۔ حتیٰ کہ پادری ڈومینیکو ڈافانو لہاسہ میں پہونچا اُس وقت جوزف لہاسہ سے واپس ہوا اور پٹنہ میں پہونچکر فوت ہوگیا ۱۷۱۱ء جوانی ڈافانو پادری ڈومینیکو کے ساتھ شامل ہوگیا اور دونوں نے صلاح کرکے مشن کو ترک کردیا اور بنگالہ میں واپس چلے آئے۔ اب ملک تبت میں کوئی کاپوچین پادری باقی نہیں رہا۔ اور پادری دیزیدیری سے ۱۷۱۵ء میں لہاسہ میں پہونچنے تک کوئی پادری اس ملک میں نہیں بھیجا گیا۔ پادری دیزیدیری کے ساتھ دہلی سے پادری عمانوئیل فریئر کی تعنیات کیا گیا تھا مگر وہ لہاسہ پہونچنے کے چند روز بعد واپس چلا آیا۔

پادری ڈومینیکو ڈافانو بنگالہ سے روما کو گیا وہاں سے اسے مع دیگر کاپوچین پادریوں کے پھر لہاسہ کو واپس بھیجا گیا۔ وہ ۱۷۱۵ء میں بنگالہ میں پہونچا اور ۱۷۱۶ء میں لہاسہ میں وارد ہوا پادری اور ازیو دلا پینا اور پادری فرانسسکو فاسومبرونے اس کے ساتھ تھے۔ یہ تینوں پادری دیزیدیری کے مکان پر آئے اور اُس سے کہا کہ انھوں نے روما میں لکھا ہے کہ ملک تبت کاپوچین مشن کے حلقہ اثر میں ہے کسی اور مشن کے پادریوں کو یہاں نہیں رہنا چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ روما سے پوپ کا جو حکم صادر ہوگا اس کے مطابق تعمیل کیجائے گی بعد ازاں وہ صلح و آشتی کے ساتھ پادری دیزیدیری کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ۱۷۲۱ء میں پادری دیزیدیری لہاسہ سے واپس چلا آیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ مذہب کے واسطے عیسائی پادریوں نے کس

حضور بابدولت زیر آسمان کے حکمرانوں اور مخلوقات کی پرورش مساویانہ طور پر کرتے ہیں قبل ازیں تمہارے والد نیامگیل نے ہمارے نمائندہ کیھنچن کو امداد دے کر خدمات انجام دی تھیں۔ اس لئے تم بھی ہمارے نمائندہ پالی فولادا کے ساتھ اتفاق کر کے خدمات انجام دیتے رہو اور حضور بابدولت بھی والد بزرگوار شاہنشاہ کی طرح سند اور خلعت تم کو عطا کرتے ہیں۔ تم کو شکر گزار رہنا چاہیئے۔ جو خبریں سنو اور حالات دیکھو فوراً ہمارے نمائندہ پالی فولادا کو مطلع کرو اس قدر دور دراز فاصلہ پر حضور بابدولت کی خدمت میں تحائف پیش کرنا اور حصول سند کی درخواست کرنا واقعی تمہارا فرض تھا۔ اور تم آئندہ بھی اپنے والد نیامگیل کے خلوص کا راستہ اختیار کر کے دینی ترقی اور حضور بابدولت کی خدمات کی انجام دہی میں کوشاں رہو اور ہمارے نمائندہ پالی فولادا کے ساتھ اتفاق رکھکر امداد دینے میں غفلت نہ کرو اور بابدولت کے خلعت سے سرفرازی حاصل کرو۔

شیشہ کی تھالی۔ زرد ایک جوڑی۔ سرخ ایک جوڑی۔ نیلی ایک جوڑی۔

طوار ہر قسم ۲۰ تھان

سفید شیشہ کا گلدان۔ ایک جوڑی۔

پیالہ چینی۔ دو جوڑی۔

فیغہ کا پیالہ مع سرپوش۔ ایک جوڑی۔

ارسال ہے"

یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ کیھنچن اور پالی فولادا مندرجۂ فرمان بالا کون شخص تھے اور ان کے کیا فرائض تھے کیونکہ تاریخ لداخ میں ان کا مذکور نہیں ہے اور نہ دریافت سے انکا کچھ پتہ چلا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوشوک پی ہم وانگپو کی سفارت اور عہد نامہ کے بعد ایک چینی افسر بحیثیت آج کل کے ریزیڈنٹ کے لداخ میں تعنیات کیا گیا تھا جس کی صلاح پر کاربند ہونے کی گیالپو کو تاکید کی گئی ہے۔

زی زی خاتون کی بیٹی تشی وانگمو کی شادی راجہ کشتوار کے ساتھ نیامگیل کی حیات میں تجویز ہوئی تھی۔ معززین لداخ اس کے مخالف تھے کہ اپنے ملک سے باہر غیر قوم کے لوگوں میں جن کا مذہب اور زبان بھی جدا ہے لڑکی دینا اچھا نہیں ہے مگر گیالپو نے اسے قبول نہ کیا اور یہ جواب دیا کہ لڑکی پر ماں باپ کا اختیار ہے چنانچہ شادی ہو گئی اور تشی وانگمو کو تنگ

اس کا بڑا بیٹا دیس کیونگ نمگیل پیدا ہوا جس کے بعد وہ قضائے آلہی سے فوت ہوئی بعد ازاں نیما نمگیل نے پوریگ کی زی زی خاتون سے شادی کی اس سے ایک بیٹا ٹسٹی نمگیل اور ایک بیٹی ٹشی وانگمو پیدا ہوئی۔

نیما نمگیل جب بڑھا ہو گیا تو اُس نے حسب رواج ملک کاروبار سلطنت اپنے بیٹے دیس کیونگ نمگیل کو سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کی۔ مگر زی زی خاتون کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کا بیٹا ٹسٹی نمگیل منہ دیکھتا رہ جائے اور دیس کیونگ حکومت کرے۔ چونکہ دیس کیونگ نے زی زی خاتون کے ہاتھوں میں پرورش پائی تھی۔ اور وہ اسے اپنی ماں کے بجائے سمجھتا تھا اُس نے اس کو بآسانی رضامند کر لیا کہ پوریگ ٹشی نمگیل کو حوالہ کر دیا جائے۔ مگر ارکین سلطنت پر وہ اس معاملہ میں اثر ڈالنے میں کامیاب نہ ہوئی۔ باوجودیکہ نیما نمگیل نے ٹشی نمگیل کو سورو کرتسے کی حکومت پر مقرر کر کے بھیج دیا تھا مگر وزرائے سلطنت کی تقسیم کو جائز نہ رکھا اور اصرار کیا کہ ٹشی نمگیل یا تو حسب رواج لک لامہ ہو جائے یا صبر شکر کر کے تنگ موگانگ میں بیٹھا رہے۔ نیما نمگیل نے جب دیکھا کہ فساد بڑھ رہا ہے تو خانہ جنگی کو روکنے کی غرض سے اس نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور عرصہ تک حکمران رہا۔ اس کے ساتھ ہی ٹشی نمگیل کو بھی عام رائے کی پیروی کر کے حکومت چھوڑ کر لامہ کی زندگی اختیار کرنی پڑی۔

دیس کیونگ نمگیل (۱۶۷۵ء)

اسکے بعد دیس کیونگ نمگیل تخت نشین ہوا (۱۶۷۵ء لغایت ۱۷۰۵ء) مگر اس کی حکومت محض برائے نام تھی اور اختیارات سب اس کی سوتیلی ماں گیالموزی زی خاتون کے ہاتھ میں تھے۔ ٹشی نمگیل اپنی ماں کی مدد سے ملبہ اور پھوکر پر قابض ہو گیا اور ملبہ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ وہاں اُس نے پہاڑی کے اوپر ایک محل ٹمدوک کھر تعمیر کیا۔ اب اس قلعہ کی عمارت منہدم ہو گئی ہے۔ صرف گونپہ باقی ہے۔

اس گیالپو کے نام شاہنشاہ چین سو ہانگ وی کا فرمان وسند مورخہ ۸ تاریخ دوسرا مہینا صادر ہوا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

مدحکم شد بنام دیس کیونگ نمگیل راجہ لداخ۔

لداخ کی تقسیم شدہ سلطنت کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

فونسوک نمگیل ۱۷۷/۱۷۷۵ء دیس کیونگ کے بعد اس کا بڑا بیٹا سس کیونگ نمگیل حقدار سلطنت تھا مگر گیالپو کے اقتدار نے اس دفعہ پھر کام خراب کیا۔ اور اس نے چالاکی سے اپنے بیٹے فونسوک نمگیل کو تخت نشین کر دیا۔ (سنہ ۱۷۷ء لغایت ۱۷۷۵ء) اور بڑے کو لامہ بنا کر ہمیس بھیجدیا۔

فونسوک نمگیل نے برخلاف رواج ملک اپنی ماں کی چالاکی سے جو حکومت حاصل کی تھی اس سے اس کو زیادہ فائدہ نہیں پہونچا۔ پوریگ میں اس کا چچا ٹشی نمگیل بدستور حکمران تھا اور فونسوک نمگیل لداخ خاص کی حکومت پر قانع تھا۔ اس اثنا میں ٹشی نمگیل نے رعایا کے اوپر کچھ زیادتی کی اور کشمیری سوداگران پشمینہ پر بھی سختی کی۔ گیالپو فونسوک نمگیل نے اس کو ان حرکات سے روکا۔ ٹشی نمگیل کو یہ مداخلت بہت ناگوار ہوئی۔ اس سے دونوں کے درمیان بے لطفی پیدا ہو گئی۔ رفتہ رفتہ تعلقات زیادہ کشیدہ ہو گئے۔ اکابران لداخ اس سے خوف زدہ ہوئے کہ اگر یہی حالات جاری رہے تو اندیشہ ہے کہ کشمیر کیطرف سے لداخ پر حملہ ہو جائے اس لئے انھوں نے سرکار لہاسہ میں ان واقعات کی اطلاع بھیجی اس کی بنا پر ڈلائی لامہ نے کاتھوک رگزن چھن پو سیوانگ نوربو کو جو ایک مدبر لامہ تھا اور اس وقت نیپال میں ایک چھورتن کی مرمت کرانے میں مصروف تھا حکم دیا کہ فوراً لداخ جائے اور صورت معاملات کو درست کرے چنانچہ وہ نیپال سے سیدھا لداخ کو روانہ ہوا۔ جب وہ گر میں پہونچا تو ٹشی نمگیل اور دیگر معززین کی صلاح سے زانسکار کے لونپو کو اس کی پیشوائی کی غرض سے بھیجا گیا۔ اس نے لداخ کے جملہ حالات سے اسکو واقف کر دیا۔ حاکم گر نے بھی اپنے آدمی اس لامہ کے ساتھ تعنیات کر دے اس طرح سے پوری تیاری کر کے وہ گر سے لداخ کی طرف روانہ ہوا۔ اثنا میں لداخ اور پوریگ کے دونوں گیالپو اور معززین لامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سبھوں نے اسپر اتفاق کیا کہ لامہ جو کچھ حکم صادر کریگا وہ سب کو بلا عذر و تامل قبول کرنا ہوگا۔

لامہ نے حکم دیا کہ آئندہ جانشینی کے متعلق تنازعہ نہیں ہونا چاہیئے۔ گیالپو کا بڑا بیٹا حقدار سلطنت ہوگا۔ اس کے جسقدر چھوٹے بھائی ہوں ان سب کو گونپہ جات پیتوک وغیرہ

سونگا نیل اور دیگر ملازمان کی ہمراہی میں اس کے دولہا کے گھر کشتواڑ میں رخصت کر دیا۔ مابعد میں یہ شکایت پیدا ہوئی کہ اس لڑکی کو سورج دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا ہے اسپر یہ قرار پایا کہ ٹشی وانگمو کو کشتواڑ سے واپس بلا لیا جائے۔ جب اس کے واپس لانے کے لئے آدمی کشتواڑ پہونچے تو اس کے شوہر نے اپنی رانی کی محبت کی وجہ سے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں بھی اس کے ساتھ لداخ چلوں گا۔ چنانچہ میاں بیوی دونوں کشتواڑ سے بعزم لداخ روانہ ہوئے۔ زی زی خاتون کو جب پتہ لگا کہ ہمکا داماد بھی بیٹی کیساتھ آرہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ یہاں آکر ٹشی نمگیل کی حکومت میں مخل ہوگا اُسنے ایک معتمد کو خفیہ طور پر یہ حکم دیکر روانہ کیا کہ جہاں کہیں موقع ملے ٹشی وانگمو کے شوہر کو راہی ملکِ عدم کر دیا جائے۔ کشتواڑ اور پاڈر کے درمیان میں یہ راجہ جب ایک پل پر سے گذر رہا تھا تو زی زی خاتون کا معتمد اُسکی امداد کے بہانے سے اُسکے ساتھ ہولیا اور موقع پاکر اُسنے اُس بدنصیب راجہ کو پل پر سے دھکا دیکر بحر فنا میں پہونچا دیا۔ اس خون ناحق سے زی زی خاتون کی تمام ملک میں سخت بدنامی ہوئی بعد میں ٹشی وانگمو کی دوسری شادی کھیلو میں کر دی گئی۔

تاریخ کشتواڑ میں اس واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس راجہ کشتواڑ کا جس کی شادی لداخ کی شاہزادی ٹشی وانگمو کے ساتھ ہونے کا حال تاریخ لداخ میں مذکور ہے تعین کرنا مشکل ہے۔ البتہ مہر سنگھ راجہ کشتواڑ کے مصنوعی بیٹے پرتھی سنگھ کی موت کے واقعات قریب قریب یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے گو کہ اس قدر اختلاف ہے کہ تاریخ کشتواڑ کے مطابق اس کو اس کے چچیرے بھائی اجیت سنگھ نے بھنڈار کوٹ کے قریب پل دریائے چناب سے نیچے گرا کر ہلاک کیا۔ اور زمانہ بھی قریب قریب پرتھی سنگھ کے ساتھ ملتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ یہ بدنصیب راجہ پرتھی سنگھ ہی ہو۔

دیں کیونگ نمگیل کی شادی نیلزا دانگمو سے ہوئی تھی جو لوبالو متصل دار جیلنگ کی رہنے والی تھی۔ اس شادی کے بعد وہ تخت نشین ہوا۔ اس گیالمو کے بطن سے اسکا بیٹا سں کیونگ نمگیل پیدا ہوا۔ مگر میاں بیوی کے درمیان اتفاق نہیں رہا اور بیوی اپنے باپ کے گھر واپس چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک اور شادی کی جس سے فونسوک نمگیل پیدا ہوا۔ غالباً یہ بھی گیالمو تھی۔

اس گیالپو کا کوئی بڑا یا چھوٹا کارنامہ تاریخ لداخ میں بجز اس کے نہیں ملتا کہ وہ

اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جس نے طبابت میں بڑی شہرت حاصل کی۔ وہ لھاسہ میں فوت ہوا۔ اور ایک بہن بھی تھی جو لھاسہ کی طرف بیاہ کر چلی گئی۔

گو کہ لامہ رگزن کی منصفی کی بدولت سس کیونگ نمگیل فقیری سے نکل کر تخت شاہی پر پہونچ گیا مگر زیادہ عرصہ اسے حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لامہ رگزن چھن پو ابھی لداخ ہی میں تھا کہ نواب کشمیر کی طرف سے ایک وکیل یہاں پہونچا۔ اس لامہ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ سن کر اسے خیال ہوا کہ اس کی آزمائش کرے اور اس سے کہے کہ پتیوک اور لداخ کے درمیان جو وسیع میدان بیابان پڑا ہوا ہے اس کی آبادی کے لئے پانی نکالے وہ لامہ کے پاس آیا لامہ اس وقت نمے کے محل شاہی میں گیا پو کا مہمان تھا۔ اور اس کے پاس بہت خلقت جمع تھی اس کشمیری وکیل کی صورت دیکھنے کے ساتھ ہی وہ اس کے مطلب کو تاڑ گیا۔ اس نے ایک چھوٹی چائے دانی میں چائے منگوائی اور اس میں سے پیالیاں بھر بھر کے جملہ حاضرین محفل کو چائے پلادی۔ یہ حال دیکھکر کشمیری وکیل لامہ کی کرامات کا قائل ہو گیا اور اپنے مطلب کا اظہار کئے بغیر واپس چلا آیا۔ لوگ اس کی عقل پر تعجب کریں گے کہ ایسے صاحب کرامت بزرگ کے پاس پہونچا اور بے فیض واپس چلا آیا ورنہ لداخ آج واقعی ایک شہر ہوتا۔

اس وکیل کا حال تاریخ کشمیر یا تاریخ ہندوستان میں مجھے تلاش سے نہیں ملا۔ لہٰذا یا تو یہ واقعہ ایک لطیفہ ہے یا یہ شخص کوئی معمولی آدمی تھا جو اپنے کام سے لداخ میں آیا تھا اور لامہ کی کرامات کا شہرہ سن کر اظہار عقیدت کی غرض سے اس کے پاس چلا گیا۔

لامہ رگزن چھن پو نے جو حکم صادر کیا تھا اس کی نقول اس نے لداخ۔ ملبہ اور زانسکار کے راجگان کو دیدیں اور ایک نقل بطور سند گونبہ ہمیس میں داخل کردی بعد ازاں وہ لھاسہ کو واپس چلا گیا۔

سیوانگ نمگیل ۱۷۸۰ء — ۱۸۱۰ء گیا لپو سس کیونگ نمگیل کے مختصر عہد حکومت کے ختم ہونے پر اس کا بڑا بیٹا سیوانگ نمگیل تخت نشین ہوا (سنہ ۱۷۸۰ء لغایت سنہ ۱۸۱۰ء) یہ ابھی کم عمر تھا کہ اس کے باپ کا سایہ عاطفت اس کے سر سے اُٹھ گیا اس واقعہ نے اس کے اوپر خراب اثر ڈالا۔ اس کی شادی کی تجویز زانگلا کے گیا لپو کی بیٹی کے ساتھ کی گئی تھی۔ مگر اس کے دل میں شیطان نے وسوسہ پیدا کیا۔ اور اس گیا لپو کے

تیسرا
میں لامہ بنانا چاہیئے۔ دو بھائیوں کے درمیان سلطنت کی تقسیم ہرگز نہ کیجائے۔ اور نہ بڑے کو محروم کرکے چھوٹا بھائی حکومت اختیار کرے۔

لامہ نے اپنے فیصلہ میں کسی کی رو رعایت نہیں کی مگر اس کے عملدرآمد میں دنیا سازی کو ملحوظ رکھا کہ زانسکار ایک سرحدی علاقہ ہے جب تک حاکم وقت موقع پر موجود نہ ہو سرحد کی حفاظت نہیں ہوسکتی لہذا بہتر ہوگا کہ زانسکار کے گیالپو کو بدستور رہنے دیا جائے وہ سرحد کی حفاظت کا ذمہ دار ہوگا۔ ہنس کو کے گیالپو کے بارہ میں اس نے یہ کہا کہ یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے اسے بھی نہ چھیڑا جائے۔ لیتی نمگیل کے متعلق خصوصیت سے کچھ ذکر نہیں ہے مگر چونکہ وہ مرتے دم تک پوریگ میں بدستور حکمران رہا اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس کے لئے یہ عذر کیا ہوگا کہ ایک شخص جس نے عمر بھر حکومت کی ہے بڑھاپے میں اسے ذلیل کرنا درست نہیں ہے بدستور رہنے دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی زندگی بھر بدستور سابق پوریگ میں حکمران رہا چونکہ اس کی اولاد نہ تھی اس کے مرنے پر پوریگ کا علاقہ لداخ کے ساتھ شامل ہوگیا۔

سسکیونگ نمگیل ۱۷۷۵ء – ۱۷۸۰ء

بائیس ہمہ فونسوک کے لئے لامہ کو غالباً کوئی بہانہ ہاتھ نہیں آیا اور اس بدنصیب گیالپو کو اپنی حکومت لامہ کے فیصلہ پر قربان کرنی پڑی۔ اس کے بڑے بھائی سسکیونگ کو ہمس گونپہ سے واپس بلا کر لداخ کا گیالپو بنایا گیا (۱۷۷۵ء لغایت ۱۷۸۰ء) معزول گیالپو اور اس کی والدہ نے لداخ کے شاہی محل کی تمام جائداد اپنے درمیان بحصہ برابر تقسیم کر لی اور دونوں نے ساکتی کے محل میں سکونت اختیار کی۔

سسکیونگ کی بڑی گیالمو زرن وانگمو لو کی رہنے والی تھی۔ اس سے اس کا بڑا بیٹا سیوانگ نمگیل پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس گیالمو کے ساتھ کیا واقعہ گذرا تاریخ سے دریافت نہیں ہوتا۔ بعد ازاں سسکیونگ نے گیالمو نوروم سے شادی کی اور جب اس کو ہمیس میں پناہ گزیں ہونا پڑا تو یہ گیالمو بھی اس کے ساتھ تھی اسکا بیٹا گیال شش می بھیم سیوانگ بھٹن لیس اسی جگہ پیدا ہوا اور اسی گونپہ لامہ بنایا گیا بطور لامہ اس کا نام می پہم پل تھوشگو بس دورجے ہے۔ اس نے بعد میں گونپہ میں بڑی ترقی کی اور گونپہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔

ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا کہ راجہ اور رعایا کے درمیان نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ اور بوقت تخت نشینی راجہ اور رعایا کے درمیان جو عہد و پیمان ہوا تھا کہ راجہ قاعدہ اور دستور کے مطابق حکومت کریگا اور رعایا کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آئیگا اس پر رعایا نے بھی اقرار کیا تھا کہ وہ ہمیشہ راجہ کی فرمانبردار رہیگی۔ مگر راجہ اپنے قول و قرار پر قائم نہیں رہا اور رعایا کے اوپر اس نے بہت سختی کی۔ اور صرف ملک کی بُری صحبت کے اثر میں آ گیا۔ اور گھوڑا وغیرہ تحائف اس سے لیکر اس کا بندہ بن گیا۔ اور ایک کمینہ ذات بیدا عورت کو گھر میں ڈال لیا۔ اور بیدا کر پو کی سازش اور بھپندر سے میں آ کر کالون کون گیپ اور ٹونسپون ہمکت ٹنڈوف دونوں کو قتل کیا اور معززین و معتبران پر سزائے جرمانہ عائد کی۔ جو بالکل خلاف اصول تھا۔ اور بیدا قوم کے لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کیا۔ اور اپنے مذہب کو ہیچ سمجھکر غیر مذاہب کو مقدم سمجھنے لگا۔ اور کالون دانگل بھی بری صحبت کے اثر میں آ کر راجہ کے ساتھ شریک ہو گیا جس سے رعایا تنگ ہو کر کالون دانگل کی گرفتاری پر آمادہ ہو گئی۔ لیکن کوشوک گیل سرس گونپہ ہمیس اور چھیفروت لشی نے رعایا کو سمجھا بجھا کر فساد سے باز رکھا اور رعایا بھی کوشوک کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئی۔ چنانچہ یہ فیصلہ قرار پایا کہ راجہ سیوانگ نمگیل حکومت سے علیحدہ ہو کر لامہ بن جائے اور اس کا ولی عہد تخت پر بیٹھے اور کالون دانگل لھاسہ میں جلا وطن کیا جائے۔ اس فیصلہ کے مطابق ولی عہد چھیتن نمگیل کو تخت پر بٹھایا جاتا ہے وہ کاروبار حکومت کو سرانجام دیوے اور رعایا بھی دل و جان سے اس کی فرمانبردار رہے اور معزول راجہ آئندہ حکومت میں دخل نہ دے۔ علیحدہ گونپہ چمرے میں رہے صرف گذارہ کے واسطے موضع ستوک وسابو میں اول تھنگ رقبہ زرعی دیا گیا۔ اس طرح باہمی فیصلہ ہوا۔"

اس زمانہ کے راجگان لداخ کے حالات کو دیکھکر اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حکومت زوال کو پہونچ گئی تھی۔ حکومت اور قابلیت دو متضاد چیزیں ہو گئی تھیں جو ایک آدمی میں جمع نہیں ہو سکتی تھیں۔ بادشاہوں میں نہ اوصاف مردانگی باقی تھے نہ تدبیر تھی اور نہ انتظامات ملکی کی لیاقت رہ گئی تھی انھوں نے عیاشی کو اپنا خاص کام سمجھ رکھا تھا اور حکومت وقتاً فوقتاً عورتوں کے ہاتھ میں رہتی تھی اسکا انجام یہی ہونا

لداخ پہونچنے سے پیشتر اس نے سنگر اعلاقہ کرتسے کی ایک بیدا رڈومنی (عورت بی بی
نامی کو جس کے حسن و جمال کا تمام ملک میں شہرہ تھا اپنے گھر میں ڈال لیا۔ زانگلا کی
گیالموجب لداخ میں پہونچی تو یہ حال دیکھ کر بہت بیزار ہوئی اور ناراض ہو کر اپنے باپ
کے گھر واپس چلی گئی۔ بعد میں زانسکار کے گیالپو کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی۔

اس گیالپو نے بڑے ناشائستہ کام کیے اپنے اصطبل میں پانچ سو گھوڑے مع
سائیسوں کے رکھے اس سے خرچ بہت بڑھ گیا۔ روزمرہ وہ اپنے خانگی سامان کا حساب
کتاب لیا کرتا تھا۔ ادنی آدمیوں کو اعلی عہدے دیتا تھا۔ اچھے آدمیوں کی رسائی اس کے
دربار میں نہ تھی یہ حرکات ملک میں بہت ناپسند کی گئیں۔ آخر الامر معززین نے جمع ہو کر
گیالپو۔ سیوانگ نمگیل سے کہا کہ تم اس ڈومنی عورت سے قطع تعلق کرو ورنہ تمہارے
حق میں اچھا نہ ہوگا۔ عام رائے سے اختلاف کرنا ناممکن تھا۔ مجبوراً اسے اپنی معشوقہ بی بی
کو اور اس کے ساتھ اپنے وزیر اعظم ستوکپا کالون کو نکالنا پڑا۔

بعد ازاں سوت کی شاہزادی بیگم وانگمو کے ساتھ اس کی شادی کر دی گئی اس سے
تین بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام گیور چھتن نمگیل اور چھوٹے
کا نام گیور شدوف نمگیل ہے۔ اس کی ایک اور گیالموخاتون سرنگ بھی تھی اس سے
جگسمت نمگیل پیدا ہوا۔

ان ہر دو واقعات کو تبتی تاریخ میں بظاہر الٹ دیا گیا ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ
زانگلا کی شاہزادی کے ساتھ سیوانگ نمگیل کی شادی کی تجویز کے ختم ہو جانے کے بعد
اس کی شادی بیگم وانگمو کے ساتھ ہو گئی۔ یہ لداخ میں گنزوم وانگمو کے نام سے مشہور
ہے اس کی موجودگی میں سیوانگ نمگیل عیاشی کی طرف مائل ہو گیا اور سنگرا کی ایک بیدا
عورت بی بی نامی کو اس نے گھر میں ڈال لیا۔ اور کاروبار سلطنت میں بے عنوانی
اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے حکومت سے معزول کر کے گونیہ چھرے میں گوشہ نشینی
پر مجبور کیا گیا۔ اور اس کے بیٹے چھتن نمگیل کو راجہ مقرر کیا گیا۔ ان واقعات کی تفصیل
مطابق ایک تحریر کے جو مجھے لداخ میں دستیاب ہوئی حسب ذیل ہے۔

"جب راجہ سیوانگ نمگیل نے گنزم وانگمو کے ساتھ شادی کی تو راجہ نے رعایا کے

ٹنڈوف نمگیل ۱۸۲۰ء–۱۸۳۴ء

اب سیپل ٹنڈوف نمگیل کی باری آئی (زمانہ ۱۸۲۰ء تا ۱۸۳۴ء) نہایت کیونکہ چھتپ نمگیل نے کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تھا گو کہ گیا نمو یعنی رانی حاملہ تھی جس سے بعد میں سیوانگ رنستن پیدا ہوا جس کا مذہبی نام چھو غسفر ول ہے اور اسی نام سے وہ زیادہ مشہور ہے جب ٹنڈوف نمگیل بجائے اپنے بھائی کے تخت نشین ہوا تو حسب رواج ملک اس کی بیوہ بھی اُسے وراثت میں ملی چونکہ سیوانگ رنستن اس زمانہ میں پیدا ہوا جبکہ اس کی ماں ٹنڈوف نمگیل کی زوجیت میں تھی اس لئے بعض مصنفین نے اس کی ولدیت کو ٹنڈوف نمگیل کی طرف منسوب کر دیا ہے اور بعض نے سیوانگ رنستن اور چھو غسفر ول کو جداگانہ اشخاص قرار دیا ہے یہ درست نہیں ہے گیالپو ٹنڈوف نمگیل بلحاظ خصائل ذاتی اپنے بڑے بھائی کی ضد تھا۔ اوصاف مردانگی اس میں نام کو نہ تھے۔ وہ کمال درجہ کا بزدل الوجود تھا۔ جنگ کے مواقع اسے کئی دفعہ پیش آئے مگر اس نے ہمیشہ اس سے گریز کیا۔ انفصال مقدمات میں اسے بجائے انصاف کے فریقین کے رسوخ اور دولت مندی کا زیادہ لحاظ ہوتا تھا۔

علاوہ ازیں خیال کیا جاتا ہے کہ اسے اپنے باپ کی طرف سے فتور عقل بھی وراثت میں پہونچا تھا کیونکہ اس کی بہت سی عجیب و غریب حرکات مشہور ہیں خانگی ملازمان سے وہ روزانہ مچلکے لیا کرتا تھا۔ کہ رات بھر جاگتے رہیں گے۔ خود بھی رات بھر جاگتا تھا اور طلوع آفتاب کے وقت سویا کرتا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اٹھ بیٹھتا تھا۔ بارہ گھڑے پانی سے وہ ہاتھ منہ دھوتا تھا۔ اور ہر ایک گھڑے کے ساتھ ایک پڑیا پھولی کی (یہ ایک قسم کا شور ہے جو نوبراہ میں پیدا ہوتا ہے) استعمال کرتا تھا۔ اس سے اس کے ہاتھوں کی کھال پھٹ گئی تھی۔ جب اسے سفر کرنا ہوتا تھا تو رات کو مشعل جلا کر چلا کرتا تھا۔

پرانے اراکین سلطنت پر اسے اعتبار نہ تھا۔ کالون سیوانگ ٹنڈوف جو پرانا وزیر اعظم تھا اور جس کے تدبر اور قابلیت کی بڑی شہرت تھی۔ رعایا کے درمیان ہر دلعزیز تھا اور بیرونی ممالک ملحقہ کے ساتھ مراسم دوستانہ رکھتا تھا۔ سفارت کا سلسلہ اس نے قائم کیا ہوا تھا اور وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ تحایف کا لین دین بھی کیا کرتا تھا۔ ٹنڈوف نمگیل کو اس کی ان خدمات کا کچھ لحاظ نہ تھا اور نہ کسی نے یہ خیال کیا کہ وہ اس کا بہنوئی بھی ہے

چاہیے جو چند روز بعد ظہور پذیر ہوا۔

چھتن نمگیل ۱۸۰۰ تا ۱۸۲۰

چھتن نمگیل بھی اپنے باپ کی طرح ابھی جوانی کو نہیں پہونچنے پایا تھا کہ اس کے باپ کے معزول کئے جانے کی وجہ سے حکومت کا بوجھ اسے برداشت کرنا پڑا۔ گونپہ ہیمس کے صدر لامہ کیپ گون گیال شس اور لداخ کے اکابران نے باہم مشورہ کر کے پشکم کے گیالپو کی بیٹی سے اس کی شادی کر دی اور اسے تخت نشین کیا۔ اس کا چھوٹا بھائی سیپل ٹنڈوف نمگیل گونپہ ہیمس میں لامہ ہو گیا۔ اور خاتون سرنگ کا بیٹا جگسمت نمگیل گونپہ ٹھکسے میں بطور لامہ کے داخل ہو گیا بیٹیوں میں سے ایک کی شادی پشکم میں کر دی گئی۔ دوسری کی شادی کالون سیوانگ ٹنڈوف کے ساتھ ہوئی اور تیسری ناکتخدا فوت ہوئی۔

چھتن نمگیل کا آغاز دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ حکومت میں پھر کچھ سکت پیدا ہو گئی یہ گیالپو بمقابلہ اپنے نزدیکی متقدمین کے اوصاف مردانگی سے متصف تھا تاریخ میں اس کی بہت مدح سرائی کی گئی ہے وہ تبتی علوم کا عالم تھا۔ کشمیری اور فارسی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ کاروبار سلطنت میں نہایت مدبر اور ہوشیار تھا۔ بیدار مغزی میں تجربہ کار وزراء کو مات کرتا تھا۔

اس نے اپنے باپ کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے گیالپو دے الدن نمگیل کی مانے رنگمو سے بجانب قصبہ لیہ سڑک لھاسہ کے کنارے ایک نہایت شاندار مانے تعمیر کی جس کے دونوں کناروں پر عظیم الشان چھورتن بنائیں اس کی درازی بشمول دونوں چھورتن کے سات سو قدم ہے اور دے الدن نمگیل کی مانے اور چار گیال مانے سے اتر کر تمام لداخ میں لمبی اور شاندار مانے ہے۔ یہ تعمیر مانے سونالیتی مانے جدید کے نام سے موسوم ہے اور اس وقت تک اچھی حالت میں ہے۔

یہ گیالپو اپنے حسن تدبیر کی وجہ سے رعایا کے درمیان بہت ہر دلعزیز تھا۔ مگر اسے کسی نمایاں کام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور بدقسمتی سے جوانی میں گزر باغ میں فوت ہوا اسوقت ڈوگیالھس جدکھیا گونپہ ہیمس میں صدر لامہ تھا اس نے گیالپو کی آخری رسومات بخوبی ادا کیں۔

تم اس نقصان کی تلافی کے ذمہ دار ہو۔ لہذا ان کے اوپر الٹی سزائے جرمانہ عائد کی۔

بعد ازاں کلو۔ کرجا اور رکھونو کے ہر سہ راجگان نے اتحاد کر کے زانسکار پر حملہ کیا انھوں نے قلعوں کو تباہ اور گونپوں کو خراب کیا۔ یاک۔ یلبو اور دیگر جائداد جو کچھ اُن کے ہاتھ آئی۔ لوٹ کر لے گئے۔ اور ملک کو ویران کر دیا۔

اس کے بعد پاڈر کے راجہ رتن شیر خاں نے براہ راست لازانسکار پر چڑھائی کی اور آتنگ سے لے کر بوم تک تمام دیہات کو ویران کیا زانسکار کے لوگوں نے اس دفعہ ہمت کی اور کرشا کے سامنے دریا کے آر پار پاڈر کی فوج کا سخت مقابلہ کیا۔ اور ان کی مزید پیش قدمی کو روک دیا۔ اس جنگ کا خاتمہ بالآخر صلح پر ہوا۔ اور رتن شیر خاں مع اپنی فوج کے واپس چلا گیا۔ مگر گیالپو تنڈوپ نمگیل زانسکار والوں کی اس مردانگی سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے اُن کے اوپر یہ الزام رکھا کہ تم نے اپنے فرائض کو پوری طرح انجام نہیں دیا۔ فوج حملہ آور حدود زانسکار میں کیوں داخل ہونے پائی۔ لہذا اس کی پاداش میں ان کے اوپر سزائے جرمانہ عائد کی۔

اس کے ایک سال بعد مرداد داردن کے لوگوں نے غالباً نالہ جات متصلہ زنگردم کے راستہ سے زانسکار پر حملہ کیا۔ اور موضع تونگ رنگ تک دیہات کو تباہ کیا جا بجا آگ لگائی اور مال و اسباب جو ان کے ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے۔ گیالپو تنڈوپ نمگیل نے اس پر بھی کچھ خیال نہیں کیا کیونکہ تاریخ میں مذکور ہے کہ وہ اپنے ال دولت کے نشہ میں سرشار تھا۔

ان متواتر حملوں کی وجہ سے گیالپو تنڈوپ نمگیل کا اقتدار بالکل گم ہو گیا تھا اور اُس کی بد انتظامی سے ملک کی حالت ابتر ہو گئی تھی مگر اس کو کبھی اس کا خیال نہیں ہوا رعایا کی فلاح و بہبود سے اُسے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ اپنے مطلب سے مطلب رکھتا تھا۔ روپیہ اُس نے خوب جمع کیا تھا۔ اُسے خیال ہوا کہ اسے کسی طرح خرچ کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ ملک کا روپیہ ملک کی حفاظت میں خرچ کیا جاتا جس کی اسوقت بہت ضرورت تھی۔ اس نے تعمیرات کے کام شروع کر دیے۔ پہلے اُس نے ستوک کا محل از سر نو تعمیر کیا۔ ستوک کا گاؤں قصبہ لیہ کے بالمقابل دریائے سندھ کے بائیں

مہر و نشانات اس سے لے کر اپنے ہاتھ میں رکھی، اور حاکمان و مقربان دیہ کے نام براہ راست احکام صادر کرنا شروع کر دئے اس سے وزرا بہت شکستہ دل ہوئے زانسکار کے گیالپو اور پوریگ کے کالون کو قید کر کے لداخ میں رکھا۔ اور اپنے ملازمان خانگی میں سے کھرپون مقرر کئے اس طرح سے تقریباً تمام پرانے تجربہ کار اور وفادار افسروں کو علیحدہ کر کے نئے ادنیٰ درجہ کے آدمی بھرتی کئے۔ سابقہ سندات اور معاہدات کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور امور ملکی کو اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر جس طرح مصلحت وقت سمجھی فیصلہ کیا۔ غرض کہ سابقہ خدمات او حقوق وفاداری کو پامال کر کے نیا انتظام قائم کرنے کی کوشش کی جس کا انجام بہت خراب ہوا۔

اس گیالپو کے عہد حکومت میں کرنیل مورکرافٹ لداخ میں وارد ہوا۔ (۲۲-۱۸۲۰ء) اس واقعہ کو تاریخ لداخ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے اس زمانے میں سلطان پور کلو کے راستہ سے دو انگریز لداخ میں آئے۔ ان میں سے ایک کو بڑا صاحب اور دوسرے کو چھوٹا صاحب کہتے تھے انھوں نے لداخ کے معززین کو عجیب و غریب اشیاء تحفہ کے طور پر دیں اور گیالپو سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ گیالپو عرصہ تک انھیں ٹالتا رہا کیوں کہ اسے اندیشہ تھا کہ اس ملاقات کا نتیجہ خراب ہوگا۔ بالآخر انھیں باریابی کا موقع ملا۔ انھوں نے چاقو قینچی اور ایک بندوق اور دیگر عجیب و غریب سامان گیالپو تنڈوپ نمگیل کو تحفہ کے طور پر دیا۔ اور بکمال خلوص باطن یہ صلاح دی کہ تمھاری حکومت کا ڈھنگ ہے اور تمھارے امیر وزیر جس طرح کام کر رہے ہیں۔ اس سے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک دن یہ ملک تمھارے ہاتھ سے جاتا رہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس جگہ ایک برج تعمیر کیا جائے وہ بوقت ضرورت تمھارے حق میں فائدہ مند ثابت ہوگا۔ مگر اس صلاح کو گیالپو اور اس کے مشیران خاص نے قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اس برج سے انھیں نقصان پہنچیگا۔ چند روز بعد یہ دونوں صاحبان انگریز ایک صندوق اور ایک چٹھی گیالپو کو دے کر واپس چلے گئے۔ اور یہ کہہ گئے کہ یہ چیزیں کسی دن تمھارے کام آئیں گی۔

چند روز بعد کلو سلطان پور کے لوگوں نے سپیتی پر حملہ کیا اور مال و اسباب لوٹ کر لے گئے سپیتی کے لوگوں نے گیالپو تنڈوپ نمگیل سے درخواست کی کہ ان لوگوں سے ان کی اس دست درازی کا انتقام لیا جائے۔ گیالپو نے یہ جواب دیا کہ تمھاری نالائقی سے ہمارے ملک کی تباہی ہوئی ہے

چھیفرزوت صنم دانچھوک کی رائے پر چلتی تھی۔ البتہ گیالمو اپنے بیٹے چھوغسفرول کے ساتھ ہم خیال وہمراے تھی۔ غرض کہ گیالپو ٹنڈوف نمگیل کی زندگی نہایت بے لطف تھی۔ نہ اسے گھر کا آرام نصیب تھا اور نہ باہر کا اطمینان۔

اراکین سلطنت نے سیوانگ رنستن کو سمجھایا کہ تم اب جوان ہو گئے ہو تمھاری شادی ہونی چاہیے مگر اس خودپسند شاہزادے نے یہی جواب دیا کہ میں گونپہ ہمیس میں لامہ رہونگا۔ شادی نہیں کرنا چاہتا مگر چونکہ کوئی اور وارث تخت نہ تھا۔ سیوانگ رنستن کو امور مملکت کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ بعد ازاں لونپو۔ اور چھیفرزوت صنم دانچھوک۔ اور سب سے بڑھکر لامہ ڈوپ دانگ آچریالامہ گونپہ ہمیس کے زور دینے سے چھوغسفرول شادی کرنے پر راضی ہوا۔ کالون سیوانگ ٹنڈوف کی بیٹی کلزانگ ڈولما کے ساتھ اسکی شادی ہو گئی۔ اسے ایک سال نہیں گذرا تھا کہ اس شادی کے بارآور ثابت ہونے کی صورت معلوم ہوئی۔ چھوغسفرول کو یا تو ابتدا میں شادی سے قطعی انکار تھا۔ مگر جب ایک دفعہ اس نے اُس کا مزہ چکھا تو صرف ایک شادی پر اس نے اکتفا نہیں کی۔ چند روز بعد نکھا پا کالون چرے کی بیٹی صنم پلکیت سے اس کی دوسری شادی ہوئی۔ اُس کے بعد زہرہ خاتون دختر راجہ پشکم سے تیسری شادی اُس نے کی۔ یہ شادیاں ایک سال کے اندر واقع ہوئیں۔ گیالپو ٹنڈوف نمگیل کی بدانتظامی اور اُس کے ولی عہد کی عیاشی نے دوسری اقوام کے لیے راستہ صاف کردیا۔ اور جس سال یہ شادیاں ہوئیں۔ تقریباً اُسی سال وزیر زور آور سنگھ کلھوریا افواج ڈوگرہ لیکر سورو میں داخل ہوا۔

کنارے پر واقع ہے۔ اور اب سرکار جموں و کشمیر کی طرف سے خطابی گیالپو سنم نمگیل کی جاگیر
ہے۔ اس کی سکونت اسی محل میں ہے۔

اس کے بعد ٹنڈوپ نمگیل نے کرزو باغ واقعہ قصبہ لیہ میں ایک محل تعمیر کیا۔ یہی اب
برٹش جائنٹ کمشنر کی قیام گاہ ہے۔ پہلے یہ لداخی وضع کا عالی شان محل تھا۔ اب ردّ و بدل
کرکے یوروپی وضع کی کوٹھی میں تبدیل ہوگیا ہے۔

پھر گیالپو نے اپنے ولی عہد سیوانگ رنستن کی شادی لہاسہ میں ادو یا الحار گیاری
کے راجہ کی بیٹی سے تجویز کی۔ اس کی سکونت کے لیے اس نے چنزا زکس لہاکھنگ کے
اوپر کی طرف ایک نیا محل تعمیر کیا۔ اس گیالمو کو لانے کے لیے اس نے اپنے آدمی لہاسہ بھیجے
مگر کسی وجہ سے یہ تجویز تکمیل کو نہیں پہونچی۔ یہ محل اب موجود نہیں ہے

بعد ازاں اس گیالپو کی توجہ مذہبی کاموں کی طرف مبذول ہوئی۔ اس نے
مورت چھندور اپنے قد کی برابر چاندی سے تیار کرائی۔ اور چاندی کی ایک چھورتن بھی
بنوائی۔ گوروپدما ادت پر کی مورت تیرہ یامبو (چاندی کا چینی سکہ جو وزن میں ایک سو ساٹھ
روپیہ بھر ہوتا ہے) وزنی چاندی سے بنوائی۔ اور موضع شے میں سیپتمت مورت
سات یامبو وزنی چاندی سے بنوائی۔ اور استوک کے محل میں جتسون ڈولما کی مورت
نو یامبو وزنی چاندی سے بنوائی۔ ان چیزوں میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔

اس زمانے میں لہاسہ کے ایک بڑے لامہ ایشے ڈوبانگزن پنچم کو کشف ہوا
کہ گیالسس سیوانگ رنستن میں لامہ بھلوا دورجے نے جنم لیا ہے۔ یہ لامہ گیالپو سیوانگ
نمگیل ثانی کا ہم عصر تھا۔ اس انکشاف پر سیوانگ رنستن کو بغرض امتحان چند روز کے
لیے ہیمس اور چمرے کے گونپہ جات میں رکھا گیا۔

سیوانگ رنستن (المعروف چھو غنفر دل) ایک تند مزاج آدمی تھا۔ اس مذہبی تقدس
سے اس کا مزاج اور بھی آسمان کے اوپر چڑھ گیا اور اپنے ماں باپ کا لحاظ بھی اس نے ترک
کردیا۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو کبھی نوبرا جانا ہوتا تھا اور کبھی پورگ کی طرف جانا پڑتا تھا
سیوانگ رنستن بھی اس کے ساتھ جایا کرتا تھا اور ہمیشہ تماشے اور ناچ رنگ میں مصروف
رہتا تھا گیالپو کی بدقسمتی سے اس کی گیالمو بھی اس کے کہنے میں نہ تھی۔ اور ایک خانگی ملازم

اس حملہ کی وجہ تحریک ایک یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ ٹمبس کے راجہ گیا پا بو چھند در ہنگیسل و راحگان سوت و پشکم علاقہ ٹمبس سے نکالنے کے در پے ہو گئے تھے۔ اس نے راجہ پشکم دسوت کے بر خلاف گیا پو ے لداخ کے پاس شکایت کی۔ چونکہ راجہ پشکم گیا پوئے لداخ کا قریبی رشتہ دار تھا بلحاظ رشتہ داری لداخ کے گیا پو نے راجہ پشکم کے خلاف گیا پا چو کی شکایات پر کوئی توجہ نہیں کی۔ جب راجہ ٹمبس ہر طرح سے مجبور ہوا تو اس نے وزیر زور آور سنگھ حاکم کشتوار سے خفیہ طور پر امداد کی درخواست کی۔

الغرض آغاز سمت ۱۸۹۱ بکرمی (مطابق ۱۸۳۴ء) میں چار پانچ ہزار ڈوگرہ فوج حملہ لداخ کے لئے آراستہ کی گئی۔ وزیر زور آور سنگھ کی ماتحتی میں حسب ذیل سرگروہ افسران اس فوج کے تھے۔

(۱) میاں رائے سنگھ (۲) مہتہ بستی رام کشتواریہ (۳) مرزا رسول بیگ اودیان پوریہ (ڈوڈہ) (۴) رانا جالم سنگھ (ارنوڑہ) (۵) سنگے من کوٹیا (۶) میاں نوطا (۷) سر دلہ اوتم سنگھ پڈھیار (کشتواریہ) (۸) وزیر خواجہ بھو نجا (کشتواریہ) (۹) امام ملک (مڑوا) (۱۰) سید مدین شاہ (۱۱) سردار صمد خاں۔

وزیر اس لشکر جرار کے ساتھ ڈوڈہ سے جو اس زمانے میں کشتوار کا صدر مقام تھا روانہ ہو کر متصلہ علاقہ سورو ملک لداخ میں براہ بھوٹو کول داخل ہوا۔ یہ علاقہ ٹھی سلطان کر تسے کے لاولد فوت ہونے سے تبلیت کی بنا پر جس کا اوپر مذکور ہوا براہ راست گیا پوئے لداخ کی حکومت میں تھا جس کی طرف سے کالون ملبہ سیوا نگ نمگیل علاقہ جات ملبہ کر تسے و سورو کا حاکم تھا۔ اس کی ماتحتی میں منشی وانچک باشندہ سابو علاقہ سورو دکر تسے کا کھرپون تھا۔ اس نے سورو کی طرف فوج ڈوگرہ کی نقل و حرکت کا حال معلوم کر کے گیا پوئے لداخ کو اس کی اطلاع دی۔ لداخ میں آئینی فوج کے رکھنے کا دستور نہ تھا بلکہ صرف بوقت ضرورت دیہات سے فی گھر ایک ایک آدمی فوجی خدمات کی انجام دہی کے لئے لیا جاتا تھا یہ لوگ اسلحہ۔ سامان حرب اور اپنی خوراک اپنے ساتھ لانے کے پابند تھے۔ حملہ ڈوگرہ کی خبر جب لداخ میں پہونچی تو جلدی میں گرد و نواح کے دیہات سے تقریباً پانچ ہزار فوج جمع کی گئی۔ اور کالون دورجے نمگیل

چھٹا باب

حملۂ ڈوگرہ

ڈوگرہ مہم لداخ نمبر ۲ زیر سرکردگی وزیر زورآور سنگھ کلھوریا سرحدی سپہ سالار حکومت جموں

تسخیر پوریگ۔ لداخ۔ زانسکار و پاڈر

راجہ گلاب سنگھ نے جب کشتوار پر قبضہ حاصل کر لیا اور نو حاصل کردہ صوبہ جات پر پورا
تسلط قائم کر لیا تو ان کی توجہ لداخ کی طرف مبذول ہوئی اس وقت ہندوستان میں ایسٹ
انڈیا کمپنی کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔ اور پنجاب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت تھی راجہ مذکور
پورے زمانہ شناس اور صاحب تدبیر حکمران تھے انھوں نے ضروریات وقت کو کبھی ہاتھ
سے نہیں دیا۔ قبل اس کے کہ حملہ لداخ کی کوئی عملی تیاری کریں انھوں نے اندرونی طور
پر اطمینان کر لیا کہ کمپنی مذکور کو اس میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے اور مہاراجہ رنجیت سنگھ
سے بھی اجازت حاصل کر لی۔

اس وقت پرگنہ ریاسی وارناس اور علاقہ کشتوار کا حاکم صوبہ وزیر زورآور سنگھ
کلھوریا تھا۔ اس نے راجہ گلاب سنگھ کی ملازمت میں ایک معمولی حیثیت سے اس
رتبہ پر ترقی کی تھی۔ راجہ کو اس کے اوپر پورا اعتبار تھا۔ اور وہ اپنی جان نثاری کی
بنا پر اس کا مستحق بھی تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے ذاتی فوائد کو ہمیشہ اپنے ولی نعمت کے
فائدے پر قربان کیا ہے۔ اُس کو مہم لداخ کی سپہ سالاری پر مامور کیا گیا۔ اور بعد کے
واقعات سے اُس نے ثابت کر دیا کہ وہ ہر طرح سے اس نازک اور عظیم ذمہ داری
کے عہدے کے قابل تھا اور فتوحات جنگی کے لیے ایک کامیاب سپہ سالار میں جو اوصاف
ہونے چاہئیں وہ قریب قریب سب اُس کی ذات میں جمع تھے۔

فرار ہو جانے سے اس وقت خالی تھا۔ یہ قلعہ دریائے سورو کے دوسرے کنارے پر کرپوکھر سے کچھ نیچے واقع ہے۔ اس طرح سے کرتسے کے دونوں قلعے ڈوگروں کے ہاتھ میں آ گئے۔ اس علاقہ میں بھی وزیر نے سرسری بندوبست اراضی بشرح سورو کر دیا۔ اور رعایا سے اطاعت کا اقرار لے کر آگے روانہ ہوا۔

کالون دورجے نمگیل کی روانگی کے بعد گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے باقی دیہات سے اور چار پانچ ہزار فوج جمع کر کے اس کی کمک کے لئے بماتحتی لبہ لونپو موربتنسرن کے روانہ کی تھی۔ یہ دونوں فوجیں موضع لنکرسے کی پائینی آبادی موسومہ آستانہ میں پہونچی تھیں کہ انھیں ڈوگروں کے تسخیر کرپوکھر کی خبر پہونچی اس لئے یہ فوج اسی جگہ ٹھہر گئی اور مورچہ بندی کے استحکامات میں مصروف ہوئی۔ وزیر کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بھی مقابلہ کی پوری تیاری کر کے لنکرسے کو روانہ ہوا۔ لداخیوں نے آستانہ اور بیاناخو مبو کے درمیان جو تنگ جگہ ہے جس کے اوپر کی طرف عمودی سنگلاخ ہے اور نیچے دریا ہے دریا سے لیکر سنگلاخ کے استادہ حصہ تک ایک مضبوط مورچہ بنا دیا۔ اور اس کو پوری طرح مستحکم کر لیا وزیر نالہ لنکرسے گذر کر جب بیاناخومبو میں پہونچا ہے تو آگے راستہ بند تھا۔ لداخیوں نے اپنے مورچہ کے اندر سے ڈوگرون کا سخت مقابلہ کیا۔ اور گو کہ وہ اپنے اسلحہ کے ناقص ہونے کی وجہ سے ڈوگرون کو زیادہ نقصان نہیں پہونچا سکے مگر ڈوگروں کو راستہ انھوں نے نہیں دیا۔ دو روز تک یہ لڑائی جاری رہی۔ اور کوئی صورت اس مورچہ کے فسخ ہونے کی نہ بن پڑی۔ آخر الامر ندھان سنگھ اپنی جان پر کھیل کر صرف ایک سپاہی ساتھ لے کر کوہل (چھوٹی نہر) کی موہری کے راستے مورچہ کے اندر داخل ہو گیا اتفاق سے کالون دورجے نمگیل جو ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا اسے نزدیک مل گیا اور سب سے پہلے اس نے کالون کا کام تمام کیا۔ اس سے لداخیوں کی توجہ ندھان سنگھ کی طرف منعطف ہوئی۔ وزیر نے موقع پا کر مورچہ پر حملہ کر دیا اور مع فوج کے لداخیوں کے مورچہ کے اندر گھس گیا۔ اب دونوں فوجوں کے درمیان دست بدست لڑائی شروع ہو گئی لداخیوں نے مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر دست بدست لڑائی میں لداخیوں کا بہتر اسلحہ رکھنے والے ڈوگروں سے عہدہ برا ہونا مشکل تھا۔ تقریباً تمام لداخی فوج اس جگہ کٹ گئی۔ جب لداخی بال

باشندہ ستوک کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے مقابلہ کے لئے سورو روانہ کیا گیا۔ دو سے
نمگیل ایک دلیر اور بے خوف نوجوان تھا۔ مگر ناتجربہ کار تھا۔ اس کی عمر پندرہ یا اٹھارہ سال
سے زیادہ نہ تھی۔

وزیر زور آور سنگھ اپنے لشکر جرار کے ساتھ بغیر کسی مقابلہ کے سورو میں پہونچ گیا۔
لمکان مرداداروں نے رہنمائی کی۔ اور براہ مرہوم لا جسے اب بھوٹ کول کہا جاتا ہے اور
نالہ چیلونگ یہ فوج سورو میں داخل ہوئی اس وقت تقریباً خزاں کا موسم تھا۔ سورو میں
وزیر نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ اس وقت اس علاقہ میں فصل تیار تھی۔ وزیر نے کمال
دانائی سے اپنے سپاہیوں کو روکا کہ فصل کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچنے پائے اسکا نتیجہ
یہ ہوا کہ علاقہ سورو کی تمام رعایا نے جمع ہو کر اطاعت قبول کر لی وزیر نے زمینداروں
پر بشرح چار روپیہ فی گھر مالیہ تشخیص کیا۔ جس کو لوگوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔
اس نے موجودہ قلعہ سورو کی بنیاد رکھی۔ کچھ آدمی یہاں تعنیات کئے کہ تعمیر قلعہ کے
کام کو جاری رکھیں۔ یہ انتظام کر کے وزیر اپنے لشکر کے ساتھ وادی سورو میں نیچے
کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹشی وانچوک کھرپون کرتسے قلعہ کرپوکھرہ میں کسی قدر لداخی فوج کے تعنیات تھا۔
اس نے سختی کے ساتھ افواج ڈوگرہ کا مقابلہ کیا۔ یہ قلعہ ایک دشوار گذار سنگلاخ کر
اوپر واقع ہے اور استحکام اس کا قدرتی طور پر بہت زبردست ہے۔ مگر چونکہ لداخیوں
کے پاس اسلحہ اچھے نہ تھے۔ اور قواعد جنگ سے بھی وہ ناواقف تھے ڈوگرہ فوج
کا مقابلہ کرنا ان کے لئے محال تھا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی جس میں ٹشی ونچوک
اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔ اور بہت سے آدمی کام آئے۔ آخرالامر شام کے
وقت قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ کے سپاہی تقریباً سب کے سب اس جنگ میں کام آئے
اور جو بچے وہ بعد فتح قلعہ اسیر ہوئے۔ لداخ کی کچھ فوج قلعہ کرتسے کھر میں تھی۔ وہ یہ
حال سن کر رات کے وقت اپنے قلعہ سے نکل کر براہ ردسی لا شر گول کی طرف بھاگ
گئی۔ اس لڑائی میں ڈوگروں کا نقصان چھ سات سپاہیوں سے زیادہ نہیں ہوا بعد
ازاں وزیر زور آور سنگھ نے قلعہ کرتسے کھر پر بھی قبضہ کر لیا جو لداخی سپاہیوں کے

۴

پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ تعینات کیا کہ ایک سخت حملہ قلعہ پر کیا جائے۔ مہتہ بستی رام نے پچھلی رات رہتے قلعہ پر حملہ کیا اور روشنی ہونے تک قلعہ فتح کرلیا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔

اب سردی کا موسم آگیا تھا اور ڈوگرہ سپاہی جو ایسی سخت سردی کے عادی نہ تھے کسی قدر پریشان خاطر ہوئے لیکن وزیر زور آور سنگھ مہم کو ناتمام چھوڑ کر واپس بھی نہیں ہو سکتا تھا اس لیے اُس نے بشرح سورو و کرتسے سوت دشکم کے لوگوں پر بھی بحساب فی گھر چار روپیہ سالانہ مالیہ مقرر کر دیا۔ اور لداخیوں کے ساتھ بھی شرائط طے کرنے کے لیے ایک وکیل بھیجا۔

معتبر حالات تحریری جو دستیاب ہوئے ہیں ان میں شرائط کے متعلق تناقض پایا جاتا ہے۔ مگر ان متناقض واقعات کو جب ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ وزیر نے لداخ کے گیالپو سے یہ چاہا کہ وہ کلی اطاعت تخت جموں کی قبول کرے۔ اور اس کے ثبوت میں نو ہزار روپیہ سالانہ بطور نذرانہ ادا کرنا تسلیم کرے۔ اور پندرہ ہزار روپیہ نقد بطور مصارف جنگ فوراً ادا کرے۔

لداخی فوج کی ہمت ڈوگروں کے اسلحہ اور ان کی بہادری کے قصے سن سن کر پہلے سے پست ہو چکی تھی اس تجویز صلح کے معلوم ہونے پر انہوں نے بہت خوشی منائی اور فی الفور ایک قاصد لداخ میں گیالپو کے پاس اُس کی خواہشات معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر گیالپو رقم نذرانہ اپنی گرہ سے ادا نہ کر سکتا ہو تو رعایا فی گھر چھ جاؤ (ایک جاؤ = ۳ سکہ انگریزی) اس غرض کے لیے سالانہ ادا کرنے کو تیار ہے۔

گیالپو ٹنڈپ نمگیل اور نیز اکابران لداخ نے ان شرائط کو خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ اور حکم دیا کہ دس ستون والے کمرے میں سے یہ روپیہ نکال کر روانہ کیا جائے۔ لیکن گیالمو کو جسے امور سلطنت میں بہت دخل تھا جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ اپنی خود مختاری کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ اس روپے کا اس طرح دینا اس کے دریا میں بہا دینے سے بدتر ہے۔ گیالمو کی رائے غالب آئی۔ اور گیالپو نے قاصد کے ہاتھ اپنے سپہ سالار کو یہ جواب بھیجا کہ اگر تم سپہ سالار افواج ڈوگرہ کا سر لائے

مایوس ہوئے تو انھوں نے بھاگنا شروع کیا اور ڈوگروں نے انکا تعاقب کیا مورپ ستنزن مع ایک ہزار
سپاہیوں کے اسیر ہوا۔ اور ڈیڑھ ہزار کے قریب لداخی بھاگ کر نکل گئے۔ یہ لڑائی لداخیوں کی شکست اور ڈوگروں
کی فتح کے متعلق ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اسکے بعد لداخیوں نے ہمت ہار دی اور ڈوگرہ فوج کے مقابلہ کا حوصلہ نہیں کیا
مدافعانہ صورت میں لداخی فوج پیچھے کی طرف ہٹتی رہی اور ڈوگرہ آگے بڑھتے رہے۔
ان بھاگنے والوں نے اس قدر بھی عقل نہیں کی کہ پل اندو سے گذر کر اسے توڑ دیتے۔
اس زمانہ میں دریائے سورو سے گذرنے کے لیئے خاص سورو میں کوئی پل نہ تھا۔ کشمیر اور
کرتسے ہر دو طرف کی آمد و رفت لداخ کے ساتھ پل اندو کے ذریعے ہوتی تھی۔ یہ پل موضع
برد کی بالائی آبادی کے قریب تھا۔ اور گو کہ مابعد میں ندھان سنگھ نے بحکم وزیر زور آور سنگھ
موجودہ پرانا پل کرگل متصل پاز از سر نو تعمیر کردیا مگر پل اندو بدستور قائم رہا ان واقعات کے ایک عرصہ دراز کے
بعد ایک پایہ اس پل کا سیلاب سے خراب ہو گیا اسکی مرمت نہیں کی گئی آخر الامر یہ تاریخی پل منہدم ہو گیا
گیا لپو ٹنڈوف نمگیل نے سورو پ ستنزن کی فوج بھیجنے کے بعد سہ بارہ ایک اور فوج
تیار کر کے سابقہ افواج کی کمک کے لیے باتحتی کالون بنکھاپا روانہ کی تھی۔ مگر اس فوج کو سابقہ
فوج کے ساتھ شامل ہونے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس تیسری فوج کی ٹھیک تعداد
دریافت نہیں ہو سکی مگر غالباً ہزار دو ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ بنکھاپا مع اپنی فوج کے پشکم میں
مقیم تھا کہ اسے خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ پل اندو پر پہونچ گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے
کہ اس خبر کے معلوم کرنے سے وہ اس قدر گھبرایا کہ اپنے گھوڑے کی رسی کھولنے کا بھی اسے
خیال نہیں رہا اور بندھے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے بھگانے کی کوشش کی جس وجہ
سے "بنکھاپا کا گھوڑا" ضرب المثل کے طور پر پشکم میں آج تک مشہور ہے۔ الغرض بنکھاپا نے
پشکم سے پسپا ہو کر ملبہ میں اپنی فوج کو مع لشکر سے کی فراری فوج کے قائم کیا۔
وزیر سلس کوٹ اور منجی سے ہوتا ہوا پل اندو سے گذر کر پشکم پہونچا۔ یہاں میدان بالکل خالی
تھا۔ کیوں کہ لداخی فوج ملبہ کو واپس ہو گئی تھی۔ اور راجہ پشکم بھی اپنا قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا
تھا۔ اور قلعہ سوت واقعہ موضع یور بلنگسہ میں پناہ گزیں تھا۔
اب وزیر نے قلعہ سوت کے فتح کرنے کا انتظام کیا۔ اور توپیں قلعہ کی طرف لگا دیں
چند روز یہ چھیڑ چھاڑ جاری رہی مگر قلعہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر الامر وزیر نے مہتہ بستی رام کو

کے انتظام سے فارغ ہوا تو اُس نے ملبہ کا رُخ کیا۔ یہاں ملبہ کے کالون سیوانگ گئیل
اور واکھا کے راجہ اعظم خاں نے افواج ڈوگرہ کی کسی قدر مزاحمت کی۔ مگر اس سے چنداں
رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ وزیر ملبہ سے روانہ ہو کر بودھ کھربو پہونچا تو لداخی فوج واپس لیہ
کو روانہ ہو گئی۔ اور عام طور پر ڈوگرہ فوج کے مقدمہ کے طور پر اس سے دو پڑاؤ آگے آگے
چلتی رہی۔

بودھ کھربو میں ڈوگرہ فوج کے پہونچنے پر لداخیوں کے دلوں پر ڈوگروں کی دہشت
بیٹھ گئی۔ علاقہ لامہ یورو سے چند اشخاص ایک گھوڑا اور کچھ روپیہ نذرانہ کے طور پر
ساتھ لیکر وزیر کی خدمت میں اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے۔ وزیر اس سے بہت
خوش ہوا اور ایک سپاہی حفاظت کی غرض سے ان کے ساتھ آگے بھیج دیا۔

وزیر جب لامہ یورو پہونچا تو تنگ موگانگ کی طرف سے دو گھوڑے اور کچھ
روپیہ بطور نذرانہ لے کر چند اشخاص اظہار اطاعت کے لیے حاضر ہوئے انہیں بھی
ایک سپاہی حفاظت کی غرض سے دیا گیا۔

اس موقع پر یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں تبت خورد
یعنی بلتستان میں حسب ذیل راجگان حکمران تھے۔

اسکردو۔ راجہ احمد شاہ (مقپون)
پرکوتہ۔ راجہ غلام شاہ (مقپون)
طولتی۔ راجہ احمد خاں (مقپون)
کرتخشہ (کھرمنگ) راجہ علی شیر خاں (مقپون)
کھپلو۔ راجہ دولت علی خاں (یبگو)
کرس۔ راجہ خورم خاں۔ (یبگو)
شغر۔ راجہ حیدر خاں (عماچہ)
روندو راجہ علی خاں (مقپون)
استور۔ راجہ جبار خاں (مقپون)

راجہ علی شیر خاں بھانجا اور داماد راجہ احمد شاہ کا تھا مگر امور سیاسی میں کسی وجہ سے

تو تمھارے اپنے سر کی خیر نہیں ہے۔

فوج لداخ کو اُن کی توقع کے خلاف یہ حکم پہونچا تو وہ بہت پریشان ہوئے لیکن کالون بنکھاپا نے کمال دانائی سے اُنھیں حوصلہ دیا اور مقابلہ کے لیے آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوگرہ وکیل جب لداخیوں سے اقرار کے مطابق روپیہ لینے آئے تو انھیں لداخیوں نے پکڑ لیا اور اپنے ملکی طریقے کے مطابق انھیں قتل کر دیا۔ یعنی ان کے ہاتھ پانوں باندھکر دریکیت کے پل سے نالۂ دراکھا میں گرادیا۔

وزیر زوروآور نے فریقِ مخالف کی یہ ہمت اور سردی کی یہ شدت دیکھکر یہی مناسب خیال کیا کہ فوج کو کرتسے واپس لیجائے اور موسم زمستان وہاں بسر کرے چنانچہ اُس نے پانچ سو کے قریب سپاہی پشکم میں تعینات کر دیے اور راجگان سوت و پشکم کو اس فوج کی خوراک بہم پہونچانے کا ذمہ دار کیا۔ اور بقیہ فوج اپنے ساتھ لے کر ساٹکو واپس چلا گیا۔ اور موسم سرما بھر وہیں مقیم رہا۔ مورد پ استنزن بھی اُس کے ساتھ رہا اور سیاسی خدمات انجام دیتا رہا۔ علاوہ ازیں سامان خوراک و باربرداری کی فراہمی کا اُس نے انتظام کیا۔ اور رعایا سے اقرار اطاعت حاصل کرنے میں ہر طرح سے ساعی رہا۔

جب کسی کے بُرے دن آتے ہیں تو اُس کی عقل پہلے گم ہو جاتی ہے۔ لداخیوں نے نہ تو اس وقت اُس فوج کا تعاقب کیا۔ اور نہ سردی بھر اُس پر کوئی حملہ کیا۔ ڈوگرہ فوج کچھ پشکم میں اور باقی ساٹکو میں بیٹھی رہی۔ اور لداخی ملبہ میں آرام کرتے رہے۔ صرف اتنا انھوں نے کیا کہ کچھ اور فوج جمع کر لی۔

سردی کے موسم میں وزیر زوروآور سنگھ نے قلعہ سورو کی تکمیل کی اور فوج کو مختلف مقامات میں رکھا۔ جب سردی کی شدت رفع ہو گئی تو مورد پ استنزن کی رہنمائی میں لداخ پر پیش قدمی شروع کر دی۔ لداخیوں نے موسم سرما میں ڈوگروں پر حملہ نہیں کیا اب بہار کے دنوں میں ان کا مقابلہ کرنا لداخیوں کے لیے ناممکن تھا۔

جب لداخی فوج کو ملبہ میں خبر پہونچی کہ وزیر زوروآور سنگھ اپنی فوج کے ساتھ پشکم میں پہونچ گیا ہے تو وہ ملبہ سے حرکت کر کے بودھ کھربو چلی گئی۔ وزیر علاقہ سوت و پشکم

کہ تم آج کی تاریخ سے معتمد سرکار تصور کیے جاؤ گے۔ جس طرح ممکن ہو راجہ لداخ کو ہمارے سلام کے واسطے روانہ کرو۔ اس کے بعد جو واقعات درج کیے جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان میں راجہ علی شیر خاں کی سفارت کا ذکر ہو مگر بخوبی تحقیق نہیں ہو سکا۔ اور چونکہ ایک ورق اس رسالہ کا اس موقع پر نکلا ہوا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ علی شیر خاں نے وزیر کے ساتھ اپنی امداد کے متعلق کیا انتظام کیا اور کب لداخ سے کھرمنگ کو واپس ہوا۔ بہرحال خیال یہ ہوتا ہے کہ فتح بلتستان کی قرارداد وزیر زور آور سنگھ اور راجہ علی شیر خاں کے درمیان اسی موقع پر ہو گئی تھی جس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہو گی

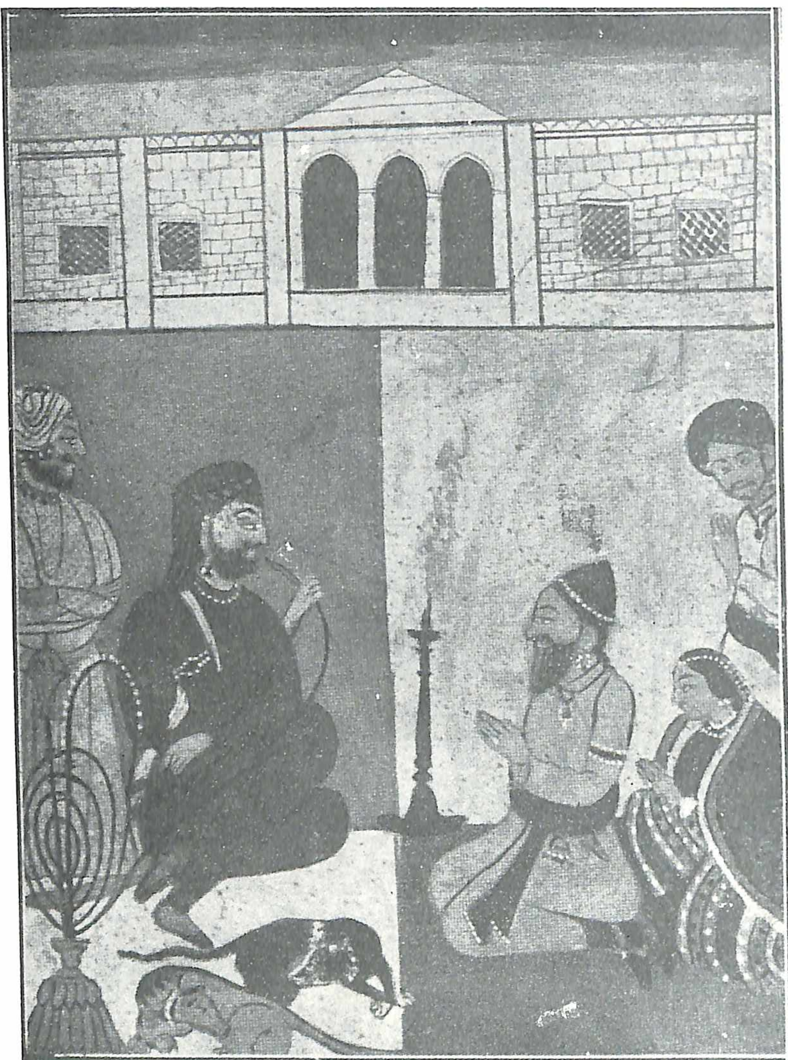
وزیر نامہ پور مین تھا کہ لداخ کے گیالپو کا مراسلہ بذریعہ ایک قاصد کے پہونچا اس میں گیالپو نے لکھا تھا کہ آٹھ مہینے گذرنے کو آتے ہیں کہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں مگر یہ تمام کوشش بیکار ثابت ہوئی۔ اگر وزیر کی طرف سے یہ اطمینان دلایا جائے کہ گیالپو کے اوپر کوئی بیجا دست اندازی نہیں کی جائے گی تو وہ چاہتا ہے کہ خود آکر وزیر کے ساتھ اصالتاً شرائط صلح کا فیصلہ کر لے۔ اس درخواست کو وزیر نے بلا تامل منظور کر لیا اور یہ جواب دیا کہ گیالپو کو ہرگز کوئی اندیشہ یا تردد نہیں کرنا چاہیے۔ ڈوگروں کا مدعا صرف یہ ہے کہ لداخی اطاعت سرکار جموں کی قبول کریں اور ایک معینہ رقم خراج کی ادائگی کا تسلی بخش انتظام کر دیں۔

وزیر جب نورلا کے قریب پہونچا تو الچی۔ لیکیر اور نیموں کے لوگوں نے تحائف اور نذرانہ بھیج کر اطاعت کا اظہار کیا۔ چنانچہ اُن کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا۔

اس اثنا میں گیالپو نڈروف نمگیل نزگو پہونچ گیا۔ اور اُس نے وزیر سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ وزیر اپنے ساتھ مہتہ بستی رام اور ایک سو سپاہیوں کو لے کر گیالپو کے پاس آیا۔ گیالپو وزیر کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آیا۔ بعد میں سب لشکر ڈوگرہ بھی اس جگہ آ گیا۔ اور تقریباً دس روز تک یہاں قیام رہا اور غالباً شرائط صلح علی طور پر قرار پا گئیں۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ وزیر کچھ سپاہی ساتھ لے کر لداخ چلے جہاں صلح کی تکمیل ہو گی۔ لداخ پہونچنے کے بعد وزیر گیالپو کے محل میں اُس کی ملاقات کے لیے گیا۔ بوقت ملاقات گیال شبس سیونانگ فرستن المعروف چھوسفر دل بھی موجود تھا

دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنا اقتدار قائم کرنے کی غرض
سے راجہ احمد شاہ کو کھرمنگ پر فوج کشی کی ضرورت ہوئی۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے
اور ولی عہد راجہ شاہ مراد کی ماتحتی میں ایک بہت بڑی فوج کل بلتستان سے جمع
کرکے کھرمنگ کے اوپر بھیجی۔ شاہ مراد نے بُری طرح راجہ علی شیر خاں کو شکست دی
علی شیر خاں قلعہ کرتخشہ چھوڑ کر تن تنہا رات کے اندھیرے میں لداخ کو فرار ہوا شاہ
مراد نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور جس قدر مال و دولت راجہ علی شیر خاں کا اس کے ہاتھ
میں آیا۔ اسے اپنے تصرف میں لایا۔ مگر چونکہ علی شیر خاں کی رانی شاہ مراد کی حقیقی
بہن تھی اس لیے اس کو یا اس کی اولاد کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچائی۔ قلعہ
کرتخشہ کے اندر ایک زیارت گاہ تھی اس میں بھی راجہ علی شیر خاں کا کچھ مال و اسباب
رکھا ہوا تھا شاہ مراد نے حرص دنیاوی میں مبتلا ہو کر زیارتگاہ کی حرمت کو بالائے
طاق رکھا اور اسے بھی مال و اسباب سے خالی کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ مراد کھرمنگ
ہی میں بیمار ہوگیا اور اسکردو واپس پہونچنے کے چند روز بعد فوت ہوا اس واقعہ
کو دیندار بلتی زیارت گاہ کی بےحرمتی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن اس کا اثر
شاہ مراد کی ذات ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ ملک بلتستان میں جو انقلاب عظیم بعد
میں پیدا ہوا اس کی بنیاد اسی واقعہ سے شروع ہوئی۔

راجہ علی شیر خاں لداخ پہونچا اور گیالپو تنڈوپ نمگیل سے امداد کی درخواست کی۔
ابھی اس کا کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ وزیر زور آور سنگھ کے ڈوگرہ فوج کے ساتھ سورو
میں وارد ہونے کی خبر پہونچی۔ اس سے لداخ کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اب راجہ علی
شیر خاں نے جس کی احسن تدبیر قابل تعریف ہے وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ انتظام
کرنا چاہا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے اپنے دودھ بھائی اور وزیر نقتالو یا غلام حسین اور
اخون فضل علی اپنے منشی کو اس نے وزیر کے پاس لوپریگ میں روانہ کیا۔ اس طرح
راجہ علی شیر خاں نے اپنے تعلقات تخت جموں کے ساتھ اسی وقت سے قائم کرلیے
تاریخ لداخ میں اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر راجہ علی شیر خاں کے اپنے مرتب
کردہ رسالہ میں یہ واقعہ بالاجمال مذکور ہے۔ اس کا بیان ہے کہ وزیر نے اسکو جواب دیا



وزیر زوراور سنگھه کلهوریه سپه سالار مهم لداخ
مع گیالپو تندوف نمگیل راجه لداخ اور اوسکی گیالمو (رانی)
اور ایک ملازم کے

وزیر نے حسب دستور ملک خود ایک سو روپیہ گیال شس کے سر پر سے نچھاور کرنے کی تیاری کی چونکہ گیال کی عمر اس وقت سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس نے غالباً بوجہ لڑکپن کے یا بوجہ اس کے کہ وہ اس دستور سے واقف نہ تھا وزیر کے اس فعل کو سہواً بد نیتی یا ہتک پر محمول کر کے تلوار کھینچ لی۔ یہ دیکھ کر گیال شس کے ہمراہیوں نے بھی تلوار نکالی۔ اس پر ڈوگروں نے بھی تلوار نکالی۔ گیالپو یہ واقعہ دیکھ کر بہت گھبرایا۔ اور دست بستہ وزیر کی خدمت میں عرض کی کہ لڑکوں کی بات پر نہیں جانا چاہیے۔ اور گیال شس کو مع اُس کے ہمراہیوں کے وہاں سے ہٹا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن صبح تک تمام فوج ڈوگرہ لداخ میں پہونچ گئی۔

لداخ میں طول طویل گفت و شنید کے بعد آخر کار یہ قرار پایا کہ گیالپو پچاس ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ ادا کرے اور نو ہزار روپیہ سالانہ بطور خراج سرکار جموں کو ادا کرنا قبول کرے اس پچاس ہزار کی رقم میں سے سینتیس ہزار روپیہ گیالپو نے کچھ نقدی اور کچھ زیورات کی صورت میں فوراً ادا کر دیا اور بقیہ تیرہ ہزار کی دو قسطیں مقرر کر دیں پہلی قسط تعدادی چھ ہزار ایک ماہ بعد واجب الادا قرار پائی اور دوسری قسط تعدادی سات ہزار روپیہ کی ادائگی کا چار ماہ بعد اقرار کیا گیا۔ ان شرائط پر ملک لداخ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو واپس حوالہ کر کے وزیر لداخ سے واپس ہوا۔

سابقہ لڑائیوں میں جس قدر لداخی اسیر ہوئے تھے اُن سب کو بشمول مورو پ استنزن کے اطاعت کا اقرار لے کر رہائی دی گئی۔ لداخ میں وزیر نے نہ تو کوئی قلعہ تعمیر کیا اور نہ کوئی فوج تعینات کی۔ صرف اپنے ایک آدمی منشی دیا رام کو بطور وکیل سرکار جموں گیالپو سے لداخ کے دربار میں تعینات کر دیا۔ اور خود مع تمام فوج کے واپس چلا آیا۔ راستہ میں وزیر نے راجگان سوت و پشکم کو اُن کے مقبوضہ علاقہ جات بطور جاگیر واپس حوالہ کر دیے اور کچھ نذرانہ اُن کے ساتھ مقرر کر دیا۔ یہ انتظام کر کے وزیر وادی سورو میں چلا گیا۔ یہاں ٹمبس کے راجہ گیالپو چھیندو نمگیل کو اُس کا تمام علاقہ کنور سے لیکر فردونا تک بطور جاگیر حوالہ کر دیا۔ اور اس کی ابتدائی خدمت کا پورا لحاظ رکھا یہاں سے آگے چل کر قلعہ سورو کی تکمیل کی اور نرھان سنگھ کو یہاں کا کاردار مقرر کر کے زانسکار کی طرف روانہ ہو گیا۔

حملۂ لداخ سے پیشتر وزیر زور آور سنگھ نے زانسکار کو فتح کر لیا تھا اور وہاں تسلط کر کے قلعہ تعمیر کیا تھا جس میں ایک تھانہ دار مع کسی قدر فوج کے تعینات تھا جس زمانہ میں وزیر لداخ کی تسخیر میں مصروف تھا زانسکار کے لوگوں نے سرکشی کی۔ جب وزیر سورو کے انتظام سے فارغ ہوا۔ تو اُس نے زانسکار کے مفسدوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی۔ اس بنا پر اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ سورو سے براہ زانسکار و پاڈر جموں کو واپس جائے۔

چونکہ لداخ میں وزیر نے کوئی فوج تعینات نہیں کی تھی اُس کی واپسی کے بعد لداخیوں کے دلوں میں خود مختاری حاصل کرنے کا جوش پھر پیدا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود گیالپو ٹنڈوپ نمگیل اس کا مخالف تھا مگر گیالمو اور چھو غسفر ول اسکے باتی تھے۔ گیالمو نے کالون بنکھا پا کو صلاح دی کہ سالانہ نذرانہ جس کی ادائگی کا اقرار کیا گیا ہے۔ ہرگز نہیں دینا چاہیے اور لداخی فوج تیار کر کے وزیر زور آور سنگھ کا تعاقب کرنا چاہیے۔ چنانچہ فوج کے جمع کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اور جن اشخاص پر اشتباہ تھا کہ ڈوگروں کے طرفدار ہیں اُن کی جائداد ضبط کی گئی۔ منشی دیارام کو بھی تکلیف پہونچائی گئی۔ اُس نے ٹمبس کے چھغدور نمگیل گیا پاچو کے ذریعہ جو اُس وقت لداخ میں گیالپو کے پاس آیا ہوا تھا لداخ کی مفسدانہ تجاویز کی اطلاع خفیہ طور پر وزیر کے پاس ارسال کی۔

یہ خبر وزیر کو زنگدوم میں پہونچی اور اُسے ان حالات کے معلوم کرنے سے نہایت رنج ہوا۔ وہ تیزی کے ساتھ زانسکار پہونچا اور وہاں کی شورش کو بلا کسی فوجی کارروائی کے رفع کر دیا اور راجہ زانسکار کو زنگلا کی جاگیر دے کر حکومت سے بے تعلق کر دیا اور ملک میں سرکاری انتظام کر لیا۔ زمینداروں پر بشرح ساڑھے تین روپیہ فی گھر مالیہ مقرر کر دیا جسے رعایا نے خوشی کے ساتھ قبول کیا۔

زانسکار آنے سے وزیر کا اصل مدعا فتح پاڈر تھا جو ریاست چمبہ کا ایک پرگنہ تھا۔ اُس کے فتح ہو جانے سے لداخ کا ایک دوسرا راستہ جموں کے ساتھ کھل جاتا تھا چونکہ خود وزیر کو لداخ واپس جانا ضروری ہوا۔ اس لیے اُس نے وزیر لکھپت کو

روایت یہ ہے کہ چھو غسفر ول سپیتی سے شملہ کو گیا اور وہاں دونوں ماں بیٹوں نے نواب گورنر جنرل بہادر ہند سے شکایت کی کہ مہاراجہ جموں نے ہم سے ہمارا ملک چھین لیا ہے ہماری مدد کی جاوے۔ جواب یہ ملا کہ لاہور کا بادشاہ سرکار انگریزی کا دوست ہے اُس کے خلاف امداد نہیں دی جا سکتی۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے کہ تمہارا ملک بھی ہمارے قبضہ میں آوے۔ اُس وقت ہم تمہارا ملک تمہیں واپس کر دیں گے۔ سردست ٹھہرو تمہیں رسد دی جاوے گی۔ مگر چھو غسفر ول بوجہ ناموافقت آب و ہوا جلد فوت ہوا۔ اس کے بعد اُس کی والدہ بھی فوت ہوئی۔ جب زہرہ خاتون اکیلی رہ گئی تو وہ اپنے شوہر کے پھول لے کر لداخ واپس آئی۔ یہاں صنم پلکیت کو نصف حصہ موضع ماٹھو جاگیر میں مل چکا تھا۔ باقی نصف اُس کو عطا ہوا۔ وہ عرصہ تک اس جاگیر پر قابض رہی بعد ازاں اُس نے شادی کر لی۔ اور آخر الامر پشکم میں اپنے بھائی محمد علی خاں کے پاس فوت ہوئی۔

گیالپو ٹنڈوپ نمگیل جب وزیر کے سامنے پہونچا تو اُس نے دست بستہ عرض کی کہ جو کچھ واقع ہوا ہے میں اس پر نہایت پشیمان ہوں۔ وزیر نے جواب دیا کہ تم نے اپنے عہد و پیمان سے کیوں انحراف کیا۔ ہم نے دس ہزار سپاہ کے ساتھ تمہارا ملک فتح کیا مگر اُس کے کسی علاقہ میں اپنا ایک آدمی بھی نہیں رکھا اور تمہاری خود مختاری میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔ اس حسن سلوک کا عوض یہی ہونا چاہیے۔ گیالپو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور عرض کی کہ آیندہ میری وفاداری میں سر مو فرق نہ ہوگا۔

دوسرے روز ڈوگرہ فوج گیالپو کو ساتھ لے کر لیہ پہونچی۔ یہاں وزیر نے گیالپو سے مطالبہ کیا کہ باقی حصہ تاوان جنگ کی ہر دو اقساط نقد ادی تیرہ ہزار کی ادائگی فوراً کی جائے اور اس دوسری مہم کے اخراجات بھی ادا کیے جائیں۔ گیالپو کے پاس اسکی ادائگی کے لیے روپیہ موجود نہ تھا۔ مجبوراً اس نے اپنے محلات کی جائداد دے کر اس رقم کی ادائگی میں دیدی مزید مطالبۂ تاوان جنگ کی ادائگی کی کوئی صورت نہ بن پڑی تو چھغزوت گونپو نے جو سامان اُس کے ہاتھ میں آیا جیسے کہ سونے چاندی کے ظروف چائے۔ اور اُون وغیرہ وہ سب وزیر کو حوالہ کر دیا۔ اور وزیر کو قبول کرنا پڑا۔ کیونکہ اسکے

مع ایک دستہ فوج کے اس کام کی تکمیل کے لیے پاڈر بھیج دیا۔ اور خود زانسکار کا انتظام
درست کرنے کے بعد دوبارہ لداخ کی طرف متوجہ ہوا۔ براہ سورو و پشکم سفر لداخ درست نہ تھا
کیونکہ ایک تو یہ راستہ بہت لمبا ہے۔ دوسرے یہ کہ لامہ یورو کے نالہ میں لداخیوں کے
مقابلہ کا اندیشہ تھا اس لیے ایک سیدھا اور بے خطر راستہ جس پر لداخیوں کی طرف سے
مزاحمت کا اندیشہ نہ ہو تجویز کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اس میں بڑی دقت پیش آئی۔ کوشش
کے بعد ایک ملکی باشندہ مسمی بھیم ساٹا نے ذمہ اٹھایا کہ وہ راستہ دکھلائیگا۔ وزیر نے اسے
بہت کچھ انعام واکرام دیا اور وعدہ کیا کہ اگر اس کا راستہ واقعی خاطر خواہ پایا گیا تو
تو وہ جاگیر کا بھی مستحق ہوگا۔ اس کی رہنمائی پر وزیر مع فوج کے براہ شون شادی
زانسکار سے بعزم لداخ روانہ ہوا۔ اس مہم کو ہم نے مہم لداخ ۲ کا نام دیا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لداخ نمبر ۳

ان حالات میں وزیر زور آور سنگھ کلہوریا پدم صدر مقام زانسکار سے روانہ ہو کر
دسویں روز مع اپنی فوج کے خرتع اور سانگ سے ہوتا ہوا میرو میں پہونچا۔ لداخی جنھیں
اس کی کوئی توقع نہ تھی اس واقعہ کو معلوم کرکے بہت پریشان ہوئے۔ گیالپو ٹنڈوپ
نمگیل کو یہ خبر موضع شے میں پہونچی جہاں وہ مع اپنے جملہ اراکین خاندان کے شوبلا
کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ گھبراہٹ میں وہ تماشا چھوڑ کر اپنے درباریوں اور ہمراہیوں کو
ساتھ لے کر وزیر کی پیشوائی کے لیے چھچھوت پہونچا۔ اس اثنا میں چھچو غضنفر ول جو بانی
مبانی اس فساد کا تھا مع اپنی دو رانیوں ھنم ہلمیت اور زہرہ خاتون المعروف
بہ گیالمو کے شے سے براہ گیا مساد ھندر ڈھوک فرار ہوا۔ اس کی بڑی گیالمو
کلزانگ ڈولما بوجہ دیگی موضع شے کے شاہی محل میں رہی۔ گیالمو چھیمو یعنی چھچو غضنفر ول
کی والدہ ٹانجی کی طرف بھاگ گئی۔ چھچو غضنفر ول نوبراہ سے ہو کر ٹانجی پہونچا۔ ھنم ہلمیت
چونکہ امیدواری کی ترقی یافتہ حالت میں تھی اسی جگہ ٹھہر گئی۔ اور وہ خود مع اپنی والدہ
اور اپنی تیسری رانی زہرہ خاتون کے اسٹلے چلا گیا۔ اور وہاں سے سپیتی کی طرف
نکل گیا۔

وزیر مع افواج ڈوگرہ سورو سے زانسکار کی طرف روانہ ہوا۔ انھوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ سوت کے راجہ نے قلعہ پسپری کھر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور ڈوگرہ سپاہی جو اسے ہاتھ آ گئے انھیں قتل کیا۔ چوکی چھو پر کھر کا بھی محاصرہ کیا۔ سورو کرتسے کے لوگوں نے بھی سپاہیوں کو قتل کیا اور قلعہ سورو کا محاصرہ کیا۔

یہ واقعات وزیر کو لامہ یورو پہونچنے پر معلوم ہوئے وہ لمبے ٹپا وارتا ہوا شکم پہونچا تمام راجگان پوریگ کی جاگیریں اور اختیارات اس نے ضبط کر لیے اس طرح سے رحیم خاں راجہ تکچہ۔ اعظم خاں راجہ واکھا۔ کالون ملبہ۔ محمد علی خاں راجہ شکم سلام خاں۔ راجہ سوت اور چھچند ورنمگیل راجہ ٹمبس یہ سب معزول کیے گئے۔ اور رحیم خاں برادر محمد علی خاں کو اس تمام علاقہ کا فتولا سے لے کر دراس اور سورو تک حاکم بلقب کالون مقرر کیا گیا۔ اس رحیم خاں نے سابقہ حملہ لداخ کے موقع پر وزیر کی بہت اچھی خدمات انجام دی تھیں۔ اور مابعد کی بغاوت میں وہ شریک نہ تھا۔ اس بنا پر اس کی عزت افزائی کی گئی۔

سورو تک اس طرح انتظام کرنے کے بعد وزیر براہ زانسکار و پاڈر جموں کو واپس ہوا۔ اس اثنا میں پاڈر کو وزیر لکھپت نے فتح کر لیا تھا۔ اثنائے راہ میں اس کا انتظام درست کر کے وزیر جموں پہونچا۔

وزیر زور آور سنگھ کے جموں پہونچنے پر راجہ گلاب سنگھ نے اسکی بڑی عزت افزائی کی اپنے دیوان کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور جب وہ باریاب ہوا تو بغل گیری خاص سے امتیاز بخشا اور یہ حکم دیا کہ مثل اراکین خاندان شاہی کے اسکا احترام کیا جائے اور شاہی سلام "جے دیوا" اس کے لیے استعمال کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اپنی فاتحانہ خدمات کی بنا پر اس عزت افزائی کا وہ پورا مستحق تھا

وزیر پانچ سال تک جموں کی طرف رہا۔ اس کے بعد اسے پھر لداخ آنے کی ضرورت ہوئی۔ جس کا بیان اگلے باب میں کیا جاتا ہے

علاوہ اور کسی چیز کا ملنا ممکن نہ تھا

اس فساد کے بعد ضروری تھا کہ انتظام ملک کسی دوسرے طریقے پر کیا جاے۔ ٹنڈوپ نگیل پر اب اعتبار کرنا مشکل تھا۔ اس لیے اسے حکومت سے معزول کیا گیا۔ موضع ستوک بطور جاگیر اُس کو گذارہ کے لیے عطا کیا گیا۔ اور ستوک کا محل شاہی اسے سکونت کے لیے دیدیا۔ غرض کہ ان حالات میں نگیل راجگان لداخ کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ واقعہ ۱۸۳۵ء کا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ٹنڈوپ نگیل کی جگہ گیالپو کسے مقرر کیا جاے خاندان شاہی میں کوئی آدمی نہ تھا۔ چھو غسفرول جو حقدار حکومت تھا وہ فرار ہوچکا تھا اور اُس کے بڑے بیٹے کی عمر اس وقت صرف چند روز کی تھی۔ لیہ لونپو مورروپ استنزن جو معزول گیالپو ٹنڈوپ نگیل کا رشتہ دار اور اس کے معرض عتاب میں آنے سے پیشتر ایک معزز وزیر اور بارسوخ رئیس تھا اور جس نے وزیر کے پہلے حملہ لداخ کے وقت بحالت اسیر ہونے کے اچھی خدمات انجام دی تھیں اور اسی وجہ سے وہ سابق گیالپو ٹنڈوپ نگیل کا مورد عتاب ہوا تھا۔ اُسی کو وزیر نے لداخ کی حکومت کے لیے منتخب کیا۔ اور بزگو کے کالون سیرہ ٹنگ توبدن کو اس گیالپو کا وزیر اعظم مقرر کیا۔ اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ کا نذرانہ اُس کے ساتھ مقرر کیا قصبہ لیہ سے نیچے کی طرف سکرا کی آبادی میں نالہ سنگتو کے کنارے قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں تین سو سپاہی ماتحتی دلیل سنگھ تھانہ دار تعینات کیے یہ انتظام کرکے وزیر مورروپ ستنزن کے بیٹے اور چند معززین لداخ کو اپنے ساتھ یرغمال کے طور پر لے کر جموں کو واپس ہوا۔

جب لداخ میں بغاوت کی تجویز کی گئی تھی۔ تو اس سازش کو پوریگ میں بھی پہونچایا گیا تھا اور اس علاقہ میں لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ گیالپو سے لداخ کی امداد کے لیے لہاسہ سے ایک بہت بڑی فوج لداخ کی طرف حرکت کر رہی ہے اسکا مقابلہ وزیر زور آور سنگھ کے لیے محال ہوگا۔ پوریگ کے سادہ لوح راجگان اور معززین نے اس خیالی فوج کے لداخ پہونچنے کا بھی انتظار نہ کیا اور جونہی کہ

مقابلہ میں انہیں امداد پہونچے۔ پوریگ میں اس بغاوت نے کچھ عملی صورت بھی اختیار کی۔
اور ندھان سنگھ کاردار دراس و گرگل مع اپنے سپاہیوں کے کرکست میں قتل ہوا۔
ماسوائے اس کے لداخ اور پوریگ سے نذرانہ اور مالیہ کی ادائیگی بھی بند ہوئی اور لداخ
میں جو تھانہ دار وزیر نے مقرر کیا تھا اس کے ساتھ بھی بدسلوکی ہونے لگی۔

جب یہ حالات وزیر زورآور سنگھ کو جموں میں معلوم ہوئے تو وہ بہار
سمبت ۱۸۹۶ بکرمی مطابق ۱۸۳۹ء میں سہ بارہ لداخ پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوا۔ اس وقت
پاڈر میں بھی شورش برپا ہو گئی تھی۔ اور چمبہ کے لوگوں نے سرکار جموں کے سپاہیوں کو
قتل اور قید کرکے پاڈر کے اوپر دوبارہ قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے وزیر پانچ ہزار
ڈوگرہ فوج ساتھ لے کر بعزم لداخ روانہ ہوا۔ کشتواڑ پہونچ کر پہلے وہ پاڈر گیا اور
کوشش کے ساتھ چھتر گڈھ کو دوبارہ فتح کرکے غارت وتباہ کیا۔ اور اس کا نام گلاب گڈھ
رکھا۔ یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں ڈوگرہ سپاہ تعنیات کی۔ اس کے بعد کشتواڑ
واپس آیا اور براہ داردوں وسورو عازم لداخ ہوا۔

وزیر کے پہلے حملے کے زمانہ میں غالباً جبکہ وہ زانسکار میں تھا احمد شاہ راجہ اسکردو کا
بڑا بیٹا محمد شاہ وزیر کے پاس آیا تھا اور یہ شکایت کی تھی کہ اس کے باپ نے اسے
وراثت سے محروم کرکے اپنی دوسری بیوی کے بیٹے محمد علی خاں کو اپنا ولی عہد تسلیم کیا
ہے اور محمد شاہ کو تکلیف دیتا ہے۔ چونکہ حسب رواج ملک وراثت حق بڑے بیٹے کا ہے
اس لئے اس نے درخواست کی کہ اس کی امداد کیجائے۔ اس وقت وزیر کی توجہ لداخ
کی طرف تھی۔ جب تک لداخ سے اسے اطمینان نہ ہوجائے وہ اپنے آپ کو دوسرے
خرخشوں میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ بلتستان کیطرف دست درازی
کے موقع کو بھی ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے محمد شاہ کو اطمینان دلایا کہ تم سرکار
جموں کی حمایت میں آگئے ہو۔ تمہاری پوری امداد کیجائے گی۔ اس نے سورو میں اسکی
رہائش کا انتظام کر دیا۔ ایک یا دو سال وہ سورو میں رہا بعد میں لداخ بھیج دیا گیا
یہاں پہلے وہ آرام سے رہا۔ بعد ازاں جبکہ موروپ ستنزن اور اس کے وزراء کے
خیالات جموں کی طرف سے برگشتہ ہوگئے اور انہوں نے ڈوگروں کے خلاف بغاوت

ساتواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لداخ نمبر ۲

الحاق لداخ و پوریگ و تسخیر بلتستان

لداخ سے وزیر زور آور سنگھ کی واپسی کے بعد گیالپو مورد پ ستنزن نے کچھ
عرصہ سوچ سمجھ کر کام کیا۔ بعد ازاں وہ عیاشی کی طرف مائل ہوگیا۔ پٹ سکم سے وہ اپنے
لئے ایک نئی رانی لایا اور اُس کی رہائش کے لیے مورچہ باغ میں ایک عالیشان
محل تعمیر کیا۔ وہاں چوگان بازی اور دیگر کھیل تماشوں کا انتظام کیا۔ اس طرح سے
وہ اپنی نئی گیالمو اور کھیل تماشوں میں اسقدر محو ہوا کہ اسے امور مملکت کا کوئی خیال
نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت اُس کے وزیروں کالون سیو آنگ ستوبدن نکھاپا اور
گیاپا چوسیا ہنگ سُس کے ہاتھ میں آگئی اور انتظام میں فتور پیدا ہوا۔
اس اثنا میں کرنیل مان سنگھ نے جو سلطنت لاہور کی طرف سے کشمیر کا صوبہ دار تھا
پوریگ کے صاحب رسوخ اشخاص کے ساتھ سازش کرنی شروع کردی۔ اس نے
اپنے ایک ملازم فتح سنگھ جوگی کو کچھ آدمیوں کے ساتھ کرگل بھیجا۔ اور لوگوں کو ڈوگروں
کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ کالون رحیم خاں اس کے دھوکے میں آگیا۔ اور سکھوں
کی امداد کے وعدہ پر وہ ڈوگروں کی طرف سے برگشتہ ہوگیا۔ اس نے گیالپو مورپ
ستنزن اور اُس کے با اختیار وزراء کو بھی اپنا ہم خیال بنالیا۔ اور انھیں تحریک کی۔ کہ
لہاسہ سے امداد منگوانے کا انتظام کریں اور اسکردو کی طرف سے بھی امداد کا انتظام
کیا۔ الغرض اپنی طرف سے اس نے یہ انتظام کرلیا کہ تمام ملک پوریگ معہ لداخ ڈوگروں
کے خلاف مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور سرکار تسخیر لہاسہ و بلتستان سے اس

میں آدمی روانہ کر دئے۔ قبل اس کے کہ گیالپو سرحد عبور کر کے علاقہ سپیتی میں داخل ہو وزیر کے آدمی اس کے سر پر پہونچ گئے۔ گو کہ اب بھاگنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی مگر موروپ ستنزن نے ایک آخری جدوجہد کے بغیر اپنے آپ کو حوالہ کر دینا گوارا نہ کیا۔ اس کشمکش میں طرفین کے کچھ آدمی مارے گئے۔ آخر الامر وہ بمقام تابو گرفتار ہوا اور مع ہمراہیان کے لداخ میں پہونچایا گیا۔

بہار سمت ۱۸۹۷ بکرمی مطابق ۱۸۴۰ء میں وزیر تیسری دفعہ لداخ میں داخل ہوا۔ اور جس قدر اشخاص اس شورش میں شامل تھے انھیں اس نے مختلف قسم کی سزائیں دیں۔ موروپ ستنزن کو معزول کر کے قلعہ کے اندر قید کر دیا اور رقم نذرانہ جو واجب الادا رہتی تھی اس کی وصولی میں اس کی تمام جائداد ضبط سرکار کر لی اسی طرح کالون بزگوو گیالپا پو وغیرہ سے بھی جرمانے وصول کئے۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ لداخ کا باقاعدہ الحاق کر لیا جائے اس لئے وزیر نے میاں مگنا کو تھانہ دار مقرر کر کے ملکی انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ اور اس کی امداد کیلئے اپو رگزن کو جسے بعد میں گوبند رام کا نام دیا گیا اس کا کالون مقرر کیا۔ اور پرانے شاہی خاندان کو قائم رکھنے کی غرض سے ٹنڈروف نمگیل کو خطابی گیالپو تسلیم کر کے لداخ کا شاہی محل اور پائے تخت مع دیگر محلات کے حوالہ کر دیا۔ جب لداخ کا انتظام درست ہو گیا تو وزیر نے کرگل اور اسکردو کی طرف توجہ کی۔

اس اثناء میں کرگل والوں نے کشمیر سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر جب انھیں امداد نہیں پہونچی اور لداخ کی طرف سے بھی انھیں مایوسی ہو گئی تو سب اپنی اپنی جگہ پر خاموش ہو رہے اور کالون رحیم خاں اسکردو کی طرف فرار ہوا۔

الحاق پوریگ و تسخیر بلتستان

اس قلیل عرصہ میں لداخیوں نے ثابت کر دیا کہ وہ حکومت جموں کے زیر سایہ امن و امان سے بیٹھنے والے آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے وزیر زور آور سنگھ نے سوچا کہ ان کی ذہنیت جنگ جوئی کو بیرونی دشمنوں کے خلاف استعمال کرنا چاہیے تا کہ ان کا اپنا

کا انتظام کیا۔ اس موقع پر احمد شاہ کو دوست بنانا ان کے مفید مطلب تھا۔ اسلئے انھوں نے اس فراری کی حمایت کو بالائے طاق رکھکر راجہ احمد شاہ کو اشارہ کیا کہ تم اپنے آدمی بھیج کر اپنے فراری بیٹے کو پکڑوا منگواؤ۔ ہماری طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوگی۔ احمد شاہ نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور کچھ آدمی بھیج کر اپنے بیٹے محمد شاہ کو منگوالیا اور اسکردو میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا۔

جب وزیر زور آور سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ ان تمام مفسدوں کی پوری طرح سرکوبی کرنی چاہیئے۔ تاہم پہلے اس نے راجہ احمد شاہ کو مراسلہ بھیجا کہ تمھارا بیٹا محمد شاہ سرکار جموں کی حمایت میں آیا تھا تم نے اپنے آدمی بھیج کر لداخ پر حملہ کیا اور جبراً اس لڑکے کو واپس منگوالیا۔ یہ تمھاری دست درازی ہے۔ اگر تم نے اس کو فی الفور ہمارے پاس واپس نہ پہونچایا تو افواج ڈوگرہ تمھارے دار الحکومت میں داخل ہوکر تمھارے ہاتھ سے اس کی رہائی کرائیں گی۔ راجہ احمد شاہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

سورو پہونچ کر وزیر نے زانسکار کے راستے سے لداخ جانے کا ارادہ کیا۔ اس کے لئے بانتظار اچھے موسم کے اسے سورو اور زانسکار میں چند روز ٹھہرنا پڑا۔

لداخ میں جب خبر پہونچی کہ وزیر بعزم لداخ زانسکار پہونچ گیا ہے تو مفسدہ پردازی کی جس قدر تجاویز یہاں ہو رہی تھیں وہ سب الٹ گئیں بغاوت کا خیال چھوڑ کر لوگ اپنے اپنے بچاؤ کی تدابیر میں مصروف ہوگئے۔ اس گھبراہٹ میں گیالپو مورو پ ستنزن لداخیوں کی ایک جمعیت اپنے ساتھ لیکر زانسکار وسپیتی کی طرف روانہ ہوا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر وزیر کے ساتھ صفائی ہوجانے کی توقع ہوئی تو وہ وزیر کے پاس جس جگہ پہونچ سکا حاضر ہوجائیگا اور ظاہر کریگا کہ پیشوائی کیلئے آیا ہے برخلاف اس کے اگر صفائی کا امکان نہوا تو سیدھا سپیتی کی طرف ملک غیر میں نکل جائے گا غالباً اسے اس توقع میں کامیابی کی صورت نظر نہیں آئی اور اس نے اپنا بچاؤ اسی میں دیکھا کہ زانسکار کا راستہ چھوڑ کر سپیتی کی طرف نکل جائے۔ مگر اس کی بدقسمتی سے وزیر کو اس واقعہ کی اطلاع عین وقت پر پہونچ گئی۔ اور اس نے اسکے تعاقب

والے اور حمال دونوں شامل ہیں اس فوج نے وزیر کے چے چے تھنگ پہونچنے سے
پیشتر اس آبادی کے بالمقابل موضع مرول سے تقریباً تین میل اوپر کی طرف ایک باند
میدان میں لشکرگاہ بناکر ڈیرے ڈال دئے چے چے تھنگ کا راستہ اسی میدان کے
متصل دریائے سندھ کو عبور کرکے اس کے داہنے کنارے پر اترتا ہے کیوں کہ اسکا بایاں
کنارہ بوجہ اتصال دریائے سورو بند ہے۔ اس بنا پر بلتستان کے لشکر نے وہ موقع پکڑا
تھا جہاں پر دوسرے راستہ کا امکان نہیں ہے۔ یہ میدان اب تھا موخون امی تھنگ سا
یعنی میدان جنگ کے نام سے مشہور ہے اس کے اوپر فوج اسکردو نے کمین گاہیں اور
مورچے بنالئے اور درہ وانگو کو بھی جہاں سے یہ راستہ شکم دریا سے میدان کے اوپر چڑھتا
ہے روک دیا اس سے وزیر زورآور سنگھ کی پیش قدمی ناممکن ہوگئی۔ اسے اس وقت
دو مشکلات کا سامنا تھا۔ ایک دریا۔ دوسرا دشمن۔ گو کہ موسم سردی کا تھا مگر تمام شکم دریا اس
موقع پر یخ بست نہیں ہوا تھا کہ اس قدرتی پل کے اوپر سے عبور کا انتظام کیا جاتا۔ اور
دشمن کی گولی کے نیچے پل بنانا محض ناممکن تھا۔ ان مشکلات نے بڑی تکلیف پیدا کی اور
وزیر کو چے چے تھنگ میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرنا پڑا۔ اس اثناء میں رسد کی بھی کمی ہوگئی
اور سردی بھی زور دکھلانے لگی اس سے سپاہیوں کے درمیان بڑی بےچینی پیدا ہوئی
مگر وزیر نے کمال مردانگی و حسن تدبیر سے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔

ایک روز رات کے اندھیرے میں مہتہ بستی رام کو چند سپاہیوں کے ساتھ تعینات
کیا گیا کہ دریا کے کنارے یخ کی آزمائش کرے کہ کسی جگہ سے عبور کا امکان ہے مگر
تمام دریا ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جما ہوا کہیں بھی نہیں پایا گیا۔ اس
اثناء میں بمعہ گرکونو کی قوم درد کے لوگوں نے رہنمائی کی کہ دریا کا درمیانی حصہ جو
قدرتی طور پر یخ بست نہیں ہوا ہے اس کا تدبیر سے یخ بست کر دینا ممکن ہے اور
اس انتظام کے بعد یخ کے اوپر سے گذر جانا ممکن ہے چنانچہ نالہ چے چے تھنگ کے سامنے
دریائے سندھ کے اوپر درہ وانگو سے نیچے جہاں وزیر غلام حسن اپنی فوج کی ایک کثیر تعداد
کے ساتھ راستہ روکے ہوئے بیٹھا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ایک ایسا موقع تجویز
کیا گیا جہاں دریا کے دونوں کناروں کی طرف سے یخ جمتا ہوا دریا کے اکثر حصہ میں اندر

ملک ان کے فتنہ و فساد سے محفوظ رہے۔ چنانچہ اس نے محمد شاہ فرزند راجہ اسکردو
کی مخلصی کرانے کے بہانے سے تسخیر بلتستان کے لئے لداخی فوج تیار کی۔ اس کی تعداد کی
نسبت روایات میں اختلاف ہے مگر اغلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمعیت سات آٹھ ہزار
سے زیادہ نہ تھی جس میں لڑنے والے اور حمال وغیرہ سب شامل ہیں۔ پرانے لداخی سپہ سالار
کاہون پنکھا پا کو اس فوج کا سردار مقرر کیا۔ اور بڈھے گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کو بھی اس کے
ساتھ تعینات کیا۔ غرضکہ اس جمعیت کو اپنی فوج کے ساتھ شامل کر کے وزیر لداخ سے
بعزم اسکردو روانہ ہوا۔

ھنو پہونچ کر وزیر نے لداخی لشکر کو زیر نگرانی ڈوگرہ افسران مدین شاہ (محی الدین شاہ)
اور ایک اور شخص کے جو اسکردو میں شاہ جی کے نام سے مشہور ہے۔ ھنو، لا، چھورہ بٹ داد
کھپلو کے راستہ سے روانہ کیا۔ اور خود اپنی ڈوگرہ فوج کو ساتھ لے کر گرکونو کی طرف روانہ
ہوا اس زمانہ میں لداخ سے اسکردو کا راستہ گرکونو سے مرول و کھرمنگ ہو کر گذرتا تھا۔
موجودہ سڑک اولڈنگ اس وقت نہ تھی گرکونو کے متصل وزیر دریائے سندھ کو عبور کر کے
سوت کے پسری کھر میں پہونچا۔ یہاں وزیر نے پوریگ کے باغیوں کو قرار واقعی سزائیں
دیں اور تمام علاقہ پوریگ کا الحاق کر کے کرگل۔ دراس اور سورو میں تھانہ دار مقرر کر دیئے
اور ان کے ساتھ مناسب تعداد سپاہیوں کی تعینات کر دی۔

پوریگ کا ملکی انتظام درست کرنے کے بعد اس علاقہ سے بھی لشکر تیار کیا گیا اور
حمال بھی جمع کئے گئے۔ پھر وزیر پسری کھر سے پہاڑ عبور کر کے چے چھے تھنگ میں اترا اور
اسکردو کی طرف پیش قدمی کے لئے تیار رہا۔

وزیر کے حملہ کی خبر جب اسکردو میں پہونچی تو راجہ احمد شاہ نے چورہ بٹ اور مرول
دونوں راستوں کے روکنے کا پورا انتظام کیا۔ کرس و کھپلو کی فوج کو ماتحتی یوسترنگ
کریم اس نے پوئین علاقہ چھورہ بٹ میں بھیجا۔ اور روندو سے لے کر کھرمنگ تک جملہ
علاقہ جات کی فوج پر ہر دو برادران بوڑوپا وزیر غلام حسن و وزیر غلام حسین کو سردار مقرر
کر کے سرحد بلتستان پر متصل مرول وزیر زور آور سنگھ کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا اس فوج
کی صحیح تعداد بتلانا مشکل ہے مگر خیال یہ ہے کہ کل جمعیت بیس ہزار کے قریب تھی جس میں لڑنے

بلتی فوج کو ان کی کمین گاہوں نے کچھ فائدہ نہ دیا تاہم دست بدست لڑائی میں انھوں نے سخت مقابلہ کیا۔ اور قریب قریب تمام ڈوگرہ سپاہیوں کو جو حملہ آور ہو رہے تھے کاٹ دیا۔ وزیر زور آور جو پیچھے تھنگ سے یہ حال دیکھ رہا تھا اس نے مزید کمک بھیجی۔ اسی لڑائی میں وزیر غلام حسن مارا گیا۔ اس کے مارے جانے پر اور کمک کے پہونچ جانے پر بلتی فوج نے ہمت ہار دی وہ بھاگ کر میدان تھاموخون کی فوج کے ساتھ شامل ہو گئے اور درہ وانکو ڈوگروں کے قبضہ میں آگیا اب ان کے لئے عبور دریا میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔

وزیر زور آور نے اپنی تمام فوج کے ساتھ میدان تھاموخون کی بلتی فوج پر حملہ کر دیا چونکہ بلتی بلندی پر اور مورچوں کے اندر تھے انھوں نے ڈوگروں کے اوپر سخت گولی برسائی مگر وزیر زور آور نے ایک پیچدار راستے سے اپنے کچھ آدمی پہاڑی کے اوپر چڑھا دئیے جنھوں نے بلتیوں کے مورچوں کو الٹ دیا۔ اور وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلنے پر مجبور ہوئے دست بدست لڑائی میں وہ ڈوگروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ آخر الامر جب ان کے بہت آدمی مارے گئے تو انھیں بھاگنا پڑا اور میدان ڈوگروں کے ہاتھ رہا۔

ٹھیک تعداد ان اشخاص کی جو اس جنگ میں مارے گئے معلوم نہیں ہو سکی مگر اندازہ کیا جاتا ہے کہ ایک ہزار کے قریب بلتی اس جنگ میں کام آئے اور سردار فوج وزیر غلام حسن بھی جنگ میں مارا گیا اور بہت سے معززین بھی مارے گئے وزیر غلام حسین اور سلطان بیگ وزیر دند و میدان جنگ سے فرار ہو کر جا رہے تھے مرول پہونچنے سے پیشتر مارے گئے وزیر غلام حسن کی قبر میدان تھاموخون میں اور اسکے بھائی وزیر حسین کی قبر موضع مرول میں اجتک موجود ہے راجہ علی شیر خاں کی بابت معلوم ہوا ہے کہ اس کے آدمی جو اس جنگ میں بلتیوں کے ساتھ شامل تھے ان سے ساتھ اس نے یہ انتظام کر دیا تھا کہ ڈوگروں کے خلاف جنگ نہ کریں بلکہ جب لڑائی شروع ہو جائے تو خاموشی کے ساتھ میدان جنگ سے نکل کر الگ ہو جائیں چنانچہ انھوں نے اسی کے مطابق عمل کیا۔

غرض کہ وزیر زور آور سنگھ میدان تھاموخون سے فتح و ظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا مرول میں داخل ہوا۔ اور یہاں سے فراریوں کا تعاقب کرتا ہوا حمزہ گونڈ پہونچا۔ یہ واقعہ تقریباً یکم پھاگن سمت ۱۸۹۶ کا ہے۔ یہ لڑائی فتح بلتستان کے لئے ایک فیصلہ کن معرکہ تھا گو کہ بلتیوں نے ایک اور مقابلہ حمزہ گونڈ کے متصل کیا۔ مگر یہ بہت خفیف تھا۔ اس کی تفصیل اسطرح

کیطرف چلا گیا تھا اور کمتر حصہ درمیانی یخ سے کھلا ہوا تھا اس کھلی جگہ کے درمیان پانی کی سطح کے ساتھ یخ کے کنارے کی گلر سے دوسرے کی طرف یخ کی گلر تک دو چار بلیاں بچھا دی گئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ علی شیر خاں راجہ کرتخشہ نے خفیہ خط کتابت وزیر کے ساتھ چے چے تھنگ میں شروع کر دی تھی۔ اور گو کہ اپنی فوج اس نے بلتی فوج کیساتھ تھا موخون (ی تھنگ میں وزیر کے مقابلہ کے لئے بھیجی تھی۔ مگر وزیر کو بھی امداد دینے میں اس نے دریغ نہیں کیا تاکہ خواہ کسی فریق کی فتح ہو مگر اس کی فتح میں شک و شبہ نہ رہے۔ چنانچہ اس یخ بست پل کی تیاری میں اس کا بھی بڑا حصہ تھا۔ تعمیر پل کے موقع اور وقت کا بذریعہ خط کتابت فیصلہ کر لیا گیا۔ وقت معینہ پر چے چے تھنگ کی طرف سے دردلوگوں نے اور مرول کی طرف سے راجہ علی شیر خاں کے آدمیوں نے ہر دو جانب دریا کی جمی ہوئی یخ کے کناروں کے ساتھ پانی کی سطح سے ملا کر لمبی لکڑیاں یا سیڑھی وغیرہ قائم کر دی۔ یخ کے ٹکڑے جو سردی کے زمانہ میں دریا میں بہتے رہتے ہیں ان لکڑیوں کے ساتھ اٹکنے لگے۔ جب یہ ٹکڑے ایک جگہ پر ٹھہر جائیں تو وہ شدت سردی کی وجہ سے فی الفور ایک دوسرے کے ساتھ چپک جاتے ہیں۔ اس طرح سے دریا کا جو حصہ یخ بندی سے کھلا ہوا تھا اس کے اوپر چند گھنٹوں میں ایک مضبوط چادر یخ کی تیار ہو گئی اور دریا قابل گذر ہو گیا۔ اس کامیابی پر بڑی خوشی منائی گئی۔ اور روشنی ہونے سے پیشتر مہتہ بستی رام نے ایک دستہ فوج کو اس نو تیار کردہ پل یخ بست کے ذریعے دریائے سندھ سے گذار کر وزیر غلام حسن کی فوج سے مقابلہ کیا۔

کہتے ہیں کہ تیاری پل اور عبور دریا کا انتظام ایسی تدبیر سے کیا گیا تھا کہ جلتک مہتہ بستی رام کے سپاہی درہ وانکو کے مورچے پر پہونچ نہیں گئے اس انتظام کی کوئی خبر بلتی فوج کو نہیں پہونچی۔ یہ لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے کہ ڈوگرہ سپاہی یکایک نمودار ہوئے۔ خود وزیر غلام حسن طہارت میں مصروف تھا یہ حال دیکھکر اس نے اپنی فوج کو تیار کرنا شروع کیا مگر چونکہ ڈوگروں کا حملہ بے خبری میں ہوا تھا

اپنے وزیر ترنگفا عبدالعلی کے بلتی فوج کے ساتھ وزیر زور آور سنگھ کے مقابلہ کے لیے
تھاموخون ای تخنگس میں بھیج دی اور راجہ احمد شاہ کی خوشنودی حاصل کی۔ دوسری طرف
اس نے وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ چپے چپے تھنگ میں خط کتابت شروع کردی اور
دریا کے عبور کرنے میں اور دوبارہ میدان جنگ میں جب صورت حالات دگرگوں ہوتی
نظر آئی خفیہ امداد دی۔ اور وزیر کے پاس سرخروئی حاصل کی۔ اسکردو میں مجھے دریافت ہوا کہ
کھرمنگ کے لوگوں کے لئے بمشورہ وزیر زور آور سنگھ ایک خاص نشان امتیازی تجویز
کیا گیا تھا اور قرار داد یہ تھی کہ اس نشان والے اشخاص کو سپاہیان ڈوگرہ کوئی نقصان
نہ پہونچائیں۔ چنانچہ ان اشخاص نے ڈوگروں پر نہ حملہ کیا۔ اور نہ ڈوگروں نے انھیں
نقصان پہونچایا۔ الغرض اس حکمت سے کھرمنگ کی فوج بغیر کسی نقصان یا تکلیف کے
میدان جنگ سے نکل آئی۔ اور حمزہ گونڈ میں خود راجہ علی شیر خاں وزیر کے پاس اظہار
عقیدت کے لئے حاضر ہو گیا۔ اور ہر طرح سے امداد اور خدمت گذاری کے لئے کمربستہ
ہوا۔ ان خدمات کے صلہ میں وزیر نے یہ اقرار کیا کہ اس کے مقبوضہ کرتخشہ میں کسی قسم
کی کوئی مداخلت نہیں کیجائے گی۔ اس اقرار پر آج تک بلا کم وکاست عمل جاری ہے۔

راجہ علی شیر خاں وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ کھرمنگ پہونچا۔ اور یہاں اس نے مراسم
مہمانداری پوری طرح ادا کیں۔ راجہ علی شیر خاں کی سفارت کی بنا پر راجہ احمد خاں
راجہ طولتی مع وزیر پرکوتہ کے اظہار اطاعت کے لئے حاضر ہوا۔ وزیر کھرمنگ سے
روانہ ہو کر چھتے روز گول پہونچا۔ لداخی فوج جو ہنو سے براہ چھورہ بٹ دکھپلو روانہ کیگئی
تھی وہ بھی گول میں وزیر کی فوج کے ساتھ شامل ہو گئی۔

ہنولا کے راستہ والے لشکر کا سفر بھی مشکلات سے خالی نہ تھا اسے عبور کوتل میں
بوجہ زیادتی برف اور شدت سردی کے بہت تکلیف ہوئی مگر لداخی جس حد تک
سردی کا مقابلہ کرسکتے ہیں دنیا کی کوئی اور قوم ایسی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ تمام فوج
کامیابی کے ساتھ ہنولا سے گذر گئی۔ اس کی رکاوٹ کا راجہ احمد شاہ نے بہتمام پورا
پورا انتظام کیا تھا۔ اور اس کا معتمد خاص یسترونگ کریم اس جگہ کرس اور کھپلو کی فوج
لے کر مع چند آدمان اسکردو مقابلہ کے لئے تیار تھا۔ مگر تائید غیبی وزیر زور آور سنگھ

ہے کہ مرول سے نکل کر راستہ سنجک یعنی چکنی مٹی کے ٹیلہ پر چڑھتا ہے۔ یہ وہ چکنی مٹی ہے جو دریائے سندھ کے رک جانے سے جھیل کے زمانہ میں تہ نشین ہوتی رہی ہے یہ طبقہ چکنی مٹی کا اسکردو کے نیچے جہاں دریائے سندھ پہاڑ کے گرنے سے رک گیا تھا وہاں سے لداخ تک مسلسل چلا گیا ہے اس ٹیلہ کے اوپر سے پھر راستہ لب دریا اترتا ہے اس کے آگے ایک دشوار گذار سنگلاخ ہے جس کے اوپر راستہ بلیوں کی مدد سے بنایا ہوا تھا اس کو بلتیوں نے توڑ دیا۔ اور اس کے آگے جو نالہ ہے اس میں مورچے بنا کر آمادۂ پیکار ہوئے دوسرے روز جب وزیر زور آور اس جگہ پہونچا ہے تو اس نے دیکھا کہ راستہ بند ہے بادی النظر میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ مگر فتح تھا موخون کے بعد صورت معاملات بدل گئی تھی اور علاقہ کھرمنگ کی رعایا دل وجان سے وزیر کی خدمت کے لئے تیار تھی حمزہ گونڈ کے لوگوں نے وزیر کو صلاح دی کہ معمولی راستہ چھوڑ کر اس حصہ کو جہاں پر راستہ توڑ دیا ہے پہاڑ کے اوپر سے ہو کر عبور کیا جائے چنانچہ وزیر مع اپنی فوج کے پہاڑ سے اوپر چڑھا اور اسی نالہ کے راستہ اترا جس میں فراری بلتیوں نے مورچہ جمایا ہوا تھا۔ بوجہ اس کے کہ وزیر کی فوج بلندی کی طرف سے آئی بلتی زیادہ مقابلہ نہ کرسکے اور ایک معمولی لڑائی کے بعد یہاں سے بھی فرار ہوئے اس کے بعد وزیر کے اسکردو پہونچنے تک راستہ میں کسی جگہ اس کی مزاحمت نہیں ہوئی۔

راجہ علی شیر خاں نے بزمانہ قیام لداخ وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ اس کے پہلے حملۂ لداخ کے موقع پر جو تعلقات قائم کر لئے تھے ان کا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے وہ لداخ سے واپس ہو کر اپنے ملک پر بدستور سابق قابض ہو گیا تھا۔ مگر راجہ احمد شاہ کے حملہ کر تختہ سے جو نقصان مال و دولت راجہ علی شیر خاں کو پہونچا تھا اور جو بے عزتی اس کی ہوئی تھی اسے وہ کبھی بھول نہیں سکتا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس نے خود اپنی آزادی کو بھی قربان کرنے میں دریغ نہیں کیا ممکن ہے کہ وہ ایسا نہ کرتا۔ مگر نہ احمد شاہ کے ساتھ مصالحت کی کوئی صورت تھی اور نہ وزیر زور آور سنگھ جیسے خوفناک دشمن کا مقابلہ تمام بلتستان کی مجموعی طاقت سے ممکن تھا۔ اس نے وقت کو ٹھیک پہچانا۔ اور جہانتک امکان میں تھا مقتضائے وقت سے پورا فائدہ حاصل کیا۔ ایک طرف تو اس نے اپنی فوج بساتحت

تسلیم کر لیا ہے اب تمہارے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے یوسترونگ کریم نے بندوق اٹھا کر اس آدمی کو مار دیا۔ اور یہ بہادری دکھلا کر اپنے اسکردو کے آدمیوں کو ساتھ لیا اور سیدھا کھپلو کو واپس ہو گیا۔ کھپلو کی فوج جو کہ وزیر کی فوج کا مقابلہ کرنے کی غرض سے جمع کی گئی تھی سب راجہ دولت علی خاں کے ساتھ ہو گئی۔ اور لداخی فوج مع کھپلو کی جمعیت کے کھپلو میں داخل ہوئی۔ چونکہ تمام رعایا دولت علی خاں کے ساتھ ہو گئی تھی محمود شاہ المعروف مہدی علی خاں راجگی سے کنارہ کش ہو گیا اور راجہ دولت علی خاں نے قلعہ پر قبضہ حاصل کر کے اپنا ڈنکا بجا دیا۔

یوسترونگ کریم نے پوئین سے کوچ کر کے کرس میں قدم جمائے۔ افواج لداخ نے چند روز کھپلو میں آرام کیا اور راجہ دولت علی خاں کی مہمان نوازی سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے بعد آگے روانہ ہو گئے۔ راجہ دولت علی خاں نے خدمت گذاری کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ یوسترونگ کریم نے کرس میں راجہ احمد شاہ کے نمک کا حق ادا کیا اور دو روز تک لداخی فوج کو روکا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ وزیر پرکوتہ پہونچ گیا ہے تو خاموشی کے ساتھ قلعہ چھوڑ کر دریا عبور کر کے گول کی طرف نکل گیا۔ اور اسکردو جا پہونچا۔ اب راجہ خورم خاں راجہ کرس بھی لداخی فوج کے ساتھ ہو گیا۔ اور سب دریا سے گذر کر گول آئے اور وزیر زور آور سنگھ کی خدمت میں مشرف ہوئے اور سب نے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا۔ غرضکہ وزیر زور آور سنگھ لداخی اور ڈوگرہ متحدہ افواج کے ساتھ بغیر کسی مزاحمت کے اسکردو میں داخل ہوا۔ جملہ راجگان جن کے علاقہ سے اس کی فوج گذری تھی سب ہمرکاب تھے اور ڈوغونی پا بونو راجہ محمد شاہ کا وزیر جو اس کی گرفتاری کے وقت لداخ میں رہ گیا تھا وہ بھی مع اپنے ہمراہیوں کے اس لئے ساتھ تھا۔

وزیر جب اسکردو پہونچا تو راجہ احمد شاہ قلعہ کھرپوچھے میں قلعہ بند ہو گیا۔ اسکردو کی آبادی سے شمال کی طرف لب دریائے سندھ خالص سنگلاخ کی اونچی پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کی وضع ایسی واقع ہوئی ہے کہ کسی طرف سے اس کے اوپر چڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔ اس پہاڑی کی شرقی طرف کی چڑھائی کے درمیان میں کسی قدر سطح کچھ جگہ تھی اس کو بڑی محنت کے ساتھ درست کر کے اس جگہ ایک نہایت مستحکم قلعہ

کے شامل حال تھی۔ قدرتی سامان اس کی امداد کے پیدا ہو گئے۔

گو کہ راجہ مہدی علی خاں فلاراجہ کھپلو کو راجہ احمد شاہ نے قید کر لیا تھا۔ مگر اصلی دعویدار حکومت کھپلو راجہ دولت علی خاں نوبراہ میں موجود تھا۔ وزیر زور آور سنگھ کی فتح لداخ کے ساتھ جب انتظام تبدیل ہوا تو اس کی نگرانی میں کمی ہو گئی اس نے اپنے چچیرے بھائی حیدر خاں کے ذریعے ایک طرف تو کھپلو کی رعایا کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا۔ اور دوسری طرف وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ بھی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جب وزیر کی فوج ہنو کی طرف روانہ ہوئی تو دولت علی خاں نے حیدر خاں کے ذریعے اپنی تجاویز طے کر لی ہوئی تھیں۔ لداخی فوج جس قدر پوئین کے قریب ہوتی گئی راجہ دولت علی خاں بھی نوبراہ سے پوئین کی طرف پیش قدمی کرتا رہا یوسترونگ کریم نے وزیر کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام فوج کو سنگلاخ درمیان کوشنگ دپوئین پر قائم کر دیا۔ دین شاہ کی فوج جب پوئین میں پہونچی تو اس نے قلعہ میں قیام کیا اس وقت راجہ دولت علیخاں بھی سکسا سے آگے بڑھکر افسران ڈوگرہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس اثناء میں اس کے معتمد حیدر خاں نے یوسترونگ کریم کو یہ دھوکا دیا کہ میں حالات مقامی سے واقف ہوں آدھے آدمی لے کر آگے جاتا ہوں دریا کو عبور کر کے دریا کے دوسرے کنارے کے راستے سے پوئین سے گذر کر سکسا کے سامنے پہونچونگا وہاں سے پھر دریا کو عبور کر کے سکسا کی طرف سے پوئن پر حملہ کر دوں گا۔ تم اس وقت پوئن کی طرف سے حملہ کر دینا۔ دو طرفہ حملہ کا روکنا وزیر کی فوج کے لئے محال ہوگا اور وہ سب کی سب ہمارے قابو میں آجائیگی۔ یوسترونگ اس چالاکی کو نہ سمجھا اور اپنی فوج کے دو ٹکڑے کر دئے حیدر خاں ایک کثیر تعداد فوج علاقہ کھپلو کو اپنے ساتھ لے کر سیدھا قلعہ پوئن میں پہونچ گیا اور راجہ دولت علی خاں اور افسران ڈوگرہ کا خیر مقدم کر کے اظہار فرمانبرداری کیا۔ اس واقعہ سے صورت حالات دگرگون ہو گئی اور دولت علی خاں کے لئے جو تیرہ سال سے نظر بند تھا ایک دفعہ پھر راجگی پر پہونچنے کی صورت پیدا ہو گئی جس وقت یوسترونگ کریم پوئین میں پہونچا تو حیدر خاں نے اسے یہ پیغام بھیجا کہ ہم سب نے راجہ دولت علی خان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور اس نے افسران ڈوگرہ کی اطاعت کو

وزیر زور آور سنگھ نے جنگ تھاموخون میں جو فتح حاصل کی اس سے تبت خورد یعنی بلتستان عملی طور پر فتح ہو گیا تھا۔ اور راجگان کرتخشہ۔ طولتی۔ کھپلو۔ وکرس وغیرہ اطاعت قبول کر کے وزیر کی خدمت میں حاضر تھے۔ لیکن کھرپوچھے یعنی اسکردو کی تسخیر کے بعد بلتیوں کا حوصلہ بالکل پست ہو گیا۔ چنانچہ حیدر خان راجہ شگر اور اکابران چھوڑہ بٹ بھی اظہار اطاعت و فرمانبرداری کے لئے حاضر ہوئے۔ مگر علی خاں راجہ رونڈو اور جبار خاں راجہ استور کیطرف سے اس قسم کا کوئی اظہار نہیں ہوا۔ تاہم قبل اس کے کہ وزیر اس طرف توجہ کرے اس نے ضروری سمجھا کہ خاص اسکردو میں راجہ احمد شاہ کے اثر کو معدوم اور اس کے بیٹے محمد شاہ کی حکومت کو مستحکم کر دیا جائے۔ چنانچہ وزیر حسین گول والہ اور دیگر ہواخواہان معزول راجہ احمد شاہ کو قید کر دیا۔ اور جس قدر مال و دولت اس کے پاس تھا تقریباً وہ سب بطور تاوان جنگ اس سے لے کر خزانہ شاہی میں داخل کیا۔ اس کا اندازہ ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ کے قریب کیا جاتا ہے نقدی زیادہ نہ تھی۔ اور اکثر تعداد سونا۔ زیورات اور پارچات وغیرہ اجناس میں تھی۔ اسطرح احمد شاہ کی طرف سے پورا اطمینان کر کے وہ ڈونگ یول یعنی رونڈو کے انتظام میں مصروف ہوا وزیر نے ایک ہزار ڈوگرہ فوج بسر کردگی مرزا رسول بیگ و محمد خاں کے کچورہ کے راستہ سے روانہ کی۔ اور بلتی فوج کو زیر نگرانی افسران ڈوگرہ و راجگان کھرمنگ وغیرہ کے براہ بغاردو وچھری روانہ کیا۔ جب فوج ڈوگرہ قلعہ رونڈو یعنی ہندی میں پہونچی تو راجہ علی خاں اپنا قلعہ اور ملک چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا۔ قلعہ پر بلا مزاحمت قبضہ ہو گیا۔ بعد میں تقریباً پندرہ ہزار روپیہ بطور تاوان جنگ نقد و جنس میں راجہ علی خاں سے وصول کر کے رونڈو کی حکومت پر اُسے بدستور بحال کیا گیا۔

اسی اثنا میں کالون رحیم خاں جو شگر سے فرار ہو کر پہلے اسکردو میں آیا تھا اور وزیر کے حملہ اسکردو کی خبر سن کر رونڈو چلا گیا تھا اور وہاں سے گلگت جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ گرفتار ہو کر وزیر کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ یہ شخص پوریگ کی بغاوت کا بانی تھا۔ وزیر نے جملہ رؤسائے لداخ و بلتستان کی حاضری میں اس سے اس کی بداعمالیوں کے متعلق دریافت کیا۔ اور آخر الامر سخت عذاب میں اسے مبتلا کیا۔ اعضا اس کے کاٹ کر کے ٹکڑے ہوئے حصہ جسم کو اکھوتے ہوئے تیل میں جلایا۔ ناک کان اور زبان کاٹ دی اور میدان چھوڑ دیا

تعمیر کیا گیا تھا دیواریں اس کی بہت بڑے بڑے پتھروں سے نہایت مضبوط بنائی گئی
تھیں۔ اس قلعہ کی دو ڈیوڑھیاں تھیں ایک بجانب شرق آمدورفت کے واسطے اور
دوسری بجانب شمال خانگی آمدورفت اور چشمے یا دریا سے پانی لانے کے واسطے۔ عام
آمدورفت کا راستہ پیچ در پیچ چٹان کے اوپر چڑھتا تھا۔ اور نیچے سے اوپر تک تمام تر
ڈیوڑھی قلعہ کی عین زد میں تھا۔ اس کے سوا کسی اور طرف سے قلعہ تک پہونچنے کی
کوئی صورت نہ تھی۔ شمال کی طرف جو خانگی راستہ چشمے اور دریا کی طرف تھا اسپر چھت
دی ہوئی تھی یہ راستہ باہر سے نظر بھی نہیں آتا تھا۔ اور آبادی اسکردو کی طرف سے یا
دریا کی طرف سے اس راستہ تک پہونچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔

اس قلعہ سے اوپر چٹان کی عین چوٹی پر ایک چھوٹا سا میدان ہے اس میدان پر چڑھنے
کے دو راستے ہیں ایک اسی قلعہ کے اندر سے اور دوسرا پہاڑی کے غربی طرف سے
جدھر موضع غندرالنگا واقع ہے۔ اس راستہ کو روکنے کے لئے اس میدان میں ایک مستحکم
برج تعمیر کیا تھا۔ یہ برج ایسے موقع پر بنایا گیا تھا کہ اگر اس میں چند آدمی بھی بیٹھے ہوں
تو اس طرف سے کوئی گذر نہیں سکتا۔ اور کوئی راستہ اس میدان کے اوپر چڑھنے کا نہیں
ہے اور اس میدان کے سوا اور کسی طرف سے یہ قلعہ زد میں نہیں آسکتا۔ اس قلعہ کو
اس زمانے میں ناممکن الفتح خیال کیا جاتا تھا۔

وزیر نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ اس کا محدود اس امر پر تھا کہ شرقی اور غربی
دونوں راستے آمدورفت کے روک دیئے گئے۔ قلعہ کے ساتھ اس نے چھیڑ چھاڑ جاری
رکھی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب دس پندرہ روز اس طرح گذرے اور محصورین پر کسی قسم
کا اثر ڈالنے میں کامیابی نہ ہوئی تو راجہ علی شیر خاں کے ذریعے حکمت عملی سے کام چلانے
کی کوشش کی گئی۔ وزیر زور آور سنگھ کی فوج کا ایک مسلمان افسر سید مدین شاہ بھی اس
کارروائی میں راجہ علی شیر خاں کے ساتھ شامل تھا۔ کہتے ہیں کہ راجہ علی شیر خاں نے راجہ احمد
شاہ کے پاس حلف اٹھایا کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہونچے گی تم وزیر کا سلام کرو۔ اسپر اعتبار
کر کے راجہ احمد شاہ اپنے قلعہ سے نکل کر وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ڈوگروں کے پاس
قید ہو گیا۔ وزیر نے بلا کشت و خون اسکردو پر قبضہ حاصل کیا۔

مکمل کر دیا۔ اور بھگوان سنگھ کشتواری کو تھانہ دار مقرر کر کے مع بھوپت اور مختار خاں منشی اور تقریباً ایک سو سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا۔ جب بلتستان کا انتظام خاطر خواہ درست ہو گیا تو وزیر سمت ۱۸۹۷ مطابق ۱۸۴۰ء کی بہار میں معزول راجہ احمد شاہ اور اسکے وزیروں اور امیروں اور شگر کے چند اشخاص کو جو قید میں تھے ساتھ لے کر مع افواج ڈوگرہ و فوج لداخی کے براہ کھپلو لداخ کو واپس ہوا۔

چونکہ حملۂ لہاسہ کا فیصلہ بزمانہ قیام اسکردو کر لیا تھا۔ اس لئے بلتستان کی فوج کو تیار کر کے وہ اپنے ساتھ لے گیا۔ جملہ راجگان کی طرف سے ان کا ایک ایک قائم مقام ان کی فوج کے اہتمام کے لئے ساتھ لیا۔ کھپلو پہونچنے پر راجہ علی شیر خاں بھی کھرمنگ و طولتی کی فوج لے کر حاضر ہو گیا۔ اور اپنے بھائی حیدر علی خاں اور غلام علی کو خدمت کے لئے وزیر کے ساتھ تعینات کیا۔ دولت علی خاں راجہ کھپلو بذات خاص وزیر کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوا۔ اس اثناء میں کھپلو میں چیچک کی بیماری پھیلی اس سے اس فوج کا بڑا نقصان ہوا۔ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل نے جو انقلابات اپنی زندگی میں دیکھے تھے وہ بذاتہ اس کا دل توڑنے کے لئے کافی تھے اسکے اوپر اس لمبے سفر کی تکالیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئیں۔ جب چیچک کی بیماری پھیلی ہے تو لداخی کثرت سے اس میں مبتلا ہوئے معززین میں سب سے پہلے بنکھاپا فوت ہوا۔ پھر گیالپو ٹنڈوپ نمگیل اس بیماری میں مبتلا ہوا اور صرف چند روز بیمار رہ کر اس دار فانی سے سدھارا۔ اس کے چھنزوت اچو کو ہونے اس وقت یہ وفاداری دکھلائی کہ باوجود اس امر کے کہ چیچک کے مریض سے اس ملک میں بہت پرہیز کیا جاتا ہے مگر اس نے گیالپو کی لاش کو بودھوں کے رواج کے مطابق ہاتھ اور پاؤں جمع کر کے باندھا اور ایک دیگ میں رکھا۔ اور اس میں نمک اور دیگر ادویات دافع تعفن ڈالیں پھر دیگ کا منہ بند کر کے اپنے نوکروں کے ذریعے اٹھوا کر براہ نوبرہ گیالپو کے محل ستوک میں پہونچا دیا۔ جہاں بعد بجا آوری رسومات مذہبی اسکا سنسکار کیا گیا

وزیر مع اس تمام فوج کے براہ کھپلو۔ چھوربٹ و نوبرہ لداخ میں پہونچا یہاں

اسی طرح سے پونیگ کی بغاوت کے دیگر سرغنوں کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کیا رحیم خاں اس تکلیف سے جانبر نہیں ہو سکا۔ اور دو تین روز کے اندر جہاں وہ پڑا ہوا تھا۔ اسی جگہ ہائے وائے کرتا ہوا مر گیا۔ اس کے قبائل جو اس کے ساتھ تھے کرگل واپس چلے گئے۔ اُن کی اولاد اب تک موجود ہے۔

تسخیر روندہ کے بعد وزیر نے مدین شاہ کو مع پانچ سو نفر سپاہ ڈوگرہ اور کسی قدر ملکی فوج کے حملہ استور پر مقرر کیا۔ یہ فوج غالباً شکر تھنگ کے راستے گئی۔ جبار خاں راجہ استور اس حملہ کا حال معلوم کر کے قلعہ بند ہو گیا۔ مدین شاہ نے محاصرہ کر لیا اور تقریباً بیس روز تک لڑائی جاری رہی۔ اس قلعہ میں پانی کا مستقل انتظام نہ تھا۔ بیرونی راستے پانی کے فوج محاصرہ کنندہ نے بند کر دیئے جس سبب سے جبار خاں قلعہ سے باہر نکلنے پر مجبور ہوا۔ اور مدین شاہ کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ مدین شاہ استور پر پورا تصرف کر کے جبار خاں کو اپنے ساتھ لے کر وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبار خاں کچھ عرصہ وزیر کے پاس قید رہا۔ اس اثنا میں سکھوں کے حاکم صوبہ کشمیر نے یہ عذر اٹھایا کہ استور سکھوں کے اقتدار میں ہے۔ وزیر زور آور سنگھ کو ان اطراف میں دست اندازی کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس بنا پر جبار خاں کو اسکردو سے رخصت کیا گیا۔ اور وزیر زور آور سنگھ کو اس حملہ سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہ ملا۔ گو کہ چند سال بعد خود سکھوں نے بسلسلہ حملہ گلگت استور پر قبضہ کر لیا۔ اور بالآخر کشمیر کے ساتھ استور و گلگت بھی سرکار جموں کے قبضہ اقتدار میں آ گیا۔ اور وزیر زور آور سنگھ کی آرزو پوری ہوئی۔

ابتدا میں وزیر زور آور سنگھ نے آبادی کھر ڈرونگ کی ماتم سرائے میں قیام کیا اور فوج منتشر طور پر خیموں میں رہتی تھی۔ اس اثنا میں اس نے خانقاہ سید محمود کے شمال میں جو بلندی ہے جس کے ایک حصہ میں بعد ہیں نیر گڑھ کے نام سے سرکاری عمارات تعمیر ہوئیں۔ اس کے اوپر ایک عارضی چھاؤنی تعمیر کی۔ اور مع فوج کے اس کے اندر مقیم رہا۔ بالآخر اسی بلندی کے سلسلہ میں نالہ ست پر کے کنارے اونچی پہاڑی کے اوپر ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے ایک حصہ کو اُس نے اپنے سامنے

ٹکڑے کر دینے سے اس کا حسن بیان باقی نہیں رہتا تھا۔ یہ تحریر ہندی میں ہے۔ ترجمہ اُس کا حسب ذیل ہے۔

"سری مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب کی خدمت میں گنگا رام نکاشی یہ عرضداشت گذارش کرتاہے کہ وزیر زور آور کی لیاقت کو کوئی دوسرا آدمی نہیں پہونچتا۔ اُسکی تعریف میں تادم زیست کرتا رہوں گا۔ اُس نے سیتلا دیوی کی پرستش کی اور یہ منت مانی کہ اگر جنگ میں فتح ہوئی تو تمھارا استھان پختہ تعمیر کیا جائیگا۔ چنانچہ اُسے خواب میں دیوی نے درشن دیا۔ اور آواز آئی کہ تمھاری فتح ہوگی۔ البتہ مہاراجہ گلاب سنگھ و سوچیت سنگھ کا دھیان اپنے دل میں رکھو۔ تمھارے سب کام پورے ہوں گے۔ اس موقع پر وزیر نے دیوی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ بلتستان میں تمھارا استھان تعمیر کیا جائیگا۔ اور گیوچے چے کو مقام جنگ کے طور پر نامزد کیا تھا۔

"چنانچہ وزیر نے چے چے میں ڈیرہ لگادیا۔ ٹینٹل وٹٹری میں گھیرا کر لیا۔ پہلے مروا کے ملکان کو روانہ کیا۔ امام ملک کوان کا سردار مقرر کیا۔ ظفر لون زمیندار نے آر پار مورچے لگائے۔ ظفر لون ساکن مروا پرانا ملازم سرکار ہے۔ اُس نے اپنا جان و مال سرکار کی خدمت میں قربان کیا ہوا ہے۔ مختار و محمد خاں دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ وہ ملکان مروا کے ساتھ پار چلے گئے۔ یہ دونوں خدمتگذار ہیں۔ میر باز خاں کوان کے ہمراہ کیا گیا اور سپاہیوں کو مع سامان کے بھیجا گیا۔ برف کے اندر بہت تکلیف تھی۔ انھوں نے دریا پار عبور ہونے کا انتظام کیا۔ اور بھوٹیان کا سردار رحیم خاں تھا۔ وہ جنگ کے قابل نہیں تھا لیکن اُسے اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر دریا پار نہ گیا تو ناک اور کان کاٹا جائیگا مہتہ بستی رام کو وزیر نے بلایا اور دریا پار جانے کا حکم دیا اور کہا کہ دریا کے اوپر چھینکا باندھنے کی جو تجویز ہے اُس کی خبر لاؤ۔ باشندگان ناگ سین میاں ڈراسکے ہمراہ کیے گئے۔ اور کہا کہ انکو چھینکا تیار ہوجائے

"ایک آدمی وزیر زور آور سنگھ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اس جگہ چھینکا باندھنا مشکل ہے وہ ملازم جو تیرنا جانتے ہوں ساتھ دیے جائیں۔ رات کے وقت دریا پار ہو جائیں۔ لہذا مکندا ساکن جودھپور وہاں موجود تھا اُس کو کہا کہ مشک لیکر دریا پار ہو جاؤ اُس کو پچاس روپیہ

پہونچ کر سب سے پہلا کام جو اُس نے کیا وہ گیالپو ٹنڈوپ نمگیل کی جانشینی تھی جو چھوغنفزول اصلی وارث خاندان لداخ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا لداخ سے فرار ہو کر سپتی وغیرہ کے راستہ سملہ میں پہونچکر وہاں فوت ہو چکا تھا اس کے فرار ہونے سے چند روز پیشتر اُس کی بڑی گیالمو کلز انگ ڈولما سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام جگسمت چھوسکی سنگے یا مختصراً جگسمت نمگیل تھا یہ مع اپنی والدہ کے موضع سٹے کے محل میں رہتا تھا۔ یہ بچہ ابھی شیرخوار تھا اور چھوغنفزول کے بعد یہی وارث تھا وزیر نے اس کو مع اس کی والدہ کے لداخ بلایا اور شاہی محل لداخ میں حسب دستور قدیم رسومات جانشینی کے ادا کرنے کا انتظام کیا۔ دربار کے کمرے میں جس کا نام تھک چھین کونگما ہے باقاعدہ دربار منعقد کیا گیا۔ لداخ اور بلتستان کے کل روساے اور معززین اس میں شریک ہوے۔ وزیر نے پوری شان وشوکت کے ساتھ جگسمت نمگیل کو تخت پر بٹھلایا۔ گو کہ اس تخت کی عزت اب نام سے زیادہ باقی نہ تھی وزیر نے اپنے ہاتھ سے جگسمت نمگیل کے سر پر صافہ باندھا اور چوغہ پہنایا۔ ڈھال تلوار لگائی اور کہا کہ تمہارے دادا قضاے الٰہی سے تخت جموں کی خدمت کرتے ہوے فوت ہوے ہیں جس کا افسوس ہے۔ بجاے اُن کے تمہیں تخت پر بٹھلایا جاتا ہے۔ آئندہ تمہاری پرورش اور آرام وآسایش کا پورا لحاظ کیا جائیگا۔

اس کے بعد راجہ دولت علی خاں راجہ کھپلو نے جس کے تعلقات قدیم سے خاندان لداخ کے ساتھ چلے آتے تھے کھڑے ہو کر گیالپو جگسمت نمگیل تخت نشینی کی مبارکباد دی اور اپنی طرف سے ڈھال تلوار پیش کی۔ بعد ازاں روسا اور معززین لداخ نے حسب دستور نذریں گذرانیں۔ اور اظہار عقیدت کیا

اس رسم کی ادائیگی کے بعد وزیر حملہ لہاسہ کی تیاری میں مصروف ہوا۔

مہم بلتستان کے حالات ایک چشم دید گواہ کے ہاتھ کے لکھے ہوے مجھے دستیاب ہوے ہیں جس کا طرز بیان ایسا دلکش ہے اور بعض واقعات کی اس درجہ باریک تفصیل اس نے بیان کی ہے کہ میں اس تحریر کی نقل سے باز نہیں رہ سکتا۔ واقعات کی تفصیل میں میں نے اس کے مندرجہ حالات کو اس وجہ سے شامل نہیں کیا کہ اس کے

سعد اللہ خاں اور اس کی فوج باسامان اور نہایت مستعد تھی رات کے وقت دوسری فوج کے ہمراہ میاں مبارک۔ اور ہر دو برادران مہان سنگھ و منگل سنگھ نے بڑی جوانمردی دکھلائی جسکی تعریف نہیں ہو سکتی۔ فینو وچرتا دونوں جان بازی میں یکتا تھے۔ ان کے سر پر سے ایک سو روپیہ نچھاور کیا گیا اور وزیر لعبہ جو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ لشکر اسکردو کے مقابل تھا۔ سب سے پہلے کٹنپال موضع کٹنی کا تلوار بندوق لوٹ کر لایا کمون کوتوال اور مقدم بھاگو خبر لائے کہ ہماری فوج میں خیریت ہے صرف نو نفری مجروح اور دس مقتول ہیں۔ حلال نمک سپاہ نے بجلی کی طرح تلوار چلائی۔ وزیر زور آور سنگھ نے دوربین لگائی اور دیکھا کہ ایک ایک سپاہی نے دو دو نفری ماری ہے۔ دوربین دیکھنے والا جانتا ہے کہ درست ہے یا جھوٹ۔ اب بلتی لشکر بھاگنے لگا اور سپاہی زمیندار بہت مارے گئے اور بلتی سردار بھی بھاگ گئے۔ موضع مرول پر حملہ ہوا۔ یہاں دشمن کی سپاہ بہت ماری گئی اور بلتی لشکر پریشان ہو گیا۔

سب سے پہلے راجہ علی خیر خاں نے اطاعت کی اور درخواست کی کہ ہم رعیت سرکار ہیں۔ ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس پر اس کو خلعت سے سرفراز کیا گیا راجہ مذکور نے کہا کہ مقام حمزہ گنڈ میں تشریف لے چلئے۔ اور وہاں اطمینان سے قیام فرمایئے یہ ملک سرکار کا ہے۔ کسی طرح کا خوف و خطرہ نہیں ہے کوئی اندیشہ نہ کریں۔ راجہ نے بندوق و تلوار بطور نذر پیش کی۔ اور وزیر نے حیدر خاں کو جس کے گانوں میں رات کو قیام ہوا خلعت دیا۔ وہ دونوں ہمراہ رہے۔ ان ہمراہی آدمیوں کو کنٹھا اور کنگن بطور انعام دیا گیا جس رئیس نے خدمات کی اس کو جاگیر عطا ہوئی۔

حمزہ گونڈ سے چل کر کھرمنگ میں مقام ہوا۔ سب فوج گانوں میں رہی۔ وزیر صاحب نے راجہ علی خیر خاں کے قلعہ میں قیام کیا۔ سب لوگ دیکھنے کے واسطے گئے اس روز چندر گرہن تھا۔ خوب دان پن کیا گیا۔ کھرمنگ سے چل کر مایوردو میں قیام کیا گیا دوسرے دن پہاڑ کا راستہ طے کیا۔ پیادوں کا راستہ الگ اور سواروں کا راستہ الگ تھا یہ راستہ ایسا دشوار گذار تھا کہ لوگوں نے رام رام کہنا شروع کیا۔ مایوردو سے چل کر پرکوتہ پہونچے پرکوتہ سے چل کر گول مقیم ہوئے۔ غیر ملک سے واقفیت نہ تھی۔ علی خیر خاں رہنمائی کیلئے

انعام دینے کا اقرار کیا۔ اور بہت سے آدمی بھی اُس کے ساتھ تعینات کئے۔ اور اُسے فہمایش کی کہ موقع نازک ہے۔ ہماری شرم رکھنا۔ مہتہ بستی رام نے بھی ہاتھ جوڑ کر سمجھایا کہ دل و جان سے کوشش کرو۔

"مہتہ بستی رام چھینکا لٹکا کر پار اُتر گیا۔ موضع ٹٹری میں پہلے تلوار کی لڑائی ہوئی۔ مرزا رسول بیگ صاحب اقتدار اور دلیر آدمی ہے۔ وہ فوج کا جمعدار ہے۔ دریا عبور کر کے اس نے حملہ کیا۔ سامنے سخت چڑھائی تھی۔ اُس نے اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کی کہ حق نمک ادا کرنا چاہیے۔ تمھاری تعریف دونوں جہان میں ہوگی۔ اس کی فوج بڑی بہادر ہے۔ ارنوڑہ کا رانا جالم سنگھ بھی بڑا بہادر آدمی ہے اور اس کی فوج بہت دلیر ہے۔ صمد خاں جمعدار افواج پٹھان کا اچھا لائق آدمی ہے اور اس کے سپاہی بہت جوانمرد ہیں ان سب نے دریا کے پار جا کر دھاوا کیا۔ اور بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ وزیر زور آور کا خدمتگار کالو نیگی۔ سکیا کمہار۔ اور گوپی شاہ وغیرہ ان کے پیچھے چلے۔ یہ سب آدمی دریا پار کی چڑھائی کے اوپر چڑھ گئے۔ بلتستان کے لشکر نے انھیں گھیر لیا۔ تین ہزار بلتی جب ان کے گرد جمع ہو گئے تو ہماری فوج واپس ہو گئی اس کے بعد فوج نے پھر حملہ کیا۔ بلتی لشکر کو بہت نقصان پہونچایا ریبہ رامہ کے میاں متصدی نے لڑائی میں خوب تلوار چلائی اور بہت بلتی مارے کاستی گڈھ کے بھوپت دھان سنگھ نے بلتی لشکر کا بہت نقصان کیا وزیر صاحب کا باورچی داموداُ اتنا کم عقل ہے کہ اگر اس سے چاول مانگتے ہیں تو روٹی دیتا ہے اس نے سپاہی بن کر بہت بلتیوں کو مارا اور برہمنوں کا نام بہادری میں روشن کیا۔ پلٹن کے ملازمان کو کہا کہ دس بیس آدمی پار جاؤ۔ انھوں نے ٹٹری کے اندر تلوار چلائی۔ اس موقع پر دو تین آدمی مارے گئے دھنا سردار کے پیٹ میں گولی لگی۔ وہ ختم ہو گیا۔ اس کا بھائی مسمی بھیکم تھا۔ راج گڈھ کا زمیندار زبن لڑائی میں مارا گیا۔ وہ بن بیاہا تھا۔ رحیم خاں جمعدار کو بلایا گیا اور لڑائی پر بھیجا گیا۔ اس نے اور رانا بھگوان سنگھ بھدرواہ والہ نے تلوار ہاتھ میں لے کر خوب لڑائی کی۔ اور بلتیوں کو بھگا دیا۔ رانا دلیپ سنگھ گھمیان والہ کو بوقت جنگ سستی آجاتی تھی۔ مگر جب وہ تلوار پکڑتا تھا تو خوب لڑائی کرتا تھا میاں مبارک تھانہ دار سکتہ کشتوار نوجوان آدمی تھا اور لڑائی میں بہت بہادر تھا زموہیان کا جمعدار عظیم خاں اور اسکا بھائی

املان کر دیا کہ ہر شخص کو امان دی جاتی ہے۔ اب کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں کرنا چاہیئے وزیر صاحب کی حکومت کی تعریف میرے قلم سے نہیں ہو سکتی۔ گنگا رام نکاشی نے لکھنے میں مبالغہ نہیں کیا ہے۔

"احمد شاہ اکڑ گیا۔ اور وزیر زور آور سنگھ نے گرفتار کر لیا۔ پلٹن والوں کے سپرد کر دیا اور اس سے تمسک دس ہزار روپیہ ادا کرنے کا لکھوا لیا۔ اس نے ایک مہینے تک اس رقم کے ادا کرنے کا اقرار کیا۔ ورنہ وزیر نے حکم دیا کہ جان سے مارا جائے گا۔

"لداخی راجہ کو چیچک نکلی وہ راستہ میں مر گیا۔

"بعد میں وزیر صاحب شغر میں گئے۔ اور تین سو سپاہی اپنے ساتھ لے گئے وہاں چار پانچ روز قیام کیا شغر بہت عمدہ مقام ہے۔ وہاں سے واپس آنے کو جی نہ کرتا تھا شغر کے ملک کی تعریف نہیں ہو سکتی"



اس جگہ پہونچ گیا۔ دس پانچ سپاہی بھیج کر برج کو پھونک دیا۔

راجہ احمد شاہ کو اسکردو میں خبر پہونچی کہ فوج آگئی ہے تو وہ اپنی رعیت اور اپنے آدمیوں کو لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ آہستہ آہستہ فوج بھی اسکردو پہونچ گئی۔ اسے دیکھکر احمد شاہ کو خوف سے اسہال جاری ہو گئے۔ فوج نے تھورگو میں ڈیرہ کیا۔ تھورگو اور اسکردو کے درمیان جو برج ہے اس کو گھیر لیا۔ محافظین برج نے یہ حال دیکھا تو وہ بھاگ گئے احمد شاہ بھاگ گیا۔ سوار اور پیادوں نے حملہ کر کے احمد شاہ کے گھر کو جلا دیا اسکردو میں فوج پہونچ گئی اور مورچے درست کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جمبورے اور جزائل چھوٹے اور لوگوں کو خوف پیدا ہوا۔ پانچ روز محاصرہ رہا۔ اس سے احمد شاہ ہمت ہار گیا اور وزیر کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا کہ مجھے اطاعت منظور ہے اس کے بڑے بیٹے محمد شاہ کو راج دیا۔ وزیر بونو کو اس کا وزیر مقرر کیا زمینداروں نے جو جو (یہ لفظ لداخی زبان میں سلام کی جگہ استعمال ہوتا ہے) کرنا شروع کر دیا۔ احمد شاہ افسوس کھاتا رہا محمد شاہ کو خلعت دیا گیا۔ خدا کی مرضی پر کچھ بس نہیں چلتا۔

"مہتہ بستی رام کو قلعہ میں بھیجا۔ جو کچھ قلعہ میں مال وزر تھا اٹھا لایا۔ خدا کی مرضی سے کہیں دھوپ اور کہیں سایہ ہوتا ہے تمام اسباب جمع کیا گیا۔ قلعہ والے رونے پیٹنے لگے۔ محی الدین شاہ بھاگ گیا۔ وزیر اتبارا نے اس کا تعاقب کیا۔ مہتہ بستی رام مختار تھا۔ مگر چنداں اختیار نہ رکھتا تھا۔

لکھنے والے گنگارام نکاشی نے یہ تحریر کیا ہے۔ وزیر اوتار ہے۔ وہ خود مختار ہے اور ہوشیار ہے۔ کھپلو وچھوربٹ کی حکومت وہاں کے راجہ کو دیدی کہ جس طرح چاہو حکومت کرو۔ دس ہزار لوگ قلعہ میں مع زن و بچہ جمع ہوئے۔ دوسرے دن لوٹ مچ گئی اور زن و مرد کو لوٹ لیا۔ وزیر صاحب بھی وہاں تشریف لائے۔ اور وہاں پر ہولی کھیلی گئی۔ اور تمام بلتیوں کو گولی کے مانند سختی معلوم ہوئی۔

"پیکم والے رحیم خاں کو جو اس علاقہ کے مالیہ پر اپنا گذارہ کرتا تھا محمد جان پکڑ کر لایا۔ اور وزیر نے نوشیروانی عدالت کی۔

"حکم دیدیا گیا کہ جو کوئی گائے بیل مارے اس کی جان لی جائیگی عام لوگوں کو

فتح کرنے کے لیے مامور کیا گیا۔ اس نے دھاوا کیا خفیف لڑائی ہوئی جس میں فوج محصور کا کمان افسر مارا گیا۔ اس سے انکا حوصلہ پست ہوا اور اُنھوں نے صلح کی درخواست کی اور لڑائی بند ہوئی۔

دوسرے روز زونگ سپون رودوق مع اپنے افسروں اور لاماؤں کے وزیر زور آور سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اطاعت قبول کی۔ وزیر نے قلعہ پر قبضہ کیا اور لہاسی سپاہیوں کو جو تمام تر اسی علاقہ کے زمیندار سنتے رخصت کر دیا اور اُن کے بجائے اپنے سپاہی قلعہ میں تعینات کر دیے۔ اچی کے لونپو دادا ٹنڈروپ کو بھی اُسی جگہ ڈوگرہ کمان افسر قلعہ کی امداد کے لیے چھوڑ دیا۔

رودوق سے گرگی طرف جانے کے لیے دو راستے ہیں۔ ایک براہ ٹشی گانگ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ۔ اور دوسرا براہ لُبرا۔ جو سیدھا گر کو پہونچتا ہے۔ وزیر فوج لے کر لُبرا کے راستے روانہ ہوا۔ اور مہتہ بستی رام کو ایک چھوٹے دستہ فوج کے ساتھ براہ ٹشی گانگ بھیجا کہ اگر اس جگہ کوئی جمعیت ہو۔ تو اُس کا انتظام کر کے ان لوگوں سے اطاعت کا اقرار لیا جائے تاکہ لداخ کے راستہ پر کوئی رُکاوٹ باقی نہ رہے اس جگہ خفیف مزاحمت ہوئی جسے مہتہ بستی رام نے بآسانی رفع کر دیا۔ اور رعایا اور لاماؤں سے اطاعت کا اقرار لے کر گر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گر پہونچنے پر دونوں فوجیں پھر مل گئیں۔ یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا اور لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کی۔ ان اطراف میں لکڑی کا نام ونشان نہیں ہے۔ اور موسم لداخ کے مقابلہ میں زیادہ سرد ہے۔ لوگ مکان تعمیر نہیں کرتے بلکہ خیموں میں رہتے ہیں جو یاک کے بالوں سے تیار کیے جاتے ہیں اور مٹی پتھر کے مکان کے مقابلہ میں زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ گر میں افسران لہاسہ کے رہنے کے لیے ایک معمولی مکان بنا ہوا تھا وزیر نے اس کی درستی کرا کے اسے رسد کا ذخیرہ بنا دیا اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ سپاہی یہاں تعینات کر دیے۔

وزیر گر سے روانہ ہو کر بغیر کسی مزاحمت کے سنسر پہونچا۔ یہاں بھی لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ اس کے آگے کچھ فاصلہ پر راستہ تین نالوں سے گذرتا ہے تینوں

آٹھواں باب

وزیر زور آور سنگھ کی مہم تبت لہاسہ تسخیر پورانگ

افواج ڈوگرہ کی تباہی

جگمست نمگیل کے مراسم تخت نشینی کے ادا کرنے کے بعد وزیر زور آور سنگھ نے مہم
لہاسہ کی تیاری کی۔ اس وقت ڈوگرہ فوج اُس کے پاس تین چار ہزار سے زیادہ نہ
تھی۔ اس کی امداد کے لیے چار پانچ ہزار ملکی فوج بلتستان۔ پوریگ۔ اور لداخ سے
جمع کی گئی۔ باربرداری کا قافلہ اُس کے علاوہ تھا۔

بلتستان کی فوج کے ساتھ انکے اپنے سرکردہ مقرر ہو کر آئے تھے۔ پوریگ
کی فوج بھی علاقہ دار انھیں میں سے بارسوخ اشخاص کی سرکردگی میں تقسیم کردی گئی
لداخ کی فوج کی سرکردگی کے لیے موروپ ستنزن معزول گیالپو کو جو اس وقت
قیدخانہ میں تھا تجویز کیا گیا۔ مگر اس نے مذہبی وجوہات کی بنا پر اس اعزاز کو قبول نہیں
کیا۔ اس لیے اُس کے چھوٹے بھائی نونو ضنم اور غلام خاں سابق راجہ چھوت اور
سیوانگ ستوبدن علاقہ بزگو کے سابق کالون کو قید سے رہا کر کے لداخی دستوں
کا سرکردہ مقرر کیا گیا۔ یہ تمام ملکی لشکر ڈوگرہ افسروں کے زیر حکم چھوٹے چھوٹے حصوں میں
کل ڈوگرہ فوج کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔

اب اس فوج کے دو حصے کیے گئے۔ ایک کو میاں رائے سنگھ کے زیر حکم براہ
رُپشو روانہ کیا گیا۔ اور دوسرا خود وزیر کے ساتھ براہ چیگلا ڈانچی روانہ ہوا۔ یہ
واقعہ مئی ۱۸۴۱ء کا ہے۔

روودق پہونچنے سے پہلے یہ دونوں فوجیں مل گئیں۔ اور روودق پر حملہ کیا گیا
لہاسہ کی فوج قلعہ بند ہو گئی۔ یہ تین سو سے زیادہ نہ تھی۔ بہتہ بستی رام کو اس قلعہ کے

قلعہ تغلاکھر کے بالمقابل دریائے کرنالی (گھاگرہ) کے بائیں کنارے پر لب سڑک ایک بلند ٹیلہ کے اوپر ایک وسیع قلعہ تعمیر کیا۔ مہتہ بستی رام کو مع فوج کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا۔

اس وقت کل صوبہ نارس کورسوم جس میں علاقہ جات رودوق، کوگے، ویورانگ شامل ہیں اور علاقہ سیپتی وزیر کے قبضہ میں تھا۔ اور جابجا الداخی اور ڈوگرہ فوج حفاظت کے لیے تعینات تھی۔ مہتہ بستی رام اور وزیر ایتارا پورانگ میں تھے رحیم خاں راجہ تکمچہ مع اپنے داماد غلام خاں کے سیپتی میں مامور تھا۔ اسی طرح سے ترتھاپوری میں بھی کچھ فوج تعینات کر دی گئی تھی۔ ان فتوحات نے دولت جموں کی سرحد کو ملک نیپال اور انگریزی صوبہ الہ آباد کے ضلع کماؤں کے ساتھ ملا دیا تھا۔

تغلاکھر سے صوبہ الہ آباد کے ضلع کماؤں اور ملک نیپال کی سرحد پندرہ بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے چونکہ پورانگ کی فتح سے جموں اور نیپال کی حد مل گئی اس لیے مہاراجہ نیپال نے اپنا معتمد مع ایک سو بیس سپاہیوں کے وزیر کے پاس بھیجا کہ اب تک جو غائبانہ تعلقات یگانگت دونوں جموں و نیپال کی سرکار کے درمیان تھے اب وہ حسن اتفاق سے ہمسایگی کی حد تک پہونچ گئے ہیں۔ آیندہ ہر دونوں سرکاروں کو رسوم اتحاد و یکجہتی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ مگر وزیر نے قبل اس کے کہ سرکار انگلشیہ ہند کے ساتھ عہود مرافقت درمیان میں آئیں دولت نیپال کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھا اور معتمد نیپال کو چند روز اپنے پاس رکھا اور خاطر و مدارات کی بہر طرح سے اُسے اطمینان دلا کر رخصت کر دیا۔

اس اثناء میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ کننگھم صاحب نے بنظر استحکام دوستی و تعلقات یکجہتی وزیر سے یہ درخواست کی کہ ایک معتبر اس کے پاس سرکار انگریزی کی سرحد پر بھیجا جائے چنانچہ مہتہ بستی رام اور کالو جمعدار کو وزیر نے بھیجا۔ صاحب موصوف نے بعد تو ثیق مدارج دوستی ان افسروں کو یہ فہمایش کی کہ اب سردی کا وقت آگیا ہے اور دشمن موقعہ کا منتظر ہے اور صدر مقام لداخ سے اب فاصلہ بھی دور ہو گیا ہے۔ ان حالات میں رسد رسانی کا انتظام کامیابی کے ساتھ کرنا مشکل ہوگا۔ اگر اس ملک کی تسخیر کا ارادہ ہے بہتر ہے کہ آیندہ

نالے کوہ کیلاس کی طرف سے آکر دریائے ستلج میں گرتے ہیں۔ اس جگہ کا نام ٹوکپورل سوم ہے۔ ان کے درمیانی نالہ کا نام شرٹوکپو ہے۔ وزیر اُس کے کنارے فرودکش تھا۔ کہ رات کے وقت بےخبری میں لہاسہ کی فوج متعینہ سرحد پورانگ نے وزیر کی فوج پر شبخون مارا۔ بےخبری کی وجہ سے وزیر کی فوج میں کسی قدر ابتری پھیلی۔ مگر وزیر نے اپنی فوج کو جلد تر سنبھال کر مقابلہ کے لیے تیار کر دیا۔ تین چار گھنٹہ تک سخت لڑائی رہی جس میں فریق مخالف کا سخت نقصان ہوا۔ اور ڈوگرہ فوج کے بھی بہت آدمی ضائع ہوئے مہان سنگھ کا بیٹا بھی اسی معرکہ میں کام آیا۔ آخرالامر لہاسی فوج شکست کھا کر پسپا ہوئی۔

یہاں سے آگے بڑھ کر وزیر اپنی فوج کے ساتھ سوموہا پچیم یعنی جھیل مانسرور پر پہونچا یہ جگہ اہل ہنود کا ایک بہت بڑا تیرتھ ہے۔ اس جھیل کے دور کے متعلق مختلف کتابوں میں مختلف روایات درج ہیں۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ اس کا دور بہت زیادہ نہیں ہے تین روز میں آدمی پیادہ پا اس کا طواف آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ کوہ کیلاس جو اس جھیل کے عین اوپر واقع ہے وہ بھی بزرگ تیرتھوں میں خیال کیا جاتا ہے اس کا گردہ بھی بہت لمبا نہیں ہے۔ ایک روز میں انسان اس کا طواف کر سکتا ہے قدیم کتب شاستر کے مطابق راجہ مان دھاتا کے سوا کسی راجہ نے اس وقت تک اس پر تصرف نہیں پایا تھا لیکن وزیر زور آور سنگھ نے بزور سرپنجہ اقبال تخت جموں جملہ اطراف جھیل مانسرور و کوہ کیلاس کو احاطۂ اقتدار میں لاکر علاقہ پورانگ کو بھی تسخیر کر لیا۔

لہاسی فوج جو ٹوکپورل سوم سے شکست کھا کر بھاگی تھی اُس نے قلعہ تغلاکھر میں اپنی جمعیت کو فراہم کر کے مقابلہ کا انتظام کیا۔ وزیر جھیل مانسرور سے آگے بڑھا تو قلعہ گرتونگ کو جو شاہراہ لہاسہ پر واقع ہے خالی پایا۔ اُس پر اُس نے قبضہ کر لیا اور وزیر نے اتبارا کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کر کے مع کسی قدر سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کر دیا گرتونگ کا انتظام کر کے وزیر تغلاکھر کی طرف بڑھا۔ یہ علاقہ پورانگ کا صدر مقام ہے یہاں لہاسی فوج نے جم کر مقابلہ کیا آخر کار انھیں شکست ہوئی۔ وزیر نے قلعہ فتح کر لیا فوج محصور قلعہ کو چھوڑ کر فرار ہوئی۔ درپون ننانا بھی لہاسہ کی طرف بھاگ گیا۔ تغلاکھر بلحاظ آب و ہوا پورانگ کے بہترین مقامات سے ہے۔ وزیر نے اس کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور

نہیں کی ہے۔ اس طرف سے اطمینان کرکے وزیر اپنے لشکر کے اندرونی انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔ ذخیرہ رسد جو وزیر کے ساتھ تھا ختم ہونے لگا تھا۔ لداخ کے سوا اور کسی طرف سے اس کی بہم رسانی کی صورت نہ تھی۔ فاصلہ بہت دور دراز اور راستہ غیر آباد تھا۔ اس لیے یہ انتظام خاص توجہ چاہتا تھا۔

وزیر کو غالباً یہ خیال ہوا کہ اب موسم سرما شروع ہو گیا ہے۔ اس موسم میں پیشقدمی کا ارادہ ہے نہیں۔ اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ غنیم کی طرف حملہ ہوگا۔ اس لیے لشکرگاہ میں اُس کی موجودگی کی چنداں ضرورت نہیں ہے لہذا وہ صرف چند ہمراہیوں کو ساتھ لے کر تغلاکھر سے بعزم لداخ جھیل مانسرور کی طرف روانہ ہوا۔

وزیر نے سرکار جموں کی طاقت کو دریائے سندھ و ستلج کے منبع سے گذار کر وادی گھاگرہ کے بالائی حصہ میں پہونچا دیا تھا۔ اور جموں کی حدود کو نیپال کی سرحد کے ساتھ ملا دیا تھا۔ متبرک مقامات جھیل مانسرور و کیلاس پربت اس کے قبضہ میں تھے اور لھاسہ کی طرف جموں کی سرحد مریوم لا تھی جو بعض کامیاب راجگان لداخ کے زمانہ میں لھاسہ و لداخ کے درمیان حد فاصل رہی ہے اس طرح سے دریائے برہم پوترا کا منبع بھی اُس کے اقتدار میں تھا۔ غرض کہ وزیر نے جموں کی حکومت کو دنیا کے اُس مشہور مقام تک پہونچا دیا تھا جہاں سے ملک ہند کے یہ چار مشہور دریا نکلتے ہیں۔

۱۔ سنگے کھابب (شیر دہن) یعنی دریائے سندھ
۲۔ لنگ چھن کھابب (فیل دہن) یعنی دریائے ستلج
۳۔ مبترا کھابب (مور کی چونچ) یعنی دریائے گھاگرہ
۴۔ استاچوک کھابب (اسپ دہن) یعنی دریائے برہم پوترا۔

اس کامیاب فاتح کے اوج واقبال کا ستارہ ترقی کے انتہائی درجہ پر پہونچ گیا تھا۔ ہر کمالے را زوالے اب اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لیکن جس عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے ساتھ وہ فتح و ظفر کا پھریرا اڑاتا ہوا سورو سے لداخ۔ اور لداخ سے اسکردو اور اسکردو سے پورانگ پہونچا تھا اسی ہمت مردانہ کے ساتھ سرکار جموں کے جھنڈے پر اس نے اپنی جان قربان کردی۔ یورپی مصنفین کو ایشیائی فاتحین کے ساتھ خاص

بہار تک انتظار کیا جائے۔ مہتہ بستی رام نے واپس پہونچ کر وزیر کو یہ باتیں سنائیں وزیر نے اس مشورہ کی بڑی قدر کی۔

افسوس ہے کہ حملہ تبت کے متعلق مرزا حیدر گورگان سے جو غلطی ہو چکی تھی وزیر زور آور سنگھ نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا۔ اور خود اسی غلطی کا مرتکب ہوا اور لداخ سے ایسے وقت روانہ ہوا کہ آغاز سرما میں پورانگ پہونچا جبکہ نہ لڑائی کا موقع تھا اور نہ آگے بڑھنے کا وقت تھا۔ تاریخ واقعات کو جو ایک ہی حالات میں ظہور پذیر ہوں عادتاً دہرایا کرتی ہے۔ چنانچہ نتیجہ ویسا ہی تباہ کن ہوا جیسا کہ مرزا حیدر کے ساتھ ہوا تھا۔ مرزا کو اپنی سلطنت کے ساتھ تعلقات کے بگڑ جانے کی وجہ سے انتہائی سردی کی حالت میں اس موقع سے واپس ہونا پڑا۔ جہاں سے لہاسہ صرف آٹھ روز کے راستہ پر رہ گیا تھا۔ اور بوجہ برودت ہوا اور نایابی رسد و قلت اثاثہ راہ میں اس کا لشکر تباہ ہوا۔ مگر پھر بھی اپنے لشکر کی اکثر تعداد کو وہ بچا کر نکال لے گیا لیکن گرم ملک کے رہنے والے ڈوگرہ سپاہی پورانگ کی انتہائی سردی میں لشکر تبت کے مقابلہ میں بالکل بیقابو ہو گئے اور تقریباً سب کے سب بشمول اپنے سپہ سالار کے فوج لہاسہ کی تلوار و تفنگ اور بلند ترین سطح مرتفع کی برودت ہوا کا شکار ہوئے۔ بہرحال ان جانباز حملہ آوروں کے ہاتھ سے جو کمی رہ گئی تھی اسے کرنیل ینگ ہسبنڈ نے اگست ۱۹۰۴ء میں پورا کر دیا ہے اور سرکار گردوں وقار برطانیہ کے پرامن جھنڈے کو گیالوا رین پوچھے کے محل پوٹالہ تک پہونچا دیا ہے

الغرض وزیر زور آور سنگھ نے ناموافق موسمی حالات کو ملحوظ رکھ کر پیش قدمی روک دی اور مہتہ بستی رام کو قلعہ تغلاکھر میں چھوڑ کر خود گونپہ خوشش کی تیرتھ کے لیے روانہ ہو گیا یہ گونپہ جو متبرک مقامات سے ہے دریائے گھاگرہ کے بائیں کنارے پر وزیر کے تعمیر کئے ہوئے قلعہ تغلاکھر سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دو چار روز اس جگہ وزیر نے قیام کیا۔ پھر پورانگ کو واپس ہوا۔ اس کے بعد وزیر نے کچھ سپاہی سرحد نیپال پر برجیات حد بندی کے ملاحظہ کے لیے بھیجے انھوں نے واپس آ کر اطمینان دلایا کہ پرانی سرحد پر ایک بلند پتھر استادہ ہے۔ جس کے ایک طرف بحروف شاستری اور دوسری طرف بحروف تبتی لکھا ہوا ہے۔ جو سرحد قدیم الایام سے چلی آتی ہے۔ اس میں کسی نے کوئی دست اندازی

باوجود ان تمام مشکلات کے وزیر نے لھاسہ والوں کی فوج کو حقیر خیال کیا۔ اور شیر ببر کی طرح اُن کے اوپر بڑھا۔ کر تونگ اور تغلا کھر کے درمیان طویو نامی ایک جگہ میں ۱۰۔ دسمبر کو طرفین کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے گولی چلنی شروع ہوئی تین دن تک لڑائی جاری رہی۔ اور طرفین کے جانبازوں نے داد مردانگی دی۔ آخر الامر تیسرے دن وزیر کے سپاہیوں نے سخت یورش کی اور بیان کیا جاتا ہے کہ قریب تھا کہ فوج لھاسہ کے پاؤں اُکھڑ جائیں کہ یہ حال دیکھ کر وزیر بذات خود اپنے سپاہ کی حوصلہ افزائی کے لئے جنگ میں شامل ہوگیا اور اپنے آدمیوں کو آگے بڑھایا۔ مگر اقبال منہ موڑ چکا تھا اور نہ ٹلنے والا وقت آگیا تھا وزیر کی داہنی ران میں دشمن کی گولی لگی۔ اور وہ شیر میدان دلاوری گھوڑے سے گر گیا۔ دشمن نے یہ دیکھ کر اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر اس حالت میں بھی اُس نے اپنی تلوار نہیں چھوڑی اور جو شخص اُس کی زد میں آیا اسے تہ تیغ کیا۔ جب دشمن نے دیکھا کہ اس زخمی شیر کا پکڑا جانا مشکل ہے تو انھوں نے یہ تدبیر کی کہ ایک آدمی کو اُس کی پیٹھ کی طرف بھیجا جس نے دونگ گھما کر وزیر پر چلایا۔ دونگ ایک قسم کا نیزہ ہے جو درازی میں چار پانچ فٹ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر پھل لگے ہوتے ہیں اور درمیان میں رسی بندھی ہوتی ہے۔ اس رسی کو پکڑ کر اس آلہ کو سر کے اوپر گھمایا جاتا ہے جب وہ زور میں آجائے تو نشانہ تاک کر اسے چلاتے ہیں ایک سرا رسی کا ہاتھ میں رہتا ہے۔ اور نیزہ سیدھا نشانہ پر جاتا ہے یہ دونگ وزیر کی پشت پر لگا اور سینہ کی طرف باہر نکل گیا۔ اس زخم کاری سے وزیر نے شمشیر بکف میدان کارزار میں جان دیدی۔ یہ واقعہ ۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء مطابق ۲۷۔ مگھر سمبت ۱۸۹۸ کا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ لداخ سے مہم تبت پر روانہ ہوا ہے تو قلعہ لداخ کے پھاٹک کی کھڑکی کو مقفل کر گیا تھا۔ اور لوہے کے پتر پر طلاق لکھ کر اُس کے اوپر جڑ گیا تھا کہ جب تک لھاسہ فتح نہ ہو کھڑکی نہ کھولی جائے۔ اس حکم پر عمل اب تک ہے گو کہ حالات سیاسی ایسے بدل گئے ہیں کہ اب اس آرزو کا پورا ہونا خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ تاہم وزیر زور آور سنگھ کی یادگار پھاٹک پر باقی ہے اور غالباً عرصہ دراز تک باقی رہے گی۔

دلچسپی ہے انھوں نے طرح طرح کے مظالم اس محتاط فاتح کی طرف منسوب سمجھے ہیں مگر تبت بزرگ کے بودھ اور تبت خورد کے مسلمان آج تک معترف ہیں کہ وزیر زور آور سنگھ کے حملوں میں بے قصور رعایا میں سے کسی متنفس کو گزند نہیں پہونچا۔ نہ کسی مذہبی عمارت پر ہاتھ ڈالا گیا۔ اس کا نام نیک آج تک نیکی کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور مدت دراز تک یاد کیا جائے گا

وزیر کی اس دستبرد کی خبر لہاسہ میں پہونچ گئی تھی۔ اور اس کی مدافعت کا وہاں انتظام ہو رہا تھا۔ وہ جھیل مانسرور اور کیلاس پربت کی تیرتھ انجام دے کر دوبارہ لداخ کی طرف نکل گیا تھا کہ تقریباً ۔ نومبر مطابق ۲۲ کاتک کو اسے اچانک خبر پہونچی کہ لہاسہ کی فوج آ گئی ہے۔ یہ معلوم کر کے وزیر بسبب اپنی غیر معمولی تہوری و دلاوری کے ایسا جوش میں آگیا کہ حزم و احتیاط کی بھی اس نے چنداں پرواہ نہ کی۔ اور ان کے مقدمۃ الجیش کی رکاوٹ کی غرض سے فی الفور تین سو سپاہیوں کا ایک دستہ نونو صنم کی ماتحتی میں قلعہ کرتونگ کی طرف اتبار اتھانہ دار کی کمک کے لیے روانہ کر دیا۔ پھر اپنے عیال کو جو اس کے ساتھ تھے کچھ آدمیوں کے ساتھ لداخ کی طرف رخصت کر دیا۔ اور خود اپنی فوج کی فراہمی اور لہاسہ والوں سے مقابلہ کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ ابھی وزیر اسی انتظام میں مصروف تھا کہ اسے اطلاع پہونچی کہ کرتونگ کی فوج مع اتبار اتھانیدار اور نونو صنم کی امدادی فوج کے دشمن کے ہاتھ سے قتل ہوئی۔ خود نونو صنم اپنی جان لے کر مع بہشر کوتوال کے وزیر کے پاس پہونچا۔ وزیر نے اس دفعہ چھ سو سپاہی جدا کر کے نونو صنم غلام خاں مہان سنگھ۔ بھپا کوتوال اور میاں سنگارا کے ماتحت فوج لہاسہ کی رکاوٹ کی غرض سے تقریباً ۱۹ نومبر کو روانہ کیے اور اُن کے پیچھے خود بھی تقریباً اپنی تمام فوج ساتھ لیکر یورش کر کے میدان کارزار کی طرف بڑھا۔ اس کی فوج ابھی متذکرہ بالا دستہ کے ساتھ ملنے نہیں پائی تھی کہ یہ تمام آدمی دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور جو بچے وہ اسیر ہوئے۔ ان میں خود نونو صنم اور غلام خاں بھی شامل تھے۔

فوج لہاسہ کی تعداد وزیر کی فوج سے تقریباً سہ چند یعنی دس ہزار کے قریب تھی سردی کی شدت بدرجہ کمال پہونچی ہوئی تھی۔ رسد کا انتظام بھی خاطر خواہ نہ تھا

لڑائی کے دن آدھی فوج بھی اس قابل نہ رہی تھی کہ اپنے اسلحہ کا درست طور پہ استعمال کر سکے
جب سردار فوج نہ رہا تو ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ یہ حالات ہیں جو
اصلی باعث اس تباہی کا ہوئے ہیں۔

لہاسہ والوں نے فراریوں کا تعاقب نہیں کیا۔ ان میں سے اکثر آدمی لداخیوں کے ساتھ
لداخ میں چلے آئے۔ اور کچھ تغلاکھر میں اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے۔ یہ حال معلوم کر کے
اس قلعہ کے سپاہیوں نے اپنی جان بچانے میں بہادری دکھی اور سب کے سب مہتہ
بستی رام کے ساتھ چنگ لاؤ چھے لا کے راستے الموڑہ کی طرف نکل گئے۔ اس سفر میں گو کہ
تعاقب کا خطرہ نہ تھا مگر سردی اور برف کی وجہ سے سپاہیوں کی تقریبًا آدھی تعداد راستہ
میں ضائع ہو گئی۔ اور باقی سپاہیوں میں سے اکثر لوگوں کے ہاتھ پاؤں سردی سے جل گئے
غرضکہ اس تمام لشکر میں سے یہی چند آدمی زندہ بچے جو الموڑہ کے راستے جموں پہنچے
یا جنھیں قلعہ لداخ تک پہونچنے میں کامیابی ہوئی۔

فوج لہاسہ کے حملہ کا حال سن کر پہلوان سنگھ کمیدان۔ بنسی گور اندتا اور صوبیدار
تیغ سنگھ لداخ سے فوج لے کر وزیر کی امداد کے لیے روانہ ہوئے۔ غالبًا اس کے لیئے
وزیر نے انھیں حکم بھیجا ہوگا۔ یہ جوان میدان جنگ سے بہت دور تھے کہ انھیں جنگ
طویو میں افواج ڈوگرہ کی تباہی کا حال معلوم ہوا۔ اس خبر وحشت اثر کو سن کر وہ راستہ ہی
سے لداخ کو واپس چلے گئے۔ اور چھاؤنی کے استحکام میں مصروف ہوئے۔

وزیر زورآور سنگھ کی فتوحات نے لہاسہ والوں کے دلوں پر دہشت اور ہیبت قائم
کر دی تھی۔ وہ اسے ایک غیر معمولی انسان خیال کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے
مارے جانے پر اس کا خون اور گوشت تبرکًا لہاسہ والوں نے اپنے درمیان تقسیم کیا اور
اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گئے اس کے رکھنے کے لیے لہاسہ میں ایک بڑی چھوڑتن
تعمیر کی گئی۔ یہ چھوڑتن آج تک موجود ہے۔ اور ایک ٹکڑا اس کے گوشت کا کھایا جاتا ہے
کر گونپہ تشی گانگ میں رکھا ہوا ہے۔ ان تبرکات کے سامنے اوقات معینہ پر بودھوں
کے طریق کے مطابق عبادت کی جاتی ہے۔ تاکہ وزیر مرگ باشی کی روح کسی دوسرے
آدمی میں جنم لے کر دوبارہ ملک لہاسہ کی تباہی کا باعث نہ ہو۔

وزیر کے مارے جانے پر ڈوگرہ فوج کی کمر ٹوٹ گئی اور جنگ کی صورت دگرگوں ہوگئی۔ ڈوگروں کے پانوں اکھڑ گئے اور جس طرف جسے راستہ ملا بھاگ نکلا۔ فوج لھاسہ نے پیچھا کر کے سخت کشت وخون کیا کل لشکر سے جس کی تعداد سپاہی اور حمال ملا کر چھ ہزار کے قریب بتلائی جاتی ہے بمشکل دو ڈھائی ہزار آدمی زندہ بچے ہوں گے۔ ان میں سے ایک ہزار کے قریب دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی لداخ واپس پہونچے جس میں ڈوگرہ سپاہی ایک سو سے زیادہ نہ تھے۔ بڑے بڑے افسر جو قتل ہونے سے بچے تھے سب کے سب اسیر ہوئے۔

وزیر زور آور سنگھ کے ڈوگرہ سپاہیوں نے یہ لڑائی کمال صعوبت اور سختی کی حالت میں کی ہے۔ میدان جنگ سطح سمندر سے پندرہ ہزار فٹ سے زیادہ بلند تھا۔ موسم عین شدت سردی کا تھا۔ اس موسم میں بوقت روز بھی اس جگہ درجہ حرارت نقطہ انجماد سے اوپر کبھی نہیں پہونچتا۔ اور رات کے وقت ایسی سخت سردی ہوتی ہے کہ اسے وہی لوگ برداشت کرسکتے ہیں۔ جو اس کے عادی ہیں۔ اور پوستین ولباس وغیرہ کا انتظام پورا رکھتے ہیں ان کے پاس یہ سامان بھی کافی نہ تھا۔ اور کتنی ہی راتیں انھوں نے ایسی شدت کی سردی میں کھلے میدان میں بسر کی تھیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ برف باری اور بارش نے موسمی تکالیف کی سختی کو ناقابل برداشت حد تک پہونچا دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ کچھ آدمیوں کے ہاتھ پانوں کی انگلیاں سردی کی شدت سے جل گئی تھیں۔ اور تقریباً کل فوج کے ہاتھ اور پانوں کم وبیش سردی سے متاثر ہوگئے تھے۔

لکڑی کا یہاں نام ونشان نہیں ہے کہ انسان تاپ کر جان بچائے۔ جلانے کے واسطے اس جگہ ایک خاردار جھاڑی کے سوا کوئی چیز میسر نہیں ہوتی ہے۔ یہ جھاڑی گیلی اور سوکھی یکساں جلتی ہے جب تک جلتی رہتی ہے اس میں آنچ ہوتی ہے۔ جلنے کے بعد راکھ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ سردی کی سختی اس درجہ تک پہونچ گئی تھی کہ بعض سپاہیوں نے اپنی بندوق کا کندہ جلا کر اپنی جان بچائی۔ سب سے بڑھکر یہ کہ رسد بھی ختم ہوچکی تھی اور آخری دو ایک روز کھانے کے لیے بھی کچھ باقی نہ رہا تھا۔ باوجود ان تمام مصائب کے اس جانباز فوج نے دشمن کے مقابلہ سے آخر وقت تک منہ نہیں موڑا۔ آخری

نواں باب

بغاوت لداخ۔ پوریگ و بلتستان

افواج تبت کا حملۂ لداخ۔ لداخ۔ پوریگ اور بلتستان کی بغاوت۔ ڈوگرہ مہم لداخ نمبر ۲ بسرکردگی دیوان ہری چند و وزیر رتنو۔ افواج تبت کی ہزیمت اور سرکار لہاسہ کی مصالحت و رفع فساد لداخ۔

لہاسہ کی فوج نے غالباً اس خیال سے کہ کوئی ڈوگرہ سپاہی میدان جنگ طویو سے جان سلامت نہیں لے گیا ہے اور لداخی اُن کے دشمن نہیں ہیں بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اور باقی موسم زمستان انھوں نے تارس کورسوم گر۔ اور رودوق کے اطراف میں اطمینان کے ساتھ بسر کیا۔ اور ان علاقہ جات میں اپنا اقتدار از سر نو قائم کیا۔ وزیر زورآور سنگھ نے گر اور رودوق کے قلعوں میں جو سپاہی تعینات کئے تھے جنگ طویو میں ڈوگروں کی تباہی کے بعد دشمن کے گھیرے میں آگئے انہیں سے اکثر مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ بھاگ کر بھزار خرابی لداخ کے قلعہ میں پہونچے ایک سو سپاہیوں کے قریب جو پورانگ کی طرف سے متفرق طور پر لداخ پہونچنے میں کامیاب ہوئے۔ ان سرحدی قلعوں کے سپاہی بھی شامل تھے۔

ڈوگروں کی اس تباہی سے لداخیوں اور بلتیوں کے دلوں میں خودمختاری کا جوش پھر پیدا ہو گیا۔ مگر ایک حد تک ان کی سستی نے اور کسی حد تک قدرتی رکاوٹوں نے ڈوگرہ اقتدار کی امداد کی۔ گو کہ قلعہ لداخ میں ڈوگرہ فوج کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ تاہم اس کے مقابلہ میں اکیلے لداخی بلا امداد اقوام ہمسایہ بغاوت کا حوصلہ نہیں کر سکتے تھے باہمدگر مشورت کرنے۔ پوریگ اور بلتستان کی اقوام کو اپنے ساتھ ملانے اور افواج لہاسہ کے ساتھ فوجی امداد کا انتظام کرنے میں سردی کا تمام موسم گذر گیا۔ اور آغاز

جس جگہ وزیر نے جان دی ہے یہاں ایک عالیشان چھورتن لہاسہ والوں نے تیار کردی ہے۔ اسکی غرض بھی یہی بتلائی جاتی ہے کہ اس ہیبتناک سپہ سالار کی روح آئندہ جنم میں دوبارہ لہاسہ پر حملہ نہ کرے غرض کہ لہاسہ والوں کی اس اوہام پرستی کی بنا پر وزیر زور آور سنگھ کی فتح کا نشان آج تک پورانگ میں قائم ہے اور اس نامور فاتح کے حملہ لہاسہ کی یاد کو تازہ رکھتا ہے۔

ڈوگرہ فوج کے افسروں میں سے جو جنگ طویو میں لہاسہ والوں کے پاس اسیر ہوئے حسب ذیل ممتاز اشخاص تھے۔

۱۔ میاں رائے سنگھ سپہ سالار دوم — ۲۔ سیو انگ ستوبدن کالون بزگو
۳۔ نونو ضنم کالون بزگو کا بھائی — ۴۔ غلام خان راجہ چھبوت
۵۔ موروپ ستنزن۔ ۶۔ اجو گونپو — ۷۔ راجہ احمد شاہ معزول راجہ اسکردو۔

قیدی جس قدر پکڑے گئے تھے۔ وہ لہاسہ کو روانہ کردیے گئے۔ اور افواج لہاسہ نے سردی کے موسم میں نارس کورسوم اور گردوو دوق پر قبضہ کرلیا۔

وزیر زور آور سنگھ کی مہم لہاسہ کی اس سخت ناکامی کا اثر صرف اسی پر محدود نہیں رہا کہ لہاسہ کا ملک مفتوحہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بلکہ سابقہ فتوحات کی حالت بھی نہایت نازک ہوگئی جس کی درستی کے لیے جموں سے ایک اور مہم لداخ کو اور دوسری بلتستان کو بھیجی گئی ان واقعات کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

چھیڑ چھاڑ عرصہ تک جاری رہی۔ آخر الامر ایک روز باغیوں نے مشورہ کیا کہ رات کے وقت حملہ کر کے قلعہ اور چھاؤنی دونوں جگہ کی ڈوگرہ فوج کو تباہ کیا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے اس بحث مباحثہ میں اور بعد ازاں تیاری میں اکثر حصہ رات کا گذر گیا۔ اور حملہ صبح کے قریب کیا گیا۔ چھاؤنی اور قلعہ کے اندر سے ڈوگرہ فوج نے مقابلہ کیا۔ صبح تک لڑائی جاری رہی جب روشنی ہو گئی تو کمیدان پہلوان سنگھ چھاؤنی سے اور گنا تھانہ دار قلعہ کے اندر سے فوج لے کر باہر نکل پڑے اور دونوں طرف سے نہایت بیباکی کے ساتھ باغیوں پر حملہ کر دیا۔ دست بدست لڑائی ہوئی۔ جس میں لداخی بہت مارے گئے۔ آخرکار ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور انھوں نے بھاگنا شروع کیا۔ ڈوگروں نے قصبہ کی آبادی تک ان کا تعاقب کیا اور بیشمار لداخیوں کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں لداخی اور لہاسی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ اس شکست نے نہ صرف لداخیوں کا بلکہ لہاسی فوج کا بھی حوصلہ پست کر دیا اور کچھ عرصہ تک انھیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا حتی کہ محاصرہ بھی وہ قائم نہ رکھ سکے۔

وزیر زور آور سنگھ نے قصبہ لیہ میں ایک مندر تعمیر کیا تھا۔ اس بغاوت کے زمانہ میں لداخی اور لہاسی بودھوں نے صرف فوجی مقابلہ پر اکتفا نہیں کی بلکہ مذہبی دست درازی سے بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا۔ لداخ کے مندر کو انھوں نے بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور اس کے اندر جو مذہبی سامان تھا اسے بیحرمتی کے ساتھ خراب کیا۔ اس سے ڈوگرہ سپاہیوں کو جنھوں نے اب تک لداخیوں کے مذہبی مقامات کی پوری حرمت ملحوظ رکھی تھی نہایت رنج پہونچا۔ اور بعد کے حملہ میں بعض گونپہ جات کو مال و اسباب سے جو خالی کیا گیا وہ بودھوں کی اسی دست درازی کا انتقام تھا۔ گو کہ اس موقع پر بھی سپاہ ڈوگرہ نے بیش قیمت اسباب کے اٹھانے کے سوا بودھوں کے مذہبی سامان اور متبرک چیزوں کی بے حرمتی نہیں کی۔ ڈوگروں کی یہ مذہبی رواداری قابل تعریف ہے۔

جب لداخ میں یہ واقعات گذر رہے تھے اس وقت پوریگ میں بھی صورت معاملات اسی قسم کی تھی۔ کیونکہ بغاوت تمام سرحدی علاقہ میں باہمی سازش سے

بہار سے پیشتر وہ کوئی عملی کارروائی نہ کرسکے جب سازش کی تکمیل ہوگئی تو فوجوں کی فراہمی کا انتظام شروع کیا گیا۔

اچوگونبو نے جو پہلے لوپ چھک یعنی سفارت سالانہ کی حیثیت میں لہاسہ جایا کرتا تھا اور معززین لہاسہ کے ساتھ واقفیت رکھتا تھا۔ پی سی شاٹا سپہ سالار افواج لہاسہ کے ساتھ یہ انتظام کیا کہ ڈوگرہ سپاہیوں کو لداخ سے نکال کر گیالپو کی حکومت از سر نو قائم کیجائے اس بنا پر ۱۸۴۲ء کے آغاز میں یعنی چیت سمبت ۱۸۹۸ یا بیساکھ سمبت ۱۸۹۹ میں سپہ سالار مذکور صوبہ گرگی طرف سے تقریباً تین ہزار لہاسی فوج لے کر لداخ کی طرف روانہ ہوا۔ ادنپو سیوانگ رفستن کو شام یعنی لداخ پائین سے لشکر جمع کرنے کے لیے تعینات کیا گیا۔ بالائی لداخ کا لشکر خود اچوگونبو اپنے ساتھ لیتا ہوا مع افواج لہاسہ کے لداخ میں پہونچا۔ اس عرصہ میں علاقہ شام کی فوج بھی لداخ میں پہونچ گئی رات کے وقت یہ افواج گیالپو کے محل واقعہ لداخ میں داخل ہوئیں۔ ٹنڈوپ نمگیل کے پوتے جگسمت نمگیل کو جسے وزیر زور آور سنگھ نے بجائے اُس کے دادا کے خطابی گیالپو لداخ کا تسلیم کیا تھا۔ خود مختار گیالپو قرار دیا گیا۔ تنگ موگانگ اور لداخ کے محل میں جس قدر اسلحہ موجود تھے وہ اس لشکر کے درمیان تقسیم کیے گئے۔ جن لوگوں کے لیے ہتھیار بہم نہیں پہونچ سکے انھیں لکڑی کا نیزہ تیار کرکے دیا گیا۔ الغرض یہ انتظام کرکے گیالپو جگسمت نمگیل کی حکومت کا اعلان کیا گیا۔

لداخ میں ڈوگرہ فوج کے دو حصے تھے کچھ آدمی گنا تھانہ دار کی ماتحتی میں قلعہ کے اندر رہتے تھے۔ اور باقی فوج کمیدان پہلوان سنگھ کے زیر حکم کرزہ باغ میں مقیم تھی یہ جگہ مستحکم نہ تھی جب کیدان نے دیکھا کہ گیالپو کے محل میں فوج جمع ہو رہی ہے۔ اور حالت دگرگوں ہے تو وہ اس باغ سے نکل کر قلعہ کے متصل راجگان لداخ کا جو بڑا اصطبل تھا اس میں چلا گیا۔ کیونکہ قلعہ کے اندر اس قدر فوج کی گنجائش نہ تھی اس عمارت کو جہاں تک ممکن تھا۔ مستحکم کیا۔ اور مدافعت کا انتظام درست کرلیا۔

باغیوں نے بھی دست درازی شروع کردی اور لہاسی فوج کے ساتھ مل کر چھاؤنی اصطبل اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ مگر ان کا باہمی تعلق قطع کرنے میں وہ کامیاب نہ ہوسکے۔

غرض وزیر زور آور سنگھ کے جان نثار ہو جانے کے بعد اُس کی جملہ فتوحات سرحدی کے ہاتھ سے نکل جانے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔

پھاگن سمبت ۱۸۹۸ میں جب کہ مہاراجہ گلاب سنگھ متعلق انتظامات سلطنت خالصہ لاہور کشمیر سے ہو کر پشاور کی طرف جنرل پالک کی اعانت کے لیے جا رہے تھے۔ بمقام بارہ کوٹ علاقہ ہزارہ انھیں وزیر زور آور سنگھ کی مہم لہاسہ کے اس دردناک انجام کی اطلاع پہونچی انھوں نے بلا توقف دوسری مہم کے لداخ بھیجنے کا انتظام کیا۔ دیوان ہریچند کو جو اس وقت بمقام پلیان لب دریائے سندھ سرکار خالصہ کی طرف سے پائندہ خاں کے ساتھ معروف پیکار تھا واپس طلب کیا اور اس جگہ سے مہم لداخ کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا دیوان مذکور حسن ابدال سے ایک رات دن میں ڈیڑھ سو کوس کا فاصلہ طے کر کے جموں کے نزدیک ہری پور میں پہونچا۔ یہاں سے راجہ دھیان سنگھ کے ساتھ جموں گیا۔ اور سامان و آلات حرب کا انتظام کر کے میرپور پہونچا۔ یہاں پندرہ روز کے اندر اس نے لشکر کو ترتیب دیا۔ جب لشکر پوری طرح آراستہ ہو گیا تو چھ ہزار جوانان جرار اپنے ساتھ لے کر وہ ادری کے راستے روانہ ہوا۔ یہ فوج کشمیر میں پہونچی تو وہاں شیخ غلام محی الدین نے جو اس وقت سرکار خالصہ لاہور کی طرف سے صوبہ کشمیر تھا بجا آوری خدمات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس فوج کو تقریباً پندرہ دن کشمیر میں ٹھہرنا پڑا۔ تقریباً پانچ پانچ سو جوان روزانہ روانہ لداخ ہوتے رہے۔ وزیر رتنو اس مہم کا سپہ سالار دویم تھا۔ وہ دیوان سے ایک روز پیشتر روانہ ہوا۔ دوسرے دن خود دیوان بھی عازم لداخ ہوا۔ اور منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دراس پہونچا۔ راستہ میں برف سے چپّہ بھر زمین بھی خالی نہیں ملی۔ اس کی چمک سے سپاہیوں کو آشوب چشم کی تکلیف ہو گئی۔ مگر معمولی علاج کرنے سے یہ تکلیف رفع ہو گئی۔ دراس میں دو تین دن قیام کرنا پڑا۔ سو چیتا تھانہ دار دراس سے کرگل کے راستہ کی رکاوٹوں سے مفصل حالات معلوم ہوئے کہ کھرل کی سنگلاخ سے لیکر نالہ کرگل کے سرتک مسلسل مورچہ دشمن نے جمایا ہے جس میں مسلح آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور عبور کی کوئی صورت نہیں ہے مگر دیوان نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور آگے بڑھا کھرل میں فوج ہراول کا مقابلہ دشمن سے ہوا اور اسے چھانہ گنڈ کی طرف واپس ہونا پڑا دیوان

ایک ساتھ شروع کی گئی تھی کالون ملبہ نے قلعہ ملبہ کے ڈوگرہ سپاہیوں کو پکڑ لیا اور درگیت
کے پل کے اوپر سے نالہ داخم کے اندر گرا کر فنا کیا۔ راجہ سوت نے بھی پسری کھر کے
ڈوگرہ سپاہیوں کو مع سپاہیاں چھوبر کھر اور سپاہیان چوکیات بیرونی کے تہہ تیغ کیا۔ سوردہ
کرتسے میں بھی یہی حالت ہوئی۔ راجہ پشکم نے بھی قلعہ پشکم کے ڈوگرہ سپاہیوں کو قید کر دیا
لیکن پورے جوش کے ساتھ بغاوت میں شریک نہیں ہوا۔ اس کے پاداش میں
باغیوں کی بعد از حکومت لداخ میں اسے طلب کیا گیا اور قرار واقعی سرزنش و تنبیہ
کر کے اُسے واپس کیا گیا۔ مگر پشکم واپس پہونچنا اُسے نصیب نہیں ہوا۔ باغیوں کی
تمام کوشش کے باوجود دراس میں امن و امان رہا۔

بلتستان میں بھی بغاوت نے پورا زور دکھلایا۔ اس کے حالات اس طرح
ہیں کہ راجہ احمد شاہ جب وزیر زور آور سنگھ کی قید کے ختم ہونے پر اُس کے دشمن افسران
لہاسہ کے ہاتھ میں آیا تو بربنائے اُن کا ہم خیال ہونے کے اُن کے ساتھ مل گیا۔ اور
ڈوگروں کی تباہی کے لیے کمربستہ ہوا۔ اُس نے اپنے معتمد خاص یوسترنگ کریم کو
اسکردو بھیجا کہ بذریعہ اس کے معتمدان حیدر خاں شغر اور کاظم بیگ اسکردو تمام بلتستان
کو حکومت ڈوگرہ سے روگرداں کر دیا جائے چنانچہ ان ہر سہ اشخاص نے بلتستان
میں باغیانہ خیالات پھیلانا شروع کیے اور آہستہ آہستہ علی خان راجہ روندو۔ دولت علیخان راجہ کھپلو
خورم خاں راجہ کرس اور دیگر اکابران و کلانتران بلتستان کو اپنے ساتھ متفق و ہم صلاح کر لیا۔ بعد ازاں
انھوں نے بھگوان سنگھ تھانہ دار اسکردو کو مع اسکی فوج کے قید کر لیا اور قلعہ و توشہ خانہ سرکاری کو تاخت
و تاراج کیا۔ ان قیدیوں کو حیدر خاں نے ہنالی میں بھیج دیا اور وہاں انکی حفاظت کا پورا انتظام کر دیا
پھر سلیمان خاں راجہ شغر کو قید کر کے شغر پر خود متصرف ہو گیا۔ چونکہ راجہ محمد شاہ راجہ
اسکردو اس بغاوت میں شریک نہیں ہوا لہذا اُسے بھی قید کر کے خانقاہ کوارد و میں
بند کر دیا اور قلعہ کھر پوچھے پر متصرف ہو کر اسکردو میں بھی حیدر خاں نے اپنی حکومت
کا اعلان کر دیا۔ غرض کہ ڈوگرہ حکومت کا کوئی نشان بلتستان میں باقی نہیں چھوڑا۔
حیدر خاں نے نگر سے بھی کمک کا انتظام کیا۔ جہاں سے وزیر شجاع ایک سو چالیس جنگی
آدمی لے کر اسکردو پہونچا اور حیدر خاں کا معاون و مددگار رہا۔

اثنا میں ڈوگرہ سپاہی بھی دریا کے کنارے پہونچ گئے جو لوگ ابھی خشکی پر تھے ان کے ہاتھ سے مارے گئے جو دریا میں تیر رہے تھے وہ ان کی گولی کا شکار ہوے۔ جو تیرنے کی کافی مہارت نہیں رکھتے تھے وہ دریا کی موجوں کا شکار ہوے۔ بغرضیکہ اس خوفناک مورچہ کی فوج عظیم کے صرف وہی آدمی زندہ بچے جو صحیح و سلامت دریا کے پار پہونچ گئے۔ انکی تعداد بہت کم تھی۔

ڈوگرہ فوج مظفر و منصور کرگل میں شب باش ہوئی۔ دیوان نے بجاے چوکی چھوکبر کے اس کے بالمقابل دریاے سورو کے بائیں کنارے پر ایک وسیع اور مستحکم قلعہ تعمیر کیے جانے کا انتظام کیا۔ اور ایک افسر کو سوت روانہ کیا کہ پسری کھر کو آگ لگا کر تباہ کر دیا جاے اس کے بعد وہ کرگل سے روانہ ہو کر پشکم پہونچا۔ راجہ پشکم محمد علی خاں لداخ میں تھا اُس کے قلعہ کو آگ لگا کر تباہ کیا اور جو لوگ بغاوت کے سرکردہ تھے انھیں طرح طرح کی سزائیں دیں بعدازاں پشکم سے آگے روانہ ہوگیا۔

دیوان علاقہ جات لب سڑک کا انتظام کرتا ہوا اردا روی لداخ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راستہ میں ملبہ کے ملدوک کھر کو بھی اس نے جلا دیا۔ جن قلعوں میں اُس نے آگ لگائی اُن کا کارآمد سامان از قسم چوب و چگل اُس نے کرگل بھجوا دیا کہ قلعہ کرگل کی تعمیر میں استعمال کیا جاے۔ جس قدر اشخاص بغاوت کے سرغنہ پاے گئے انھیں قید کر کے تھانہ دار کرگل کے حوالہ کر دیا۔

جب یہ فوج بودھ کھربو کے آگے پہونچی ہے تو محمد علی خاں راجہ پشکم لداخ سے واپس آتا ہوا راستہ پر مل گیا۔ اُس نے ڈوگرہ فوج کو دیکھکر بمصداق "ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں" اپنے تیس ہمراہیوں کے ذریعے چھ ہزار فوج کا مقابلہ شروع کر دیا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ جس جگہ اب پل ہنس کو واقع ہے اس موقع پر نالہ کنجیان کے داہنے کنارے کی طرف ایک چٹان کی پناہ لیکر اُس نے اس فوج پر جو نالہ کے دوسری طرف تھی گولی چلانی شروع کر دی۔ چونکہ اس جگہ پر حملہ کا کوئی خیال فوج ڈوگرہ کو نہ تھا۔ اس اتفاقیہ گولی باری سے کچھ آدمی فوج کے ضائع ہوے۔ فوج نے ان کے اوپر حملہ کی تیاری کی۔ مگر فوج دریا کے کنارے پستی میں تھی یا وہ راجہ کے آدمی پہاڑ کی سلامی میں بلندی پر ایک چٹان کی آڑ

نے کچھ فوج چھانہ گنڈ کے نالہ کے راستے پہاڑ پر چڑھائی کہ پہاڑ کی چوٹی سے اس مورچے کو توڑا جائے مگر چونکہ تمام پہاڑ برف سے ڈھنپا ہوا تھا اس تدبیر میں کامیابی نہ ہوئی اور اس فوج کو بھی واپس ہونا پڑا۔ آخرالامر دیوان نے انتظار کیا کہ برف پگھل جائے تب حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک مہینے کے بعد جب پہاڑ برف سے صاف ہوگیا تو تین ہزار فوج اور ایک ضرب توپ بسرکردگی رام سنگھ جمعدار نالہ چھانہ گنڈ کے راستے سے اس پہاڑ کی چوٹی پر بھیجی گئی جسکے پائینی حصہ کی بلندی کے اوپر دشمن نے مسلسل مورچہ بندی کی ہوئی تھی یہ جگہ تیک تیک مو کے نام سے مشہور ہے اور خود دیوان مع وزیر رتنو اور باقی فوج کے سیدھے راستہ سے روانہ ہو کر کھرل پہونچا۔ یہاں بہادر خاں سرگل والا اپنی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ دیوان کھرل میں رام سنگھ کے اس مورچے کے اوپر پہونچ جانے کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ اور بہادر خاں کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ جبکہ رام سنگھ کی فوج اس مورچے کے اوپر پہونچ گئی تو نیچے سے دیوان نے مورچہ پر گولہ باری شروع کردی اور مورچہ پر حملہ کردیا۔ مورچہ بند فوج اب اوپر اور نیچے دونوں طرف سے گولی کی زد میں آگئی ان کے لیے اسکے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا کہ مورچہ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کریں۔

مورچہ تیک تیک مو سے نکل کر سرگل کے لوگوں نے آبادی لنگور میں ایک اور مورچہ قائم کیا اور اپنے پانوں جمائے مگر ڈوگروں کا توپ خانہ بلندی پر تھا اس لیے اس مورچہ کا قائم رکھنا بھی سرگل والوں کے لیے مشکل ہوگیا۔ اور یہاں سے بھی بھاگنے پر وہ مجبور ہوئے۔

پوریگ کی فوج مفرور کے لیے ڈوگروں کے روکنے کی اب یہی ایک تدبیر رہ گئی تھی کہ دریائے سورو کو عبور کرنے کے بعد پوئین پل کو توڑ دیں۔ مگر ان کی بدقسمتی سے اُن کے اپنے سرگردگان نے اس خیال سے کہ اُن کی فوج بھاگنے کی جرات نہ کرے پل کے دروازہ پر پتھر اور لکڑیاں لگا کر مضبوطی کے ساتھ بند کردیا تھا۔ ڈوگرہ فوج ان فراریوں کے تعاقب میں تھی اور پہاڑی کے اوپر سے گولہ باری بھی ہو رہی تھی۔ ان حالات میں پل کے دروازہ کا کھولنا امر محال تھا۔ لوگوں نے گھبراہٹ میں دریا کے اندر کودنا شروع کیا۔ اس

سید حاجی کو روانہ کیا اور دیوان خود کوہستان کے راستہ تنگ موگانگ کی طرف بڑھا دیوان نے قلعہ تنگ موگانگ کو تباہ کر کے موضع لیکیر سے آگے نالہ کے سر کو قابو کیا پھر وزیر رتنو کا لشکر اس نالہ سے اوپر چڑھا۔ اور دونوں لشکر بزگو پہونچے۔ اس جگہ بھی زنتن لرسے نامی ایک مضبوط قلعہ تھا۔ فوج نے اسے تباہ کیا۔ اور سب مستحکم حصے اس کے منہدم کردیے۔ بعدازاں ڈوگرہ فوج یہاں سے لداخ کو روانہ ہوئی۔

کمیدان پہلوان سنگھ نے لداخی اور لہاسی متحدہ فوج کو جو سبق دیا تھا اس سے وہ جلد نہیں سنبھل سکتے تھے اس شکست کے چند روز بعد انھوں نے اپنی طاقت کو پھر مجتمع کیا اور ڈوگرہ فوج لداخ پہ دوبارہ حملہ کی تیاری کی۔ مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی عملی کارروائی کرنے پائیں دیوان کے لشکر کی آمد آمد کی خبر لداخ میں مشہور ہو گئی اس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی اور لداخی لشکر کی جمعیت آہستہ آہستہ کم ہونے لگی جب دیوان کا لشکر لیہ کے قریب پہونچا تو لہاسی فوج لداخ کے محل شاہی سے نکل کر بجائے حملہ کرنے کے سرحد لہاسہ کی طرف واپس ہوگئی۔ اس کے ساتھ اُس کا بنایا ہوا گیالپو جگسمت نگیل بھی مع اپنی والدہ کے تقریباً چھ ہفتے اپنے محل میں باغیوں کے اوپر حکومت کر کے سرحد لہاسہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور لداخ کا محل جو باغیوں کا مرکز تھا بالکل خالی ہوگیا۔

دیوان نصرت نشان نے مع اپنے لشکر جرار کے لداخ پہونچ کر چھاونی کے متصل فتح وظفر جھنڈا نصب کیا۔ اور کمیدان پہلوان سنگھ کی فوج کی بہادری اور مردانگی کی پوری داد دی۔ دو چار روز اس نے آرام کیا بعدازاں زانسکار کی بغاوت فرو کرنے کے لیے ایک چھوٹا دستہ فوج بسرکردگی میاں جواہر سنگھ زانسکار روانہ کیا۔ اور کچھ آدمی بسرکردگی میاں نرالنا انتظام کی غرض سے نوبرا بھیجے۔ کشمیر سے جو باربرداری اس کے لشکر کے ساتھ آئی تھی اسے مزدوری اور انعام واکرام دے کر رخصت کیا اور معززین لداخ سے انپور گزن۔ سیوانگ توبدن۔ اور راچوگوہنو کو اعزاز واکرام سے سرفراز کیا۔ اسی اثنا میں لداخ کے محل کو قیمتی سامان اور چاندی سونے کی چھوورتن وغیرہ بیش قیمت اشیا سے خالی کر دیا۔ اور مندر کی تباہی کے بدلہ میں گونپہ جات کے

میں تھے اس لیے حملہ آسان نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کی تدابیر پر غور کیا جا رہا تھا کہ راجہ کے ہمراہیوں میں سے ایک پرانے ڈوگرہ سپاہی نے جو اس وقت راجہ کے مصاحبوں میں تھا آواز دی کہ گولی چلانے والے تیس سے زیادہ نہیں ہیں بلا تامل حملہ کر دیا جائے یہ خدمت کر کے اس قدیم نمک خوار نے اپنی جان اپنے مالک کی خدمت میں قربان کر دی۔ اور سپاہ ڈوگرہ نے آگے بڑھ کر ان سب کو تہہ تیغ بے دریغ کیا۔ گو کہ اس جد و جہد میں فوج ڈوگرہ کے کچھ اور سپاہی بھی ضائع ہوئے مگر راجہ کے آدمیوں میں سے صرف ایک آدمی بھاگ کر چکتن پہونچا اور اس واقعہ کی خبر پہونچائی۔ گانوں سے لوگ آئے راجہ کی لاش کو اٹھا کر چکتن لے گئے اور وہاں دفن کر دیا۔ سپاہ ڈوگرہ اپنا راستہ صاف کر کے آگے بڑھتی ہوئی چلی گئی۔

راجہ محمد علی خاں کے بھائی کالون رحیم خاں کو بغاوت کی جو سزا وزیر زورآور سنگھ نے اسکردو میں دی تھی۔ وہ محمد علی خاں کو خوب یاد تھی اور اس کا ہرگز خیال نہ تھا کہ دوبارہ ناعاقبت اندیش اشخاص کے کہنے سے اپنے دامن کو اس طرح آلودہ کرے اس لیے اسنے اب تک فتنہ و فساد میں شریک ہونے سے پرہیز کیا تھا۔ مگر گیالپو سے لداخ نے اُسے خراب کیا اور سیدھے راستہ سے اُسے منحرف کر دیا۔ اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ فوج ڈوگرہ کو کرگل میں روکیگا۔ کہا جاتا ہے کہ باایں ہمہ وہ اس وعدہ کے ایفا کے متعلق پس و پیش میں تھا لیکن اُسے اندیشہ تھا کہ لداخ کی طرف سے اس کے اوپر حملہ ہو جائیگا۔ اس کی مدافعت کی غرض سے وہ پل کھلسی کے تختے اکھاڑ کر دریا میں بہا آیا تھا۔ چنانچہ ڈوگرہ فوج جب اس موقع پر پہونچی ہے تو راجہ کی اس دوراندیشی نے اُنکے لیے رکاوٹ پیدا کی۔ وہ ایک روز میں پل کی درستی کر کے فوج دریا سے عبور کر کے کھلسی پہونچی۔

کھلسی کے آگے لداخ کے دو راستے ہیں ایک بالائی جو تنگ موگانگ اور لیکیر سے ہوتا ہوا بزگو میں اترتا ہے۔ دوسرا پائینی جو دریا کے کنارے کنارے نورلا اور سپیول سے گذرتا ہوا بزگو پہونچتا ہے۔ بزگو کے آگے یہ راستہ ایک تنگ نالہ سے گذرتا ہے جسے اگر دشمن روک لیوے تو گذر محال ہے۔ اس کا انتظام کرنے کی غرض سے اور قلعہ تنگ موگانگ کو جو لداخ کے مستحکم ترین قلعہ جات میں سے تھا اپنے تصرف میں لانے کی غرض سے فوج کے دو حصے کیے گئے۔ وزیر رتنو کو دریا کے کنارے والے راستہ سے

اس موقع پر یہ تبلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گونپہ چمرے بالخصوص گونپہ ہیمس ہے اور گونپہ ہیمس علاقہ لداخ میں سب سے بڑا اور بارسوخ گونپہ ہے اور اس کے لامہ حسن تدبیر اور دور اندیشی میں بہت نامور رہے ہیں۔ جب لہاسی فوج چمرے میں پہونچی ہے تو گونپہ ہیمس کے دور اندیش چھغوت نے اس کی رسد رسانی اور دیگر انتظامات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بعد ازاں جب دیوان کی فوج ڈوگرہ ان کے مقابلہ کے لیے چمرے میں وارد ہوئی تو اس کی خدمت گذاری کے لیے بھی چھغوت گونپہ ہیمس کمربستہ حاضر رہا۔ اور انتظام رسد رسانی و دیگر ضروریات کے پورا کرنے میں اس نے کوئی کمی باقی نہیں رکھی۔ اس طرح سے اس نے اپنے رسوخ کو ہر دو فریق متخاصمین کے پاس یکساں طور پر قائم رکھا۔ دیوان نے اس خدمت کے صلہ میں گونپہ ہیمس کے سامان پر دست اندازی نہیں کی نہ اُسے کوئی نقصان پہونچایا۔

اس اثنا میں یہ واقعہ ہوا کہ آٹھ نو دن ان قیدیوں کو بحالت قید گذرے تھے کہ ایک رات کو انھوں نے اپنے محافظین پر حملہ کیا۔ پتھروں سے بعض آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور بعض کو زخمی کیا۔ اور آدھی رات کو حراست سے نکل کر بھاگ گئے۔ دیوان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے بلا توقف ان کا تعاقب کیا اور لداخ سے چند میل کے فاصلہ پر انھیں گھیر لیا۔ لہاسی فراری پہاڑ کی ڈھلامی میں ایک بلندی کی آڑ پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اور اوپر سے پتھروں کی بارش فوج کے اوپر کرنے لگے۔ فوج نے نیچے سے گولی چلانی شروع کی۔ اس طرح ایک سو آدمی کے قریب ہلاک ہوئے اور باقی چارسو کے قریب دوبارہ گرفتار ہوئے۔ ایک حصہ ان فراریوں کا دوسرے راستہ سے بھاگ کر نکل گیا۔ جو دوبارہ قید ہوئے تھے انھیں دو سو سواروں کی حفاظت میں کشمیر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

جو اشخاص ان میں سے بھاگ کر چلے گئے تھے اُنھوں نے پی شی شاٹا رپون اور کالون رگا شاسپہ سالار اور کالون زورکھانگ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ یہ چھ ہزار فوج اور ایک ضرب توپ جو معرکہ طویو میں ڈوگرہ فوج کی تباہی کے بعد ان کے ہاتھ آئی تھی ساتھ لے کر جنگ کے ارادہ سے آگے بڑھے اور علاقہ ڈانچی میں پہونچ کر بمقام

بیش قیمت ان کو بھی قلعہ میں منتقل کیا۔ لیکن مذہبی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا اور نہ کسی متبرک چیز کی بے حرمتی کی۔ اس کے ساتھ ہی باغیوں کو بھی مناسب سزائیں دیں

اسی اثنا میں پی یشی شاٹا در پون افواج لہاسہ نے جو لداخ سے رودوق کی طرف فرار ہوا تھا بذریعہ گیالپو چیمت نمگیل لداخ کے حالات کی اطلاع منگوائی۔ اور یہ معلوم کر کے کہ ڈوگرہ فوج کا اکثر حصہ زانسکار اور نوبراہ کی طرف چلا گیا ہے۔ اور کشمیر کی پامیرواری بھی واپس ہو گئی ہے اس نے پھر جنگ کا ارادہ کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی چھغ چھونگ اور کالون رگاشا کے بھائی کرن شا کو ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بعزم جنگ واپس روانہ کیا۔ یہ فوج درہ چھنگا سے عبور کر کے چرے پہونچی۔ رگزن اور گونپہ نے دیوان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ دیوان نے فی الفور ایک پلٹن کو کیدان سردول سنگھ اور لالہ رام جی لال منشی کی سرکردگی میں ان کی مدافعت کے لیے مامور کیا۔ میدان کا ملک ترنر (بائیں موضع چرے سا) میں دشمن کے ساتھ انکا مقابلہ ہوا فوج مخالفت نے پوری استادی مردانگی دی مگر آخر کار پسپا ہو کر گونپہ چرے میں محصور ہو گئی دیوان کو جب اس کی خبر پہونچی تو لداخ کی حفاظت کے لیے جس قدر سپاہیوں کی ضرورت تھی انھیں اس نے یہاں چھوڑ دیا باقی تمام فوج اپنے ساتھ لے کر لہاسی فوج کے مقابلہ کے لیے خود بذات روانہ ہو گیا۔ پہلے روز وہ چھچھوت میں ٹھہرا۔ اور دوسرے دن چرے پہونچ کر گونپہ کا محاصرہ کر لیا۔ ایک توپ گونپہ کے بالمقابل پہاڑی کے اوپر قائم کی۔ اس کا گولہ گونپہ کے اندر پہونچنے لگا۔ یہ گونپہ ایک پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ پانی باہر کے چشمے یا نہر سے لانا ہوتا ہے اس کا راستہ دیوان نے بند کر دیا۔ چاروں طرف محاصرہ رہا آخر الامر محصورین نے مجبور ہو کر امان کی درخواست کی۔

دیوان نے بخشی نہال سنگھ کو شرائط جان بخشی کے تصفیہ کے لیے گونپہ کے اندر بھیجا۔ وہ مخالفان کے ساتھ شرائط طے کر کے انھیں باہر لایا۔ دیوان نے چھغ چھونگ اور کرن شا کو ان کے ہمراہیوں کے ساتھ وزیر رتنو کی حفاظت میں لداخ بھیج دیا اور خود وہ چار روز یہاں ٹھہر کر انتظام ملک کی درستی میں مصروف ہوا۔ اس انتظام کو درست کر کے سردول سنگھ کیدان اور رام جی لال منشی کو اس جگہ تعینات کر کے خود لداخ کو واپس چلا گیا۔

مگر چھاؤنی کے فتح ہونے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ آخرکار تائید غیبی شامل حال ہوئی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک شخص تھنگ پا چولدن نامی ساکن نورلا فوج ڈوگرہ کے ساتھ تھا۔ یہ پہلے گیالپو کے لداخ کے زمانہ میں افسر اصطبل شاہی رہا تھا۔ گیالپو کے گھوڑے لونگ یوغا میں چرائی کے لیے رکھے جاتے تھے جس سال اس میدان میں گھاس کی قلت ہو تو اس میدان کو نالہ کے پانی سے آبپاش کیا جاتا تھا۔ اس نے دیوان کو بتلایا کہ فلاں راستہ سے نالہ کا پانی اس میدان کی طرف پھیر دیا جائے تو چھاؤنی پانی سے بھر جائے گی اور فوج محصور باہر نکلنے پر مجبور ہوگی۔ دیوان نے اس موقع کو دیکھا اور یہ تدبیر سہل الحصول اور موثر معلوم ہوئی۔ اس نے فوراً انتظام کیا۔ اور موقع معینہ پر سد بندی کر کے نالہ کا تمام پانی میدان کی طرف پھیر دیا۔ نالہ کی رو گردانی کے بعد تین روز تک اس کا پانی میدان کی طرف جاری رہا۔ اور چھاؤنی پانی سے پُر ہوتی رہی۔ دشمن نے اس سے بچنے کی ہر ایک ممکن تدبیر کی مگر اس سیل فنا سے کسی طرح نجات کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ ان کا سامان اور اسباب حرب سب پانی میں غرق ہونے لگا۔ باہر سے ڈوگروں نے گھیرا تھا۔ اب ٹھہرنے کی جگہ بھی اور نہ باہر نکلنے کا راستہ تھا۔ مجبوراً اس گرداب فنا سے ساحل نجات و امان کے متلاشی ہوئے اور دیوان سے جان بخشی کی درخواست کی۔ دیوان نے کمال دریادلی سے قاضی نادر علی اور وزیر ستھدی کو ان کی دلجمعی کے لیے بھیجا۔ جملہ افسران فوج لھاسہ بے سلاح دیوان کے پاس حاضر ہوئے۔ دیوان بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ فوج محصور کے اسلحہ اور سامان حرب ضبط کر کے فوج مخالف کو چھاؤنی سے نکلنے کا راستہ دیدیا۔ اور اسلحہ و آلات حرب جو وزیر زور آور سنگھ کے محاربات پورانگ میں لھاسہ والوں کے ہاتھ میں آئے تھے وہ بھی ان سے لے لئے اور جو الا برہمن جوان کے پاس قید تھا وہ بھی حاضر ہوگیا۔ اور نقشہ پرداز ان جیسے کہ مورو پ سنگرن اچگو غیبہ اور راجہ احمد شاہ معزول راجہ اسکردو جو لھاسہ والوں کے ساتھ تھے قید کئے گئے۔ چھاؤنی کو نیست و نابود کیا گیا۔ غرض کہ دیوان نے فوج لھاسہ پر کلی فتح حاصل کی۔

اب موقع تھا کہ وزیر زور آور سنگھ کے ارادوں کی تکمیل کی طرف توجہ کی جاتی ظالمانہ

لونگما یوغما انھوں نے اپنی مستحکم چھاؤنی قائم کرلی۔

یہ خبر سردول سنگھ کمیدان اور رام جی مل منشی کی عرضداشت سے دیوان کو پہونچی۔ اسنے سردول سنگھ کو حکم بھیجا کہ کوہستان کو عبور کرکے جس پہاڑ کے نیچے دشمن کی چھاؤنی ہے اس کے اوپر دشمن کے مقابلہ میں قدم جمائے۔ اور خود بذات قلعہ لداخ میں صرف ایک سو جوان حفاظت کی غرض سے چھوڑ کر تمام فوج اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔ اور دو روز کے اندر سردول سنگھ کی فوج کے ساتھ مل گیا۔ رات کو دورگوپ میں قیام ہوا۔ ابھی سپاہ نے اپنے اسلحہ سے گرد بھی نہیں جھاڑی تھی کہ راستہ کے محافظوں نے خبر دی کہ دشمن شب خون کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے سپاہیوں نے آرام نہیں کیا اور رات بھر تیار بیٹھے رہے۔

رات کو دشمن کی فوج شب خون کے ارادے سے لشکر ڈوگرہ کی طرف بڑھی۔ ڈوگرہ اسکے خیر مقدم کے لیے پہلے سے تیار تھے۔ چاندنی کی روشنی میں فوج مخالف دور سے نظر آئی ڈوگروں نے ان کے اوپر توپ چلانی شروع کردی۔ اور اس کی آڑ میں بندوق نے اپنا کام شروع کیا۔ پھر تلوار نے بھی اپنے جوہر دکھلائے۔ آخرکار دسپون یعنی افسر فوج اگیام کو گولی لگی۔ اس نے اپنا گھوڑا موڑا۔ یہ دیکھکر کل فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ دیوان نے چھاؤنی تک اس کا تعاقب کیا۔ جب وہ اپنی تعمیر کردہ چھاؤنی کے اندر داخل ہوگئی تو دیوان نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ آٹھ روز تک معمولی چھیڑ چھاڑ کے سوا کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ دشمن کی چھاؤنی ہر طرف سے نہایت مستحکم تھی۔ ڈوگروں کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخرالامر آٹھویں دن تنگ ہوکر انھوں نے رات کے وقت چھاؤنی پر حملہ کیا۔ اس میں بھی انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ دشمن مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنے استحکامات کے اندر سے سخت مقابلہ کیا۔ اور باروت کے فتاچے آگ لگاکر اندر سے ڈوگروں کے اوپر پھینکے اس سے دیجا دسنگھ میدان سمیت تین سو جوان ضائع ہوئے اور بہت زخمی ہوئے۔ فوج محصور کا نقصان بہت کم ہوا مگر ان کا ایک بڑا افسر جھغز وت میگ مرگولی سے مارا گیا۔ تاہم چھاؤنی پر اس حملہ کا کچھ اثر نہیں ہوا۔

اس ناکامی سے سپاہ ڈوگرہ کے درمیان بددلی پھیل گئی۔ دیوان نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان کو دلاسا دیا۔ اور ان کا حوصلہ پھر قائم کردیا۔ اسی طرح چار روز اور گذر گئے

سکونت پذیر ہے۔

وزیر رتنو چند روز لداخ میں ٹھہرا بعد ازاں لداخ کا انتظام پگنا تھانہ دار کو سپرد کر کے وہ بھی جموں کو واپس چلا گیا۔ انور گزن اُس کا نائب مقرر کیا گیا۔

اس عہدنامہ کے ذریعے لداخ کی وہی حدود قرار پائیں جو گیالپو نیڈپ نمگیل کے زمانہ میں تھیں۔ جب کہ وزیر زور آور سنگھ نے ابتدائی لداخ کو فتح کیا تھا بعد کی فتوحات علاقہ جات رودوق۔ گر۔ کوگے۔ ڈپو رانگ وغیرہ جو علاقہ کانگری کے نام سے مشہور ہے بدستور لہاسہ کے ساتھ شامل رہے۔ گیالپوے لداخ کے ساتھ جو تعلقات لہاسہ کے تھے وہ دولتین جموں و لہاسہ نے بدستور بحال رکھنے تسلیم کئے اور قیدیوں کے تبادلہ کا فیصلہ ہوا۔

حکومت لہاسہ نے ان خدمات کے صلہ میں ورچون پی شی شاتم کو کالون کا عہدہ دیا اور کچھ عرصہ بعد وہ پوت گیالپو کے اعلیٰ ترین عہدے پر پہونچا۔ کالون دور کمانگ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہا۔

باغیوں میں سے حسب ذیل اشخاص کو دیوان اپنے ساتھ قید کرتے جموں لے گیا

(۱) معزول گیالپو سوسپ ستنزن (۲) اُس کا بیٹا گیو رمت
(۳) ایشے ٹونڈ دف (۴) سرنگ تونگپس لدوخ
(۵) اچو گونپو

ان میں سے دو آدمی گیورست اور ایشے ٹونڈ دف چند سال بعد لداخ میں واپس پہونچ گئے باقی اشخاص جموں میں فوت ہوئے۔

اسی طرح سے کرگل کے راجگان اور چند معززین بھی دیوان اپنے ساتھ جموں لے گیا تھا۔ ان میں سے سلام خاں راجہ سوت جموں میں فوت ہوا اور باقی جملہ اشخاص چند سال بعد اپنے اپنے گھروں میں واپس پہونچ گئے۔

گیالپو جگمت نمگیل اور اُس کی والدہ کو مع ہمراہیان کے افسران لہاسہ نے اپنے آدمیوں کے ساتھ لداخ کو واپس کر دیا۔ دیوان ہری چند نے کہال دریا دلی اُس کی حرکات سے چشم پوشی کی اور اُس کے دادا کی سالم جاگیر ستوک اُس کے حق میں بحال رکھی

اس کے دل پر سرگ باشی کے فتح کردہ علاقہ جات کے واپس لینے کی بھی کوشش نہیں
کی گئی۔ اور دیوان بوجہ کمالت جسمانی اسی جگہ سے اس فتح عظیم کی خوشی مناتا ہوا
لداخ کو واپس ہوا۔ وزیر رتنو کو اس نے پیچھے چھوڑ دیا کہ افسران لہاسہ اور دیگر قیدیان
کو ساتھ لے آئے جب دیوان چلا گیا تو افسران لہاسہ کے خیالات پھر برگشتہ ہو گئے
انھوں نے وزیر کے ساتھ لداخ جانے سے انکار کیا۔ اس کشمکش میں کالون رگاشا
سنگلاخ ام ٹٹ پر موضع شاچوکل کے نزدیک مارا گیا۔ پی شی شاٹا ذریپ چھوت اور
زور کھانگ کھر پون لداخ میں پہونچے۔

عہد یہ حملہ افواج لہاسہ کی خبر مہاراجہ گلاب سنگھ کو پہونچی تو اس نے اور چار ہزار فوج
دیوان کی کمک کے لیے کشمیر سے روانہ کی تھی اس فتح کے بعد اس کو کمک کی ضرورت
باقی نہ رہی اس لیے دیوان نے اس کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

حکومت لہاسہ نے گرپون جور گمبس کے ذریعے مصالحت کی درخواست کی
گرپون مذکور لداخ میں دیوان کے پاس حاضر ہوا۔ حکومت لہاسہ کی طرف سے
پی شی شاٹا اور کالون زور کھانگ جو لداخ میں نظر بند تھے وکیل صلح مقرر کیے گئے
اور سرکار جموں کی طرف سے دیوان ہر یچند سپہ سالار مہم لداخ اور وزیر رتنو سپہ سالار
دوئیم کو مصالحت کے اختیارات دیے گئے۔ انھوں نے فیمابین دولتین جموں و
لہاسہ عہد نامہ کی توثیق کی یہ عہد نامہ تاریخ جموں کے ضمیمہ میں شامل ہے

جب عہد نامہ کا فیصلہ ہو گیا تو دیوان ہر دو کلاے لہاسہ اور دیگر لہاسی افسران
و اسیران جنگ کو ساتھ لے کر جموں گیا وہاں عہد نامہ کا استحکام کیا گیا۔ اور لہاسی افسران
اور دیگر اشخاص خلعت ہاے فاخرہ سے مفتخر ہو کر لہاسہ کو واپس ہوئے۔

راجہ احمد شاہ کو بھی مع ہمراہیان کے بحالت قید سرکار میں حاضر کیا گیا کچھ عرصہ
وہ جموں میں بمقام گومٹ دمدادہ نظر بند رہا۔ اس کے بعد اس کا ایک بیٹا محمد علی خاں
فرار ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ اور لودھیانہ میں فوت ہوا۔ اسیر راجہ احمد شاہ کو مع اس کے
متعلقین کے کشتوار میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں وہ اپنی زندگی بھر نظر بند رہا۔ اس کے
فوت ہونے پر اس کی اولاد کو کشمیر میں جاگیر عطا کی گئی۔ اب بھی ان کی اولاد ترال میں

دسواں باب

رفع فساد بلتستان۔ پوریگ وزانسکار

ڈوگرہ مہم بلتستان نمبر ۵ بسرکردگی وزیر لکھپت کشتواریہ

گو کہ مطابق ترتیب مضامین تاریخ ہذا اس مہم کا بیان بسلسلہ واقعات حصہ بلتستان ہونا چاہیے تھا مگر بوجہ اس کے کہ بغاوت بلتستان کا ذکر بسلسلہ بغاوت لداخ ہو چکا ہے سلسلہ واقعات کو قائم رکھنے کی غرض سے اور نیز اس غرض سے کہ اس سرحد کی جملہ مہم ہائے ڈوگرہ ایک ہی جگہ مذکور ہوں میں نے اس مہم کو لداخ کی مہموں کے سلسلہ میں بیان کر دیا ہے۔ تاکہ اس طرف کی ڈوگرہ فوج کشی کے تمام حالات ایک ہی جگہ پر دیکھے جا سکیں۔

بلتستان کی بغاوت کے متعلق قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں صورت یہ تھی کہ سلیمان خان راجہ شغر اور محمد شاہ راجہ اسکردو قید خانوں میں سختی بھگت رہے تھے اور اسکردو و شغر میں کا چو حیدر خان کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ ڈوگرہ افسران و دستہ فوج متعینہ اسکردو موضع نیالی اور اس کی اطراف میں منتشر طور پر قید کی سزا بھگت رہے تھے اور ڈوگرہ حکومت بلتستان کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس فتنہ و فساد کو فرو کرنے کی غرض سے اور مفسدوں و باغیوں کی سرکوبی کے لیے مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے معتمد وزیر لکھپت کشتواریہ کو تعینات کیا۔

وزیر لکھپت تقریباً تین ہزار ڈوگرہ سپاہ جرار اپنے ساتھ لے کر مفسدان بلتستان کی تنبیہہ کی غرض سے اپنے آبائی ملک کشتوار سے براہ نالہ چیلونگ سورو میں وارد ہوا۔ چونکہ یہ علاقہ بھی برگشتہ ہو چکا تھا۔ اس لئے تقریباً ہر ایک جگہ راستہ

اور چھوٹے غسفرول کے دوسرے بیٹے فونسوک ستن ستونگ یولگیل کو نصف موضع ماٹھو پہلے سے بطور جاگیر ملا تھا یہ جاگیر بدستور بحال رکھی۔ اس وقت سے ان دونوں بھائیوں جگسمت اور فونسوک نے اپنی اپنی جاگیر میں علیحدہ علیحدہ رہائش اختیار کی۔ ان کی اولاد اب تک موجود ہے اور اپنی اپنی جاگیر پر قابض ہے

جگسمت نمگیل کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے صنم نمگیل کو اُس کے باپ کی جگہ گیالپو تسلیم کیا گیا۔ اور جگسمت نمگیل کی سالم جاگیر اُس کے نام بحال رہی۔ بعد میں یہ گذارہ سے تنگ ہوا اس سبب کچھ نقدی وظیفہ بھی اُس کے لیے مقرر ہوگیا ۱۹۱۶ء تک یہ خطابی گیالپوے لداخ تھا۔ اس کے کسی گوشہ میں گوشہ گیر ہو جانے پر اُس کا بیٹا جگسمت ڈاڈول نمگیل بجائے اپنے باپ کے جاگیردار ستوک و گیالپو کے لداخ ہوا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ وہ اسمبلی کا ممبر ہے اور نو براہ میں کچھ اور جاگیر اُسے عطا ہوئی ہے۔

چھو غسفرول کے دوسرے بیٹے ستونگ یولگیل کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا لھونگ نمگیل رہا گیر دار ماٹھو ہوا اُس کے فوت ہونے پر اُس کا دوسرا بیٹا ٹانگ دا تھائیں نمگیل جاگیردار ہوا اُس کا بڑا بھائی تھوس توبس گونپہ ہیمس کا لامہ ہے۔

اس مہم کے بعد لداخ میں مسلسل امن وامان رہا۔ اور کسی دوسری مہم کی ضرورت نہیں ہوئی۔ ملک روز بروز اچھے انتظام کی بدولت ترقی کر رہا ہے۔ اور اب لداخی انگریزی اور اُردو تعلیم حاصل کر کے معزز عہدے بھی حاصل کرنے لگے ہیں۔ جس کی بنیاد رکھنے کا فخر مجھے حاصل ہے لیکن اس سلسلہ میں موریوین مشن لداخ کے پادریوں کی کوشش بھی قابل تعریف ہے۔



چونکہ پھاٹک کھلا ہوا تھا سپاہ ڈوگرہ قلعہ کے اندر داخل ہوگئی اور سخت کشت و خون برپا کیا۔ محصورین پریشان ہو کر بھاگ گئے بعض خشکی کے راستہ سے نکل گئے بعض دریائے سندھ کو تیر کر پار ہوگئے۔ بہتیرے دریا میں ڈوب گئے۔ غرض کہ اہل قلعہ کے اوپر بڑی تباہی آئی صبح ہونے تک اس پہاڑی کے اوپر سپاہ ڈوگرہ نے علم فتح و ظفر بلند کر دیا۔

کاچو حیدر خاں نے جب دیکھا کہ اقبال منہ موڑ چکا ہے اور مقابلہ بے سود ہے تو اُسے اپنی جان بچانے کی فکر ہوئی۔ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر شمالی دروازے سے نکل کر راتوں رات روانہ شغر ہو گیا۔ اور وہاں سے انتظام کر کے مع ہمراہیاں براہ نالہ تھلے وسلتورو یارقند کے قصد سے روانہ ہوا۔ مگر چونکہ بخت یاور نہ تھا راجہ دولت علی خاں کو وقت پر خبر لگ گئی اس نے بنظر خیر خواہی سرکار اپنے آدمی بھیج کر اُسے مع اسی نفر ہمراہیاں کے قید کر کے کھپلو میں منگوایا۔ اور وہاں سے اپنے ساتھ لیجا کر وزیر لکھپت کے سامنے پیش کیا۔ وزیر لکھپت نے دولت علی خاں راجہ کھپلو کی اس خدمت کی بڑی قدر دانی کی اور حیدر خاں کو مع ہمراہیان قید کر لیا۔ بعد میں وزیر اسے اپنے ساتھ جموں لے گیا اور وہ اسی جگہ فوت ہوا۔

چونکہ کھر پوچھے مفسدوں کی جائے پناہ ثابت ہوا تھا۔ وزیر لکھپت نے آگ لگا کر اسے ویران کیا۔ اس کے اندر ایک شاندار چھوٹی مسجد تھی اسے رہنے دیا۔ باقی تمام عمارت کو تباہ کر دیا۔ اور اس قابل نہیں رکھا کہ دوبارہ اس کا استعمال ہو سکے۔ یہ مسجد اب تک موجود ہے بعد میں عمارت قلعہ کی مرمت کر کے چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنا دی گئیں جو سامان حرب کے ذخیرہ کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور محکمہ جنگی کے قبضہ میں ہیں۔

وزیر زور آور سنگھ نے نالہ ست پر کے داہنے کنارہ کی طرف ایک پہاڑی کی چوٹی کے اوپر جدید قلعہ کی بنیاد رکھی تھی۔ اور تعمیر شروع کی تھی۔ وزیر لکھپت نے اپنے قیام اسکردو کے زمانہ میں اسے تکمیل کو پہنچایا اور بھگوان سنگھ کو جو نیالی کی قید سے رہا ہو چکا تھا قلعہ دار مقرر کر کے مع تین سو سپاہیوں کے اس قلعہ میں تعینات کیا۔ اور ان کے خرچ خوراک کے لئے کل علاقہ اسکردو دو پینی پول (دو من سے چار من تک کے تخم کارقبہ زرعی) ۲۲ مار غلہ گندم و گرم ۱ مار مکھن ۱۰ مار نمک دو من گھاس۔ چار من لکڑی سالانہ علاوہ از رسوم راجگی مقرر

میں اس کی مزاحمت ہوئی مگر وہ مردانہ وار مقابلہ کرتا ہوا کرگل پہونچ گیا۔ اس کے کرگل پہونچنے سے پیشتر دیوان ہری چند اور وزیر تنو جنگ تیک تیک مو میں مفسدان کی قلع قمع کر کے روانہ لداخ ہو چکے تھے۔ وزیر لکھپت نے پہلے اس علاقہ کا اندرونی انتظام درست کیا۔ بعد ازاں بمشورہ راجہ علی شیر خاں راجہ کرتخشہ پیش قدمی بلتستان کی تیاری کی۔

وزیر نے پل کرکت سے دریائے دراس کو عبور کیا اور یہاں سے شنگھو شغر میں پہنچا یہاں راجگان اسکردو نے ایک برج تعمیر کیا تھا جس میں کچھ فوج تعینات رہتی تھی اس فوج نے وزیر لکھپت کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی وہ سب کے سب قید ہو گئے یہاں سے وزیر اپنی فوج کو میدان دیوسی کے بالائی حصہ پر لے گیا۔ وہاں سے نالہ کنچوں میں اترا۔ یہ کوچ وزیر نے ایسے حسن تدبیر اور تیزی کے ساتھ کیا کہ جب تک یہ فوج کنچوں کے گانوں میں نہیں پہونچ گئی کسی فرد بشر کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہوئی کاچو حیدر خاں کو اس فوج کے وارد کنچوں ہونے کی اطلاع ملی تو مقابلہ کا خیال چھوڑ کر وہ کھرپوچے میں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر لکھپت نے اسکردو پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ اپنی جائے وقوع کے ناقابل دسترس ہونے کی وجہ سے قدرتی طور پر مستحکم تھا اور جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ کئی روز تک لڑائی جاری رہی مگر وزیر کی کوئی تدبیر قلعہ کے زیر کرنے کے متعلق کارگر نہ ہوئی۔ لہذا اس نے راجہ علی شیر خاں اور راجہ محمد شاہ کو درمیان میں ڈال کر وزیر محمد علی چھوٹ پا کے ساتھ جو دروازہ قلعہ کی سپاہ محافظ کا افسر تھا سازش کی۔ اور اس کو اس امر پر راضی کیا کہ رات کے وقت دروازہ قلعہ کھلا رکھیگا۔ نیورانگا کی طرف جو پہاڑی ہے اس کے اوپر بھی ایک برج تھا۔ جس کے اندر سے قلعہ کے بالائی راستہ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ اس برج میں جو سپاہی تعینات تھے وہ بھی وزیر محمد علی مذکورہ کے ماتحت تھے۔ اُن کی طرف سے بھی اس نے اطمینان دلایا کہ فوج ڈوگرہ کی مزاحمت نہ کریں گے۔

چنانچہ اس قرارداد کے مطابق رات کو وزیر نے ایک دستہ فوج نیورانگا کی طرف سے پہاڑی کے اوپر روانہ کیا۔ اور باقی فوج کے ساتھ خود بذات دروازہ قلعہ پر حملہ کر دیا

وزیر اسکردو واپس پہونچا ہے تو قلعہ بہمہ وجوہ مکمل ہو چکا تھا۔ اور فوج اس کے اندر اطمینان کے ساتھ سکونت پذیر تھی۔ ملک میں ہر طرف امن وامان تھا۔ لہذا وزیر قیدیان بلتستان کو ساتھ لے کر براہ کشتوار جموں کو واپس روانہ ہوا۔

وزیر پوریگ پہونچا تو اس علاقہ کے جملہ راجگان کو جیسے کہ حسین خاں راجہ پشکم سلام خاں، راجہ سوت۔ رحیم خاں راجہ تکچہ۔ سیوانگ نمگیل۔ کالون ملبہ چھندہ نمگیل راجہ ٹمبس۔ اور اس کے بھائی کونگا نمگیل۔ وزیر قدوس بیگ وزیر سوت اور دیگر اشخاص کو جنھوں نے شورش برپا کی تھی اور بغاوت میں شریک تھے قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔

اس کے علاوہ وزیر نے بلتستان و پوریگ کے ایسے اشخاص کو جنھوں نے بغاوت میں عملی حصہ لیا تھا اور خونریزی کی تھی سزائے موت بھی دی۔ اور اُن کے سر نمایاں مقامات پر عبرتاً لٹکا دیئے۔ پوریگ کی حفاظت کے لیے کرگل۔ دراس۔ اور سورو کے قلعوں میں فوج تعینات کی۔ یہ انتظام حال تک جاری تھا تھوڑا عرصہ ہوا کہ بسلسلہ تخفیف قلعہ جات ختم ہوا ہے اسی طرح سے بلتستان میں شگر اور استق کے قلعوں کا انتظام بھی ختم ہو چکا ہے اب صرف اسکردو اور لیہ لداخ میں باقاعدہ فوج رہتی ہے۔

الغرض وزیر لکھپت کی مہم بلتستان ہر ایک پہلو سے نہایت کامیاب رہی اور جو انتظام اُس نے بلتستان اور پوریگ میں کیا تھا وہ بطور سنگ بنیاد کے آج تک جاری ہے۔

پوریگ کا انتظام درست کرنے کے بعد وزیر لکھپت نے زانسکار کی طرف توجہ کی کیونکہ یہ علاقہ بھی روگرداں ہو گیا تھا اور وزیر زور آور سنگھ کے مقرر کردہ تھانہ دار جمعدار دیو اور اس کے ماتحت سپاہیان ڈوگرہ کو قتل کر کے چے مور گیالپو نے حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ کر دیا تھا اور اپنے ولی عہد بلچن کو لداخ میں مبارکباد کا پیغام پہونچانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ وزیر لکھپت زانسکار پہونچا ہے تو رعایا نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ وزیر نے بھی رعایا کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ البتہ گیالپو چے مور کو مع اہل وعیال قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا اور اس کی تمام جائداد

کی۔ اس کے سوا اور کوئی نذرانہ یا مالیہ اس نے رعایائے اسکردو پر نہیں لگایا۔ اس سد کی وصولی کا کام بھی اس نے راجۂ اسکردو کو سپرد کیا جو اپنے اہتمام میں رعایا سے وصول کرکے قلعہ دار کو حوالہ کر دیتا تھا۔

محمد شاہ کو بدستور راجۂ اسکردو مقرر کیا گیا۔ اور اس کے اختیارات میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔

کھپلو میں دولت علی خاں کو اور کرس میں خورم خاں کو بدستور راجہ تسلیم کیا اور ان کی جاگیریں حسب دستور سابق بحال رکھیں۔

راجہ علی شیر خاں نے اپنی حسن خدمات سے اپنا رسوخ بہت بڑھا لیا تھا وہ بدستور کرتخشہ کا جاگیردار رہا۔ اور اس کے علاقہ جاگیر کے اندر کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی گئی۔ طولتی کا راجہ احمد خاں بدستور بحال رہا۔

یہ انتظام کرکے وزیر لکھپت شغر کو روانہ ہوا۔ یہاں اصلی حقدار راجگی سلیمان خاں فوت ہو چکا تھا۔ لہذا اس کے بیٹے امام قلی خاں کو راجہ مقرر کیا اور اس کی جاگیر اور اختیارات بدستور بحال رکھے اور کچھ فوج بغرض حفاظت اس جگہ تعینات کر دی۔

شغر کا انتظام درست کرکے وزیر لکھپت بغرض رفع کرنے شورش کے روندو کو روانہ ہوا۔ اس فوج نے بشو کا جنگل عبور کرکے روندو پر حملہ کیا۔ خفیف مقابلہ کے بعد روندو فتح ہو گیا۔ مگر اس معرکہ میں راجہ محمد شاہ کا وزیر گوغونی پا بونو مارا گیا۔ یہ راجہ محمد شاہ کا وفادار ملازم اور وزیر لکھپت کا راہبر تھا۔ یہاں اس وقت علی خاں راجہ تھا۔ اس کی جاگیر بھی وزیر نے بحال رکھی۔ مگر اس کے بیٹے حسین خاں کو بطور یرغمال اپنے ساتھ لے گیا۔ اور کچھ فوج بغرض حفاظت قلعہ استق میں تعینات کر دی۔

استور میں اس وقت جبار خاں راجہ تھا۔ اس نے بھی شورش برپا کی تھی روندو کا انتظام درست کرکے وزیر لکھپت نے براہ ہرپولا استور پر حملہ کیا۔ جبار خاں قلعہ بند ہو گیا۔ وزیر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ کو بہت طول ہوا۔ اور قلعہ کے اندر خوراک کی تکلیف محسوس ہونے لگی تو راجہ کو باہر نکلنا پڑا۔ اس نے اظہار اطاعت کیا۔ اور وزیر اسکی گوشمالی کرکے اسکردو کو واپس ہوا۔

گیارھواں باب

لداخ کی تجارت صنعت وحرفت پیداوار زرعی معدنیات و عجائبات

لداخ کا شہر ترکستان چینی اور لہاسہ کے مال تجارت کے ممالک ہند کے میدانی اور معتدل درجہ کے کوہستانی علاقہ جات کے سامان تجارت کے ساتھ تبادلہ کی منڈی ہے۔ ترکستان چینی سے عموماً نمدے سپارچہ جات۔ ابریشمی و ابریشم خام۔ قالین۔ پوستین اور چرم پوستین پشمینہ۔ سوتی موٹا کپڑا۔ چرس۔ بدخشانی اور یارقندی گھوڑے۔ چاندی اور خفیف مقدار میں خاک طلا۔ اور ظروف چینی ساخت چین و روس۔ اور گلیم یعنی اُونی فرش اور اسی قسم کی متفرق چیزیں لداخ میں درآمد ہوتی ہیں۔ اور اس طرف سے ارزان قسم کے پارچات سوتی وولایتی و ہندی۔ گوڑ اور شکر۔ ارزان قسم کی چائے دباغت دیا ہوا چمڑا۔ مونگا۔ اور اسی قسم کی چیزیں برآمد ہوتی ہیں۔ لہاسہ سے چینی چائے۔ فیروزے۔ مشک نافہ۔ ادویات چینی۔ پشمینہ۔ اُون۔ چینی۔ برتن چینی ریشمی کپڑے اور دیگر سامان اور نیز پیتل و تانبہ کے برتن۔ چرم پوستین۔ نمک وغیرہ کی قسم کی چیزیں درآمد ہوتی ہیں اور لداخ سے خشک میوہ خوبانی گیہوں دگرم۔ اونی کمل اور شال پشمینہ ساخت بلتستان وغیرہ برآمد ہوتی ہیں۔

لداخ میں ایسی کوئی صنعت و حرفت نہیں ہے جس کی تجارت وسط ایشیا یا ہندوستان کے ساتھ بڑے پیمانہ پر ہوتی ہو۔ جو مال تجارت ترکستان یا لہاسہ سے لداخ میں آتا ہے اس کا اکثر حصہ کشمیر و ہندوستان بھیجا جاتا ہے اور کچھ ملکی چیزیں بھی از قسم پشمینہ و اُون و چرم پوستین اور یاک کی دُم وغیرہ بھی ہندوستان کو بھیجی جاتی ہیں۔ اور ہندوستان سے ہر قسم کی ضروریات زندگی لداخ میں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ البتہ لداخی اپنے ذاتی استعمال کے لیے اونی کپڑا اور بکری و یاک کے بالوں کا فرش بناتے ہیں۔ اس کے لیے کوئی خاص فرقہ مخصوص نہیں ہے۔ قریب

ضبط کرلی۔ بلجوں اُس وقت موجود نہ تھا اس لیے وہ قید سے بچ گیا۔ بعد میں کشمیر میں بعارضہ چیچک مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ اور اس طرح اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر لکھپت نے زانسکار میں مہتہ لبتی رام کو تھانہ دار مقرر کیا۔ اور اُس کے ساتھ کچھ سپاہی تعینات کر دیے۔ وزیر زورآور سنگھ کے تعمیر کردہ قلعہ کو ترک کر کے اُس نے جدید قلعہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے۔ اس دوران میں وزیر نے مالیہ کی بھی تجویز کی۔ غرض کہ فوجی اور ملکی انتظام ہر طرح سے مکمل طور پہ درست کرنے کے بعد وہ جموں کو واپس ہوا۔

نالہ وناؤں میں ایک قسم کے جنگلی درخت کی جسے مقامی طور پر پدم اور انگریزی میں سیڈر کہتے ہیں کثرت ہے یہ درخت بعض جگہ نالہ جات میں بھی پایا جاتا ہے عمارتی اغراض میں کام آتا ہے مگر خاص خاص صورتوں کے سوا اس سے کام نہیں لیا جاتا اور مذہبی طور پر بودھ لوگ اسے مقدس سمجھتے ہیں اور کوئی جنگل اس علاقہ میں نہیں ہے۔

چوب عمارتی و سامان خانگی کے لیے بید و سفیدہ کے درخت کاشت کیے جاتے ہیں اور اسی طرح چارہ جانوران کے لیے بھی رشقہ وغیرہ کاشت کیا جاتا ہے۔

ہیزم سوختنی بہت کم دستیاب ہوتی ہے صرف نوبراہ میں بعض اقسام خودرو درختوں کی نالوں کے اندر اور پہاڑوں کے دامن میں ہیں جن کی لکڑی جلانے کے کام میں آتی ہے عموماً گھوڑے کی لید اور چھوٹی جھاڑی بوٹی سے کھانا پکانے کا دستور ہے باوجود سرمائے شدید کے ایندھن نہ ہونے کی وجہ سے تاپنے کا رواج بالکل نہیں ہے جس قدر سردی بڑھتی جاتی ہے لوگ اپنے اپنے لباس کی تعداد کو بڑھاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ شدت سردی کا اندازہ بھی تعداد لباس سے کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک چوغہ کی سردی۔ دو چوغہ کی سردی وغیرہ وغیرہ۔

گو کہ وادیوں میں بارش اور برف باری نہیں ہوتی لیکن سلسلہ ہائے کوہستان کی چوٹیوں پر خوب برف پڑتی ہے جس کی وجہ سے ندی نالے تمام سال جاری رہتے ہیں اور کہیں کہیں چشمہ جات بھی اُبلتے ہیں ان کے پانی کو کاسیگری سے پھیر کر اراضی مزروعہ تک پہونچایا جاتا ہے جہاں کہیں اراضی قابل زراعت اور آب رواں کا اجتماع ہے وہاں آبادی ہے ورنہ زمین سوکھی پڑی ہے یا پانی جو اس ملک کا سونا ہے بہتا ہوا دریا میں شامل ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں پہونچتا۔

معدنیات میں سے زمانہ قدیم میں لداخ میں دریائے سندھ دریائے شایوک کے کنارے زمین کھود کر سونا بکثرت برآمد کیا جاتا تھا مگر کہا جاتا ہے کہ اس کی قوت اب ختم ہو گئی ہے لہذا یہ کام ترک کر دیا گیا ہے ان مقامات پر سونا نکالنے کی کان ہائے ابتک موجود ہیں۔

عہد ڈوگرہ کے آغاز میں علاقہ نوبراہ سے پھول (ایک قسم کا شورجب سے سوڈا کا

قریب ہر شخص اپنے استعمال کے لیے اپنے گھر میں بنالیتا ہے۔

لداخ کا زرعی موسم بہت چھوٹا ہے اور چونکہ اکثر حصہ ملک کا ارتفاع سطح سمندر سے دس ہزار فٹ سے لے کر چودہ پندرہ ہزار فٹ تک ہے اس لیے تقریبًا تمام اراضی مزروعہ یک فصلی ہے۔ زمین بیحد زرخیز ہے اور تھوڑے عرصہ میں فصل تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ ہوا میں یبوست بہت زیادہ ہے اور بارش بالکل نہیں ہوتی ہے اس لیے وادیوں کے اندر آبپاشی کے بغیر کوئی جنس پیدا نہیں ہوتی۔ زراعتی پیداوار میں سب سے بڑی جنس گرم اور گیہوں کی ہے۔ گرم ایک قسم کا جو ہے جس کے اوپر چھوسی نہیں ہوتی ہے اور یہی اصلی خوراک لداخیوں کی ہے اسکے علاوہ اجناس ربیعہ میں۔ مٹر۔ باقلہ۔ مسور۔ سرسوں وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں اور خریفیہ کی اجناس میں ترنبہ۔ کنگنی۔ چینا پیدا ہوتے ہیں۔

ترکاریوں میں شلجم بہت ہر دلعزیز ہے اور بکثرت کاشت ہوتا ہے اور بعض قسم کے ساگ اور پیاز وغیرہ بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔ بیرونی اشخاص گوبھی۔ کرم کلہ۔ گانٹھ گوبھی۔ اور بڑے پیمانہ کے ولایتی شلجم وچقندر اور آلو۔ وغیرہ قسم کی ترکاریاں کاشت کرتے ہیں۔ میں نے مرچ اور کدو اور مکی اور دیگر ہندی ترکاریاں بھی وہاں تجربۃً کاشت کی ہیں۔ مگر ملکی آدمیوں کو ان کا شوق نہیں ہے

سرکاری طور پر رُئی اور اوٹ کی کاشت کامیابی کے ساتھ لداخ میں کی گئی لیکن ملکی آدمیوں کے درمیان اس کا رواج نہیں ہوا۔

میوہ جات کی قسم میں سے نوبراہ اور پائینی وادی سندھ میں اخروٹ۔ خوبانی سیب اور کسی قدر انگور اور توت بیدانہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر لداخ اور اس کے اوپر کے علاقہ جات میں کوئی میوہ پیدا نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ عام درختوں میں بھی سفیدہ اور بید کے سوا کوئی درخت کہیں نظر نہیں پڑتا۔ اور جب زیادہ بلندی پر پہونچو تو یہ دونوں سخت جان درخت بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ شہر لیہ میں خوبانی کے معدودے چند درخت ضرور موجود ہیں اور کوئی میوہ پیدا نہیں ہوتا ہے۔ میں نے اخروٹ وچنار نہال لگائے مگر بہار میں سرسبز ہوکر سردی میں سوکھ گئے۔

مگر صرف امیر لوگ اُسکا استعمال کرتے ہیں

گرمائی اور سرمائی دونوں موسم کا لباس مردانہ وزنانہ اونی ہے مرد بند گلے کے چوغہ کی قسم کا ایک لباس استعمال کرتے ہیں جو ٹخنہ تک پہونچتا ہے۔ عورتیں پیشواز پہنتی ہیں جس کا دامن ٹخنہ تک پہونچتا ہے۔ اس کے نیچے مرد اور عورتیں دونوں تنگ مہری کا پاجامہ استعمال کرتے ہیں اور امرا اسس چوغہ و پیشواز کے نیچے چاکدار کرتہ بھی پہنتے ہیں سردی کے موسم میں امیر لوگ چوغہ کے اوپر از قسم صدری ایک لباس پہنتے ہیں اور کچھ لوگ پوستین بھی استعمال کرتے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ایک طولانی کمر بند سے کمر ضرور کستے ہیں۔ اور عورتیں پیشواز کے اوپر بکری کا چمڑا بالوں کو اندر کی طرف رکھکر اوڑھتی ہیں یا چمڑے سے کیپ کی قسم کی ایک چیز تیار کرکے اوڑھتی ہیں۔ زنانہ لباس کی تکمیل کے لیے یہ چیز بہت ضروری خیال کی جاتی ہے۔ اگر کوئی چیز کہیں سے لانی یا لیجانی ہو تو ایک خاص ٹوکری اسی کھال کے اوپر عورتیں اپنی پیٹھ پر رکھ لیتی ہیں۔ جس کا تسمہ اُن کے سینہ پر رہتا ہے۔ کسی عورت کی گود میں بچہ ہو وہ بھی اُسی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے۔ عورتیں سر کے اوپر ایک قیمتی لباس استعمال کرتی ہیں جس میں چاندی سونے کے زیورات اور فیروزے جڑے ہوتے ہیں اس کی نوک پیشانی کے اوپر ہوتی ہے اور پیشانی سے جوڑی ہوئی ہوتی کانوں تک پہونچتی ہے۔ یہاں سے لٹکتی ہوئی پیٹھ تک چلی جاتی ہے۔ اس کا نام ملکی زبان میں پیراک ہے اور عموماً اس ملک کی عورتوں کا یہی زیور ہے یہ سو پچاس روپیہ سے لے کر ہزاروں روپیہ تک کی قیمت کا ہوتا ہے۔ کانوں کی حفاظت کے لئے چمڑہ کا پردہ سر کے بالوں کے ساتھ گوندھ دیا جاتا ہے۔

عورتوں کی چوٹی ایڑی تک لمبی ہوتی ہے مرد بھی چوٹی رکھتے ہیں مگر اس کی درازی کمر تک محدود ہے۔

مرد و عورت دونوں اونی بوٹ گرمی و سردی ہر دو موسم میں استعمال کرتے ہیں اس کے تلوے کے اوپر کچا چمڑا چڑھا ہوتا ہے۔

عجائبات لداخ میں سے چشمہ آب گرم ہیں بعض چشموں میں گندھک کی آمیزش ہے جیسے کہ دو پتو کے چشمہ جات آب گرم جو کان گندھک کے قریب واقع ہیں اور

کام لیا جاتا تھا) اور علاقہ رد پشو سے سوہاگہ و گندھک وشورہ کے برآمد کرنے کا دستور تھا مگر جب سے کہ ان چیزوں کی تجارت ہندوستان کے بازاروں میں بوجہ اُس ملک کی پیداوار کے ارزاں ہوجانے کے فائدہ مند نہیں رہی ان کی برآمدگی بھی بند ہوگئی ہے

لوہے کی کان چراسا علاقہ نوبراہ اور فتوکسر واقعہ پائین لداخ میں ہے قدیم الایام میں ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اب کام نہیں لیا جاتا کیونکہ ہندوستان سے سستا لوہا وہاں پہونچتا ہے۔

تانبہ کی کان لنگشٹ میں ہے اس سے بھی فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا

سیسہ کی کان بھی چراسا میں ہے۔

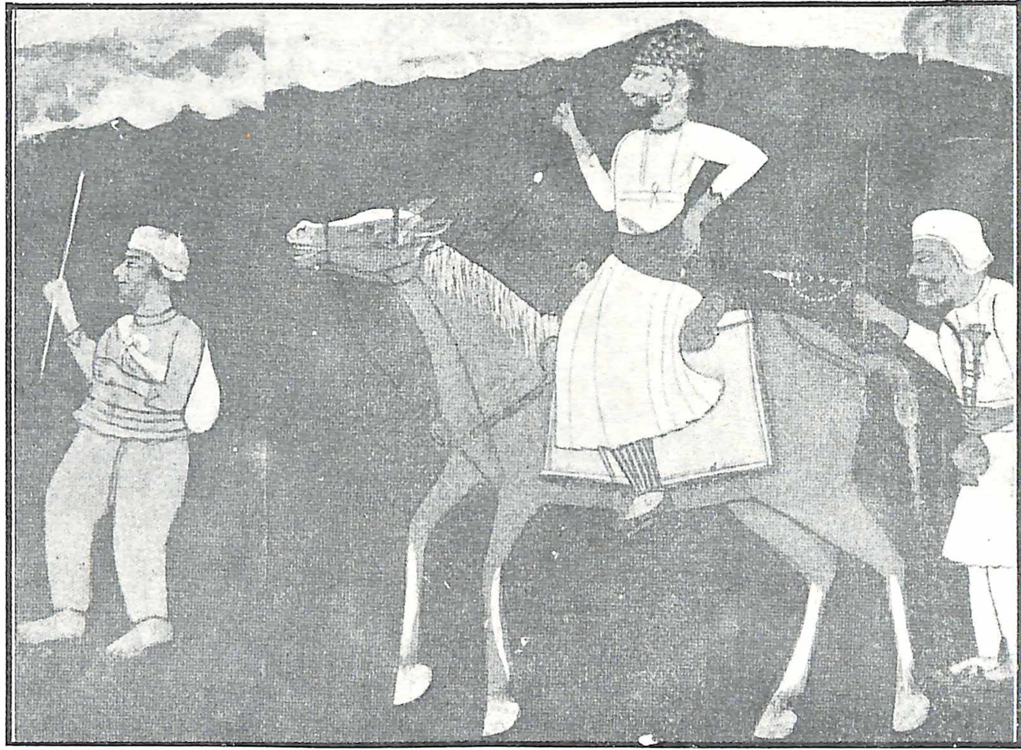
سنگ سبز کی کان بغدونگ واقعہ نوبراہ میں ہے مگر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا

نیلا طوطیا کی کان موضع ہنو لداخ پائین میں ہے۔ یہ بھی بیکار پڑی ہوئی ہے۔

پھٹکری کی کان بھی نوبراہ میں ہے اور اس کا کوئی استعمال نہیں ہے

نمک جھیل رد پشو و جھیل ٹاپچی سے برآمد ہوتا ہے مگر چونکہ اس کام کو تمامتر قدرت پر چھوڑا ہوا ہے نمک میں اسقدر تلخی پیدا ہو جاتی ہے کہ انسانی استعمال کے قابل نہیں رہتا تاہم ملکی لوگ اسی نمک کو انسانی اور حیوانی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ ایک خاصہ ذریعہ آمدنی کا ہے اگر ذراسی ہنرمندی کو اس میں دخل دیا جاوے تو اچھی قسم کا نمک تیار ہوسکتا ہے میں نے اس کام کو شروع کیا تھا۔ مگر اُسے تکمیل پہونچانے نہیں پایا تھا کہ میں وہاں سے چلا آیا۔

لوگوں کی خوراک عموماً زان ہے جو عام طور پر گرم سے بنایا جاتا ہے اس کا دستور یہ ہے کہ پہلے دانہ گرم کو صاف کرکے قدرے بھونا جاتا ہے پھر پیس کر ستو بنایا جاتا ہے اس ستو کو پانی میں پکا لیتے ہیں اور گولیاں بنا کر کھا جاتے ہیں اس کا نام زان ہے اس ستو کا استعمال چاے یا چھنگ کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔ لداخ میں پانی پینے کا دستور صرف جانوروں تک محدود ہے۔ لوگ بجاے پانی کے عموماً چھنگ کا اور جو چھنگ نہیں پیتے وہ چاے کا استعمال کرتے ہیں چاے پینے کا رواج بہت زیادہ ہے جو نمکین ہوتی ہے اور جس میں مکھن مِلا کر پلایا جاتا ہے۔ کشمیر کا چاول لداخ میں بھی پہنچتا ہے



مہتہ بستی رام کشتواریہ
وزیر زورآور سنگھ کہلوریہ کی فوج کا ایک افسر اور مابعد میں
تھانہ‌دار لداخ

بعض میں گندھک بو نہیں ہے جیسے کہ چشمہ آب گرم واقعہ پناہگ۔ اس کا پانی بہت
تیز گرم برآمد ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں چاول پک سکتے ہیں۔ میں نے اس کا امتحان
کیا مگر ناکام رہا۔ ممکن ہے کہ میں نے کافی دیر تک چاول چشمہ کے پانی کے اندر نہیں رکھے
ان چشموں میں بعض مخصوص امراض کے مریض دیر تک بیٹھکر غسل کرتے ہیں جو چشمے
زیادہ گرم ہیں ان کا پانی ایک نہر کے ذریعے کسی قدر فاصلہ پر لیجا کر حوض میں گراتے
ہیں اور اس کے اندر بیٹھکر غسل کرتے ہیں۔ ملکی آدمی ان کی تاثیر کے بہت معتقد ہیں
مجھے بھی ان چشموں میں غسل کرنے کا خبط رہا ہے اور لداخ و بلتستان کے قریب
قریب ہر ایک چشمہ آب گرم میں بکثرت دیر دیر تک بلا ضرورت محض شوقیہ طور پر میں نے
غسل کئے ہیں۔ اور ان کی کوئی تاثیر طبی میں نے کبھی محسوس نہیں کی ہے۔

خصوصیات لداخ میں دم گیری بھی ہے جس کا مفصل تذکرہ مرزا حیدر کے
بیان میں گذر چکا ہے میدانی ممالک کے بعض باشندگان کو شہر لداخ میں بھی یہ تکلیف محسوس
ہوتی ہے اور ان کی نیند حرام ہو جاتی ہے مشقت نہیں کر سکتے۔ میں نے چودہ پندرہ ہزار
فٹ کی لبندی پر بھی اسے محسوس نہیں کیا البتہ جب کبھی اٹھارہ بیس ہزار فٹ کے
درمیان کی بلندیوں پر گذرنے کا اتفاق ہوا تو یہ تکلیف ضرور محسوس ہوئی اور بیہوش
ہو گیا۔ لیکن دو چار ہزار فٹ نیچے لائے جانے پر پھر ہوش آ گیا۔ اور دوسرے دن
بالکل ٹھیک ہو گیا۔ لداخی آدمیوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

جنگلی جانوروں میں چھوٹے پہاڑوں پر جنگلی بھیڑ اور اونچے پہاڑوں پر کپل کی
کثرت ہے۔ روپشو کے بعض حیوانی میدانوں میں جنگلی گدھے بکثرت ہیں اور بعض
نالوں میں جنگلی یاک بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض علاقوں میں خرگوش بہت کثرت
سے ہیں۔ پرندوں میں چکور اور کبوتر عام ہیں۔ مرغابی بھی گاہ بگاہ نظر آتی ہے
دریا میں مچھلی بکثرت ہے۔ مگر بودھ لوگوں کو شکار کا شوق نہیں ہے۔ جان لینا وہ
گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

بارھواں باب

حاکمانِ لداخ

ا۔ گگنا تھانیدار (۲) مہتہ بستی رام تھانہ دار (۳) مہتہ منگل تھانیدار (۴) وزیر شب سرن تھانیدار (۵) سید اکبر علی شاہ وزیر (۶) مسٹر ڈرو وزیر (۷) مسٹر جانسن وزیر (۸) پنڈت رادھاکشن کول وزیر (۹) خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر (۱۰) چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر۔

۱۔ گگنا تھانیدار سمت ۱۸۹۸-۱۹۰۲ } بعہد سلطنت ڈوگرہ یہ سب سے پہلا ملکی حاکم لداخ کا ہے اس کی تقرری وزیر زور آور سنگھ کے حکم سے ہوئی تھی۔ پرانا قلعہ لداخ اسی کے اہتمام میں تعمیر ہوا۔ قصبہ لیہ کی آبادی میں ایک عالیشان مکان بھی اس نے تعمیر کیا۔ جو اب تک گگنا حویلی کے نام سے مشہور ہے۔ اب اس میں شفاخانہ مویشیاں و کوتوالی ہے۔ لیہ کے رقبہ مزروعہ کے نیچے سڑک کشمیر پر ایک باغ بھی اس نے نہال کیا جو گگنا باغ کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ مہتہ بستی رام تھانیدار سمت ۱۹۰۲-۱۶ } لداخ کے بودھوں میں چونکہ چار پانچ بھائیوں کے درمیان ایک ہی مشترکہ بیوی کے رکھنے کا دستور ہے۔ اس لیے ایک تعداد ایسی عورتوں کی جن کی شادی نہیں ہو سکی ہمیشہ باقی رہتی ہے ان میں سے کچھ عورتیں گونپہ جات میں بطور لامہ کے داخل ہو جاتی ہیں جنھیں چومو کہا جاتا ہے اور کچھ خراب خستہ آوارہ گرد زندگی بسر کرتی ہیں ان سے بعض اوقات اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے وہ بھی بے خانماں رہتی ہے۔ مہتہ بستی رام نے انھیں غلام زادگان کا نام دیا۔ ان کی ایک فہرست مرتب کی۔ ان کے لیے رسد مقرر کی۔ اور انھیں کارآمد بنانے کے لیے ان کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اور ایک کارخانہ جاری کیا جس میں ان سے دریاں وغیرہ کارآمد اشیا تیار کرائی جاتی تھیں ایک امر اسکا

تعمیر کی۔ اور قلعہ کو پورا استحکام دیا

اس کی نو آبادیاں بکثرت ہیں۔ ان میں بڑی بڑی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رنبیر پور ۲۔ رام پور داخلی چھچوت ۳۔ پرتاب پور ۴۔ منگل چک داخلی مرچالنگ
ان آبادیوں کے لیے اس نے نہریں بنوائیں۔ غلام زادوں کو لیجا کر یہاں آباد کیا۔ انکے واسطے سکونتی مکانات تعمیر کیے۔ ہل و بیل اور غلہ تخم انھیں بہم پہونچایا ان پر رعایتی مالیہ لگایا اور کچھ عرصہ کے لیے بالکل معاف کیا۔ کار سرکار سے انھیں دوامی معافی دی غرضنکہ ہر طرح سے ان کی امداد کر کے زراعت میں ترقی کی جس کی اس ملک میں بیحد ضرورت ہے۔

سڑک کشمیر۔ لھاسہ و کلو کے پڑاؤ جات پر اور جابجا دیہات علاقہ نوبراہ میں جو مکانات از قسم مسافر خانہ وسرائے اب تک موجود ہیں وہ قریب قریب سب اسی بڑے معمار کی محنت کا نتیجہ ہیں۔

باغات اس نے بہت کثرت سے تمام علاقہ لداخ میں نہال کیے۔ اور جابجا درختان سفیدہ لب سڑک جہاں آبپاشی کا امکان تھا لگائے قصبہ لداخ کے اندر باغ موسومہ گلاب منڈی عمارت کچہری کے ساتھ زمین کو درست کر کے لگایا۔

پڑاؤ جات پر زمینداروں کو باری باری سے انتظام باربرداری مسافران کے لئے حاضر رکھنے کا رواج جسے لداخی زبان میں ریس کہتے ہیں۔ اسی کی ذہانت طبع کا نتیجہ ہے اور لداخ جیسے ملک کے لیے جہاں آبادی بہت کم اور منتشر واقع ہوئی ہے یہ انتظام واقعی قابل تعریف ہے۔

اس سے پیشتر ڈاک رسانی کا انتظام نہ تھا بوقت ضرورت خاص قاصد روانہ کیے جاتے تھے اس نے ہرکارے مقرر کئے اور باقاعدہ ڈاک چلائی

بغرض تعلیم زبان سنسکرت قصبہ لیہ میں ایک پاٹ شالہ قائم کیا اور طلباء کو وظیفہ دے کر حصول تعلیم کا شوق دلایا۔ غلام زادوں کو بھی حصول تعلیم کے لیے اس پاٹشالہ میں داخل کیا۔

لداخی نمک کو سرکاری طور پر کشمیر بھیجنے اور وہاں فروخت کیے جانے کا انتظام کیا

نگران تھا یہ انتظام مسٹر جانسن کے عہد تک جاری رہا۔

راجگان لداخ کے زمانے میں سرکاری بھیڑ بکری رکھنے کا رواج تھا۔ ٹانچی اور ردپشو میں کچھ اقوام اس قسم کی ہیں جو دوسروں کی بھیڑ بکری کی حفاظت اور پرورش بصورت ٹھیکہ کرتی ہیں اس ٹھیکہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جو تعداد انہیں سپرد کی جاوے بلالحاظ اموات و پیدائش اسی تعداد کی واپسی کے وہ ذمہ دار ہیں دوسری صورت یہ ہے کہ سال بسال حساب فہمی کی جاوے۔ اور اموات کی مجرائی دے کر پیدائش کا اضافہ کر لیا جاوے۔ ہر دو صورتوں میں ٹھیکہ دار فی بکری ایک سیر کے قریب گھی۔ اور فی کبراد بکری اسی قدر پشمینہ۔ اور فی بھیڑ دو بھیڑ تقریباً ایک سیر اُون سالانہ مالک کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مہتہ بستی رام نے سرکاری بھیڑ و بکری رکھنے کا رواج دیا جس سے معقول فائدہ تھا۔ یہ انتظام عرصہ تک جاری رہا اور اب کچھ مدت سے بوجہ بد انتظامی بند ہوا ہے۔

اس نے ایک عالی شان حویلی قصبہ لیہ میں تعمیر کی جس کا نام بستی حویلی ہے۔ یہ ابتک موجود ہے۔ اس کا دیوان خانہ سرکاری ذخیرہ غلہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور رہائشی حصہ میں تحصیلدار اور بعض اوقات دیگر افسران بھی سکونت رکھتے ہیں۔

موجودہ بازار لداخ کی تعمیر کو اس نے شروع کیا۔ اور اس کے ایک طرف نہایت وسیع عمارت کچہری اور خزانہ کی جس کے ساتھ اہل عملہ کے سکنی مکانات بھی بھتے تعمیر کی۔ یہ آج تک اسی غرض کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

۳۔ مہتہ منگل تھانیدار ازسمبت ۱۹۱۷-۲۲ مہتہ بستی رام بہت منتظم اور نکتہ رس حاکم تھا۔ اسکی ہمدردانہ حکومت کو لوگ اب تک یاد رکھتے ہیں۔

مہتہ منگل بڑا قابل افسر تھا۔ اس نے تمام لداخ کا بندوبست سرسری کر دیا۔ اور مالیہ کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔

دوسرا بڑا کام اس کا لہاسہ اور لداخ کے درمیان حد بندی کا انتظام ہے۔

گمنا تھانیدار کا تعمیر کردہ قلعہ لداخ بہت چھوٹا تھا اُس کے ساتھ اور عمارات تیار کر کے اس نے قلعہ کو بہت وسعت دی اور قدیم و جدید حصہ قلعہ کے چو طرفہ فصیل خندق

یہ عالم آدمی تھا۔ اس نے ایک نہایت اعلیٰ کتاب ریاست جموں و کشمیر کے جغرافیہ اور جیالوجی پر تصنیف کی ہے جو سب سے پہلا مکمل جغرافیہ اس خصہ ملک کا ہے اس میں تاریخی و سیاسی امور پر بھی عالمانہ طرز پر بحث کی گئی ہے

اس کا نائب بھائی گنگا سنگھ تھا۔ اس نے بہشت باغ بنایا۔

۷ مسٹر جانسن وزیر سمت ۱۹۲۸-۱۹۳۹ء یہ پہلے بزمانہ ملازمت محکمہ مساحت ہند ملک لداخ کی مساحت مثلثی کرتا رہا۔ بعد ازاں ریاست کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے رہنے کے لیے گلاب منڈی میں ایک عالیشان کوٹھی تعمیر کی۔ یہ لداخ میں یوروپی وضع کا پہلا مکان تھا۔ جو آج تک بطور دار الحکومت کے استعمال ہوتا ہے۔

میدان گوپوک متصل موضع پیتوک کی آبادی کے لیے ایک نہر دریائے سندھ سے کاٹ کر تیار کی۔ مگر اس میں پانی نہیں چڑھا۔ اور تجویز ناکام رہی۔ پھر اس کے نیچے ایک اور نہر اس نے تعمیر کی۔ اس کے اوپر اس نے آبادی بھی کی۔ اور ایک وسیع باغ نہال کیا۔ اس کے اندر ایک خوشنما بارہ دری تعمیر کی جو آج تک موجود ہے۔

میدان اولے ٹوکپو کے لیے اس نے نہر بنائی اور اس میدان کو آباد کیا۔

دیگر مختلف مقامات پر آبادی میں ترقی کی۔ اور باغات نہال کیے۔

آبادی چھچوت میں ایک عالیشان قلعہ تعمیر کیا۔ یہ اب موجود نہیں ہے۔ البتہ باغ کے اندر ایک ٹوٹا پھوٹا مسافرخانہ باقی ہے۔

بلتستان کے لوگ جو گھی یا خشک میوہ کی تجارت کی غرض سے لداخ میں آتے تھے اور یہاں سے اُون پشمینہ۔ نمک اور چائے وغیرہ لیجاتے تھے انکی رہائش کے لئے آبادی قصبہ کے متصل ایک سرائے تعمیر کی جو بنام بلتی سرائے مشہور ہے۔

ذخیرہ جات غلہ سرکاری کی آمدنی میں حسن تدبیر سے نمایاں اضافہ کیا۔ اور ان کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔

مہتہ مگل کے بندوبست اراضی کی اس نے ترمیم کی۔ اور سرکاری بھیڑ بکری کے ٹھیکہ کی وصولی اور سوداگران سرکاری سے رقم منافع کی وصولی کے انتظام میں بہت

اور تجارت کو فروغ دیا۔

بازار لداخ کی تعمیر کو جو قبل ازیں شروع ہو چکی تھی تکمیل کو پہنچایا۔ کوہستان ہمالیہ کے قصبہ جات میں جن کا مجھے تجربہ ہے یہ بازار بلحاظ خوبصورتی تعمیر۔ ترتیب مکانات وفراخی اپنی آپ نظیر ہے۔ سرکاری ملازمین کے علاج کے لیے اس نے حکیم مقرر کیا۔ اسے ادویہ سرکار سے بہم پہنچائی جاتی تھیں اور ملازمین کا علاج وہ مفت کرتا تھا۔

یہ بڑا ہر دل عزیز حاکم تھا۔ سب چھوٹے بڑے آج تک اس کا نام عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

۴۔ وزیر شب سرن تھانیدار سمبت ۲۳-۱۹۲۲ اس نے قصبہ لیہ میں ایک باغ لگایا جس کا نام وزیر باغ تھا۔ اسکے اندر اب یارقندی سرائے۔ چرس گودام۔ گرجا۔ اور موریوین مشن کا خیراتی شفاخانہ تعمیر ہو گئے ہیں اور باغ ختم ہو گیا ہے۔

۵۔ سید اکبر علی وزیر لداخ سمبت ۲۶-۱۹۲۳ اس کے عہد میں اس عہدے کو وزیر کا نام دیا گیا۔ اس وزیر نے لداخ میں قانون حکومت جموں کو رائج کیا۔ اور لداخ میں مہاراجہ جموں کے نام پر سکہ جاؤ مسکوک کیا۔

لداخی مسلمان عورتوں کے سر پر سے پیراک اتروا کر چادر کا رواج دیا۔

لداخیوں کو جسمانی صفائی اور طہارت کی ترغیب دی اور ہاتھ منھ دھونے کا عادی بنایا۔ بعض اور رسوم کی اصلاح کی کوشش کی مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہوا

ایک باغ لیہ میں بنایا۔

۶۔ مسٹر ڈرو۔ وزیر سمبت ۱۹۲۷-۲ اس نے پنجاب۔ جموں اور کشمیر کی ضرب کو لداخ میں رائج کیا۔

اسے ترقی زراعت کا بہت خیال تھا۔ اس نے غلام زادوں کو اور باشندگان ملک غیر کو تعمیر مکان۔ معافی مالیہ۔ معافی کار سرکار اور تقاوی خرید نرگاوان وغیرہ قسم کی مراعات دیکر نو آبادیوں میں آباد کیا۔ مگر اسے کافی وقت نہیں ملا کہ اس کام میں کوئی مستقل ترقی دکھلا سکتا

انتظامات ملکی میں اس نے اصلاح کی۔

تیرھواں باب

وسائل مالیہ قدیم وجدید

(۱) عہد راجگان بودھ (۲) وزیر وزیر آدر سنگھ کا انتظام (۳) گمنا تھا نیدار اور وزیر رتنو کی ابتدائی تشخیص مالیہ (۴) ہتہ بستی رام کی ترمیم (۵) ہتہ گنگل کی مزید ترمیم (۶) مسٹر جانسن کی ایزادی وترقیات مالیہ (۷) پنڈت رادھا کشن کا بندوبست اراضی (۸) مسٹر کلارک کی باچھ (۹) مسٹر ٹالبٹ اور چودھری خوشی محمد کا بندوبست قانونی

۱۔ عہد راجگان بودھ:- راجگان بودھ کے زمانے میں اراضی پر کوئی مالیہ نہ تھا زمیندار راجاؤں کے صرف خانگی اخراجات ادا کرتے تھے اور اپنے ملک کے انتظام اور حفاظت کے خود ذمہ دار تھے اس کی تفصیل مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔ غلہ۔ علاقہ نبراہ کے ۴۲ دیہات چھ ماہ اور علاقہ جات لاسہ پورو۔ اسکر بوچن تنگ موگانگ سپولا۔ برگو وشے ٹھکسے باقی چھ ماہ کے لیے ضروریات غلہ کی بہم رسانی کے ذمہ دار تھے۔

علاوہ ازیں اراضیات مقبوضہ راجگان کی کاشت بذریعہ زمینداران بطور بیگار کرائی جاتی تھی اور کل پیداوار داخل سرکار کی جاتی تھی۔

۲۔ گوشت۔ علاقہ رپشو ٹانچی وچند دیہات علاقہ رونگ سال بھر کے لیے گوشت بہم پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔

۳۔ مکھن۔ علاقہ زانسکار اس کی بہم رسانی کا ذمہ دار تھا اور نیز جزوی مقدار میں علاقہ روپشو۔ ٹانچی ورونگ سے بھی مکھن لیا جاتا تھا۔

۴۔ لکڑی۔ دیہات واقعہ نالہ جات چلنگ سمدا۔ کھرننگ وھندر ڈھوک ساڑھے تین ہزار من سالانہ کے قریب لکڑی راجہ کو بہم پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔

اصلاح کی جس سے آمدنی سرکار میں نمایاں ترقی ہوئی

یہ بہت رنگین مزاج آدمی تھا ناچ تماشہ وغیرہ کا اسے بہت شوق تھا۔ مگر باوجود اس کے کام اس کا بہت اعلیٰ اور باقاعدہ تھا۔ دربار اسکا مشرقی دستور کے مطابق کھلا ہوا تھا۔ کسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ دربار میں حسب دستور ملک چھنگ اور چائے کا دور چلتا رہتا تھا۔ اور سب طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معاملات بھی تصفیہ پاتے رہتے تھے تمام کارروائی زبانی ہوتی تھی۔ مسل بنانے کا دستور نہ تھا۔ عموماً عرضی دعویٰ کی پشت پر مختصر فیصلہ لکھکر جس فریق کے حق میں فیصلہ ہو اُس کے حوالہ کردیا جاتا تھا۔ اس تیز انصاف کو لوگ آج تک یاد کرتے ہیں۔ اور اس کے طریق دربار کے ثناخوان ہیں۔

۸۔ رائے بہادر پنڈت ٹھاکر کشن کول وزیر ۱۹۳۹ء-۱۹۴۳ء اسکا سب سے بڑا کام لداخ کا قانونی بندوبست ہے گو کہ زمینداروں نے اسے بوجہ سنگینی مالیہ قبول نہیں کیا اور شکایات تک نوبت پہونچی آخر الامر مسٹر جانسن کی تشخیص پر کچھ ایزادی کر کے لوگوں کو مطمئن کر دیا گیا اور بندوبست پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

کار بیگار کے انتظام میں بہت اصلاح کی۔ اِس کے عہد حکومت میں باقاعدہ ڈاک خانہ لداخ میں قائم ہوا۔ اس نے باغات میں بھی کچھ ترقی کی۔

۹۔ خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر ۱۹۵۵ء-۱۹۵۷ء خان بہادر سردار محمد اکبر خان نے اپنے سہ سالہ عہد حکومت میں تصفیہ بقایا ے سابق میں بڑی کوشش کی۔ خزانہ میں بہت بڑا غبن پایا گیا اور نشیرہ جات چولی وغیرہ میں بھی غبن پایا گیا۔ ان کی تحقیقات کر کے نقصان سرکاری کو پورا کرایا۔ اور قصوروار اشخاص کا تدارک کیا۔ اور لہاسہ کی تجارت میں سہولت پیدا کی۔

۱۰۔ چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر ۱۹۶۳ء-۱۹۶۶ء اسکے بعد چند اور وزیر رہے جنکا کوئی خاص کام نہیں ہے بالآخر چودھری خوشی محمد مہتمم بندوبست و وزیر نے لداخ وزنسکار کا بندوبست قانونی زیر نگرانی مسٹر ٹالبٹ کمشنر بندوبست کیا۔ اور سنگینی جمع کی شکایت کو رفع کیا۔ پڑاو جات کے انتظام کار بیگار میں اصلاح کی۔

خدمات جنگی۔ اسلحہ اور سامانِ حرب سرکاری اسلحہ خانہ میں جمع رہتا تھا حملہ آوران بیرونی کی مدافعت یا راجہ کی فوج کشی کے موقعہ پر جملہ زمینداران فی گھر ایک ایک سپاہی مع اُس کے لباس اور خوراک کے بہم پہونچانے کے ذمہ دار تھے۔ اسلحہ اور سامان جنگ راجہ کی طرف سے دیا جاتا تھا۔

عہدہ داران سرکاری۔ راجہ کے نیچے ایک اعلیٰ کالون یا وزیر اعظم ہوتا تھا اسکے ماتحت کالون یا حاکمان صوبہ جات ہوتے تھے۔ ان کے ماتحت دیہات کے مقدم تھے۔ ان جملہ عہدہ داروں کو سرکار سے کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ رسوم اُن کی مقرر تھی جو ہر ایک عہدہ دار اپنے ماتحت عہدہ دار سے اور آخری عہدہ دار زمینداروں سے وصول کرتا تھا۔

۲۔ وزیر زور آور سنگھ کا انتظام وزیر زور آور سنگھ نے ابتدائی فتح کے وقت انتظام ملک میں کوئی دست اندازی نہیں کی اور گیالپو ٹنڈوف نمگیل سے صرف نو ہزار روپیہ سالانہ کا نذرانہ مقرر کرکے ملک اسکے حوالہ کردیا دوسرے حملے کے وقت جب ٹنڈوف نمگیل کو معزول کرکے موروپ ستنزن کو راجہ مقرر کیا گیا تب بھی انتظام ملک میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ صرف رقم نذرانہ کی تعداد دو چند کرکے اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار دی گئی۔

۳۔ مگنا تھانیدار اور وزیر رتنو کی ابتدائی تشخیص مالیہ تیسرے حملے کے بعد ملک میں سرکاری انتظام کیا گیا۔ اور آخرالامر مگنا تھانیدار اور وزیر رتنو نے مالیہ کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے زمینداروں کی خانہ شماری کرکے حقیتوں کی درجہ بندی کی اور مختلف درجوں پر حسب ذیل شرح سے مالیہ لگایا۔

۱۔ رؤسا یعنی کالون ولونپو وغیرہ کے گھروں پر حسب حیثیت بشرح للعہ و عہ روپے ، فی گھر۔

۲۔ عام زمینداروں کی حقیت کے بھی تین درجے قرار دیے گئے۔ ایک گاہا یعنی اوسط۔ دوسرا پھتما یعنی نصف۔ تیسرا یان پھتما یعنی چوتھائی۔ ان کے اوپر بالترتیب

۵۔ پٹو تمام ملک سے فی گھر تین پاؤ اون وصول کیا جاتا تھا۔ اور زمینداروں سے بطور بیگار پٹو تیار کرائے جاتے تھے۔ زیادہ تر یہ کام علاقہ ٹانچی سے لیا جاتا تھا۔

۶ بھیڑ بکری۔ زمینداروں کی بھیڑ بکری کا سالانہ شمار کیا جاتا تھا۔ فی دس بھیڑ بکری ایک بھیڑ یا بکری راجہ کو دینی ہوتی تھی۔ یہ جانور سرکاری چرواہوں کی حفاظت میں رکھے جاتے تھے ان سے بوقت ضرورت گوشت۔ مکھن اور اون کی کمی کو پورا کیا جاتا تھا۔

۷ نقدی فی گھر ایک جاؤ (=۳ر) بطور نذرانہ وصول کیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ زمینداران انیون اور چھورتنوں کی تعمیر اور مرمت کے ذمہ دار تھے جس کے لیے انھیں کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔

جن دیہات میں بڑے بڑے گونپہ جات واقع ہیں جیسے کہ ہمیں چمرے ٹھکسے پیتوک۔ پھیانگ۔ لیکیر۔ لامہ یورو۔ کرشا۔ ورنگ ددم وغیرہ ان دیہات کی رسوم و جب الاداء گونپہ جات کو بصورت معافی عطا کی ہوئی تھیں۔ مہتمان گونپہ جات ان کی وصولی کرتے تھے ان مدات کی آمدنی کی ٹھیک یا تخمینی تعداد معلوم نہیں ہوسکی۔ اس مالیہ کے علاوہ راجہ کو متفرق قسم کی بھی کچھ آمدنی تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ چاپے۔ لوپ چھک جو ہر تیسرے سال لداخ سے لھاسہ کو بغرض تجارت بطور وکیل راجگان لداخ جایا کرتا تھا اس کی بار برداری لداخ سے لھاسہ تک اور لھاسہ سے لداخ تک بلا مزدوری بہم پہنچائی جاتی تھی۔ بعوض اس رعایت کے وہ سالانہ اخراجات چاپے کے پورا کرنے کا ذمہ دار تھا۔

۲۔ سوداگران سرکاری۔ چنگ تھنگ واقعہ ملک لھاسہ میں لداخ کے سرکاری سوداگروں کے سوا اور کسی کو تجارت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ علی العموم ارغون سوداگران لداخ کو یہ اجازت دی جاتی تھی۔ انھیں تین ہزار روپیہ بطور پیشگی دیا جاتا تھا اور بوقت واپسی دوچند وصول کیا جاتا تھا۔

۳۔ محصول درآمد۔ سوداگران یارقندی جو مال لداخ میں لاتے تھے اس پر محصول وصول کیا جاتا تھا اس کی ٹھیک شرح معلوم نہیں ہوسکی۔ مجموعی تعداد مطابق تعداد مال درآمد ہر سال کم و بیش ہوتی تھی۔ اسکا اندازہ بارہ ہزار روپیہ کرتیس ہزار روپیہ سالانہ تک کیا جاتا ہے۔

۵۔ مہتہ منگل کی مزید ترمیم گنتا تھانیدار کی تجویز کے مطابق وصولی مالیہ تقریباً بیس سال تک جاری رہی پھر مہتہ منگل نے اس میں ترمیم کی۔ اس نے گنتا تھانیدار اور وزیر رتنو کی درجہ بندی حقیت اور شرح مالیہ کو قائم رکھا اور اُسے حقیت اصلی کا نام دیا۔ اس کے اوپر اس نے ان حقیتوں کو جن پر مالیہ کی ادائیگی بند ہوگئی تھی یا جو سابقہ تشخیص میں زیر جمع لائے جانے سے رہ گئی تھیں۔ یا بعد از تشخیص سابقہ جو رقبہ نوطور ہوا تھا ان سب کا تعین کرکے انپر جمع قائم کی اور دوفصلی دیہات کی شرح مالیہ میں اضافہ کردیا اور دیگر جزوی اصلاحات انتظام مالیہ میں کیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ ابتدائی حاکمان لداخ نے بودھ راجگان کے عہد کے دستور کو بحال رکھکر کس خوبی کے ساتھ انتظام مالیہ میں بتدریج اصلاح کی۔ جس سے آمدنی میں بھی باقاعدگی پیدا ہوگئی۔ اور بیجا سختی و بیجا رعایت کی بھی بیخ کنی ہوگئی ان افسروں کی دور اندیشی اور نکتہ رسی واقعی قابل تعریف ہے۔ بعد کے انتظامات اصولاً اسی انتظام پر مبنی ہیں۔

۶۔ مسٹر جانسن کی ایزادی اور ترقیات مالیہ مسٹر جانسن جوکہ مہتہ منگل کی طرح ایک ہردل عزیز با تدبیر اور نکتہ رس حاکم تھا۔ اس نے محاصلات میں بڑی اصلاح کی جس کی تفصیل مختصراً حسب ذیل ہے۔

۱۔ موضع ہنسر جوکہ نارس کورسوم ملک لھاسہ کے درمیان میں بطور ایک جزیرہ کے واقع ہے اس پر مالیہ مقرر کیا۔

۲۔ روپشو اور ٹاپنچی سے چرو کی وصولی شروع کی چرو بھیڑ کے بچوں کے بالوں کے ساتھ دباغت دیے ہوئے چمڑے کو کہتے ہیں جنہیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر چغیں تیار کی جاتی ہیں۔

۳۔ روپشو سمیس اور رونگ کے علاقہ جات جو جھیل تھو گجے کے نمک سے فائدہ اٹھاتے تھے انپر محصول نمک مقرر کیا۔

۴۔ علاقہ نوبراہ سے شورہ قلمی اور کوئلہ۔ اور لنگشٹ سے ہرتال برآمد ہوتی تھی انکے اوپر رسوم مقرر کی۔

معہ ۳ روپے و ۱۲ عہ کی شرح سے مالیہ لگایا گیا۔

۳۔ علاقہ اسکر بوجن ونو براہ میں چونکہ زمین دو فصلی اور زرخیز ہے شرح مندرجہ بالا میں حسب ذیل حد تک ایزادی کی گئی یعنی ۲ روپے و ۱ للعہ و عہ

۴۔ علاقہ روپشو و ٹانچی میں چونکہ زراعت برائے نام ہے اور لوگوں کا گذارہ زیادہ تر مال مویشی کی آمدنی پر ہے۔ اس کے لیے ان علاقہ جات میں مالیہ مطابق تعداد مال مویشی قائم کیا گیا۔ اس کی شرح دریافت نہیں ہو سکی۔

۵۔ مالیہ جنسی یعنی غلہ۔ لکڑی۔ اور مکھن کے لیے کوئی تعداد معین نہیں کی گئی بلکہ کہا جاتا ہے کہ ملازمان سرکاری کے واقعی اخراجات کی حد تک حسب رواج سابق حصہ رسدی وصولی کی جاتی تھی یہ وصولی مالیہ نقدی کے علاوہ تھی۔

۶۔ راجگان بودھ کے زمانے میں جو شاہی بھیڑ بکری سرکاری چرواہوں کی حفاظت میں تھی۔ وہ سرکاری تصور ہو کر بدستور انھیں کی حفاظت میں رہنے دی گئی اور ملازمین کے لیے گوشت کے واسطے جس قدر بھیڑ بکری کی ضرورت ہوتی تھی وہ ان سے بصورت منافعہ لیجاتی تھی چرواہے اصلی تعداد کے قائم رکھنے کے ذمہ دار تھے

۷۔ سوداگران سرکاری کو تین ہزار روپیہ جو بطور پیشگی بعہد راجگان بودھ دیا جاتا تھا اور بوقت واپسی دوچند وصول کیا جاتا تھا یہ دستور انتظام جدید میں بحال رکھا گیا۔

۸۔ سوداگران یارقندی سے رسوم درآمد کی وصولی بھی حسب دستور سابق جاری رہی۔

۹۔ راجگان بودھ کا یہ دستور کہ ہر سال زمینداروں کی بھیڑ بکری کا شمار کر کے فی دس جانور ایک جانور داخل سرکار کیا جاوے بند کیا گیا

۱۰۔ معافی گونپہ جات جس طرح عہد راجگان بودھ سے چلی آتی تھی انتظام جدید میں بھی بدستور سابق بحال رہی اور یہ اراضیات جمع سے خارج رکھی گئیں۔

مہتہ بستی رام نے سرکاری بھیڑ بکری پر بشرح فی بکری ایک سیر مکھن اور

۱۱۔ مہتہ بستی رام کی ترمیم فی بکری یا بکرا ایک سیر پشمینہ اور فی بھیڑ و یا بھیڑا ایک سیر اون سالانہ چرواہوں سے وصول کرنے کا رواج دیا اور کوئی ترمیم نہیں کی۔

چودھواں باب

بودھوں کا رسم و رواج

(۱) ذات وقوم (۲) وراثت (۳) شادی (۴) چوری کی شادی یا خفیہ شادی (۵) طلاق (۶) کثیر الازدواجی (۷) تبنیت (۸) وصیت ہبہ اور وقف (۹) پیدائش (۱۰) موت۔

۱۔ ذات وقوم بودھوں کے درمیان قومیت کا کوئی لحاظ نہیں ہے۔ اعلیٰ اور ادنےٰ فرقے بلحاظ مختلف پیشوں کے بن گئے ہیں مگر باستثنائے بیدا دوں اور گرا (باجا بجانے والے اور لوہار) نہ اونچ نیچ کا کوئی لحاظ ہے اور نہ کھانے پینے میں کوئی پرہیز ہے۔ البتہ مختلف مدارج کے اشخاص ایک دوسرے کا جوٹھا برتن استعمال نہیں کرتے۔ پیشوں کے لحاظ سے جو فرقے اب بن گئے ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ گیالپو یعنی راجہ۔
۲۔ کالون جن کے بزرگ وزیر اعظم یا حاکمان صوبہ رہے ہیں۔
۳۔ لونپو۔ جن کے بزرگ وزیر تھے۔
۴ ننگ سو۔ جن کے بزرگ راجہ کے محل میں تحویلداری کا کام کرتے تھے
۵۔ لرجے۔ طبابت پیشہ اشخاص۔
۶۔ آنپو۔ منجم
۷۔ بھیل پا۔ عام زمیندار
۸۔ شنگ کھن۔ لکڑی کا کام کرنے والا۔ نجار
۹۔ سیرگر۔ زرگر۔
۱۰۔ گرا۔ لوہار۔
۱۱۔ لھم کھن۔ جوتی بنانے والا۔ موچی۔

۵۔ چھولی کا ٹھیکہ قائم کیا۔
۶۔ کان رنگ نکچور کی حفاظت کا انتظام کیا
۷۔ سوہاگہ کے صاف کرنے کا رواج دیا۔
۸۔ لوہے کی کان ہائے کے کام میں اصلاح کی اور رسوم لگائی
۹۔ کرایہ کشی کے گھوڑوں پر زر مرکب اور کشمیر و گرگل سے کرایہ کشی کے جانور جو لداخ میں داخل ہوں انپر زر مہترانہ قائم کیا۔
۱۰۔ علاقہ لہاسہ کے سوداگران جو نمک و اون لداخ میں لاتے تھے اور اس کے تبادلہ میں لداخ کی پیداوار لیجاتے تھے انپر رسوم درآمد مقرر کیا۔
۱۱۔ مالیہ اراضی پر سوائی کے قریب ایزادی کردی۔
۱۲۔ سرکاری کوٹھی غلات سے مساعدہ تخم سقیم الحال زمینداروں کو دینے کا رواج دیا۔
۱۳۔ سرکاری بھیڑ و بکری پر بجائے جنسی کے نقدی رسوم مقرر کی۔
۱۴۔ رقوم نذرانہ ملازمان کو داخل سرکار کیا۔
۱۵۔ سرکاری ملازمان کو خدمات ذاتی کے لیے جو آدمی بطور بیگار دیے جاتے تھے اس میں اصلاح کی۔
۱۶۔ سوداگران سرکاری سے رقم پیشگی کے سود کے عوض پشمینہ وصول کرنے کا انتظام کیا۔
۱۷۔ مالیہ جنسی کے علاوہ حکمی خرید کا رواج دیا۔

پنڈت رادھا کشن کول کا بندوبست اراضی پنڈت رادھا کشن کول نے سمت ۱۹۴۷ میں بندوبست اراضی کیا مگر اسکے متعلق عام ناراضی پھیلی اور بہت شکایات ہوئیں نتیجہ یہ ہوا کہ تشخیص جدید کو ترک کرکے سابقہ مالیہ کے اوپر سوائی کی ایزادی کردی گئی۔

مسٹر کلارک کی باچھ مسٹر کلارک نے سمت ۱۹۵۸ میں اکی جدید باچھ جزوی ترمیم کے ساتھ کی۔ مگر مالیہ کے سنگین ہونے کی شکایت بدستور قائم رہی۔

مابعد میں مسٹر ٹالبٹ نے باہتمام چودھری خوشی محمد باقاعدہ پیمائش اراضی کرکے اس شکایت کو رفع کیا۔ اور رسوم کا ہیچرائی کی ایزادی کی۔

یا رشتہ داروں وبھیس پونوں کی رضامندی سے غیر آدمیوں میں سے متبنیٰ بنا لیتے ہیں ایسے متبنیٰ کو جملہ حقوق مثل اولاد صلبی کے حاصل ہوتے ہیں۔

رواج کے مطابق سلسلہ وراثت حسب ذیل ہے۔ گو کہ دور کے رشتہ داروں کی صورت میں قریب قریب ہر ایک درجہ کے وارث کے لیے مستثنیات پائی جاتی ہیں لیکن انھیں عام قاعدہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک مستثنیٰ تابع اس شرط کے ہے کہ رشتہ داران و وارثان جائز کو اعتراض نہیں ہے۔

۱۔ بڑا بیٹا	۶۔ والدہ
۲۔ بڑی بیٹی (ناکتخدا)	۷۔ بیوہ
۳۔ بھائی (موجودہ بھائیوں میں بڑا)	۸۔ بیٹے کی بیوہ
۴۔ بڑی بہن (ناکتخدا)	۹۔ بھیس پون (یعنی وارثان بازگشت)
۵۔ چچا	

بیٹا۔ بھائی۔ اور چچا جو بصورت مقپا یعنی خانہ داما دی اور بیٹی و بہن جو بصورت بغا بیاہ کر دوسرے گھر میں چلے گئے ہوں یا لامہ و چومو ہو گئے ہوں محروم الارث ہیں تا وقتیکہ وہ برضامندی رشتہ داران و وارثان خود ان تعلقات کو قطع کر کے اس گھر میں واپس نہ آجائیں۔

ان محروم الارث وارثان کی اولاد متذکرہ بالا سلسلہ میں باستثنائے وارثان لامہ و چومو کے بیٹے کی بیوہ نمبر ۸ کے بعد وارث ہوں گے بشرطیکہ وہ مورث کے گھر میں رہائش اختیار کریں۔ ان کے بعد وراثت بھیس پون کو پہنچیگی۔

بیوگان وارث کی وراثت مشروط اس شرط پر ہے کہ مورث کے گھر میں رہائش رکھیں انھیں اختیار ہے کہ بصورت مقپا اپنی شادی کرلیں اس سے اُن کی وراثت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ لیکن اگر بصورت بغا شادی کر کے دوسرے کے گھر میں چلی جائیں تو وراثت سے محروم ہو جائیں گی۔ بصورت مقپا شادی کر لینے سے اُن کی اولاد اُن کی وارث ہوگی۔

بھیس پون اُن رشتہ داروں کو کہتے ہیں جو شادی اور غمی کے موقع پر ہر طرح حصے

۱۲ و ۱۳ - مون دبیدا - باجا بجانے والے -

بیدا دراصل مون ہیں جنھوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا ہے - باقی کل بارہ فرقے جو اوپر درج ہوئے بودھ مذہب رکھتے ہیں -

کشمیر اور بلتستان کے کچھ مسلمان بھی لداخ میں آباد ہیں کشمیریوں کی خاص آبادی قصبہ لیہ میں ہے اور بلتیوں کی بڑی آبادی دو متصلہ دیہات چھچوت و شے میں ہے - کشمیری سنی مسلمان ہیں اور بلتی شیعہ ہیں -

لداخیوں کے ساتھ کشمیری اور یارقندی مسلمانوں کے اختلاط سے ایک اور فرقہ لداخ میں پیدا ہوا ہے جسے ارغون کہتے ہیں -

ان جملہ اہل اسلام فرقوں کے درمیان قومیت کا کوئی امتیاز نہیں ہے اور رسم و رواج میں زیادہ تر شرع محمدی کے پابند ہیں جو جزوی اختلافات ہیں وہ ایسے اہم نہیں ہیں کہ خصوصیت کے ساتھ ان کا بیان کیا جانا ضروری ہو - اس لیے میں صرف بودھوں کے رسم و رواج کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں -

۲ - وراثت بودھوں میں وراثت صرف بڑے بیٹے کو پہونچتی ہے - اگر اولاد پسری نہ ہو تو بڑی بیٹی وارث ہوگی - بشرطیکہ یہ بیٹی بصورت پنما بیاہ کر اپنے شوہر کے گھر نہ چلی گئی ہو بڑی بیٹی کے پنما کے طور پر چلے جانے کی صورت میں ناکتخدا بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی وارث ہوگی - اگر جملہ بیٹیاں بصورت پنما جا چکی ہوں تو یہ سب محروم الارث ہونگی اور وراثت ان سے دوسرے درجے کے وارث کو پہونچے گی - تاوقتیکہ بیٹیوں میں سے کوئی اپنے شوہر سے قطع تعلق کر کے اپنے باپ کے گھر میں واپس نہ آئے - گو کہ لداخ میں ایسی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں کہ بیاہی ہوئی بیٹیاں بحالت قیام اپنی شادی کے اپنے شوہر کے گھر میں بھی مالک رہی ہیں اور اپنے باپ کے گھر میں بھی وارث قرار دی گئی ہیں - مگر ان صورتوں کو مستثنیات سے خیال کیا جاتا ہے اور انھیں عام قاعدہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا - وارثان جائز اگر اعتراض کریں تو ایسی وراثت بحال نہیں رہ سکتی -

جو اشخاص لاولد ہوں وہ علی العموم اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی لڑکے یا لڑکی کو اور درصورت نہ ہونے کسی قریبی رشتہ دار کے اپنے مھسیں یوتوں یعنی رشتہ داروں جن سے

۲۔ شادی وہ اشخاص جن کا سلسلہ نسب باپ یا ماں کی طرف سے سات پشت کے اندر مل جاتا ہو۔ باہم گر شادی نہیں کرتے۔ معززین بصورت مجبوری پانچ پشت سے زیادہ لحاظ نہیں کرتے اور راجگان کے درمیان پانچ پشت تک بھی بعض اوقات اس کا لحاظ نہیں ہوتا۔ معمولی درجہ کے آدمی سات پشت سے بھی زیادہ اس کا لحاظ رکھتے ہیں۔ پھس پھونوں کے درمیان بھی شادی نہیں کی جاتی۔ البتہ اُن کے رشتہ داروں کے ساتھ جو پھس پونوں کے زمرے میں داخل نہ ہوں، شادی کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ بیٹے کی بیوہ سے بھی شادی نہیں ہو سکتی۔

شادی کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ عورت بیاہ کر اپنے شوہر کے گھر جائے اسکو بنا بولتے ہیں۔ اس صورت میں عورت اپنے باپ کے گھر میں اپنے حقوق وراثت زائل کر دیتی ہے اور اپنے شوہر کی اطاعت پر مجبور ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مرد بیاہ کر اپنی بیوی کے گھر جاتا ہے۔ اس کو مقپا کہتے ہیں جس کا ترجمہ عام زبان میں خانہ داماد کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں مرد اپنے باپ کے گھر میں جو حقوق وراثت رکھتا ہو کلیتہً زائل کر دیتا ہے۔ اور اپنی بیوی کی فرمانبرداری پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ علی العموم وہی لڑکے کرتے ہیں جنھیں رواجاً اپنے باپ کی وراثت نہیں مل سکتی اگر بعد میں بوجہ اُٹھ جانے درمیانی رکاوٹ کے اپنے باپ کے گھر میں مستحق وراثت ہو جائیں تو بھی وارث تسلیم نہیں ہوتے۔ ایسے شوہر کو طلاق بیوی کی طرف سے دیا جاتا ہے الغرض شوہر مقپا کا رشتہ بنا بیوی کے برابر ہوتا ہے۔

شادی کرنے کا دستور یہ ہے کہ لڑکے کے والدین جب لڑکی سے شادی کرنے کی تجویز کریں۔ اس کی بابت پہلے نجومی سے دریافت کرتے ہیں اگر وہ اپنے شمار کی رو سے یہ رائے دے کہ جوڑا ٹھیک ہے تو درپردہ لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے۔ پھر لڑکے کا باپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ لڑکی کے باپ کو ختک اور چھنگ پیش کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے۔ اگر لڑکی کا باپ اس چھنگ کو قبول کرلے تو کنایتہً اُس کی رضامندی کا قیاس کیا جاتا ہے۔ گر پہلی دفعہ وہ کبھی صراحتہً رضامندی کا اظہار نہیں کرتا۔ بار بار اس عمل کو دہرانا ہوتا ہے۔ اس درخواست کا نام ٹی چھنگ یعنی رسم درخواست ہے جب لڑکی کا باپ صراحتہً اپنی رضامندی کا اظہار

خوشگوار اور ناخوشگوار کاموں میں ایک شخص کے شریک رہتے ہیں۔ عام طور پر یہ دور کے رشتہ داران ہوتے ہیں۔ مگر بعض صورتوں میں غیر رشتہ دار اشخاص بھی پھس پون کے زمرے میں داخل کیے گئے ہیں رواجاً ہر ایک گھرانے کے ساتھ چند گھرانے پھس پون کے نام سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوئی ہے کہ وراثت کے پھس پونوں تک پہونچنے کی نوبت آئے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو دستور یہ ہے کہ پھس پون اپنے درمیان میں سے ایک لڑکے یا لڑکی کو منتخب کر کے شخص لاوارث کے گھر کا وارث بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو پھس پونوں میں سے جو شخص سب سے کم حیثیت رکھتا ہو وہ اپنی جائداد کے ساتھ شخص لاوارث کی جائداد کو شامل کر لیتا ہے مگر لاوارث جائداد کسی حالت میں جملہ پھس پونوں کے درمیان تقسیم نہیں ہوتی۔

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اُن کی اولاد بہ ترتیب تقدیم و تاخیر اُن کی شادی کے وارث قرار پائے گی۔

اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو وارث تسلیم کر کے بصورت مقپا اُس کی شادی کر دیوے اور اُس کے بعد اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہو جائے تو یہ لڑکا وراثت کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر گھر میں رہے تو گذارہ پائے گا۔

ایک عورت جو خود وارث تھی اگر لاولد مر جائے تو اُس کا مقپا اُس کا وارث ہوگا اور اُسے بصورت مقپا اپنی شادی کرنے کا بھی حق حاصل ہوگا۔ اگر اس سے بھی اولاد نہ ہو تو مقپا کے بعد اُس کی بیوہ حین حیات وارث ہوگی۔ اُس کے مرنے پر وراثت اصل رشتہ کے وارثان جدی کی طرف عود کریگی۔

بصورت نہ ہونے اولاد صحیح النسب کے اولاد غیر صحیح النسب مستحق وراثت ہوگی۔

تبدیلی مذہب کی صورت میں اب تک رواج یہی رہا ہے کہ اس بنا پر کوئی شخص وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔ لداخ میں ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ لوگ بعد تبدیل کرنے اپنے مذہب کے اپنے مورثین کے وارث ہوئے ہیں مگر اب کچھ عرصہ سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ تبدیلی مذہب کو وراثت سے محروم کرنے کی وجہ قرار دیا جائے۔ تا حال یہ کوشش رواج کی حد تک نہیں پہونچی۔

باپ کہتا ہے کہ اس قدر رقم بصورت انتو ادا کی جاوے یہ رقم تاریخ شادی سے پیشتر لڑکے کے باپ کے لیے منظوری ہے کہ لڑکی کے باپ کو ادا کردے۔ علاوہ ازیں لڑکی کا باپ ایک فہرست ان اشیا کی لکھکر لڑکے کے باپ کو دیتا ہے جو بصورت ضیافت شادی کے روز اُسے لانی چاہئیں اس میں علی العموم چھنگ۔ روٹی۔ گوشت۔ مکھن۔ چاے۔ چاول خوبانی وغیرہ اشیاے خوردنی شامل ہوتی ہیں۔ یہ اشیا عام طور پر شادی کے موقع سے پیشتر لڑکے کا باپ لڑکی کے گھر میں پہونچا دیتا ہے یا اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔

اس کے بعد جانبین کے ہاں ٹب چھنگ کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس میں رشتہ دار اور ہمسایہ لوگ بموقع شادی اپنی اپنی امداد کا وعدہ کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں چھنگ کا ذمہ دار ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں چاے کا ذمہ لیتا ہوں۔ کوئی ایک کھانے کا ذمہ لیتا ہے۔ کوئی دوسرے کھانے کا بہم پہونچانا قبول کرتا ہے۔ کوئی غلہ دینا تسلیم کرتا ہے کوئی نقدی کی ادائگی کی ذمہ داری لیتا ہے غرض کہ اس طرح جملہ اخراجات جلسۂ شادی ہر ایک فریق کے رشتہ داروں اور ہمسایوں اور دوستوں کے درمیان تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس کا بار ایک دم سے کسی فریق پر نہیں پڑتا۔

بعد ازاں بمشورہ ہر دو فریق شادی کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اسے پخ ستون کہا جاتا ہے۔ دلھن کے باپ سے اجازت لینی ہوتی ہے کہ کس قدر ناچنے والے برات کے ساتھ لائے جائیں۔ شادی کے دن دولھا کا باپ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب کو ساتھ لے کر مع ناچنے والوں کی اُس تعداد کے جس کی اجازت دی گئی ہو شام کے وقت دولھن کے گھر پہونچتا ہے۔ دولھا اس میں شامل نہیں ہوتا۔ نصف رات تک وہاں ٹھہرنا ہوتا ہے اس اثنا میں ضیافت دی جاتی ہے اور ناچ رنگ ہوتا رہتا ہے۔ اور لامہ رسوم مذہبی کی ادائگی میں مصروف رہتے ہیں۔ ضیافت کے ختم ہونے پر دولھن کو رخصت کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اُسے لباس فاخرہ پہنایا جاتا ہے پیراک کے اوپر ایک گول ٹوپی پہنائی جاتی ہے۔ اس کے اوپر گورمس لگایا جاتا ہے اور جو چیزیں اسے جہیز میں دی جانی تجویز ہوئی ہیں وہ جمع کی جاتی ہیں۔ اس وقت لامہ دولھن کے پاس نیگ کھوک کی رسم ادا کرتے ہیں۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ گھر کی برکت

کر دیتا ہے۔ یہ رضامندی عموماً اس پیرایہ میں ہوا کرتی ہے کہ میں اپنی طرف سے رضامند ہوں مگر رشتہ داروں سے صلاح لینی ضروری ہے ان کے مشورہ کے بعد جواب دیا جائیگا تو ہول چھنگ کی تاریخ معین کی جاتی ہے۔ اس تقریب پر لڑکی کے جملہ رشتہ داروں کو جمع کیا جاتا ہے۔ اور لڑکے کا باپ اپنے رشتہ داروں کو ساتھ لے کر مع ان چیزوں کے جو لڑکی کے باپ کی طرف سے اس تقریب پر پیش کی جانی قرار پائی ہوں۔ لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ وہاں لڑکی کے رشتہ داروں کو چھنگ پیش کی جاتی ہے اور خٹک دیا جاتا ہے جو سامان خوردنی لڑکے کا باپ اپنے ساتھ لے گیا ہوتا ہے اُسے لڑکی والے اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں اور اس سے ہر دو فریق کے مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں اس مجلس میں لڑکے کا باپ لڑکی کے ہر ایک رشتہ دار کو خٹک پیش کرتا ہے اور درخواست کرتا ہے سب لوگ آپس میں بحث کر کے آخرالامر رضامندی دیتے ہیں اس کے بعد قرارداد پختہ تصور کی جاتی ہے۔

اس کے بعد چھنگ کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اس تقریب پر لڑکی کے گھر میں اُس کے دور نزدیک کے سب رشتہ دار۔ بھیس پون اور ہمسایہ جمع ہوتے ہیں۔ لڑکے کا باپ اپنے چند قریبی رشتہ داروں اور بھیس پونوں کو لے کر ضیافت کا پورا سامان اپنے ساتھ لے کر لڑکی کے گھر جاتا ہے۔ وہاں سب کو ضیافت دی جاتی ہے اور لڑکی کے سر پر ایک کپڑا باندھا جاتا ہے جسے گورس کہتے ہیں یعنی سر کا کپڑا۔ یہ رسم نسبت کو تکمیل کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے۔ اس موقع پر لڑکے کا باپ بطور نشانی لڑکی کو کوئی زیور یا کچھ نقدی یا فیروزے یا کوئی شئے از قسم لباس دیتا ہے۔ اس کے عوض میں لڑکی کا باپ ایک طباق یا اور کوئی چیز بطور یادگار اس رسم کے دیتا ہے اس کے بعد یہ نسبت بآسانی ٹوٹ نہیں سکتی۔ اگر لڑکے والا توڑے تو وہ اپنے اخراجات سے درگذر کرتا ہے اور لڑکی والے توڑیں تو لڑکے والوں کے جملہ اخراجات کی ادائگی کے ذمہ دار ہوں گے۔

اس کے ساتھ ہی امتو کی قرارداد ہوتی ہے اس کے لفظی معنی قیمت کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو جہیز لڑکی کو اس کا باپ دینا چاہتا ہے بعوض اسکی قیمت کے لڑکی کا

جس میں دولہا دلھن بھی شریک ہوتے ہیں اس ضیافت کے لیے گرم کے ستو کو چھنگ اور پانی میں گوندھکر ایک چھورتن یعنی گنبد نما شکل کی ایک بہت بڑی چیز تیار کی جاتی ہے اسکی تیاری پر حسب حیثیت چار من سے لے کر تیس من تک ستو استعمال کیا جاتا ہے اس کے گرد چھنگ کے مٹکے رکھے جاتے ہیں اس کے قریب دولہا دولھن بیٹھتے ہیں اور حاضرین محفل جمع ہوتے ہیں۔ ناچ تماشہ شروع ہوتا ہے۔ چھنگ سے حاضرین محفل کی تواضع کی جاتی ہے۔ سب لوگ دولہا دولھن کو مبارکباد دیتے ہیں خٹک پیش کرتے ہیں اور نقد و جنس میں تحائف دیتے ہیں۔ جب جلسہ برخاست ہونے کے قریب ہوتا ہے تو یہ چھورتن کاٹ کاٹ کر حاضرین کے درمیان تقسیم کردی جاتی ہے۔ اس تقریب کو بھی پچ ستون کہا جاتا ہے۔

اس کے دوسرے دن ان اشخاص کو جنھوں نے اس جلسہ میں تحائف دیے ہیں خاص طور پر ضیافت دی جاتی ہے اس کا نام نین ڈون ہے اور شادی کے متعلق جن لوگوں نے کام کاج کیا ہوتا ہے انھیں اور قریبی رشتہ داروں کو اس کے دوسرے دن ضیافت دی جاتی ہے اس کا نام ودن چھونگ یعنی چھوٹی ضیافت ہے۔

اگر دولہا دلھن کا گھر نزدیک ہو تو شادی کے دوسرے دن دولہا اور دولھن دونوں مل کر مع اپنے رشتہ داروں کے دولھن کے ماں باپ کو سلام کرنے جاتے ہیں اور اسی دن واپس چلے آتے ہیں۔ دولہا کی ضیافت پچ ستون میں دولھن کے رشتہ دار شریک نہیں ہوتے لیکن نین ڈون میں دولھن کے رشتہ داروں اور ماں باپ کو بھی بلایا جاتا ہے۔ اس کے دوسرے دن دولھن کے گھر میں نین ڈون کا انتظام ہوتا ہے اس میں دولہا دولھن اور دولہا کے ماں باپ اور رشتہ داروں کو مدعو کیا جاتا ہے اس کے دوسرے دن دولہا کے گھر میں ودن چھنگ ہوتا ہے۔ اور اس کے دوسرے دن دولھن کے گھر میں ودن چھونگ ہوتا ہے۔ ان سب جلسوں میں دولہا دلھن اور ان کے رشتہ دار شریک ہوتے ہیں۔ ودن چھونگ کے بعد رسوم شادی خاتمہ کو پہنچ گئیں پلغ روک دس پندرہ روز یا زیادہ سے زیادہ ایک مہینے تک دولھن کے ساتھ رہکر اپنے گھر واپس چلی جاتی ہے۔

لڑکی کے ساتھ نہ چلی جاے دولھن کا باپ ایک دستاویز لکھکر اپنی بیٹی کو دیتا ہے اس میں تفصیل اس تمام جائداد کی درج کی جاتی ہے جو دولھن کو جہیز میں دی گئی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ اس لڑکی کو فلاں لڑکے کے ساتھ بیاہا گیا ہے۔ لڑکے کے باپ کے گھر زمین کے وارث یہی لڑکا لڑکی ہوں گے۔ اور لڑکی کو دولھا کے گھر میں وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو دولھا کو ہیں۔ لڑکے کے باپ کی طرف سے نیرپوں اور رشتہ دار اسپر تصدیق کرتے ہیں کہ یہ دستاویز قبول ہے اور اس میں جو شرائط درج ہیں انپر پورا عمل کیاجائیگا پھر ایک شخص جو خاص طور پر اس کام کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور جسے نائت کہتے ہیں دولھن سے درخواست کرتا ہے کہ آپ تشریف لے چلیں۔ وہ اپنے ماں باپ اور جملہ رشتہ داران سے اجازت لیتی ہے سب اُسے خنک پہناتے ہیں اور خوشی خوشی رخصت کردیتے ہیں۔ باپ کے گھر سے دولھن کے ساتھ ایک عورت کو خادمہ بناکر بھیجا جاتا اسے پغروک کہتے ہیں۔

جب دولھن دولھا کے گھر پہونچتی ہے تو دروازے پر لامہ موجود ہوتے ہیں اور کچھ مذہبی رسوم اس کے سامنے ادا کرتے ہیں ان کے ختم ہونے تک دولھن کو دروازے پر ٹھہرنا ہوتا ہے ان رسومات کے ختم ہونے پر لامہ ایک گھڑا جس کے اندر مختلف اشیا اُنھوں نے ڈالی ہوتی ہیں کسی پتھر کے اوپر رکھکر پھوڑتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ دولھن یا اسکے جہیز کے ساتھ اگر کوئی نحوست آگئی ہے تو وہ گھر کے اندر داخل نہ ہونے پائے اس کے بعد دولھن دروازہ کے اندر داخل ہوتی ہے۔ چن سا یعنی پکانے کھانے اور رہنے کے کمرے میں اُسے پہونچادیا جاتا ہے۔ یہاں دولھا اور دولھن کے بیٹھنے کے لیے پہلے سے جگہ بنائی ہوئی ہوتی ہے اور اُس کے اوپر غلہ کے دانوں کے ساتھ یونگ ڈنگ یعنی اس طرح کا نشان سواستیکا 卍 بنایا ہوتا ہے۔ اس نشان کے اوپر دولھا دولھن دونوں پہلو بہ پہلو بیٹھ جاتے ہیں۔ رشتہ دار اور براتی بھی اس کمرے میں گنجایش کی حد تک بیٹھتے ہیں۔ دولھا دولھن کے سامنے کھانا لایا جاتا ہے۔ تھوڑا تھوڑا وہ اپنے ہاتھ سے کھاتے ہیں اس کے بعد جلسہ برخاست ہوجاتا ہے۔ اس کا نام پچ ستون ہے۔

دوسرے دن دولھا کے گھر میں ضیافت ہوتی ہے۔ اس میں ناچ تماشہ بھی ہوتا ہے

والدین کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد لڑکی کے کسی رشتہ دار کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے کہ وہ لڑکی کو اپنے گھر بلا کر لڑکے کے باپ اور رشتہ داروں کو حوالہ کر دیوے۔ اس رات کو لڑکے کا باپ مع اپنے چند رشتہ داروں کے اپنے گھر سے کھانا تیار کر کے اس شخص کے گھر جاتا ہے اور ضیافت دیتا ہے۔ یہ شخص لڑکی کو اُس کی ماں کی رضامندی یا چشم پوشی سے اپنے گھر لے آتا ہے۔ لڑکی کی رضامندی یا ناراضگی کی چنداں پروا نہیں کی جاتی اس کے سر پر ایک چھوٹا کپڑا یا خنگ بنام نہادگورس باندھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح لڑکی کو یہ شخص اُس کے باپ کے گھر سے اپنے گھر میں لا کر لڑکے کے باپ اور اُس کے رشتہ داروں کو حوالہ کر دیتا ہے۔ وہ اسے لے کر لڑکے کے گھر میں پہونچتے ہیں یہاں ایک لامہ موجود ہوتا ہے وہ رسوم مذہبی ادا کرتا ہے پھر لڑکی اور لڑکے کو چن سا میں پہلو بہ پہلو بٹھلایا جاتا ہے۔ لڑکے کو بھی گورس باندھتے ہیں اور کھانا ان کے سامنے رکھتے ہیں اور شادی تکمیل کو پہونچتی ہے۔

دوسرے دن لڑکے کا باپ مع اپنے رشتہ داروں کے چھنگ لے کر لڑکی کے باپ کے پاس جاتا ہے اور چھنگ پیش کر کے معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ بعض لوگ چھنگ سے انکار کرتے ہیں اور لڑکے کے باپ کو برا بھلا کہتے ہیں کہ تم نے ہماری اجازت حاصل کرنے کے بغیر یہ حرکت کی ہے۔ اس صورت میں اس عمل کو بار بار دُہرایا جاتا ہے حتیٰ کہ لڑکی کے والدین چھنگ قبول کریں اور معافی دیویں۔ اس معافی دینے کے بعد لڑکی کے ماں باپ دولہا دولھن کو اپنے گھر میں بلاتے ہیں اور ضیافت دیتے ہیں۔ اب شادی پوری طرح مکمل متصور ہوتی ہے۔

جس رات لڑکی اس طرح دولہا کے گھر لے جائی جائے اس کی صبح سے لڑکے کے رشتہ داران چھنگ لے کر اُس کے گھر میں آنا شروع ہوتے ہیں۔ اور شادی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ مہینے دو مہینے تک جاری رہتا ہے اور جب لڑکی کے باپ کے گھر میں ضیافت ہو لیتی ہے تو دونوں فریق کے رشتہ دار بھی باری باری سے انہیں ضیافت کے لیے حسب دستور مدعو کرتے ہیں۔ اور کچھ نقدی دخنگ دے کر رخصت کرتے ہیں جیسا کہ بیخ ستون کی صورت میں دستور ہے۔

دولھا دلھن کے رشتہ دار اور ہمسایے باری باری سے انھیں اپنے گھر مدعو کرتے ہیں اور پرتکلف ضیافت دیتے ہیں اور کچھ نقدی اور خلعت دے کر انھیں رخصت کرتے ہیں پنغ رو‌ک کو بھی کچھ نقدی دیتے ہیں یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہتا ہے۔ ہر ایک رشتہ دار کے لیے ایک دفعہ اس ضیافت کا دینا ضروری ہے۔

بعض اشخاص جنھیں جلسہ شادی کی توفیق نہیں ہے یا جنھیں تحائف کی آمدنی کی خاطر خواہ امید نہیں ہے وہ اس جلسہ ضیافت کو نہیں کرتے اور بموقع رخصتی جو کچھ از قسم ضیافت انھوں نے اپنے مہمانوں کے لیے کیا ہے اُسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

لڑکا لڑکی اگر کم عمر ہوں تو اُن کی شادی کے متعلق اُن سے کوئی مشورہ نہیں لیاجاتا اور نہ اُن کی رضامندی حاصل کرنے کی پروا کی جاتی ہے لیکن جوان عمر لڑکے لڑکی کی شادی اگر ماں باپ خود کریں تو لڑکا لڑکی دونوں سے صلاح کرنی پڑتی ہے۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص بطور ولی ان کے فرائض انجام دیتا ہے۔ رانڈ رنڈوے اپنے انتخاب اور اپنی رضامندی سے شادی کرتے ہیں ایسی گورس کے سوا اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔ بعض لوگ سن رسیدہ ہو کر خاص حالات میں شادی کرتے ہیں۔ ایسی شادیوں میں گورس کی رسم بھی ادا نہیں ہوتی۔ اور عورت اپنے گھر سے نکل کر شوہر کے گھر میں داخل ہو جاتی ہے۔ ایسی شادی کو باقاعدہ شادی خیال نہیں کیا جاتا۔ مگر اسے معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا۔

شادی کی اصلی رسم گورس کا باندھا جانا ہے اس کے بغیر شادی رواج کے مطابق تکمیل کو نہیں پہونچتی۔ جن عورتوں کے ساتھ یہ رسم ادا نہ کی جائے اُن کے تعلقات برادری میں آشنائی سے بڑھ کر تسلیم نہیں کیے جاتے اور فریقین جس وقت چاہیں بلا ادائگی کسی رسم کے علحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔

۴ "چوری کی شادی" یا "خفیہ شادی" شادی کا جو طریقہ اوپر لکھا گیا۔ یہ اصولی طریقہ ہے مگر زیادہ تر اس پر عمل نہیں ہوتا ہے علی العموم شادی اُس طریقے کے مطابق ہوتی ہے جسے اصطلاح میں "چوری کی شادی" یا "خفیہ شادی" کہا جاتا ہے اُس کا دستور یہ ہے کہ ٹی چھنگ حسب مذکورۂ بالا عمل میں آتی ہے۔ اور لڑکی کے

پچیس تیس روپیہ نقد بطور معاوضہ اپنی بیوی کو ادا کرنا پڑیگا لیکن اگر مقبا پرانا ہو چکا ہے اور اُس سے اولاد بھی پیدا ہو چکی ہے تو طلاق کے لیے بدسلوکی وغیرہ کا ثابت کرنا ضروری ہے اگر مقبا اپنے ساتھ کچھ اسباب اس گھر میں لایا ہے تو وہ اُس کے واپس لینے کا مستحق ہوگا۔

طلاق دینے کے بعد اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہو جائے تو بغیر ادائگی کسی مزید رسم کے وہ دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ اور اس حیثیت سے ایک ساتھ رہنا اختیار کر سکتے ہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اسکے بعد پھر جدا ہونا چاہیں تو طلاق کی باقاعدگی کی محتاجی نہیں ہے۔ اس طرح طلاق کے بعد تعلقات زناشوئی جو دوبارہ اختیار کیے جائیں یہ باقاعدہ شادی کے تعلقات کے برابر متصور ہونگے۔ اور طلاق کو منسوخ کر دیں گے۔

میاں بیوی کی علحدگی اور نان و نفقہ کے دلائے جانے کا کوئی رواج نہیں ہے شادی کے بعد شوہر کے نامرد ثابت ہونے کی صورت میں شادی باطل متصور ہوگی اور فریقین کسی معاوضہ کے مستحق متصور نہ ہوں گے۔

۶ کثیر الازدواجی مرد کو اختیار ہے کہ اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں اور بیوی یا بیویاں رکھے۔ مگر ایک وقت میں تین سے زیادہ بیویوں کے رکھنے کا دستور نہیں ہے اور عام طور پر ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کا بھی رواج نہیں ہے مگر خاص حالات میں جیسے کہ پہلی بیوی سے اولاد کا نہ ہونا یا اس کا جسمانی طور پر معذور ہو جانا یا بوجہ جسمانی کمزوری کے خانگی کاروبار کے قابل نہ رہنا۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی کسی وجہ کے بغیر ایک سے زیادہ بیویاں رکھے تو بھی کوئی ممانعت قانونی نہیں ہے بشرطیکہ انکے گذارے کا انتظام ٹھیک طور پر کر سکتا ہو۔

شوہر مقبا کی بیوی کی جس قدر بہنیں ہوں ان سب کے اوپر مقبا حقوق شوہری کا استعمال کریگا اور وہ مشترکہ شوہر ان سب بہنوں کا متصور ہوگا۔

شوہر پینا کے جس قدر بھائی ہوں وہ سب حقوق شوہری اپنے بھائی کی بیوی کے اوپر استعمال کریں گے۔ اور وہ مشترکہ بیوی ان سب بھائیوں کی متصور ہوگی۔ علی العموم تین سے زیادہ بھائی ایک بیوی میں شریک نہیں ہوتے۔ اگر اس سے زیادہ بھائی ہوں۔ تو

چوری کی شادی" کی ایک اور صورت یہ ہے کہ پوری عمر کا لڑکا اور لڑکی اپنے طور پر شادی کی تجویز کو پختہ کر لیتے ہیں۔ اگر لڑکی کے ماں باپ کی رضامندی کی اُمید نہیں ہے تو انھیں اُس کی خبر نہیں کی جاتی ہے اور ٹی چھنگ کی رسم ادا نہیں ہوتی۔ اور لڑکی کے ایک رشتہ دار کے ساتھ انتظام کر کے حسب بالا لڑکی کو نکال کر دولھا کے گھر پہنچا دیا جاتا ہے۔ باقی جملہ رسوم حسب بالا ادا کی جاتی ہیں۔ اور لڑکی کے والدین کی رضامندی بھی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ رضامندی بعض اوقات دیر میں ملتی ہے لیکن جب تک رضامندی حاصل نہ ہو بار بار چھنگ لے کر اُن کے گھر جانا پڑتا ہے۔ آخر کار لڑکی کے والدین رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

اس طریقہ شادی کی ضرورت عام طور پر اس بنا پر ہوتی ہے کہ لڑکے کا باپ اخراجات جلسہ شادی ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور اگر شادی میں دیر کرے تو نسبت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے یا یہ کہ لڑکی کا باپ جلسہ شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور لڑکے والوں کو جلدی ہے۔ بہر حال جلسہ شادی یعنی پخ ستون ہر دو فریق کو بعد میں کرنا پڑتا ہے اسمیں جملہ رسوم جو اوپر بیان ہوئیں ادا کی جاتی ہیں۔

۵۔طلاق ایک نیما بیوی کا سلوک اپنے شوہر کے ساتھ نہ رہے تو شوہر کو ہر وقت طلاق دینے کا اختیار رہے اسے ایک گائے یا بارہ تیرہ روپیہ نقد بطور معاوضہ دینے پڑیں گے اور جس قدر جہیز بیوی کے ساتھ آیا ہے وہ کل واپس کرنا ہوگا۔ اور اگر بیوی طلاق کی خواہش مند ہو تو وہ شوہر کو طلاق کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔ تا وقتیکہ وہ اُس کی بدسلوکی یا بدچلنی ثابت نہ کر دیوے۔ اس کے ثبوت کی صورت میں شوہر طلاق دینے پر مجبور ہوگا۔ اور عورت کا فرض ہوگا کہ ایک گھوڑا یا پچیس تیس روپیہ نقد بطور معاوضہ شوہر کو ادا کرے۔ البتہ بیوی جس قدر جہیز اپنے ساتھ لائی تھی اُس کے واپس لیجانے کی حقدار ہوگی۔

بصورت مقپا بیوی اپنے شوہر کو ایک گائے یا بارہ تیرہ روپیہ نقد دے کر طلاق دے سکتی ہے۔ اگر زیادہ عرصہ شادی کو گزر گیا ہو اور اولاد بھی پیدا ہو چکی ہو تو بدسلوکی یا بدچلنی ثابت کرنا ضروری ہے۔ مقپا شوہر اگر خواہش مند طلاق ہو تو اُسے ایک گھوڑا یا

ختم کر سکتا ہے اس صورت میں تبنیت کرنے والے بھی کسی معاوضہ کے مستحق نہیں ہوتے شخص متبنی اپنے تبنیت کرنے والوں کے گھر میں وہی حقوق اور ذمہ داریاں رکھتا ہے جو اولاد صلبی کو ہوتی ہیں ۔

بیوگان اپنے قریبی رشتہ داروں اور بھیس پونوں کی رضامندی سے متبنی بنا سکتی ہیں۔ اگر بلا رضامندی ایسا کیا جائے تو جائز نہیں ہے۔

تبنیت میں علی العموم وہی اولاد دی جاتی ہے جو اپنے والدین کے گھر میں حق وراثت نہیں رکھتی ہے۔ ایک شخص دو گھروں کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اگر متبنی کسی طرح سے اپنے باپ کا وارث ہو جائے تو محجوب الارث سمجھا جائے گا اور اس سے دوسرے درجہ کا رشتہ دار وارث قرار دیا جائیگا۔

اگر قریبی رشتہ داروں میں کوئی لڑکا یا لڑکی تبنیت کے لیے نہ ملے تو دور کے رشتہ داروں میں سے انتخاب کیا جاتا ہے ۔ان سے بھی نہ ملے تو بھیس پونوں کے درمیان سے انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اور بصورت مجبوری غیر اشخاص میں سے بھی متبنی لیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے اپنے رشتہ داران وغیرہ کی رضامندی ضروری ہو گی۔

اگر متبنی بنانے کے بعد تبنیت کرنے والے کی اولاد صلبی پیدا ہو جائے تو اس سے تبنیت باطل نہیں ہو سکتی۔ وراثت بدستور متبنی کو پہونچیگی۔ اور تبنیت کرنے والے کی اولاد کو جو تبنیت کے بعد پیدا ہوئی ہے چھوٹے بھائی یا بہن سے بڑھکر رتبہ نہیں ملیگا۔

۸۔ وصیت ہبہ۔ اور وقف یہ تینوں امور لداخ میں قریب قریب نفی کی حالت میں ہیں۔ وصیت کا بالکل رواج نہیں ہے اور ہبہ کا دستور بھی بہت کم ہے وقف خاص حالات میں گونپوں کے حق میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی جائداد کو تقسیم کرے۔ نہ یہ اختیار ہے کہ بجز وہی اصل وارث کے اپنی جائداد پدری کو بصورت ہبہ یا بصورت وقف علحدہ کرے ۔ البتہ اپنی مکسوبہ جائداد کو ایک شخص اپنی بیٹی کو یا اپنے کسی چھوٹے بیٹے کو یا گونپہ کو دے سکتا ہے۔

اپنی جائداد موروثی میں سے بھی اگر کوئی شخص کنال دو کنال اراضی گونپہ کو بصورت

چھوٹوں کے نام پر یا تو علیحدہ بیوی لائی جائیگی جسے چن چھونگ یعنی چھوٹی بیوی کہا جاتا ہے اُس کی اولاد وارث نہیں ہوتی۔ یا انہیں خانہ دامادی کی صورت میں باہر جانا ہوگا۔ یا لامہ بننا پڑیگا۔ اور یہی صورت چن چھونگ کی اولاد کے لیے ہوگی۔ البتہ اگر چھین چھین یعنی بڑی بیوی کی اولاد نہ ہو تو چھین چھونگ کی اولاد وارث ہوگی۔

بھائیوں کے سوا ایک بیوی میں کوئی غیر شخص شریک نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگوں نے خاص حالات میں باہر سے شوہر امدادی کو گھر میں لانا جائز قرار دیا ہے مگر اس کا عمل اب لداخ میں بہت کم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ علی العموم اُن صورتوں میں کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی خانگی کام کاج کے لیے بطور ملازم ابتدائً گھر میں رکھا گیا۔ اور اس کے ناجائز تعلقات گھر والی کے ساتھ پیدا ہو گئے جس پر شوہر نے چشم پوشی کی۔ ایسی مثالیں لداخ میں موجود ہیں علاوہ ازیں بعض لوگوں نے مہپو رسوک یعنی شوہر امدادی کو علانیہ طور پر گھر میں رکھ چھوڑا ہے۔ مگر ایسے معیوب خیال کیا جاتا ہے۔

۷۔ تبنیت متبنیٰ وہی لوگ بناتے ہیں جو لاولد ہوں۔ بموجودگی اپنی اولاد پسری یا اولاد دختری کے کوئی شخص متبنیٰ نہیں بنا سکتا تبنیت کے لیے لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے قاعدہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان میں سے جو شخص اصل مالک گھر کا ہوتا ہے وہ اپنے رشتہ داران قریبی میں سے ایک لڑکا یا لڑکی جو قریب تر رشتہ اُس کے ساتھ رکھتا یا رکھتی ہو متبنیٰ بنانے کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اور دوسرا فریق اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کسی کو اس متبنیٰ کے ساتھ شادی کئے جانے کے لیے تجویز کرتا ہے۔ اس طرح سے تبنیت میں میاں اور بیوی دونوں کی شمولیت قریب قریب یکساں درجہ تک ہو جاتی ہے۔

تبنیت کے لیے کسی خاص رسم کی ادائیگی کی ضرورت نہیں ہے صرف شخص متبنیٰ کے والدین کے ساتھ طے کر کے اُس کو اپنے گھر میں لے آیا جاتا ہے متبنیٰ اگر تبنیت کنندگان کی مرضی پر نہ چلے۔ اُن کی خدمت نہ کرے یا ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے تو وہ حسب مرضی خود نکال سکتے ہیں۔ متبنیٰ بصورت اخراج کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا ہے اگر شخص متبنیٰ خود اس تبنیت پر رہنا نہ چاہے تو وہ بھی اپنی مرضی سے تبنیت کو

مولود یا اُس کی والدہ کو غسل دینے کا کوئی رواج لداخ میں عام لوگوں کے درمیان نہیں ہے مگر کہا جاتا ہے کہ معزز خاندانوں میں بچہ کو نہلایا جاتا ہے۔ پانی میں زعفران گھولا جاتا ہے۔ اس سے غسل دیا جاتا ہے۔ غسل دینے کے بعد چاندی کے چمچ پر بودھی حرف آ لکھکر بچہ کو چٹایا جاتا ہے اس کے بعد دودھ دیا جاتا ہے۔

گیاپو کے گھر میں جب اولاد پیدا ہو تو اُس کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانے سے کوئی پرہیز نہیں کیا جاتا۔

۱۰۔ موت جب کسی گھر میں موت واقع ہو تو پہلے اُس گونپہ کے لوبن کو بلایا جاتا ہے جس کا وہ گھر پیرو ہے۔ لوبن یہاں پہونچ کر کچھ پڑھتا ہے اسکے بعد مردے کو اُس کے کپڑے اُتار کر اور گھٹنوں کو گردن کے ساتھ ملا کر رسی لین رسی سے باندھ دیتے ہیں۔ پھر ایک کپڑے میں لپیٹ کر خانگی گونپہ کے اندر لیجا کر بٹھا دیتے ہیں۔ یہاں لامہ مذہبی کتابوں کا ختم شروع کرتے ہیں۔ نجومی سے تاریخ دریافت کی جاتی ہے کہ کس روز اس مردے کا نکالنا درست ہوگا جو تاریخ وہ بتلاتا ہے اُس دن جنازے کے نکالنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ صاحب حیثیت آدمی دو دو ہفتہ تک میت کو گھر میں رکھتے ہیں اور معمولی حیثیت کے آدمی دو چار روز سے زیادہ نہیں رکھتے جب تک میت گھر میں رہتی ہے۔ لامہ مذہبی مقدس کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ انھیں کھانا کھلانا ہوتا ہے۔ رشتہ داراناؤں کے کھانے کے ایک ایک دن کے اخراجات اپنے اپنے ذمے لے لیتے ہیں۔ جو لوگ کھانے کا پورا انتظام نہیں کرسکتے وہ نقدی دیدیتے ہیں۔ اس طرح گھر والے کا خرچ تقسیم ہوجاتا ہے اس موقع پر لامہ کم از کم چار پانچ اور زیادہ سے زیادہ پچاس تک بلائے جاتے ہیں۔

جنازے کے نکالنے کے دن جملہ رشتہ دار اور ہمسایے جمع ہوتے ہیں۔ لاما مذہبی دعائیں پڑھتے ہوئے آگے آگے چلتے ہیں۔ چیس پون گھر کے اندر سے بیرونی دروازہ تک میت کو اٹھا کر لیجاتے ہیں۔ دروازے کے باہر سے چند قدم تک گھر کے وارث کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میت کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لیجانا ہوتا ہے اس کے بعد رشتہ دار اُسے پالکی میں بٹھلاتے ہیں اور خود اٹھا کر مسان تک لیجاتے ہیں۔ پالکی کا رواج

خیرات اپنے رشتہ داران اور اصل وارث کی رضامندی سے دیدیے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ مگر زیادہ مقدار اراضی اس صورت میں بھی نہیں دی جا سکتی۔

جس شخص کی اولاد صلبی نہ ہو وہ بھی اپنی تمام جائداد موروثی گونپہ کو بلا رضامندی اپنے قریبی رشتہ داروں کے نہیں دے سکتا۔ اور ایسی نظیریں بھی کم پائی جاتی ہیں کہ کسی نے اپنی تمام جائداد موروثی اپنے رشتہ داران کی رضامندی سے گونپہ کو دیدی ہو۔

۹۔ پیدائش

جب اولاد پیدا ہو تو زچہ کے سرہانے ایک چھوٹی میز کے اوپر ایک برتن غلہ سے بھر کر رکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے اندر ایک تیر کھڑا کر دیتے ہیں اور میز کے اوپر ایک خنک لٹکا دیتے ہیں۔ رشتہ دار اور ہمسایہ مبارکباد کے لیے آتے ہیں سو وہ عام طور پر کھانا تیار کر کے ساتھ لاتے ہیں اور خنک لاتے ہیں۔ کھانا گھر والوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور خنک اسی میز کے اوپر لٹکا دیا جاتا ہے۔ ایک مہینے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مہینے کے ختم ہونے پر ایک دن جلسہ کے واسطے مقرر کیا جاتا ہے اس روز گھر والے چاے اور چھنگ تیار کرتے ہیں اور تھوڑا کھانا بھی پکاتے ہیں جملہ رشتہ داران قریب و بعید اور تمام نزدیک اور دور کے رشتہ دار اور ہمسایے اپنے اپنے گھروں سے کھانا پکا کر اس گھر میں لاتے ہیں۔ سب بیٹھتے ہیں چھنگ اور چاے سے ان کی تواضع کی جاتی ہے جو کھانا یہ لوگ لائے ہوتے ہیں وہ بھی انھیں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کھانے پینے کے بعد جلسہ برخاست ہوتا ہے۔ اس روز تک بچہ پوتوں کے سوا رشتہ دار اور ہمسایے اس گھر کی پکی ہوئی کوئی چیز نہیں کھاتے۔ اس جلسہ کے بعد یہ قید اٹھ جاتی ہے۔ اس ایک جلسہ کے سوا اور کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

دولتمند اشخاص پہلی اولاد کے موقع پر پیدائش سے چھ ماہ یا ایک سال بعد ایک اور جلسہ کرتے ہیں جس میں اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو مدعو کرتے ہیں۔ اور پرتکلف ضیافت دیتے ہیں۔ تماشہ بھی کرتے ہیں۔ اس میں لوگ تحائف بھی دیتے ہیں معمولی حیثیت کے آدمی یہ جلسہ نہیں کرتے۔

سال دو سال بعد کو شوک سے نام تجویز کرایا جاتا ہے بعض اشخاص خود ہی نام رکھ لیتے ہیں نام رکھنے کے وقت کوئی رسم ادا نہیں کی جاتی۔

اس میں سے ایک حصہ۔ اور دیگر اشیا جیسے برتن میز۔ بستر۔ فرش۔ اور گھوڑا وغیرہ حسب حیثیت اسباب لاماؤں کو خیرات کے طور پر دیا جاتا ہے۔

چار روز بعد اس تنور کی راکھ پھس پون نکالتے ہیں۔ اور اگر دریا نزدیک ہے تو دریا میں بہا دیتے ہیں۔ ورنہ پہاڑ پر اڑا دیتے ہیں۔ معزز گھرانوں میں یہ راکھ احتیاط کے ساتھ گھوڑے پر لادی جاتی ہے اس کے اوپر قیمتی کپڑے ڈالے جاتے ہیں اور اسے دریا کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور لاما آگے آگے گیانگ بجاتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس رسم کے بعد شخص متوفی کے گھر میں پھر لاما جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک دفعہ پھر اپنی مقدس کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے چند روز بعد اس ہڈی کو جو تنور سے اٹھائی گئی تھی پیس کر آٹا کرتے ہیں۔ پھر اس میں مٹی ملا کر گوندھتے ہیں اور سانچہ میں ڈال کر چھورتن یا دیوی دیوتا کے بت تیار کرتے ہیں۔ ان کے رکھنے کے لیے معمولی آدمیوں کے واسطے مختلف آبادیوں میں بڑی بڑی چھورتن بنی ہوتی ہیں۔ اس میں رکھ دیتے ہیں صاحب حیثیت آدمی ہر ایک مردہ کے لیے علیحدہ چھورتن تعمیر کرتے ہیں اور اس میں شخص متوفی کی اس یادگار کو رکھ دیتے ہیں۔

ایک مہینے کے بعد پھر ایک مذہبی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس وقت تک کوئی رشتہ دار باستثنائے پھس پون اور لاماؤں کے اس گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھاتا اس رسم کے بعد یہ قید اٹھ جاتی ہے۔

ایک سال کے بعد پھر ایک مذہبی رسم بطور فاتحہ خوانی لاماؤں کے ذریعے ادا کی جاتی ہے امیر لوگ اس سالانہ رسم کو دو چار یا دس سال تک کراتے رہتے ہیں بعض دولتمند اشخاص اپنے بزرگوں کی سالانہ فاتحہ خوانی کو اپنی تمام عمر جاری رکھتے ہیں

تین سال تک کی عمر کے بچے کی میت کو جلانے کا دستور نہیں ہے اس کی لاش کو باندھکر مٹی کے برتن میں رکھکر پہاڑ میں دفن کر دیتے ہیں اور جو بچے بہت چھوٹی عمر کے ہوں ان کی لاش کو گھڑے میں ڈال کر اپنے گھر کی دیوار کے اندر رکھکر چنائی کر دیتے ہیں ان کے لیے رسوات مذہبی زیادہ نہیں ادا کی جاتی ہیں۔

میت کو غسل دینے کا کوئی رواج نہیں ہے۔

صرف قصبہ لیہ میں ہے۔ دیہات میں وارث میت کو اٹھا کر سمسان تک پہونچاتا ہے
قصبہ لیہ کی مختلف آبادیوں کے لیے جدا جدا سمسان بنے ہوے ہیں۔ ان میں قریب
قریب ہر ایک گھر کے لیے میت کے جلانے کی جگہ جداگانہ بنائی ہوئی ہے۔ یہ ایک تنور
جیسا ہوتا ہے جو سطح زمین کے اوپر بنایا جاتا ہے۔ اس تنور میں نیچے لکڑی اور اُپلے
چُن دیتے ہیں۔ اس کے اوپر میت کو بٹھلاتے ہیں۔ پھر بھس پون آگ لگاتے
ہیں۔ اُس کے بعد کل ہمراہی واپس ہوجاتے ہیں۔ رشتہ دار تین دفعہ اس تنور کا
طواف کرتے ہیں اور لاماؤں کو سجدہ کرکے واپس ہوجاتے ہیں۔

لاما یہاں ٹھہرتے ہیں۔ اور کچھ رسوم ادا کرتے ہیں۔ اس کا نام جین سیق ہے
جس کا مطلب آگ کے دیوتا کی پرستش ہے۔ اس اثنا میں لاما چند دفعہ مکھن اور دال
سفید و سیاہ اور کچھ اور چیزیں جلتے ہوے تنور میں میت کے اوپر ڈالتے ہیں جن کا
اصول غالباً یہ ہے کہ میت آسانی سے جل جائے۔ اور بُو نہ پیدا ہو۔ یہ رسم ادا کرکے
دو لاماؤں کو چھوڑ کر اور سب لاما واپس جاتے ہیں۔ یہ دو لاما اور بھس پون تنور کے
قریب بیٹھے رہتے ہیں اور حسب ضرورت لکڑیاں تنور میں لگاتے رہتے ہیں۔ جب
میت کی ہڈیاں جدا ہو جاتی ہیں تو ایک ہڈی تنور سے نکال لیجاتی ہے۔ ایک طباق
غلہ گرم سے بھرا ہوا پہلے سے موجود رکھا جاتا ہے۔ اس غلہ کے اوپر اس ہڈی کو رکھدیا
جاتا ہے اور کپڑا ڈھانپ کر ایک آدمی اسے لے کر چلتا ہے اُس کے آگے
آگے یہ دونوں لاما گیلنگ جو ایک قسم کی سُرنائی ہے بجاتے ہوے چلتے ہیں۔
متوفی کے گھر پر پہونچتے ہیں تو یہ طباق رکھ لیا جاتا ہے اور لاما رخصت ہو جاتے ہیں۔
جب میت پوری طرح جل جائے تو بھس پون بھی تنور چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں۔

معززین اور اوسط درجہ کے لوگوں کے الگ الگ تنور بنے ہوتے ہیں غریب
گھرانے جن کے مستقل تنور مردہ پھونکنے کے لیے بنے نہیں ہوتے وہ دو تین پتھروں
کے اوپر میت کو بٹھلا کر جلا دیتے ہیں۔ راجگان کے گھرانے کے لیے ہر ایک میت کے
واسطے علحدہ تنور تعمیر کیا جاتا ہے۔

شخص متوفی کا سالم لباس اچھی قسم کا۔ اور جو زیور مرتے وقت اس کے جسم پر ہو

پندرھواں باب

(۱) بودھوں کے تہوار اور گونپوں کے میلے وغیرہ

(۱) بودھوں کے تہوار (۲) لاماؤں کے نرتے (۳) گونپوں کے سالانہ میلے (۴) گونپوں کے عہدہ دار (۵) لاماؤں کے حقوق۔ ذمہ داری اور وراثت (۶) بودھی جنتری (۷) لداخ اور اضلاع سرحدی کی مردم شماری

۱۔ لوسر یعنی نوروز لداخ کے قومی تیوہاروں میں لوسر سب سے بڑا تیوہار ہے زمانہ قدیم میں وہ واقعی نوروز کے دن منایا جاتا تھا۔ مگر گیالپو جمیانگ نمگیل نے ایک دفعہ بوجہ ضروریات سیاسی کے اس تیوہار کو تاریخ معینہ سے دو ماہ پیشتر یعنی گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو منایا۔ اُس وقت سے یہی تاریخ اس تیوہار کے لئے مقرر ہو گئی ہے۔

صفحہ 292
452

دستور یہ ہے کہ دسویں مہینے کی ۲۵ تاریخ سے رسوم شروع ہو جاتی ہیں جیسا کہ قدیم سے عمل چلا آتا ہے۔ معززین اور عوام میں سے سو سوا سو۔ سوار بلباس فاخرہ گیالپو کی ڈیوڑھی پر دوپہر کے قریب حاضر ہوتے ہیں۔ سہ پہر کے وقت گیالپو محل سے برآمد ہوتا ہے یہ رسالہ اُس کی اردل میں ساتھ ہو جاتا ہے۔ گیالپو کے محل سے تقریباً دو ڈیڑھ میل تک سڑک لہاسہ پر چھورتن اور مانے وغیرہ عمارات مذہبی کا سلسلہ چلا گیا ہوا ہے۔ ان عمارات کا طواف بودھوں کے عقائد کے مطابق ثواب سمجھا جاتا ہے۔ گیالپو کی سواری ان عمارات کے اوپر کی طرف سے جاتی ہے اور گیالپو دے الدن نمگیل کی تعمیر کی ہوئی مانے تک پہونچ کر ان کے نیچے کی طرف سے واپس ہوتا ہے۔ اس طرح گیالپو کی سواری مع اُس جلوس کے ان مذہبی عمارتوں کا طواف کر کے بازار میں پہونچتی ہے لداخ کا بازار بہت چوڑا ہے اور اس کا لمبان بھی خاصہ ہے گیالپو بازار میں کسی جگہ ٹھہر جاتا ہے۔ اور اُس کی اردل کے سوار دو دو کی جوڑی

میت کے جلانے کے تنوروں پر سالانہ لوسر کے دنوں میں دسویں مہینے کی ۲۹ تاریخ کو رات کے وقت کھانا چڑھایا جاتا ہے۔ اس کا یہ دستور ہے کہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق لوگ گھر سے چائے۔ روٹی۔ چاول وغیرہ پکا کر لیجاتے ہیں۔ اور اپنے گھر کے مردوں کے نام پر اس تنور کے اوپر رکھ دیتے ہیں اور واپس چلے آتے ہیں۔ اس موقع پر گداگر اشخاص سمسان میں موجود رہتے ہیں۔ وہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

معتقدین گونپہ اٹھو یعنی سس کیا پا ہر ایک میت کے لیے نیا تنور بناتے ہیں اور ایک میت کے جلانے کے بعد تنور کو منہدم کر دیتے ہیں۔

لاماؤں کی لاش بھی علی العموم جلائی جاتی ہے۔ مگر بعض بڑے بڑے لاماؤں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لاش کو نمک لگا کر سکھلایا جاتا ہے پھر اُسے ایک چھورتن کے اندر رکھکر بند کر دیا جاتا ہے۔ یا لاش کو گونپہ کے اندر زمین پر رکھ کر اُس کے اوپر ایک بڑی مورت بنا دی جاتی ہے۔ بعض لاماؤں کے مخصوص اعضا کو مورت کے اندر رکھکر محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ گونپہ ریزونگ میں لاما سپہ لثم نیما ای گونپہ کا دل ایک مورت کے اندر رکھا ہوا ہے۔ اس مورت کو بڑی احتیاط کے ساتھ شیشہ والی الماری میں بٹھلایا ہوا ہے۔

لباس بہت بھڑکدار اور خاص وضع کا ہوتا ہے دو دو کی جوڑیوں میں تمام سوار بازار کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک دوڑ لگاتے ہیں جب ایک ایک دفعہ سب کی دوڑ ہو جاتی ہے تو دوسری باری شروع کی جاتی ہے اس طرح سے جب آٹھ دوڑیں پوری ہو جاتی ہیں تو گیالپو اپنے مکان سے نکلتا ہے اور بازار کے درمیان سے ہوکر اپنے محل کو واپس چلا جاتا ہے جملہ سوار اُس کی اردل میں جاتے ہیں اور اُسے محل میں پہونچا کر واپس ہوتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن بھی یہی رسم ادا کی جاتی ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ آٹھ کے بجائے اس روز نو دوڑیں لگائی جاتی ہیں اور گیالپو کو اس کے محل میں پہونچا کر یہ رسم خاتمہ کو پہونچتی ہے۔

۲۔ دوسموچھے لداخ کے بودھوں کے عقائد کے مطابق جب کبھی کوئی شخص کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کے رفع کرنے کے لیے نجومیوں کے حساب کے مطابق ایک چیز تیار کی جاتی ہے۔ جس کو دوس کہتے ہیں۔ اس کے سامنے مذہبی کتابوں کی تلاوت ہوتی ہے۔ جس سے خیال کیا جاتا ہے کہ لھا یعنی دیوتا دوس کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اس کو ان تکالیف کے رفع ہو جانے کی علامت خیال کیا جاتا ہے۔ اور دوس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

تمام ملک لداخ پر جو تکالیف آیندہ سال آنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے رفع کرنے کے لیے اسی خیال کے مطابق دوس موچھے یعنی بڑا دوس تیار کیا جاتا ہے۔ اس کا دستور یہ ہے کہ بارھویں مہینے کی ۲۰ تاریخ کو ٹھکسے ہمیس۔ چمرے اور پیتوک کے گونپوں کے لاما ایک سال کو شوک گونپہ کاوں کی سرکردگی میں مع اس گونپہ کے لاماؤں اور دوسرے سال کو شوک گونپہ ہاٹھو کی سرکردگی میں مع اُس گونپہ کے لاماؤں کے گیالپو کے محل واقعہ لداخ میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد سوا سو کے قریب ہوتی ہے اُنپو یعنی نجومی بھی ان کے ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ ان کے حساب کے مطابق دوس تیار کیا جاتا ہے۔ اور لامہ لوگ کچھ اور اشیا بھی تیار کر کے لاتے ہیں۔ ان کے سامنے کتاب خوانی شروع کی جاتی ہے جو ۲۹ تاریخ تک جاری رہتی ہے۔

اس بڑے دوس کو ۲۹ تاریخ کی شام کو گیالپو کے محل سے ٹکڑوں میں نکال کر

میں بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ لگاتے ہیں جب تمام سواروں کی دوڑ ختم ہو جاتی ہے تو گیالپو اپنے محل کو واپس چلا جاتا ہے۔ اردل کے سوار گیالپو کو محل میں پہنچا کر واپس ہوتے ہیں اس روز رات کے وقت لوگ اپنے اپنے گھروں میں چراغاں کرتے ہیں اور بڑی خوشی مناتے ہیں۔

سواری اور گھوڑ دوڑ کا یہ عمل ۲۰ تاریخ تک مسلسل جاری رہتا ہے ۳۰ تاریخ کو رات کے وقت گیالپو کے محل میں معززین کو ضیافت دی جاتی ہے اس کے ختم ہونے پر گیالپو کی طرف سے اس کا ایک آدمی مشعل لے کر محل سے باہر نکلتا ہے۔ اور لوگ بھی اپنے اپنے گھروں سے مشعل لے کر نکلتے ہیں اور بازار میں سب اکٹھا ہوتے ہیں۔ یہاں سب مل کر بازار سے باہر جاتے ہیں اور ایک کھیت میں ان مشعلوں کو پھینک دیتے ہیں۔ یہ رسم قریب قریب ایسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی ہندوستان کی ہولی ہے۔

دوسرے دن گیارھویں مہینے کی پہلی تاریخ کو لوگ اپنے اپنے گھروں میں جشن کرتے ہیں۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو سال نو کی مبارکباد دیتے ہیں معززین و ممتاز اشخاص گیالپو کی خدمت میں سال نو کی مبارکباد دینے اور اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ گیالپو مع اراکین خاندان شاہی درجہ بدرجہ اپنے محل کے کمرہ دربار میں شہ نشین کے اندر جلوس کرتا ہے۔ کمرے میں لداخی وضع کا فرش دیوار کے ساتھ ساتھ بچھا ہوتا ہے درباری گیالپو کے روبرو اظہار عقیدت کر کے درجہ وار بیٹھ جاتے ہیں چائے وغیرہ سے اُن کی تواضع کی جاتی ہے۔ جونگ سونگ لھاسہ کو بھی اسی موقع پر گیالپو کی خدمت میں شرف باریابی حاصل ہوتا ہے اور جو تحائف وہ لھاسہ سے گیالپو کے واسطے لایا ہے پیش کرتا ہے یہ دن اسی قسم کے مراسم میں صرف ہو جاتا ہے

اس کے دوسرے دن یعنی ۲ و ۳ تاریخ کو گھوڑ دوڑ ہوتی ہے سوار حسب معمول گیالپو کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے ہیں۔ گیالپو جس وقت محل سے برآمد ہوتا ہے سب اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ گیالپو بازار میں پہونچ کر اپنے مکان واقعہ بازار کے اس کمرے میں جلوس کرتا ہے جس کا غرفہ بازار کی طرف کھلتا ہے۔ بعد ازاں لداخی باجہ کے شور کے ساتھ گھوڑ دوڑ شروع ہوتی ہے۔ گیالپو کا ایک خاص اردلی اُس کا آغاز کرتا ہے۔ جس کا

دوڑ بازار کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لگاتے ہیں۔ پھر گیالپو کو اُس کے محل میں پہونچا کر واپس ہوتے ہیں۔

۳۰ تاریخ کو لامہ اپنے اپنے گونپہ جات کو واپس ہو جاتے ہیں۔ گیالپو اپنے سٹے کے گونپہ میں جاتا ہے اور وہاں مہاتما بودھ کی مورت کے سامنے جو تانبے سے بنی ہوئی ہے اور جس کے اوپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے سال بھر تک جلتے رہنے والے چراغ کو مکھن سے پُر کرتا ہے۔ اس چراغ کے اندر سال کے دوران میں کوئی چکنائی نہیں ڈالی جاتی۔ یہ رسم ادا کر کے وہ ہر روزہ لیہ کو واپس آجاتا ہے۔ اس کی واپسی کے وقت وہ تمام جلوس جو اوپر مذکور ہوا گیالپو دے الدن نمگیل کی مانے رنگمو کے پاس اس کی پیشوائی کے لیے موجود رہتا ہے اس جگہ اس مانے کی لمبائی میں جو ساڑھے آٹھ سو قدم کی قریب ہے حسب معمول ایک ایک دوڑ تمام سواروں کی ہوتی ہے۔ پھر گیالپو شہر کی طرف روانہ ہوتا ہے یہ تمام جلوس اُس کے ساتھ چلتا ہے اور گیالپو کو اُس کے محل میں پہونچا کر واپس ہوتا ہے۔

پہلے مہینے کی یکم۔ دوم و سوم تاریخ کو بازار میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے۔ اسکی تفصیل وہی ہے جو لوسر کے بیان میں مذکور ہوئی۔ صرف فرق اسی قدر ہے کہ پہلے دن سات دوسرے دن آٹھ اور تیسرے دن نو دوڑیں ہوتی ہیں۔ اور دس موچھے کی رسوم خاتمہ کو پہونچتی ہے۔

۴۔ ختم کا گیور و استن گیور کا گیور ایک سو آٹھ یا اس کے قریب قریب ضخیم جلدوں کی ایک کتاب ہے جسے لھاسہ اور لداخ کے بودھ مذہبی مقدس کتاب مانتے ہیں استن گیور دو سو دو یا اس کے قریب قریب ضخیم مجلدات کی ایک کتاب ہے جو کا گیور کی ٹیکا یعنی شرح ہے۔ ان دونوں مقدس کتابوں کا ختم کرانا لداخی بودھوں کے عقائد کے مطابق بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ یہ کام معمولی حیثیت کے اشخاص کی طاقت سے باہر ہے۔ راجگان بودھ کے عہد میں شاہی اہتمام میں ہوا کرتا تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے عملداری سرکار جموں میں بھی باہتمام واخراجات سرکاری کرایا جاتا رہا ہے۔

قبرستان لیہ کے متصل ایک کشادہ میدان میں کھڑا کرتے ہیں اور ایک درخت کی صورت میں اسے ترتیب دیتے ہیں اور اُس کے سامنے کتاب خوانی کرتے ہیں۔

۲۵ تاریخ سے لامہ اس کام میں مصروف ہوتے ہیں اور گیالپو کو روزانہ ماسنے کا طواف کرنا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق دستور وہی ہے جو لوسر کے بیان میں درج ہوا۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ سواروں کی تعداد اس موقع پر پونے دوسو کے قریب ہوتی ہے گیالپو کی سواری ۲۹ تاریخ تک روزانہ نکلتی رہتی ہے اور بازار میں ایک دوڑ لگا کر محل کو واپس چلی جایا کرتی ہے۔

۲۸ تاریخ کو صبح کے وقت گونپہ سوما میں جو گیالپو کے محل سے متصل واقع ہے میلا لگتا ہے۔ اس میں لامہ لوگ اپنے دیوتاؤں کے چہرے لگا کر اور خاص وضع کا لباس پہن کر مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں جسے لداخی اصطلاح میں سیرکیام اور انگریزی زبان میں ڈیول ڈانس کہا جاتا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیے دور دور سے بوڑھے مرد اور عورتیں لداخ میں جمع ہوتی ہیں۔ گیالپو مع اپنے اراکین خاندان شاہی کے یہ نظارہ اپنے محل کے غرفہ سے دیکھتا ہے اور دیگر معززین اپنی نشست کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ غرض کہ دوپہر تک گونپہ سوما کے گرد وپیش بڑی چہل پہل رہتی ہے۔ اس کے ختم ہونے پر گیالپو اپنے معمولی طواف کے لیے محل سے برآمد ہوتا ہے۔

۲۹ تاریخ کو سہ پہر کے وقت لامہ اپنے تیار کیے ہوئے سامان کو حسب معمول پورے جلوس کے ساتھ بازار کے درمیان سے گذار کر اُس جگہ لیجاتے ہیں جہاں دوس مو چھے کا درخت کھڑا کیا ہوا ہے۔ یہ جلوس متعدد حصوں میں مختلف قسم کی رسوم کے ساتھ نکالا جاتا ہے جب تمام سامان میدان میں پہونچ جاتا ہے تو گیالپو کی سواری پورے جلوس کے ساتھ اس جگہ آتی ہے۔ لامہ بعد ادائگی رسومات مذہبی اس درخت کو توڑ دیتے ہیں۔ اس کی لکڑی اور اُس کے ٹکڑے لوگ تبرکاً لیجاتے ہیں اور برکت کے خیال سے غلہ کے ذخیروں میں رکھتے ہیں۔ دیگر اشیا جو لاماؤں نے تیار کی ہوئی ہیں وہ بھی اسی جگہ پھینک دی جاتی ہیں یا جلا دی جاتی ہیں۔ ان رسومات کی ادائگی کے بعد گیالپو مع اپنے جلوس کے بازار میں آتا ہے یہاں حسب معمول دو دو کی جوڑیوں میں گیالپو کی اردل کے تمام سوار ایک ایک

اس خیال کے گونپے ہمیس و چمرے وغیرہ ہیں۔

(۲) گیلدن۔ یہ جدید خیال ہے۔ اس کے لامہ سرخ لباس اور زرد ٹوپی پہنتے ہیں اس خیال کے گونپے۔ پیتوک۔ ٹھکسے۔ لیکیر۔ وسکٹ اور ریڈنگ وغیرہ ہیں۔

(۳) ڈی کونگ۔ یہ بھی پرانا خیال ہے۔ اس کے لامہ لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کے گونپے گاوں دچھیانگ) ولامہ یورو ہیں۔

(۴) سس کیا۔ یہ بھی پرانا خیال ہے اس کے لامہ بھی لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کا صرف ایک گونپہ اٹھو ہے۔

(۵) اسکما۔ یہ بھی پرانا خیال ہے اور لامہ لال ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس خیال کا صرف ایک گونپہ ٹیک ٹیک موضع ساکٹی میں ہے۔

(۶) لوڈوک واقعہ بھوٹان۔ اس کا خیال ڈوگپا کے قریب قریب ہے اور اس خیال کا صرف ایک گونپہ استغنا میں ہے۔

۳۔ گونپوں کے سالانہ میلے

ان گونپوں میں سالانہ میلے ہوتے ہیں جن کی اصلیت اسی قدر بتلائی جاتی ہے کہ یہ انتظام لوگوں کو دیوی دیوتاؤں کا درشن دینے کی غرض سے کیا گیا ہے۔ ان میلوں کے مذہبی نام اور تواریخ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہمیس۔ سس چو۔ ۱۰ و ۱۱ تاریخ پانچواں مہینا

۲۔ چمرے۔ دانگ چھوک۔ ۲۸ و ۲۹۔ تاریخ نواں مہینا (ایک سال چمرے میں اور دوسرے سال ہمیس میں)

۳۔ پیتوک۔ گوستور۔ ۲۸۔ و ۲۹ تاریخ گیارھواں مہینا

۴۔ ٹھکسے۔ گوستور۔ ۲۸۔ و ۲۹ تاریخ بارھواں مہینا

۵۔ لیکیر۔ ددس موچھے۔ ۲۸ و ۲۹۔ تاریخ بارھواں مہینا

۶۔ وسکٹ۔ ددس موچھے۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ بارھواں مہینا

۷۔ گاوں سس دوچپا۔ ۲۸ و ۲۹ تاریخ پہلا مہینا

دستور یہ ہے کہ بودھی سال کے دوسرے مہینے کی ۵-۵ ایا ۲۵-تاریخ کو مختلف گونپہ جات کے کل ۳۰۰، لامہ لداخ میں بسر کرتے ہیں گی کوشوک گونپہ گاؤں جمع ہوتے ہیں پہلے وہ مکانات سرکاری میں سے ایک مکان میں ان کتابوں کی تلاوت کرتے تھے جب سے مکانات سرکاری میں گنجایش باقی نہیں رہی ہے اُس وقت سے گونپہ چندرا رک کرپو میں جو بت وسیع عمارت ہے جمع ہوکر ان کتابوں کو پڑھتے ہیں پانچ روز میں یہ کتابیں ختم ہوتی ہیں۔ اس اثنا میں گونپہ سوا میں کچھ مذہبی قسم کا سامان تیار کیا جاتا ہے جسے استورما کہتے ہیں ۹-۱۹- یا ۲۹ تاریخ کو کوشوک گونپہ گاؤں استورما وغیرہ اشیا گونپہ سوا سے نکال کر قصبہ لداخ کے باہر میدان میں لیجاتا ہے۔ استورما کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے اور ایک سینگھ میں خون بھر کر رسی میں باندھکر دو ستونوں کے درمیان میں لٹکا دیا جاتا ہے۔ اور انسانی شکل کا ایک بت بناکر پہاڑی کی سلامی میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ قلعہ لداخ کی جنگی نفری توپ لے کر اس جگہ آتی ہے اور پانچ ضرب کی سلامی سر کرتی ہے۔ بعد ازاں سپاہی پہلے اُس سینگھ کے اور پھر اس بت کے اوپر بندوق سے نشانہ لگاتے ہیں۔ جب گولی لگ جاے تو ان چیزوں کو دفن کر دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ اس کے دوسرے دن لامہ اپنے اپنے گونپوں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ لداخ کے بودھوں کا اعتقاد ہے کہ یہ عبادت تمام ملک کے لیے باعث ثواب ہے۔

(۲) لاماؤں کے فرقے

لھاسہ میں لاماؤں کے درمیان فروعات میں جزوی اختلافات ہیں جن کی وجہ سے لاماؤں کے جدا جدا فرقے ہو گئے ہیں جو کہ اُن کے گونپوں کے ناموں سے مشہور ہیں لداخ میں جو گونپے بنائے گئے ہیں وہ لھاسہ کے ایک یا دوسرے گونپہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی گونپہ کے نام سے منسوب ہیں اس لحاظ سے لداخ کے بڑے بڑے گونپے حسب ذیل خیالات کے لاماؤں یا فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) ڈوگپا۔ یہ پرانا خیال ہے اس کے لامہ سرخ لباس اور سرخ ٹوپی پہنتے ہیں

ہے معززین کے لیے جداگانہ نشست گاہیں بنی ہوتی ہیں جو پردوں اور فرش فروش سے پوری طرح آراستہ ہوتی ہیں اور ان کے قیام کا انتظام بھی عمارات گونپہ میں کیا جاتا ہے عام لوگ جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جاتے ہیں اور رات درختوں کے نیچے بسر کرتے ہیں۔

گونپہ ہمیس کا سِس چھو مندرجۂ بالا گونپوں کے میلوں میں سے گونپہ ہمیس کے میلے کی شہرت بہت زیادہ ہے اور سیاحوں کے درمیان زیادہ مشہور ہے جس کا سبب غالباً یہ ہے کہ باقی اکثر میلے سردی کے موسم میں آتے ہیں جن کے دیکھنے کا سیاحوں کو موقع نہیں ملتا۔ اور علاوہ ازیں ہمیس کا گونپہ لداخ کے تمام گونپہ جات میں لدار ہے۔ لاماؤں کی تعداد بھی اس گونپہ میں مقابلتہً زیادہ ہے اور اس گونپہ کا سامان بھی اعلیٰ اور بیش قیمت ہے یہ سامان ڈیڑھ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ گیالپو سِس کیونگ نمگیل کا بیٹا گیال سٹس بی ہم سیدانگ ٹھن لیس جو گونپہ ہمیس میں لاماؤں کے افسر اعلیٰ کے رتبہ تک پہونچ گیا تھا۔ ہزار روپیہ خرچ کر کے لہاسہ سے لایا تھا۔ اور ابتک اچھی حالت میں موجود ہے۔

۲۔ گونپہ پاٹھو کا تغرانگ گونپہ پاٹھو کے تغرانگ میں یہ کام بھی ہوتا ہے جو اوپر مذکور ہوا اور لھا یعنی دیوی کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ کچھ مدت کے لیے اس گونپہ کے دو دو لامہ مخصوص کر دیے جاتے ہیں جو دو تین ماہ تک چلہ کشی اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں اور اس روحانی صفائی سے اپنے آپ کو اس درجہ پر پہونچاتے ہیں کہ لھا ان کے اوپر ظہور کرے۔ یہ عمل انھیں ہر سال کرنا پڑتا ہے۔ تین چار بجے کے قریب ان کے اوپر لھا کا ظہور ہوتا ہے جس کے لیے پہلے سے انھیں تیاری کرنی پڑتی ہے جب لھا کا ظہور ہو جاے تو وہ خاص قسم کے لباس میں اور بعض وقت ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر جوش کی حالت میں گونپہ سے باہر نکلتے ہیں۔ کچھ دیر صحن میں باجہ کی تال پر چکر لگاتے ہیں۔ پھر گونپہ کے برآمدوں کی چھت پر چڑھ جاتے ہیں اور منڈیروں پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر چھلانگ مارتے ہیں۔ زائرین کے درمیان چکر لگاتے ہیں۔ اس وقت لوگ اپنی اپنی مرادیں ان سے پوچھتے ہیں۔ یہ انھیں اُن کی اغراض کے متعلق مختصر اور

۸- لامہ یوروکب گیت - ۸ اور ۹ تاریخ گیارھواں مہینا

۹- ماٹھو- نغرانگ — ۱۳-۱۴ اور ۱۵- تاریخ پہلا مہینا

۱۰- ٹیک ٹیک- وانگ چھونگ - ۲۸-۲۹ اور ۲۹ تاریخ نواں مہینا

۱۱- سشے- شوبلا- ۹ و ۱۰ تاریخ ساتواں مہینا

ان میلوں کے موقع پر قریب قریب یکساں قسم کی رسومات ہر ایک گونپہ میں ادا کی جاتی ہیں باستثناے ماٹھو نغرانگ اور سشے شوبلا کے جن کا ذکر علیحدہ کیا جائیگا ان رسومات کا خلاصہ یہ ہے کہ گونپہ جات کے دروازوں کے آگے ایک فراخ صحن بنایا جاتا ہے۔ اس کے دو یا تین طرف برآمدے بنے ہوتے ہیں- ایک فراخ برآمدہ میں کوشوک اور گونپہ کے معزز لامہ اپنی اپنی نشست گاہوں پر جو بلندی میں سطح صحن سے تین فٹ سے چھ انچ تک مختلف لاماؤں کے رتبہ کے لحاظ سے تیار کی جاتی ہیں جلوہ افروز ہوتے ہیں- اسی برآمدہ کے ایک طرف یا دوسرے برآمدے میں ڈھول - جھانجھ - ترھی اور سُرنائی بجانے والے لامہ ایک قطار میں بیٹھتے ہیں- اور کوشوک کے اشارے پر بجاتے ہیں گونپہ کے اندر سے لامہ مختلف گروہوں میں باری باری سے ایک خاص انتظام کے ساتھ طرح طرح کے بیش قیمت اور بھڑکدار ریشمی لباس پہن کر اور جانوروں اور دیگر وضع کے چہرے چڑھا کر اس جگہ آتے ہیں اور باجہ کی تال پر اس میدان میں چکر لگاتے ہیں- ان کے قدم ایک ساتھ اور باقاعدہ اُٹھتے ہیں ایک گروہ کا کام ختم ہو جاتا ہے- تو دوسرا گروہ نئی وضع کے لباس اور دوسری قسم کے چہروں میں وارد ہوتا ہے- یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جب تک کہ میلہ کا خاتمہ ہو- یہ بودھوں کی عبادت میں داخل ہے مگر انگریزی میں اسے ڈیول ڈانس کا نام دیا گیا ہے

دور دور سے لوگ ان دیوتاؤں کے درشن کے لیے جمع ہوتے ہیں- تقریبًا ہر ایک میلہ پر اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ صحن کو لاماؤں کے عمل کے لیے خالی رکھنے کے واسطے انتظامی افسر از قسم پولیس گونپہ کو تعینات کرنے پڑتے ہیں جو علی العموم مسخر اور شاذ و نادر ڈنڈے کی دھمکی سے انتظام قائم رکھتے ہیں- ان میلوں پر لداخی مردوں کی نسبت عورتیں بہت زیادہ تعداد میں جمع ہوتی ہیں کیونکہ عورتوں میں مذہبی خیال بمقابلہ مردوں کے زیادہ تیز ہوتا

دونوں طرف دیکھتے ہیں۔

جب اُن کا کام ختم ہو جاتا ہے تو گونپہ کے لاماؤں میں سے ایک شخص انکے دل پر ہاتھ پھیرتا ہے اس حرکت سے لھا ان کے اوپر سے اتر جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بیہوش ہو جاتے ہیں جس روز ان کا بدن ننگا اور سیاہی سے کالا کیا ہوتا ہے اس روز انھیں ہوش میں لانے کے لیے یہ تدبیر کی جاتی ہے کہ گرم پانی میں کپڑا ترکر کے اُن کے تمام بدن پر پھیرا جاتا ہے۔ اور بدن پر جو رنگ و روغن کیا گیا تھا اس کو دھو دیا جاتا ہے اس کے دور ہو جانے پر لھا ان کے اوپر سے اُتر جاتا ہے اور وہ ہوش میں آجاتے ہیں اس وقت انھیں کھانسی بہت آتی ہے اور گاہ بگاہ قے بھی ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر تک بے حال رہتے ہیں پھر اپنی معمولی حالت میں آجاتے ہیں۔

اس کے بعد دوسرے مہینے کی ۸ تاریخ کو ان کے اوپر لھا کا پھر ظہور ہوتا ہے اور وہ گونپہ سے گھوڑے پر سوار ہو کر نالہ کے اندر چار پانچ میل کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں دو لاطو یعنی دیوی کے استھان بنے ہوئے ہیں ان کی مرمت کراتے ہیں۔ اور ان کے اوپر درخت پدم کی نئی شاخیں لگاتے ہیں۔ مرمت کا کام ختم ہو جاتا ہے تو لاطو کے اندر اپنا سر لگا دیتے ہیں۔ اس حرکت سے لھا اتر جاتا ہے۔ پھر یہاں سے گونپہ کو واپس چلے جاتے ہیں اس موقع پر بھی زائرین جمع ہوتے ہیں۔ مگر زیادہ مجمع نہیں ہوتا۔

۳۔ موضع شے کا شوبلا موضع شے میں راجہ کے پرانے محل کے پاس ایک گونپہ بنا ہوا ہے۔ اس کے ایک حصہ میں دو رجے چھن مو کی مورت ہے جسے لوسا دار پچن زنگپو کا لھا خیال کیا جاتا ہے یہ بزرگ لداخ میں مذہب بودھ کا بانی ہے اور اس گونپہ کے باقی دو کمروں میں جو جدا جدا واقع ہیں۔ مہاتما بودھا کی مورت ہے ایک جگہ مٹی کی بنی ہوئی ہے اور دوسری جگہ تانبے سے بنی ہوئی ہے جس کے اوپر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے اس قسم کی تمام مورتیں جو میں نے لداخ و زانسکار میں دیکھی ہیں ایک ہی پیمانے پر بنی ہوئی ہیں۔ اور قد انسانی سے تقریباً ۶-۷ گونہ بڑی ہیں۔

۹-۱۰ تاریخ کو لھا کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے حالات یہ ہیں کہ ایک شخص معمولی

جنچا تلا جواب دیتے ہیں جو کہ عموماً گول مول یا ذومعنی ہوا کرتا ہے اور بسا اوقات اُس کا ایک نہ ایک پہلو صحیح نکلتا ہے اور معززین کو نیزہ اور تلوار وغیرہ اشیا بھی تبرکاً دیتے ہیں جس کے لیے دستور یہ ہے کہ ریشمی کپڑے کے چڑھاوے کے ساتھ دوسرے دن واپس کرنا ہوتا ہے۔

۱۳ و ۱۴ تاریخ کو اُن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور ان کا بدن کمر سے اوپر ننگا ہوتا ہے۔ ۱۵ تاریخ کو ان کی آنکھوں پر کپڑے کا موٹا پردہ سیاہی کے ساتھ کالا کر کے باندھ دیا جاتا ہے۔ یہ کپڑا ٹھڈی کے نیچے تک لٹکتا ہے۔ تمام بدن اُن کا ننگا ہوتا ہے صرف ستر پر پردہ رکھا جاتا ہے تمام بدن کو سیاہی کے ساتھ کالا کر دیا جاتا ہے اور پیٹ و پیٹھ کے اوپر رنگ کے ساتھ دیوی دیوتا کے چہرے بنا دیے جاتے ہیں جن کی تین آنکھیں ہوتی ہیں۔ اس حالت میں وہ ہاتھوں میں وہ چیزیں جو عبادت کے وقت استعمال کیجاتی ہیں لیے ہوئے گونپہ سے برآمد ہوتے ہیں۔ اور بلا تکان ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جاتے ہیں۔ سیڑھیوں پر چڑھتے ہیں۔ اُترتے ہیں جو اشخاص اُن سے سوال کریں اُنھیں جواب دیتے ہیں۔ جس پہاڑی کے اوپر یہ گونپہ واقع ہے اُس کے نیچے کچھ فاصلہ پر گونپہ کا ایک مکان ہے۔ پہاڑی راستہ سے اس مکان میں جاتے ہیں۔ یہاں سے نکل کر مانے و چھورتن کا طواف کرتے ہیں۔ میلہ کے تمام شرکا کو درشن دیتے ہوئے گونپہ کو واپس چلے جاتے ہیں یہاں پھر دوڑ دھوپ کرتے ہیں عمارت گونپہ کی منڈیروں پر بلا تکان دوڑتے ہیں۔ معززین کے کمروں میں جاتے ہیں۔ ان سے بات چیت اپنے مخصوص طرز میں کرتے ہیں۔ جب یہ میرے پاس آئے تو میں نے ان کے چہرے کو بغور دیکھا میری رائے میں ان کی آنکھیں قطعی طور پر بند ہوتی ہیں تاہم راستہ معلوم کرنے میں انھیں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے گونپہ کے اندر راستے علی العموم پیچیدہ تنگ اور اوپر نیچے ہوتے ہیں مگر یہ بیدھڑک دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ چھتوں کی منڈیروں پر بے تحاشا دوڑ لگاتے ہیں۔ ایک چھت سے دوسری چھت پر بالکل ٹھیک اندازہ سے چھلانگ مارتے ہیں اور میں نے نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس میں کبھی لغزش کی ہو۔ بودھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کے پیٹ اور پیٹھ پر جو چہرے بنے ہوتے ہیں ان کے ذریعے یہ آگے اور پیچھے

ریزونگ کا گونپہ لداخ میں سب سے نیا ہے۔ اس
۴۔ دیگر گونپہ جات جو ان رسوم گونپہ کے لاما اپنے قواعد کی پابندی میں بہت
سے قائل نہیں ہیں!! سخت ہیں۔ اور ریاضت میں بہت باقاعدہ ہیں۔
چھنگ اور گوشت سے انھیں قطعی پرہیز ہے سادہ غذا صرف دو وقت کھاتے ہیں
اور رسومات جو لداخ کے دیگر گونپہ جات میں رائج ہیں انکے قائل نہیں ہیں۔
یہ ناچ وغیرہ کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتے ہیں اور نہ کوئی میلہ کرتے ہیں۔
استغنا کے گونپہ میں بھی کوئی میلہ نہیں ہوتا۔ یہ گونپہ بھی رسومات کا
قائل نہیں ہے اسطرح تیاسنگ کے گونپہ میں بھی کوئی سالانہ میلہ نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ گونپوں کے عہدہ دار

گونپوں کا افسر اعلیٰ ایک بڑا لامہ ہوتا ہے جو علی العموم بانی گونپہ یا کسی بزرگ
مذہبی کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ لداخ میں کوشوک کے لقب سے مشہور ہے۔
کوشوک گونپہ کے مذہبی اور دنیاوی ہر دو شعبوں میں اختیارات کلی رکھتا ہے باستثنا
گونپہ ریزونگ جہاں اختیارات سب سے پرانے لامہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں
لداخ وزانسکار میں حسب ذیل کوشوک ہیں اور ان کے ماتحت وہ گونپہ جات
ہیں جو ان کے نام کے سامنے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ کوشوک ستک سنگ رامپا۔ گونپہ ہمیس۔ چمرے اسنلے۔ اور چھوٹے گونپے
تقریباً ہر ایک گاؤں میں۔

۲۔ کوشوک بکولا۔ گونپہ پیتوک۔ سمکر۔ سابو۔ استوک اور چھوٹے گونپے بہت
سے دیہات میں۔

۳۔ کوشوک تارس ستولکو۔ گونپہ لیکیر۔ لنگ شٹ۔ ینگدوم۔ کرشا۔ پھوگتل
اور ستونگدے۔ اور چھوٹے گونپہ لداخ وزانسکار میں۔

۴۔ کوشوک استوکس لدن۔ گونپہ گاون (چھیانگ) لامیورو۔ دشا۔ بوکول
چیچول۔ شانگ۔ بودھ کھربو۔ اور چند چھوٹے گونپے۔

آدمیوں میں سے اس غرض کے لیے مخصوص کیا ہوتا ہے اس وقت سے پیشتر وہ دو ڈیڑھ
مہینے چلہ میں رہتا ہے۔ تاریخ معینہ پر وہ چلہ سے برآمد ہوتا ہے اور دسے شوق گیت پا یعنی
آٹھ چھورتن کے پاس جاکر بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں چار پانچ لامہ کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ اور
مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں اس سے لھا کا ظہور اس کے اوپر شروع ہوتا ہے۔ اس وقت
اس کی آنکھ اور ناک سے پانی جاری ہو جاتا ہے۔ پہلے وہ بیٹھی ہوئی حالت میں چھورتن
کا چکر لگاتا ہے۔ اور پھر جب لھا کا اس کے اوپر ظہور ہو جاتا ہے تو اٹھ کھڑا ہوتا ہے
اس نے بہت بیش قیمت لباس جو لداخ کے راجاؤں نے اپنی حکومت کے زمانے
میں اس غرض کے لیے بنا کر دیا ہوا ہے پہنا ہوتا ہے۔ پہلے وہ راجہ کے محل میں آتا ہے
جہاں معززین جمع ہوتے ہیں لوگ اس سے اپنی اپنی مرادوں کے متعلق سوال کرتے
ہیں وہ سب کو برجستہ جواب دیتا ہے پھر محل سے باہر نکلتا ہے۔ عام لوگ جو سوالات
کرتے ہیں اُن کا جواب دیتا ہے۔ بعد ازاں گونپہ کی چھت پر چڑھ کر منڈیروں کے
اوپر دوڑ لگاتا ہے۔ اُبلتی ہوئی چاے اُسے دی جاتی ہے وہ اسے بلا تکلف پی جاتا ہے،
کہتے ہیں کہ ایک گیالپو کو شک پیدا ہوا کہ دراصل لھا کا ظہور اس شخص پر نہیں ہوتا اور یہ
محض ڈھکوسلا کرتا ہے اُس نے امتحاناً کہا کہ اگر اُبلتی ہوئی چاے یہ شخص بلا تکلف
پی جاے تو سمجھے اس کی کرامات کا اعتبار ہوگا۔ اس وقت سے یہ دستور اب تک
چلا آتا ہے۔

اس کے دوسرے دن بھی اسی طرح یہ عمل کیا جاتا ہے اس اثنا میں یہ لھا گھوڑے
پر سوار ہو کر ایک دوڑ بھی لگاتا ہے اور معززین کے پاس جاتا ہے۔ لوگوں سے بات
چیت کرتا ہے اور شام کے قریب اس رسم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر دیگر ناچ تماشے بھی ہوتے رہتے ہیں اور بہت بڑا مجمع ان کے
دیکھنے کے لیے جمع ہوتا ہے۔ اس لھا کی وقعت ماتھو کے لھا کی نسبت بہت زیادہ
خیال کی جاتی ہے اور تقریباً جملہ گونپوں کے نمایندے اس جلسہ میں شریک ہوتے
ہیں اور سوالات کرتے ہیں یہ انتظام لامہ رگزن سیوانگ نوربو کا درست کیا ہوا ہے
جو گیالپو فونسوک نمگیل کے زمانے میں لداخ کی خانہ جنگی رفع کرنے کی غرض سے آیا تھا

یہ معلومات حاصل کرکے یہ شخص لہاسہ سے واپس آتا ہے اور جس طرف یا جس علاقہ میں گوشوک متوفی کا جنم لینا لہاسہ میں بتلایا گیا ہے۔ اُس طرف گوشوک کی تلاش شروع کی جاتی ہے۔ بودھ لوگوں کے عقائد کے مطابق ہر ایک روح کے لیے ضروری ہے کہ ایک جسم سے جدا ہونے کے بعد سات روز کے اندر دوسرے جسم میں جنم لے۔ چنانچہ ایسے لڑکوں کی تلاش کی جاتی ہے جو گوشوک متوفی کے مرنے سے سات روز کے اندر پیدا ہوئے ہوں۔ اس تلاش میں یہ واقعات امداد دیتے ہیں کہ ایک لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد ماں باپ کو خوش حالی میں ترقی ہوئی۔ یا کچھ عجائبات اس لڑکے سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا گونپہ کے لاماؤں کو کسی لڑکے کی نسبت خواب میں کچھ معلوم ہوا ہو یا یہ کہ کوئی لڑکا گوشوک متوفی کے نوکروں میں سے کسی شخص کی نسبت یا اُس کے اسباب کی نسبت یہ کہے کہ یہ میرا نوکر یا میری چیز ہے۔ ایسا کم ہوتا ہے۔ بہرحال جس لڑکے کی نسبت ایسا خیال ہو اُس سے گوشوک متوفی کے اسباب اور جانوروں کی نسبت دریافت کیا جاتا ہے جو لڑکا ان چیزوں کا ٹھیک حال بتلا دیوے اُس میں گوشوک متوفی کا جنم لینا تسلیم کیا جاتا ہے۔ پھر اُس کی تصدیق کے لیے گوشوک متوفی کے روزمرہ کے استعمال کی اشیا کو جیسے کہ چائے پینے کا پیالہ تسبیح۔ اور عبادت کا سامان اسی قسم کی چیزوں کے ساتھ جو دوسروں کی ملکیت ہوں ملا کر لڑکے کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ اپنی چیز کو اُٹھا لو اگر وہ غلط اشیا کی شناخت کرے تو اُسے ترک کر دیا جاتا ہے اور دوسرے لڑکے کی تلاش کی جاتی ہے۔ اور اُس کا بھی اسی طرح امتحان کیا جاتا ہے اگر کچھ اسباب اپنا اور کچھ دوسروں کا وہ بطور اپنے اسباب کے شناخت کرے تو معاملہ لہاسہ کے اُسی لامہ کے فیصلہ پر ملتوی رکھا جاتا ہے جس نے ابتدا میں لاما کی پیدائش کی اطلاع دی تھی۔ الغرض ٹھیک اور مخلوط شناخت کی ہر دو صورتوں میں یہ معاملہ آخری فیصلہ کے لیے اُسی لامہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اگر اسباب کی شناخت ٹھیک طور پر کی گئی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ لامہ گونپہ لہاسہ اس کی تصدیق کر دیتا ہے جس صورت میں کہ اسباب کچھ درست اور کچھ غلط شناخت کیا گیا ہو تو ایسے چند لڑکوں کے نام لامہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ ان سب کے متعلق رمل کے حساب سے

۵۔ کوشوک چمپا ستنبا چھوسفیل۔ گونپہ۔ ٹھکسے۔ وسکیٹ اور چند چھوٹے گونپے۔

۶۔ کوشوک سولیثیم یگ شت ستفزن } گونپہ ریزونگ وہمتی
کوشش کوشوک لوبزانگ سولیثیم چھوسفیل }

۷۔ کوشوک گونپہ ماتھو وغیرہ گونپہ ماتھو۔ کت منگ وسپیتی۔

ان کی جانشینی کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ لھاسہ کے بہت بڑے لاماؤں کی صورت میں جیسے کہ گیالوارین پوچھے (ڈلائی لامہ) یا پن چھن رین پوچھے (ڈشٹی لامہ) ہیں فیصلہ جانشینی کے واسطے چار پانچ سوسغرزاور اعلیٰ درجہ کے لاماؤں کو جمع کیا جاتا ہے۔ وہ چند روز تک جمع ہوکر مقدس کتابوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ بعد ازاں جن لڑکوں پر ان کی رائے ہوتی ہے کہ متوفی لامہ کی روح نے اُن میں جنم لیا ہے اُن کے نام کاغذ پر لکھکر آٹے میں الگ الگ گولیاں بناتے ہیں۔ یہ گولیاں ایک سونے کے پیالہ میں جمع کردی جاتی ہیں اہبان چین متعینہ لھاسہ یہاں آتا ہے اور اس پیالہ میں سے ایک گولی نکال دیتا ہے جس کے نام کی گولی نکل آئے اُسے جانشین تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس رسم کا نام سیرپوم ہے۔ اُس کے لیے بہت بڑے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ متذکرۂ بالا ہر دو اعلیٰ ترین لاماؤں کے سوا کسی کے لیے سیرپوم کرنے کا دستور نہیں ہے۔

لداخ کے گونپوں کے کوشوک صاحبان کی جانشینی کا فیصلہ جنھیں کسی بزرگ کا اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس طرح ہوتا ہے کہ کوشوک کے فوت ہونے سے تقریباً ایک سال بعد یا کچھ کم وبیش عرصہ گذرنے پر اس گونپہ کے افسران اپنے ایک معتبر کو لھاسہ میں اس گونپہ کے بڑے لامہ کے پاس جس کا یہ گونپہ ماتحت ہے بھیجتے ہیں۔ یہ شخص اس لامہ سے دریافت کرتا ہے۔ کہ ہمارے کوشوک نے کہاں جنم لیا ہے۔ یہ لامہ رمل کا حساب کرکے بتلاتا ہے کہ متوفی کوشوک نے تمھارے گونپہ سے فلاں طرف یا فلاں علاقہ میں جنم لیا ہے۔ پھر بعض اشخاص اُسی گونپہ کے لھا یعنی دیوی سے بھی دریافت کرتے ہیں اور بعض لھا سے نہیں پوچھتے۔ اگر لھا تصدیق بیان لامہ کردیوے تو اسے بہت اچھا خیال کیا جاتا ہے۔ ورنہ لامہ کی بات پر عمل کیا جاتا ہے۔

کے طور پر دینا ہوتا ہے۔ کوشوک ہمیں وگاؤں سرکاری لوپ چھک کے ساتھ اپنے اپنے آدمی مع تحایف وغیرہ کے ہر تیسرے سال اپنے اپنے صدر گونپہ جات لہاسہ کے افسران اعلیٰ کی خدمت میں بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُس طرف سے بھی تحائف ان کے لیے آتے ہیں۔ غرض کہ گونپوں کے ذریعے سرکار لہاسہ کا اقتدار مذہبی رنگ میں اب تک لداخ پر قائم ہے اور عوام و خواص کے اوپر اس کا گہرا اثر ہے۔

ان افسران اعلیٰ کے نیچے عہدہ داران گونپہ دو حصوں پر منقسم ہیں۔ ایک حصہ اغراض مذہبی کے لیے ہے۔ اور دوسرا امور انتظامی کے لیے عہدہ داران مذہبی حسب ذیل ہیں

۱۔ لوبن۔ لاما سے ترقی کر کے اس عہدے پر پہونچتا ہے اور کوشوک سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ اور کوشوک کی ماتحتی میں گونپہ کے مذہبی امور کا ذمہ دار ہے۔

۲۔ اوزات۔ عبادت کے کاموں میں یہ امام کا رتبہ رکھتا ہے۔

۳۔ اوچھونگ۔ اوزات کا نائب

۴۔ چھمس پون۔ لامہ لوگ چہرے وغیرہ لگا کر جو رسومات مذہبی ادا کرتے ہیں ان کا تعلیم دہندہ اور افسر نگراں۔ بڑے گونپہ جات میں اس کا ایک نائب بھی ہوتا ہے

۵۔ چھوس ٹھیمس پا۔ یہ گونپہ کا کوتوال ہوتا ہے۔ اس کے فرائض یہ ہیں کہ لاماؤں کے چال چلن کی نگرانی رکھے۔ اور یہ دیکھے کہ لامہ احکام گونپہ کی پوری پابندی کرتے ہیں علی العموم یہ عہدہ دار سال بسال تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

۶۔ چھوت شوم پا۔ چھوت پا یعنی آٹا ستو کی مورتیں یا دیگر اشیا کا تیار کرانے والا۔ یہ چیزیں مذہبی رسومات یا روزمرہ کی عبادت کے وقت استعمال کی جاتی ہیں۔

۷۔ چھوت پون۔ آٹے ستو کی مورتیں بنانے والا۔

۸۔ ڈونیر۔ گونپہ کے اُس مذہبی سامان کا تحویلدار جو روزمرہ استعمال میں نہیں آتا۔

۹۔ کونیر۔ گونپہ میں روشنی کرنے والا۔ اور جو سامان گونپہ میں کھلا ہوا رکھا ہوا ہوتا ہے اُس کا محافظ

عہدہ داران نمبر ۱ تا نمبر ۵ کی تقرری کوشوک یعنی گونپہ کے افسر اعلیٰ کے حکم سے ہوتی ہے نمبر ۶ تا نمبر ۸ کی تقرری کے لیے لوبن سفارش کرتا ہے۔ نمبر ۹ کونیر کو چھیرت اپنے

دیکھتا ہے اور حساب کی رو سے جس لڑکے کا اوتار ہونا پایا جائے اُس کا انتخاب کر دیتا ہے
یہ فیصلہ قطعی ہوتا ہے۔

اب اس گونپہ کے لاما اُس لڑکے کو گونپہ میں لے آتے ہیں اور اُس کی پرورش اور ابتدائی
تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچتا ہے اور جب وہ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر
ہوشیار ہو جاتا ہے تو اُسے اعلیٰ تعلیم مذہبی حاصل کرنے کی غرض سے لہاسہ کے اُس گونپہ
میں جس کا یہ کوشک ماتحت ہے بھیجا جاتا ہے اور جب لہاسہ سے فارغ التحصیل ہو کر
واپس پہونچتا ہے تو گونپہ کا اہتمام اُس کے سپرد کر دیتے ہیں۔

جو کوشوک اوتار بانی گونپہ کے تسلیم کیے جاتے ہیں جیسے کہ ہیمس اور ریزونگ کے
کوشک ہیں انھیں یہ عہدہ وراثۃً پہونچتا ہے اور حین حیات وہ اپنے عہدے سے علحدہ
نہیں کیے جا سکتے۔ باقی کوشوک اپنے صدر گونپہ واقعہ لہاسہ کے افسر اعلیٰ کے حکم
سے اس عہدے پر مقرر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کوشوک ایسے ہیں جن کی نسبت
بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جن بزرگان مذہبی کے اوتار ہیں انھیں ان گونپہ جات کی حکومت
دوامی لہاسہ کے صدر گونپہ جات متعلقہ کے افسران اعلیٰ کی طرف سے عطا ہو چکی ہے
اس لیے اب وہ بھی اپنے حین حیات اپنے عہدے سے علحدہ نہیں ہو سکتے۔ تھکسے ولیکیر
کے کوشوک اسی قسم کے ہیں۔ کوشوک لکولا کی نسبت بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عہدہ
اُسے بھی تا حیات عطا ہوا ہے۔ سگاون و ماٹھو کے کوشوک مییا و معینہ کے لیئے ان
گونپہ جات کی حکومت پر تعینات کیے جاتے ہیں ماٹھو کا موجودہ کوشوک اوتار نہیں ہے
تھکسے دپیتوک کے گونپوں کے افسر اعلیٰ کے عہدے کے لیے بودھ راجاؤں کے زمانے
سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ لداخ کے گیالپو کے بیٹوں میں سے جو ان گونپہ جات میں لامہ
ہو اُسے یہ عہدہ دیا جائے۔ چونکہ عرصہ دراز سے راجگان لداخ کا کوئی بیٹا لامہ نہیں ہوا
اس لیے دوسرے اشخاص ان گونپوں کی حکومت پر مستقل طور سے مقرر ہو گئے ہیں۔

جس وقت اصلی حقدار پیدا ہو جائیں ممکن ہے کہ پرانا دستور پھر تازہ ہو جائے۔ گونپہ جات
گیلوگس پا کے سوا باقی تمام گونپوں کے افسر اعلیٰ جس وقت یہاں سے تبدیل ہو کر لہاسہ
کو واپس جاتے ہیں انھیں اپنی آمدنی کا ایک معین حصہ اپنے افسران لہاسہ کو نذرانہ

اخراجات کے بہم پہونچانے کا ذمہ دار تھا۔ مابعد میں طرفین سے کوتاہی ہوئی۔ گونپہ جات نے بہم رسانی ضروریات میں پوری توجہ نہیں کی۔ اور لاماؤں نے اپنی جائداد علیحدہ بنانی شروع کردی۔ تاہم مختلف گونپہ جات کا عمل اب تک مختلف ہے۔

لداخ میں صرف ریزونگ کا ایک گونپہ ہے جسکے لامہ ذاتی جائداد نہیں پیدا کرسکتے اور گونپہ انکے جملہ اخراجات پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ ضروریات کا ایک پیمانہ مقرر ہے جسکے مطابق ہر ایک لامہ کو وقت معینہ پر بہم رسانی کی جاتی ہے لاماؤں کو جو کچھ حاصل ہو وہ انھیں گونپہ میں داخل کرنا ہوتا ہے چھنگ اور گوشت سے قطعی پرہیز ضروری ہے اور مجرد رہنا لازمی ہے میرے دوست شس کوشوک گونپہ ریزونگ سے سولہٹم جمبو سفیل سے لغزش ہوگئی اور انھوں نے نوبراہ کی ایک خاتون سے اپنے گونپہ کے لاماؤں کو اطلاع دیکر بیاہ کرلیا لاماؤں نے انھیں باوجود انکے علم وفضل کی اعلیٰ شہرت اخلاق حمیدہ اور ذاتی رسوخ کے گونپہ سے نکال دیا۔ اس سے کسی قدر بے چینی پیدا ہوئی۔ چونکہ ایسی کچھ نظیریں لہاسہ کے بعض لاماؤں میں بھی موجود تھیں جو اپنے عہدوں پر قائم رہے تھے۔ ان کی بنا پر کوشش کرکے میں نے اس بے چینی کو رفع کردیا۔ اور لاماؤں کے ساتھ شس کوشک کی مصالحت کرادی انھوں نے شس کوشوک کو گونپہ میں واپس لے لیا اور ان کی بیوی کو گونپہ سے چند میل کے فاصلہ پر رہنے کے لیے ایک مکان اور گذارہ دے دیا۔ اور گونپہ کا انتظام درست طور پر چلنے لگا۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں جب میں لداخ گیا ہوں تو شس کوشوک انتقال کرچکے تھے ان کی بیوہ نوبراہ میں اسی گونپہ کے ایک مکان میں رہتی تھیں۔ گونپہ کی طرف سے انکا گذارہ بدستور بحال تھا۔

اسی طرح سے اس گونپہ کے دوسرے کوشوک سے بھی کچھ لغزش ہوگئی۔ اسی لاماؤں نے بدچلنی کی وجہ سے گونپہ سے خارج کردیا۔ چونکہ اس کا رسوخ زیادہ نہ تھا۔ اس سے گونپہ کے عام انتظام پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

اس کی ایک اور مثال تھے وتھکسے کے کوشوک نے پیدا کی اسے بھی سنا گیا ہے کہ لاماؤں نے بدچلنی کی وجہ سے گونپہ سے خارج کردیا۔ اور گونپہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مابقی گونپہ جات لداخ کے لاما اپنی ذاتی جائداد حد ارکھتے ہیں ہر ایک گونپہ نے جو پیمانہ ان کی ضروریات کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس کے مطابق انھیں ضروریات بہم

حکم سے مقرر کرتا ہے۔

انتظامی عہدہ داران گونپہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ چھنزوت۔ جملہ انتظامی امور میں گوشوک کے نیچے اختیار کلی رکھتا ہے۔ محاصل مخارج کا حساب کتاب رکھتا ہے۔ لین دین کرتا ہے۔ جو قرضہ وہ برداشت کرے گونپہ اُس کی ادائگی کا ذمہ دار ہے۔ البتہ گونپہ کی جائداد کو علیحدہ نہیں کر سکتا۔ ایسے اختیارات صرف گوشوک یعنی افسر اعلیٰ کو حاصل ہیں جو علی العموم بمشورہ جملہ لاماؤں کے عمل میں آتے ہیں۔

۲۔ تیرچھن۔ چھنزوت کا نائب۔ اُس کے فرائض تحویلداری۔ انتظام کاشت اراضیات وصولی لگان وغیرہ ہوتے ہیں۔ دراصل یہ افسر کارکن ہوتا ہے۔ اور چھنزوت اس کا افسر نگران۔ چھوٹے گونپہ جات میں یہ فرائض بھی چھنزوت ادا کرتا ہے۔

۳۔ نیرچھونگ۔ تیرچھن کا نائب۔

۴۔ نیرپا چھنزوت کا پیادہ۔ معینہ حدود اراضی کے اندر گونپہ کی جائداد کا انتظام زیر حکم چھنزوت کرتا ہے۔

چھنزوت کی تقرری بحکم افسر اعلیٰ ہوتی ہے۔ تیرچھن اور نیرچھونگ کی تقرری بسفارش چھنزوت بحکم افسر اعلیٰ ہوتی ہے۔ نیرپا خود چھنزوت مقرر کرتا ہے۔ یہ سب عہدہ دار لاماؤں کے فرقہ سے ہوتے ہیں۔ لوبن اور چھنزوت مساوی درجہ کے عہدہ دار سمجھے جاتے ہیں۔ جو لامہ علمی مہارت رکھتا ہو۔ وہ لوبن کے عہدہ پر ترقی پا سکتا ہے۔ اور جس میں انتظامی قابلیت زیادہ ہو وہ چھنزوت کے عہدے پر پہونچتا ہے۔ گونیر سب سے پہلا عہدہ ہے جو ایک لامہ کو مل سکتا ہے۔ چھوٹے گونپوں میں یہ سب عہدہ دار نہیں ہوتے۔

۵۔ لاماؤں کے حقوق۔ ذمہ داری و وراثت مختلف گونپوں میں

قدیم الایام میں یہ دستور تھا کہ ایک شخص جو گونپہ میں بطور لامہ داخل ہو جاوے وہ اپنی شخصیت کو زائل کر دیتا تھا۔ وہ اپنی ذاتی جائداد پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ جو کچھ وہ حاصل کرتا تھا وہ گونپہ کے واسطے اور گونپہ کا مال ہوتا تھا۔ اور بعوض اس کے گونپہ اُس کے تمام

ترکہ ملے۔ وہ قرضہ کی ادایگی کا بھی ذمہ دار ہوگا۔

کوشوک جس وقت یہاں سے تبدیل ہوکر واپس جاے تو اپنی ذاتی جائداد وہ اپنے ساتھ لیجاتا ہے۔ اگر یہاں فوت ہو جاے تو اُس کا ترکہ اُس کے وارثان پدری کو نہیں ملتا بلکہ اُس شخص کو ملتا ہے جس میں یہ کوشوک دوبارہ جنم لیوے۔ اس کے بالغ ہونے تک یہ جائداد گونپہ میں محفوظ رکھی جاتی ہے۔

لاماؤں کو گوشت اور چھنگ سے پرہیز نہیں ہے۔ البتہ مجرد رہنا ضروری ہے۔

گونپہ ہیوک میں لامہ اپنی ذاتی جائداد پیدا کر سکتے ہیں۔ ایک لامہ کے فوت ہونے پر اُس کی تجہیز و تکفین کے ذمہ دار اُس کے اصلی وارث ہیں۔ وہ متوفی کے گونپہ کے لاماؤں کے ذریعہ تجہیز و تکفین کا انتظام کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کچھ لاماؤں کو حسب دستور دینا ہوتا ہے وہی انہیں ملتا ہے۔ باقی تمام جائداد وارثانِ پدری کو ملتی ہے۔

ہیس۔ ماٹھو۔ استغنا۔ ریزونگ۔ ٹیک ٹیک گونپوں کے لاماؤں کا امتحان مذہبی اُن کے گونپوں میں ہوتا ہے۔ اس غرض کے لیے انھیں لھاسہ نہیں جانا پڑتا۔ امتحان میں کامیاب ہونے پر انھیں گیلونگ بنا دیا جاتا ہے یعنی لاماؤں کے گروہ میں شامل کرلیا جاتا ہے۔ اگر گیلونگ نہ بنیں تو خدمتگاری یا کاشت کا کام انھیں کرنا پڑتا ہے یا نیرپا بنجاتے ہیں۔ گیلونگ کے لیے مجرد رہنا ضروری ہے۔ بنڈے یعنی وہ اہل گونپہ جو گیلونگ نہ ہوں۔ شادی کرسکتے ہیں۔ گیلونگ کو چھنگ اور گوشت کا پرہیز نہیں ہے۔ گونپہ ہمیس میں گیلونگ بنائے جانے کے لیے ڈیڑھ ہزار روپیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر گیلونگ نہیں بنایا جاتا۔

لاماؤں کو جو گونپہ میں رہیں گونپہ سے بارہ کھل غلہ گرم سالانہ خوراک کے لئے دیا جاتا ہے۔ باقی انتظام اپنی خوراک و پوشاک کا لامہ خود کرتے ہیں۔ جو لامہ دیگر گونپوں میں تعینات کیے جاتے ہیں۔ انھیں غلہ خوراک نہیں دیا جاتا جب گونپہ میں کوئی رسم مذہبی ہو تو تینوں اوقات کا کھانا گونپہ سے ملتا ہے۔

لامہ اپنی ذاتی جائداد پیدا کرتے ہیں۔ اُن کے فوت ہونے پر اگر اُن کے وارثان پدری میں سے کوئی لڑکا اُن کا شاگرد ہے تو وارث ہوتا ہے ورنہ وراثت وارثان پدری

چھوڑ دیجاتی ہیں۔ اس سے زیادہ جو کچھ انہیں مطلوب ہو وہ انہیں اپنے طور پر پورا کرنا ہوتا ہے۔

وراثت کے متعلق یہ دستور ہے کہ گونپہ رنبہ ونگ میں ترکہ صرف لباس اور کتابوں پر محدود ہے۔ بعد وفات ہر ایک لامہ کے اُس کا لباس گونپہ کے تمام لاماؤں کے جلسے میں پیش کیاجاتا ہے اور بعد اطمینان گونپہ کے توشہ خانہ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ کتابیں اگر کچھ ہوں لاماؤں کو پڑھنے کے لیے دیدی جاتی ہیں۔ عام طور پر گونپہ کے کتب خانہ میں شامل نہیں کی جاتیں۔ اور اگر کتب خانہ گونپہ میں شامل کردی جائیں۔ تاہم کچھ مضائقہ نہیں ہے

گونپہ لیکیر کے لامہ ذاتی جائداد پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کی وفات پر اُن کی جائداد اُس لامہ کے شاگرد کو ملتی ہے۔ پہلے اُس میں سے اُس کے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کئے جاتے ہیں جو کچھ باقی رہے اُسے شاگرد اپنی مرضی کے مطابق جس قدر خود لینا چاہے وہ خود رکھ لیتا ہے اور مابقی اُس لامہ کے کھم سان کے لاماؤں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہے کھم سان لاماؤں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ گونپہ لیکیر میں اس وقت چار کھم سان ہیں یہ جائداد نہ گونپہ کو ملتی ہے اور نہ اصلی وارثان لامہ کو ملتی ہے۔

گونپہ گاؤں کا کوشوک سرکاری لوپ چک کے ساتھ اپنے آدمی کے ہاتھ تحائف جنسی و نقدی لہاسہ کے گونپہ ڈیونگ کو بھیجتا ہے۔ اس گونپہ کے لاماؤں کو صرف یک وقت کا کھانا گونپہ سے ملتا ہے باقی اوقات کے کھانے کا وہ اپنے طور پر انتظام کرتے ہیں۔ لباس تمام تر انہیں اپنی گرہ سے بنانا ہوتا ہے۔ گونپہ میں جب مذہبی تقریب ہوتی ہے تو پورا کھانا گونپہ سے دیا جاتا ہے۔

لاماؤں کو ذاتی جائداد پیدا کرنے کا حق حاصل ہے۔ لامہ اپنے گھوڑے۔ بھیڑ بکری۔ غلہ اور نقدی جدا رکھتے ہیں۔ لین دین کرتے ہیں۔ ترکہ ایک لامہ کا اُس کے وارثان پدری کو ملتا ہے اور تجہیز و تکفین کے اخراجات کے بھی وہی ذمہ دار ہیں۔ صرف یہ شرط ہے کہ جس گونپہ کا یہ لامہ ہے اسی گونپہ کے لاماؤں کے ذریعے رسومات مذہبی ادا کرائی جائینگی۔ کتابیں اور مذہبی سامان اور لباس گونپہ کو ملیگا۔ اگر وارثان پدری میں سے کوئی شخص اسی گونپہ میں لامہ ہو تو وہ بترجیح وارثان دنیادار وارث ہوگا جن کو

نام اس ترتیب سے مقرر ہیں۔

۱۔ چوہا ۲۔ بیل ۳۔ چیتا ۴۔ خرگوش ۵۔ اژدہا ۶۔ سانپ
۷۔ گھوڑا ۸۔ بھیڑو ۹۔ لنگور ۱۰۔ چڑیا ۱۱۔ کتا ۱۲۔ سور

ملبے شمار کے لیے لکڑی۔ آگ۔ زمین۔ لوہا۔ پانی کی پانچ امتیازی علامتیں مقرر ہیں جنہیں کھمس کہتے ہیں۔ یہ کھمس اسی ترتیب میں جو اوپر درج ہوئی دو دو دفعہ مندرجہ بالا سالوں پر لگائے جاتے ہیں۔ دسویں سال میں ان کا دور ختم ہو جاتا ہے اور گیارھویں سال سے پھر شروع کیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ساٹھ پورے کیے جاتے ہیں اس کا نام ربجونگ یعنی قرن ہے ایک رب جونگ میں پانچ دور لوسکور کے اور چھ دور کھمس کے آتے ہیں یہ شمار حسب ذیل ہے۔

۱۔ لکڑی چوہا ۵۸ء	۱۶۔ زمین خرگوش ۱۳ء	۳۱۔ لکڑی گھوڑا ۲۸ء	۴۶۔ زمین چڑیا ۴۳ء
۲۔ لکڑی بیل ۵۹ء	۱۷۔ لوہا اژدہا ۱۴ء	۳۲۔ لکڑی بھیڑو ۲۹ء	۴۷۔ لوہا کتا ۴۴ء
۳۔ آگ چیتا ۶۰ء	۱۸۔ لوہا سانپ ۱۵ء	۳۳۔ آگ لنگور ۳۰ء	۴۸۔ لوہا سور ۴۵ء
۴۔ آگ خرگوش ۱ء	۱۹۔ پانی گھوڑا ۱۶ء	۳۴۔ آگ چڑیا ۳۱ء	۴۹۔ پانی چوہا ۴۶ء
۵۔ زمین اژدہا ۲ء	۲۰۔ پانی بھیڑو ۱۷ء	۳۵۔ زمین کتا ۳۲ء	۵۰۔ پانی بیل ۴۷ء
۶۔ زمین سانپ ۳ء	۲۱ لکڑی لنگور ۱۸ء	۳۶۔ زمین سور ۳۳ء	۵۱۔ لکڑی چیتا ۴۸ء
۷۔ لوہا گھوڑا ۴ء	۲۲۔ لکڑی چڑیا ۱۹ء	۳۷۔ لوہا چوہا ۳۴ء	۵۲۔ لکڑی خرگوش ۴۹ء
۸۔ لوہا بھیڑو ۵ء	۲۳۔ آگ کتا ۲۰ء	۳۸۔ لوہا بیل ۳۵ء	۵۳۔ آگ اژدہا ۵۰ء
۹۔ پانی لنگور ۶ء	۲۴۔ آگ سور ۲۱ء	۳۹۔ پانی چیتا ۳۶ء	۵۴۔ آگ سانپ ۵۱ء
۱۰۔ پانی چڑیا ۷ء	۲۵۔ زمین چوہا ۲۲ء	۴۰۔ پانی خرگوش ۳۷ء	۵۵۔ زمین گھوڑا ۵۲ء
۱۱۔ لکڑی کتا ۸ء	۲۶۔ زمین بیل ۲۳ء	۴۱۔ لکڑی اژدہا ۳۸ء	۵۶۔ زمین بھیڑو ۵۳ء
۱۲۔ لکڑی سور ۹ء	۲۷۔ لوہا چیتا ۲۴ء	۴۲۔ لکڑی سانپ ۳۹ء	۵۷۔ لوہا لنگور ۵۴ء
۱۳۔ آگ چوہا ۱۰ء	۲۸۔ لوہا خرگوش ۲۵ء	۴۳۔ آگ گھوڑا ۴۰ء	۵۸۔ لوہا چڑیا ۵۵ء
۱۴۔ آگ بیل ۱۱ء	۲۹۔ پانی اژدہا ۲۶ء	۴۴۔ آگ بھیڑو ۴۱ء	۵۹۔ پانی کتا ۵۶ء
۱۵۔ زمین چیتا ۱۲ء	۳۰۔ پانی سانپ ۲۷ء	۴۵۔ زمین لنگور ۴۲ء	۶۰۔ پانی سور ۵۷ء

اس شمار میں عجیب تر یہ امر ہے کہ رب جونگ کا آغاز پہلے سال کے بجائے

کو پہونچتی ہے۔ اگر شاگرد کوئی غیر آدمی ہو تو وہ وارث نہیں ہوتا۔ ترکہ میں سے پہلے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کیے جاتے ہیں جو باقی بچے وہ حق وارث کا ہوتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ رسوملت تجہیز و تکفین اسی گونپہ کے لامہ ادا کریں۔ کتابیں شاگرد کو ملتی ہیں لباس اور ظروف ان لاماؤں کو ملتے ہیں۔ جو رسوم تجہیز و تکفین ادا کرتے ہیں۔ اگر لباس و ظروف زیادہ ہوں تو ایک حصہ گونپہ کو دیا جاتا ہے ورنہ نہیں وارث قرضہ کی ادائگی کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

کوشوک اس گونپہ کا تبدیل نہیں ہوتا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کی جائداد سے اخراجات تجہیز و تکفین ادا کیے جاتے ہیں ۔ باقی کو تمام لامہ جمع ہو کر مہر لگا دیتے ہیں اور رکھ چھوڑتے ہیں جب اُس کا اوتار سن تمیز کو پہونچے اُسے حوالہ کر دیتے ہیں۔ وارثان پدری کو یہ جائداد نہیں ملتی۔ اور نہ گونپہ کو ملتی ہے۔

گونپہ وٹھکسے وغیرہ پیتوک۔ لیکیر۔ ٹھکسے دگا دن کے گونپوں کے لامہ جب تک ٹھاسہ میں امتحان پاس نہ کریں گیلونگ نہیں بنائے جا سکتے۔ انہیں اپنے گونپوں کو اس غرض کے لیے کوئی نذرانہ دینا نہیں پڑتا۔

۶۔ تبتی جنتری

تبت میں مہینے اور سال کا شمار قمری حساب پر مبنی ہے جو غالباً ہندوستان سے لیا گیا ہے یہی لداخ میں رائج ہے۔ ۲۹۔ اور ۳۰ دن کے بارہ مہینے شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا نام مقرر نہیں ہے۔ صرف شمار سے امتیاز کیا جاتا ہے۔ ۳۶ مہینوں کے درمیان ۳۰ مہینے ۲۹ دن کے اور ۶ مہینے ۳۰ دن کے شمار ہوتے ہیں۔ جس وقت اور ۳۰ دن کا اختلاف اس شمار میں بمقابلہ حساب شمسی کے ہو جاتا ہے۔ اُس وقت ایک مہینا لوند کا بڑھا دیا جاتا ہے یہ علی العموم ۳۰ یا ۳۲ مہینوں کے بعد واقع ہوتا ہے اس طرح سے یہ شمار جو قمری حساب پر مبنی ہے تین سال کے اندر شمسی حساب کے برابر ہوتا ہے۔

۲۔ سال کے شمار کے دو طریقے رائج ہیں ایک بارہ سال کے دور کا شمار اور دوسرا ساٹھ سال کے چکر کا شمار چھوٹے شمار میں جس کا نام لوسکور یعنی سالوں کا دور ہے سالوں کے

ہے۔ جسے مختصراً اس طرح لکھا جا سکتا ہے۔ ۲۵ / ۱۵/۶/۴۷

اور یکم بیساکھ سمنت ۱۹۷ مطابق بودھی تاریخ ، ۳ / ۱۵/۷/۴۷ ہوگی یعنی ساتواں دن تیسرا مہینا سینتالیسواں سال پندرھواں رب جونگ۔

اس کتاب میں بودھی سال اور رب جونگ کی مطابقت سنہ عیسوی اور سمت بکرمی کے ساتھ مندرجۂ بالا حساب کی رو سے کی گئی ہے۔

ہفتہ کے دنوں کے نام لداخی زبان میں حسب ذیل ہیں۔

زانیا = یکشنبہ۔ زاداوا = دوشنبہ = میگ مر = سہ شنبہ۔ لھگپا۔ چہارشنبہ پھروا = پنجشنبہ۔ پاسنگس = جمعہ۔ اسپھن پا = شنبہ

۷۵۷

۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوقؔ
۳۔ گلدستۂ کشمیر مصنفہ ہرگوپال خستہ
۴۔ جموں و کشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو۔
۵۔ دی میکنگ آف اے فرانٹیر مصنفہ کرنیل ڈیورنڈ۔
۶۔ دیر تھری امپائرس میٹ مصنفہ ناٹ۔
۷۔ چترال مصنفہ سر جارج رابرٹسن
۸۔ تاریخ چترال مصنفہ عزیز الدین۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ
۱۴۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

چوتھے سال یعنی آگ خرگوش سے ہوتا ہے اور اس چوتھے سال کو رب جونگ کا پہلا سال تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اس ملک میں پہلے لوسکور کا شمار رائج تھا۔ بعد میں جب جنتری مرتب ہوئی تو رب جونگ کا رواج دیا گیا۔ اس وقت چوتھا سال تھا۔ اسی سے رب جونگ کا آغاز کر دیا گیا۔ تاہم رب جونگ کا رواج بہت کم ہے۔ عموماً تاریخ اور مہینے کے شمار پر زمانہ کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی عالم وفاضل نے بہت صراحت کی تو وہ لوسکور کے ذریعے سال کا حوالہ دیدیتا ہے۔ رب جونگ کا شمار میں نے استعمال میں کہیں نہیں دیکھا۔

۳۔ موٹے حساب سے رب جونگ کی مطابقت سال عیسوی و بکرمی کے ساتھ اس طرح سے ہوتی ہے۔

آغاز رب جونگ	من ابتداء سال		آغاز رب جونگ	من ابتداء سال	
	عیسوی	بکرمی		عیسوی	بکرمی
پہلا	۱۰۲۷	۱۰۸۴	نواں	۱۵۰۷	۱۵۶۴
دوسرا	۱۰۸۷	۱۱۴۴	دسواں	۱۵۶۷	۱۶۲۴
تیسرا	۱۱۴۷	۱۲۰۴	گیارھواں	۱۶۲۷	۱۶۸۴
چوتھا	۱۲۰۷	۱۲۶۴	بارھواں	۱۶۸۷	۱۷۴۴
پانچواں	۱۲۶۷	۱۳۲۴	تیرھواں	۱۷۴۷	۱۸۰۴
چھٹا	۱۳۲۷	۱۳۸۴	چودھواں	۱۸۰۷	۱۸۶۴
ساتواں	۱۳۸۷	۱۴۴۴	پندرھواں	۱۸۶۷	۱۹۲۴
آٹھواں	۱۴۴۷	۱۵۰۴	سولھواں	۱۹۲۷	۱۹۸۴

اس حساب سے یکم جنوری ۱۹۱۳ء مطابق ۱۹۔ پوہ سمہ ۱۹۶۹ بکرمی برابر ۲۵۔ تاریخ گیارھواں مہینا چھیالیسواں سال پندرھواں رب جونگ کے ہوتی

گوشوارہ قوم وار اضلاع سرحدی

سال ۱۹۱۱ء

وزارت	تحصیل	مسلمان	بودھ مرد	بودھ عورت	بودھ میزان	ہندو	عیسائی	دیگر	میزان
وزارت لداخ	لداخ	۳۵۰۰۵	۱۴۲۹۸	۱۴۱۹۴	۲۸۴۹۵ ۱۶۰ موضع منسر	۵۵	۶۳	۴۵	۳۲۱۸۲
	کرگل	۳۹۹۸۷	۳۷۵۱	۳۷۹۴	۷۵۴۵	۱۵۷	۰	۴۱	۴۷۶۲۸
	اسکردو	۱۰۶۵۶۰	۰	۰	۰	۱۴۵	۰	۱۶	۱۰۶۷۹۵
	میزان	۱۵۰۰۶۰	مرد ۱۸۰۴۹	عورت ۱۷۹۹۱	میزان ۳۶۲۰۰	۴۰۷	۶۳	۶۱	۱۹۶۶۴۵
وزارت گلگت	گلگت	۱۴۸۰۵	۰	۰	۰	۷۹۴	۱۹	۵۷	۱۵۶۷۵
	نیابت استور	۸۲۷۰	۰	۰	۰	۲۲	۲	۰	۸۲۹۴
	میزان	۲۳۰۷۵	۰	۰	۰	۸۱۶	۲۱	۵۷	۲۳۹۶۹
پولیٹیکل ایجنسی گلگت		۵۹۳۳۱	۰	۰	۰	۷۷	۰	۱۷	۵۴۴۳۵
میزان کل		۲۲۵۴۷۶	مرد ۱۸۰۴۹	عورت ۱۷۹۹۱	میزان ۳۶۲۰۰	۱۳۰۰	۸۴	۱۳۵	۲۶۵۰۴۶

سال ۱۹۲۱ء

وزارت	تحصیل	مسلمان	بودھ مرد	بودھ عورت	بودھ میزان	ہندو	عیسائی	دیگر	میزان
وزارت لداخ	لداخ	۳۳۵۶	۱۴۷۴۲	۱۴۴۵۰	۲۹۱۹۲	۵۴	۷۰	۰	۳۳۸۹۲
	موضع منسر	۰	۰	۰	۱۶۰	۰	۰	۰	۱۶۰
	کرگل	۳۹۷۹۰	۳۷۹۱	۳۷۸۱	۷۵۷۲	۹۵	۰	سکھ و آریہ ۳۲	۴۷۴۷۹
	اسکردو	۱۰۲۵۱۸			۵۷	۱۲۰	۰	۵۰	۱۰۲۷۴۵
	میزان	۱۴۵۶۶۴	مرد ۱۸۵۷۳	عورت ۱۸۴۳۱	میزان ۳۶۲۰۱	۲۶۹	۷۰	۷۲	۱۸۳۴۷۶
وزارت گلگت		۲۷۸۹۴	۰	۰	۰	۴۱۱	۱۵	۸۶	۲۸۴۰۶
پولیٹیکل ایجنسی گلگت		۶۰۷۴۹	۰	۰	۰	۲۲۰	۱	۲۱	۶۰۹۹۱
میزان کل		۲۳۴۴۰۷			۳۶۲۰۱	۱۲۰۰	۸۶	۱۶۹	۲۷۲۹۷۳

مردم شماری تحصیل لداخ

سال	مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۸۷۳ء سرسری	۱۱۱۰۶	۹۵۱۵	۲۰۶۲۱
سنہ ۱۸۹۱ء سرسری	۱۴۳۵۰	۱۳۹۳۴	۲۸۲۷۴
سنہ ۱۹۰۱ء باقاعدہ	۱۵۹۰۵	۱۵۷۱۵	۳۱۶۲۰

علاقہ وار شمار سنہ ۱۹۱۱ء باقاعدہ

نام علاقہ	مرد	عورت	میزان
نوبرا	۲۰۵۹	۲۱۰۸	۴۱۶۷
تاپچی	۸۳۳	۸۴۵	۱۶۷۸
ٹرپشو	۸۲۲	۷۲۹	۱۵۵۱
دونگ	۸۴۲	۸۴۴	۱۶۸۶
چمرے	۱۱۴۰	۱۰۷۰	۲۲۱۰
ہمیس	۶۷۶	۵۷۰	۱۲۴۶
وادی سندھ	۸۹۲۷	۸۹۵۰	۱۷۸۷۷
لامہ یورو	۸۴۳	۸۶۴	۱۷۰۷
میزان کل	۱۶۱۴۴	۱۵۹۸۰	۳۲۱۲۲

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار کل تحصیل لداخ

سال	مرد	عورت	میزان کل
سنہ ۱۹۲۱ء	۱۶۶۱۶	۱۶۴۳۶	۳۳۰۵۲
سنہ ۱۹۳۱ء	۱۷۳۳۲	۱۷۰۹۱	۳۴۴۲۳

چوتھا حصہ

تاریخ تبت خورد (بلتستان)

سنہ ۱۹۳۱ء

وزارت	تحصیل	مسلمان	بودھ	ہندو	عیسائی	دیگر	میزان
وزارت لداخ	لداخ	۴۰۷۳	۳۰۱۳۷	۹۵	۱۱۵	سکھ ۳	۳۴۴۱۸
	کرگل	۴۲۱۲۳	۸۰۱۱	۷۷	۷	۲۰	۵۰۲۳۸
	اسکردو	۱۰۷۱۹۲	۶۴	۱۴۷	۰	۷۴	۱۰۷۴۷۷
	میزان	۱۵۳۳۰۸	۳۸۲۱۲	۲۱۹	۱۲۲	۹۰	۱۹۲۱۳۸
وزارت گلگت		۳۰۷۴۱	۰	۱۰۳۵	۳۸	۸۸	۳۱۹۰۲
پولیٹکل ایجنسی گلگت		۶۴۱۹۹	۰	۳۲۶	۱۱	۸	۶۴۵۴۴
میزان کل		۲۴۸۳۴۸	۳۸۲۱۲	۱۵۸۰	۱۷۱	۱۹۳	۲۸۸۵۸۴

مختلف راجگان کے عہد کا تعین بیرونی ممالک کی تاریخ میں اس ملک کے جو حوالے پائے گئے ان کی مدد سے کیا گیا ہے۔ لیکن غوطہ چو سنگے سے اوپر محض حسابی طور پر ۳۰ سال فی پشت کے حساب سے ابراہیم مقپوں تک زمانہ کا تعین کر دیا گیا ہے۔ یہ پیمانہ اس ملک کے واقعات پر غور کرنے کے بعد اس بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ مجموعی طور پر اوسطاً تاریخ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اسی طرح راجگان کر تخشہ کے زمانہ کا تعین بھی دوسرے باب میں حسابی طور پر کیا گیا ہے۔ اور جہاں کہیں کوئی حوالہ مل گیا اُس کے ساتھ اس کی مطابقت کر دی گئی ہے۔

تیسرے باب میں خاندان عماچہ شغر کا بیان ہے۔ اس کے ابتدائی حالات بھی محض قومی روایات پر مبنی ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب بھی ۱۸ پشت تک مجھے قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتا۔ مگر انیسویں پشت سے نیچے تصدیق شدہ ہے۔ غازی تھم تک راجگان کے زمانہ کا تعین بلتستان کے دوسرے خاندانوں کی تاریخ سے کیا گیا ہے۔ غازی تھم سے اوپر میں نے اسے بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

اس خاندان میں امام قلی خاں اول بڑا زبردست راجہ گذرا ہے جیسے کارنامے کتاب شغرنامہ سے خلاصہ کر کے اسکردو کے حالات میں بیان ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق زیادہ تر اُسی خاندان سے تھا۔ اس سلسلہ میں امام قلی خاں کے دربار شاہی کی تصویر بھی دی گئی ہے۔

چوتھا باب تاریخ خاندان یبگو کھپلو کے متعلق ہے۔ اس کی بھی کوئی تحریری تاریخ دستیاب نہیں ہوئی اور تمام بیان کا انحصار قومی روایات اور آثار قدیمہ پر ہے جس کے لیے میں نے کوشش کا کوئی درجہ باقی نہیں چھوڑا ہے۔

شجرہ نسب جو اس خاندان کے راجگان سے مجھے ملا ہے اُس کے لحاظ سے موجودہ راجہ کھپلو کا سلسلہ نسب سترویں پشت پر سکندر اعظم کے ساتھ مل جاتا ہے یہ مجھے ایسا ہی خیالی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ راجگان ہونزہ کا شجرہ نسب ہے انھوں نے بھی اپنا سلسلہ نسب سکندر اعظم تک پہونچا دیا ہے چونکہ اس کا یا تہنی

دیباچہ

تبت خورد یعنی بلتستان کی بنیادی تاریخ مجھے کوئی دستیاب نہیں ہوئی لہذا مجبوراً اس کی بنیاد قومی گیتوں۔ عام روایات قومی اور آثار قدیمہ کے نتائج پر رکھنی پڑی۔ اس کے ساتھ بیرونی ممالک کی تاریخ میں جس حد تک اس ملک کے حوالے پائے گئے۔ ان سے میں نے روایات قومی کی تصدیق کر کے انھیں واقعات کے ساتھ مطابق کیا ہے۔ اور بعض مقامات پر ایسے حوالوں کی سالم نقل شامل کتاب کر دی ہے۔ جس سے مزید وضاحت ان واقعات کی ہوگئی ہے۔

اس حصہ کے سات باب ہیں۔ پہلے باب میں ابتدائی حالات اور اسکردو کے خاندان مقپون کی تاریخ ہے۔ روندو اور استور کے خاندان بھی اسی خاندان کی شاخ ہیں۔ مگر چونکہ ان کا کوئی علیحدہ کارنامہ مجھے نہیں ملا۔ لہذا محض ان کے شجرہ نسب کے شامل کر دینے پر اکتفا کی ہے اسی طرح سے کرتخشہ کا خاندان بھی اسی خاندان مقپون اسکردو کی شاخ ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ اس حصہ ملک کی تاریخ علیحدہ ہے میں نے اسے دوسرے باب میں مفصل بیان کر دیا ہے۔ اور طولتی چونکہ کرتخشہ کی شاخ ہے۔ اس کا شجرہ نسب کرتخشہ کے بیان میں شامل کر دیا ہے

آدم خاں، شاہ مراد۔ شیر شاہ در فیع خاں کے زمانے کے کارنامے مجھے ایک منظوم فارسی کتاب موسومہ شغرنامہ میں مل گئے۔ گو کہ یہ شاہنامہ اور سکندرنامہ کے طرز پر شاعرانہ انداز میں لکھے گئے ہیں۔ اور واقعات کے سلسلہ کا بھی چنداں لحاظ ان میں نہیں رکھا گیا ہے۔ تاہم بلحاظ معلومات کے نفس مضمون تاریخی نکتہ نظر سے بہت قیمتی ہے۔ اس لیے میں نے اس کتاب کے خلاصہ کو اپنی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ جس سے اس زمانے کے جنگی کارناموں کی کیفیت بصراحت معلوم ہوگی۔ اس کتاب میں دو دستی تصویریں بھی مجھے ملیں ان کا عکس موقع مناسب پر میں نے شامل کر دیا ہے۔ جو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

ادا کرتا ہوں۔ منشی محمد یعقوب خان متوطن جموں نے بھی مفید معلومات محنت کے ساتھ دریافت کرکے بہم پہونچائی ہیں۔ جس کے لیے میں ان کا بھی شکرگذار ہوں۔

ان معلومات کے علاوہ اس حصہ کی تکمیل میں میں نے حسب ذیل تصانیف بھی فائدہ اُٹھایا ہے۔ جن کے مصنفین کا میں شکرگذار ہوں۔

۱۔ تاریخ ہندوستان مصنفہ ذکاء اللہ۔

۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق

۳۔ تاریخ اعظمی فارسی۔

۴۔ تحفۃ الاحباب فارسی۔

۵۔ تاریخ رشیدی فارسی مصنفہ مرزا حیدر گورگان (قلمی)

۶۔ ظفرنامہ منظوم فارسی (قلمی)

۷۔ رسالہ فارسی مصنفہ راجہ علی شیر خاں کرتخشہ (قلمی)

۸۔ رسالہ فارسی مصنفہ مولوی سید محمد عباس ساکن چھورکا (قلمی)

۹۔ متعدد انگریزی تصانیف

گولہ گنج لکھنؤ
۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خاں

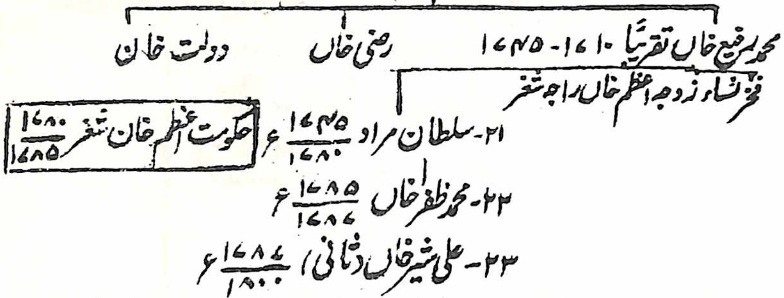
مصدقہ واقعات تاریخی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ اس لئے میں نے تحقیقات کرکے ایک علٰحدہ شجرہ نسب اس خاندان کا مرتب کیا ہے۔ گو کہ اس کی تحقیق میں میں نے پوری احتیاط ملحوظ رکھی ہے تاہم ابتدا سے اٹھائیسویں پشت تک میں اسے زیادہ قابل اعتبار نہیں سمجھتا۔ لیکن اس کے آگے تحقیق شدہ اور تاریخ کے مطابق ہے۔

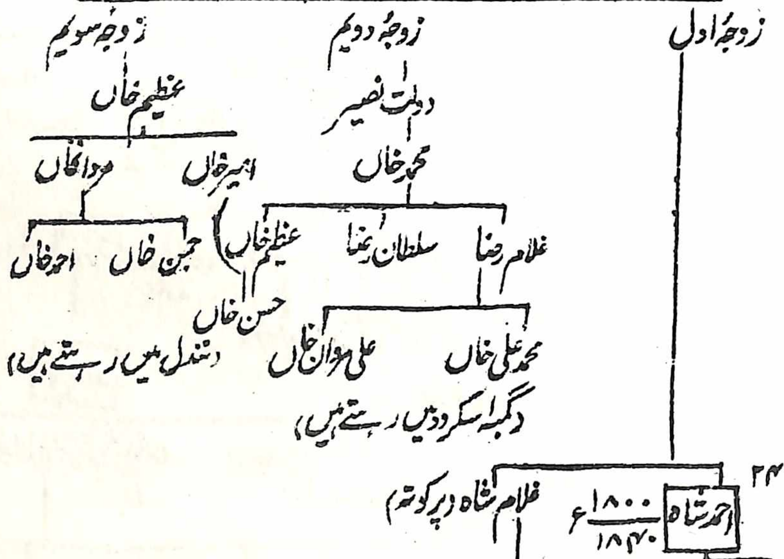
مختلف راجگان کے عہد کا تعین دیگر خاندانوں کی تاریخ کی مطابقت سے کیا گیا ہے اور بیرونی تاریخ سے بھی جہاں کہیں کوئی حوالہ دستیاب ہوا اس کی تصدیق لی گئی ہے۔ آثار قدیمہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔ حاتم خان اول اس خاندان کا سب سے بڑا راجہ گذرا ہے جس نے سرتنگ و کتورسے کھرکی دونوں حکومتوں کو متحد کرکے ریاست کی بنیاد قائم کی اور بڑے بڑے کارنامے دکھلائے۔

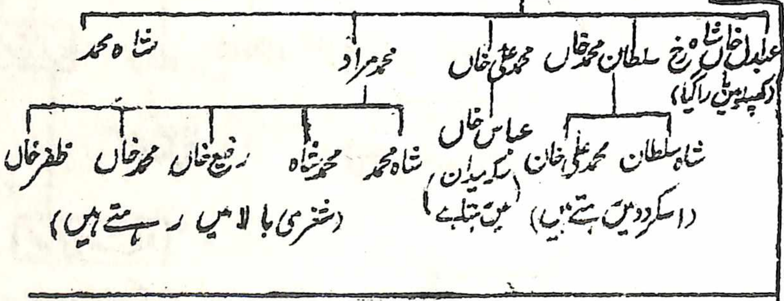
پانچواں۔ چھٹا۔ اور ساتواں باب از قسم متفرقات ہیں۔ جن کے ساتھ دلچسپی صرف خاص مذاق رکھنے والے ناظرین ہی کو ہو سکتی ہے۔ ملکی انتظام میں گذشتہ اور موجودہ حکومتوں کے حالات کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ مگر اس کا انحصار واقف کار لوگوں کے زبانی بیانات پر ہے۔ کوئی تحریری ثبوت مجھے نہیں ملا۔ حاکمان بلتستان کے حالات میں صرف ان کی ترقیوں سے بحث کی گئی ہے۔ اشاعت اسلام چونکہ اس ملک کے لیے ایک اہم مسئلہ ہے لہذا تاریخ کے منتشر واقعات کو میں نے اس باب میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور گلگت کو بھی اسی میں شامل کر دیا ہے۔ کیونکہ اس پہلو سے ملک ایک حد تک بلتستان کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس علاقہ کی مردم شماری کی جدول بھی اس کے ساتھ شامل کر دی گئی ہے۔

اس تحقیقات میں میرے کئی سال صرف ہوئے ہر ایک علاقہ میں اور اکثر دیہاتوں میں مجھے جانا پڑا۔ متعدد اصحاب میری امداد میں میرے ساتھ شامل رہے مگر مرزا احمد خان رئیس پشکم اور مولوی محمد حسین ساکن جہلم نے نہایت بیش قیمت امداد مجھے دی ہے۔ یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ میں قومی گیتوں اور قومی روایات کی تہ تک پہونچنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اور میں ان کی جانسوزی کا شکریہ دل سے





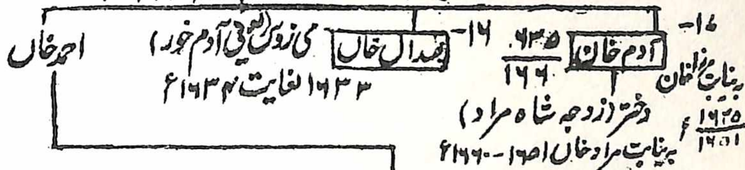


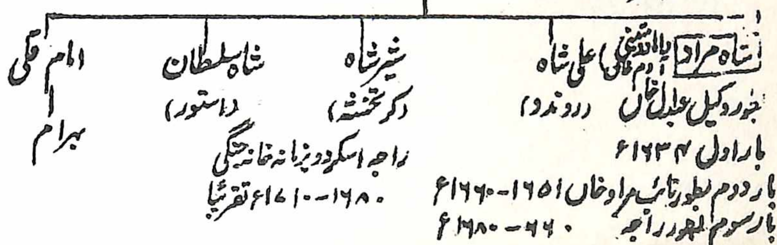
زوجہ اول دختر دولت علی خاں
استور

زوجہ دویم خواہر حمید خاں
شغر

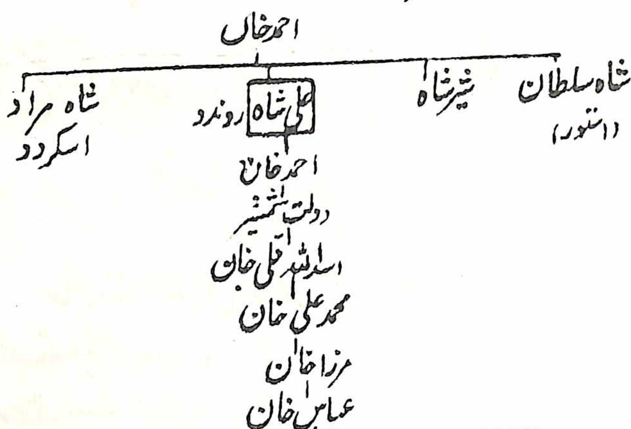
شجرۂ نسب مقپون راجگان اسکردو

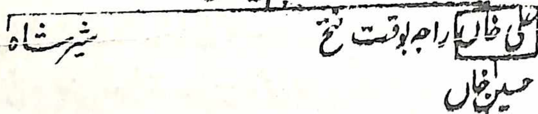
۱- ابراہیم (مقپون) ۱۱۹۰/۱۲۲۰ء
۲- استک سنگے ۱۲۲۰/۱۲۵۰ء
۳- زک سنگے ۱۲۵۰/۱۲۸۰ء
۴- بردک سنگے ۱۲۸۰/۱۳۱۰ء
۵- سیک سنگے ۱۳۱۰/۱۳۴۰ء
۶- تم گوری تھم ۱۳۴۰/۱۳۷۰ء
۷- ساگوری تھم ۱۳۷۰/۱۴۰۰ء
۸- کھوکھور سنگے ۱۴۰۰/۱۴۳۷ء
۹- غوطہ چو سنگے ۱۴۳۷/۱۴۶۴ء
۱۰- بہرام چو ۱۴۶۴/۱۴۹۰ء
۱۱- بوخا ۱۴۹۰/۱۵۱۵ء
۱۲- شیر شاہ ۱۵۱۵/۱۵۴۰ء
۱۳- علی خاں ۱۵۴۰/۱۵۶۵ء
۱۴- غازی میر ۱۵۶۵/۱۵۹۵ء
۱۵- علی شیر خاں انچن یعنی اعظم ۱۵۹۵/۱۶۳۳ء

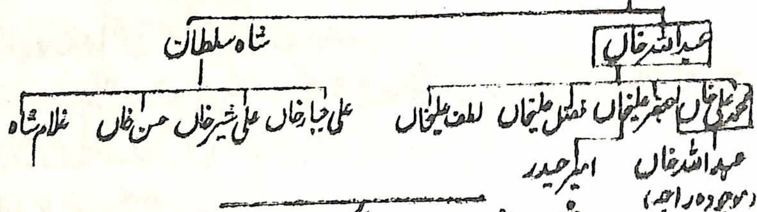




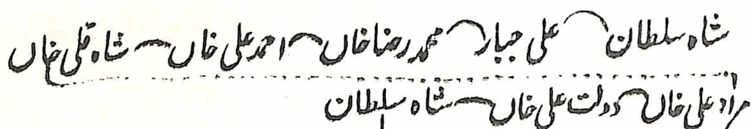
شجرۂ نسب راجگان روندو

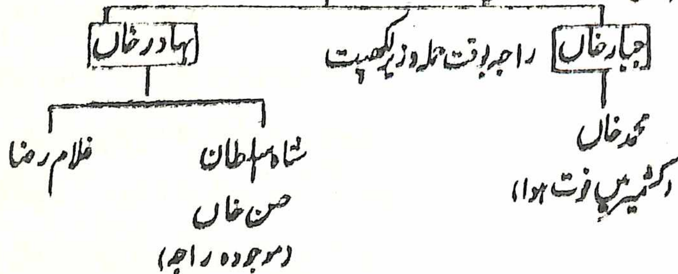






شجرۂ نسب راجگان استور





زوجہ اول دختر دولت علی خاں اکتور

زوجہ دوئم خواہر حیدر خاں شغر

محمد علی خاں
لودھیانہ میں
(لاولد فوت ہوا)

احمد چو

امیر حیدر

لطف علی خاں

ملک حیدر

حسین خاں

محمد علی خاں

عبداللہ خاں

(نواں واقعہ کشمیر میں جاگیردار ہیں)

شاہ مراد
(لاولد فوت ہوا)

دختر
زوجہ علی شیر خاں
مکرسنگ

۲۵- محمد شاہ

ابسر پرستی جرون

۲۰ ۱۸

زوجہ اول دختر شاہ سلطان
اسکور

زوجہ دوئم دختر جعفر خاں

دختر زوجہ مہدی علی خاں طالتی

زوجہ سوئم بلتی

حیدر علی خاں

خیرالنسا

سیدہ

صادق شاہ

محمد شاہ
(تحصیلدار سکلیبا)

۲۶- علی شاہ

زوجہ اول دختر علی شیر خاں
کمرسنگ

زوجہ دوئم

عبداللہ خاں

۲۷ حسن خاں

محمد شاہ

حسین علی خاں

شاہ مراد

فضل علی خاں

محمد خاں

محمد علی خاں

تصدق حسین

محمد سکندر

۲۸ محمد علی شاہ

(موجودہ راجہ اسکردو)

احمد علی خاں

مہدی علی خاں

(۲) پوریگ

(الف) وادی دریائے سورو از ابتدائے سرحد زانسکار تا سرحد حکومت پشکم واقعہ حکومت سورو و کرتسے۔

(ب) وادی دریائے دراس۔ واقعہ حکومت دراس
وادی دریائے شنگھو وشغر۔ واقعہ حکومت شنگھو وشغر } اقوام درد

(ج) وادی نالہ واکھا مثبول پائینی قلیل حصہ وادی دریائے سورو۔ واقعہ حکومت پشکم

(د) ایک طرف دریائے سورو اور دوسری طرف سرحد پشکم۔ اور تیسری طرف وادی سندھ تا سرحد لداخ۔ واقعہ حکومت سوت

علاقہ پوریگ کی تاریخ ایک جداگانہ حصہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس حصہ میں محض بلتستان سے بحث کی جائے گی۔

بلتستان میں آبادی کا آغاز وسط ایشیا کی آن اقوام نے کیا ہے جو گلگت کی طرف سے براہ وادی دریائے سندھ ملک اسکردو میں یا براہ ہونزہ ونگر و یا سیر گلگت اور کاشغر کی طرف سے ملک شغر و کھپلو میں یا لداخ کی طرف سے ملک کھپلو میں وقتاً فوقتاً وارد ہوئیں۔ اس فصل میں وادی دریائے سندھ واقعہ حکومت اسکردو کے متعلق بحث ہوگی۔

ابتدائی زمانہ آبادی کی تاریخ کا ٹھیک طور پر پتہ چلانا بہت مشکل ہے۔ قومی گیتوں۔ قومی روایات۔ اور آثار قدیمہ سے جہاں تک انکشاف ہوا حسب ذیل ہے زمانۂ سلف میں گلگت کی طرف سے حسب ذیل اشخاص مع اپنے ہمراہیوں کے وقتاً فوقتاً اس علاقہ میں وارد ہوئے اور انھوں نے آبادی شروع کی۔

۱۔ گیالو شال بو نے گیول آباد کیا۔

۲۔ شکر گیالپو نے شگری کلاں۔ چونداہ۔ بیاما نقپو آباد کیے۔

۳۔ کوروآسون چو نے کھربو آباد کیا۔

۴۔ برق مایور چو نے برق نق میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔

۵۔ لون چھے نے کچورہ کے نیچے وادی دریائے سندھ میں آبادی شروع کی۔

پہلا باب

تاریخ اسکردو خاندان مقپون شاخ روندو و استور

فصل پہلی

حالات ابتدائی و قدیم راجگان اسکردو

جس ملک کو عرفاً بلتستان کہا جاتا ہے وہ تاریخ میں ابتداً محض تبت کے نام سے مذکور ہوتا رہا ہے۔ بعد میں اس نام کو لداخ تک وسعت دی گئی۔ اُس وقت امتیازاً بلتستان کو تبت خورد اور لداخ کو تبت بزرگ یا تبت کلاں کا نام دیا گیا مگر مقامی طور پر لداخ مریول اور بلتستان بالتی یول کے نام سے موسوم رہے بالتی یول کا لفظی ترجمہ بلتستان ہے۔

جب بلتستان کی حکومتوں کو عروج ہوا تو اُنھوں نے پوریگ (حال کرگل) کے علاقہ کو بھی بلتستان کی وسعت میں شامل سمجھنا شروع کردیا۔ اس لیے تاریخ میں اس علاقہ کا علیحدہ ذکر نہیں ہے۔ لیکن مقامی طور پر اس کا نام زمانہ سلف سے آج تک پوریگ ہی چلا آیا ہے۔

ان سرحدی علاقہ جات کی موٹی تقسیم حسب ذیل ہے۔

(۱) بلتستان۔

(الف) وادی دریاے سندھ از ابتداے نالہ گرگراد متصل نقطہ اتصال دریاے سورو و دریاے سندھ) تا سرحد درمیان روندو و گلگت و نالہ جات۔ واقعہ حکومت اسکردو

(ب) وادی دریاے شایوق از انتہاے سرحد نوبراہ (لداخ) تا اتصال دریاے شایوق و دریاے سندھ و نالہ جات۔ واقعہ حکومت کھپلو

(ج) وادی دریاے شغر و شاخہاے باشہ و برالدو۔ واقعہ حکومت شغر۔

آپس میں جھگڑا کرنا بیکار ہے۔ اس نووارد شخص کے ساتھ اس کی شادی کردی جائے ان حالات میں یہ مسافر برسر حکومت پہونچا اور مغپوں یعنی سالار قوم کے لقب سے مشہور ہوا۔

اس زمانے میں گیالوشالبو کے خاندان کی حکومت بھی بوجہ آخری حکمران کے لاولد ہونے کے مغپوں شنگری کو مل گئی۔ اسی طرح سے کوردآسوں کے خاندان کی حکومت برق مایور کے خاندان میں چلی گئی اور ردزدوسے لے کر شنگری تک تین خاندان کی حکومت باقی رہی اور عرصہ دراز تک امن وامان کے ساتھ یہ انتظام جاری رہا۔

ابراہیم کے بعد کھوکھر وسنگے تک سات پشتوں کے حالات دریافت نہیں ہوئے از روئے حساب یہ زمانہ سنہ ۱۲۲۰ء سے سنہ ۱۴۳۷ء تک ہوتا ہے۔ اُس کے بعد غوطہ چوسنگے راجہ ہوا۔

غوطہ چوسنگے کے عہد حکومت میں (سنہ ۱۴۳۷ء لغایت سنہ ۱۴۶۷ء) ایک عظیم انقلاب ملک بلتستان میں واقع ہوا۔ کشمیر میں آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں مسلمان فقرا کے ذریعے مذہب اسلام کی اشاعت شروع ہوگئی تھی جسے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے بہت ترقی دی۔

ان کے بعد حضرت سید محمد نوربخش جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خواہر زادے اور شاگرد خاص تھے۔ بطور ان کے خلیفہ اور قائم مقام کے بلتستان میں وارد ہوئے اور اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام اُنکے ہاتھ سے شروع ہوئی۔ تاریخ کشمیر میں انکا ذکر ہے مگر ماہ وسال ان کے ورود کا مذکور نہیں ہے۔ ایک کتاب میں جو مجھے بلتستان میں ایک ملا سے دستیاب ہوئی اُن کی تاریخ وفات سنہ ۸۶۹ھ ہجری درج ہے۔ اس بناپر قرین قیاس ہے کہ وہ سنہ ۸۴۰ھ وسنہ ۸۵۰ھ ہجری کے قریب اس ملک میں وارد ہوئے ہوں گے۔ روایت یہ ہے کہ اس وقت

اسکردو میں غوطہ چوسنگے۔

شغر میں غازی تھم۔

کھپلو میں شاہ اعظم

حکمران تھے۔ سید محمد نوربخش نے تمام ملک میں دعوت اسلام دی اور حضرت امیر کبیر

ان کی معاشرت قبائلی وضع کی تھی جو حصہ جس شخص نے آباد کیا۔ اس کے اوپر اسکی حکومت قائم ہوگئی۔ اور اُن کے خاندان میں نسلاً بعد نسل جاری رہی۔ رفتہ رفتہ زمانہ کے اُتار چڑھاؤ سے شکر گیا لپو کے خاندان کا اقتدار لون چھے یعنی برونددو کے سوا دیگر تمام خاندانوں کے اوپر قائم ہوگیا۔ اور اُس نے ان سب سے خراج وصول کرنا شروع کردیا۔ اس خاندان کا صدر مقام شگری کلاں تھا۔ رفتہ رفتہ اس گانوں کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی اور موضع شگری کلاں اس خاندان کا باقاعدہ دارالحکومت بن گیا

زمانہ آغاز آبادی کے قریب قریب کہا جاتا ہے کہ بنارددو اور کچورا کے درمیان اسکردو سے نیچے کی طرف چند میل کے فاصلہ پر دریائے سندھ کے اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نے تمام شکم دریا کو پُر کرکے ہر دو طرف کے پہاڑوں کے برابر کردیا جس سے دریا کا پانی رُک گیا۔ اور اوپر کی طرف کھلسی اور کرگل تک ایک جھیل بن گئی۔ اسکردو کے گھاٹ کی کشتی موضع چونداہ کے اوپر چڑھ گئی جہاں اسے ایک چٹان کیساتھ باندھا جاتا تھا جو اب تک چین اردو یعنی کشتی باندھنے کے پتھر کے نام سے مشہور ہے۔ اور موضع چونداہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی بتلائی جاتی ہے۔ اُس جھیل کے نشانات اب تک کنارہ دریا کی سلامی میں جابجا نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں اس سے آبادی میں خلل پیدا ہوا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب آہستہ آہستہ پانی اُتر گیا تو دوبارہ آبادی شروع ہوئی۔ یہ حالات عرصۂ دراز تک جاری رہے۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ خاندان شکر گیا لپو میں وارث حکومت صرف ایک لڑکی مسماۃ شکری رہ گئی۔ اس زمانہ میں اس دربار میں چار آدمیون کا رسوخ تھا یعنی ستانو لوک لوک۔ ستانو نے شے۔ ستانو کنائی۔ ستانو بابور۔ ان کے درمیان شکری کی شادی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ وہ اپنے خاندان میں شکری کی شادی کرے۔ اس اثنا میں ایک نوجوان ابراہیم نامی کشمیر سے وارد شگری ہوا۔ اسکا زمانہ از روے حساب ۱۱۹۰ء و ۱۲۲۰ء کے قریب قریب ہوتا ہے۔ تاریخی ثبوت اس کا موجود نہیں ہے۔ یہ لڑکا قابل اور ہوشیار تھا۔ چند روز میں اُس کی شہرت اس ملک میں پھیل گئی۔ اب ان چاروں وزیروں نے مصلحت کی کہ شکری کے بیاہ کے متعلق

بہرام کا بیٹا بوخا تھا۔ اس کی شیر خوری کے زمانے میں سایۂ پدری اُس کے سر پر سے اُٹھ گیا۔ اس واقعہ سے برق مایور کے خاندان نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ حکومت شنگری پر قابض ہو گئے اور مغیوں کے خاندان کے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔ بوخا کو اس کے شیر پدر نے جو لاتم زیر پا کے لقب سے مشہور ہے کچھ عرصہ بوخا یعنی گونگا ظاہر کر کے اپنے گھر میں رکھا۔ بعد میں کفر پوکھر کے راجہ کو جس نے مغیوں خاندان کو ختم کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی اس گونگے وارث حکومت کا بھی زندہ رہنا گوارا نہ ہوا اور اُس نے اس کو اپنے دربار میں سزائے موت دینے کی غرض سے طلب کیا۔ اس سے ایک غلطی یہ سرزد ہوئی تھی کہ بہرام کے وزیر گچا کو اُس نے عہدۂ وزارت پر قائم رکھا تھا۔ گچا نے جب دیکھا کہ ایک معصوم لڑکا جس سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہو سکتا بیگناہ مارا جاتا ہے۔ اُس نے ترس کھا کر راجہ کو یہ صلاح دی کہ اس گونگے کو زندہ رہنے دیا جائے۔ یہ کیا نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اس طرح بوخا کی جان بخشی ہوئی۔ وہ اٹھارہ سال کی عمر تک اپنے آپ کو گونگا ظاہر کر کے چرواہے کا کام اپنے شیر پدر کے گھر میں کرتا رہا۔ اس زمانے میں ایک روز وہ حسب معمول بھیڑ بکری چرانے گیا تھا کہ اپنے باپ کے محل کے سامنے ایک بڑے پتھر پر جو بڑونیس کے نام سے مشہور ہے سو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے اس روز بوخا اپنا کھانا ساتھ لانا بھول گیا تھا اُس کی رضاعی ماں اس کے لیے کھانا لیکر اُس کی تلاش میں باہر نکلی۔ جب اس پتھر کے پاس پہونچی تو اس نے بوخا کو دیکھا کہ پتھر پر پڑا سو رہا ہے اور ایک سانپ اُس کے چوگردہ کنڈل مارے اپنے سر سے بوخا کے سر پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ یہ عورت اس ماجرے کو دیکھکر خوف زدہ ہوئی۔ اور اُس نے شور و شر کیا۔ جس سے بوخا جاگ پڑا اور سانپ غائب ہو گیا۔ بوخا نے اپنی رضاعی ماں سے شکایت کی کہ تم نے بے موقع جگا دیا میں بہت اچھا خواب دیکھ رہا تھا کہ ایک لشکر مجھے لباس فاخرہ پہنا کر لے گیا ہے اور تخت پر بٹھا رہا ہے۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے شوہر کو سنایا۔ اُس نے اُس کی یہ تعبیر کی کہ یہ لڑکا ضرور بر سر حکومت پہونچیگا۔ اور اس غرض کے لیے اُس نے اُدھیڑ بن شروع کر دی رفتہ رفتہ وزیر گچا کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اُس کے ذریعے جملہ ہوا خواہان

سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی۔ چنانچہ تمام اہل ملک نے یکے بعد دیگرے مذہب اسلام اختیار کیا۔ غازی تھم نے مسلمان ہو کر اپنا نام غازی میر رکھا۔ سید صاحب نے شغر میں مسجد امبورک کی بنیاد ڈالی۔ کھپلو میں شاہ اعظم نے بھی حضرت سید محمد نوربخش کے ہاتھ پر مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور چھچپن کی جامع کی بنیاد سید صاحب نے اپنے ہاتھ سے قائم کی۔ یہ مسجد اس وضع کی ہے جس میں سکونتی کمرے بھی ہوتے ہیں اور جسے اس ملک میں خانقاہ کہا جاتا ہے۔ غوطہ چو سنگے کی بابت دریافت نہیں ہوا کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا یا نہیں۔ مگر اسکردو میں مذہب اسلام سید محمد نوربخش کی کوشش سے جاری ہو گیا۔

چونکہ پوریگ میں بھی اس وقت تک زیادہ تعداد آبادی اسی مذہب پر قائم ہے۔ قیاس یہی ہے کہ پوریگ میں بھی اشاعت اسلام کی ابتدا سید محمد نوربخش کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ کھپلو میں زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اور براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔

بہرام کے زمانے میں (۱۶۶۴ء لغایت ۱۶۹۰ء) لون چھے ادت چو نے روندو سے شگری پر حملہ کرکے کچھ حصہ اس حکومت کا فتح کر لیا۔ بہرام کا وزیر چندن گیری تھا۔ اس نے بہرام کو صلاح دی کہ لڑائی میں ادت چو کو شکست دینا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اسے چالاکی سے زیر کرنا چاہئے۔ سندوس میں اس نے ایک خندق تیار کی۔ جس کے منہ کو خس و خاشاک سے ڈھانپ کر چوطرفہ کی زمین کے ساتھ برابر کر دیا۔ بوقت جنگ مقپوں کی فوج پیچھے ہٹتی ہوئی اس خندق کی طرف آئی اور خندق سے بچ کر اس کے دوسری طرف نکل آئی۔ اور منتشر ہو گئی۔ لون چھے ادت چو نے ان کے تعاقب میں گھوڑا اڑالا اور سیدھا خندق میں گرا۔ اس موقع پر ایک شخص شاپو محمد علی موجود تھا اس نے سوٹنے سے ادت چو کا کام تمام کر دیا۔ لون چھے کے مارے جانے پر اس کے بھائی چڑا نے جو میدان جنگ میں موجود تھا بجائے اسکے کہ خود مقابلہ کرتا فوج کو لے کر فرار ہو گیا۔ مقپون فوج نے بشو تک اسکا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ تاہم بشو تک علاقہ اس کی حکومت سے لیکر شگری کی حکومت میں شامل کر لیا

یعنی قلعہ کلاں رکھا۔ یہ بوخا کا دار الحکومت قرار پایا۔ یہ قلعہ جس سنگلاخ کے اوپر واقع ہے وہ شرق و شمال کی طرف سے دریائے سندھ سے گھرا ہوا ہے۔ اور غروب و جنوب کی طرف سنگلاخ کی عمودی دیواروں نے اس کو استحکام دیا ہے۔ ان کے درمیان قلعہ کو جانے کا ایک تنگ راستہ ہے جو سنگلاخ کی بناوٹ کی وجہ سے پیچ در پیچ ہے غرض کہ ان قدرتی وسائل سے یہ قلعہ اس درجہ مستحکم ہے کہ توڑیدار یا توپی دار بندوق کے زمانے میں حملہ سے اس کا زیر کرنا ناممکن تھا۔ اس لیے اس کو نا قابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔

اسکردو کی آبادی کے لیے آبادکاروں کا انتظام کشمیر اور چیلاس کی اطراف سے کیا گیا۔ جو لوگ اس زمانے میں کشمیر سے آئے تھے وہ ڈوغنی پا اور کنا پا کے نام سے مشہور ہیں۔ رفتہ رفتہ اس آبادی کو ترقی ہوئی یہاں تک کہ اب اس نے ایک اچھے خاصے قصبہ کی شکل اختیار کرلی ہے۔ گو کہ آبادی اس کی مختلف محلوں میں منتشر طور پر واقع ہے۔

الغرض متحدہ حکومت اسکردو کا بانی بوخا ہے جو آخری راجہ بودھ مذہب کا یا پون چھوس کا ہے گو کہ اس کے دادا غوطہ چوسنگے کے زمانے میں حضرت سید محمد نوربخش کے ذریعے مذہب اسلام کا دور دورہ اس ملک میں شروع ہو گیا تھا مگر یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ غوطہ چوسنگے پر اس کا اثر ہوا تھا یا نہیں۔ روایت یہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی کا عقیدہ بوخا کے بیٹے شیر شاہ نے اختیار کیا

معنیوں بوخا کے عہد کا یہ بھی ایک اہم واقعہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی خراسان سے ملک بدر کیے جانے پر بعہد محمد شاہ جس کا مدار المہام سید محمد بیہقی تھا سنہ ۹۰۱ ہجری میں وارد کشمیر ہوئے اور بابا علی نجار کی معاونت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کشمیر میں کرنے لگے۔ سید محمد مدار المہام کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔

اشاعت مذہب شیعہ اسکردو میں پہونچکر میر صاحب نے اپنے آپ کو سید محمد نوربخش کا خلیفہ ظاہر کر کے مذہب امامیہ کی اشاعت

بہرام اُس لڑکے کے حامی ہوگئے۔ آخر الامر یہ رائے قرار پائی کہ برق ایوہ پا دونوں بھائیوں کو شکار چکور کے بہانہ سے بڑدو لیجایا جائے۔ اس شکار میں ہانک کے لیے تمام رعایا جمع کی جاتی تھی۔ بڑدو سے شروع ہو کر قزلی یول میں اُس کا خاتمہ ہوتا تھا۔ جہاں سب آدمی اکٹھا ہوتے تھے ضیافت ہوتی تھی۔ ناچ تماشا کرتے تھے۔ وزیر گچا نے کہا کہ اس تماشے میں وہ خود تلوار کا ناچ دکھلائیگا اور ناچتے ناچتے برق ایوہ پا دونوں بھائیوں کا کام تمام کردیگا۔ اس وقت بوخا کے تمام طرفدار اُس کو حکمران تسلیم کرلیں اور اس کا اعلان اسی جلسہ عام میں کردیں۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔ قزلی یول سے لوگ بوخا کو پالکی میں بٹھا کر شگری میں لائے۔ اور بڑنمیس پتھر پر بٹھا کر اسے نذریں پیش کیں۔ لوگوں نے کہا کہ اس گونگے کو ہم نے حکمران تو تسلیم کرلیا ہے مگر یہ فرائض حکومت کس طرح انجام دیگا۔ اس پر بوخا کے شیر پدر نے بوخا سے کہا کہ بیٹا بات کرو اور بوخا بولنے لگا۔ اس سے اس کا لقب تمزیر پا یعنی بات کرنے والا ہوگیا۔ اور بوخا کو برق مغبوں یعنی چٹان والا مغبون نام دیا گیا۔ اسکے بعد راجہ احمد شاہ کے وقت تک یہ عمل رہا کہ رسم تاج پوشی اسی پتھر پر ادا کیجاتی تھی۔

بوخا بانی حکومت اسکردو
۹۰ھ الغایت ۱۵۱۵ء

بوخا اپنے باپ کی وراثت کے ساتھ برق ایوہ پا کی حکومت پر بھی قابض ہوگیا۔ اس طرح چار دن ابتدائی خاندانوں کی حکومت شگر گیا پو کے خاندان میں آگئی بوخا نے اس بستی کو آباد کیا جو اب اسکردو کے نام سے مشہور ہے۔ دو تبتی زبان میں اُس پست جگہ کو کہتے ہیں جو بلندیوں کے درمیان میں واقع ہو قصبہ اسکردو چونکہ شگری سے پستی پر واقع ہے اور اُس کے اوپر بجانب نالہ ست پر بلندی ہے اس لیے قیاس یہی ہوتا ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ اسکر گیا پو کے نام پر اس آبادی کا نام اسکردو رکھا گیا۔

کھرپوچے کی تعمیر

بوخا نے اسکردو آباد کرنے کے ساتھ ہی اپنی رہائش بھی شگری سے اس نو آبادی میں منتقل کردی۔ اور آبادی اسکردو کے شمال میں جو ایک سنگلاخ واقع ہے اُس کی کمر میں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا جس کا نام کھرپوچے

فصل دوسری

عروج حکومت مقپون اسکردو

علی خاں کے زمانے سے حکومت اسکردو کا عروج شروع
علی خان ۱۵۴۰-۱۵۶۵ء ہوتا ہے جسے علی شیر خاں انچن نے اور اس کے
پوتوں شاہ مراد، شیر شاہ و علی شاہ نے اوج کمال پر پہونچا دیا۔ علی خاں کے عہد میں
حکومت علاقہ دراس میں ہر دو درانیوں کے باہمی نفاق کی وجہ سے برہمی پیدا ہوئی۔
اور اہل استور کے حملوں کی وجہ سے شغر تھنگھو میں بھی بد امنی پھیلی۔ اس بنا پر علی خاں
کو ان اطراف میں دست اندازی کا موقع ملا۔ کینہ پا قوم کی ایک شاخ گوں میں آباد تھی
اور دوسری شاخ شغر تھنگھو و دراس میں آباد تھی گوں کے کینہ پا لوگوں کے ذریعے علی خان
نے دراس و شغر تھنگھو میں شورش پھیلائی اور بالآخر ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا
اور شغر تھنگھو کی خود مختار برقیہ اقوام نے اور نیز حکومت دراس کی برقیہ آبادی نے
گوں کے کینہ پا لوگوں کی کوشش سے علی خاں کے پاس یہ درخواست کی کہ چلاس
اور استور کے لوگ وقتاً فوقتاً ان کے علاقہ جات پر دھاوے کرتے رہتے ہیں اور مال و
دولت لوٹ لیجاتے ہیں۔ اور عورتوں اور مردوں کو بھی پکڑ لے جاتے ہیں اور غلامی
میں رکھتے ہیں ان کے پاس ان حملوں سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہیں ہے اس لیے
راجہ اسکردو انھیں اپنی حفاظت میں لے لیوے۔ اور ان ظالموں کے حملے سے انھیں
نجات دلائے۔ علی خاں نے اُس درخواست کو نہایت خوشی سے قبول کیا اور دراس
و شغر تھنگھو کو اپنی حکومت میں شامل کر کے استور کے راستوں پر حفاظت کا انتظام
کر دیا نالہ شغر میں متصل کرابوش اور نالہ تھنگھو میں متصل گلتری حفاظتی چوکیاں مقرر کر دیں
یہاں برج تعمیر کر دیے۔ جن میں بزمانہ بہار جب تک کہ استور کا راستہ کھلا رہتا ہے
سپاہی تعینات کئے جاتے تھے۔

علاقہ دراس میں بمقام گوشن ایک باقاعدہ قلعہ تعمیر کیا۔ اور اس میں فوج تعینات کی

میں بڑی کوشش کی۔ اس وقت
اسکردو میں مغبون بوخا
شغر میں گازری
کھپلو میں راے بہرام
پوریگ میں جیب چو

حکمران تھے۔ چونکہ لوگ سید محمد نوربخش کے نام پر جان دیتے تھے ہر ایک جگہ میر صاحب کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی۔ اور اس حکمت عملی سے وہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں بخوبی کامیاب ہوئے پانچ چھ سال وہ اس ملک میں یہ خدمت انجام دیتے رہے بعد ازاں سید محمد بیہقی کے کشمیر میں شہید ہونے کے بعد میر شمس الدین عراقی تقریباً ۹۰۸ھ ہجری میں واپس کشمیر چلے گئے۔

شیر شاہ ۱۵۱۵–۱۵۴۰ء مغبون بوخا کے بعد اس کا بیٹا شیر شاہ اسکا جانشین ہوا (۱۵۱۵ء لغایت ۱۵۴۰ء) یہ میر شمس الدین عراقی کا پیرو تھا۔ اس نے اپنے نئے مذہب کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ اور اسکا زمانہ امن دامان سے گذرا۔

غالباً سلطان سعید خان والی کاشغر کا حملہ بلتستان واقعہ ۹۳۹ھ ہجری اسی کے عہد میں ہوا ہے۔ گو کہ تاریخ رشیدی میں صرف راے بہرام کا ذکر ہے جو میری راے میں کھپلو کا بہرام ہے۔ لیکن زمانہ کے لحاظ سے اس وقت اسکردو میں شیر شاہ کو راجہ ہونا چاہیے۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا۔ غالباً اس بنا پر سلطان نے اس کے اوپر ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور ملک کو تاخت کرکے واپس چلا گیا۔ کیونکہ مرزا حیدر نے لکھا ہے کہ جہاں قلعہ یا درہ مستحکم تھا اُسے چھوڑ دیا۔

شغر کو جسے مرزا حیدر دار الملک بلتستان بتلاتا ہے لکھا ہے کہ سلطان نے اول حملہ میں فتح کر لیا۔ مگر راجہ کا نام اُس نے نہیں لکھا ہے۔ ملکی روایت کے مطابق اس حملہ کیوقت عبد اللہ خان راجہ شغر تھا
شیر شاہ کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر نے زیادہ وفا نہیں کی اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا علی خان راجہ ہوا۔

اوپر کی طرف میرے زمانہ تعیناتی تک لداخیوں کے مورچوں کے نشانات موجود تھے جن کے اندر سے انھوں نے علی شیر خاں کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن بوجہ اس کے کہ علی شیر خاں نے ان مورچوں کے اوپر کی پہاڑی سے حملہ کر دیا یہ استحکامات بیکار ہو گئے اور لداخی مورچہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ اور شکست کھا گئے۔

الحاق پرکوتہ و کرتخشہ پرکوتہ فتح کرنے کے بعد علی شیر خاں نے سیدھا کرتخشہ پر دھاوا کر دیا۔ اس زمانہ میں کرتخشہ کا راستہ موضع پاری کے اندر سے ہو کر دریائے سندھ کو عبور کر کے دریا کے داہنے کنارے سے گذرتا تھا۔ موضع غندوس کے متصل نیچے کی طرف ایک دشوار گذار سنگلاخ ہے اس کے اندر بھی مورچوں کے نشانات میں نے دیکھے ہیں۔ لداخیوں نے پرکوتہ سے پسپا ہو کر اس جگہ قدم جمائے اور دوبارہ علی شیر خاں کا مقابلہ بڑے زور کے ساتھ کیا۔ مگر وہ اس کے روکنے میں ناکام رہے اور علی شیر خاں کرتخشہ پر قابض ہو گیا۔ اور اسکردو کے ساتھ اس کا الحاق کر لیا۔

حملہ سوت و قبضہ بودھ کھربو کرتخشہ سے لداخی بری طرح فرار ہوئے علی شیر خان ان کا تعاقب کرتا ہوا کرگل کو نوتک گیا یہاں اسے چگتن کے فساد کا حال معلوم ہوا اس بنا پر اس نے سوت پر حملہ کر دیا اور چھوسرانگ ملک و آدم ملک کو مرزا سلطان کی قید سے رہائی دلا کر ان کی میراث چگتن و شکر پر قابض کر دیا۔ اور اس خدمت کے صلہ میں بودھ کھربو پر قبضہ کر لیا اور یہاں اپنا کھربون مقرر کر دیا۔ اس کے بعد حکومت لداخ کے چند دیہات کی لوٹ مار کر کے اسکردو کو واپس روانہ ہو گیا۔ کرتخشہ پہونچا تو یہاں کرتخشہ کے سابق حکمران خاندان بر قیہ سنگے پا کے موجودہ وارث حیدر کو عامل کرتخشہ مقرر کر کے پرکوتہ چلا گیا یہاں بھی ملکی انتظام درست کیا۔ اور وصولی الیہ کا کام حکومت سابقہ کے معززین کو سپرد کر کے اسکردو واپس چلا آیا۔ — اس عظیم کامیابی پر بڑا جشن کیا گیا۔ اور خوشی منائی گئی۔

بیاہمگ نمگیل کا حملہ سوت و تسخیر بودھ کھربو وغیرہ اس واقعہ کے چند سال بعد علی شیر خاں سے انتقام لینے کی

اور اس تمام علاقہ پر ایک کھرپون مقرر کیا۔ اس طرح علاقہ جات شغر سنگھو دو راس کول طور پر حکومت اسکردو میں شامل ہو گئے۔

کول کے کینہ پا خاماں کو اس سرحد کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا جس نے الحاق شغر سنگھو دو راس کے معاملہ میں سفارت کا کام قابلیت سے انجام دیا تھا۔ اور صلہ ان خدمات کے انھیں وزارت کا عہدہ بھی عطا کیا۔

غازی میر ۱۵۶۵ء / ۱۵۹۵ء اس انتظام کے بعد وہ اپنی حکومت کو مزید وسعت دینے کی کوشش میں تھا مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا غازی میر اس کا جانشین ہوا (۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۹۵ء) یہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا۔ اس کی حکمرانی کے دوران میں حکومت اسکردو کی وسعت اور اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ علاقہ روندو میں اب تک خاندان لون چھے کی حکومت تھی۔

الحاق روندو آخری حکمران اس خاندان کا لاولد فوت ہوا۔ جب کہ اصلی وارث نہ رہا تو غازی میر نے فوراً روندو پر قبضہ کر لیا۔ لون چھے کا دارالحکومت استق تھا اور یہی آخری موضع اس علاقہ کا بطرف گلگت ہے اسکردو کی حکومت کے زمانے میں بھی یہی دارالحکومت اس علاقہ کا رہا۔ الغرض اسکردو کے پائینی حصہ وادی سندھ کی تسخیر کے بعد غازی میر بالائی حصہ وادی سندھ کی طرف متوجہ ہوا ملک پرکوتہ وکرتخشہ اس زمانے میں حکومت لداخ میں شامل تھا۔ اور لداخ کا کھرپون یعنی حاکم کرتخشہ میں رہتا تھا۔ اور پڑی چرکتی سرحد درمیان حکومت لداخ و اسکردو تھی۔ غازی میر نے پرکوتہ وکرتخشہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اس نے مہاوران بلتستان سے ایک مہم تیار کی اور اپنے بیٹے و ولی عہد علی شیر خاں کو جو بعد میں انچن یعنی اعظم کے لقب سے مشہور ہوا اور جس نے ایسی فتوحات کیں جو خاندان اسکردو کے لیے واقعی باعث فخر ہیں اس مہم کا سپہ سالار مقرر کر کے پرکوتہ کو روانہ کر دیا یہ انتظام اس نے ایسی تیزی سے کیا کہ لداخیوں کو لداخ سے کمک بھیجنے کا موقع نہ ملا پرکوتہ وکرتخشہ کی فوج نے اپنی طاقت بھر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر علی شیر خاں کے سیلاب فنا کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکے میدان ڈوگبری سلامی میں موضع سیرلنگ سے

واپس لینے کی کوشش نہیں کی بلکہ بجائے اُس کے ایک سالانہ لوپ چھک یعنی ادائگی تحائف سالانہ کی قرارداد ہوئی۔ اس خدمت کے لیے گونپہ لامہ یورد کا ایک لامہ مقرر کیا گیا۔ جو سالانہ تحائف مقررہ لے کر دربار اسکردو میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ گونپہ لامہ یورو کی تاریخ میں اُس کا مذکور ہے مگر تفصیل ان تحائف کی درج نہیں ہے لامہ گونپو جو اس گونپہ کا لوبن ہے، بیان کرتا ہے کہ یہ لوپ چھک فتح ڈوگرہ کے زمانہ تک برابر جاری رہا بعد ازاں بند ہو گیا۔

الغرض علی شیر خاں ان حالات میں اس جنگ کا خاتمہ کر کے مع اپنی لداخی بیگم مندوک گیالمو اور اپنے خسر گیالپو جمیانگ نمگیل کے لداخ سے مظفر و منصور واپس ہو کر اسکردو پہونچا۔ یہاں بیگو شیر غازی راجہ سرلنگ کھرنے جمیانگ نمگیل کے ساتھ اپنا رابطہ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل کیساتھ اس قرارداد پر کردی کہ ارگیال خاتون کی اولاد بمجرومی جمیانگ نمگیل کی سابقہ گیالمو کی اولاد کے وارث سلطنت ہوگی۔ اس انتظام کے بعد بیگو شیر غازی نے جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کرا کے لداخ واپس بھجوا دیا۔ اس ارگیال خاتون کے بطن سے سنگے نمگیل پیدا ہوا۔ جیسا کہ تاریخ لداخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا ہے۔

"علی رائے" کی "بیٹی" کا بیاہ اب وہ زمانہ آگیا کہ بلتستان کا تعلق سلطنت دہلی کے ساتھ پیدا ہوا۔ سنہ ۹۹۴ ہجری مطابق سنہ ۱۵۸۶ء میں شاہزادہ سلیم کے ساتھ! اکبر بادشاہ نے کشمیر کو فتح کر کے اس کا الحاق سلطنت دہلی کے ساتھ کر لیا۔ سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں جب وہ دوبارہ سیر کشمیر کے لئے آیا ہے تو ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان کے مطابق تبت خورد (بلتستان) کے حاکم علی رائے نے (اس سے مراد علی شیر خاں سے ہونی چاہیے کیونکہ اُس زمانہ میں راجہ کے بجائے رائے کا لقب استعمال ہوتا تھا۔ اور گو کہ یہ علی شیر خاں اُس وقت صرف ولی عہد تھا اور اصلی حاکم تبت خورد اس کا باپ غازی میر تھا مگر چونکہ فتح پر کوتہ و کرتخشہ کی وجہ سے اس کے نام کی شہرت ہو گئی تھی اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو اُس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ ممکن ہے کہ تحریک دراصل اُس کے باپ غازی میر نے کی ہو۔ اور جس لڑکی کا ذکر ہے۔ وہ

غرض سے جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے سوت پر حملہ کیا اور فتولا سے عبور کر کے
پہلے اُس نے علی شیر خاں کے کھربون اور اس کی سپاہ کو بودھ کھربو میں قتل کیا اور
بودھ کھربو پر متصرف ہو گیا۔ پھر بودھ کھربو سے آگے بڑھکر واکھا کو تسخیر کیا بعد ازاں
ملبہ و چوکر کے راجگان کو قتل کر کے اُن کے ملک پر قبضہ حاصل کیا۔ اُس کے بعد
مرزا سلطان راجہ سوت پر چڑھائی کرنے کے انتظام میں مصروف ہوا۔

علی شیر خاں کا حملۂ لداخ

اس اثنا میں علی شیر خاں راجہ شغر و راجہ سالنگ کھر
کے ساتھ اتحاد کر کے حملۂ لداخ کا انتظام کر رہا تھا
اور فوج جمع ہو گئی تھی۔ جب بودھ کھربو کے فراری اُس کے پاس پہونچے اور اپنی
ویرانی کے حالات اُسے سنائے تو اُس نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ سیدھا لداخ
پر حملہ کر دیا۔ گو کہ گیالپو وہاں موجود نہ تھا مگر لداخیوں نے جان توڑ کر بلتی فوج کا مقابلہ
کیا۔ اور سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن لداخیوں نے شکست کھائی اور علی شیر خاں فتح و ظفر
کا ڈنکہ بجاتا ہوا دار الحکومت لداخ میں داخل ہوا۔

بعد میں جمیانگ نمگیل بھی سوت کے حملہ کا خیال چھوڑ کر لداخ پہونچا اور علی
شیر خاں کے خلاف جد و جہد کی مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی اور وہ خود علی شیر خاں
کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔

علی شیر خاں نے دار الحکومت لداخ اور ملک میں خوب لوٹ مار کی۔ اہل لداخ
نے صلح کی درخواست کی چونکہ لداخ پر قبضہ رکھنا اسے مقصود نہ تھا۔ اس لئے وہ
مصالحت پر راضی ہو گیا۔ اس کی رو سے غوٹماست چھو (نالہ گرگرا) سرحد درمیان
لداخ و اسکردو قرار پائی اور موضع گنوخ و نالہ گرا گر الحکومت لداخ سے خارج ہو کر
اسکردو کی حکومت میں داخل ہوئے اور جمیانگ نمگیل نے اپنی بیٹی مندوک گیالمو
کی شادی علی شیر خاں کے ساتھ کر دی اس قرارداد پر اس نے حکومت لداخ کا کچھ عارضی
انتظام کر دیا۔ اور اپنی لداخی رانی کو اور جمیانگ نمگیل کو ساتھ لیکر واپس اسکردو ہو گیا۔
حکومت لداخ کا سالانہ تحائف بعوض بودھ کھربو اسکردو کو ادا کرنا علی شیر خاں نے علاقہ
بودھ کھربو لداخ سے

نے تین ہزار سوار اور پانچ سو برق انداز بسرکردگی سیف اللہ خاں محمد قلی کی یاوری کے لئے مقرر کیے سیف اللہ خان اُس کا بیٹا تھا۔ علی رائے بغیر لڑے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر جہاں تک گھوڑے جا سکتے تھے جا کر الٹا واپس چلا آیا۔

علی شیر خاں کا حملہ دردستان

اس اثنا میں گلگت۔ چیلاس۔ اور استور کے لوگوں نے روندو۔ شغر تھنگھو اور درداس پر اپنے متواتر حملوں کی وجہ سے علی شیر خاں کو اشتعال دلایا اور وہ ان کی سرکوبی کے لیے آمادہ ہوگیا۔ استور چیلاس۔ اور گلگت کو پامال کرکے وہ چترال تک پہونچا۔ یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ اس وقت گلگت اور چترال میں کون حکمران تھے۔ بطور نشان فتح اُس نے بروشال میں ایک چنار کے درخت میں پن چکی کا پاٹ پرو دیا جو کہا جاتا ہے کہ آج تک موجود ہے اور درخت چنار کی موٹائی کے اندر آگیا ہے۔

نالہ بگروٹھ کے اتصال دریائے گلگت کے موقع پر بجانب موضع دنیور ایک شغرن (میدان چوگان بازی) علی شیر خاں نے تعمیر کی۔ یہ اس وقت تک موجود ہے اور مقپون کی اشغرن کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر کچھ کھنڈر بھی پائے جاتے ہیں ممکن ہے کہ اس موقع پر کوئی مکان یا حفاظتی چوکی اُس نے تعمیر کی ہو۔ بہرحال ان حملوں کے زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع حدود گلگت میں علی شیر خاں کا صدر مقام رہا ہو

علاقہ حراموش کا الحاق اسکردو کے ساتھ

علی شیر خاں ان حملوں میں تین سال تک مصروف رہا۔ اور باوجود اس کشت و خون کے جو ان لڑائیوں میں ہوا اُس نے کسی ملک کا الحاق اسکردو کے ساتھ نہیں کیا اور گلگت و بروشال کی فتح کے نشان کے طور پر علاقہ حراموش کو حکومت گلگت سے کاٹ کر روندو کے ساتھ شامل کر لیا۔

دردستان کے اسیرانِ جنگ کا بلتستان میں آباد کیا جانا

بوقت واپسی علی شیر خاں بروشال۔ گلگت چیلاس و استور سے ایک بڑی تعداد اسیران جنگ کی اپنے ساتھ اسکردو میں لایا اور حسب ذیل مواضع آبادیوں میں انھیں آباد کیا۔

دراصل علی شیر خاں کی بیٹی کے بجائے اس کی بہن ہو۔ بہرحال اندراج حسب ذیل ہے (
بادشاہ سے درخواست کی کہ میری لڑکی شاہزادہ سلیم سے بیاہی جائے بادشاہ نے منظور
کرلیا اور بیاہ ہوگیا۔ اس طرح سے علی شیر خاں نے سلطنت دہلی کے ساتھ اپنے تعلقات
پیدا کرلیے۔

تخت دہلی کی طرف سے جنگی سفارت بھیجا جانا راجہ علی شیر خاں کے تذکرۂ بالا حملہ لداخ کے واقعہ کو ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ
ہندوستان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ "تیسرے سفر کشمیر کے موقع پر ۱۰۰۰ھ ہجری میں بادشاہ
کا ارادہ ہوا کہ تبت خورد کے فرمانروا کو نصیحت کی جائے۔ چنانچہ امید علی ہواکش طالب
اصفہانی و محمد قلی کشمیری کو تبت خورد کے مرزبان علی رائے کے پاس بھیجا۔ اور ایوب بیگ
وغیرہ کو تبت بزرگ کے حاکم کے پاس روانہ کیا۔ اس بزرگ تبت کے سپہ آرا سے
وزیر راجو رائے نے بدمستی سے ناسپاسی کی۔ یہاں کے مرزبان نے لشکر جمع کرکے
اسکی جاگیر ضبط کرلی جس سے وہ بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں میں علی رائے بزرگ
تبت کے حاکم کی دشمنی پر آمادہ ہوا۔ اور اس کے وزیر کی بدگوہری سے غلبہ حاصل کیا اور
اس کو پکڑ کر اس کے قلعہ پر چڑھ گیا۔ اور بہت خزانہ جمع کیا۔ بہت مقامات پر قبضہ کیا۔ جب
بادشاہ کے لشکر کا آوازہ سنا تو پہلے مرزبانوں کی نسل میں سے ایک شخص کو یہاں حاکم
مقرر کرکے خود چلا گیا"۔ ان واقعات کی مزید تفصیل تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکی ہے۔

اس جنگ و جدل نے لڑائی کا ایسا شوق علی شیر خاں اور اس کی ظفر مند فوج کے
دل میں پیدا کردیا کہ اطمینان کی زندگی ان کے لیے ناممکن ہوگئی۔ اسی سلسلہ میں معلوم ہوتا
ہے کہ علی شیر خاں نے حوالی کشمیر میں بھی دست درازی شروع کردی۔ اس واقعہ کا حال
بلتستان میں تحقیق نہیں ہوسکا مگر ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کرتا ہے۔
"جب تبت بزرگ پہ علی رائے کو فتح ہوئی اور بہت دولت ہاتھ لگی تو اس کا
دماغ آشفتہ ہوا اور ۱۰۱۲ھ ہجری میں حوالی کشمیر میں اس نے فساد مچایا۔ بادشاہ نے قلیچ
خاں صوبہ دار لاہور کو حکم دیا کہ ایک جماعت شائستہ محمد قلی حاکم کشمیر کی کمک کے لیے بھیجے
کہ اس پشۂ بدمست کو کہ خودسری کے خمکدہ میں طنطن کر رہا ہے مسل ڈالے۔ قلیچ خاں

نالہ ست پر کی سد بندی

چونکہ ترقی حکومت کے ساتھ قصبہ اسکردو کی آبادی بھی ترقی کر رہی تھی اور نالہ ست پر کا پانی اس وسیع رقبہ کی آبپاشی کے لیے کافی نہیں ہوتا تھا اس لیے اُس نے نالہ ست پر کو آبادی ست پر کے نیچے ایک تنگ گھاٹی میں روکنے کا انتظام کیا تاکہ سردی کے موسم میں جب کہ آبپاشی کے لئے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی نالہ کا پانی اس جگہ جمع ہوتا رہے اور آغاز بہار میں اس جمع شدہ پانی کو بقدر ضرورت آہستہ آہستہ استعمال کیا جاسے۔ اس غرض کیواسطے اس نے ایک بہت مضبوط پشتہ پتھر اور چونے کی پختہ چنائی سے تیار کرایا جس میں تلے اوپر تین سلسلے دہانوں کے اس حساب سے بنائے کہ بقدر ضرورت آہستہ آہستہ پانی کو نکالا جا سکے۔ یہ دراصل ایک عظیم الشان اور بہت بڑی کاریگری اور ہنرمندی کا کام ہے اور آج تک اپنے بانی کی ہمت اور صنعت کا شاہد ہے۔ افسوس ہے کہ اس پشتہ کا وہ حصہ جہاں دہانے بنے ہوئے تھے بوجہ بے مرمتی اب منہدم ہو گیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ باقی حصہ بھی گر جائیگا۔ سردست اس سے اسطرح کام چلایا جا رہا ہے کہ موسم سرما کے آغاز میں جب کہ آبپاشی کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس دیوار کی چنائی کے افتادہ حصہ میں کچی چنائی کرکے پانی کو روک دیا جاتا ہے اور آغاز بہار میں اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کی باقاعدہ مرمت بہت خرچ چاہتی ہے جس کا بوجھ غریب زمیندار برداشت نہیں کر سکتے۔

علی شیر خاں انچن کیا بلحاظ فتوحات ملکی اور کیا بلحاظ ترقی آبادی و انتظام اندرونی سب سے بڑا اور صاحب اقتدار حکمران اسکردو کا تھا جس پر خاندان اسکردو واقعی طور پر فخر کر سکتا ہے اور جو لقب اُسے دیا گیا ہے وہ دراصل اس کا مستحق تھا۔

عبدال خاں ۱۰۲۳-۱۰۳۴ھ

علی شیر خاں انچن کے تین بیٹے تھے آدم خاں عبدال۔ اور احمد خاں۔ عبدال خاں کو اُس نے اپنی حیات میں پرکوتہ دیکر تحفہ گذارہ میں دیدیا تھا۔ وہ پرکوتہ میں سکونت رکھتا تھا بڑا بیٹا آدم خاں ولی عہد تھا۔ اور سب سے چھوٹا احمد خاں روندو میں گذارہ خوار تھا مگر علی شیر خاں کے فوت ہونے پر دونوں بڑے بھائیوں آدم خاں اور عبدال خاں کے

ا- ست پرد تندل۔ علاقہ اسکردو میں
۲۔ کنگ سٹو علاقہ پرکوتہ میں
۳۔ تھنگ چن نالہ طولتی میں
۴۔ نالہ انگوت۔ گلیاخس۔ طورغونڈ۔ ہرغوس۔ میوس و کرکت۔ علاقہ کرتخشہ میں

اس کے ساتھ ہی اُس نے علاقہ کرتخشہ کے ہر ایک سرحدی موضع میں ایک ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس وجہ سے یہ علاقہ کھرمنگ یعنی بہت قلعوں والا ملک کہلانے لگا اور آجکل اس علاقہ کا یہی نام عام طور پر رائج ہے۔

گیالمو کا مندوک کھر تعمیر کرنا اور نہر پہونچانا علی شیر خاں کی غیر حاضری میں اس کی لداخی گیالمو کو کھر پوچھے میں اسکردو کے لوگوں کے ساتھ رہنا پسند نہ ہوا۔ اس لیے اُس نے قلعہ سے باہر ایک جداگانہ محل تعمیر کیا۔ جس کا نام گیالمو کے نام پر مندوک کھر رکھا گیا۔ اُس کے ساتھ ایک باغ لگایا جو بلوبلغ کے نام سے مشہور رہا۔ یہ باغ اور محل اسکردو کی آبادی سے بلندی کے اوپر تعمیر کیے گئے تھے اس لیے ان کے اندر پانی پہونچانے کے لیے ایک علیحدہ اور بلند نہر کی ضرورت تھی مندوک گیالمو نے نالہ ست پر سے ایک نہر بنائی جو بازار سکہ میدان کے قریب ایک عظیم الشان پشتہ کے اوپر سے گذرتی ہے۔ اس کام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس درجہ محنت اس نہر کی تعمیر پر کی گئی ہوگی۔ علی شیر خاں نے گلگت سے واپس پہونچکر اس محل اور نہر کا ملاحظہ کیا تو اپنی بیگم کی اس محنت کی بڑی داد دی مگر یہ اعتراض کیا کہ اس محل کی تعمیر سے کھر پوچھے کے استحکام میں خلل آگیا ہے۔ اب یہ محل موجود نہیں ہے۔ صرف اسکا موقع لوگوں نے مجھے دکھلایا۔

علی شیر خاں کی تخت نشینی تقریباً ۱۰۱۵ھ ہجری ۱۵۹۵-۱۶۳۳ء اپنی واپسی کے بعد تقریباً ۱۰۱۵ھ ہجری میں علی شیر خاں تخت نشین ہوا (۱۵۹۵ء لغایت ۱۶۳۳ء) اپنے عہد حکومت میں اس نے مزید فوج کشی نہیں کی۔ اور اپنی تمامتر توجہ ترقی آبادی میں صرف کی۔ اور اسیران جنگ کے ذریعے نوآبادیوں کو درست کرایا۔

کہ جہانگیر کا ارادہ تبت کی تسخیر کا پیش نہاد خاطر تھا۔ ہاشم خاں ولد قاسم خاں میر بحر حاکم کشمیر نے جہانگیر کے حکم سے زمینداروں کی سپاہ اور بہت سوار و پیادے جمع کئے ہر چند ہاتھ پانوں ارے کہ اُس ملک میں داخل ہوں مگر سوائے مردم کشی کے کوئی اور کام نہ ہوا۔ اور وہ پھر آیا۔

"آغاز ۱۰۴۶ھ ہجری (مطابق ۱۶۳۶ء) شاہجہاں نے حکم دیا کہ ظفر خاں حاکم کشمیر مع لشکر کے اُس جگہ جائے اور ولایت تبت کو مسخر کرے۔ وہ آٹھ ہزار سوار اور پیادے جمع کر کے کرتسے کی راہ سے روانہ ہوا اور ایک ماہ کے عرصہ میں اسکردو میں آیا جہاں سے ملک تبت کا آغاز ہوتا ہے۔ اور آب نیلاب کے اُس طرف ہے مرزبان تبت کے حصار کے نزدیک دائرہ کیا۔

"علی رائے پدر عبدال مرزبان حال تبت نے دو پہاڑوں کے سروں پر بہت بلند طولانی دو حصار استوار کیے تھے ان میں زیادہ بلند کھرپوچے مشہور تھا۔ اور دوسرا پست کچنہ۔ ہر ایک کی راہ پیچیدہ اور تنگ تھی قلعہ نشینوں کی آمد و رفت پہاڑ کے اوپر سے ہوتی تھی۔ عبدال قلعہ کھرپوچے میں پناہ گزیں ہوا۔ اور محمد مراد اپنے وکیل کو جو اُس کی مہات کا ناظم تھا قلعہ کچنہ کی حراست سپرد کی۔ اور اہل و عیال کو قلعہ شغر میں جو پہاڑ پر آب نیلاب کی دوسری جانب تھا محفوظ کیا۔ ظفر خاں نے ان دو قلعوں کی رفعت و متانت کو دیکھ کر محاصرہ و پیکار میں مصلحت نہ دیکھی اور یہ سوچا کہ تبت کی سپاہ و رعیت عبدال کی ناہنجاری سے دل آزردہ ہو رہی ہے اس کو مدارا و مواسا سے اپنی طرف کر لے اور حصار شگر کی کشاکش اور عبدال کے اسیر کرنے کے لیے سپاہ متعین کرے۔ لشکر کے یہاں رہنے کے لیے کل مدت دو مہینے سے زیادہ نہیں ہے اگر اس سے زیادہ توقف ہوگا تو برف زیادتی سے راہیں مسدود ہو جائیں گی اس لئے اُس نے میر فخر الدین کو فرہاد بیگ بلوچ اور چار ہزار سوار و پیادوں کے ساتھ قلعہ شگر پر بھیجا اور خود عبدال کے استیصال کے درپے ہوا حسن خواہرزادہ عبدال کو جو بادشاہی ملازموں میں تھا اور کشمیر کے کچھ زمینداروں کو جو اس مرز بوم کے رہنے والوں سے آشنائی رکھتے تھے مقرر کیا کہ وہ ترغیب و ترہیب سے یہاں کے گروہ کو اطاعت پر مائل کریں

درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ اور عبدال خاں چونکہ زور آور تھا اس نے غلبہ حاصل کیا۔ اور حکومت اسکردو پر متصرف ہوگیا۔ آدم خاں اسکردو سے فرار ہوکر براہ کشمیر دہلی چلا گیا۔

عبدل خاں کا حملہ شغر اور حسن خاں کا دہلی کو فرار ہونا شغر میں اس وقت محمد خاں جو ماملخاں کے نام سے مشہور ہے حکمران تھا۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ محمد خاں کے فوت ہونے پر عبدال خاں نے شغر پر حملہ کیا۔ اور اس کے بارھوں بیٹوں کو گرفتار کر کے مختلف بارہ دیہات میں قتل کے واسطے بھیج دیا۔ انہیں سے گیارہ لڑکے عبدال خاں کے حکم کے مطابق قتل کیے گئے۔ مگر بارھواں حسن خاں جو سب سے بڑا تھا اور وارث حکومت تھا۔ خاندان کے چند اشخاص کی امداد سے فرار ہوکر سری نگر چلا گیا۔ اور وہاں سے دہلی میں آدم خاں کے پاس پہنچ گیا چونکہ دونوں عبدال خاں کے دشمن تھے آپس میں دوست ہو گئے۔ آدم خاں کے ذریعے حسن خاں کی رسائی دربار شاہی میں ہوگئی مگر امداد کا انتظام نہ ہوسکا۔ تاہم حسن خاں دہلی میں موجود رہا۔ آخرکار ایک دن اس کو بادشاہ دہلی کے ساتھ شیر کے شکار میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیر زخمی ہوکر بادشاہ کے اوپر حملہ آور ہوا۔ حسن خاں کمال دلیری کے ساتھ درمیان میں آگیا اور اس نے تلوار سے شیر کا کام تمام کر دیا۔ اس بہادری اور وفاداری کے صلہ میں فرمان شاہی بنام صوبہ کشمیر صادر ہوا کہ فوجی امداد کے ذریعے حسن خاں کو اس کی میراث پدری پر متمکن کر دیا جائے۔

حسن خاں کا بامداد سلطنت دہلی حکومت شغر پر متمکن ہونا عبدال خاں نے شغر جیسے سرسبز ملک کو بغیر جدوجہد واپس دینا مردانگی سے بعید خیال کر کے لشکر شاہی کا مقابلہ کیا۔ مگر اپنی طاقت کا اندازہ اس نے غلط کیا تھا جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ جنگ میں گرفتار ہوکر شغر پہنچایا گیا۔ اور اسکردو کی حکومت کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھا غرض کہ اپنے آخری دن قید خانہ میں بسر کئے اور بحالت قید شغر میں فوت ہوا اس کی قبر شغر میں اس وقت تک موجود ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کی ہے

خلبہ پڑھوایا اور لشکر میں چلا آیا۔
شاہنشاہ کو اس کا مژدہ پہونچا۔ اس اثنا میں میر فخر الدین عبدال کے عیال کو اور دو لاکھ روپوں کو جو لوٹ سے بچے تھے لیکر آگیا۔ اور حبیب چک واحد چک کے زن و فرزند بھی ظفر خاں کی قید میں آگئے۔ جو اعتقاد خاں کے زمانے میں بسبب شورہ پشی انگیزی و فتنہ افزائی کے کشمیر سے تبت میں بھاگ آئے تھے۔ اور ان دنوں میں عبدال نے اُن کو کشمیر بھیجا تھا کہ وہاں فساد برپا کریں کہ لشکر شاہی پراگندہ خاطر ہو۔ اور دوسرے حبیب چک نے بھی جو مرزا علی بیگ اکبر شاہی کی صوبہ داری میں تبتیوں کی پناہ میں آیا تھا پناہ مانگی۔ اور ظفر خاں پاس آگیا۔

مراد خاں کو اسکردو کی سپردگی ۱۶۳۴ء

ظفر خاں نے اس خوف سے کہ برف کے پڑنے سے راہیں نہ بند ہوجائیں یا کشمیر میں عبدال نے جو مفسد بھیجے ہیں وہ فساد برپا نہ کریں ولایت تبت کو محمد مراد وکیل عبدال کو عارضی طور پر سپرد کردیا۔ اور سرکشوں کو ہمراہ لیکر مراجعت کی۔ نہ ملک کا کچھ انتظام کیا نہ عبدال کے مال کی تفتیش کی جب بادشاہ کو اس مراجعت کا حال معلوم ہوا تو ظفر خاں کو فرمان بھیجا کہ جب ملک تسخیر ہوگیا تھا اور قلعے فتح ہو گئے تھے اور مرزبان ولایت اور اور سرکش تابع ہوگئے تھے تو بے ضبط مملکت و نظم حال رعیت جلد چلا آنا اور ملک کو عبدال کے وکیل کے سپرد کرنا پہلے اس سے کہ اُس کے انقیاد پر اعتماد ہو خرد دور بیں اور رائے صواب گزیں ہرگز پسند نہیں کرتی۔

تبت کی دو عام راہیں ہیں ایک کرتسے کی۔ دوسری لار جنپر ظفر خاں نے آمد و رفت کی اگرچہ راہ کرتسے کی مسافت چار منزل زیادہ راہ لار سے ہے اور زیادہ تر بلند پہاڑوں اور تنگ کوتلوں میں ہے جن میں ایک سوار سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ مگر لار کی راہ کی نسبت اس میں سرما اور برف کمتر ہوتا ہے۔ اس سبب سے اس راہ سے تبت میں جلد پہونچ جاتے ہیں راہ لار ہر چند تبت سے نزدیک ہے۔ لیکن بکثرت دوام برف و تیغ کے سبب سے بہت تکلیف کے ساتھ گذر ہوتا ہے۔ ایک پہاڑ آدھ کردہ اونچا ہے کہ وہ بالکل برف سے ڈھکا رہتا ہے اُس سے پانی جاری رہتا ہے۔ اس وجہ سے

کچھ آدمی اُس نے مداخل و مخارج کے بند کرنے کے لئے مقرر کئے۔

"میر فخر الدین ساحل دریاے نیلاب پر آیا۔ چند کشتیاں ترتیب دیں۔ اہل تبت نے ایک دیوار سر راہ کھینچ رکھی تھی اور اُس کے پیچھے تفنگچیوں کے گروہ کو بٹھا رکھا تھا کہ افواج شاہی کو روکیں۔ میر نے آدھی رات کو دو ہزار آدمی اہل تبت کی دلالت سے روانہ کیے تاکہ وہ راہ کو مخالفوں کے قبضہ سے نکال لیں۔ لشکر شاہی نے مخالفوں کو مار کر بھگا دیا۔ اور دریا کے پار اُتر کر قلعہ کے نیچے آئے اور قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ دوسرے روز عبدال کا پندرہ سالہ لڑکا جو حصار کی حراست کرتا تھا۔ بادشاہی لشکر کو کم سمجھ کر اُس سے لڑنے آیا۔ فرہاد بیگ نے کمر کوہ میں سر راہ کو روکا۔ اور ہنگامہ جنگ کو گرم کیا۔ فرہاد بیگ زخمی ہوا ظفر خاں کے نوکر کچھ مقتول ہوے۔ مخالفوں نے اپنی رہائی فرار میں دیکھی وہ قلعہ کی طرف چلے گئے بادشاہی دلاوروں نے شگر کے جنوبی دروازے کے باہر مورچے قائم کیے پسر عبدال کے دل میں بادشاہی لشکر کا خوف ایسا بیٹھا کہ اس نے باپ کے عیال کا کچھ خیال نہ کیا۔ سیم و زر اور جو کچھ اپنے ساتھ لیجا سکا رات کو لے کر کاشغری دروازے سے بھاگ گیا۔ ۲۹ ربیع الاول کو میر فخر الدین قلعہ میں داخل ہوا وہ اپنے لشکر کی لوٹ مار نہ روک سکا۔ کہ ضبط اموال کرتا۔ مگر عبدال کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا اور پسر عبدال کے پیچھے سپاہ بھیجی مگر وہ پسر عبدال کو نہ پکڑ سکی۔ کچھ سونا چاندی راہ میں پڑا تھا اُس کو لے کر واپس چلی آئی۔

ظفر خاں اس فتح کا حال سُن کر قوی دل ہوا۔ کھر پوچھے اور کھچنہ کے قلعوں کے فتح کے لیے مستعد ہوا۔ اُس کے اشارے سے کھچنہ کے اہل قلعہ کو جو غلہ و آذوقہ سے مضطرب تھے۔ اہل تبت نے ایسی پٹیاں پڑھائیں کہ قلعہ دار مع کل اہل قلعہ کے باہر آیا۔ اور قلعہ لشکر شاہی کو سپرد کر دیا۔ عبدال اپنے آدمیوں کی مخالفت سے اور قلعہ کے حوالہ کر دینے سے اور زن و فرزند کے گرفتار ہو جانے سے ایسا ڈرا کہ قلعہ کھر پوچھے کو چھوڑ کر شادیاں کہی دال کی معرفت ظفر خاں پاس آیا۔ دوسرے دن ظفر خاں عبدال کے ہمراہ قلعہ کے اندر گیا۔ اور وہاں بادشاہ کے نام کا

حکومت کی پھر اُسے خود مختاری کی ہوس دامن گیر ہوئی

مراد خاں (شاہ مراد) راجہ اسکردو سنہ ۱۶۶۰ء لغایت سنہ ۱۶۹۰ء

اسی اثنا میں مراد خاں امام قلی خاں سے شکست کھا کر دہلی پہونچا۔ وہ آدم خاں نے اُس کو اپنا داماد بنا کر اپنا وارث تسلیم کیا۔ بادشاہی مرزا خاں سے قبضہ اسکردو کا واپس لیا اور بطور اپنے نائب کے مراد خاں کو اسکردو میں تعینات کیا آدم خاں کی زندگی میں مراد خاں بنام آدم خاں حکومت کرتا رہا۔ بعد ازاں وہ خود راجہ ہو گیا۔ اور شاہ مراد کے نام سے مشہور ہوا۔

امام قلی خاں راجہ شغر اور شاہ مراد۔ شیر شاہ و علی شاہ راجگان اسکردو و حیدر خان و حاتم خاں و بابر و یعقوب وغیرہ راجگان کھپلو کے کارنامہ ہائے عظیم کتاب شغرنامہ میں جو غالباً امام قلی خاں کے عہد کی تصنیف ہے اور نسخہ جو مجھے دستیاب ہے ۱۲۶۶ ہجری کا لکھا ہوا ہے اس میں شاعرانہ انداز میں مذکور ہیں اسی میں سے واقعات کو بڑی محنت سے میں نے اخذ کیا ہے جو اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ جو نسخہ مجھے ملا ہے اس میں ابتدائی چند اوراق گم ہیں اس وجہ سے مصنف کے نام اور تاریخ تصنیف کا انکشاف نہیں ہو سکا اور علاوہ ازیں درمیان میں بھی جا بجا کچھ اوراق کم ہیں جس سے بیان کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تاہم علاوہ کے طور پر میں نے مختصر واقعات کو بیان کر دیا ہے۔

مراد خاں کو جب مرزا خاں کے ہاتھ سے اسکردو کی حکومت مل گئی تو اس نے صبر قناعت نہیں کی اور شغر پر حملہ کر دیا۔ جہاں امام قلی خاں راجہ تھا۔ شغرنامہ میں اس کا بیان اس طرح شروع ہوتا ہے۔

مراد خاں کا حملہ شغر اور شکست کھا کر روندو کو فرار ہوا

صبح ہوئی تو شاہ مراد اپنے وزراء و امراء اور فوج کے ساتھ دریا ے سندھ کو عبور کر کے شغر کی طرف روانہ ہوا۔ امیر احمد اور مرزا خاں اُس کے ساتھ تھے وہ ابھی ملک شغر میں داخل ہونے ہی پایا تھا کہ جاسوس نے اطلاع دی کہ امام قلی خاں ہوا کی طرح تمہارے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے شغر کے نامی پہلوان سب اُس کے ساتھ ہیں۔ یہ تمہارے خون کے پیاسے ہیں۔ اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو صلح کی تدبیر کرو

مسافر مشکل سے گذرتے ہیں۔ ہمواری کے سبب سے چند منزلیں آسانی سے طے ہو جاتی ہیں۔ لیکن ایک کوتل تیس کوس کشمیر سے ہے جس کی برابر سختی و دشواری راہ میں کہیں اور جہاں پیا مسافر نہیں جاتے۔ رفعت میں وہ پیر پنجال کے برابر ہے راستہ ایسا بند ہے کہ سوار ہو کر جانا دشوار ہے۔ اور ان دونوں راہوں میں آذوقہ نہیں ملتا۔ ظفر خاں اور اُس کے ہمراہی اتنا آذوقہ ساتھ لے گئے تھے کہ وہ کشمیر کی مراجعت تک کافی ہوا۔

ملک تبت میں اکیس پرگنے ہیں اور سینتیس قلعے۔ پہاڑوں کی افزونی اور تنگی میدان کے سبب زراعت کم ہوتی ہے۔ اور زیادہ تر جو گندم و دھان[ع] پیدا ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس ولایت کا انتظام نہ ہوا مگر خراج کی حقیقت پر پوری آگاہی ہو گئی پورے سال کا حاصل ایک لاکھ روپے سے زائد نہیں ہے۔

اس دیار میں ایک ندی ہے کہ وہاں ریگ طلا دستیاب ہوتی ہے۔ ہر سال اس کے ابھار سے دو ہزار تولہ سونا حاصل ہوتا ہے۔ جس کی قیمت کم عیاری کے سبب سے سات روپیہ تولہ ہوتی ہے۔ اکثر اثمار سردسیری مانند زردآلو۔ وشفتالو۔ وخربوزہ شیریں و لطیف۔ انگور ہوتے ہیں۔ یہاں کا سیب اندر و باہر سے سرخ ہوتا ہے۔ توت و خیار۔ و زردآلو و شفتالو و خربوزہ و انگور ایک ہی موسم میں ہوتے ہیں''

آدم خاں راجہ اسکردو ۱۶۳۵ء - ۱۶۶۰ء
بہ نیابت مرزا خان لغایت ۱۶۵۱ء
بہ نیابت مراد خاں لغایت ۱۶۶۰ء

اس زمانہ کے حالات اسکردو کی خانہ جنگی اور بیرونی حملوں کی وجہ سے کسی قدر پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ ان حملوں کی سلسلہ وار تاریخ موجود نہیں ہے۔ شگر نامہ میں غیر مسلسل طور پر شاعرانہ انداز میں یہ واقعات مذکور ہیں جن کا خلاصہ میں آگے درج کرتا ہوں۔ مختصراً سلسلۂ واقعات اس طرح ہے کہ عبدال خاں کے قید ہو جانے کے بعد حکومت اسکردو جسے افسران فوج شاہی عارضی طور پر مراد خاں کے سپرد کر گئے تھے سلطنت دہلی سے آدم خاں کو تفویض ہوئی۔ مگر وہ خود اسکردو میں نہیں آیا بلکہ کرتخشہ کے مرزا خاں کو اپنے نائب کے طور پر اسکردو میں رکھ دیا۔ اُس نے تقریباً دس سال تک آدم خاں کی طرف سے

ع ممکن ہے کہ اُس زمانے میں دھان پیدا ہوتا ہو مگر آج کل بلتستان میں یہ صورت نہیں ہے

بال ہیں کہ ریچھ معلوم ہوتے ہیں۔ قول و فعل کا کوئی لحاظ انھیں نہیں ہے۔ بدکاری اور خواہشات شہوانی کے غلام ہیں۔ اور اس کو اپنی زندگی کا اصل مقصد خیال کرتے ہیں۔ گائے بیل کی طرح پیٹ بھرتے ہیں۔ اور خرگوش کے مانند خواب کرتے ہیں ایسے ملک میں مراد خاں نے دو ایک سال رہائش رکھی۔ اور لوگوں سے مال و اسباب لیکر جمع کیا حسن خاں کے مال سے اُس نے اپنی حیثیت پہلے سے درست کر لی تھی اب اور مضبوطی کرکے وہ استق سے بعزم ہندوستان روانہ ہوا کہ صاحبقراں کی خوشی کے ذریعے ملک جت کا دعوی کرے اپنے بھائی علی شاہ کو اسنے روندو میں چھوڑا اور شیر شاہ کو اپنا نائب مقرر کرکے وہاں رکھ دیا اور شاہ سلطان اور امام قلی وغیرہ سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا۔ اور شاہجہاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کی نظر رحمت اُسکے حال پر مبذول ہوئی۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر سعد اللہ خاں کے ساتھ مشورت کرکے یہ قرار دیا کہ آدم خاں کی ایک بیٹی نا کتخدا موجود ہے اسکے ساتھ اس نوجوان کا عقد کر دیا جائے اس سے یہ دونوں ایک ہو جائیں گے اور دشمن پر ان کا رعب قائم ہو جائیگا۔ چنانچہ بادشاہ کے ایما سے یہ شادی ہو گئی۔ اور میاں بیوی بڑی محبت اور حسن سلوک سے رہنے سہنے لگے۔ اس اثنا میں اسکردو کی حکومت سلطنت دہلی سے آدم خاں کو سپرد ہوئی۔ اُس نے کرتمشہ کے مرزا خاں کو اپنے نائب کے طور پر اسکردو میں تعینات کر دیا۔

مرزا خاں کی روگردانی اور مراد خاں کی ولیعہدی

مرزا خاں مذکورۂ بالا نے بحیثیت نائب آدم خاں اسکردو میں دس سال تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کی۔ بعد ازاں آدم خاں کے وزیر کے ساتھ اُس کی مخالفت ہو گئی۔ اس نے وزیر کو قتل کر دیا۔ اور آدم خاں سے روگرداں ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ کشمیر کا راستہ بند کر دیا۔ ظفر خاں آیا اُسے بھی شکست دی۔ یہ حالات آدم خاں کو معلوم ہوئے تو اُس نے مراد خاں کو بلایا اور کہا کہ بیٹا میری جوانی گذر گئی اور بڑھاپا آگیا۔ مگر میرے باغ میں تیرے مانند پھول نہیں کھلا۔ اب تو ہی میرا بیٹا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں میری خدمت کر تجھے میں اپنا ولیعہد اور وارث قرار دیتا ہوں۔ اور اپنا ملک و املاک تیرے سپرد کرتا ہوں شرف اسقدر تمنا ہے

ورنہ اس جال سے اب تمہارا زندہ نکلنا محال ہے۔ اس خبر سے شاہ مراد کی فوج میں بہت گھبراہٹ پیدا ہوئی اور لشکر نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس سے اہل شغر کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور وہ شاہ مراد کو پکڑنے کے درپے ہو گئے۔ لیکن امام قلی خاں نے اپنے سرداران فوج کو کہا کہ خالو شاہ مراد میرے باپ کی جگہ ہے۔ میں اس کو کسی حالت میں اذیت پہنچانا نہیں چاہتا۔ اس سے کہدو کہ ہمارے ملک سے نکل کر جنگل روندو میں چلا جائے اگرچہ وہ ملک بھی اب ہمارا ہے۔ مگر ہم برائے خدا اس کو بخشتے ہیں۔ اور اگر وہ جنگ کا خیال رکھتا ہے تو میدان میں آجائے۔

شاہ مراد کو یہ پیغام پہونچا تو وہ ملک شغر سے اپنی جان لے کر فرار ہوا۔ بھاگتے وقت امام قلی خاں کے دادا راجہ حسن خان مرحوم کا بہت کچھ مال و اسباب جیسے کہ گھوڑے تلوار۔ زین۔ سونا۔ چاندی۔ اور دیگر سامان جو کچھ اس کے ہاتھ آیا بیحد و حساب اپنے ساتھ لے گیا۔ اور نہایت رنج و اضطراب کی حالت میں روندو پہونچا۔

اس لوٹ مار کا حال امام قلی خاں کو معلوم ہوا اور یہ دریافت ہوا کہ جنگ آزمودہ سرداران فوج اس خیال میں ہیں کہ تعاقب کر کے شاہ مراد کو پکڑیں تو امام قلی خاں نے کمال فیاضی سے کہا کہ دنیا ناپائدار ہے اس کی محبت انسان کو خدا سے غافل کر دیتی ہے ہماری طرف سے شاہ مراد کے ساتھ مہربانی اور احسان کے سوا اور کچھ نہیں ہوا۔ مگر اس کا بدلہ اس نے برا دیا۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اور اس کے ساتھ مزاحمت نہ کرو۔

روندو کی حالت گیارھویں صدی ہجری میں شاہ مراد نے روندو میں رہائش اختیار کی۔ اس زمانہ کے روندو کی تصویر مصنف شغرنامہ نے نہایت عجیب و غریب کھینچی ہے "شاہ مراد کو مجبوراً انسان کے بجائے شیطان کے ساتھ گذارہ کرنا پڑا۔ یہ ملک قبر کی طرح تنگ ہے اور ڈھال کے برابر بھی سطح میدان اس میں نہیں ہے کہ انسان اس کے اندر چل پھر کر اپنا دل بہلائے اس ملک کے باشندے چارپایوں کی طرح بے عقل ہیں۔ اخلاق و آداب نے یہاں ابھی راہ نہیں پائی ہے۔ اور فضل و ہنر اس ملک میں گھاس کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ہے آدمی دیکھنے میں انسان نظر آتے ہیں۔ مگر خصائل شیطان کے رکھتے ہیں۔ بدن بہا سقدر

اُس کے پاس اور کچھ نہیں دیکھا۔ تواضع کوسوں اُس سے دور بھاگتی ہے آپ کو چاہیے کہ ایسے دشمن کی طرف سے کوئی تردد یا اندیشہ نہ کریں۔ یہ ملک میراث مجھے صرف آپ کے اقبال سے ملا ہے۔ اب آپ کے دشمن کو نکالنا میرا فرض ہے آپ بے کھٹکے چلے آئیں یہاں پہونچنے پر آپ دیکھ لیں گے کہ آپ کی خدمت کے لیے ہم کمر بستہ تیار ہیں میری طرف سے آپ پورا اطمینان رکھیں۔

اس کے ساتھ ہی امام قلی خاں نے مرزا خاں کو مراسلہ بھیجا کہ افسوس ہے کہ تم نے اپنے آقا کی قدر نہ پہچانی۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلھاڑی ماری ہیں۔ میں نے تم کو جو نصیحت کی وہ تمھیں بُری معلوم ہوئی۔ اب تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ تمھارے فائدہ کے لیے تھا یا نقصان کے واسطے۔ تمھاری خدمت کا حق میرے اوپر ہے اس لیے میں اپنے فرض کو ادا کرتا ہوں کہ آدم خاں اور مراد خاں نے تمھاری بدسلوکی کی فریاد بحضور شاہنشاہ ہند کی اور بحکم شاہنشاہی تمھارے قتل کا ارادہ کرکے یہاں پہونچ گئے ہیں ان کے پنجہ سے تم کو امان ملنا محال ہے۔ پہلے کی طرح کھیل کود میں لگا رہنا اب درست نہیں ہے۔ حالات موجودہ پر عقل و فکر کے ساتھ غور کرنا چاہیے میری آرزو یہ ہے کہ اس رنج والم سے تمھیں نجات رہے۔ تم کو ان کے ہاتھ سے یقیناً نقصان پہونچیگا۔ اور تمھارے طرفداروں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچیگا۔ زندگانی چاہتے ہو تو قلعہ میرے حوالہ کردو اور دریائے اسکردو کے پار ہو جاؤ۔ میں نے اپنی دوستی کا حق ادا کردیا۔ اپنے نیک و بد کو تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔

مرزا خاں نے یہ صاف صاف باتیں سنیں تو جہالت کا بھوت اُس کے سر سے اُتر گیا۔ ڈر کے مارے اُس کی جان نکلنے لگی۔ اور امام قلی خاں کو ہزاروں دعائیں دیں اور کہا کہ مجھے کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ ایسی سختی بھی میرے اوپر پہونچ سکتی ہے۔ میری خطا معاف کرو۔ اور مجھے بربادی سے بچاؤ۔ میں کسی زمانہ میں تمھارا دوست رہا ہوں اب مجھ کو دشمن کے حوالہ نہ کرنا۔ جو پوست نکال کر بھوسہ بھرتا ہے۔ یہاں میرے دشمن بہت ہیں تم میرے ساتھ احسان کرو۔ کہ جلد اسکردو میں آجاؤ۔ میں قلعہ اور ملک تمھارے حوالہ کردوں گا۔ پھر جو تمھاری مرضی ہو وہ کرو۔

۔ میرے بھتیجے جی میرے حکم سے باہر نہ ہونا

آدم خاں کی مہم اسکردو اور تسخیر قلعہ کھرپوچھے

"چنانچہ آدم خاں بحکم شاہنشاہ ہند کشمیر سے فوج لے کر اپنے داماد اور ولیعہد
مراد خاں کے ساتھ مرزا خاں کو نکالنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ امام قلی خاں راجہ شگر
بھی آدم خاں کا داماد تھا اور دونوں ایک دوسرے کو باپ بیٹے کی طرح سمجھتے تھے
اسکردو میں پہونچنے سے پیشتر آدم خاں نے امام قلی خاں کو مراسلہ بھیجا کہ مرزا خاں کی
تنبیہہ کی غرض سے شاہی فوج ساتھ لے کر پہونچ گیا ہوں۔ اس بدبخت نے میرے
حکم سے نافرمانی کی۔ میرے خیرخواہوں کو قتل کیا۔ جب تک دم میں دم ہے اس ناہنجار
کی بربادی کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اگر وہ اپنی بدکرداریوں پر نادم ہوکر توبہ کرے اور
صدق دل سے لکھ دیوے کہ میرا دلی ہی بندہ کمترین اور خادم خوشہ چین ہے۔ تو
میں اُس کا گناہ بخش دوں گا اور اس کے کام کو چلنے دوں گا۔ اور تمام ملک اسکردو
اس کے قبضہ میں رہنے دوں گا۔ برخلاف اس کے اگر وہ اپنی نافرمانی پر قائم رہا تو
میں اُس کی سرکوبی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کروں گا۔ تم میرے نورچشم ہو تم سے یہ
امید ہے کہ میری امداد میں اپنی فوج ظفر موج لیکر فوراً میرے ساتھ مل جاؤ۔ تاکہ ہم دونوں
مل کر اس بدبخت کو گرفتار کرکے تاج و تخت سے کر ملک تمہارے خالو مراد خاں کو
سپرد کردیں۔ اور کرتخشہ سے رروندو تک کا حکمران اس کو کردیں۔ میں نے اُسے اپنا بیٹا
بنایا ہے اور ولی عہد مقرر کیا ہے کہ نیک و بد میں تمہارا یار و مددگار رہے۔
امام قلی خاں نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ میرے قبلہ و کعبہ ہیں۔ آپکی فرمانبرداری
میں اپنا عین فرض خیال کرتا ہوں۔ اگر دشمن نے اپنی بدبختی سے انکار کیا تو اپنے ہاتھ سے
اس نے اپنی تباہی کرائی۔ لومڑی شیر کے پنجہ سے نکل کر کہاں جائے گی۔ آخر الامر اُسکے
لیے خرابی ہے۔ میں نے اُس کو بہا سمجھایا کہ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ اگر
تم قوت میں رستم بھی ہو جاؤ تاہم آدم خاں جیسے شیر نر سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے لیکن
میری نصیحت و اصلاح کا اُس کے اوپر کچھ اثر نہ ہوا۔ اپنی بدکرداریوں پر اُسے ذرا ملال نہیں ہوا
ادھر پشیمانی یا ندامت کی کوئی علامت اُس کے دل پر ظاہر نہیں ہوئی۔ تکبر کے سوا میں نے

دعویٰ کیا تھا اور میری مخالفت پر کمربستہ تھا مگر بزرگان دین کی دعا اور خداوند کریم کے فضل وکرم سے میں نے دشمن پر فتح حاصل کی۔ وہ عاجز ہوکر میرا غلام ہوگیا۔ اگر اس معرکہ میں مجھے فتح نہ ہوئی تو تمھارا خالو سانپ کی طرح ڈنک ماریگا اور پھر فساد برپا کریگا۔ اور خواری ورسوائی میرے حصہ میں آئیگی۔ اس مشکل کا حل کرنا تمھارے ہاتھ میں ہے۔

"اس شیر مرد نے یہ جواب دیا کہ آپ اپنے دل میں وسوسہ کو راہ نہ دیں میں سب انتظام درست کرلوں گا۔ اور دوبارہ آپ کا نام بلند کردوں گا۔ مگر اس قدر میری عرض ہے کہ مرزا خاں کو راستہ دینا چاہیئے کہ جہاں اُس کی مرضی ہو چلا جاوے اور لومڑی کی طرح کسی سوراخ میں چھپ کر اپنی زندگی بسر کرے۔ میں آپ کے پاس سے ہوکر جب کبھی میں وطن کو آتا تھا تو وہ راہ میں میری بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس سے مجھے شرم آتی ہے کہ میرے ہاتھ سے اُس کے ساتھ بدسلوکی ہو۔ اگر یہ قبول ہو تو پھر قلعہ میرے خالو کو حوالہ کردیا جاوے۔ اور اُس کو حکم دیا جاوے کہ دل وجان سے میرا یار ومددگار رہے اس کا اقرار کلام اللہ پر کرے کہ مجھے اطمینان رہے۔

آدم خاں نے کہا کہ تمھاری تدبیر مجھے بہت پسند آئی۔ اپنے خالو کو بلالو کہ تمھاری سفارش پر میں قلعہ اور ملک اُس کے سپرد کردوں۔ اور تمھارے ساتھ اخلاص رکھنے کی اسکو تاکید کردوں۔ تمھارے کہنے سے مرزا خاں کو میں نے چھوڑدیا۔ ورنہ اُسے امان ملنا مشکل تھا مراد خاں حاضر ہوا۔ آدم خاں نے کہا کہ اے نور چشم۔ امام قلی خاں میرے بیٹے کے برابر ہے اُس کے کہنے سے قلعہ اسکردو میں نے تم کو حوالہ کیا۔ ہر ایک معاملہ میں اُس کے ساتھ تم کو وفاداری کرنا چاہیے۔ قرآن کو ہاتھ میں لے کر یہ اقرار کرو کہ کبھی اس کے ساتھ عداوت نہ کروگے۔ اگر تم نے اُس سے نافرمانی کی تو میری ناراضگی کا موجب ہوگا۔ شاہ مراد نے یہ جواب دیا کہ آپ کے فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ امام قلی خاں میرا نور چشم ہے آپ کے ساتھ جو قرابت مجھے حاصل ہوئی اس نے اور بھی نزدیکی اُس کے ساتھ پیدا کردی۔ ایسا کون بے عقل ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھ پھوڑے۔ آدم خاں نے کہا کہ زبانی باتوں پر اعتبار نہیں۔ قرآن ہاتھ میں لیکر اقرار کرو۔ اسپر مراد خاں نے قسم کھائی کہ اگر میں امام قلی خاں کو ضرر پہنچاؤں تو کلام خدا میری جان کا دشمن ہو۔

دوسرے دن ایک آدمی نہایت پریشانی کی حالت میں مرزا خاں کے پاس آیا اور بیان کیا کہ آدم خاں لشکر لے کر پہونچ گیا ہے۔ یہ واقعہ معلوم کر کے اُس کے ہوش وحواس جاتے رہے اُسی دم اپنا ایلچی امام قلی خاں کے پاس روانہ کیا کہ آدم خاں اسکردو میں پہونچ گیا ہے۔ اور میرے ہاتھ پانوں سرد ہوگئے ہیں۔ اگر اس آڑے وقت میں تم نے دستگیری کی تو خیر ورنہ میرا کام تمام ہے۔ اب تمھارے سامنے شیخی نہیں کر سکتا۔ ملک اور میراث سے اپنے آپ کو جدا کرتا ہوں۔

"یہ پیغام سنتے ہی امام قلی خاں اپنے لشکر و جاہ وحشم کے ساتھ اسکردو روانہ ہوگیا دریائے سندھ سے جب وہ گذر آیا تو مرزا خاں کو تسلی ہوئی۔ اُس نے مرزا خاں کو پیغام بھیجا کہ فکر نہ کرو میں نے اپنے آدمی تمھارے پاس بھیج دیے ہیں کہ قلعہ میں حفاظت رکھیں۔ اور اگر کوئی فتنہ وفساد پیدا ہو تو اسے رفع کریں۔ میں اب اسکردو میں پہونچ گیا ہوں۔ تمھارے دشمن کے ہاتھ سے تم کو نجات دلاؤں گا۔

اس حکمت عملی سے قلعہ کھرپوچے بلا زحمت ہاتھ آگیا قلعہ کا انتظام کر کے امام قلی خاں بطرف آدم خاں روانہ ہوا۔ آدم خاں کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنا گھوڑا مع زین زرنگار اُسکی سواری کے لیے بھیجا وہ سامنے پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ بہت بڑا لشکر امام قلی خاں کے ساتھ ہے۔

امام قلی خاں کے جلوس کی ترتیب اس طرح تھی کہ امیر کریس ایک گھوڑے پر زرہ پہنے ہوئے شیر کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے پیچھے حاتم خاں شیر ببر کی طرح گھوڑی پر سوار چلا آتا ہے اُس کے پیچھے پہلوانان شغر اور ایک بے تعداد لشکر ساتھ ہے آدم خاں نے یہ جلوس دیکھا تو وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سمایا۔ امام قلی خاں سامنے آیا تو دونوں گھوڑے سے اُتر کے بغلگیر ہوئے اور جشن مرتب ہوا۔

"دوسرے دن آدم خاں نے امام قلی خاں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میرا دل نہایت بےچین ہے اپنے دل کا بھید تمھارے اوپر کھولتا ہوں تم مجھے صلاح دو کہ کیا کرنا چاہیئے۔ تمھارے سوا کوئی اور میرا خیرخواہ نہیں ہے تمھارا خالو مراد خاں ظاہری طور پر صرف ضرورۃً میری طرف مائل ہے مگر دل سے میرا مخالف ہے۔ اُس کو میرے ساتھ کیا محبت ہو سکتی ہے۔ اگر قلعہ مجھے نہ ملا تو میرا کام تمام ہوگیا۔ شاہجہاں کے پاس اُس نے میرے خلاف

آدم خاں کی مہم تبت کا مذکور۔ اس واقعہ کو ذکاراللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں بسلسلۂ واقعات سال بست و پنجم جلوس تاریخ ہندوستان میں شاہجہانی یعنی ۱۰۶۱ھ ہجری مطابق ۱۶۵۱ء مختصراً اس طرح لکھا ہے کہ "۱۲ رجب کو آدم خاں۔ غلام نبی۔ اور اُس کے بھتیجے محمد مراد کو اور نیز علیم بیگ و نعیم بیگ پسران سلیم بیگ کاشغری کو جو آدم خاں و غلام نبی کے ضامن تھے اور کشمیر میں تعینات تھے۔ اور کشمیر کے زمینداروں کی ایک جماعت کو تبت اس غرض سے بھیجا کہ وہاں مرزا خاں تبتی کی تنبیہہ کریں۔ جس نے سرکشی کی ہے اور قلعہ اسکردو کو فتح کریں۔ اور تبت جو ملازمان شاہی کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس پر تصرف کریں۔ ۲۴ شعبان کو آدم خاں تبتی کی عرضداشت سے معلوم ہو کہ مرزا خاں نے جب لشکر شاہی کے آنے کی خبر سنی تو وہ بھاگ گیا۔ اور قلعہ اسکردو اور ملک تبت بادشاہی آدمیوں کے تصرف میں آیا۔ بادشاہ نے آدم خاں اور اُس کے بھائیوں کو یہ ولایت دیدی کہ وہ وہاں وطن بنا کے رہیں۔ اس کی جمع اسی لاکھ دام تھی"۔

اس کے بعد میں شغر نامہ کے واقعات کی طرف توجہ کرتا ہوں "آدم خاں جب کشمیر چلا گیا اور لشکر شاہی بھی واپس ہو گیا تو مراد خاں نے انتظام حکومت کو سنبھالا۔ مگر اسے آدم خاں کا پاس ادب اس درجہ ملحوظ تھا کہ اُس کے حکم کے بغیر زبان نہیں ہلاتا تھا اور جب اُس کا حکم صادر ہوتا تھا تو اُس کی تعمیل میں ایک لحظہ تاخیر نہیں کرتا تھا"۔ اس اثنا میں مرزا خاں اپنے وطن کرتخشہ میں واپس آ کر حکومت کرنے لگا۔ اور مراد خاں کے دشمنوں سے اُس نے سازش شروع کر دی۔ اس پر مراد خاں نے اُس کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مراد خاں سردار کرتخشہ کو ناپسند کرتا تھا کیونکہ اُس کے ہاتھ سے مراد خاں کو تکلیف پہونچی تھی۔ چنانچہ مراد خاں نے آدم خاں کو خط لکھا کہ مرزا سے کرتخشہ نے ہمارے دشمنوں کے ساتھ ارتباط پیدا کیا ہے۔ اور اُن کے ساتھ مل گیا ہے اگر اجازت ہو تو اُس کے تباہ کرنے کا انتظام کیا جائے۔ یہ معلوم کر کے آدم خاں کے دل میں پیچ پیدا ہوا۔ اُس نے مراد خاں کو جواب دیا کہ امام قلی خاں کو تمہارا صلاح کار بنایا گیا ہے۔ وہ جس طرح مصلحت

اس قول و قرار سے فراغت ہوئی تو امام قلی خاں اجازت حاصل کر کے مرزا خاں کے پاس گیا۔ اور اُس سے کہا کہ شیر کے پنجہ سے تم کو رہائی دلائی ہے اب پہاڑ پر سے نیچے اُتر و تمھیں ملک شغر میں بھیج دونگا۔ اور ہمیشہ تمھارے ساتھ سلوک رکھونگا۔ مرزا خاں نے اُس کو غنیمت سمجھا اور کھرپوچے سے باہر نکل آیا اور اپنا مال و دولت لیکر شغر چلا گیا وہاں عرصہ تک مقیم رہا۔ پھر کھپلو چلا گیا۔ اور اُس ملک کے حکمران کے پاس پناہگزین رہا

مراد خاں کو بحیثیت نائب آدم خاں قلعہ کھرپوچے کا سپرد کیا جانا! دوسرے روز امام قلی خاں نے آدم خاں کو پیغام بھیجا کہ کھرپوچے میں قدم رنجہ فرمایئے گھر کو اغیار سے خالی کرادیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ اس ملک سے چلے گئے ہیں۔ آدم خاں نے جواب دیا کہ "جو کام کیا تم نے وہ رستم سے نہ ہوگا" مگر شاہنشاہ ہند کے حکم سے علیم بیگ و محمد شفیع میرے ساتھ آئے ہوئے ہیں بہتر ہے کہ قلعہ ان کو حوالہ کیا جائے کہ سرکار میں اُن کی بھی سرخروئی ہو جائے امام قلی خاں نے اُس رمز کو سمجھکر علیم بیگ و محمد شفیع کو قلعہ سپرد کر دیا۔ انھوں نے آدم خاں کو حوالہ کر دیا۔ آدم خاں نے مراد خاں کو عطا کر دیا۔ اور کہا کہ بیٹا میرے حکم سے باہر نہ ہونا۔ میں نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے۔ میرے دوستوں کو رنج نہ دینا۔ اور میرے باغ سے درخت نہ کاٹنا۔ خدا کی مہربانی سے جب تک میں زندہ ہوں اپنا خیال نہ کرنا سب کچھ میرا ہے جس وقت میری آنکھ بند ہو جائے پھر تم اس ملک کے حکمران اور فرمان روا ہو۔

"پھر قلعہ کو روانہ ہوئے۔ آدم خاں تخت پر بیٹھا۔ امام قلی خاں کو بھی قلعہ میں جگہ دی گئی۔ چند روز تک جشن ہوتے رہے جب اس سے فراغت ہوئی تو آدم خاں نے علیم بیگ سے کہا کہ شاہنشاہ ہند کے اقبال سے میری مراد پوری ہوئی۔ اس ملک میں اب زیادہ ٹھہرنا بیکار ہے اُس نے جواب دیا کہ بیشک اب لشکر کو واپس جانا چاہیئے۔ چنانچہ آدم خاں بطرف کشمیر واپس روانہ ہوا اور شاہجہاں کے حضور میں پہنچکر فتح و ظفر کے حالات عرض کئے۔ سرکار سے خلعت عطا ہوا اور والی شغر کو منصب دلایا وہاں سے کشمیر کو واپس ہوا اور حسب معمول سکونت گزیں رہا"

کے سوا زمین نظر نہیں آتی۔ آبادیاں پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ خاص کھرمنگ دو
پہاڑیوں کے درمیان میں واقع ہے جن کے درمیان پانی کا سیلاب شب و روز جاری ہے"

مراد خاں کا حملہ کرتخشہ پر پہلوانان اسکردو و شغر اس زمین میں داخل ہوئے۔ اور پرکوتہ
میں پہونچے قلعہ پرکوتہ میں مرزا کا بیٹا علی خاں مقابلہ کے لیے
موجود تھا۔ مگر پہلوانوں نے اپنے زور اور حکمت سے اس قلعہ کو فتح کیا۔ علی خاں کو قید کرلیا
یہاں سے طولتی پہونچے۔ قلعہ طولتی کو بھی زیر کیا۔ بعد ازاں خاص کھرمنگ میں ڈیرے
جمائے۔ یہاں خود مرزا خاں قلعہ میں موجود تھا۔ یہ قلعہ ایک بلند اور ناقابل گذر سنگلاخ کی
چوٹی پر واقع ہے سنگلاخ کے اوپر عمارت کی بلندی نے اس قلعہ کی چوٹی کو آسمان کے ساتھ ملا دیا ہے اور
اس میں مرزا فرشتہ کی طرح جما ہوا تھا۔ دو روز اور دو رات جوانان تبت اس قلعہ کے
زیر کرنے میں زور لگاتے رہے مگر اس سنگلاخ پر ناخن پھنسانے کی بھی جگہ انھیں نہیں
ملی کہ اوپر جا سکیں۔ یہ حال دیکھکر مراد خاں نے فوج کو جمع کیا اور کہا کہ زور سے اس قلعہ
کا زیر کرنا محال ہے اسے حکمت عملی کے ساتھ توڑنا چاہیے۔ تدبیر یہ ہے کہ صبر و تحمل سے
کام لیا جائے۔

چنانچہ ہر طرف سواران فوج کو تعینات کیا گیا۔ اور مال و اسباب کے فراہم کرنے کا
حکم دیا گیا۔ اس لوٹ مار میں فوج نے اپنا پورا زور دکھلایا۔ اور ہر طرح کا اسباب و مال و
متاع راجہ کے سامنے حاضر کیا۔ غلہ کا ایک انبار جمع کردیا کہ دشمن دیکھکر دہشت کھائے
اس طرح سامان خوراک جمع کرکے اطمینان کے ساتھ فوج تبت محاصرہ ڈالے ہوئے
چار ماہ تک کھرمنگ میں پڑی رہی۔ آخر کار دشمن تنگ آگیا۔ اُس نے راجگان کے پاس
ایلچی بھیجا کہ اگر یہ اقرار کرتے ہو کہ جس طرف میری مرضی ہو مجھے جانے کی اجازت ہوگی تو
میں قلعہ سے اترتا ہوں۔ راجگان اسکردو و شغر نے یہ شرط قبول کی اور اقرار کیا کہ جس طرف
تم جانا چاہتے ہو تمھیں اجازت ہے

اس قرارداد پر مرزا خاں کرتخشہ پیش کش اور تحائف لے کر قلعہ کے اندر سے نکلا
مراد خاں اور اعلم قلی خاں اپنے خیموں سے باہر آئے۔ ملاقات ہوئی۔ مرزا خاں نے عاجزی
کی اور کہا کہ میرا گناہ معاف کرو۔ ہمیشہ احسانمند رہوں گا۔ راجگان اسکردو و شغر نے جواب دیا

سمجھتا ہے اس پہ کاربند ہو کر دشمن کو پامال کرنا چاہیئے۔ امام قلی خاں کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ہر وقت تمھارا یار و مددگار ہے مراد خاں کو یہ خط پہونچا تو وہ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ امام قلی خاں سے مصلحت کرنے کے بغیر اُس نے ایسی تحریک کیوں کی۔ اُس نے امام قلی خاں کو خط آدم خاں کے مضمون سے اطلاع دی۔ اور اپنی غلطی کے لیے معذرت چاہی۔ اور درخواست کی کہ تم تمو سہ میں آجاؤ تو میں اصالتاً حاضر ہو کر عذر خواہی کروں گا۔ اور مہم کے متعلق زبانی طے کروں گا۔

امام قلی خاں کو یہ خط پہونچا تو وہ آزردہ ہوا۔ اُس نے وزیروں اور امیروں کو بلایا اور کہا کہ مراد خاں ملک کرتخشہ پر فوج کشی کرنے کے واسطے ہم سے کمک چاہتا ہے۔ کیونکہ اُسکو کرتخشہ کی طرف سے بہت تکلیف پہونچی ہے تم ہر ایک پہلو پر فکر کرکے جواب دو کہ اس کا نتیجہ ہمارے ملک کے لیے کیسا ہوگا۔ سبھوں نے یک زبان ہو کر عرض کی کہ آپ کے خالو کا احوال ہم سب کو خوب معلوم ہے ہماری یہی رائے ہے کہ اُس سے بجز نقصان اور تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے پرہیز کیا جاوے۔ دشمن کو کبھی حقیر نہیں جاننا چاہیے ہمارے مشورے کے برخلاف تم نے اُس کو تخت اسکردو پر بٹھایا۔ ہم کو اسی کا ملال ہے۔ اب تازہ داغ ہمارے دل پہ نہ دیا جاوے۔ شاہ نے جواب دیا کہ برائی کے بدلہ میں اگر نیکی کی جاوے تو دنیا تعریف کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے ایک دفعہ اس پر رحم کیا ہے اب الگ ہو جانا ٹھیک نہیں ہے۔ سرحد کرتخشہ پہ حملہ کی تیاری کی جاوے۔ آج تمو سہ میں مقام ہو۔ وہاں مراد خاں کے ساتھ مصلحت ہوگی۔ چنانچہ شغر و اسکردو کے ایجکان کی ملاقات تمو سہ میں ہوئی۔ تحائف کے لین دین کے بعد مراد خاں نے عاجزی کی کہ میں تمھارا سبز کردہ ہوں میری امداد کا تم کو خیال رکھنا چاہیے تمھارے سوا تبت میں میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ اگر تم میری دستگیری کرو تو دشمن کو ہم چند روز میں درہم برہم کر سکتے ہیں امام قلی خاں نے جواب دیا کہ تم فکر نہ کرو جبتک جان اور تن ایک ہیں میں تمھارا یار و مددگار رہوں۔

فیصلہ یہ ہوا کہ متحدہ لشکر اسکردو و شغر ملک کرتخشہ پر حملہ کرے۔ اس ملک کی سرزمین پل صراط کی طرح تنگ ہے۔ اور خوشی خورمی کا نام و نشان اس میں نہیں ہے۔ اہل ملک اس درجہ تنگ دست اور تنگ چشم ہیں کہ درویش کو روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی سنگلاخ

نہیں بلکہ خود تمہاری طرف سے ہوگی

یہ خط مراد خاں نے پڑھا تو اُس کو نشیب و فراز پر خیال کر کے تردد پیدا ہوا۔ اپنے سرداروں اور وزیروں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تھور سے کھر آسمان تک بلند ہے۔ نہ اُس کو حملہ سے زیر کیا جاسکتا ہے اور نہ نقب سے فتح کیا جاسکتا ہے یہی ایک تدبیر ہے کہ قلعہ کا محاصرہ کیا جائے۔ اور اطراف کو غارت کر کے گذارہ کیا جائے جب قلعہ کے اندر غلہ کا قحط ہوگا تو شیروں کے دل بلی کے مانند ہو جائیں گے۔

یہ مصلحت خاطر نشین ہوئی۔ اور تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ اس اثنا میں دو تین مرتبہ جنگ ہوئی مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہیں ہوسکا۔ جب خوراک کی تکلیف ہوئی تو دشمن عاجز ہوا۔ اس نے راجہ کے پاس ایلچی بھیجا کہ خطا معاف کرو۔ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ بشرطیکہ یہ اقرار کرو کہ مجھے تکلیف نہیں پہونچاؤ گے۔ مراد خاں نے جواب دیا کہ تمہاری شرط قبول ہے۔ اگر اپنے وعدہ سے پھر جاؤں تو مسلمان نہ ہونگا۔ رحیم خاں نے ایلچی کی زبانی یہ پیغام سُنا تو خوش ہوا۔ مراد خاں کے سلام کے لیے قلعہ سے باہر نکلا اور اپنے ساتھ مرزا خاں کو بھی لایا۔ وہ مراد خاں کے پاؤں پر گر پڑا۔ مراد خاں نے بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور اپنے بہادران فوج کی مدح سرائی کی۔ اور انھیں قلعہ میں بھیج دیا کہ دشمن اسکو نقصان نہ پہونچا دے۔ ملک پر قبضہ کرنے کے بعد مراد خاں اس سرزمین سے مظفر و منصور اسکردو کیو واپس روانہ ہوا۔

مراد خاں نے اس فتح کی خبر آدم خاں کو بھیجی اور مرزا خاں کو بھی اُس کے پاس روانہ کر دیا کہ چاہے قتل کر دیا زندہ رکھو۔ آدم خاں نے مرزا خاں کو ہندوستان بھیج دیا کہ شاہجہاں کے زندان میں رہے۔ مراد خاں کو دنیاوی طمع کی وجہ سے اپنے قول و قرار کا کچھ پاس نہ رہا سم کو حلوا سے تر کی طرح کھا گیا اور رحیم خاں کو قید کر لیا۔

مراد خاں کی مہم کھر بو

ان فتوحات سے مراد خاں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ اور جنگجوئی کے مزید مواقع تلاش کرنے لگا۔ کچھ روز بعد ایک دن اس نے اپنے سرداران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ملک پوریگ ہمارے زیر اثر ہے۔ اس علاقہ کے لوگ ہمارے ہم خیال ہیں۔ لیکن علاقہ کھر بو دشمن کے قبضہ میں ہے اُسے اُن سے

کہ جس طرف تمہارا خیال ہو۔ راستہ کھلا ہوا ہے بلا اندیشہ جا سکتے ہو۔ مرزا خاں اس سے بہت خوش ہوا اور اپنے رفیقوں اور رشتہ داروں کے ساتھ شہر تبت (لداخ) کی طرف روانہ ہو گیا۔ مراد خاں و امام قلی خاں نے فتح و ظفر کا جھنڈا اکھڑا کیا۔

ملک کرتخشہ کا شیر خاں کو عطا کیا جانا امام قلی خاں نے مراد خاں کو صلاح دی کہ تم تنہا اتنے بڑے ملک کا انتظام نہیں کر سکو گے بہتر ہے کہ علاقہ ملک کرتخشہ اپنے بھائی شیر خاں کے حوالہ کر دو۔ مراد خاں نے اس صلاح کو قبول کیا اور شیر خاں کو تخت کرتخشہ پر بٹھلا دیا۔ فوج اب کرتخشہ سے واپس ہوئی

علی خاں کا کھپلو کی طرف فرار ہونا رات کو خبر پہونچی کہ علی خاں حراست سے فرار ہو کر کھپلو کی طرف چلا گیا ہے۔ مراد خاں نے کہا کہ میری تلوار سے اس کو خلاصی نہیں ہو سکتی۔ کھپلو خراب کر کے دشمن کو عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔

مہم کھپلو مراد خاں فتح کرتخشہ سے فارغ ہوا تو اس نے کھپلو کا قصد کیا۔ امام قلی خاں کے ساتھ صلاح کی۔ اس نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ دونوں لشکر کھر کو پہونچے۔ اور اس قلعہ کو فوراً لے لیا۔ یہاں سے آگے بڑھ کر ہلدے پر دھاوا ہوا۔ اور اس قلعہ کو بھی خراب کر دیا پھر سرفہ کھر پہونچے۔ اسے بھی زیر وزبر کیا اور ہر جگہ سے بے تعداد مال و اسباب ہاتھ آیا۔

کھپلو کے راجہ رحیم خاں کا دار الحکومت تھور سے کھر تھا۔ اس کو خط لکھا کہ تم نے کیوں ہمارے حکم سے نافرمانی کی۔ تم کو ہماری تلوار کا زور معلوم نہیں ہے۔ جس قلعہ پر تم کو فخر ہے اسکو ہماری فوج ایک دم میں درہم برہم کر دیگی تم نے دیکھا ہے کہ ہم نے کرتخشہ کو بزور تلوار فتح کیا اور دشمن کو خراب کیا تم بھی اُسی کی طرح خراب ہو گے۔

رحیم خاں نے اس کا جواب دیا کہ تم نے ہمارے ملک پر کیوں حملہ کیا۔ بجائے انسان کے تم شیطان کیوں بن گئے۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم تمہارے تابع فرمان نہیں ہیں ہمارے واسطے یہ مرگ سے بدتر ہے کہ دوسرے کی تعظیم میں سر جھکائیں۔ تمہارے ساتھ جنگ کے سوا اور کوئی کام ہماری طرف سے نہ ہو گا۔ اگر ڈر ہے تو آ جاؤ۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری تلوار سے تم کو لومڑی کی طرح بھاگنے کے سوا چارہ نہ ہو گا۔ اگر تم کو تکلیف پہونچے تو وہ ہماری طرف سے

شغر کو درمیان میں ڈال کر مصالحت کرائی۔ جس کی رو سے شاہ مراد نے آگے بڑھنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اور کونیس کو سانگ کھر سے نکال کر کرس کے ساتھ الحاق کر لیا۔ علاقہ کرس دلبغار کے درمیان سوکھے پتھروں کی جو سلامی ہے جس کا نام پھونگ لق ہے۔ حد فاصل درمیان کرس اور سانگ کھر کے قرار پائی۔ باقی دیہات مفتوحہ شاہ مراد نے حاتم خاں کو واپس کر دیے۔ یہ انتظام آج تک قائم ہے

آدم خاں کی وفات اس اثنا میں کشمیر سے قاصد پہونچا کہ آدم خاں نے دنیا سے رحلت کی۔ اس سے بڑا رنج و الم پیدا ہوا۔ ملک شغر میں امام قلی خاں کے پاس خبر بھیجی کہ جلد پہونچو۔ وہ فوراً اسکردو میں آیا اور مراد خاں کو تسلی دی مراد خاں نے امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا کہ مجھے اب ہندوستان جانا چاہیے یا انتظار کرنا چاہیے۔ امام قلی خاں نے صلاح دی کہ تم کو فوراً حضور شاہنشاہی میں حاضر ہونا چاہیے چنانچہ مراد خاں نے سفر ہندوستان کی تیاری کی۔ اور چند روز میں شاہجہاں کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ میاں اُس کی بڑی عزت ہوئی۔ اور آدم خاں کا منصب اُسے عطا کیا گیا۔ واپس ہو کر کشمیر پہونچا۔ اور چند روز سیر کی غرض سے کشمیر میں ٹھہر گیا۔ پھر واپس اسکردو کو روانہ ہوا۔

حبیب خاں راجہ گلگت کے بیٹے کیساتھ مراد خاں کی بیٹی کا بیاہ اسکردو پہونچ کر دو تین سال آرام کیا اس اثنا میں حبیب خاں راجہ گلگت کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی نسبت اس نے کر دی اور گلگت کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کر لیے۔ وہاں سے مال و دولت بھی اسے بہت حاصل ہوئی۔ اور اس کے اقتدار کو بہت ترقی ہوئی۔

دو تین سال تک گلگت میں امن و امان رہا۔ پھر حبیب خاں کے ایک بیٹے نے اپنے ملک میں شور و فساد برپا کیا۔ اپنے باپ سے اس نے نافرمانی کی اور شاہ رئیس راجہ یاسین کی خدمت میں اُس نے آدمی بھیجا کہ میں تمھاری حمایت میں آتا ہوں۔ تم اس ملک کے رئیس بن جاؤ۔ اور میری مدد کرو۔ میں تمھارے حکم سے کبھی سرتابی نہ کروں گا۔ باپ کو میری طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ بھائی نے میری جان لینے پر کمر باندھی ہے۔ باپ نے

چھڑانا چاہیے۔ سرداروں نے جواب دیا کہ لہاچھین لداخ سے کھربو کا چھڑانا ہمارے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا جائے۔ اُس کی امداد ضروری ہے چنانچہ امام قلی خاں سے کمک کی درخواست کی گئی۔ اُس نے امیر خاں کو اپنی فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ دونوں لشکر سرحد کھربو میں پہونچے اور قلعہ کا محاصرہ کیا گیا۔ لداخ میں خبر پہونچی تو مقابلہ کے واسطے فوج بھیجی گئی۔ کھربو میں بڑا خونریز معرکہ جنگ برپا ہوا۔ آخرالامر لداخی فوج میدان جنگ سے قلعہ کی طرف بھاگی۔ اسکردو کی فوج نے راستہ روک لیا۔ اور نوسو سپاہی گرفتار کیے۔ سپاہ دشمن بے تعداد تھی جس میں سے نوسو قید ہوئے اور پچاس کے قریب فرار ہوئے۔ باقی تمام لشکر میدان جنگ میں کام آیا۔ اور مراد خاں نے قلعہ کھربو پر علم فتح و ظفر بلند کیا۔

"لداخ میں یہ پچاس آدمی اس تباہی کی خبر لے کر پہونچے تو اس شکست پر بڑا افسوس کیا گیا۔ اور اپنے قیدیوں کو چھڑانے کی تدبیر پر غور کیا گیا۔ آخرکار زراسے یہ قرار پائی کہ مراد خاں کی بہن اور اس کے دو بیٹے ہمارے پاس قید ہیں انھیں آزاد کر کے مراد خاں کے پاس بھیج دیا جائے اور لداخی اسیران جنگ کو اس سے واپس لیا جائے۔ مراد خاں نے یہ تبادلہ منظور کر لیا۔ اور یعقوب و بابر مع اپنی والدہ کے اُس کے پاس پہونچ گئے تب اُس نے نوسو قیدیان لداخی کو رہا کر دیا۔ یہاں سے واپس ہو کر مراد خاں اسکردو پہونچا۔

بعد فتح کھربو مراد خاں نے ہلدی اور کھیلو دونوں علاقے اپنے ہمشیرہ زادگان بابر و یعقوب کو سپرد کر دیے۔ کہ یہ ان کی قدیمی میراث تھی۔ حسن خاں اور رحیم خاں دونوں بھائی تھے حسن خان کی وفات کے بعد رحیم خاں نے جبراً قبضہ کر لیا تھا۔ اور حسن خاں کے بیٹوں یعقوب و بابر کو تبت کلاں کی طرف نکال دیا تھا۔ جو گیالپو سے لداخ کے پاس نظربند تھے۔ اپنے باپ کی میراث انھیں ملی تو یہ بہت خوش ہوئے اور مراد خاں کو بھی اس سے بڑا اطمینان ہوا اور دشمنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوا۔"

مراد خاں کی مہم سالنگ کھر

عام روایت کے مطابق بابر و یعقوب کو تھورسے کھر پر متمکن کرنے کے بعد شاہ مراد نے حاتم خاں پر چڑھائی کی۔ کھرکوتک فتح کر لیا۔ اب حاتم خاں کو کوئی امید نہ رہی۔ اس لئے امام قلی خاں رجہ

دیکھکر سخت متحیر ہوا کہ اس لشکر کے مقابلہ میں میں کیا کروں گا۔ ابن کا وزیر بیٹا اور دوست احباب اس کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اندیشہ نہ کرو۔ جب تک تن میں جان باقی ہے مقابلہ کریں گے۔ اس طرف سے حملہ کی تیاری ہوئی اور بہادران جنگ آزما نے کہا کہ دشمن کا سر اس طرح کاٹ دیں گے جیسے کوئی کدو کاٹتا ہے۔ اس دن ایسی لڑائی ہوئی۔ کہ میدان کارزار خون سے لال ہوگیا۔ لیکن دشمن کو شکست نہ ہوئی اور دونوں طرف پلہ برابر رہا۔ چار ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ دونوں طرف بہت کشت و خون ہوا۔ مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر کار قلعہ میں قحط نمودار ہوا۔ اور خوراک کی تکلیف شروع ہوئی۔ اس سے فوج قلعہ گیر عاجز ہوگئی۔ اُس نے امام قلی کے پاس پیغام بھیجا کہ اب خطا معاف کرو۔ اگر یہ قسم کھاؤ تو میں تمھارے پاس حاضر ہوتا ہوں۔

امام قلی خاں نے مراد خاں کو لکھا کہ دشمن قسم کے اوپر اطاعت قبول کرتا ہے جو کچھ حکم ہو اُس سے مطلع کیا جائے۔ مراد خاں نے جواب دیا کہ قسم سے اس بدخواہ کو زیر کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے سامنے حاضر ہو۔ اور اخلاص کا اقرار کرے اگر میں اس کا ملک واپس نہ دیدوں تو مسلمان نہ ہونگا۔

اس پر امام قلی خاں نے قسم کھائی۔ اور دشمن کو اپنے ہاتھ میں لایا۔ اور فتح و ظفر کا ڈنکہ بجاتا ہوا ملک اسکردو میں واپس پہونچا۔ مراد خاں راہ میں اس سے ملا۔ اور بڑی خوشی منائی گئی مگر بعد میں اس نوجوان کو مراد خاں نے قید کر دیا۔ اور کلام خدا کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ امام قلی خاں کو اس گناہ کبیرہ کی خبر پہونچی تو اُس نے اپنے خالو سے کہا کہ تم نے اپنے ایمان کو دھبہ لگایا۔ اگر اس سے توبہ نہ کروگے تو خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگے مراد خاں نے اس نصیحت پر کان نہ دیا۔ اور امام قلی خاں آزردہ ہو کر شغر کو چلا گیا۔ مراد خاں نے جس قدر قسمیں کھائی تھیں۔ سب کو توڑ دیا۔ جس سے لوگ اس سے بہت آزردہ ہوئے۔

مراد خاں کے داماد کا قتل ہونا اور اس کی دوسری مہم گلگت

بعد ازاں دو تین سال تک امن و امان رہا۔ پھر گلگت سے خبر آئی۔ کہ مراد خاں کا داماد قتل ہوا کافر بد لقب اکی خاں نے تلوار ماری۔ اور اس

مرادخاں اسکردو کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ میں نے اُس کو روکا تو میرا دشمن ہوگیا۔ اس سادہ
لوح پیر فرتوت کو یہ سمجھ نہ آئی کہ آخرکار مرادخاں ہم سب کو قید کرلیگا۔ ازراہ کرم میری
دستگیری کرو۔ کہ دشمن کے ظلم سے نجات پاؤں۔

شاہ رئیس نے اس پیغام کا یہ جواب دیا کہ ہمت نہ ہارو اور دشمن سے کچھ اندیشہ
نہ کرو۔ میں تمھاری کمک کے واسطے لشکر بھیجنے کو تیار ہوں۔ یہ تمھارے دشمن کا انتظام کردیگا

حبیب خاں کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس کے ہوش اُڑ گئے۔ مرادخاں کو اس نے
لکھا کہ ناخلف نے کام بگاڑ دیا۔ وہ میرے دشمنوں کے ساتھ مل گیا ہے اور میری مخالفت
پر آمادہ ہے۔ اگر تم نے لشکر بھیجنے میں دیر کی تو کام تمام ہو جائیگا۔ اپنے باغ کو بادِ خزاں
سے بچاؤ۔ تمھارے لشکر کے انتظار میں چشم براہ ہوں۔

مرادخاں کو یہ اطلاع پہونچی تو اُس نے امام قلی خاں کے ساتھ مشورہ کیا کہ گلگت میں
فساد برپا ہوگیا ہے۔ دشمن میرے داماد کے درپے آزار ہے۔ اگر ہمارا لشکر اُس کی کمک
میں نہ گیا تو تمام ملک گلگت دشمن کے قبضہ میں چلا جائیگا۔ امام قلی خاں نے جواب دیا کہ
تم فکر نہ کرو میں تمھاری خدمت کے لئے تیار ہوں۔ لشکر میرے ساتھ کردو میں فوراً جاتا
ہوں اور دشمن کا راستہ روکتا ہوں۔

مرادخاں کی مہم گلگت اور قلعہ نومل کی تسخیر!

مرادخاں نے یہ بات سُنی تو اُٹھکر امام قلی خاں کی
پیشانی کو بوسہ دیا اور تمام لشکر مع اپنے بھائیوں کے
اُس کے حوالہ کردیا۔ امام قلی خاں اُس لشکر کے ساتھ
گلگت کو روانہ ہوا اس سرحدی ملک کا راستہ نہایت تنگ ہے۔ پہاڑ اور پتھر کے سوا زمین
نظر نہیں آتی ہے۔ اہل گلگت ابھی مہذب نہیں ہیں۔ اسلام اور درست رسم و رواج
کے پابند نہیں ہیں۔ مسافر کے قتل کرنے میں انھیں ذرا تامل نہیں ہوتا۔ انھوں نے
بیشمار مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ ان کافروں کی ہلاکت کی غرض سے لشکر اسکردو سے روانہ ہوا۔

اسکردو سے چل کر بیس روز بعد یہ لشکر حبیب خاں کے ملک میں داخل ہوا۔
حبیب خاں پیشوائی کے لیے باہر نکلا۔ اور اپنے ساتھ امام قلی خاں کو محل میں لے گیا
بہت بڑی ضیافت دی پھر نومل کو روانہ ہوئے۔ قلعہ نومل کا سردار اس جمعیت کو

کہ کوہ قاف پر جا سکوں اور علاوہ ازیں والی کاشغر کی بہن میرے ملک میں آئی ہوئی ہے اُس کے ساتھ ایک لمبا قافلہ ہے اور اپنے وطن کو جلد واپس جانا چاہتی ہے۔ میرے نام شاہ کاشغر کا فرمان پہونچا ہے کہ ان اشخاص کو جلد روانہ کردوں۔ اس لیے امیر خاں کو فوج کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔ وہ تمھارے دشمن کا انتظام کردیگا۔

یہ جواب سُن کر مراد خاں کا دل بہت تنگ ہوا اُس نے واپس پیغام بھیجا کہ اگر مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو مجھے معافی دی جائے۔ امیر خاں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے میری آرزو یہ ہے کہ آپ خود تشریف لائیں۔ اور اگر تمام لشکر روانہ کردیا جائے تو آپ کے تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ پیغام سُن کر امام قلی خاں کو بہت غصہ آیا۔ اُس نے کہا کہ مراد خاں کو میرے ساتھ کیا کام ہے کہ وہ میرا منتظر ہے۔ امانت میں خیانت کرنے کا وہ عادی ہے۔ قسم کھانا اُس کے نزدیک مٹھائی کھانے کے برابر ہے جیسے خدا کا ڈر نہ ہو اُس سے ڈرنا چاہیے۔ مجھے اُس کے ساتھ کوئی رغبت نہیں ہے مجلس میں زیادہ اُسکا نام بھی نہ لونگا

مراد خاں نے یہ جواب سنا تو نہایت شرمندہ ہوا۔ مگر ارادہ کا پکا تھا۔ اپنا لشکر لے کر سرحد گلگت کو روانہ ہو گیا۔ جب وہ گلگت میں پہونچا تو چلیس خاں اور بوتہ دونوں بھاگنے پر تیار ہوے۔ مراد خاں کے خوف سے از دوار میں چند روز ٹھہرے پھر وہاں سے فرار ہو گئے۔ اس ملک کو بدخواہوں سے پاک وصاف کر کے مراد خاں نے سفر واپسی کی تیاری کی اور چند روز میں اسکردو پہونچ گیا۔

اُس کے واپس آنے کے بعد پھر بوتہ نے حملہ کیا اور گلگت پر قابض ہو گیا۔

مراد خاں کا امام قلی خاں کو دھمکانا اور اُس کا دندان شکن جواب

مراد خاں گلگت سے واپس پہونچا تو اُس نے شتر میں قاصد بھیجا کہ تم نے میرے حکم سے کیوں بے پروائی کی۔ تم میرے لشکر سے نہیں ڈرتے ہو اور میری تیغ خونریز کا خوف تمھارے دل پر نہیں ہے۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے اور ملک عزیز ہے تو تمام حاصل ملک ہمارے سامنے پیش کرو اور رعیت کو ہماری خدمت کے لیے بھیجو تمھاری فلاں سرحد ہماری سرحد ہے اگر اس میں کوئی مداخلت ہوئی تو

نوجوان کا سر تن سے جدا کیا۔ جبیب خاں بھی فوت ہوا۔ اور تمام ملک میں فساد برپا ہو گیا۔ اس خبر سے مراد خاں کو بڑی فکر پیدا ہوئی۔ اپنے سرداروں اور امیروں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ دلیروں نے یک دل و یک زبان ہو کر عرض کی کہ دشمن کو مسخر کرنا چاہیے۔ اور اور اس میں ذرا بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ امام قلی خاں سے مدد لی جائے۔

"مراد خاں کو یہ مصلحت پسند آئی۔ اور امام قلی خاں سے مدد کی درخواست کی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے لشکر بھیج دیا ہے وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے کافی ہوگا۔ اس سے پیشتر میں نے تمہاری امداد میں سخت تکالیف اُٹھائی ہیں آیندہ اس مسکین کو تکلیف نہ دی جائے۔

مراد خاں نے یہ پیغام سُنا تو نہ دن کو اُسے آرام آیا اور نہ رات کو نیند آئی۔ ہم نشینوں نے کہا کہ تم اپنے اقرار پر قائم نہیں رہتے ہو فلاں فلاں اشخاص کے سامنے تم نے قسم کھائی پھر بھی اس نوجوان کو قید کر دیا۔ اس سے امام قلی خاں کو رنج پہونچا۔ اور اتحاد میں فرق آیا یہ سُن کر اسے سخت ندامت ہوئی۔ مگر بذات خود لشکر کشی کے لیے تیار ہو گیا۔

"امیر خاں۔ شیر خاں اور دیگر پہلوانوں کو ساتھ لیا۔ اور لشکر لے کر سرحد گلگت کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی اطراف ہی میں تھا۔ کہ اکی خاں اپنے ملک سے باہر نکلا اور لومڑی کی طرح ایک غار میں بیٹھ گیا۔ اور راستہ روک دیا۔ ایک ماہ تک وہ اس غار میں آزاد رہا۔ آخر کار پہلوانان تبت اُس کے منہ پر پہونچے اور آگ جلائی اور نکاس روک کر بیٹھ گئے غار کے اندر جب گرمی ناقابل برداشت ہو گئی تو اکی خاں نے پہلوانوں سے امان کی درخواست کی۔ انھوں نے آگ دور کر دی۔ اور اس شوم بخت کو پکڑ لیا۔ اور مراد خاں کے حضور میں حاضر کیا۔ اُسے اس کامیابی سے نہایت خوشی ہوئی۔

مراد خاں نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو بطور اپنے نائب کے مقرر کر دیا اور خود اسکردو میں چلا آیا۔

دوبارہ گلگت سے خبر آئی کہ بوتہ نے فساد برپا کیا ہے چلیس خاں اور رہرتم نے اتحاد کر لیا ہے اور دونوں متفق ہو کر مراد خاں کے خلاف آمادۂ جنگ ہیں۔ مراد خاں نے یہ حال سُنا تو پھر شغر میں قاصد بھیجا کہ گلگت پھر ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ اپنے خانو پر کرم کرو اور اُس ذلت سے بچاؤ۔ امام قلی خاں نے جواب دیا کہ مجھ میں اب اتنی طاقت باقی نہیں ہے

ملک پر کوئی قدرت حاصل نہیں ہے کہ تم میرے اوپر تلوار نکالو۔میں کبھی تمھارا تابع یا مطیع نہیں رہا ہوں۔نہ تمھاری طرح کسی کے سامنے ناک رگڑی ہے۔

"مرادخاں نے اس خط کو پڑھا تو عرق ندامت میں غرق ہوگیا ہم نشینوں نے چہرے سے دل کا حال معلوم کرلیا۔اور بہت پریشان ہوے۔انھوں نے کہا کہ تم نے کیا دیکھا کہ امام قلی خاں کو نقصان پہونچانے پرآمادہ ہوگئے۔عہد وپیان کو بالائے طاق رکھا اس نے تمھارے واسطے حد سے زیادہ رنج اور محنت برداشت کی ہے اور تمھارے دشمنوں کی مدافعت میں بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔امام قلی خاں کو دوسروں کی طرح خیال نہ کرنا جن کے اوپر تم فتوحات حاصل کرتے رہے ہو۔اُس کے تعلقات براہ راست شاہجہاں شاہنشاہ ہند کے ساتھ ہیں۔اگر تم نے اس کے ملک میں قدم رکھا تو معاملہ شاہجہاں تک پہونچیگا۔اس میں تمھارا سراسر نقصان ہے اب ایسی مصلحت کرنی چاہیے جس سے دشمن خراب ہو۔مرادخاں نے پوچھا وہ مصلحت کیا ہے۔لوگوں نے جواب دیا کہ اگر تم کشمیر چلے جاؤ تو معاملہ درست ہوجائیگا۔صوبۂ کشمیر کے پاس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہنشاہ ہند کے کام میں امام قلی خاں ہمارا شریک نہیں ہوا۔اس نے فرمان شاہی سے سرتابی کی ہے اور باغی ہوگیا ہے۔جب تم نواب سے یہ کہو گے تو تمھارے دشمن کے دل میں خود بخود خوف پیدا ہوگا اور بات بنی رہیگی۔ورنہ اس کے ساتھ جنگ کرنا سخت غلطی ہے۔

مرادخاں کا امام قلی خاں کے خلاف صوبۂ کشمیر سے شکایت کرنا

اس زمانہ میں نواب سیف خاں صوبہ کشمیر تھا۔مرادخاں نے تمام حال اُس کو سنایا اور کہا کہ امام قلی خاں کے باپ دادا میرے تابع رہے ہیں۔اب اُس کو میرے ذریعے عزت ملی ہے۔الٹا میرے ساتھ جنگ کا خیال رکھتا ہے۔

صوبۂ کشمیر نے امام قلی خاں کو لکھا کہ تمھارے ساتھ ہمیں کچھ سوال وجواب کرنے ہیں تم غور سے سنو مرادخاں نے ہمارے پاس حاضر ہوکر تمھاری نسبت یہ شکایت کی ہے کہ تم اُس کے ساتھ گلگت نہیں گئے۔اور بجائے امداد کے اس کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالتے رہے۔وہ گلگت میں ایک بدخواہ کی تسخیر کی غرض سے گیا تھا۔ورنہ وہ کہتا ہے کہ گلگت کے ساتھ اسے کچھ غرض وواسطہ نہیں ہے۔

تم قصوروار ہو گے۔ جس جگہ ہم کو تمھاری ضرورت ہو تمھیں ہمراہ رہنا چاہیئے۔ میرے حکم
سے منہ پھیرنا تمھارے واسطے اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ تم میری تلوار سے بچ نہیں سکتے ہو
فوراً دربار اسکردو میں حاضر ہو جاؤ اور میری تعظیم سے سرافرازی حاصل کرو۔ اگر یہ شرائط
قبول ہوں تو اپنے آدمی کے ہاتھ میں خلعت بھیجنے کو تیار ہوں۔ اور اگر ان میں سے کسی شرط
میں خلل آیا تو تمھاری خیر نہیں ہے میں آکر تمھارے ملک کو ویران کر دوں گا۔ اور تمھارے
تمام دوستوں کو قید خانہ میں بھیج دوں گا۔ تم جانتے ہو کھپلو اور پوریگ میرے تابع فرمان
ہیں اور گلگت اور رندو خود میرا ملک ہے۔ شاہ وگد اسب میرے سامنے سر جھکاتے
ہیں تم نے دیکھا ہم کس طرح گلگت پہونچے اور دشمن کو ہم نے تہ و بالا کر دیا تم نے بھی
اگر ہم سے سرتابی کی تو ہماری طرف سے رنج کے سوا اور کچھ تم کو نصیب نہ ہوگا۔

امام قلی خاں نے یہ خط پڑھا تو غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ اور یہ جواب دیا کہ تم ایسے
بے ادب کیوں ہو گئے ہو۔ تم کو اپنے سابقہ حالات کی یاد نہیں ہے جب کہ خاک تمھارا
فرش ہوتی تھی اور پتھر تمھارے سر کے نیچے ہوا کرتا تھا تبت کلاں کے قید خانہ کی تم
ہوا کھاتے تھے اور خدا کے بجائے بُت کے سامنے سجدہ کرتے تھے۔ میں نے تم کو اس
قید سے نجات دلائی۔ اور میری سرکار سے تم کو وظیفہ ملتا رہا میری بدولت تم کو یہ تمام
عزت حاصل ہوئی ورنہ اب تک قید خانہ میں تم سڑ گئے ہوتے۔ اپنی قدر تم کو پہچاننی چاہیئے
اور اپنے خداوند کے ساتھ ناموزوں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ کھپلو اور پوریگ پر تم کو میری
تلوار کے بدولت اقتدار حاصل ہوا ہے۔ اور ملک کرتخشہ و روندو بھی میرے زور بازو
کے طفیل تمھارے قبضہ میں آیا ہے۔ ملک بروشال و گلگت بھی میں نے اپنی تلوار سے
فتح کیا اور تم کو حوالہ کر دیا۔ اب جب کہ تمام اطراف تسخیر ہو گئے تمھارے واسطے یہی ایک
تدبیر باقی رہ گئی تھی کہ میرے اوپر حملہ کا قصد کرتے۔ دنیا میں نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ مگر
معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا مزاج دیو کی خصلت پر ہے کہ اپنے یگانوں پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے
ہو۔ تمھاری تلوار کا مجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے تم کو بھی میری تلوار کا حال معلوم ہے
اگر تم میرے ملک پر لشکر کشی کرو تو میرے بہادروں کے ساتھ لڑنا تمھارے لیے باعث
شرم ہے۔ امراے ہندوستان کو معلوم ہے کہ میں خاص شاہجہاں کا بندہ ہوں۔ تم کو میرے

تم نے مداخلت کی۔ گلگت سے تم شاہنشاہ ہند کی ندلائے ہو۔ اس میں تمھاری خطا کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہر شخص کو اپنی حکومت کا زور دکھلاتے ہو اور بیہودہ باتیں کرتے ہو۔ قسم کھاؤ کہ آئندہ امام قلی خاں کے ساتھ بدی نہ کرو گے۔ اور اگر تم نے اُس کے ایک بال کو نقصان پہونچایا یا تندی کے ساتھ اُس کی طرف نظر کی تو میری تلوار سے تم کو امان نہ ملیگا۔ اسقدر لشکر بے حساب بھیجوں گا کہ تمھارے ملک کی خاک کو دریا میں بہا دیوے اور تمھارے قلعہ کو اٹھا کر آسمان پر پھینک دے۔

"مراد خان نے ڈر کر قسم کھائی کہ حضور کے حکم پر دل و جان سے قائم رہونگا۔ اور نواب سے اجازت لے کر اسکردو کو واپس ہوا۔

نواب نے دوبارہ امام قلی خاں کو لکھا کہ تمھارے خالو کو میں نے قسم دی ہے کہ تمکو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچائے اگر اُس نے اس قسم کے خلاف کیا تو نقصان اور رنج اٹھائیگا

مراد خاں کا فوت ہونا مراد خان جب اپنے ملک میں پہونچا تو اُس نے اپنی سابقہ روش پھر اختیار کر لی اور امام قلی خاں سے پھر اپنا مطلب نکالنا چاہا۔ یہ گفتگو چند سال تک جاری رہی کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بیماری میں مبتلا ہوا اور دو تین ماہ تکلیف اُٹھانے کے بعد فوت ہوا۔

علی شاہ کی بیوفائی مراد خاں نے مرتے وقت دنیا کے دستور کے مطابق اپنے بیٹوں کو علی شاہ کے سپرد کیا کہ یتیموں کی پرورش کرو جب بلوغت کو پہونچیں تو حکومت اُن کے سپرد کردو۔ علی شاہ نے از روئے مکر و فریب اس حکم پر عمل نہ کیا۔ اور خفیہ شیر شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کو ہمارے حال کی کچھ خبر ہے۔ ہمارے باغ میں خزاں آگئی اور سرد کو موت کے جھونکے نے گرا دیا۔ اگرچہ اُس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں سربراہی کے فرائض انجام دوں۔ مگر مجھے اس کام کا حوصلہ نہیں ہے۔ تاج شاہی تمھارے سر پر زیب دیتا ہے۔ اگرچہ تم عمر میں مجھ سے چھوٹے ہو مگر عقل و فکر میں میرے بزرگ ہو۔ محمد رفیع تمھاری دامادی کی وجہ سے پیشتر سے تمھارا غلام ہے۔ تم جانو اور یہ قلعہ اور ان تینوں چھوٹے لڑکوں سے لینا اور دینا۔ تمھاری خوشی ہے چاہے ان کے حق میں رعایت کرو یا امانت میں خیانت کرو تم کو دنیا کی عزت و دولت حاصل ہے۔ لیکن بروز قیامت سخت مشکل پیش آئیگی۔

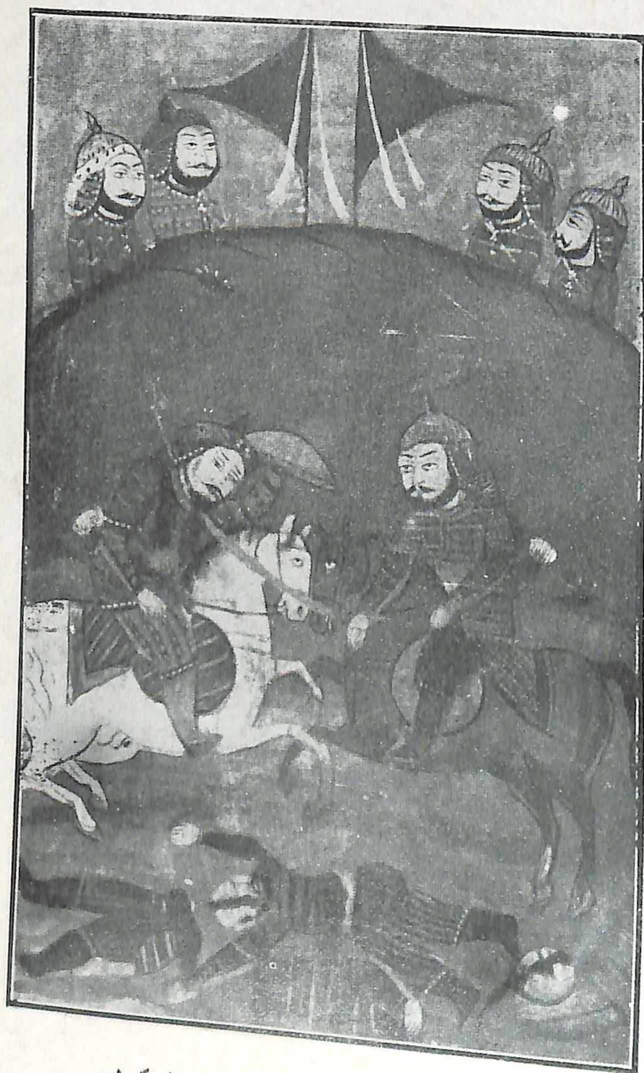
دوسرے یہ کہ مراد خاں کہتا ہے کہ تمھارے بزرگ واجداد مراد خاں کے اجداد کے تابع رہے ہیں۔ حتیٰ کہ تم خود بھی مراد خاں کے دربار میں خدمات انجام دیتے رہے اب تم اس کے حکم سے باہر ہو گئے ہو۔

ان وجوہات سے مراد خاں چاہتا ہے کہ اُسے اجازت دی جائے کہ وہ تم کو ٹھیک کرے ہم نے اُس کو یہ جواب دیا ہے کہ امام قلی خاں سے اُس کو پیش کش کی توقع رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ شاہجہاں کا تابع ہے۔ وہ ہم کو تحفہ بھیجتا ہے۔ تم کو اس سے تحفہ کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ البتہ شاہنشاہ ہند کی خدمت میں اگر سستی کرے تو اُسکا گناہ ہے۔ ہمارے سوالات کا جواب جلد بھیجو دیر نہ ہو۔

امام قلی خاں نے نواب کو عریضہ لکھا کہ میرے بزرگ مراد خاں کے اجداد کے کبھی تابع فرمان نہیں رہے ہیں۔ اُس کو میری سرحد کے اندر کیا سروکار ہے۔ میں نے صرف لبحاظ رشتہ داری اور ذاتی دوستی کے اُس نامراد کی رفاقت کی۔ میرے اقبال سے وہ صاحب ملک ہوا ورنہ لوگ اُس کو کیا جانتے تھے۔ میں اُسے اور اُس کے تمام خورد و کلاں کو تبت کی قید سے چھڑا کر لایا ہوں۔ میرے زور بازو سے اُس کو دشمنوں پر فتوحات حاصل ہوئیں۔ ہمیشہ وہ میرا دست نگر رہا ہے۔ اور مجھ سے کمک مانگتا رہا ہے اب جبکہ ہر طرف سے فتنہ و فساد رفع ہو گیا تو یہ بدمست مجھے مستی دکھلانا چاہتا ہے۔

"میں واقعی اُس کے ساتھ گلگت نہیں گیا۔ کیونکہ اُس کا کام نہایت خراب ہے حبیب خاں جو اُس کا خویش بھی تھا اور دوست بھی اس سے بے حساب زر جو اہر وصول کیے۔ اگر گلگت شاہنشاہ ہند کی حمایت میں ہے تو جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے وہ کیوں پیش نہیں کیا۔ اس مال و زر کو اگر وہ شاہنشاہ کی نذر کر دیتا تو واقعی میں قصور وار تھا کہ اُس کے ساتھ گلگت نہیں گیا تمام مال و اسباب اور نقد و جنس جو کچھ اُس کے ہاتھ آیا خود ہضم کر گیا۔ اب گناہگار اپنی خود غرضی کی بنا پر اس کام کو شاہنشاہ ہند کی طرف منسوب کرتا ہے۔

نواب کو اصلیت معلوم ہوئی تو مراد خاں کا حساب کتاب اُسے بھول گیا۔ اُسے اپنے حضور میں بلایا۔ اور کہا کہ تم میرے پاس کیوں جھوٹ بولے اور کیوں لوگوں کے گھوڑوں میں



معرکه جنگ درمیان راجه شیر خان اسکردو
و راجه امام قلي خان شغر

علی شاہ کے اشارہ کو شیر خاں نے سمجھ لیا۔ اور خوشی اور فکر مندی سے اس درجہ متاثر ہوا کہ اس کے اوپر ایک عالم سکتہ طاری ہو گیا۔ چہرے کی بشاشت کلیتہً جاتی رہی حسرت نے اسکو اتنا رلایا کہ اسکی آنکھیں عینک کی طرح خشک ہو گئیں۔ پھر اُس نے اپنے وزیروں کو بلایا کہ اپنے دل کا بھید انھیں سنائے اور ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھائے۔ حسن قلی اور قاسم جیسے پختہ کار اور جاندیدہ تین چار اشخاص اُس کے پاس آئے۔ شیر خاں نے اُس واقعہ دل سوز کا اظہار کیا تو انھیں بہت رنج و ملال ہوا پہلے رنج والم کی باتیں ہوتی رہیں پھر خوش آیند امیدوں کا بھید کھولا۔ انھوں نے دل سے دعا و ثنا کہی کہ تم کو دولت و سلطنت سے کبھی جدائی نہ ہو۔ تخت و اقبال نے تمھاری موافقت کی ہے اور خوشی کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اب تم کو اس ملک کرتخشہ سے جو قبر کی طرح تنگ ہے نکلنا چاہیے۔ جب تم اقلیم اسکردو میں داخل ہو جاؤ۔ تو ہماری دعا ہے کہ تمھارا ساغر شراب سے کبھی خالی نہ رہے۔ ایسا ملک آباد اور شہر عظیم خدا نے دیا ہے تم کو چاہیے کہ دیر نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کوئی اور پہونچ جائے۔ جب قلعہ پر تمھارا تسلط ہو جائے تو تمھیں لازم ہے کہ لوگوں کے ساتھ سلوک پیدا کرو کہ کسی کو مخالفت کا خیال نہ ہو۔ جس وقت عنان حکومت تمھارے ہاتھ میں آجائے اور تمھارے قدم پوری طرح جم جائیں پھر سختی سے کام لینا چاہیے۔ محمد رفیع تمھارا داماد ہے۔ امید نہیں کہ تمھارے حکم سے سرتابی کرے لیکن اگر وہ تمھاری مرضی کے خلاف اپنا کوئی مقصد ظاہر کرے تو مجبوری ہے کہ اُس نے قضا پر رضا مندی ظاہر کی۔ رضی خاں اور دولت خاں کم عمر ہیں ان کے اوپر دست درازی نہیں کرنی چاہیے۔

شیر خاں کا حملہ اسکردو بہ بہانہ تعزیت

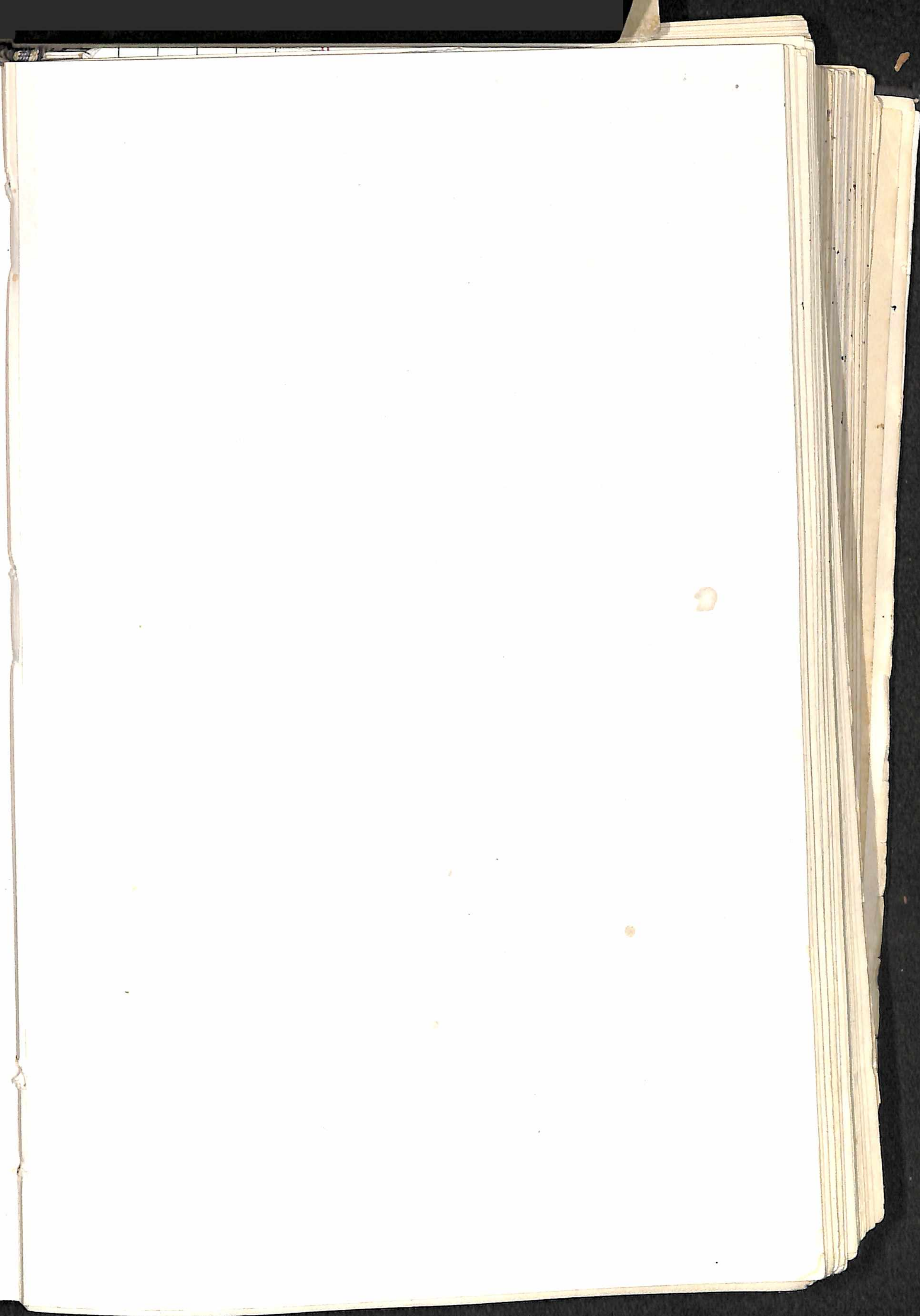
شیر خاں نے اپنے وزیروں سے یہ مصلحت سنی تو اس کو بڑا سہارا ہوا اور فکر و تردد جاتا رہا۔ لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے دن کرتخشہ سے اسکردو کی طرف باد خزاں کی طرح روانہ ہو گیا۔ جب سرحد اسکردو پر پہونچا تو پھر اُس کو فکر پیدا ہوئی کہ مآل کار کیا ہو گا۔ آیا یہ لوگ دوستی سے پیش آئیں گے یا دشمنی سے۔ اسی فکر و تردد میں وہ قلعہ کے نیچے تک پہونچ گیا قلعہ کے اندر سے چھوٹے اور بڑے باہر نکلے۔ اور گریہ و زاری کی صدا بلند کی یہ حال دیکھکر

شیر خاں نے بھی باوجود اس کے کہ دل میں بجائے محبت کے کینہ بھرا ہوا تھا۔ یگانگی کا اظہار کیا۔ اور ردنی صورت بنائی۔ اس بھیس میں وہ قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ اُس نے اپنے دلی کینہ کو ظاہری خلق اور شیریں زبانی کے لباس میں ایسی کامیابی کے ساتھ چھپایا کہ لوگوں کو اصلیت کی طرف خیال تک نہ ہونے دیا۔ اُس کی نیکی کا آوازہ تمام ملک میں پھیل گیا۔ اور سب طرف اُس کی مدح وثنا ہونے لگی۔ جب اُس کا مطلب سیدھا ہو گیا تو اُس نے اپنا جامہ بدلا۔ اور دن کو رات کر دکھایا۔ محمد بیگ وغیرہ خیر خواہان مراد خاں مرحوم کو قید کر دیا۔ اور بہت لوگوں کو نکال دیا جو شغر میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔

شیر خاں کی مہم شغر

الغرض جب شیر خاں سریر حکومت پر جلوہ آرا ہوا تو اُس نے اپنے بھائی کے طریق کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور حملہ شغر کی تیاری کی جو کچھ اُس نے قسمیں کھائی تھیں وہ سب بھول گیا۔ اور مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا کر تخشہ پوریگ کھپلو۔ بروشال۔ گلگت وکھرپو کی اطراف سے اُس نے دس ہزار کے قریب لشکر جمع کیا۔ اور اسکردو سے روانہ ہوا۔

دوسری طرف سے امام قلی خاں بھی شیر نر کی طرح لشکر لے کر نکلا اور حکم دیا کہ اس بدبخت پر پیش دستی نہ کی جائے۔ شیر خاں نے خدا اور رسول سے منکر ہو کر اور قسموں کو فراموش کر کے جنگ کا آغاز کیا۔ دوسری طرف سے بھی جوانان لشکر شکن نکلے اور ہاتھ بڑھائے خصوصاً حسن میر نے اسکردو والوں کی گرد نکالی۔ لونتو یہ تقی نے آدمیوں کے خون سے میدان کارزار کو لال کر دیا۔ غوط نے کدو کی طرح دشمن کے سر کاٹنے شروع کئے۔ دتول۔ حسن شاہ ملک۔ محمد۔ اور قاسم۔ میراخور ملک۔ نقپو۔ حسن محمد۔ جرباگلو وغیرہ نے قتل وخون کا وہ بازار گرم کیا کہ لشکر دشمن میں تہلکہ مچ گیا۔ قلماقی غلامان قرغز نے ایک ایک وار میں دو دو کو مارنا شروع کیا۔ فریدوں۔ لاجن۔ جوپلا۔ شیر باریک۔ بادشاہ قلی۔ ترمتا۔ جم قلی۔ اور خان بہادر گرگ درندہ کی طرح میدان جنگ میں اُترے۔ اور شمشاد۔ فولاد اور فرہاد دشمنوں کو گھاس کی طرح کاٹنے لگے۔ ایسی لڑائی ہوئی کہ خون کی ندی بہنے لگی۔ بہادران شغر نے اپنے زور بازو سے فوج اسکردو کو شکست دی۔ اور شیر خاں کا لشکر لومڑی کی طرح شیران شغر کے سامنے سے ہٹا۔ اور تعاقب کرنے والوں



کے جال میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ بابر نے شیر خاں کو پیغام بھیجا کہ امیر خان کے ہاتھ سے عاجز ہو گیا ہوں۔ اُس نے میرے تمام لشکر کو کاٹ دیا۔ اب نہ جنگ کی طاقت ہے اور نہ بھاگنے کا راستہ ہے اگر تم کمک میں لشکر بھیجو تو نجات ہو سکتی ہے۔

شیر خاں نے فوراً اُس کی کمک میں لشکر بھیجا۔ اس طرح بابر کا راستہ کھلا اور وہ اپنے ملک کو واپس ہوا۔

اس اثنا میں امیر خاں کے پاس شغر سے اطلاع پہونچی کہ شیر خاں نے حملہ کر دیا ہے اور کوھتنگ میں آکر اُس نے ڈیرے ڈال دیے ہیں دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ امیر خاں کرس سے نکلا۔ جب سرحد شغر پر پہونچا تو دیکھا کہ کوھتنگ میں بیشمار لشکر پڑا ہوا ہے اور تمام راستہ کو اُس نے روکا ہے۔ امیر خاں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنا راستہ کاٹتا ہوا لڑتا بھڑتا نکل جائے۔ اس نے خوف و خطر کو اپنے دل سے دور کیا اور تلوار ہاتھ میں لیکر دشمن کو کاٹتا ہوا اُس کے لشکر کے درمیان سے نکل گیا۔ اور راجۂ شغر کی خدمت میں حاضر ہو گیا

شیر خاں آبادی میں پہونچا تو دو تین روز وہاں ٹھہرا۔ اس عرصہ میں ملک کو درختوں سے صاف کر دیا۔ اور اس سبزہ زار کو کف دست میدان بنا دیا۔ چوتھے روز بون پیہ میں لشکر لے کر وارد ہوا۔ دلیران شغر کو بھی اس کی خبر ہوئی اور مقابلہ کے لیے تیار ہوئے۔ سر راہ انھوں نے اس لشکر کو جا دبایا۔ اور بے اندازہ کشت و خون کیا۔ رات پڑی تو میدان کارزار سست ہوا رات کے وقت شیر خاں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہمارا تمام لشکر خراب خستہ ہو گیا ہے۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام ہے۔ لوگوں نے صلاح دی کہ اگر قلعہ تعمیر کر لیا جائے تو کم از کم شب خون کا خطرہ رفع ہو جائیگا اور آخرکار دشمن پر غلبہ حاصل کریں گے اس مصلحت سے شیر خاں نے قلعہ بون پیہ کی بنیاد رکھی۔ آبادی دیہہ کو برباد کر کے بیس روز کے اندر فوج نے قلعہ تیار کر دیا۔ شغر کے لوگوں نے امام قلی خاں کے پاس یہ ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ اگر قلعہ تیار ہو گیا تو دشمن کا ملک سے نکالنا مشکل ہو جائیگا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو سمجھایا کہ اس وقت مقابلہ کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے جنگ سے کشت و خون کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سردست خدا پر توکل رکھو اور اپنی بنیاد مستحکم کرو جس وقت موقع ہوا پھر کوشش کرنی چاہیے۔ آخرکار ہم کو فتح ہوگی۔ اور دشمن

کی تلوار کے مقابلہ میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ الغرض یہ دس ہزار فوج شاہ شغر کے ڈر سے واپس ہوئی۔ مگر اس شکست سے جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا۔

جب رات ہوگئی اور عالم روزگار پر تاریکی مسلط ہوئی بہادران شغر میدان جنگ سے آرام گاہ کی طرف واپس آئے۔ دوسرے دن جب سورج نکلا پھر جنگ کا سامان تیار ہوا۔ فوج اسکردو تلوار و تفنگ لیے ہوئے سامنے آئی۔ بہادران شغر دشمن کا راستہ روکنے کی غرض سے پہاڑی کے اوپر چڑھ گئے۔ اور دیہات میں لوٹ مار شروع کردی۔ گاؤں کے لوگوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ لشکر جب پہاڑ کے اوپر سے اُترا تو سب نے افسوس کیا کہ دشمن ہاتھ سے نکل گیا۔ امام قلی خاں کی ہمت دشمن کی تدبیر سے پست ہوئی۔ بہادران فوج نے اُس کو تسلی دی کہ افسوس کس بات کا ہے پھر کوشش کریں گے اور آج رات کو شب خوں ماریں گے۔ رات کو ایسا سخت حملہ فوج اسکردو پر کیا کہ مردوں کے پشتے بندھ گئے مگر بدستور سابق پلہ شیر خاں ہی کا بھاری رہا۔ اور ملک شغر میں اُس کی ترقی جاری رہی۔"

"شیر خاں کے تعلقات امام قلی خاں کے ساتھ جب زیادہ کشیدہ ہونے لگے۔ تو امام قلی خاں کے مدبران ملک نے یہ صلاح دی کہ امیر خاں کو کرس میں بھیج دیا جائے کہ وہ اپنے ملک سے واقف ہے۔ اگر سردار کھپلو فوج لے کر آجائے تو امیر خان اسکو روکے گا۔ راجہ کو یہ مصلحت پسند آئی اور اُس نے امیر خاں کو کرس بھیجدیا۔ اُس نے کرس پر اپنا قبضہ جمایا۔ اور دشمن کا راستہ روک دیا۔

امیر خاں کا بابر کو شکست دیکر کرس سے واپس کرنا

اسے وہاں زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بابر فوج لیکر سرحد کرس پر نمودار ہوا۔ امیر خاں نے تلوار تفنگ سے اُس کا خیر مقدم کیا۔ اور اُس کے بہادران فوج میں سے ایک سو بیس آدمیوں کو قید کرلیا۔ اس ذلت سے بابر بہت دل تنگ ہوا اس نے کہا کہ شکست کی چنداں پروا نہیں ہے۔ مگر اپنے بہادران جنگ کا دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ جانا مردانگی کے بالکل خلاف ہے۔ اُس کے وزیروں نے سمجھایا کہ قیدیوں کی کیا فکر کرتے ہو تم اپنی جان کی خیر مناؤ اگر تم نے یہاں سے نکلنے میں دیر کی تو اندیشہ ہے کہ تم بھی امیر خاں

فوج کٹ گئی ہے۔ اس قوم کو بندوق اور تلوار کا کوئی خوف وخطر نہیں ہے۔ ان میں سے ایک ایک جوان ایک ایک سو کا مقابلہ کرتا ہے۔ ان کے سوار ہیں دو شاخہ سانپ کی طرح نظر آتے ہیں جب ہمارا سامنا ان کے ساتھ ہوتا ہے تو عاجزی کے سوا ہم سے اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ اُن کے ساتھ ہم لڑائی کس طرح کریں اور اپنی جان کیونکر بچائیں شیر خاں یہ باتیں سُن کر بہت افسردہ خاطر ہوا۔ اور اُسے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اب میں دشمن کے ہاتھ میں قید ہو جاؤں گا۔ لیکن اوپر کے دل سے لوگوں کو ڈھارس دینے کے خیال سے یہ کہا کہ اس لشکر سے تم کو ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ دنیا کا دستور رہا ہے گا ہے چنیں گا ہے چناں۔ کسی وقت فتح ہوتی ہے۔ اور کبھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ زمانہ کسی کے ساتھ یکساں نہیں رہتا۔ تم فکر نہ کرو۔ آیندہ لڑائی میں دشمن کے سر پر سے تاج اتار لیں گے۔ پھر لشکر جمع کرنے کا انتظام کرتا ہوں۔ دشمن کے اوپر دن کو رات کی طرح تاریک کردوں گا۔

شیر خاں نے اپنے ملک کے ہر اطراف میں قاصد روانہ کیے کہ لشکر جمع کر کے بھیجا جاے۔ چند روز میں تازہ لشکر میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ شیر خاں نے اس کو سنایا کہ دشمن کے ساتھ جان توڑ کر جنگ کرو۔ جو شخص ایک سر لائیگا اُس کو انعام واکرام سے مالا مال کردوں گا اور جو آدمی جنگ سے بھاگے گا۔ اُس کا سر اڑا دوں گا۔ اس لڑائی میں اگر دشمن کو نیچا نہ دکھلایا تو خود مجھے اپنا سر نیچا کرنا پڑے گا۔ آدھی رات کو بون پیہ میں چپ چاپ داخل ہو جاؤ اور دشمن جب آوے تو کدو کی طرح اُس کا سر اڑا دو۔ اور ہمارے بہادروں کا قصاص لو۔

راجہ شغر کے ہوا خواہوں میں سے ایک نے اس کو اطلاع دی کہ تمھارے خالو کا یہ قصد ہے کہ اور اُس نے اپنے لشکر کے سامنے یہ تقریر کی ہے چونکہ امام قلی خاں کو دشمن کی تدبیر سے اطلاع ہو گئی۔ اُس نے فوراً اپنے لشکر کو حکم دیا کہ راتوں رات دشمن کی راہ روک لیں حسن میر کو رونددو میں بھیجا کہ وہ جاکر راستہ روک لیوے اگر دشمن آوے تو مقابلہ کرے۔ تقی اور دیگر دلاوران کو بون پیہ میں روانہ کیا۔ دوسری صبح کو دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہوئی۔ شیر خاں کے بہت آدمی مارے گئے

کو ذلیل ہو کر پسپا ہونا پڑے گا۔

جب قلعہ تیار ہو گیا تو فوج اسکردو نے بڑی خوشی منائی کہ ہم کو خدا نے اس ملک میں فتحمند کیا۔ اب دشمن کا کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اطراف کو چند روز میں زیر کریں گے۔ شیر خاں اپنی فوج لے کر قلعہ بونپہ میں داخل ہوا۔ ملک شغر کے بہادران بھی جنگ کے واسطے نکلے۔ حسین میر۔ جوپلا۔ بادشاہ قلی۔ محمد حسین۔ بہادر تقی۔ قزل خاں۔ حاتم جان تور کر ولمے غوطہ۔ کلچو۔ ناجو۔ دتول حسن۔ نور احمد۔ رحیم اور حلیمی اس طرح اس فوج پر گرے جیسے کہ شیر بکری کے گلہ پر گرتا ہے۔ ہورپا نقپو اور ہندرپا نے بھی دشمن کو ملک عدم میں پہونچایا۔ گل ملک نرپا نے بھی دشمن کا مغز نکالا۔ سوکاپا نے تیر و تفنگ سے دشمن کو گرایا سنی پا نے اپنی شمشیر زنی کے کرتب دکھلائے۔ مختصر یہ کہ جملہ بہادران نے جوانمردی دکھلائی اور فرار کی راہ بند کر دی۔ دوندو کے لوگوں میں سے بہت آدمی پکڑے گئے۔ ان کا سر تلوار سے اڑا دیا گیا۔ شیر خاں کو اپنے بہادروں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنا گریبان چاک کیا۔ اور حکم دیا کہ پورا بدلہ لیا جائے۔ لشکر نے پھر ہجوم کیا۔ ان میں سے ایک شیر ببر کی طرح فولادی خود سر پر رکھے ریشمی زرہ بکتر بدن پر پہنے مرصع تلوار کمر سے باندھے کمر میں ترکش لگائے اور ہاتھ میں کمان لیے ہوئے۔ باد رفتار گھوڑے پر سوار سب سے آگے نکلا۔ معلوم ہوتا تھا کہ تمام لشکر شغر کو زیر و زبر کر دیگا۔ ایک گولی اسے لگی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اس کا تمام اسباب امام قلی خاں کے سامنے پیش کیا گیا۔ گولی کی ایسی تیز بوچھار دشمن پر ہوئی کہ فوج عاجز آگئی اور آرام گاہ کی طرف مراجعت کرنے پر مجبور ہوئی۔ شیر خاں نے یہ سستی دیکھکر امام قلی کو روانہ کیا۔ کہ لشکر کو ہمت دلا کر قائم رکھے۔ اس نے اپنی طرف سے بہت جد و جہد کی لیکن بہادران شغر نے ان کے پاؤں جمنے نہ دیے۔ بہادران شغر اپنی فتح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان سے واپس ہوئے۔ اور قیدیوں کو باندھکر اپنے ساتھ لائے۔

دوسرے دن شیر خاں کے آدمیوں نے اپنے مردوں کو میدان جنگ سے اٹھایا اور بہت گریہ و زاری کی۔ شیر خاں یہ حال دیکھکر خود بھی آہ و بکا میں شریک ہوا لوگوں نے کہا کہ تمہارے ساتھ یہ ماجرا کہیں دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اس مقابلہ میں ہماری تمام

جب کہ اسکردو کی طرف سے کوئی بھی اُس کی طرف نہ آیا تو اُسے بڑا تردد پیدا ہوا۔

امام قلی خاں کو خبر پہونچی کہ شیر خاں شگری میں پہونچ گیا ہے اور کھپلو سے حاتم خاں اُس کے ساتھ ہے لیکن سپاہ صرف پانچ سو اس کے ساتھ ہے اور وہ بھی بے سروسامان ہے۔ امام قلی گھبرایا ہوا راجہ امام قلی خاں کے پاس آیا۔ اُس نے تسلی دی کہ خالو صاحب گھبراؤ نہیں۔ میری خواہش یہی تھی کہ دشمن سامنے آئے تاکہ اس کا خاتمہ کیا جا سکے۔ تمھارے اپنے آدمیوں نے اُسے بلایا ہے مگر وہ اپنی خرابی کے درپے ہے نہ اسے مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ بھاگنے کا راستہ ہے۔ اب قبر کے سوا اور کوئی پناہ کی جگہ اس کے لیے کھلی ہوئی نہیں ہے اُس کو غالباً یہ امید ہے کہ اسکردو کے لوگ سب اُس کے سامنے گردن جھکا ئیں گے ورنہ ممکن نہ تھا کہ گیدڑ شیر پر حملہ کرنے کی جرات کرتا۔

امام قلی نے یہ تقریر سنی تو اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ تیاری کی جائے۔ راجہ امام قلی خاں نے کہا کہ تمام فوج کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک دستہ دشمن کی سرکوبی کے لیے کافی ہے۔ بغوطو سلطان خاں حسن محمد ستر پا وغیرہ بہادران اپنے اپنے آدمیوں کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوئے۔ ان میں بندوقچی سوا سو سے زیادہ نہ تھے جب فوج اُس موقع کے نزدیک پہونچی۔ جہاں شیر خاں ایک پشتہ کے اوپر جما ہوا تھا۔ تو دشمن کی فوج تعداد میں تھوڑی معلوم ہوئی۔ یہ دیکھ کر لشکر اسکردو ٹیلہ سے نیچے اترا اور پتھروں کے پیچھے پناہ لے کر دشمن پر گولی چلانی شروع کی۔ جب اس کی ضرورت نہ رہی تو سپاہی سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ اس میں ایک جوان قلماقی تھا اسے ضرب تلوار سے گھوڑے سے نیچے گرایا سپاہ دشمن کے پانوں اُکھڑ گئے۔ اس گھبراہٹ میں فوج دشمن کے بہت آدمی مارے گئے

دوسرے دن پھر مقابلہ ہوا۔ امیر خان حسن میر۔ حاتم۔ امام قلی۔ ابوالفتح۔ شیر ولی محمد بغوطو۔ وتول۔ گل سنگی۔ میر اخور ملک سلطان یہ سب بہادران مقابلہ کے لیے روانہ ہو کر شگری میں پہونچے۔ جہاں شیر خاں جا ہوا تھا صبح سے لے کر شام تک یہ لوگ اس انتظار میں بیٹھے رہے کہ دشمن اپنی جگہ سے نکلے۔ مگر شیر خاں کی طرف سے کوئی شخص مقابلہ کے

اور لشکر اُس کا عاجز آگیا۔

اہل اسکردو نے امام قلی خاں سے کہا کہ کوئی شک نہیں تم زبردست ہو۔ تمھاری بات کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ تمھاری رائے از سرتا پا عین صواب ہے مگر شرط یہ ہے کہ تمھارے سوا کسی اور کی حکومت ہم نہیں چاہتے۔ ہمیں نہ شیر خاں کی ضرورت ہے اور نہ محمد رفیع کی حاجت ہے۔ تمھارے ہم فرمانبردار رہیں گے۔ ایک ملک میں دو بادشاہوں گنجایش نہیں ہو سکتی۔ راجہ نے اس شرط کو قبول کیا اس سے ان کے دل کو تسلی ہوئی۔

اب وہ سب کاچینہ میں جمع ہو گئے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہوا۔ امام قلی خاں کے حکم سے اسباب و سامان اسکردو کو بھیج دیا گیا۔ اسکردو کے امام قلی نے اندرونی حالات سے راجہ امام قلی خاں کو آگاہ کیا۔ اور عرض کی کہ ناسق سے آدمیوں کا طلب کرنا ضروری ہے۔ تاکہ ہم سب اتفاق کرکے اہل نفاق کی فوج سے جنگ کر سکیں۔ ناسق میں پیغام بھیجا گیا۔ اور حسن میر و سلطان خاں اپنی فوج کے ساتھ پہونچ گئے۔ راجہ نے سلطان خاں سے کہا کہ تم قوم اسکردو کی سرداری اختیار کرو۔ کاچینہ میں ٹھہرو اور خبرداری رکھو۔ سلطان خاں نے جواب دیا کہ اس قوم سے مجھے کوئی امید نہیں ہے تمھارے حکم کی تعمیل کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن میرے ساتھ کچھ اور آدمی بھی کر دیے جائیں۔ چنانچہ راجہ نے سوکیت کو ایک سو جوان کے ساتھ اسکے پاس بھیجدیا

اسکردو سے بعض اشخاص نے شیر خاں کو پیغام بھیجا کہ تمھارا بھائی امام قلی دشمن کے ساتھ مل گیا ہے۔ پرکوتہ سے محمد رفیع کو لے آیا ہے تاکہ خلق اسکردو کو اُس کی آڑ میں اپنا مطیع بنا سے راجہ شغر اُس کی امداد کے لیے فوج لایا ہے۔ لیکن اسکردو کے لوگ اس پر راضی نہیں ہیں۔ اور سب تمھاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اگر تم اس ملک میں آجاؤ تو ہم دشمن کو راہی عدم کر دیں گے اور ان فسادیوں کو گھیر کر قتل کر دینگے

شیر خاں یہ خبر سُن کر بہت خوش ہوا۔

شیر خاں نے یعقوب شاہ سے کمک طلب کی۔ اس نے حاتم خاں کے ساتھ فوج بھیج دی۔ شیر خاں کرتخشہ سے ربیہ میں آیا۔ وہاں سے تنگری میں پہونچا۔ اس گانوں کو انسان سے خالی دیکھ کر اسے خوف پیدا ہوا کہ صورت معاملہ دگرگوں ہے

بہادر سوکیت بھی نکلا۔ فوج مخالف کے ساتھ مقابلہ ہوا اور ایک ہی حملہ میں اُن کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ یہ لوگ میدان جنگ سے اس طرح بھاگے جیسے کہ شکاری کو دیکھکر ہرن بھاگتا ہے۔ تین چار آدمی بندوق کی گولی سے کام آئے۔ قاسم کا بیٹا جو اس لڑائی میں شامل تھا۔ اس نے حملہ کی کوشش کی مگر کچھ پیش نہ گئی۔ اور سلطان خاں کی طرف سے ایک بہادر کی گولی سے سخت زخمی ہو کر گرا۔ مگر دشمن نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور اُٹھا کر اس کو اپنے ساتھ لے گئے قاسم نے اپنے بیٹے کا یہ حال دیکھا تو خون کے آنسو اُس کی آنکھوں سے جاری ہوے۔ امام قلی خاں کو اس واقعہ کی خبر پہونچائی گئی۔ اُس نے مزید لشکر کمک کے لیے روانہ کیا۔ شاہ سلطان نے یہ لشکر دیکھا تو اُسے بہت تقویت ہوئی اور جواب عرض کی کہ دشمن کو میں نے زیر و زبر کر دیا ہے۔ امام قلی خاں کو اُس سے اطمینان ہوا اور اپنے خالو کو آفریں کی۔

شیر خاں نے روندو میں اپنے بھائی علی شاہ کو خبر بھیجی کہ حاتم خاں کھپلو اپنی اور شگر کی فوج لے کر سرحد کوارد و میں داخل ہو گیا ہے۔ دشمن کی تعداد زیادہ ہے ہمارے آدمی کم ہیں۔ اُن کے ہاتھ سے جان چھڑانا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر بھائی صاحب اس نازک موقع پر امداد کریں تو سلامتی کی امید ہو سکتی ہے ورنہ دشمن کے ہاتھ سے نجات محال معلوم ہوتی ہے۔

علی شاہ نے یہ پیغام سُنا تو بہت غصہ میں آیا۔ اور فوراً فوج کے آراستہ کیے جانے کا حکم دیا۔ فوج کے جمع ہو جانے پر علی شاہ اسکردو کی طرف روانہ ہوا۔ امام قلی خاں کو خبر پہونچی کہ علی شاہ اپنے بھائی شیر خاں کی امداد کے لیے چلا ہے۔ اس نے درغیہ کو چونتیس بندوقچیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ کہ علی شاہ کا راستہ روکے۔ اُس کے پیچھے علی نور کو اس کی امداد کی غرض سے روانہ کیا جب یہ لوگ کسورہ میں پہونچے تو انھوں نے علی شاہ کے لشکر کو دیکھا سخت مقابلہ ہوا۔ روندو کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ علی شاہ نے یہ حال دیکھا تو بجز بھاگنے کے اور کوئی چارہ اُسے نظر نہ آیا وہ کسورہ سے نکلا اور اس تیاری میں تھا کہ بشو کے راستے واپس چلا جائے لیکن ہمراہیوں نے روکا اور کہا کہ تمھارے بھائی کو اس وقت دشمن نے گھیر لیا ہے۔

لیے نہیں نکلا۔ اب آدمان اسکردو نے دشمن کو للکارا کہ کر تخشہ سے ہمارے ملک میں آگئے ہو تو مقابلہ کے لیے کیوں نہیں نکلتے۔ ہماری تلوار کا حال تم کو معلوم نہ تھا تمھیں موت نے اس جگہ پہونچایا ہے۔ ورنہ روباہ خصلت شیرخان کی کیا مجال تھی کہ اسکردو کے شیر نر کے سامنے آئے۔ شیرخاں نے یہ طعن وتشنیع سن کر اپنے آدمیوں کو ہرچند حکم دیا کہ آگے بڑھو مگر کسی نے قدم نہ اُٹھایا۔

تیسرے دن پھر یہی صورت ہوئی۔ شیرخاں نے اپنی سپاہ کو صاف سنا دیا کہ جو شخص مقابلہ کے لیے نہ نکلے گا۔ اُس کا سر وہ خود اُڑادیگا۔ لوگ بندوق لے کر پہاڑی کے اوپر جمع ہوئے۔ اور ایک حصہ ٹیلہ کے نیچے اُترا۔ فوج اسکردو نے دیکھا کہ دشمن نکلا ہے انھوں نے اُسے ذرا مہلت نہیں دی اور فوراً اُن کے اوپر ٹوٹ پڑے۔ وہ بھاگتے ہوئے ٹیلہ کے اوپر چڑھ گئے۔ ان کے پیچھے لشکر اسکردو بھی ان کے سر پر آن موجود ہوا تین آدمی مارے گئے۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ یکبارگی حملہ دشمن کے اوپر کر دیا جائے اور ایک ایک کو تہہ تیغ کیا جائے اور بدخواہ کو قید کر لیا جائے تاکہ اس فساد کی بیخ کنی ہو جائے اور آئندہ کے لیے اندیشہ باقی نہ رہے لیکن امام قلی خان اور امیرخان نے اس حرکت سے روکا اور کہا کہ دشمن اس وقت ہمارے قابو میں ہے وہ کسی طرح نکل نہیں سکتا خونریزی سے کچھ فائدہ نہیں ہے اسپر جنگ کا خاتمہ ہوا اور لوگ اپنی آرام گاہ کو واپس ہوئے۔

میدان جنگ کی خبریں جاسوسوں کے ذریعے قلعہ اسکردو میں مسلسل پہونچتی رہتی تھیں اور متواتر شکستوں کے حالات معلوم کرنے سے قلعہ کے لوگ نہایت بددل ہوتے تھے۔ قلعہ کے اندر خوراک کی قلت تھی۔ باہر سے مخالفوں نے محاصرہ کر رکھا تھا اور نکلنے کا بھی راستہ نہ تھا کہ شیرخاں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ آخر الامر قاسم نے یہ تجویز کی کہ ہمارا آقا دشمنوں کے نرغہ میں گھر گیا ہے ہماری امداد اُس کو پہونچ نہیں سکتی بہتر ہے کہ مخالفوں کے ساتھ دوسری طرف سے ہم لڑائی شروع کر دیں۔ اس سے شیرخاں کی ہمت افزائی ہوگی اور دشمن کے اوپر بھی رعب پڑیگا۔ کا جینہ میں لشکر بھیجتے ہیں کہ شاہ سلطان کے ساتھ لڑائی کرے۔ چنانچہ قلعہ پرکوتہ سے فوج کا جینہ کی طرف روانہ ہوئی۔ شاہ سلطان کو اس کی خبر لگی تو وہ مقابلہ کے لیے قلعہ سے نکلا۔ اس کے ساتھ

یابوان وساان جنگ و مال و دولت ہاتھ آیا ہے۔ راجہ شغر نے یہ خبر سنی تو بہت خورمی اور خورسندی کا اظہار کیا۔

بعد ازاں راجہ شغر کے حکم سے نالہ ست پر سے ایک نہر تیار کرانے کا انتظام کیا گیا۔ تاکہ ٹیلہ کے اوپر پانی پہونچائیں۔ ٹیلہ کے اوپر جب پانی جاری ہو گیا تو ٹیلہ کی نرم مٹی کو کاٹ کر شکم دریا میں پہونچانے لگا۔ دو ہفتہ کے اندر کنارہ دریا خشک ہو گیا۔ اور تین ماہ کے اندر پہاڑ ہی کے ساتھ ساتھ اُس مٹی کے جمع ہو جانے سے ایک سڑک تیار ہو گئی۔ اس طرح سے وہ جگہ جہاں سے اہل قلعہ دریا سے پانی لیتے تھے خشک ہو گئی اور قلعہ کے اندر پانی کی تکلیف پیدا ہوئی۔

بعد ازاں اس موقع پر ایک برج تیار کیا گیا۔ اس کے اندر منجنیق لگائی گئی اور یہاں سے دشمن کے اوپر پتھروں کی بارش شروع ہوئی۔ اس برج میں بندوقچی بھی بیٹھ گئے اور گولی چلانے لگے۔ مگر چونکہ ایک اور موقع پانی کا اہل قلعہ کے قبضہ میں تھا۔ ان تدابیر سے کوئی موثر کامیابی نہیں ہوئی۔

امام قلی راجہ شغر کے پاس آیا۔ اور بیان کیا کہ ایک پانی دشمن کا ہم نے بند کر دیا ہے مگر دوسرا پانی اُس کے قبضہ میں ہے اسے بھی کسی حیلہ سے قابو کیا جائے پھر ہم دشمن کو عاجز کر سکتے ہیں۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ ایک کشتی تیار کی جائے جس کے اوپر مکان کی طرح چھت اور دیواریں ہوں ان کے اندر دو تین کھڑکیاں بنائی جائیں جن کے راستہ دشمن کے اوپر گولی چلائی جائے۔ اس کشتی کے ذریعے اس پانی کے موقع پر قبضہ حاصل کیا جائے دریا کے دوسرے جانب بھی مورچہ بنایا جائے جب تین طرف سے حملہ ہوگا تو دشمن لامحالہ تنگ آجائے گا۔

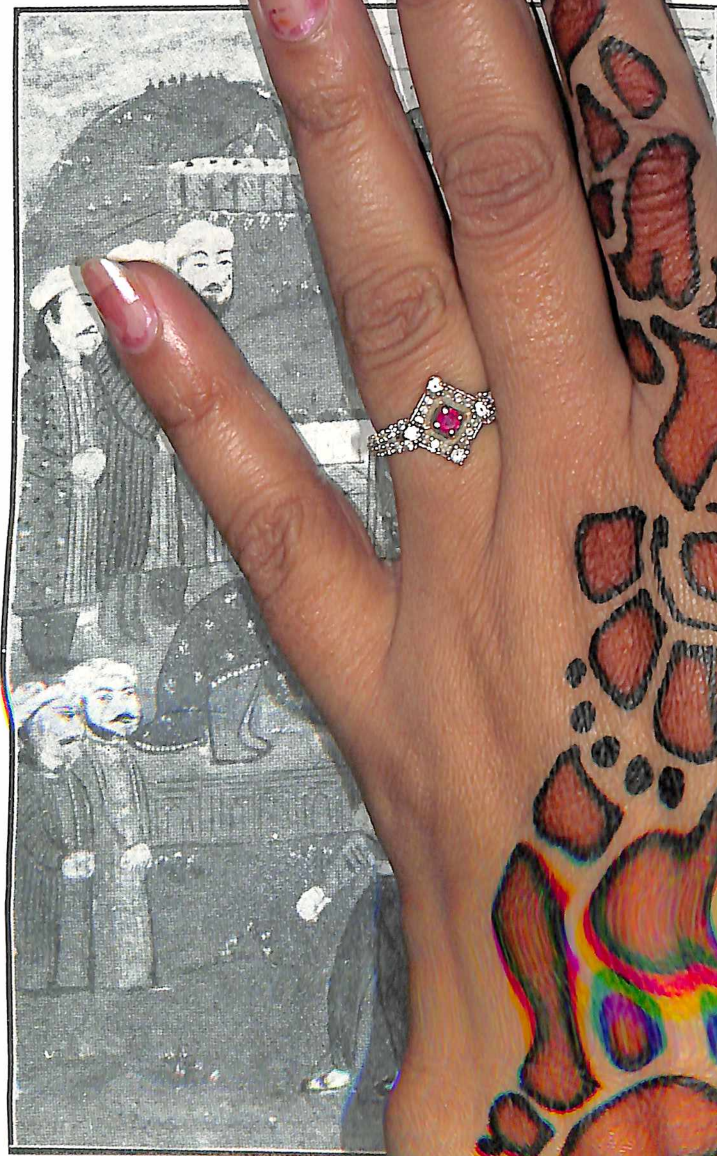
چنانچہ یہ کشتی تیار کی گئی۔ اور دریا میں چلائی گئی۔ پانی دریا کا بہت تیز تھا جب موقع کے قریب پہونچی تو دریا کے بہاؤ نے کشتی کو ٹھہرنے نہ دیا اور ڈھکیل کر دور پہونچا دیا۔ اس پانی کے اوپر اہل قلعہ کا ایک برج تھا جب کشتی اس کے نیچے پہونچی تو برج کے اوپر سے دشمن نے پتھر اس کے اوپر گرائے اور کشتی کا ایک ایک تختہ جدا ہو گیا۔ جو آدمی اُسکے اندر بیٹھے تھے دریا میں کود پڑے اور تیر کر کنارے آنکلے صرف ایک آدمی کا نقصان ہوا

سے بعید ہے کہ تم اپنے بھائی کو دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ کر واپس چلے جاؤ۔ ماسوائے اس کے امام قلی خاں عاجزوں کی دستگیری کے واسطے مشہور ہے۔ شیر خاں جب ہر طرف سے مایوس ہوگا تو امام قلی خاں کی اطاعت قبول کرلیگا اور وہ یقیناً اس کی خطا معاف کرکے اُسے پناہ دیگا۔ اور دونوں کی دوستی قائم ہوجائے گی مگر شیر خاں تمہارا دشمن ہوجائیگا۔ نتیجہ یہ کہ تمہارا کام خراب ہوگا۔ اور تمہارا ملک تباہ ہوجائیگا۔

علی شاہ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ اور اپنے بہادروں سے کہا کہ شیر خاں کی امداد کے لیے اسکردو پہونچنا لازم ہے۔ مگر دشمن نے راستہ روک رکھا ہے۔ اس بلا سے نکل کر ہم کس طرح اسکردو پہونچ سکتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ایک پہاڑی راستہ ہے اس طرف سے سوار کا جانا ناممکن ہے۔ لیکن پیادہ بآسانی جاسکتا ہے۔ امام قلی خاں کے آدمیوں کو اس راستہ کی خبر نہ تھی۔ علی شاہ اس طرف سے روانہ ہوکر شیر خاں کے ساتھ مل گیا۔

امام قلی خاں کو یہ خبر پہونچی تو اُسے بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ اور اپنے سرداروں سے مشورہ کیا۔ دلیران شغر نے عرض کی کہ جب تک دم میں دم ہے دشمن کا مقابلہ کریں گے اور تمہارے حکم سے گردن نہ ہلائیں گے جہاں تمہارا پسینہ گرے ہم اپنا خون گرانے کو تیار ہیں۔ راجہ شغر نے یہ جواب سنا تو بہت خوش ہوا اور تمام سرداران فوج کو خلعت وانعام واکرام سے مالامال کرکے حکم دیا کہ راتوں رات لشکر روانہ ہوجائے اور امیر خاں سردار فوج اس رات کو کوک پہونچنے کی کوشش کرے۔ زمین پر لشکر جمع ہوا اور رات کے وقت دریائے سندھ سے گذر کرکے سرکو میں مقام کیا تاکہ مخالف کا راستہ رُک جائے۔ فوج میں دو سو جوانان شمشیر زن رات کو دامن کوہ میں چھپ رہے اور صبح کے وقت دشمن کے اوپر اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے کہ بھیڑیا قید سے چھوٹ کر بھیڑ بکری کے گلہ پر گرتا ہے۔ ان آدمیوں نے مخالف کے آگے پیچھے دونوں طرف کا راستہ روک دیا۔ اور اس قدر خونریزی کی تمام میدان خون سے لال ہوگیا۔ چار سو کے قریب اسیران جنگ ہاتھ آئے۔ کشتوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔

صبح کے وقت جب آفتاب برآمد ہوا تو امیر خاں سردار فوج کو اس فتح عظیم کی خبر پہونچی کہ دشمن کی فوج ماری گئی جو بچی وہ قید ہوئی۔ اور بہت سا مال غنیمت از قسم





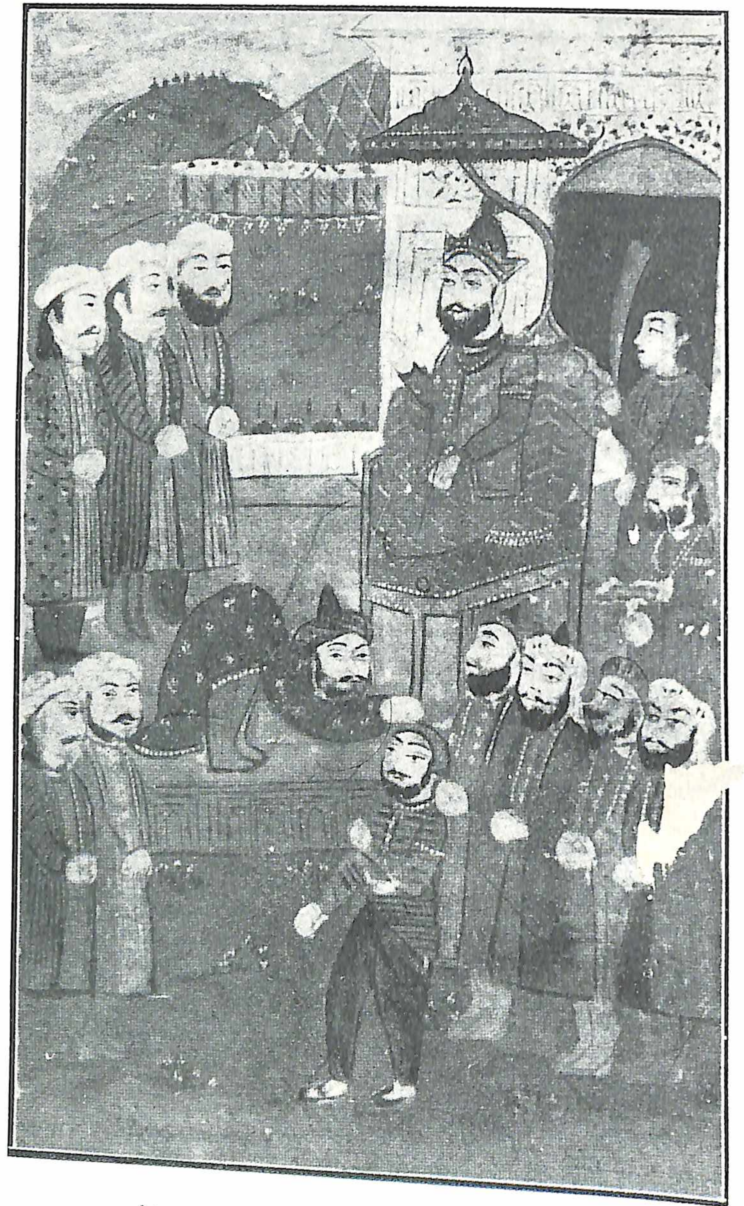


ي خان كبير راجه شغر
ان نگر و گلگت

دوبارہ کشتی تیار کی گئی اور لنگر ڈال کر اس کے اوپر سے مقابلہ کیا گیا۔ اس دفعہ کسی قدر کامیابی کشتی کے روکنے میں ہوئی۔ اور پانی والے برج کے اندر سے دشمن کا باہر نکلنا کشتی کے بندوقچیوں نے بند کر دیا۔

امیر خاں بڑا مدبر سردار تھا اسے راجہ شغر نے حکومت کرس سپرد کی تھی۔ جب اسے خبر پہونچی کہ امام قلی خاں نے تسخیر اسکردو کا قصد کیا ہے تو وہ بھی ... باہر نکلا کر دشمن کا مقابلہ کرے۔ قلعہ کھرکو میں اس نے اپنے سرداروں میں ... اشخاص کو مع کسی قدر فوج کے حفاظت قلعہ کے لیے تعینات کر دیا ... راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب کرس کی اس کمزوری سے یعقوب خاں نے فائدہ اٹھانے کی ... حاتم خان کو لکھا کہ تم خدمت کے واسطے کمر باندھو کر راجہ اسکردو ... شغر کے سامنے کہا کرتے ہو کہ تم بڑے جوانمرد ہو۔ راجہ شغر نے تمھا... بڑی غفلت کی ہے۔ اور تم کو ہمیشہ دردوالم میں مبتلا رکھا ہے۔ ا... اس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تم کو غیرت ہے تو اس کی ق... کا خیال دل سے نکال دو۔ اور میرے اور شیر خاں کے ساتھ اتحاد ... بیٹی دیتا ہوں۔ تمھارے پیوند کو اپنی سرافرازی خیال کروں گا۔ تم ک... اور ٹھوڑے کھر بھی تم کو حوالہ کر دوں گا۔ اس سے بڑھکر تم اور کیا ... میں تمھارے بجائے ہلدی میں رہایش اختیار کروں گا۔ اور تمام ملک ... تمھارے ہاتھ میں چھوڑ دوں گا۔ شیر خاں آج کل کشمیر گیا ہوا ہے ... سلطنت پر واپس پہونچتا ہے۔ تم کامیاب ہو گے۔ وہ تم کو اپنے الطاف ... کریگا۔ اور تمھارے دشمنوں کو پامال کریگا۔ اس وقت اس کے اوپر تکلیف ... نے اس کے ملک پر تسلط کر لیا ہے۔ اور اس کے ہواخواہوں کو تباہ کر رہا ہے ... قلعہ کمال درجہ سخت ہے اس لیے امید نہیں کہ قلعہ دشمن کے ہاتھ میں آسکے۔ اگر ... تم ہماری دستگیری کرو تو ملک کھپلو کی امیری تمھارے حصہ میں ہے۔ اگرچہ مراد ... کے ہاتھ سے تمھارا باپ قتل ہوا۔ اور شیر خاں نے بھی تم کو تکالیف پہونچائیں۔ لیکن ا...



دربار راجه امام قلي خان کبیر راجه شغر
مع سرداران نگر و گلگت

دوبارہ کشتی تیار کی گئی اور لنگر ڈال کر اس کے اوپر سے مقابلہ کیا گیا۔ اس دفعہ کسی قدر کامیابی کشتی کے روکنے میں ہوئی۔ اور پانی والے برج کے اندر سے دشمن کا باہر نکلنا کشتی کے بندوقچیوں نے بند کر دیا۔

امیر خاں بڑا مدبر سردار تھا اسے راجہ شغر نے حکومت کرس سپرد کی تھی۔ جب اسے خبر پہونچی کہ امام قلی خاں نے تسخیر اسکردو کا قصد کیا ہے تو وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ باہر نکلا کر دشمن کا مقابلہ کرے۔ قلعہ کھرکو میں اس نے اپنے سرداروں میں سے دو تین اشخاص کو مع کسی قدر فوج کے حفاظت قلعہ کے لیے تعینات کر دیا۔ اور خود روانہ ہوکر راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب کرس کی اس کمزوری سے یعقوب خاں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اپنے حاتم خان کو لکھا کہ تم خدمت کے واسطے کمر باندھو کر راجہ اسکردو تم سے خوش ہو تم راجہ شغر کے سامنے کہا کرتے ہو کہ تم بڑے جواں مرد ہو۔ راجہ شغر نے تمھارے معاملات میں بڑی غفلت کی ہے۔ اور تم کو ہمیشہ درد و الم میں مبتلا رکھا ہے۔ ایسے آدمیوں سے بجز اس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تم کو غیرت ہے تو اس کی قرابت اور رشتہ داری کا خیال دل سے نکال دو۔ اور میرے اور شیر خاں کے ساتھ اتحاد قائم کرو۔ میں تم کو اپنی بیٹی دیتا ہوں۔ تمھارے پیوند کو اپنی سرفرازی خیال کروں گا۔ تم کو کھپلو میں [illegible] اور تھوڑے کھر بھی تم کو حوالہ کر دوں گا۔ اس سے بڑھکر تم اور کیا امید رکھ سکتے ہو میں تمھارے بجائے ہلدی میں رہایش اختیار کروں گا۔ اور تمام ملک کی سرداری تمھارے ہاتھ میں چھوڑ دوں گا۔ شیر خاں آج کل کشمیر گیا ہوا ہے جس وقت اپنی سلطنت پر واپس پہونچتا ہے۔ تم کامیاب ہوگے وہ تم کو اپنے الطاف و کرم سے سرفراز کریگا۔ اور تمھارے دشمنوں کو پامال کریگا۔ اس وقت اُس کے اوپر تکلیف ہے دشمن نے اُس کے ملک پر تسلط کر لیا ہے۔ اور اُس کے ہوا خواہوں کو تباہ کر رہا ہے لیکن اُس کا قلعہ کمال درجہ سخت ہے اس لیے امید نہیں کہ قلعہ دشمن کے ہاتھ میں آسکے۔ اگر اس وقت تم ہماری دستگیری کرو تو ملک کھپلو کی امیری تمھارے حصہ میں ہے۔ اگرچہ مراد خاں کے ہاتھ سے تمھارا باپ قتل ہوا۔ اور شیر خاں نے بھی تم کو تکالیف پہونچائیں۔ لیکن ان

بدگمانیوں کو اب دل سے رفع کردینا چاہیے۔ تم سپاہی ہو تمھیں دنیا کی فکر کرنی چاہیے۔ علم وادب سے تم کو چنداں فائدہ نہیں پہونچتا۔ تم کو لازم ہے کہ جاہ وحشمت کی فکر کرو کہ حکومت تمھارے ہاتھ میں آجائے مگر شرط یہ ہے کہ دشمن کو شکست دے کر کھرکو پر قبضہ کرلو تاکہ میرے شکوک تمھاری طرف سے رفع ہو جائیں اور شیر خاں کی زندگی میں اس کے تمام دشمن شرمندہ ہو جائیں۔ اس میں دیر نہ کرو۔

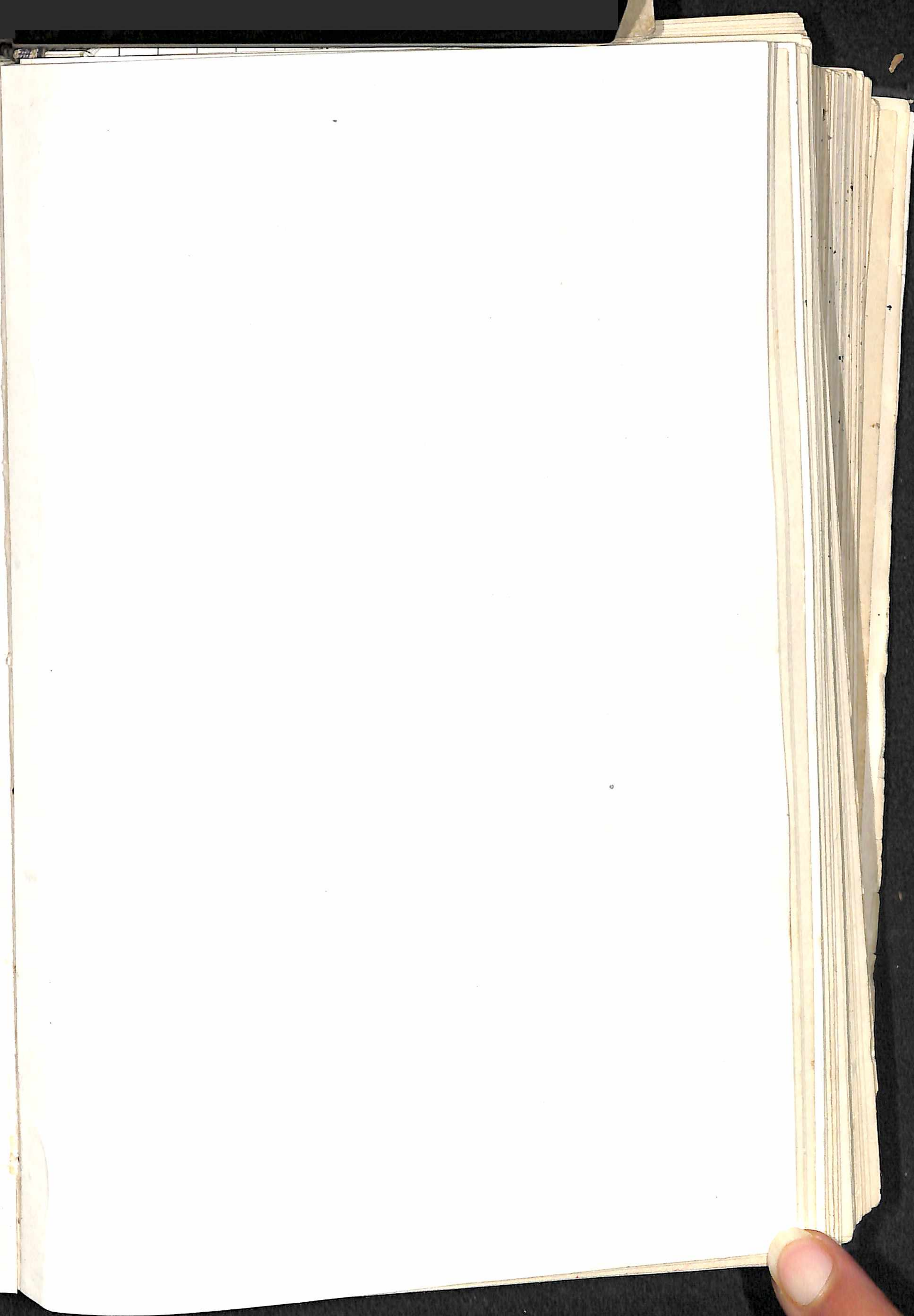
اس حیلے سے حاتم فریب میں آگیا۔ اور یعقوب خاں کی طرف سے اس کے دل میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہا۔ راجہ شغر سے وہ برگشتہ ہوگیا۔ اور اس کے دشمن کے ساتھ مل گیا کلام خدا کو درمیان میں رکھکر اپنے عہد کا استحکام کیا۔

اس کے بعد یعقوب خاں ایک جمعیت بے تعداد لے کر کھرکو میں وارد ہوا حاتم بھی اس کے ساتھ تھا۔ دونوں نے شغر کی فوج کے ساتھ جنگ کی۔ چونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی قلعہ کا انھوں نے محاصرہ کرلیا اور چاروں طرف سے حملہ کرکے قلعہ کو فتح کرلیا امیر خان کی تمام فوج اس جگہ ماری گئی۔

امام قلی خاں نے یہ حال سنا تو اسے بہت غصہ اور قہر آیا۔ اور اس نے کہا کہ خدا کی برکت سے قلعہ اسکردو کو فتح کروں گا۔ اور تمام مخالفوں کی بیخ کنی کروں گا

گلگت و نگر سے کمک پہونچنا اس اثنا میں ایک جوان نے راجہ شغر کے حضور میں حاضر ہوکر خبر دی کہ نگر و گلگت سے کمک آگئی ہے راجہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ سردار فوج حضور میں حاضر ہوا اور تخت کو بوسہ دے کر جو تحائف اپنے ساتھ لایا تھا پیش کئے اور عرض کی کہ رحیم خاں و جلیس خاں نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم ذرہ تھے آپ کی محبت سے آفتاب ہوگئے ہیں۔ مخالف کے ہاتھ سے ہم تنگ تھے۔ اپنی قوم اور اولاد سے دور تھے۔ آپ نے ہم کو ہماری میراث پر ہمارے وطن میں بھیج دیا۔ اس کے لیے ہم نہایت شکر گذار ہیں

اس عرصہ میں کشمیر سے چند اشخاص تیز سفر کرتے ہوئے راجہ شغر کے پاس پہونچے یہ سفر زدہ اور خراب حالت میں تھے انھوں نے ظاہر کیا کہ وہ اپنی جان کے خوف سے کشمیر میں شیر خان کے ساتھ گئے تھے وہاں انھیں معلوم ہوا کہ محمد رفیع خان پر کوشت۔



بدگمانیوں کو اب دل سے رفع کر دینا چاہیے۔ تم سپاہی ہو تمھیں دنیا کی فکر کرنی چاہیے علم
وادب سے تم کو چنداں فائدہ نہیں پہونچتا۔ تم کو لازم ہے کہ جاہ وحشمت کی فکر کرو کہ حکومت
تمھارے ہاتھ میں آئے مگر شرط یہ ہے کہ دشمن کو شکست دے کر کھرکو پر قبضہ کرلو تاکہ
میرے شکوک تمھاری طرف سے رفع ہو جائیں اور شیر خاں کی زندگی میں اُس کے تمام
دشمن شرمندہ ہو جائیں۔ اس میں دیر نہ کرو۔

اس حیلہ سے حاتم فریب میں آگیا۔ اور یعقوب خاں کی طرف سے اُس کے دل میں
شک وشبہ باقی نہ رہا۔ راجہ شغر سے وہ برگشتہ ہوگیا۔ اور اُس کے دشمن کے ساتھ اُس نے
خدا کو درمیان میں رکھکر اپنے عہد کا استحکام کیا۔

اس کے بعد یعقوب خاں ایک جمعیت بے تعداد لے کر کھرکو میں وارد ہوا حاتم بھی
اس کے ساتھ تھا۔ دونوں نے شغر کی فوج کے ساتھ جنگ کی۔ چونکہ ان کی تعداد بہت
زیادہ تھی قلعہ کا انھوں نے محاصرہ کرلیا اور چاروں طرف سے حملہ کرکے قلعہ کو فتح کرلیا
امیر خان کی تمام فوج اس جگہ ماری گئی۔

امام قلی خاں نے یہ حال سنا تو اُسے بہت غصہ اور قہر آیا۔ اور اس نے کہا کہ خدا کی
برکت سے قلعہ اسکردو کو فتح کروں گا۔ اور تمام مخالفوں کی بیخ کنی کروں گا

گلگت و نگر سے کمک پہونچنا اس اثنا میں ایک جوان نے راجہ شغر کے حضور میں
حاضر ہو کر خبر دی کہ نگر و گلگت سے کمک آگئی ہے
راجہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ سردار فوج حضور میں حاضر ہوا اور تخت کو بوسہ دے کر
جو تحائف اپنے ساتھ لایا تھا پیش کئے اور عرض کی کہ رحیم خاں وجلیس خاں نے پیغام
بھیجا ہے کہ ہم ذرہ تھے آپ کی محبت سے آفتاب ہو گئے ہیں۔ مخالف کے ہاتھ سے ہم
تنگ تھے۔ اپنی قوم اور اولاد سے دور تھے۔ آپ نے ہم کو ہماری میراث پر ہمارے
وطن میں بھیج دیا۔ اس کے لیے ہم نہایت شکر گذار ہیں۔

اس عرصہ میں کشمیر سے چند اشخاص تیز سفر کرتے ہوئے راجہ شغر کے پاس پہونچے
یہ سفر زدہ اور خراب حالت میں تھے انھوں نے ظاہر کیا کہ وہ اپنی جان کے خوف سے
کشمیر میں شیر خان کے ساتھ گئے تھے۔ وہاں انھیں معلوم ہوا کہ محمد رفیع خان پر کوتست۔



تو کسی کو کوئی گنجائش نہ رہے گی۔

"چنانچہ اُس کے مطابق انتظام کیا گیا۔ اور تمام ملک میں فراہمی لشکر کے واسطے قاصد بھیجے گئے۔ دو روز کے اندر لشکر سندوس میں جمع ہو گیا۔ انھیں راجہ نے سنایا کہ تم کو اس وجہ سے تکلیف دی گئی ہے کہ دشمن سر پر آ گیا ہے اور ہمارے اور تمھارے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے ہمیں لازم ہے کہ یک دل و یک زبان ہو کر مدافعت میں کوشش کریں۔ اگر ہم اتفاق پر قائم رہیں تو دشمن کی کوئی فکر نہیں ہے۔ سنا ہے کہ شیر شاہ کرتخشہ میں پہونچ گیا ہے اور یعقوب خاں سے کمک کی درخواست کی ہے۔ ہم کو اس شور و غوغا کی پروا نہیں ہے۔ تم چند روز میں اُس کا تماشا دیکھ لوگے خدا کی مدد سے دشمن کو زمین پر گرائیں گے۔ مجھے تمھارے حال پر رحم آتا ہے کہ تم کسی تہمت میں مبتلا نہ ہو۔ اس میں میرا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم کو لڑائی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمھیں جنگ سے تنگ کرنا نہیں چاہتا۔ شیر خاں کے مقابلہ کے لیے میرا اپنا لشکر کافی ہے۔ میں خود اُسے سیدھا کر دوں گا۔

لوگوں نے جواب دیا کہ ہم تمھاری خدمت میں حاضر ہیں۔ اب مخالف کے ساتھ جنگ کرنا ہمارا کام ہے۔ اس خس و خاشاک کو کس طرح قدرت ہو سکتی ہے کہ آگ کے ساتھ ہمسری کا دعوی کرے۔ ہماری موجودگی میں مخالف اسکردو میں کوئی شور و شر پیدا نہیں کر سکتا۔

راجہ نے لشکر سے کہا کہ دشمن خواہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھنا نہیں چاہیے۔ جس روز دشمن کے ساتھ مقابلہ ہو اپنی آبرو کا خیال رکھنا

لوگوں نے کہا کہ تم نے محمد رفیع کو سرافراز کیا۔ اور اس کے دشمن کو خراب کیا۔ خداوند کریم اس کا اجر دیوے ہم جان و دل سے تمھارے فرمانبردار ہیں۔ اگر ہمیں آگ میں بیٹھنے کا حکم دیا جاوے تو تیار ہیں۔ جو تمھارے حکم سے سرتابی کرے ہم اُس کے اوپر تلوار چلانے کو تیار ہیں۔

یہ باتیں سن کر راجہ شغر نے محمد رفیع خاں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ اس قوم پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ ان کے تمام عہد و پیمان غلط ہیں۔ مروّت

آیا اور امام قلی خاں کو ساتھ لے کر اسکردو میں داخل ہوگیا۔ اور تمام ملک اسکردو پر اپنا تسلط کر لیا۔ اور مخالفوں کو زیر و زبر کر دیا۔ اس خبر کے سننے سے ہمیں نہایت خوشی ہوئی اور شیر خان کے پاس سے بھاگ کر یہاں آ گئے۔ انھوں نے راجہ شغر کے پاس بیان کیا کہ شیر خان نے نواب کشمیر کو بہت روپیہ دیا اور رشوت کے ذریعے قید سے آزادی حاصل کی۔ راستہ میں شیر خاں کے آدمیوں نے بڑی غارت گری کی اور اسی لوٹ مار کی بدولت شیر خاں کو نجات حاصل ہوئی۔ اُس کے ساتھ چند آدمیوں سے زیادہ نہیں ہیں۔ لازم ہے کہ سرِ راہ اسے پکڑا جائے۔ اور فرصت کا موقع نہ دیا جائے۔ کیونکہ اگر وہ کرتخشہ میں داخل ہوگیا تو پھر مشکل ہوگی۔ کھپلو سے وہ کمک منگائیگا اور سو طرح کے مکر و حیلے کریگا۔

راجہ شغر نے انھیں جواب دیا کہ اس قسم کی حرکات نامناسب ہیں۔ ہم کو ظلم و جبر کی عادت نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ان وسائل سے خدا کبھی کسی کو عزت نہیں دیتا ہے۔ شیر خان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ اور اس بنا پر ہم ہرگز ملک میں انقلاب پیدا کرنا نہیں چاہتے ہیں اپنے حصہ سے زیادہ کچھ درکار نہیں ہے کیونکہ زیادہ طمع کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ شیر خان کے ظلم و ستم سے محمد رفیع پریشان و تباہ ہے۔ اُس کے حکم سے اسکردو کو مطیع کریں گے۔ شیر خاں کے کرتخشہ کے ساتھ ہم کو کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم اُس کی طرح جور و جفا کے عادی نہیں ہیں۔ اگر وہ کرتخشہ پر قناعت کرتا ہے تو ہماری طرف سے کوئی مانعت نہیں ہے۔ نہ اُسکے ساتھ کوئی عداوت ہے۔ تاوقتیکہ وہ اسکردو کا قصد کرے۔

پھر راجہ نے امام قلی کو بلایا اور اصلی حقیقت اُسے سنائی کہ شیر خاں کرتخشہ میں داخل ہوگیا ہے۔ اس خبر سے پریشانی پیدا ہوئی ہے۔ کھپلو سے وہ کمک منگائے گا اور یعقوب خاں سے مدد حاصل کریگا۔ اس بارہ میں غور و فکر کر کے تجویز کرنی چاہیے امام قلی نے جواب میں عرض کی کہ کل صبح کو لشکر جمع کرنے کا حکم دیا جائے اور لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ جو شخص اس جمعیت میں شامل نہ ہوا اُس کا سر اُڑا دیا جائیگا۔ سب کا جینہ تیار جمع ہو جائیں اور اسباب کو اسکردو میں روانہ کر دیں۔ جب ایسا مرحکم ہی حکم لیا جائیگا

بن بیٹھا۔ مگر یہ تمام ظاہرداری تھی۔ اُس کے دل میں مکر و فریب بھرا ہوا تھا۔ آخرکار ان تمام مہربانیوں اور الطاف کے بعد سانپ کی طرح اُس نے ڈنک مارا۔ اور محمد رفیع خاں راجہ اسکردو کو پکڑ کر قید کر دیا۔

شیر خاں نے محمد رفیع خاں کو جب قید کر لیا۔ تو ملک اسکردو سب اس کا مطیع ہو گیا۔ قاسم اُس کا وزیر تھا۔ اُس سے اُس نے کہا کہ کرس میں اسمٰعیل میر نائب ہے۔ امیر خان اس ملک میں اس وقت موجود نہیں ہے۔ اسمٰعیل میر میرا پہلے سے واقف ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنے قول و قرار کو پورا کریگا۔ تم اُس کے پاس ایک قاصد روانہ کرو۔ اور کہو کہ اظہار اطاعت کی غرض سے اسکردو میں حاضر ہو جائے۔ اگر اُس نے اس پر عمل کیا۔ تو میں اُسکی عزت افزائی کروں گا۔ اور اپنی بیٹی سے اُس کے بیٹے کی شادی کر دوں گا۔ رات ہی تو قاصد کرس کو روانہ ہوا۔ وہاں پہونچ کر اُس نے تمام حقیقت اسمٰعیل میر کو سنائی جس طرح آدم شیطان کے فریب میں آ گیا تھا۔ اسمٰعیل میر کے دل سے بھی خدا کا ڈر جاتا رہا۔ اور امانت میں خیانت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اُس نے قاصد کو جواب دیا کہ تم جلد واپس جاؤ۔ اور شیر خاں کی خدمت میں میری طرف سے دعاؤ سلام عرض کرو اور کہو کہ تم ہمارے بادشاہ ہو۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ میں نے تمہارے ساتھ جو عہد کیا ہے اسپر قائم ہوں۔ تمہارے الطاف و کرم سے بہت کچھ امید رکھتا ہوں۔ یہ رشتہ میرے لیے بڑی سرافرازی اور عزت کا باعث ہے۔ مصلحت یوں معلوم ہوتی ہے کہ شیر خاں اپنے وزیر قاسم کو کسی قدر فوج کے ساتھ روانہ کر دے۔ رات کے وقت وہ دریا سے گذر کر اس طرف آن کر ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ جائے۔ اور مجھے اس کی اطلاع کر دے۔ میں قلعہ سے باہر آ جاؤں گا اور جن لوگوں پر مجھے بدگمانی ہے اُن کو ساتھ لیتا آؤں گا۔ الغرض گھر کو اغیار سے خالی کر دوں گا اور تمہارے واسطے جگہ بنا دوں گا۔

شیر خاں نے قاصد سے یہ جواب سنا تو گویا قالب مردہ میں جان پڑ گئی۔ رات ہوئی تو اپنے وزیر کو لشکر کے ساتھ ملک کرس کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر دل میں یہ اندیشہ رہا کہ اگر دشمن نے دغا کی تو کچھ بن نہ پڑیگا اور بڑی ذلت کا سامنا ہوگا اس لیے ایک قاصد اسمٰعیل میر کے پاس بھیجا تاکہ حالات کا ٹھیک اندازہ کرے۔ اگر کسی قسم کے اندیشہ کی گنجایش نہ ہو

ان سے بہت دور رہے۔ انھوں نے دیکھا کہ ہم مستعد جنگ ہیں تو انھوں نے قسم
اختیار کی کیونکہ اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ تم کو لازم ہے کہ پھر میرے ساتھ رفاقت
اختیار کرو تا کہ تخت و تاج تمھارے ہاتھ میں آ سکے۔ ورنہ یہ امید نہ رکھو کہ ملک و
میراث تم کو ملے گی۔ تم کو لوگوں کے فریب کا حال معلوم نہیں ہے۔ ابھی تم بچہ ہو۔
تم نے دنیا کا تجربہ حاصل نہیں کیا ہے۔ جوانوں کو بڈھوں کے کام کا حال کیا معلوم
جو کچھ کہنا ضروری تھا وہ میں نے کہہ دیا۔ بزرگوں کے قول پر کان دھرنا چاہیے۔

محمد رفیع نے یہ سن کر جواب میں عرض کی کہ میرے باپ کے دو بھائیوں نے خدا کے
نام پر قسم کھائی ہے۔ اس کے علاوہ میرے باپ کے تمام امیروں نے بر سر دربار میرے
ساتھ عہد و پیمان کیا ہے کہ میرے سوا کسی دوسرے کی حکومت وہ قبول نہ کریں گے اور
میرے حکم سے کبھی سرتابی نہ کریں گے مجھے ان کے اوپر اعتبار ہے۔ تمھارے اقبال
سے میری امید بر آئی ہے۔ تمام عمر تمھارے احسان کو فراموش نہیں کر سکتا پھر اس نے
راجہ شغر کے دامن کو بوسہ دیا اور اپنی کم خدمتی پر عذر خواہی کی۔ اور اپنے لشکر کے ساتھ
سرحد اسکردو کی طرف روانہ ہو گیا۔ امام قلی خاں بھی وہاں سے ملک شغر کو واپس ہوا۔

محمد رفیع جب منزل پر پہونچا پہلے اس نے اپنے باپ کے مزار کا طواف کیا
باپ کی قبر کا طواف کر چکا تھا کہ شیر خاں اس کی ملاقات کے واسطے آ گیا۔ اس نے محمد رفیع
خاں کو بوسہ دیا اور بغل گیر ہوا۔ اور کہا کہ تم نے ہماری مشکل حل کر دی۔ دشمن کے پنجہ سے
مجھے رہائی دلائی۔ خداوند کریم تمھاری عمر دراز کرے تم میرے نور نظر اور چشم و چراغ
ہو۔ دنیا میں کون ایسا بیوقوف ہے کہ خود اپنی آنکھ پھوڑے۔ سخن چین بدبخت نے یہ کام
کرایا۔ اور اپنے عزیزوں کے سامنے مجھے خوار کیا۔ اب جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میری خطاؤں
سے مجھے معافی دی جائے تمھارے باپ کا تاج و تخت تم کو مبارک ہو میں اسی وقت رخصت
ہو کر اپنے سرتخشہ کو روانہ ہوتا ہوں۔

پھر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ لوگوں نے محمد رفیع خاں کو تخت پر بٹھایا سب نے
اس کے سامنے گردن جھکائی۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا۔ شیر خاں نے اس طرح
... بانی کا اظہار کیا کہ محمد رفیع کے دل سے تمام شکوک دور ہو گئے۔ محمد رفیع خاں کا بعد بزرگ

اگر اس سے اُس کو تکلیف پہونچے تو ہم اس کے واسطے گناہگار نہ ہوں گے۔ اپنی بداعمالیوں کی اُسے سزا ملیگی۔ اس کام میں صبر کے سوا چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی طرح جبر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔

اسکردو اور کرس کے اوپر جب شیر خاں کا قبضہ ہوگیا تو اُس کے خیالات نے بلند پروازی شروع کی۔ بابر خاں کے پاس اُس نے پیغام بھیجا کہ کرس کو بزور شمشیر ہم نے دشمن سے لیا ہے۔ اب تمھیں لازم ہے کہ اپنی سپاہ تیار کرو تاکہ ملک شغر کی طرف ہمت کی جائے۔ اور بدخواہ کو تخت سے اتار کر ملک سے باہر کیا جائے۔ اس پیغام کے پہونچنے کے ساتھ ہی لشکر لے کر ہماری طرف روانہ ہو جاؤ۔

بابر کو اس کی اطلاع پہونچی تو اُس نے جواب دیا کہ میں دشمن کے ہاتھ سے سخت ناچار ہوں۔ لداخی بودھوں کا خوف کسی وقت میرے دل سے دور نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُن کے پاس فوج بہت زیادہ ہے۔ میرا ملک ان کے ملک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ میرے ملک میں رحیم خاں کے تین بیٹے بڑے فتنہ پرداز ہیں۔ اور آج کل یہ سب میرے مخالف ہیں راجہ شغر نے میری نسبت جابجا قاصد بھیجدیے ہیں کہ میں اپنے ملک سے حرکت کروں تو فوراً میرے ملک پر لشکر کشی کر دی جائے۔ تاہم امداد کے لیے تھوڑی فوج روانہ کرتا ہوں اس سے بدخواہ بیدل ہو جائیگا

شیر خاں کو یہ پیغام پہونچا اور حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ شغر کے جاسوس نے راجہ شغر کو بھی اس کی اطلاع دی کہ دشمن نے تمہاری طرف پھر خیال کیا ہے۔ غافل نہ رہو اور اپنی حفاظت کا انتظام کرو۔ راجہ شغر نے امیر خاں اور اپنے دیگر مشیروں کو طلب کیا اور کہا کہ بدخواہ نے دوبارہ شغر کا قصد کیا ہے۔ اس نے بابر کے پاس آدمی بھیجا ہے کہ کمک میں اپنا لشکر روانہ کرے اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں راجہ لداخ کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوں۔ میرا ملک اُن کے ملک کے ساتھ ملا ہوا ہے اگر میں اپنی جگہ سے حرکت کروں تو خراب ہوں گا۔ علاوہ ازیں اُس نے کہا ہے کہ میرے ملک میں رحیم خاں کے تین بیٹے موجود ہیں جنھوں نے میری مخالفت پر کمر باندھی ہے۔ ان وجوہ سے صرف کچھ سپاہ اس نے بھیجی ہے کہ یہ دشمن کی سرکوبی کے لیے کافی ہوگی اُس کا لشکر کھپلو سے روانہ ہوگیا ہے ہم کو لازم ہے کہ بداندیش کے واسطے کنواں تیار کریں۔ وہ اور اُنہا سے راہ میں اُس کو

تو اس ملک کی تسخیر کے لیے ہمت کی جائے جب قاصد اُس کے پاس پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ بہار آئی ہوئی ہے۔ اسمعیل میر نے قاصد سے کہا کہ آؤ تمہیں دکھلاتے ہیں اور مطلب پر تم کو پہونچاتے ہیں تاکہ تمہارا دل خوش ہو اور میری طرف سے شکوک رفع ہوں۔ دونوں ایک ساتھ قلعہ کے اندر داخل ہوئے قاصد نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد و قسم پر مستحکم ہے اس کے تمام آدمی اُس کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور ہر وقت اُس کے گرد و پیش رہتے ہیں۔
قاصد نے جب اس قسم کا اخلاص اسمعیل میر کا دیکھا تو عجلت کے ساتھ قاسم کے پاس واپس ہوا اور اسمعیل میر کے حالات کا اظہار کیا۔ اور اُس کی بہت تعریف کی۔ اس سے وزیر قاسم کو اطمینان ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ لشکر روانہ ہو جائے اور کرس پر فی الفور قبضہ کر لیا جائے۔ یہ فوج کرس میں پہونچی تو اسمعیل میر نے اپنے وعدے کے مطابق قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور قاسم کو قلعہ کے اندر لے آیا۔ اور اُس کا بیڑا پار ہو گیا۔ صبح ہوئی تو اہل قلعہ یہ حالات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے واسطے نہ ٹھہرنے کی گنجایش باقی رہ گئی تھی اور نہ بھاگنے کا راستہ تھا اور نہ طاقت تھی کہ جنگ کر سکیں۔ اس لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ چار و ناچار اطاعت کریں۔ اس لیے قاسم کو دیکھکر سبھوں نے خوشی کا اظہار کیا۔
ان میں سے ایک وفادار شخص پوشیدگی کے ساتھ نکل کر شغر کی طرف روانہ ہوا۔ شغر میں پہونچ کر تمام حال بیان کیا کہ دیلو نے آکر شہر زرین پر قبضہ کر لیا ہے۔ امیر خاں نے یہ واقعہ سنا تو اس کے چہرے کی بہار خزاں سے بدل گئی۔ راجہ شغر نے نائب کرس کی بیوفائی اور شیر خاں کے قبضہ کرس کا حال سنا تو اس کے منھ سے آہ سرد نکلی۔ امیر خاں کو اس نے بلایا اور کہا کہ تم فکر و اندیشہ نہ کرو اگر دشمن مکر و فریب کے ساتھ ہمارے باغ سے دو سیب توڑ کر لے گیا تو اس سے ہمارا کیا نقصان ہو جائیگا۔ جو لوگ راستی پر ہیں مآل کار کامیاب ہوں گے ان کے باغ میں کبھی خزاں نہیں آتی شیر خاں اس سے پیشتر بھی ہمارے ملک میں آیا تھا آخر خدا نے اُسے خراب کیا۔ اب پھر ہمارے اوپر اس حیلہ گر نے دست درازی شروع کر دی ہے۔ قادر لایزال کی قدرت دیکھو ہمارے ہاتھ سے دشمن کو پھر ذلت نصیب ہوگی ہمیں اُس کے ملک سے کوئی سرکار نہیں ہے۔ اُس کا مال و دولت ہمارے اوپر حرام ہے اب ہمارے لیے لڑائی کے سوا اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ سانپ کے سر کا علاج پتھر ہے

ساتھ لے کر آگے روانہ ہو گیا۔ پوریگ میں پہونچا اور نظر سے غائب ہو گیا۔ کسی نے اُس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ اُس نے سپاہ چھوڑ دی اور صرف چند آدمی لے کر چلا آیا۔ اچھا خاصہ تندرست تھا مگر اپنے آپ کو بیمار بنا دیا"

یہ غالباً وہ زمانہ ہے جب کہ سنہ ۱۰۷۵ ہجری میں عالمگیر شاہنشاہ ہند کے حکم سے نواب سیف خاں نے محمد شفیع کو دیلدن نمگیل راجہ لداخ کی تنبیہہ کے لیے بھیجا تھا شغرنامہ کا بیان اس خط کے مضمون سے شروع ہوتا ہے جو غالباً اس فوج کے سردار نے بابر کو لکھا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

تائید ایزدی سے میں پوریگ میں پہونچ گیا ہوں۔ اب کافروں کا پیٹ تلوار سے چاک کروں گا۔ جن مسلمانوں کو اُس (راجہ لداخ) نے قید کیا ہے۔ ان سب کو خلاصی دلاؤں گا۔ اور کافروں سے اس سرزمین کو پاک کروں گا۔ البتہ اگر ایمان لائیں تو چھوڑ دوں گا۔ میں نے غزا کا عزم کر لیا ہے۔ تاکہ رضائے خدا حاصل کروں۔ شیر خاں کو بھی میں نے اپنے پاس بلایا ہے کہ فوج شاہی میں داخل ہو جائے۔ اُس کا جواب پہنچا ہے کہ میں کمربستہ خدمت میں آرہا ہوں اب دونوں شیروں کو غزا کے قصد سے میری طرف جلد بڑھنا چاہیے تاکہ ہم سب صلاح و اتفاق کے ساتھ اہل نفاق کی بیخ کنی کریں اس راستہ سے مجھے واقفیت نہیں ہے۔ اس لیے تم دونوں فوج لے کر مدد کے لیے آجاؤ۔ اپنے ساتھیوں کی مدد سے دشمنوں پر فتح ملے تو ان کے منصب و عزت میں اضافہ کروں گا۔ اور کوئی کام ایسا نہ کروں گا جو انھیں ناگوار خاطر ہو۔ میری طرف سے تم دلجمعی رکھو۔ مجھ سے فائدہ کے سوا تم کو نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ اگر تمھارے حق میں کوئی ضرر پہونچاؤں تو مجھے اپنی زندگی سے فائدہ نہ پہونچے

یہ حال شیر خاں کو معلوم ہوا تو اُسے بہت مسرت ہوئی۔ وہ اسکردو سے ایک دانہ بلور اپنے ساتھ لایا تھا جو موتی کی طرح صاف تھا۔ یہ نایاب موتی اُس نے نواب کو نذر کر دیا وہ اس پیش کش سے بہت خوش ہوا۔ اور علی قلی خاں کو اس کے سپرد کر دیا۔ کہ نواب کی طرف سے اس کی عزت افزائی کی جائے۔ اور شیر خاں کو مہم لداخ پر روانہ کر دیا۔ لداخ سے واپس ہونے پر شیر خاں علی خاں کو گرفتہ میں لایا۔ اور گول میں ایک

گرفتار بلا کریں۔

امیر خاں اور دیگر دلاوران نے جواب میں عرض کی کہ تم خاطر جمع رکھو ہم تمھاری خدمت اور مخالف کی مدافعت کے لیے کمربستہ و تیار ہیں۔ اس وقت دشمن کے ساتھ جنگ کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ بہتر یہ ہوگا کہ محمد رفیع کو فریب کے ساتھ زیر کریں۔ ہمیں چاہیے کہ اس کے ساتھ اس طرح یارانہ گانٹھیں کہ اُس کے دل پر ہماری طرف سے کسی قسم کا غبار باقی نہ رہے اور تم کو بطریق احسن اپنی سرحد میں واپس لے آئیں۔

جب اس مصلحت پر اتفاق ہوگیا۔ تو اُس کے مطابق عمل شروع کر دیا گیا۔ اور دونوں محمد رفیع کے پاس روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے ظاہر کیا کہ جب سے تم نظر سے غائب ہوئے ہو ہماری آنکھوں کا نور جاتا رہا ہے۔ دنیا کا آرام و آسائش اور خواب و خور ہم پر حرام ہو گیا ہے۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تمھارا دیدار نصیب ہوا تمھاری صورت دیکھ کر دیدہ میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوا۔ اب تمھاری خدمت میں کمربستہ حاضر ہیں تمھاری خوشی کے واسطے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں تاکہ تمھاری مشکلات آسان ہوں۔ دشمن تمھارا مطیع ہوگیا۔ تمھارے باپ کا تاج و تخت تم کو مبارک ہو۔ راجہ شغر کو اپنے ملک سے اب واپس کر دینا چاہیے۔ اُس شہریار کی تعظیم و تکریم ہمارے اور نیز تمھارے اوپر فرض ہے۔ اُس کے اقبال سے ملک تمھارے ہاتھ میں آیا اور دشمن نے سیکڑوں شکستیں کھائیں۔ اب لازم ہے کہ ہم اُس کی پابوسی کی سرافرازی حاصل کر کے اپنے آپ کو نازی بنائیں۔ کلام خدا کو ہم درمیان میں رکھتے ہیں جب کہ سب لشکر کے ساتھ قول و قرار اور عہد و پیمان ہو جائے تو تمھارے کام کے واسطے سب جلد و جہد شروع کر دیں گے۔ ہماری طرف سے بھی کسی کو کوئی اشتباہ باقی نہیں رہیگا۔ سب تمھارے مددگار ہو جائیں گے اور دوست و دشمن سب تمھاری خدمت کو فخر سمجھیں گے۔

محمد رفیع نے یہ باتیں سنیں تو خوشی کے مارے اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ ان باتوں سے اس کا دل باغ باغ ہوگیا۔ اُس نے اپنا تمام لشکر طلب کیا۔ اور اپنے تمام حشم و خدم کو ساتھ لے کر راجہ شغر کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔

اس کے بعد یہ ذکر ہے کہ شیر خاں نے سپاہ کو اپنے سرحد میں چھوڑ دیا۔ اور چند آدمی

آزردہ کیا ہے۔ اُس کے برابر حیلہ باز آدمی میں نے اپنی عمر میں نہیں دیکھا مجھے اُس کی طرف سے دلی نفرت ہوگئی ہے۔ اس کے رشتہ سے مجھے بڑی شرمندگی ہے اور یہ بوجھ میرے دل سے کسی وقت دور نہیں ہوتا۔ میں نے اُس کی تمام فوج کو خراب کر دیا ہے اب میری یہ خواہش ہے کہ تم اپنے بیٹے کی شادی میری بیٹی کے ساتھ کرلو اور اس طرح ہمارے اتفاق کو دوامی استحکام دو۔ پھر ہم دونوں مل کر ان بدکرداروں کی سرکوبی کرینگے

شاہ شغر نے اُس کا جواب دیا کہ سنگ خارا کو کتنی ہی کیوں نہ جلادی جاے۔ وہ لعل نہیں بن سکتا۔ لیکن دوستی اور اتحاد ہر حالت میں اچھی چیز ہے اُس کو نسبت کے بغیر بھی استحکام دیا جا سکتا ہے۔ راجہ لداخ نے راجہ شغر کی طرف سے مایوس ہو کر حاتم خاں کی امداد کی غرض سے کھپلو پر حملہ کر دیا۔ جب اس کی فوج نے دست درازی شروع کی تو مسلمانوں کو نہایت پریشانی ہوئی۔ اور یعقوب خاں بہت گھبرایا۔ لیکن تدبیر کے ساتھ اُس نے لداخیوں کو اپنے ملک سے نکالا۔ حاتم کو اس کی خبر ہوئی۔ اُس نے یعقوب سے کہا کہ تم نے ہماری فوج کو کیوں ملک سے نکالا۔ تم کو میرے خالو کی تلوار کا خیال نہ آیا۔ اور اس حرکت ناشایستہ کے مرتکب ہوے۔ یعقوب خاں نے جواب دیا کہ اپنے خالوے نابکار پر تم گھمنڈ نہ کرو۔ لداخیوں کے ظلم و ستم سے میرا دل جل گیا اس لیے میں نے گیاپو سے علیحدگی اختیار کی۔ یاران روشن ضمیر نے یعقوب کے اوپر رشک کیا کہ تم نے بڑا کام کیا کہ اس لشکر نابکار کو ملک سے نکال دیا۔ انھوں نے تمھارے قتل پر کمر باندھی تھی کہ تمھیں مار کر حاتم خاں کو تمام ملک کھپلو پر متسلط کر دیں۔

یہ بھید معلوم کر کے یعقوب کو حاتم کے اوپر بہت غصہ آیا۔ اور حاتم خاں کی تسخیر کی تیاری اُس نے شروع کر دی۔ کھپلو سے نکل کر سرحد سالنگ پر لشکر جمع ہوا۔ قلعہ سالنگ کا محاصرہ کیا گیا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ اہل قلعہ کو شکست دے کر یعقوب نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے ہلدی کا رخ کیا۔ حاتم فوج لے کر قلعہ ہلدی سے باہر نکلا یعقوب نے یہ دیکھکر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حاتم کو گرفتار کیا جاے۔ ایک خونریز معرکہ ہوا۔ حاتم ہٹ گیا۔ یعقوب کی فوج اس کامیابی کی خوشی میں قلعہ پر چڑھ گئی۔ اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوگئی۔ اور لوٹ مار میں مصروف ہوئی۔ حاتم نے پیچھے سے ایک زبردست حملہ

محل تعمیر کرکے اُسے آباد کردیا۔ یہ علی قلی خاں کون تھا کچھ دریافت نہیں ہوا۔

شیر شاہ کے حملۂ لداخ کے متعلق عام روایت کا ایک واقعہ اس موقع پر قابل ذکر
معلوم ہوتاہے کہ شیر شاہ چگتن و پودھ کھرپو کا انتظام درست کرکے لداخ کی طرف روانہ
ہوا اور لوٹ مار کرتا ہوا اتنگ موگانگ پہونچا۔ اس جگہ کے قلعہ کو غارت کرکے بزگو پہونچا
یہاں کا قلعہ بھی اُس نے ویران کیا۔ اور جو جائداد اس کے ہاتھ لگی اُس کو لے کر براہ داہ ہنو
اسکردو کو واپس ہوا۔ گرکونو میں پہونچا تو لوگوں نے اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ بودھوں
کے گونپہ جات کا مال واسباب جو لوٹ کر لایا ہے اگر اپنے ملک میں لے گیا تو اُس کے
لئے مبارک ثابت نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ اُسے انھیں بودھوں کے ملک میں اس طرح گم کیا جائے
کہ کسی کو اس کی خبر نہ رہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ گرکونو پہونچ کر بوجہ طمع نفسانی
اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اکثر حصہ اس مال غنیمت کا اس طرح پس وپیش کر دینا چاہئے کہ
کسی کو خبر نہ ہو تاکہ فوج میں تقسیم کرنے سے بچ جائے۔ بعد میں وہ خود اُسے اپنے تصرف
میں لے آئیگا غرض کہ اصلی وجہ کچھ ہی ہو واقعہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ شیر خاں نے یہ انتظام
کیا کہ گرکونو اور دورچکیس کے درمیان دریائے سندھ کے بائیں کنارہ پر جو دشوار گذار سنگلاخ
ہے اُس کے درمیان اس مال واسباب کو دفن کردیا جائے چنانچہ اُس نے اپنے
اعتباری آدمیوں کی سپردگی میں اس اسباب کو اس موقع پر پہونچادیا۔ جب یہ بدقسمت
آدمی اس حکم کی تعمیل کرکے واپس آرہے تھے۔ انھیں آرخ کے اوپر سے گرا کر بحر فنا
میں پہونچادیا۔ اور اس طرح سے اس دفینہ کا علم کلیتہ زائل کردیا۔ جس سنگلاخ کے
درمیان اس دفینہ کے رکھے جانے کا خیال کیا جاتا ہے اسے آج تک "مقپون ای سیر"
یعنی خزانہ مقپون کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعد میں یہ دفینہ یہاں سے شیر شاہ نے خفیہ طور پر
نکال لیا ہو یا دوسروں کے ہاتھ آگیا ہو۔ میں اس کی تلاش میں اُس جگہ گیا۔ مگر مجھے کوئی
علامت اس دفینہ کی باوجود بہت کچھ تگ ودو کرنے کے نظر نہیں آئی۔ غرض کہ اس
مہم کے بعد شغرنامہ کا بیان اس طرح ہوتا ہے۔

راجۂ لداخ شیر خاں کی نسبت سے بہت پشیمان اور اُس کے کام سے بہت آزردہ
ہوا۔ اُس نے شغر میں ایلچی بھیجا کہ میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ شیر خاں نے مجھے بہت

کھپلو پہونچا۔ راجہ شغر نے اس بے انصاف باپ کی گرفتاری کی غرض سے کرس پر چڑھائی کی اور کرس کا محاصرہ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امیر خاں کو قلعہ مطلوبہ سپرد ہوا اور اس کی جملہ مشکلات حل ہو گئیں۔ اب دونوں بھائیوں نے راجہ شغر کے پاس حاضر ہو کر عقیدتمندی کا اظہار کیا دونوں پر راجہ نے الطاف خسروانہ مبذول کیے۔

امیر خاں جب کھر کو میں فوت ہوا تو اس کا بھائی حاتم خاں امام قلی خاں سے برگشتہ ہو کر شیر خان کے ساتھ مل گیا۔ اس کے اوپر مثل صادق آئی کہ نمک کھایا اور نمکدان کو توڑ کر پھینک دیا۔ اب وہ شیر خاں کے ساتھ قلعہ کورد کی تسخیر کے لیے حملہ آور ہوا۔ اس قلعہ میں میر ملک قلعہ دار تھا۔ اس کے اوپر شیر خاں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور ناکام واپس ہو گیا بعد میں یہ قلعہ دار اس قلعہ سے تبدیل ہوا۔ اس وقت جاسوس نے شیر خاں کو خبر دی کہ اب موقع ہے جلد دھاوا کرو۔ رات کے وقت حاتم خاں فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ لوگ بظاہر سو گئے تھے مگر دراصل حاتم خاں کا انتظار کر رہے تھے اس کے وارد ہونے پر سب نے اظہار اطاعت کیا۔ حاتم خاں جب قلعہ کورد پر متسلط ہو گیا تو اس نے راجہ شغر کے قلعہ دار کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ میں نے راجہ کا نمک بہت کھایا ہے۔ جب تک زندہ ہوں اس کے احسانات کو بھول نہیں سکتا۔ مجھے صرف اپنی میراث کی تلاش تھی وہ مل گئی۔ اس سے زیادہ میری کوئی غرض نہیں ہے۔

راجہ کو اس فساد کی خبر ہوئی تو وہ حاتم خاں کی تسخیر کی غرض سے نکلا۔ محمد رفیع کو بلایا اور فوج نے شغر سے نکل کر نر میں ڈیرہ جمایا۔ امام قلی خاں اسکردو میں کھر پوچھے کا محاصرہ جاری رکھنے کی غرض سے ٹھہر گیا۔ بہرام وحسن دو توں کو حاتم خاں کی سرکوبی کے لیے بھیجا انھوں نے پہونچ کر حکم دیا کہ کھیتوں کی فصل اُکھاڑ کر پھینک دیں۔ اور درختوں کا نام و نشان زمین پر باقی نہ رکھیں۔

شیر خاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی وہ لشکر لے کر تخمشہ سے روانہ ہوا۔ اور پرکوتہ میں آکر ٹھہرا۔ اس نے حکم دیا کہ عزیز خاں اور قاسم ایک طرف سے جا کر حاتم خاں کی امداد کریں۔ انھوں نے کورد پہونچ کر ایک طرف کو گھیر لیا۔ حاتم خاں کو اس سے بڑا اطمینان ہوا چند روز بعد کر تخمشہ کی فوج نے شغر کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور سخت معرکہ ہوا ہر دو طرف کے

کردیا۔ اور یعقوب کی فوج کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ یہ شکست کھا کر یعقوب اپنی انگلی دانت سے کاٹتا ہوا کھپلو کو واپس ہوا۔

"یعقوب کے اس شور و شر سے حاتم کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے خالو نے باوجود اپنی تمام تدابیر اور دور اندیشی کے راجہ شغر کی اطاعت قبول کی ہے۔ اگر میں بھی اُس کی پابوسی کروں تو میرے لیے اچھا ہوگا۔ اور میرے دشمنوں کو اُس سے خوف پیدا ہوگا۔ یہ مصلحت کر کے اُس نے اپنے تجربہ کار وزیر کو راجہ شغر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میرا گناہ معاف کرو۔ میں اب تک تمھاری اطاعت سے غافل رہا۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ تمھاری مہربانی سے مجھے میرے باپ کی میراث ملی ہے۔ میں اپنی بے عقلی سے اُس زمانہ ساز گیالپو ہے لدراخ کی دوستی کے خیال میں اب تک رہا ہوں تو بہ خدا کو بھی قبول ہے۔ تم بھی میری خطا سے درگذر کرو۔ بپاس خاطر خالو کے میرا گناہ بخش دو۔ اب میں اپنے آپ کو تمھارے حکم کا تابع بناتا ہوں اگر اس میں ذرا کوتاہی ہو تو مجھے بے دین سمجھا جائے۔

راجہ شغر نے یہ عاجزی دیکھکر حاتم کا گناہ معاف کردیا اور کہا کہ میں تمھارا مددگار ہوں تم فکر نہ کرو۔ تم بتوں کو ترک کر کے اب خدا کی یاد کی طرف مائل ہوئے۔ میں دل سے تمھارا دوست ہوں۔

یعقوب نے یہ ماجرا سنا تو وہ بہت گھبرایا۔ اس نے بھی راجہ شغر کے پاس زاری کی کہ اپنے بچوں کی طرح میرے اوپر بھی شفقت کی نظر رکھو اور کفار کے آسیب سے مجھے بچاتے رہو۔ اس شیر دل نے یہ جواب دیا کہ جنگ حاتم سے تم کو شرمندہ نہیں ہونا چاہیے تمھارے ملک کے اوپر کسی کو طمع نہیں ہے۔ بشرطیکہ تم بھی کسی دوسرے کے ملک پر طمع نہ کرو۔ تمام خرابیاں طمع سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس طرح سے کھپلو کی پیچیدگیوں کا خاتمہ ہوا

کرس میں احمد میر راجہ تھا اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک امیر خاں اور دوسرا حاتم خاں باپ نے اپنے ملک کے دو حصے کر دیے تھے۔ امیر خاں کو کرس میں حصہ دیا تھا۔ اور حاتم خاں کو کوردمیں۔ یہ حصے کم و بیش تھے اور اسی بنا پر دونوں کے درمیان تنازعہ ہوا۔ امیر خاں شغر چلا گیا۔ اور راجہ شغر کے پاس فریادی ہوا۔ حاتم خاں بغرض استمداد

یہ مشورہ کرکے علی شاہ نے ایک سمجھدار آدمی کو بلایا اور کہا کہ تم راجہ شغر کے پاس جاؤ۔ پہلے ہماری طرف سے دعاؤ سلام پہونچاؤ پھر کہو کہ تمہارے خالو علی شاہ کو تمہارے دیدار کا بڑا شوق ہے۔ اُس نے تمہاری کوئی خطا نہیں کی ہے۔ اگر تمہارا دوسرا خالو شیر شاہ تمہارا دشمن ہے۔ تو تمہارے سامنے اُس کا ذمہ لیتا ہوں۔ شیر شاہ اپنے کردار سے شرمسار ہے۔ اب جنگ کا خیال اُس کے دل سے جاتا رہا اور صلح کی طرف مائل ہے۔ انسب ہے کہ اُس کی خطا معاف کی جائے۔ میں خود صلح کے واسطے درمیان میں آتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم میری اس دعوت کو قبول کروگے۔ شیر خان تمہارا خالو ہے۔ اور خالو کے ساتھ رعایت کرنی مناسب ہے۔ محمد رفیع بچہ ہے اگر تم نے اُس کو صاحب اختیار بنایا تو اُس سے فیض کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

یہ آدمی راجہ شغر کے پاس پہونچا اور حقیقت بیان کی۔ راجہ نے جواب دیا کہ میں تمہاری صلح پر راضی نہیں ہوں میں نے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے۔ محمد رفیع پر تم نے ظلم کیا ہے اُسکی میراث چھین لی ہے۔ قلعہ کرتخشہ میں شیر شاہ کو حوالہ کروں گا۔ گر محمد رفیع کے باپ کا قلعہ محمد رفیع کو ملنا چاہیے۔ اس بارہ میں مزید گفت وشنید بیکار ہے۔ علی شاہ کو یہ پیغام پہونچا تو دم بخود رہ گیا۔

شیر شاہ کو صلح سے ناامیدی ہوئی تو اُسے نہایت رنج ہوا۔ اس فکر و تردد کی حالت میں اُس نے علی شاہ کو بلا کر کہا کہ میں اس جگہ گرفتار بلا ہو گیا ہوں۔ عیال میرا جدا ہے۔ نہ میری خبر انہیں پہونچتی ہے۔ نہ ان کا حال مجھے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بڑا رنج ہے۔ علی شاہ نے جواب دیا کہ ایسی باتوں سے تنگ نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے وزیر کو بلاؤ وہ تمہیں نیک مشورہ دیگا۔ قاسم حاضر ہوا۔ اُس سے پوچھا کہ اس معاملہ میں تمہاری کیا صلاح ہے۔ قاسم نے جواب دیا کہ تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس انتظام کو میرے اوپر چھوڑ دیا جائے۔ میں لشکر کو خورا ک بہم پہونچاؤں گا۔ بھوک کی تکلیف رفع ہو گئی تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔

شیر خاں کو وزیر قاسم کے اس جواب سے بڑا اطمینان ہوا۔ رات ہوئی تو قاسم نے چالیس مزدور بلائے اور غلہ لاد کر بھیج دیا۔ راتوں رات یہ کارواں پہاڑ کے دامن پر پہونچگیا مرپل میں پہونچے تو دشمن نے پکڑ لیا۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ کچھ قید ہوئے اور کچھ رات کے

بہادروں نے بڑی بہادری دکھلائی آخرالامر شیر خاں کے لشکر کو شکست ہوئی

قاسم خاں کو اس واقعہ سے بڑا تردد پیدا ہوا۔ اُس نے ایک تجربہ کار پیر مرد کے ذریعے شیر خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ میدان جنگ میں ہم دشمن پر فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ بہتر ہے علی قلی خاں کو بھیجا جائے وہ اپنی چالاکی سے دشمن کو زیر کریگا۔ اور اہل شغر اُسے دیکھ کر اس کی طرف ہو جائیں گے۔ چنانچہ علی قلی خاں میدان جنگ میں پہونچ گیا۔ اُس نے لشکر شغر کو یہ پیغام بھیجا کہ جو شخص ہمارے ساتھ اتفاق کریگا۔ اُس کو انعام واکرام سے مالا مال کریں گے اور جو لڑائی کریگا۔ اُس کا سر اُڑا دیں گے۔ جاسوسوں نے یہ پیغام عوام وخواص لشکر شغر کو پہونچا دیا۔" مآل کار کیا ہوا شغرنامہ میں مذکور نہیں ہے۔

قلعہ کھرپوچھے کی تسخیر میں اب تک امام قلی خاں کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ قلعہ کے لشکر نے سات ماہ تک میدان کارزار گرم رکھا۔ اور دشمن کو اپنے اوپر راہ نہیں دی لیکن جب کہ قحط اُن پر غالب آیا تو اُن کی ہمت پست ہوئی۔ کیونکہ پیٹ کی دشمنی کا مقابلہ قلعہ کے استحکام کی مدد سے نہیں ہو سکتا۔ سپاہ محصور نے تنگ ہو کر قاسم سے کہا کہ اس قلعہ میں تم شیر خاں کے نائب ہو۔ ہم خود اُس سے تنگ ہیں۔ امام قلی خاں کے پاس چلے جاؤ کہ ہماری اور تمھاری دونوں کی عزت رہ جائے۔ شیر خاں کو بھی اپنے ساتھ لیجاؤ۔ اس میں فائدہ ہے۔ نقصان نہیں ہے۔ ورنہ ہم سب امام قلی خاں کی اطاعت کے لیئے تیار ہیں۔ قاسم نے یہ حال دیکھا تو فوراً قلعہ سے نکل کر روانہ ہوا اور راتوں رات شیر خاں کے پاس پہونچا اور تمام حقیقت بیان کی۔ شیر خاں کو یہ حالات سن کر بہت رنج ہوا۔ علی شاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ بھی شیر خاں کے پاس آیا۔ اور پوچھا کہ کیا ماجرا ہے بحقیقت خاں سنی تو وہ بھی بہت متردد ہوا۔ آخر کار غور وفکر کے بعد علی شاہ نے شیر خاں سے کہا کہ مجھے راجہ شغر کے ساتھ کوئی عداوت نہیں ہے۔ اس کی بدخواہی مجھ سے کبھی نہیں ہوگی لیکن اگر تم میری بات قبول کرو تو میں تمھارے اور راجہ شغر کے درمیان ایلچی کا کام کرنے کو تیار ہوں۔ شیر خاں نے جواب دیا کہ تمھاری بات سے ہرگز انکار نہ ہوگا علی شاہ نے کہا کہ پہلے میں امتحاناً اپنا ایک آدمی راجہ شغر کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر اس نے اطمینان دلایا کہ وہ میری بات قبول کریگا۔ تو میں خود اُس کے پاس جاؤں گا۔

بلندی پستی کے ساتھ بدل گئی۔ انسان جس کا نان و نمک کھاتا ہے۔ اگر اُس کی نمک حرامی کرے تو کتا اُس سے بہتر ہے۔ جو شخص کسی کے حق میں ناحق کریگا خود بخود ٹھوکر کھائے گا شیر خاں نے رفیع خاں کے ملک میں نقصان پہونچانا چاہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی خواری کرلی امام قلی خاں کے شہر میں ظالمانہ طور پر دستبرد کی ان دونوں نے مل کر شیر خاں کو خوار و ذلیل کیا۔

قلعہ کے اندر جب خوراک کی تکلیف ہوئی تو لوگ نہایت پریشان ہوئے۔ شیر خاں نے حیلہ و بہانہ سے لوگوں کی دلجمعی کرنی چاہی۔ لیکن خالی باتوں سے پیٹ نہیں بھرتا جنگ کا ارادہ کیا تو شکست نصیب ہوئی۔ اب وہ ہر طرح سے لاچار ہو گیا۔ علی شاہ کو بلا کر کہا کہ اب دشمن کے نرغہ میں پھنس گیا ہوں۔ نہ بھاگنے کا راستہ ہے اور نہ مقابلہ کی طاقت ہے۔ اب دشمن کے پنجہ سے کس طرح نجات ہو۔ علی شاہ نے جواب دیا کہ تم قاسم کو راجہ شغر کے پاس بھیجو کر عرض کرے اب بہت کچھ ہو چکی۔ میں اپنی حرکات سے شرمسار ہوں۔ میرے قتل کے پیچھے نہ پڑو اور میرے بچوں کے حال پر رحم کرو انہیں میرے مارے جانے کی خبر پہونچی تو وہ زندہ درگور ہو جائیں گے۔ قلعہ کھرپوچے کو میں تمہارے حوالہ کرتا ہوں اور مدت العمر تمہارا فرمانبردار رہوں گا۔ میرے عیال کو قلعہ سے بھیج دو کہ مجھے سہارا رہے علی شاہ نے شیر خاں کو سمجھایا کہ قاسم پر تم کو بہت اعتبار ہے وہ جائے اور راجہ شغر کو یہ پیغام سنائے امید ہے کہ وہ اسے مان لیگا۔ جھوٹ بولنے میں تمہاری شہرت ہو چکی ہے اور جھوٹ میں کامیابی ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ تم نے ہمیشہ جھوٹ پر عمل کیا ہے۔ اور اپنی مشکلات اسی حکمت سے حل کرتے رہے ہو۔ اب تمہاری زبان پر اعتبار نہیں رہا ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو امید نہیں کہ راجۂ شغر کے پنجہ سے تم کو نجات ملے

شیر شاہ نے یہ صاف صاف باتیں سنیں تو اُس کی عقل ٹھکانے آئی۔ قاسم کو طلب کر کے یہ تمام قصہ سنایا اُسے اس ذلت پر بڑا رنج ہوا مگر بے بس تھا۔ یہ پیغام لے کر روانہ ہوا جب راجہ شغر کو اُس کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنا دربار آراستہ کیا۔ تمام ارکین حکومت اور سرداران فوج جمع ہوئے جب قاسم حاضر دربار ہوا تو یہ جاہ و جلال دیکھ کر اُس کے دل پر ہیبت طاری ہوئی۔ جب اسے بولنے کی اجازت ملی تو پہلے اُس نے راجہ شغر کی پابوسی کی پھر رفیع خاں کی پابوسی کی۔ امام قلی۔ بابر اور امیر خاں کی تعظیم کی بعد ازاں مدح و ثنا

اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ گئے۔ غلہ سب دشمن کے ہاتھ آگیا۔ شیر خاں نے یہ حال سنا تو اُسے بہت غصہ اور رنج پیدا ہوا۔ البتہ امام قلی خاں کو اس واقعے سے نہایت خوشی ہوئی اور اپنے آدمیوں کی بہادری کی اس نے داد دی۔

قلعہ میں خوراک کی تکلیف پیدا ہوئی تو شیر خاں کا لشکر جان سے بیزار ہوا۔ عزیز خاں اور اس کے آدمی سب غلہ کی تلاش کرنے لگے۔ بڑی جستجو کے بعد باغ غوڑد میں دو تین گھٹے غلہ کے ملے۔ مگر اس کو جب نو سو آدمیوں کے درمیان تقسیم کیا گیا تو فی کس ایک سیر سے زیادہ حصہ میں نہیں آیا۔ دو تین دن اس طرح بسر ہوئے اس کے بعد پھر بھوک کی تکلیف ہوئی۔ جب غلہ کی کوئی صورت نہ معلوم ہوئی تو بڑی مایوسی پیدا ہوئی۔ عزیز خاں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اب تم کو ہاتھ پاؤں ہلانے چاہئیں۔ لوگوں نے جواب کہ حرکت کہاں کریں۔ عزیز خاں نے کہا کہ کاچینہ کی طرف دھاوا کرو۔ سندوس سے اس راستہ پر لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس طرح ہمارے درد کا علاج ہو جائے۔

کچھ آدمی اس لیے روانہ ہوئے کہ جس طرح ہو سکے گا۔ غلہ لائیں گے۔ راستہ پر گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے۔ اور آئے گئے کو مار کر غلہ چھین لیں گے۔ اتنے میں ایک آدمی گھوڑے پر آٹا لادے ہوئے اس طرف سے گذرا ان لوگوں نے کمین گاہ سے نکل کر اس پر حملہ کیا۔ یہ شخص دور سے ان آدمیوں کو دیکھکر شور کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگا۔ سندوس سے لوگ اس جوان کی امداد کو نکلے اور انھوں نے ان فاقہ کشوں سے یہ مال غنیمت واپس لے لیا۔ اس پر لڑائی ہوئی طرفین کے تھوڑے تھوڑے آدمی کام آئے۔ قلعہ کے اندر بھی کچھ آدمیوں کا نقصان ہوا۔ عزیز خاں کو اپنی بدبختی پر بڑا رنج ہوا کہ میری قسمت میں شکست کے سوا اور کچھ نہیں لکھا ہے۔

خداوند کریم جس کو عزت دیتا ہے وہ دوسروں کے جال میں نہیں آتا۔ اور جس کے نصیب میں ذلت ہوتی ہے وہ حیلہ وبہانہ سے اپنی تقدیر کو بدل نہیں سکتا۔ شیر خاں نے بہت غداری کی۔ اور خود تکلیف کو مول لیا۔ اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان پر قائم نہ رہا اور یہی باعث اُس کی خواری کا ہوا۔ اپنے خویشوں کی میراث پر دستبرد کرنی چاہی اور عاجزوں کو تنگ کرنا شروع کیا جب اس نے زیردستوں پر زبردستی اختیار کی تو قدرتاً اس کے اقبال کی

شوکت کے ساتھ راجہ شغر اسکردو کی طرف روانہ ہوا۔ وہ حدود اسکردو میں پہونچا تو تمام میدان فوج سے بھر گیا۔ اور دشمن کا حوصلہ پست ہوا جب رات گذر گئی اور دن کی روشنی نمودار ہوئی تو امام قلی نے راجہ شغر کے پاس ایلچی بھیجا کہ تم نے ہمارے نورِ چشم کو سرافراز کیا۔ جو شخص یتیموں کی مدد کرتا ہے۔ خدا اُس کو اجر دیتا ہے۔ آپ قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ کی جگہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے تو اسے معاف کریں۔ اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس موقع پر اگر تم نے دستگیری کی تو محمد رفیع کامیاب ہے آپ بے کھٹکے چلے آئیں اور ہم کو اس عذاب سے نجات دلائیں اگر ہماری طرف سے تم کو دلجمعی نہیں ہے تو ہم کلام اللہ درمیان میں رکھکر تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ بدعہدی ہم سے نہ ہوگی۔

ایلچی سے یہ پیغام سُن کر راجہ شغر نے بہرام سے یہ کہا کہ اپنے باپ کی باتیں تم نے سُنیں اُس نے جواب میں عرض کی کہ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ راجہ شغر کا مقابلہ دشمن نہیں کر سکتا سب آپ کے منتظر ہیں جس وقت آپ منزل مقصود پر پہونچتے ہیں تو تمام رعایا ے آپ کی اطاعت کے لیے حاضر ہے۔ راجہ نے حکم دیا کہ لشکر اسکردو میں داخل ہو اُس فوج کو دیکھکر دنیا شیر خاں کے اوپر تاریک ہوگئی۔

شیر شاہ سے بھائی (غالباً امام قلی) کی طرف سے یہ مراسلہ راجہ شغر کے نام پہونچا کہ۔ خدا ہر ایک کام میں تمہارا مددگار رہے اور تمہاری تمام مرادیں حاصل ہوں اور او کرم ہماری طرف جلدی کرو کہ دشمن کا حوصلہ ٹوٹے۔ محمد رفیع خاں کو اپنے ساتھ لاؤ۔ ہم تمہارے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور تمہارے انتظار میں ہیں۔ شیر خاں بھی اگرچہ اپنا بھائی ہے مگر اُس کی حرکات سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ مجھے اسقدر طاقت نہ تھی کہ اُس کا مقابلہ کر سکتا اس لیے تن بتقدیر اب تک خاموش رہا۔ ظلم وستم کی طرف اُس کی رغبت زیادہ ہے اور بیکس ولاچار آدمیوں کو ہمیشہ تنگ کرتا ہے۔ مرحوم کے یتیموں اور بچوں کو اور محمد رفیع کے جیسے معصوم کو زندان محنت میں گرفتار کیا اور مرحوم کے رشتہ داروں کو خوار و ذلیل کیا۔ ان بد کرداریوں سے میں نے اسے روکا۔ لیکن اس کا اُلٹا اثر ہوا کہ وہ میرا بھی دشمن ہوگیا۔ محمد رفیع اُس کے ہاتھ سے جب آزاد ہوا تو مجھے کمال اطمینان حاصل ہوا۔ جو شخص ظلم وستم کا خوگر ہوا آخر الامر اُسے خواری نصیب ہوتی ہے۔ وہ بلاوجہ تمہارے ملک میں داخل ہوا۔ بدی کی تھی۔ اس لئے ہم نے

کرکے شیر خاں کا پیغام بیان کیا۔"

اس کے بعد پھر سلسلۂ واقعات ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر بعد کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ محمد رفیع اسکردو میں قائم ہو گیا۔ اور شیر خاں کا اہل و عیال اُس کے پاس بھیج دیا گیا۔ بعد ازیں شغر نامہ کا بیان اس طرح شروع ہوتا ہے جو کہ بظاہر شیر خاں کے دوسرے حملہ اسکردو کا احوال ہے جس کے دوران میں محمد رفیع شغر میں پناہ گزیں ہو گیا اور شیر خاں نے اس کی حوالگی کے لیے کوشش شروع کی اور بہرام کو ایلچی کے طور پر شغر میں بھیجا۔

راجہ شغر نے بہرام سے اُس کی درخواست سُنی تو اُس کی باتیں اُسے بعید از قیاس معلوم معلوم ہوئیں۔ محمد رفیع کی طرف رخ کر کے اس سے کہا کہ تمھارے مخالف ہمیشہ تمھارے مطیع رہیں۔ میری بات سنو کہ تمھارے دل کا رنج دور رہے۔ بہرام کی چکنی چپڑی باتوں پر نہ جاؤ اگر تم دشمن کے نرغہ میں آگئے تو بہرام کو اس کی کیا فکر ہے۔ اس کا باپ ایسا فیلسوف ہے کہ جادو کے زور سے ایک بال کی سو شاخیں بنا سکتا ہے وہ اپنے بیٹے کو یقیناً دشمن کے پنجہ سے چھڑا لیگا لیکن تم کو کدو کی طرح کٹوا دیگا۔ جو کچھ کہنا تھا وہ میں نے تم کو از روے محبت سنا دیا سچ بات کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ مگر انجام اس کا ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے اگر میری بات مانتے ہو تو کمر باندھو اور جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ دشمن کو مسخر کرو۔ اور خیل و حشم کے ساتھ اسکردو میں داخل ہو جاؤ۔

محمد رفیع نے یہ باتیں سنیں تو اُس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اُس نے جواب میں عرض کی کہ میں اس وقت بیکسی کی حالت میں ہوں اگر تم میری مدد کرو تو میرا بیڑا پار ہو سکتا ہے خدا تم کو اس کا اجر دیگا۔ راجہ نے اسے دلاسا دیا کہ جہاں تک ممکن ہے میں تمھاری مراد بر لانے میں کوشش کروں گا۔

راجہ نے حکم دیا کہ فوج تیار ہو جاے اور اسکردو پر دھاوا کیا جاے۔ لشکر نے اسکردو کا رخ کیا۔ امیر خاں۔ حسن میر۔ سلطان خان۔ حاتم۔ دولی۔ بنو طو حسن۔ بنو پا محمد۔ گل ملک گل بیگ۔ تقی۔ سنی پا بہادر۔ حمزہ۔ فریدوں۔ پادشاہ قلی۔ سلطان قلی۔ تروم ناے۔ شیر بلو بیگ تو خان۔ فرہاد۔ جہانگیر ۲ آگے آگے روانہ ہوے ان کے پیچھے راجہ شغر اپنے جاہ و حشم کے ساتھ نکلا اس کے داہنے طرف محمد رفیع تھا۔ اور بائیں طرف بہرام متذکرہ بالا تھا۔ اس شان و

ہمیشہ ذلت نصیب ہو۔ سہواً اگر مجھ سے خطا ہو گئی ہے تو مردوں کا کام درگذر کرنا ہے
میں عذر خواہ ہوں۔ اب میری خطا بخش دو۔ کیونکہ خدا بھی توبہ کرنے پر گناہ بخشتا ہے
میرے چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کرو اور محمد رفیع کے ہاتھ سے مجھے بچاؤ۔ میرے بچوں
کو برائے خدا یتیم نہ کرو۔ مجھے دشمن کے آسیب سے بچاؤ۔ تمھاری بدولت مجھے امان
ملے تو میں سیدھا کر تخشہ کو چلا جاؤں گا میں قلعہ سے نکلنے کو تیار ہوں بشرطیکہ مجھے
تکلیف نہ دی جاوے۔ تم سے مجھے پوری دلجمعی ہے۔ کیونکہ دغا تمھاری ذات میں نہیں
ہے۔ کینہ اور سنگ دلی میرا حصہ ہے۔ اگر تم اس آڑے وقت میں میری دستگیری کرو
اور اس بلا سے مجھے نجات دلاؤ تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے
تمھاری اطاعت اور فرمانبرداری سے منھ نہ موڑوں گا۔ اور ہمیشہ تمھارے احکام کی
تعمیل میں بدل و جان حاضر رہوں گا۔ اگر اس عہد و پیمان سے انحراف کروں تو روزِ
محشر میرا منھ کالا ہو۔

ایلچی نے یہ پیغام سنایا اور نئی داستان شروع کی تو امام قلی خاں کا رخ بدل گیا
بدلہ لینے کے خیال کو اُس نے فراموش کر دیا اور احسان کی طرف مائل ہوا۔ محمد رفیع
کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کے حق میں جو بدی کرے اسے خدا خوار کرے

یہ بیان اسی جگہ ختم ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیر خاں کو مطابق اُس کی
شرائط کے کرتخشہ کی طرف نکل جانے کا موقع دید یا گیا۔ اور قلعہ کھرپوچھے پر محمد رفیع خاں
متسلط ہو گیا اور اسکردو میں شیر خاں کی شورش ختم ہو گئی۔

علی خاں و بابر کی موت

اس کے بعد کھپلو کے حالات کی طرف توجہ کی جاتی ہے
یہاں جب علی خاں بیمار ہو کر اس دارفانی سے رحلت
کر گیا اور اس کے چار ماہ بعد بابر بھی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اور آخرکار اسے بھی موت
سے بغلگیر ہونا پڑا۔ راجہ شگر کو یہ خبر پہنچی تو اسے نہایت رنج و ملال ہوا اس نے حکم دیا
کہ اس قلعہ آدم خور کو آگ لگا کر ویران کر دیا جاوے

راجہ لداخ کے ساتھ شیر خاں کی سازش

جب لداخ کے بودھ اپنے عہد و پیمان
پر قائم نہ رہے اور انھوں نے جنگ کا

قعب میں مبتلا ہوا۔ اب وقت ہے کہ دشمن کا سر کچلا جائے۔ اُس کو تمھارے مقابلہ کی طاقت
نہیں ہے۔ اگر جنگ کی حماقت اُس سے سرزد ہوئی تو وہ تمھارے پنجہ میں ہے خدا کی مہربانی
سے تم اور محمد رفیع خاں دونوں جمع ہو گئے ہو اب دشمن کا سر اُڑا دو۔ اس وقت موقع ہے
اسے ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔

راجہ نے یہ مراسلہ پڑھا تو خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔ بہرام کی طرف مخاطب ہو کر
حکم دیا کہ لشکر لے کر تم روانہ ہو جاؤ۔ اُس نے عرض کی کہ تمھارے اقبال سے ہم دشمن کو قلعہ
اسکردو سے اس طرح نکال دیں گے جیسے کہ شیطان بہشت سے نکالا گیا ہے۔ اندھیرا ہونے
کے ساتھ ہی قلعہ کے نیچے پہونچ جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ محمد رفیع ہمارے ساتھ ہو کیونکہ
اس کے بغیر رعایا کی اطاعت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ جب صبح ہو تو آپ بھی کوچ کر دیں
اس عرصہ میں ہم بھی لشکر آراستہ کر لیں گے اور خدا کے فضل سے دشمن پر قابو حاصل کرینگے
راجہ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور بہرام کے ساتھ لشکر روانہ ہو گیا۔ فوج جب حدود
اسکردو میں داخل ہوئی تو سب چھوٹے بڑے اظہار عقیدت کے لیے جمع ہو گئے اور محمد رفیع
خاں کی صورت دیکھ کر اپنا رنج و ملال بھول گئے۔ لشکر برابر کوچ کرتا رہا۔ اس اثنا میں امام قلی
اور سلطان خاں بھی لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے۔ محمد رفیع خاں سے بغلگیر ہوئے۔ اور تمام
مشکلیں حل ہو گئیں۔ امام قلی خاں بھی اس اثنا میں امداد کے لیے پہونچ گیا۔ اور سب نے
مل کر دشمن کا محاصرہ کر لیا۔

شیر خاں نے یہ حالات دیکھے تو خون کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور سب چالاکی بھول
گیا۔ رہائی کی صورت نظر نہ آئی تو اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اب دشمن کے ہاتھ میں پڑ گیا ہوں
اور تمام کام خراب ہو گیا ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اس وزیر با تدبیر نے جواب دیا کہ اگر تم نے
اس وقت سختی کی تو نتیجہ دیکھو گے۔ اب اخلاص اختیار کرنا چاہیے ورنہ دشمن کے ہاتھ
سے تم بچ نہیں سکتے۔ اگر جنگ کا خیال ہے تو کامیابی محال ہے کیونکہ جنگ کی حالت
جس وقت دگرگوں ہو تو دشمن کے ہاتھ سے جان بچانا ہنر مندی ہے۔ وزیر کی یہ باتیں
سُن کر اُس کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ اُس نے راجہ شغر کے پاس ایلچی بھیجا کہ اے
نور چشم تم میرے باغ کے پھول ہو۔ تمھارا اقبال ہمیشہ ترقی کرے اور تمھارے بدخواہوں کو

منہ موڑا۔ شاہان سابق جور و ستم نہیں کرتے تھے۔ اور رعایا کے معاملات میں غور و فکر سے کام لیا کرتے تھے کیونکہ رعیت جڑ ہے اور سلطان درخت ہے۔ درخت کا استحکام بیخ سے ہوتا ہے۔ مخالف زبردست اور تم زیردست ہو۔ ظلم نے یہ صورت پیدا کر دی ہے اب ظلم سے دست بردار ہو جاؤ اور رعایا کو اپنا گرویدہ بناؤ۔ اگر اس میں تم سے کوتاہی ہوئی تو تمہاری بہبودی کی کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی۔ میرے ساتھ تم نے اتحاد پیدا کیا اور نفاق کو ترک کیا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف عاجز و لاچار ہو گیا۔ جو کچھ ہم نے عہد و پیمان کیا ہے۔ میں اُس پر قائم ہوں مخالف کے خلاف جد و جہد کروں گا لیکن رعیت تمہارے ظلم سے نالاں ہے اس کا انتظام تم کو کرنا چاہیے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اپنے راستہ میں اپنے ہاتھ سے کانٹے بچھاؤ۔

راجہ شگر سے یہ نصیحت سُن کر انھوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ جب تک زمین کے اوپر آسمان قائم ہے۔ حضور کا بدخواہ قعر زمین میں رہے۔ جو کچھ آپ کا حکم ہے اُس کی تعمیل کے لیے ہم دل و جان سے حاضر ہیں۔ آپ کے حکم سے سرِ مو ہم سرتابی نہیں کر سکتے اس پر راجہ شگر نے فریادیوں کو اطمینان دلایا اور وہ واپس ہو گئے۔

شیر شاہ ۱۶۸۰-۱۷۱۰ء اس خانہ جنگی اور بیرونی اقوام کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے زمانہ میں ہر دو بتت و پوریگ میں ایک انقلاب عظیم برپا رہا

محمد رفیع خاں ۱۷۱۰ء / ۱۷۴۵ء اس دوران میں شیر شاہ کرتخشہ کے ساتھ اسکردو پر بھی تقریباً ۱۶۸۰ء سے ۱۷۱۰ء تک حکمران رہا مگر خانہ جنگی جاری رہی جس کی جزوی تفصیل کو میں نے ترک کر دیا۔ آخر الامر اس جنگ و جدل کا نتیجہ یہ ہوا کہ محمد رفیع خاں تقریباً ۱۷۱۰ء میں اپنے رقیب شیر خاں سے مطمئن ہو کر باطمینان تام تخت اسکردو پر متمکن ہو گیا۔ شیر خاں نے ملک کرتخشہ پر قناعت کی اور اطمینان کے ساتھ وہاں آباد ہو گیا۔ ملک کھپلو میں حاتم خاں کا دور دورہ ہوا اور رقیبوں سے میدان بالکل صاف کر دیا گیا۔ کریس کے اوپر امیر خاں کی حکومت قائم ہوئی۔ اور امام قلی خاں بدستور شگر میں رہا۔ اسی دوران میں علی شاہ روندو کے اوپر اور شاہ سلطان استور پر متصرف ہوئے۔

اس زمانہ میں اسکردو میں طلاق کا رواج زیادہ ہو گیا تھا۔ محمد رفیع خاں نے اسے روکنے

کا ارادہ کیا تو شیر خان کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ اُس نے راجۂ لداخ کے پاس ایلچی بھیجا کہ میں تمہارا دوست اور خیرخواہ ہوں اور جب تک زندہ ہوں تمہارا اتحادی ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی میرے بیٹے کے ساتھ کردو۔ اگر اس پیوند کو تم نے قبول کیا تو ہمارا خاندان مطیع فرمان ہے۔ اور تمام ملک تبت تمہارے زیر نگین ہے۔

ایلچی نے یہ پیغام پہونچایا۔ اور اندرونی حالات سب بیان کیے تو راجۂ لداخ نے اپنے وزیران و مشیران کو بلایا۔ اور شیر خاں کا پیغام انہیں سنایا۔ سب چھوٹے بڑے یکزبان ہو کر بولے کہ مبارک ہے۔ راجہ لداخ نے ایلچی کو یہ جواب دیا کہ تم کو تخت مبارک رہے مجھے تمہارا رشتہ دل سے قبول ہے۔

ایلچی اس سفر دور و دراز سے واپس آیا اور خوشی خوشی راجہ لداخ کا جواب باصواب سُنایا۔ شیر خان اُسے سُن کر مست ہوگیا اور خوشی کے مارے اپنے جامے میں پھولا نہ سمایا شادی کی تیاری ہوئی۔ اور اپنے بیٹے کو اُس نے لداخ روانہ کردیا کہ شادی سرانجام پائے لیکن اس کے ساتھ ہی شیر خاں نے راجہ لداخ سے دس ہزار فوج کی بھی درخواست کی تاکہ شغر اور اسکردو کو ویران کرے۔ اور اپنے دشمنوں کو خراب کرکے خود تاج و تخت حاصل کرے۔ راجۂ لداخ نے ایلچی سے یہ پیغام سنا تو شرم سے گریبان میں منہ ڈال لیا۔

اس اثنا میں اسکردو کے لوگ محمد رفیع خاں کی شکایت کے لیے امام قلی خان راجہ شغر کے پاس گئے۔ اُس نے ان کی عرض سُن کر جواب دیا کہ جس امر میں تم اپنے اوپر سختی سمجھتے ہو اُس کا اظہار کرو۔ خدا کے فضل سے تمہاری مراد پوری کروں گا۔ اس قوم نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت ہماری جان تمہارے سر پر تصدق ہو پہلا معاملہ جس نے ہمیں جان سے بیزار کر رکھا ہے۔ اور جو بڑا باعث ہمارے رنج و ملال کا ہے۔ یہ ہے کہ اپنے بیٹے (غالباً مراد شیر خان سے ہے) کا دیدار ہم نہیں دیکھتے۔ چند سال گزرتے ہیں کہ وہ اپنے خویش و اقارب سے دور ہے۔ یہ صدمہ ہم سے سہا نہیں جاتا۔ دوسرا ظلم یہ ہے کہ فی گھر پانچ ترک (۲۰۰، انگریزی) گندم ہم سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ بڑی سختی ہے۔

راجہ شغر نے امام قلی رفیع خاں۔ اور شاہ سلطان کو پوشیدہ طور پر بلایا۔ اور ان سے نصیحتاً کہا کہ تم جانتے ہو۔ کہ جس حکمران نے ظلم و ستم کے ساتھ یارانہ کیا۔ اقبال نے اُس سے

فصل تیسری

زوال حکومت اسکردو

سلطان مراد راجہ اسکردو ۱۷۸۰ء تا ۱۷۴۵ء محمد رفیع خاں کے بعد اس کا بیٹا سلطان مراد راجۂ اسکردو ہوا۔ اس کے عہد کا اہم واقعہ ۱۱۹۳ھ ہجری مطابق ۱۷۷۹ء میں حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر کا حملۂ اسکردو ہے۔ حسن شاہ کی تاریخ حسن اور فوق کی تاریخ کشمیر میں مذکور ہے کہ اُس نے مرتضیٰ خاں کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا۔ جس نے بڑی جد و جہد کے بعد راجہ مراد خاں (یعنی سلطان مراد) حاکم اسکردو کو مغلوب کر لیا اور باج و خراج اور یرغمال لے کر مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ ناظم صوبہ نے فتح نامہ تیمور شاہ کی خدمت میں بھجوایا۔ جس نے اس خدمت کے صلہ میں اسے شجاع الملک کا خطاب عطا کیا۔

حکومت اعظم خان شغر ۱۷۸۰-۱۷۸۵ء اس کے کچھ عرصہ بعد اعظم خاں راجہ شغر کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ افغانوں کے حملہ سے ملک میں کمزوری پیدا ہو چکی تھی۔ اس سے اعظم خاں نے فائدہ اٹھایا۔ اور بغرض مصالحت سلطان مراد کو جو اعظم خاں کا سالہ تھا۔ دعوت کے بہانے سے شغر میں بلایا۔ اور یہ انتظام کر دیا کہ جب وہ دریائے شغر کے درمیان میں پہونچے تو دریا میں غرق کر دیا جائے چنانچہ گوار دو اور شغر کے درمیان دریائے شغر سے گذرنے کے وقت اُسے دریا برد کر کے اعظم خاں نے اسکردو کا الحاق شغر کے ساتھ کر لیا۔ اور مو نے پا علی کو اسکردو میں گھرپون یعنی حاکم مقرر کر دیا۔

اس وقت محمد ظفر خاں فرزند سلطان مراد صغر سن تھا۔ وہ پوریگ کی طرف فرار ہو گیا اور پانچ چھ سال وہاں پناہ گزیں رہا۔ اس اثنا میں اعظم خاں راجہ شغر کا بھائی علی خاں اور وزیر محمد جو یارقند کی سفارت پر گئے تھے۔ براہ لداخ واپس آئے۔ پوریگ میں اتفاقاً

کی غرض سے علاوہ از رقم مہر ایک طولو سونے کا تاوان طلاق کے اوپر اضافہ کر دیا۔ اس کو آج تک رفیع خانی طولو کہتے ہیں اور جو اقوام رواج کی پابند ہیں ان میں یہ دستور تا حال رائج ہے۔

علی شیر خان انچن کے بعد۔ محمد مراد۔ مراد خان۔ یا شاہ مراد جس نام سے کہ وہ بعد میں مشہور ہوا۔ بہت زبردست اور مدبر راجہ اسکردو کا ہوا ہے۔ جس نے دردستان تک اپنا سکہ چلایا تھا۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں جب میں گلگت میں تھا اس وقت تک لوگ شاہ مراد۔ شیر شاہ و علی شاہ کے کارناموں کے گیت گایا کرتے تھے۔ شاہ مراد نے اندرونی انتظامات ملک میں بھی بہت ترقی کی۔ اُس نے سنگ تراش۔ زرگر۔ اور موچی ہندوستان اور کشمیر سے لاکر اسکردو میں آباد کئے۔ اور سنگ مرمر کا استعمال جو اس وقت بھی پرانی شاہی عمارات کے کھنڈرات میں موجود ہے۔ اسی کے زمانہ میں شروع ہوا۔ کھرپوچھے کے اوپر جو چٹان ہے۔ اس کی چوٹی پر پرانی قلعہ موسومہ ودنگ ای کھر اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اور قلعہ کورو بھی اسی نے تعمیر کیا۔

اس زمانہ میں ایک طرف کاشغر اور دوسری طرف کشمیر و ہندوستان کے ساتھ تجارت کے باہمی تعلقات اور میل ملاپ کی وجہ سے اس ملک میں تہذیب و شائستگی نے بہت ترقی کی۔ جس کے لیے بلتستان اُس وقت ممتاز خیال کیا جاتا تھا۔ اور جس کے نشانات اس انقلاب عظیم کے باوجود آج بھی پائے جاتے ہیں۔ الغرض علی شیر خان انچن اور شاہ مراد وغیرہ برادران اسکردو میں۔ اور امام قلی خاں شگر میں۔ اور حاتم خاں کھپلو میں بلتستان کے ممتاز حکمرانوں میں سے گذرے ہیں۔ جو اپنے ملک اور وطن کے لیے باعث فخر ہیں۔

کی۔ اور اعظم خاں کو بھگا دیا۔ وہ کھپلو میں پہونچا۔ قلی خاں نے نو سال تک راج کیا۔ اس اثنا میں اعظم خاں کھپلو سے امداد لے کر آیا۔ اور قلی خاں کو اسکردو کی طرف بھگا کر خود قابض ہوگیا۔ قلی خاں اسکردو سے کمک لے کر آیا۔ اور اعظم خاں کو نکال کر دوبارہ قابض ہوگیا۔ بعد میں اعظم خاں پھر کھپلو سے کمک لایا اور قلی خاں کو نکال کر شغر کی حکومت پر متمکن ہوگیا ان لڑائی جھگڑوں نے اسکردو، کھپلو اور شغر تینوں حکومتوں کی بنیاد کو ہلا دیا۔

علی شیر خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا احمد شاہ

احمد شاہ ۱۸۰۰ء الغایت ۱۸۴۰ء راجہ ہوا۔ اس زمانہ میں اعظم خاں راجہ شغر فوت ہوچکا تھا اور اُس کا بیٹا حیدر خاں راجہ تھا۔

احمد شاہ نے اپنے بھتیجے عبدال خاں کی سرکردگی میں کھپلو پر خوج کشی کی کیونکہ اہل کھپلو نے پرکوتہ پر دست اندازی کی تھی۔ اُس وقت کھپلو میں مہدی حکمران تھا۔ جس نے باد ادر راجہ لداخ اپنے دونوں بھائیوں دولت علی خاں و محمد شاہ کو ملک سے نکال کر نوبراہ میں قید کر دیا تھا۔ مہدی نے عبدال خاں کو شکست فاش دی اور جملہ سرداران فوج کو بشمول عبدال خاں قید کر لیا۔ اور عبدال خاں کو نوبراہ میں بھیج دیا۔ احمد شاہ کو اس واقعہ سے بڑا رنج ہوا اور اس نے سفارت کے ذریعے اپنے قیدیوں کی خلاصی کی کوشش کی۔ ملاجا بر ساکن کرس کو اس خدمت پر مامور کیا۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اگر سب قیدی چھوڑ دیے جائیں تو میں کبھی چھونگ نق پڑی سے اوپر کی طرف دست اندازی نہ کرونگا مگر مہدی نے قیدیوں کو چھوڑنے سے قطعی انکار کیا۔ دوبارہ احمد شاہ نے ملاجابر کو اس پیغام کے ساتھ مہدی کے پاس بھیجا کہ اگر عبدال خاں کو قید سے چھوڑ دیا جائے۔ تو اس کے مساوی الوزن سونا فدیہ میں دینے کو تیار ہوں مگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی بلکہ مہدی کے اوپر اُس کا الٹا اثر ہوا۔ اُس نے عبدال خاں کے دماغ میں میخ ٹھونک کر قید خانہ میں ہلاک کر دیا۔ عبدال خاں کو مہدی نے علاقہ نوبراہ کے موضع ڈگر کی آبادی ملا نیار کے محلہ بار مہان میں قید کر رکھا تھا۔ اُسی جگہ وہ مدفون ہوا۔

یہ حال جب احمد شاہ کو معلوم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اور انتقام لینے کا پختہ ارادہ اُس نے کر لیا۔ چنانچہ اندرونی تیاری اُس نے بہت بڑے پیانہ پر شروع کر دی۔ اور صوبہ

ظفر خاں انھیں مل گیا۔ اُس نے اپنی مصیبت کی تمام داستان اور حالات ملک بلتستان انھیں سنائے۔ انھوں نے اس مظلوم لڑکے کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا لیکن وہ طول طویل سفر کی وجہ سے بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور خرچ سے لاچار تھے۔ ظفر خاں کے پاس بھی کوئی ذخیرہ نہ تھا۔ سخت مجبوری ہوئی۔ لہٰذا علی خاں نے اپنے ساتھی وزیر محمد کو ظفر خاں کے شیر پدر سوسوپا کے پاس اسکردو میں بھیجا کہ کچھ زاد راہ لے آئے۔ سوسوپا نے بیوفائی سے بجائے امداد دینے کے وزیر محمد کو گرفتار کر کے کھرپوں علی کے پاس پیش کر دیا۔ اس نے شغر میں اعظم خاں کو اطلاع دی۔ وہ اسکردو پہونچا۔ اور وزیر محمد کو سکہ میدان میں نشانۂ تیر اندازی بنا کر ملک عدم کو پہونچا یا۔ اور ظفر خاں و علی خاں کو گرفتار کر کے پدیگ سے منگوایا۔ ظفر خاں کو شغر کے درون کھر میں بند کر دیا اور اپنے بھائی علی خاں کو نگر کی طرف جلا وطن کر دیا

محمد ظفر خاں راجہ اسکردو ۱۷۸۵-۱۷۸۷ء اعظم خاں کی رانی فخر النساء جو سلطان مراد کی بہن تھی۔ اُس نے اپنے بھائی کے قتل کو اور اپنے آبائی خاندان کی تباہی کو دیکھا تو سخت برہم ہوئی۔ لہٰذا اُس نے موضع کواردو کا محلہ برق لق اپنے حق مہر میں لے کر اعظم خاں سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اپنے شوہر سے اُس کی بداعمالی کا انتقام لینے کے منصوبوں میں مصروف ہوئی۔ چنانچہ اس نے مسمی ولی کو جو وزیر محمد کا ماموں زاد بھائی اور فخر النساء کے بیٹے سلیمان کا شیر پدر تھا۔ اپنا ہم خیال بنا کر شغر میں بغاوت کرادی۔ اس بغاوت میں اعظم خاں قتل ہوا اور سلیمان کو جو ابھی خورد سال تھا۔ اُس کی جگہ راجۂ شغر مقرر کیا گیا۔ اور مسمی ولی مذکورہ اس کا وزیر اور سربراہ مقرر ہوا۔ اور محمد ظفر خاں کو قید سے آزاد کر کے تخت اسکردو پر متمکن کیا۔ اور وہ کامرانی کے ساتھ اسکردو میں حکومت کرنے لگا۔ اس کے عہد کا اور کوئی اہم واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔

علی شیر خاں ثانی ۱۷۸۷-۱۸۰۰ء محمد ظفر خاں کے بعد اس کا بیٹا علی شیر خاں ثانی حکمران ہوا۔ اس نے علاقہ پرکوتہ کو تخشہ سے نکال کر اسکردو کے ساتھ شامل کر لیا۔ اور اپنے چھوٹے بیٹے غلام شاہ کو یہ علاقہ گذارہ میں دیدیا۔

اُس زمانہ میں شغر میں حسین خاں کی وفات کے بعد جانشینی کا تنازعہ قلی خاں و اعظم خان کے درمیان جاری تھا قلی خاں بھانجہ علی شیر خاں کا تھا۔ اس نے قلی خاں کی امداد

محمد شاہ کو قلعہ سے خارج کر کے نو آبادی گیاسر میں رکھا گیا۔ اور خرچ خوراک بھی اس کے رتبہ کے مطابق اس کو نہیں ملا۔ اس نے سازش شروع کی اور اکابران ملک میں سے بعض کو اس نے اپنا طرفدار بنا لیا۔ علی شیر خان کھرمنگ بھی اس کا طرفدار ہو گیا۔ تجویز یہ قرار پائی کہ ڈوغونی پابونو اس کو ساتھ لے کر کشمیر جائے اور سکھوں کے صوبہ کشمیر سے امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ محمد شاہ بہمراہی ڈوغونی پابونو کے گیاسر سے براہ دیوسائی فرار ہو کر کشمیر پہونچا۔ صوبہ کشمیر نے محمد شاہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس لاہور میں بھیج دیا مہاراجہ لاہور نے فتح لداخ کی اجازت مہاراجہ گلاب سنگھ کو دے چکا تھا۔ اس لیے اس نے ان اطراف میں خود مداخلت کرنا درست نہ خیال کیا اور محمد شاہ کو مہاراجہ گلاب سنگھ کے سپرد کر دیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وزیر زور آور فوج ڈوگرہ لے کر لداخ کو روانہ ہو چکا تھا مہاراجہ گلاب سنگھ نے محمد شاہ کو وزیر زور آور کے پاس بھیج دیا۔ محمد شاہ وزیر زور آور کے پاس سورو میں حاضر ہوا۔ اور اس کے ساتھ لداخ پہونچا۔ وزیر زور آور نے بعد فتح لداخ محمد شاہ کو ٹنڈوف تگیل گیالپو لداخ کے سپرد کر دیا کہ سردست لداخ میں رکھا جائے غالباً اس کا خیال ہوگا کہ بعد میں اس کی امداد کا انتظام کیا جائیگا۔

محمد شاہ کے گیاسر سے فرار ہونے کے بعد اس بارہ میں علی شیر خان کرتخشہ کی طرف سے احمد شاہ کے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی۔ اور چند روز کے اندر تعلقات اس درجہ کشیدہ ہو گئے کہ احمد شاہ کو حملہ کرتخشہ کی ضرورت ہوئی۔ علی شیر خان فوج اسکردو کا مقابلہ نہیں کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ اسکردو کے لوگوں نے محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں علی شیر خان چند آدمیوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت قلعہ سے نکل کر بطرف لداخ فرار ہو گیا۔ اور جب وزیر زور آور کے سورو پہونچنے کی خبر لداخ میں پہونچی تو اپنی راہ و رسم وزیر کے ساتھ شروع کر دی۔

باقی حالات اس الحاق کے سلسلہ حملہ زور آور سنگھ تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکے ہیں راجگان روندو۔ استور وطولتی کی حیثیت کم و بیش گذارہ خوروں کی طرح رہی ہے اور ان سے کوئی جداگانہ کارنامے مجھے تحقیق نہیں ہو سکے۔ اس لیے ان خاندانوں کے جداگانہ حالات لکھنے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی اور صرف شجرہ نسب پر اکتفا کی ہے۔

کشمیر سے بھی فوجی امداد کی درخواست کی۔ کشمیر سے باتختی رفیع ملک ایک ہزار جوان احمد شاہ کی امداد کے واسطے آئے۔ اس متحدہ فوج کو لیکر خود احمد شاہ نے کھپلو پر حملہ کیا اور مہدی کو شکست دیکر قید کر لیا۔ لوٹ مار اور گرفتاریوں کی کوئی انتہا نہیں چھوڑی۔ کھپلو کو اس نے اسکردو کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور یول سٹرونگ کریم کو حاکم کھپلو مقرر کیا۔ اور خود مہدی اور دیگر قیدیوں کو لے کر اسکردو واپس آیا۔ یہاں مہدی کو ایک تیرہ و تاریک کنوئیں میں قید کیا۔ اور مساوی الوزن آٹے اور نمک کی روٹی اور ایک پیالہ پانی اسکی روزانہ خوراک مقرر کی۔ اس ناخوشگوار خوراک نے تھوڑے ہی عرصہ میں مہدی کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد فتح ڈوگرہ تک کھپلو پر اسکردو کا قبضہ رہا۔

غالباً اسی واقعہ کو فوق نے اپنی تاریخ کشمیر میں بعہد حکومت مہاراجہ رنجیت سنگھ در بزمانہ صوبہ داری شاہزادہ شیر سنگھ ۱۸۳۲ء لغایت ۱۸۳۴ء اس طرح لکھا ہے کہ "ادھر ملک میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اُدھر پنڈت گنیش راجۂ اسکردو سے جنگ و جدل میں مصروف تھا۔ آخر پنڈت کامیاب ہوا۔ اور راجہ نے دربار خالصہ کا باجگذار ہونا قبول کیا۔ واپسی پر آتے ہیں کوہستان استور میں بلور کی ایک کان ملی جہاں پہرے مقرر کر دیے اور بہت سے ٹکڑے بلور کے شاہزادہ کی خدمت میں پیش کئے۔ شیر سنگھ وسعت ملک اور دریافت کان سے بہت مسرور ہوا اور پنڈت کو صاحب کاری کا عہدہ عطا کیا"۔ چونکہ اس اندراج میں راجہ اسکردو کا نام مذکور نہیں ہے۔ اس لیے صراحتہً نہیں کہا جا سکتا کہ کس راجہ کے عہد کا یہ واقعہ ہے۔ مگر حالات اسکردو میں اس واقعہ کا تعلق کشمیر کے ساتھ پایا گیا ہے۔ لہذا اسی کے ساتھ اسے درج کر دیا گیا۔

احمد شاہ کا ولی عہد شاہ مراد تھا مگر وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہوا۔ اس زمانہ میں شاہ مراد کی والدہ کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور محل شاہی میں دولت خاتون خواہر حیدر خاں شغر کا دور تھا۔ اُس نے اپنے ذاتی رسوخ کو استعمال کر کے اکابران اسکردو کی ایک تعداد کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اور احمد شاہ کو مجبور کیا کہ اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کو محروم کر کے اپنے چھوٹے بیٹے محمد علی خاں کو جو دولت خاتون کے بطن سے تھا۔ ولی عہد مقرر کرے دولت خاتون کی اس خود غرضی نے گھر میں پھوٹ پیدا کر دی جس کا نتیجہ تمام خاندان کی تباہی ہوا۔

چوتھا حصہ

شجرہ نسب مقپون راجگان کرتخشہ (کھرمنگ)

علی شیر خان انچن ۱۵۹۵ء / ۱۶۲۵

- آدم خان ۱۶۲۵ / ۱۶۴۷ — دختر زوجہ شاہ مراد
- عبدال خان ۱۶۲۵ / ۱۶۳۶ء
- احمد خان

احمد خان کی اولاد:

- شاہ مراد (اسکردو) داماد و متبنی آدم خان
- علی شاہ (روندو)
- شیر شاہ (کرتخشہ) ۱۶۴۵ / ۱۶۶۵ء
- شاہ سلطان (استور)
- امام قلی

شیر شاہ کی اولاد:

- عزیز خان ۱۶۶۵ / ۱۶۹۰ء
- حمزہ خان

عزیز خان ← سعادت خان ۱۶۹۰ / ۱۷۲۰

سعادت خان کی اولاد:

- اعظم خان
- شاہ نواز ← ذوالفقار خان ← محمد خان

محمد خان کی اولاد:

- حسین خان ← سکینہ بیگم (زوجہ قورم خان کرس)
- شاہ نواز ثانی (اسکی اولاد پرکوتہ میں قابض ہے)

اعظم خان کی اولاد:

- عبدالرحیم خان
- علی شاہ (طولتی)
- مختہ خان (دو دس کر)
- عباس بیگ (زودس کر)

عبدالرحیم خان کی اولاد:

- اشرف خان
- محمد علی خان
- مشرف خان

محمد علی خان:

- زوجہ اول دختر علی شیر خان راجہ اسکردو
- زوجہ دوم سلطنہ جعفر(؟)

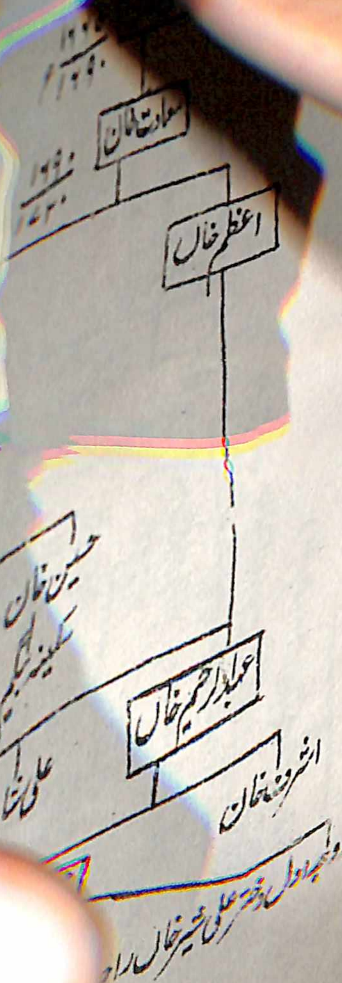
روندو دا ستور کے شجرہ نسب اسکردو کے شجرہ نسب کے درج کر دیے گئے ہیں کرتخشہ جو اسی خاندان کی شاخ ہے اُس کے حالات میں نے جداگانہ لکھے ہیں اور طولتی چونکہ خاندان کرتخشہ کی شاخ ہے اُس کا شجرہ نسب کرتخشہ کے شجرۂ نسب کے ساتھ درج کر دیا ہے۔ موجودہ انتظام میں یہ سب جاگیردار ہیں۔ صرف جاگیر کے چھوٹا یا بڑا ہونے کا فرق ہے۔ اسکردو۔ روندو دطولتی کے راجگان کا رعایا کے ساتھ چنداں تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے رقبہ خود کاشت کے جاگیردار ہیں۔ رسوم راجگی جو زمانہ سابق میں راجگان اہل ملک سے وصول کرتے تھے اب انھیں خزانہ سے ادا ہوتی ہے صرف راجہ کرتخشہ اپنی جاگیر کا مالیہ براہ راست رعایا سے وصول کرتا ہے۔ استور موجودہ ملکی تقسیم میں وزارت گلگت سے متعلق ہو گیا تھا۔ اور راجہ استور اُس وزارت میں جاگیردار رہے۔ اور گلگت کے بے اختیار راجگان میں ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ نے احمد شاہ کو گرفتار کرنے کے بعد اُس کے بیٹے محمد شاہ کو راجہ مقرر کیا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا علی شاہ راجہ ہوا۔ علی شاہ کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا حسن خاں راجہ ہوا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی شاہ شیر خور تھا اُسے راجہ مقرر کیا گیا اور اُس کے چچا محمد شاہ کو اُس کا سربراہ بنایا گیا۔ اس کی بابت راجہ محمد علی شاہ کے شیر پر وزیر غلام حیدر نے جنگ و جدل جاری رکھا۔ بالآخر محمد شاہ سربراہ فوت ہو گیا۔ اب محمد علی شاہ اپنی جاگیر پر با اختیار راجہ ہے۔

تخشہ دکھر جنگ
میر لیا اور اپنے نام کی

مقام گا ہے ایک چھوٹا
ان کے ذریعے پلیلد کو آباد کیا۔
پی آبادیوں پر جد اجد احکمران رہے
زمانہ میں چا انھنگ نے اُس کو غوس و پلیلد وغیرہ
وس وغیرہ پر خود قابض ہو گیا۔ اسی طرح کچھ بعد دیگرے
و پر بھی اپنا تسلط کر لیا۔ اور ایک چھوٹی سی حکومت
غوس تک تھی۔ اس کا نام کر تخشور کھا۔
قبضہ حاصل کیا۔ اور اسے کر تخشور میں شامل
انھوں نے خود آباد کیے اور کر تخشو
ہو سکا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اگی

سکا۔ نہ یہ دریافت
کہ یہ حملہ
اور
ور



روندو دا استور کے شجرہ نسب اسکردو کے شجرہ نسب کے درج کردیے گئے ہیں کرتخشہ جو اسی خاندان کی شاخ ہے اُس کے حالات میں نے جداگانہ لکھے ہیں اور طولتی چونکہ خاندان کرتخشہ کی شاخ ہے اُس کا شجرہ نسب کرتخشہ کے شجرۂ نسب کے ساتھ درج کردیا ہے۔ موجودہ انتظام میں یہ سب جاگیردار ہیں۔ صرف جاگیر کے چھوٹا یا بڑا ہونے کا فرق ہے۔ اسکردو۔ روندو۔ طولتی کے راجگان کا رعایا کے ساتھ چنداں تعلق نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے رقبہ خود کاشت کے جاگیردار ہیں۔ رسوم راجگی جو زمانہ سابق میں راجگان اہل ملک سے وصول کرتے تھے اب انھیں خزانہ سے ادا ہوتی ہے صرف راجہ کرتخشہ اپنی جاگیر کا مال ... ت رعایا ... سے وصول کرتا ہے۔ استور موجودہ ملکی تقسیم میں وزارت گلگت سے متعلق ... ۔ اور راجہ استور اُس وزارت میں جاگیردار ہے۔ اور گلگت کے بے اختیار ... ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

وزیر زور آور سنگھ نے احمد شاہ کو گرفتار کرنے کے بعد اُس ... مقرر کیا۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا علی شاہ راجہ ہوا ... اُس کا بڑا بیٹا حسن خاں راجہ ہوا۔ اُس کے فوت ہونے ... اُسے راجہ مقرر کیا گیا اور اُس کے چچا محمد شاہ کو اُس ... محمد علی شاہ کے شیر پدر وزیر غلام حیدر نے جگ ... سربراہ فوت ہو گیا۔ اب محمد علی شاہ اپنی ...

شجرہ نسب مقپون راجگان طولتی

۱۷۲۰ – ۱۷۵۰ اعظم خان راجہ کھرمنگ

عبد الرحیم خان راجہ کھرمنگ — علی شاہ راجہ طولتی

زوجہ اول — زوجہ دوم

راجہ بوقت فتح ڈوگرہ احمد خان — کریم خان — صمد خان — حسین علی خان — مولا قلی خان

محمد خان — اسد اللہ خان — جعفر قلی — امیر خان — حنیف

محمد مراد — حسین علیخان

مہدی علیخان — محمد عظیم خان — عبد اللہ خان

ابو الحسن — غلام حیدر — شاہ محمد — سلطان محمد — محمد خان

محمد علی خان — لطف علیخان — اسد خان

علی شاہ — علی خان — حسین علی خان — غلام حیدر

مہدی علیخان — محمد عباس — فدا حسین

عبد اللہ خان — محمد خان

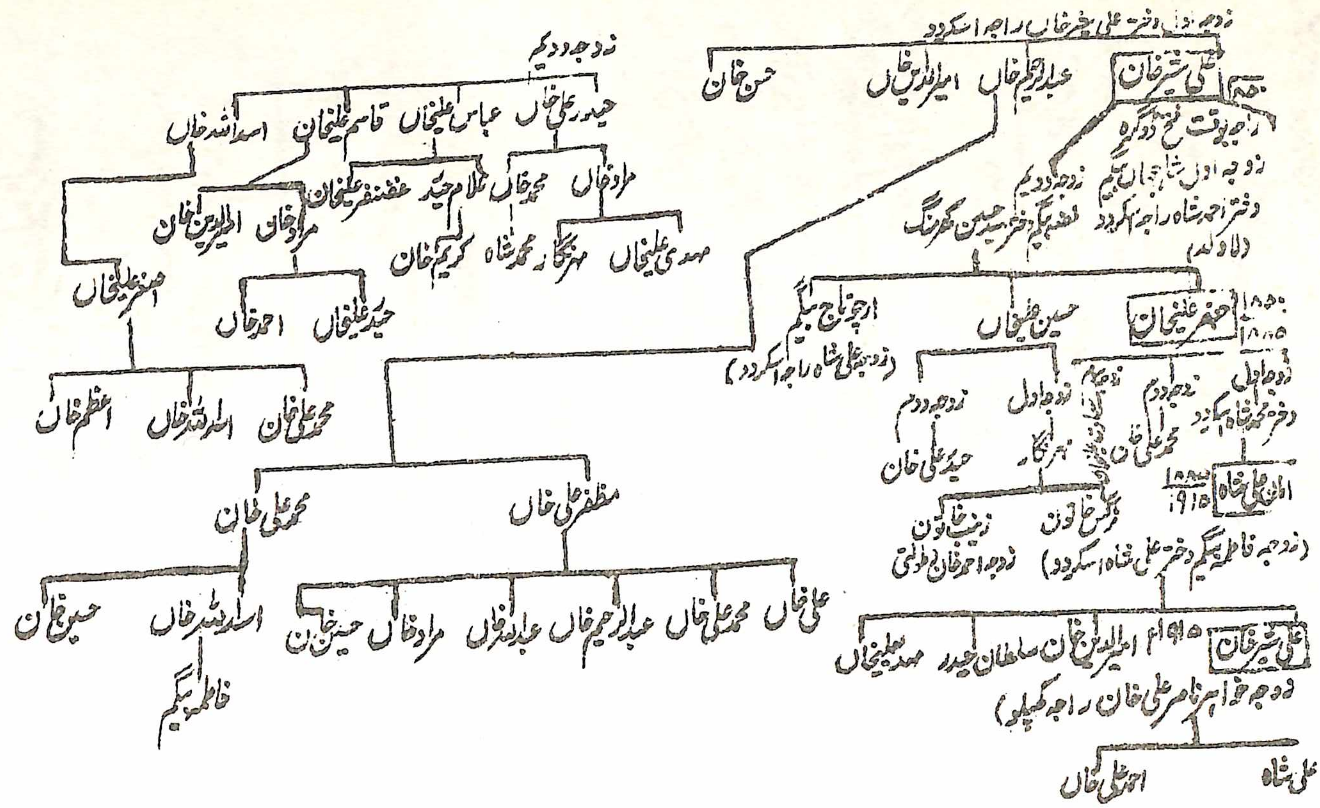
(موجودہ جاگیردار)

حسین خان — علی شاہ — علی خان — محمد خان

زینب خاتون — ماہتاب بیگم — آفتاب بیگم

محمد علی خان — علی خان — علی شاہ

حسین علی خان — حسن خان — کریم خان


زوجہ اول دختر علی جعفر خاں راجہ اسکردو
علی شیر خان
عبدالرحیم خاں
امیر الدین خاں
حسن خان
زوجہ دوم
حیدر علی خاں
عباس علیخاں
قاسم علیخاں
اسد اللہ خاں
مراد خاں
محمد خاں
غلام حیدر
غضنفر علیخان
مہدی علیخاں
مہر نگار
محمد شاہ
کریم خان
مراد خاں
امیر الدین خان
اصغر علیخاں
حیدر علیخاں
احمد خاں
محمد علی خان
اللہ داد خاں
اعظم خاں
احمد علیخان
حسین علیخاں
ارچنا ج بیگم
امان علی شاہ
محمد علی خان
حیدر علی خان
مہر نگار
زینب خاتون
مظفر علی خاں
محمد علی خان
علی خاں
محمد علی خاں
عبدالرحیم خاں
عبداللہ خاں
مراد خاں
حسین خان
اسد اللہ خاں
حسن خان
فاطمہ بیگم
علی شیر خان
امیر الدین خان
سلطان حیدر
مہدی علیخاں
علی شاہ
احمد علی خاں

اپنی رہائش کے لیے کھرمنگ کی چٹان کے اوپر ایک مختصر مکان تعمیر کیا اور اپنے نام کی نسبت سے اسکا نام انتھوک کھر رکھا کھر تبتی زبان میں کھر قلعہ کو کہتے ہیں۔

انھیں ایام میں چومرسک نے نزوندو سے آکر نالہ غوبیس کے اندر بمقام گابے ایک چھوٹا مکان تعمیر کیا اور غوبیس کو آباد کیا۔ پلبل نامی اُس کا ایک نوکر تھا اس کے ذریعے پلبلد کو آباد کیا۔

کچھ عرصہ تک یہ تمام نوآباد اشخاص اپنی اپنی آبادیوں پر جدا جدا حکمران رہے چومرسک کے بیٹے لوبرانگ میر کے زمانہ میں چوانتھگ نے اُس کو غوبیس و پلبلد سے نکال کر باٹچہ میں بھیج دیا۔ اور غوبیس وغیرہ پر خود قابض ہوگیا۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد دیگرے اس نے غندوس پاری۔ اور مایوردو پر بھی اپنا تسلط کرلیا۔ اور ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرلی جس کی وسعت پاری سے لیکر غوبیس تک تھی۔ اس کا نام کرتخشو رکھا۔

بعد ازاں اس کی اولاد نے پرکوتہ پر بھی قبضہ حاصل کیا۔ اور اسے کرتخشو میں شامل کرلیا۔ طولتی وغیرہ دیہات واقعہ لب دریاے سندھ انھوں نے خود آباد کیے اور کرتخشو و پرکوتہ پر حکمران رہے۔ ان کا سلسلہ نسب دریافت نہیں ہوسکا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ انکی حکومت عرصہ تک قائم رہی۔

بعد ازاں لداخ کی طرف سے حملہ ہوا۔ اس کا زمانہ تحقیق نہیں ہوسکا۔ نہ یہ دریافت ہوسکا کہ بوقت اس حملہ کے کرتخشو یا لداخ میں راجہ کون تھا۔ مگر قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ حملہ اُس زمانہ میں ہوا ہے جبکہ مذہب اسلام اسکردو میں پہونچ گیا تھا۔ اس فوج نے کرتخشو اور پرکوتہ پر اپنا تسلط کرلیا اور یہ دونوں علاقے حکومت لداخ کے ساتھ الحاق کر لئے گئے اور کرتخشو میں لداخی کھرپوں یعنی حاکم مقرر کیا گیا۔ اور اس کے ماتحت ایک چھوٹا کھرپوں پرکوتہ میں تعینات کیا گیا۔ لداخیوں کی حکومت کرتخشو پر عرصہ تک قائم رہی۔ اس اثنا میں کھرپون نے کرتخشو نے اپنے رہنے کے لیے انتھک کھر کے ساتھ اُسکے سلسلہ میں ایک عالیشان محل تعمیر کیا۔ جو بوتی کھر کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ محل اس وقت تک موجود ہے۔

غازی میر راجہ اسکردو کے زمانے میں کھرپوں کرتخشو نے اسکردو کے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ کی۔ اس بنا پر غازی میر نے بسرکردگی اپنے بڑے بیٹے اور ولیعہد علی شیر خان کے کرتخشو پر فوج کشی کی۔ علی شیر خان نے پرکوتہ اور کرتخشو کو فتح کرنے کے بعد لداخ پر بھی حملہ کیا۔

دوسرا باب

تاریخ کرتخشہ (کھرمنگ)

حالاتِ ابتدائی عام روایات کے مطابق اس علاقہ کے ابتدائی واقعات یہ ہیں کہ زمانہ سلف میں ایک شخص جو پرکوتہ میں یول شردنگ کے نام سے مشہور ہے۔ چیلاس سے اس ملک میں آیا۔ اور اس نے پرکوتہ کا محلہ سرنگ آباد کیا۔ جواب علیحدہ موضع ہے۔ اس کے بعد تن چھے۔ تاموجلبی ہمہ برادران کھپلو سے آئے۔ انھوں نے پرکوتہ خاص کو آباد کیا۔ انھیں کی اولاد نے بعد میں دیگر دیہات واقعہ پرکوتہ آباد کئے اور اپنی اپنی آبادیوں پر اپنے اپنے نمایندگان کے ذریعے جنھیں ترا کہتے تھے حکمران رہے۔

اسی زمانہ میں دو آدمی مایور اور چندن نامی کھپلو سے آئے۔ چندن نے پاری کا گاؤں آباد کیا۔ اور اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ مایور نے کراباتھنگ آباد کیا۔ یہ جگہ کرتخشہ سے اوپر کی طرف تقریبًا چوتھائی میل کے فاصلہ پر دریائے سندھ کے داہنے کنارہ پر واقع ہے اور اب راجگان کرتخشہ کی خود کاشت ہے۔

اس کے بعد اقوام یوسف پا اور اداچک پا کے اسلاف چترال سے اور گنگا ترق کے بزرگ کھپلو سے آکر اس جگہ آباد ہوئے جواب غندوس کے نام سے مشہور ہے۔

اسی اثناء میں ایک شخص چوا نھوک جو قوم درد سے تھا چند ہمراہیوں کے ساتھ کسی طرف سے جو تحقیق نہیں ہو سکا۔ اس ملک میں وارد ہوا۔ اس نے نالہ گندرک کے دونوں کناروں پر آبادی کی بنیاد رکھی۔ یہ آبادی اب کھرمنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے مایور کو کراباتھنگ سے نکال کر اس جگہ بھیجدیا جو بعد میں اسی کے نام پر مایوردو کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور کراباتھنگ پر وہ خود قابض ہو گیا اس نے

شاہ مراد نے کرتخشو پر تسلط جمالیا۔ اور مرزا خاں کے تعاقب میں فوج کھپلو کے راستے بھیجی اور ملا زدم کشی پاساکن کھرمنگ۔ برچا ساکن پرنگوت۔ نقتو لوپا ساکن پاری تین اقوام کے تین اشخاص کو خفیہ طور پر نالہ کندرک کے راستے مرزا خاں کو گرفتار کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ مرزا خاں کے ملازمین میں ایک شخص ملدور دپا ساکن مایور دو ملا زدم کشی کا سالہ تھا۔ اس کی سازش سے ان ہر سہ اشخاص نے مرزا خاں کو رات کے وقت بحالت خواب پکڑ لیا۔ اور گرفتار کر کے براہ نالہ کندرک شاہ مراد کے پاس لے آئے وہ اسے قید کر کے اسکردو لے گیا۔ اور وہاں سے کشمیر میں آدم خاں کے پاس بھیج دیا آدم خاں نے دہلی میں شاہنشاہ ہند کے حضور میں روانہ کر دیا۔

شیر شاہ بانی حکومت کرتخشو ۱۶۸۵ء

جب شاہ مراد کا تسلط کرتخشو پر قائم ہو گیا تو امام قلی خاں راجہ شغر کے مشورے سے شاہ مراد نے اپنے چھوٹے بھائی شیر شاہ کو حاکم کرتخشو مقرر کر دیا۔ یہ انتظام شاہ مراد کی حیات تک جاری رہا۔ اسکے فوت ہونے پر شیر شاہ نے جو معرکہ آرائیاں اسکردو میں کیں ان کا تفصیلی بیان تاریخ اسکردو کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب شیر شاہ نواب شیر سے کمک لے کر آیا تو کرتخشو پر اُس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور کرتخشو و پرکوتہ ہر دو علاقہ جات حکومت اسکردو سے جدا ہو گئے۔ مگر اقتدار اسکردو کا کرتخشو کے اوپر قائم رہا۔

اس طرح شیر شاہ نے خاندان کرتخشو کی بنیاد ڈالی۔ اپنے دوران حکومت میں اُس نے بوتی کھر کے ساتھ ایک نیا محل کشمیری کاریگروں کے ذریعے تعمیر کیا۔ جس کا نام سوا کھر ہے انھوٹک کھر کے ساتھ اوپر کی طرف لداخیوں نے جو محل تعمیر کیا تھا۔ اس کا نام بوتی کھر ہے اور انھوٹک کھر کو مرزا خاں نے ترقی دی اس بنا پر وہ مرزائی کھر کے نام سے مشہور ہوا اس کے ساتھ نیچے کی طرف شیر شاہ نے جو محل تعمیر کرایا۔ اس حصہ کا نام سوا کھر ہوا۔ مجموعی طور پر اس عمارت کو انھوٹک کھر کہا جاتا ہے جو آج تک اچھی حالت میں قائم ہے۔

شیر شاہ کے زمانہ میں کشمیر سے ایک فقیر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موے مبارک اپنے ساتھ لایا۔ اس کو محفوظ رکھنے کے لئے سوا کھر میں ایک زیارتگاہ تعمیر کی گئی۔ اس کے اندر یہ موے مبارک ایک صندوق میں رکھا گیا۔ یہ آج تک موجود ہے۔

اور اُسے فتح کرنے کے بعد راجہ لداخ کو واپس حوالہ کر دیا۔ کرتخشو اور لداخ کے درمیان غوبٹامت چھو دنالہ گرا گرا سرحد قرار پائی۔ جس کا مفصل حال اسکردو و لداخ کے بیان میں درج کیا گیا ہے۔ اس وقت سے کرتخشو حکومت اسکردو کے ساتھ شامل ہو گیا۔ علی شیر خاں نے جب کرتخشو کی آبادی میں رفتہ رفتہ ترقی کی۔ اور سرحدی دیہات میں حفاظتی چوکیاں قائم کیں اور برج تعمیر کئے تو چونکہ اس چھوٹے سے ملک میں بہت قلعے بن گئے۔ اس بنا پر اس ملک کا نام کھرمنگ ہو گیا۔ یعنی بہت قلعوں والا ملک۔

علی شیر خاں نے بعد فتح کرتخشو سابقہ خاندان اتھوک کے سرکردہ حیدر کو جو اس وقت برقپو منگے پا کی قوم سے کہلاتا تھا حاکم کرتخشو مقرر کیا۔

علی شیر خان انچن نے اپنے آخری زمانے میں اپنے چھوٹے بیٹے احمد خاں کو رونڈو گذارہ میں دیا اور منجھلے بیٹے عبدال خاں کو پرکوتہ دکر تخشو بطور گذارہ کے دیا۔ اس نے پرکوتہ میں سکونت اختیار کی۔ حیدر بدستور کرتخشو کا عامل اس کے ماتحت رہا۔ حیدر کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا مرزا خاں اُس کی جگہ پہ عامل کرتخشو مقرر ہوا۔

علی شیر خاں کے فوت ہونے کے بعد جب عبدال خاں نے اسکردو پر قبضہ کر لیا تو اس نے پرکوتہ بھی اپنے عامل کرتخشو مرزا خاں کے سپرد کر دیا۔ اب مرزا خاں کرتخشو و پرکوتہ دونوں علاقوں کا حاکم ہو گیا۔ بعد میں جب عبدال خاں گرفتار ہو گیا تو مرزا خاں کی حکومت ماتحت آدم خان کے اسکردو پہ بھی ہو گئی۔ اس کے بعد جو مزید جھگڑے و فساد اسکردو میں ہوئے ان کی وجہ سے مرزا خان خود مختار حکمران اسکردو و کرتخشو کا تقریباً دس سال تک رہا۔ پھر جب آدم خاں اور شاہ مراد ہندوستان سے واپس آکر اسکردو پہ قابض ہوئے تو مرزا خان اسکردو سے نکل کر کرتخشو میں آگیا۔ اور دو سال تک خود مختارانہ طور پر کرتخشو میں حکومت کرتا رہا۔ اس عرصہ میں اس نے شاہ مراد کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی جاری رکھی۔ آخر الامر شاہ مراد نے باتفاق امام قلی خان راجہ شغر کرتخشو پہ حملہ کیا۔ مرزا خاں نے دلیری کے ساتھ متحدہ افواج اسکردو و شغر کا مقابلہ کیا۔ اور تین روز تک جنگ جاری رکھی۔ مگر آخر کار جب اس نے دیکھا کہ اقبال منہ موڑ چکا ہے۔ اور حدود جدیکا ہے تو وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کندرک نالے سے فرار ہو کر قلعہ چھر رو پٹ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

میں شامل کر لیا۔ بعد میں علاقہ شغر تنگھو شامل گرتخشہ ہوگیا۔

اعظم خاں بائی چہ سے گداگری کی حالت میں پوریگ آیا۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ ارائخ گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ امبہ میں ٹسٹی نگیل کے پاس نوکر ہوگیا۔ آخرالذکر روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سائیس کے طور پر اُس نے ملازمت شروع کی اور اس زمانہ میں اس نے بودھی حروف سیکھے اور بودھی علوم کی تعلیم حاصل کی طب میں خاص طور اُس نے مہارت پیدا کی۔ رفتہ رفتہ وہ ٹسٹی نگیل کے ملازمان خاص کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔ اُس زمانے میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے۔ جن سے ٹسٹی نگیل کو اشتباہ ہوگیا۔ کہ اُس کا ملازم اعظم خاں گرتخشو کے خاندان مقپوں میں سے ہے۔ اس کا حال اعظم خاں کو بھی معلوم ہوگیا۔ وہ لرجے یعنی حکیم کے بھیس میں امبہ سے بھاگا۔ اور یور بلتنک میں ایک شخص برگن پا کے گھر میں آیا اور اصل حقیقت اُسے سنائی اُس نے اُس کو پناہ دی۔ اور پوشیدہ طور پر اپنے پاس رکھا۔ اس کی تلاش میں امبہ سے کچھ آدمی آئے۔ انھیں بھی برگن پا نے اپنے گھر میں رکھا اور خاطر و مدارات کی اور اُنکا اطمینان کر دیا۔ کہ اعظم خان اس طرف نہیں آیا ہے۔ جب وہ واپس چلے گئے تو اعظم خاں کو زادِ راہ دے کر برگن پا نے گرتخشو کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ طور غنڈ میں اپنے خاندان کے قدیمی ملازم الی کے گھر میں آیا۔ اور علی داد چو کو خبر بھیجی۔ وہ طور غنڈ میں آیا۔ اور اعظم خاں کو اپنے ساتھ اپنے گھر بائی چہ میں لے گیا۔ اس طرح سے یہ وارث حکومت گرتخشو لامہ لرجے کے بھیس میں بائی چہ پہنچ گیا۔ اب علی داد چو نے حسن محمد بوتی پا کو اپنے ساتھ ملایا جو گامیس میں لامہ چو کی طرف سے حاکم تھا۔ حسن محمد دراصل خاندان مقپوں کا فرزند تھا۔ وہ اعظم خاں کی امداد کے لیے تیار ہوگیا۔ اُس نے من چونگ بوٹو وزیر لامہ چو کے ساتھ سازش کی۔ یہ شخص نمک خور خاندان مقپون رہ چکا تھا۔ اور اُن کی حکومت کے زمانہ میں بھی عہدہ وزارت پر ممتاز تھا۔ اس خیال سے یہ بھی دل و جان سے اعظم خاں کی مدد کے لیے تیار ہوگیا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ لامہ چو مع اپنے دونوں بھائیوں کے مرض جذام میں مبتلا ہوا۔ من چونگ بوٹو نے یہ صلاح دی کہ اعظم خاں جس طرح لامہ لرجے کے بھیس میں آیا ہے۔ اسی طرح

شیر شاہ نے ترکٹی کے بالمقابل دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر ایک نیا گاؤں آباد کیا اور اپنے چھوٹے بیٹے حمزہ خاں کو گذارہ میں دیدیا۔ اُس کے نام پر اس گاؤں کا نام حمزہ گنڈ رکھا۔ یہ گاؤں آج تک حمزہ خان کی اولاد کے قبضہ میں ہے مگر ان کی حیثیت اب معمولی زمینداروں سے بہتر نہیں ہے۔

گرتخشو کی حدود شیر شاہ کے زمانہ میں بطرف اسکردو ڈبری چو کتی متصل گول اور بطرف کشمیر موضع گرکت اور بطرف لداخ غوشٹا بست چھوبٹیں۔ گرکت سے اوپر نالہ جات شغرتنگھو اور ورا اس بدستور شامل اسکردو تھا۔

عزیز خاں و سعادت خان

شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا عزیز خاں حکومت گرتخشو پر متمکن ہوا۔ اس کے زمانہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا سعادت خاں حکمران ہوا۔ اُس کے آخری زمانہ حکومت میں لداخ کی طرف سے بسرکردگی لامہ چوپا کالون کھرمنگ کے اوپر حملہ ہوا۔ اس نے سعادت خاں اور اس کے بیٹوں کو جو سوناکھر میں تھے قتل کردیا۔ اور ملک پر متصرف ہوگیا۔ اعظم خاں اور شاہ نواز دو لڑکے سعادت خاں کے کم عمر تھے اور اپنے شیر پدر علی داد چو کے گھر میں یانیچہ میں رہتے تھے۔ علی داد چو نے یہ شور و شر دیکھکر اعظم خاں کو پوریگ کی طرف ایک گداگر کے لباس میں بھگادیا۔ اور شاہ نواز شیر خور تھا اُسے پوشیدہ طور پر اپنے گھر میں رکھا بعد میں جب لامہ چو کو پتہ لگا کہ سعادت خاں کا ایک بیٹا علی داد چو کے گھر میں موجود ہے تو اُس نے اس کو طلب کیا۔ لیکن علی داد چو نے وہ وفاداری دکھلائی جس کی مثالیں صرف ہندوستان کی تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔ اُس نے اپنے اصلی بیٹے کو بنام شاہ نواز لامہ چو کے دربار میں پیش کردیا اور اپنی آنکھوں کے سامنے اُس کا قتل کیا جانا گوارا کیا۔ مگر شاہ نواز پر آنچ نہ آنے دی وہ بدستور اُسکے گھر میں بطور اُس کے اصلی بیٹے کے رہتا رہا۔

لامہ چو نے گرتخشو اور پرکوتہ پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ راجہ اسکردو کو اپنے اندرونی جھگڑوں اور کمزوریوں کی وجہ سے لداخیوں کے مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی اور اس تکلیف میں خاندان گرتخشہ کی وہ کوئی مدد نہ کرسکا۔ حکومت اسکردو کی اس کمزوری سے راجہ پشکم نے فائدہ اٹھایا۔ اور اس کو گنڈیال چھوتک اور کل علاقہ شغرتنگھو کو اپنی حکومت

غازی کے چار بیٹے تھے۔ عبدالرحیم خاں۔ علی شاہ۔ مختہ خاں۔ اور عباس بیگ
عبدالرحیم ولی عہد مقرر ہوا۔ علی شاہ کو طولتی بطور گذارہ دیدی۔ مختہ خاں کو ابدود اور عباس
بیگ کو دوس کرچونا لگانگ چھے سے نیچے کی طرف بجانب پاری واقع ہے۔ دیدیا۔ یہ جگہ
بعد میں عباس بیگ ای شغرن کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اب راجہ کرتختو کی خود
کاشت ہے۔

عبدالرحیم خان اعظم خان غازی کے بعد اُس کا بڑا بیٹا عبدالرحیم خاں راجہ
ہوا۔ اس کے زمانہ میں اس کے بھائی مختہ خاں نے بڑی تکالیف پیدا کیں۔ آب خیزی کے
دنوں میں جب دریائے سندھ ناقابل گذر ہو جاتا۔ تو مختہ خاں کرکت تک لوٹ مار کیا
کرتا تھا۔ اور سردی کے موسم میں کھرمنگ پر بھی دھاڑا مارا کرتا تھا۔ عبدالرحیم خان اس سے
تنگ ہوا۔ آخر الامر اس نے مختہ خاں پر چڑھائی کی۔ وہ گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

عبدالرحیم خاں کے تین بیٹے تھے۔ اشرف خاں۔ محمد علی خاں۔ اور مشرف خاں
اشرف خاں کے اوپر مذہبی خیالات نے غلبہ حاصل کیا۔ وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ اور اسی
حالت میں اسکردو میں فوت ہوا۔ محمد علی خاں ولی عہد مقرر ہوا۔ اور عبدالرحیم خان کے
بعد راجہ ہوا۔ اُس نے آبادی میں بہت ترقی کی۔ اولڈنگ۔ مرول۔ شری ٹنگ۔ ترکتی
اور میوس تھنگ اسی کے آباد کردہ ہیں۔

محمد علی خان کی دو رانیاں تھیں ایک علی شیر خاں ثانی راجہ اسکردو کی بیٹی۔ اور
دوسری عزیز خاں ساکن کھرمنگ کی بیٹی۔ اصل رانی سے اُس کے چار بیٹے علی شیر خاں
عبدالرحیم خاں امیر الدین۔ اور حسن خاں تھے۔ علی شیر خاں ولی عہد مقرر ہوا۔ حسن خاں
حج کو گیا اور اسی جگہ لاولد فوت ہوا۔ عبدالرحیم اور امیر الدین کی اولاد ابتک موجود ہے۔

محمد علی خان کے بعد علی شیر خان راجہ ہوا۔ اس کی پہلی رانی شاہجہاں بیگم دختر راجہ
احمد شاہ اسکردو تھی۔ اس سے اُس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ دوسری رانی اس کی فضہ بیگم
دختر سید حسین ساکن کھرمنگ تھی۔ اس زمانہ میں احمد شاہ راجہ اسکردو پر ملک گیری کی ہوس
نے غلبہ حاصل کیا تھا۔ اس نے کھپلو کو فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کھرمنگ کا
قصد کیا۔ اس کے لیے اس نے یہ بہانہ بنایا کہ علی شیر خاں نے احمد شاہ کی بیٹی شاہجہاں بیگم

یہاں دربار میں حاضر کیا جاے۔ اُسے ہر سہ برادران لامہ چو کے علاج پر لگایا جائیگا۔ اور موقع کا انتظار کیا جائیگا۔ جس وقت موقع ہوا لامہ چو کا کام تمام کرکے حکومت پر وہ قبضہ حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ لامہ لرچے دربار لامہ چو میں حاضر ہوا۔ اور ہر سہ برادران کے علاج کی خدمت آسکے سپرد ہوئی۔ اس نے سب سے بالائی منزل پر تین جدا جدا کمرے ان تینوں بھائیوں کی رہائش کے لیے تجویز کیے۔ جن کی کھڑکیاں باغ ارگون الدنگ کی طرف کھلتی تھیں۔ یہاں علاج ہوتا رہا۔ اس اثنا میں وزیر من چونگ بوٹو نے بلتی اقوام کو کرتخشو میں کسی بہانہ سے طلب کیا۔ جب سب انتظام درست ہوگیا۔ تو رات کے وقت ان تینوں بھائیوں کو کھڑکیوں کے راستہ ایک ایک کرکے ارگون الدنگ کی طرف گرادیا۔ اس عمارت کی اپنی بلندی ہی ایک آدمی کی جان لینے کے لیے کافی ہے۔ مزید براں یہ کہ جس چٹان کے اوپر یہ عمارت واقع ہے وہ خود بھی زمین کی سطح سے بہت بلند ہے۔ یہ کمرے جس میں لامہ چو وغیرہ کو رکھا گیا تھا اس طرح واقع ہیں کہ ان کی کھڑکیوں سے جو چیز نیچے گرے وہ چٹان کے ساتھ رگڑ کھاتی ہوئی زمین تک آئیگی۔ اس موقع سے انسان کا صرف گرایا جانا اُس کی موت کے لیئے کافی سے زیادہ ہے۔ گرنے کے ساتھ ہی ان بھائیوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ صبح کے وقت اعظم خاں کی تخت نشینی کا اعلان کردیا گیا۔ بلتی اقوام نے بڑی خوشیاں منائیں۔ اور لداخیوں کا قتل عام شروع ہوا۔ اس طرح کرتخشو سے کر پرکوتہ تک غازی نے اپنا تسلط کرلیا۔

لامہ چو کی حکومت کے زمانہ میں موضع گنوخ پھر شامل گرکوند ہوگیا تھا۔ غازی اسکے واپس لینے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس لیے کرتخشو کی حد بطرف لداخ مردل قائم ہوئی۔ اعظم خان غازی نے اپنے بھائی شاہ نواز کو جو ابتک گمنامی کی حالت میں تھا پرکوتہ کی حکومت سپرد کی اور علی داد چو نے جو وفادارانہ خدمات انجام دی تھیں ان کے صلہ میں بائی چہ کا گاؤں اس کو بطور عطایات دیدیا۔ اور کرتخشو کا سردار فوج اسے مقرر کیا۔ اس کی اولاد ابتک بائی چہ میں آباد ہے۔ راجہ علی شیر خاں کے عہد تک انھیں مالیہ کی معافی تھی اب وہ مالگذار ہیں۔ برگن پا نے جو خدمات کی تھیں ان کے صلہ میں اسے انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ بعد میں غازی کے پوتے محمد علی خاں نے جب میموس تھنگ کو آباد کیا تو یہ نوآبادی اولاد برگن پا کو بعوض انکے بزرگن کی خدمات کے دیدی۔ یہ خاندان ابتک میموس تھنگ میں آباد ہے اور اس قریہ پر قابض ہے۔

لداخ سے واپس آکر بدستور کرتخشو پر قابض ہوگیا۔

شاہجہان بیگم نے اپنے باپ احمد شاہ کو علی شیر خاں کے متعلق جو پیغام بھیجا تھا اُس کا پہنچانے والا بھی احمد خان طولتی تھا۔ بعد میں ضمانت دیکر علی شیر خاں کی واپسی کھرمنگ کا بھی یہی احمد خاں ذریعہ ہوا۔ ان خدمات کے صلہ میں علی شیر خاں نے کھرمنگ کا قبضہ دوبارہ حاصل کرنے کے وقت نالہ گلیاخس کا مالیہ بطور عطایات احمد خاں کو دیدیا۔ جو علی شیر خاں کی حیات تک احمد خاں کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔

شاہ مراد کے فوت ہونے پر اسکردو میں ولی عہدی کے متعلق تنازعہ برپا ہوا جس کی تفصیل اسکردو کی تاریخ میں درج ہو چکی ہے۔ محمد شاہ چونکہ ماموں زاد بھائی اور نیز سالہ علی شیر خاں کا تھا اسے اُس کے ساتھ ہمدردی تھی اور ابتدا سے وہ محمد شاہ کا معاون رہا تھا۔ محمد شاہ کے کشمیر فرار ہونے کے چند روز بعد وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ افواج ڈوگرہ لیکر وارد سورو ہوا۔ اور تھوڑے دنوں میں کرتسے پشکم سوت۔ اور دراس پر قابض ہوگیا جس کے مفصل حالات دوسری جگہ درج کیے گئے ہیں۔ راجہ علی شیر خاں نے وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ کے حملہ لداخ و بلتستان و پورانگ میں اور بعد میں دیوان ہری چند و وزیر رتنو کی مہم لداخ اور پھر وزیر لکھپت کشتواریہ کی مہم بلتستان میں حصہ لیا ہے اور بعد ازاں تھم شاہ کی پہلی مہم گلگت اور بالآخر وزیر لکھپت و وزیر رتنو کی مہم سری نگر میں بھی شامل رہا ہے اور خدمات انجام دی ہیں۔ راجہ مذکور کے یہ کارنامے اُس کی اپنی ایک فارسی تحریر میں جو مجھے راجہ امان علی شاہ جاگیردار کھرمنگ سے دستیاب ہوئی۔ بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں اسکا خلاصہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے راجہ علی شیر خاں کے ذاتی کارناموں کے علاوہ ڈوگروں کے حملہ لداخ و بلتستان۔ سکھوں کے حملہ گلگت اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے ساتھ شیخ غلام محی الدین کی جنگ کشمیر بموقع حصول قبضہ کے متعلق بہت سے واقعات کی وضاحت چشمدید شہادت کی بنا پر ہوگی۔

"راجہ احمد شاہ اسکردو کے ساتھ میرے دو رشتے ہیں۔ یعنی میں اُس کا بھانجہ بھی ہوں اور داماد بھی ہوں۔ مگر راجہ نے اس تعلق کو بالائے طاق رکھکر تمام تبت خورد یعنی اسکردو۔ روندو۔ شغر۔ کرس۔ استور۔ کھپلو۔ و پرکوتہ کے لوگوں کو میرے خلاف کر دیا۔ اور اُس نے علی خاں روندو۔ حیدر خاں شغر۔ غلام شاہ پرکوتہ۔ خورم خان کرس۔ دولت علی خان کھپلو

کے اوپر دوسری شادی کی ہے اور شاہجہاں بیگم کو تکلیف پہونچائی ہے۔ اس بنا پر بسر دگی اپنے ولی عہد شاہ مراد کے اُس نے کھرمنگ پر فوج کشی کی۔ علی شیر خاں کو جب خبر پہونچی کہ یہ فوج پاری میں داخل ہوگئی ہے تو وہ بے سروسامانی کی حالت میں قلعہ انکھوکھر سے نکل کر لداخ کی طرف فرار ہوا۔ غالباً اُس کو مقابلہ میں کامیابی کی امید نہ تھی اور بصورت شکست قید اور قتل ہونے کے سوا اور کسی سلوک کی توقع وہ احمد شاہ سے نہ رکھتا تھا کیونکہ اُس کے ولی ارادہ کی اطلاع اُس کو اپنی رانی کے ذریعے مل چکی تھی۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ بمشورہ اپنی رانی شاہجہاں بیگم کے مقابلہ سے پیشتر ہی علی شیر خاں تنہا چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ اہل وعیال کی طرف سے اطمینان تھا کہ شاہ مراد اپنی بہن کو بے عزت نہیں کریگا شاہ مراد گرتخشہ میں پہونچا۔ چند روز اُس کے قلعہ میں قیام رکھا۔ پھر بیمار ہوکر اسکردو چلا گیا۔ اس کی بیماری کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ سوماکھر کی زیارت گاہ میں جو مال واسباب تھا وہ غارت کرکے فوج کے درمیان تقسیم کردیا۔ اس کی بہن شاہجہاں بیگم نے اس حرکت سے اس کو روکا کہ بزرگوں کے نام پر دست درازی کرنا عقائد مذہبی ایمان سے بعید ہے۔ مگر شاہ مراد نے اپنی فوجی کامیابی کے گھمنڈ میں اس کی کچھ پرواہ نہ کی جس کا نتیجہ یہ بیماری تھی جس سے شاہ مراد جانبر نہ ہوسکا۔ اور اسکردو پہونچنے کے چند روز بعد فوت ہوا۔

گو کہ اس حملہ پر ولی عہد اسکردو کی جان قربان ہوگئی۔ مگر احمد شاہ نے الحاق گرتخشہ کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہیں کی تاہم علی شیر خان کو واپسی کی جرأت نہ ہوئی۔ اور لداخ میں گیا پو ٹنڈوپ نمگیل کے پاس مقیم رہا۔ شاہجہاں بیگم نے اپنے باپ کو ملامت آمیز پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنا کون سی جوانمردی کا کام ہے۔ اُسپر احمد شاہ نے علی شیر خاں کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ تم کھرمنگ واپس چلے آؤ اور اپنی حکومت پر قابض ہوجاؤ۔ علی شیر خاں نے یہ جواب دیا کہ تمہارے قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگر تم احمد خاں طولتی کو ضامن کرو کہ میری آزادی میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی جائے گی۔ تو میں واپس آتا ہوں۔ ورنہ مسافرت کی آزادی کو گھر کی قید سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ احمد خاں نے ضمانت دی اور علی شیر خاں

سرخروئی اور خیر خواہی سرکار کا ہو۔ اس پر میں نے اپنے لشکر کے سرگردگان کو حکم دیا کہ میدان جنگ سے فرار ہو کر واپس چلے آؤ۔ کہ لشکر سرکار کے لیے راستہ کھل جائے۔ میرے ملک کا ایک لشکر ایک ہزار کے قریب تھا وہ واپس آگیا۔ اب لشکر سرکار نے حملہ کیا۔ لشکر راجہ احمد شاہ کے چند سرگردگان جیسے کہ وزیر سلطان اور وزیر پرکوتہ جان محمد وغیرہ اور چند نفر اور لوگ مارے گئے۔ اور لشکر اسکردو منہزم ہو کر منتشر ہو گیا۔ اور وزیر صاحب مع افواج سرکار دریا سے عبور کر کے میرے ملک میں داخل ہو کر حمزہ گنڈ میں وارد ہوئے۔ میں نے فضل علی اور غلام حسین عدولپہ اور ترنگفا عبدا علی کو وزیر کی خدمت میں بغرض حصول شرف ملازمت روانہ کیا۔ اور دوسرے دن لشکر اسکردو کی واپسی کے بعد نذرانہ اور پیشکش لے کر حمزہ گنڈ میں میں خود بھی حاضر خدمت ہو گیا۔ وزیر نے میری بڑی عزت افزائی کی خلعت و انعام و اکرام عطا کیا۔ اور سرکار عالی میں خیر خواہی کی عرضداشت گزارش کی۔

وزیر صاحب کو میں اپنے ساتھ لے کر اپنے قلعہ میں پہنچا اور تین دن تک تمام لشکر کی مہمانداری کی۔ اور احمد خاں راجہ طولتی۔ اور غلام شاہ راجہ پرکوتہ کو وزیر کے سلام کے لئے حاضر کیا۔ تین دن کے بعد وزیر کے ساتھ مع افواج سرکاری کے روانہ اسکردو ہوا راجہ غلام شاہ پرکوتہ کے اہل و عیال بھاگ کر راجہ احمد شاہ کی پناہ میں چلے گئے پانچ روز کے بعد وزیر مع فوج ظفر موج ظفر موج قلعہ اسکردو کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اور قلعہ کے بیرونی پھاٹک پر خود میں نے مورچہ بندی اور محاصرہ کا انتظام کیا۔ سب سے پہلے کھپلو۔ چھوربٹ۔ کرس و شغر کے لوگوں نے اتفاق کر کے اطاعت قبول کی اور سلام کے لیے حاضر ہوئے اور قلعہ کے محاصرہ میں شامل ہو گئے۔

سات روز کے بعد راجہ احمد شاہ نے پیغام بھیجا کہ میں بھی سلام کے واسطے حاضر ہوتا ہوں۔ وزیر صاحب نے قبول نہ کیا۔ اور جواب دیا کہ تمہارا اسلام قبول نہیں ہو سکتا تم راجہ محمد شاہ کو قلعہ لداخ سے دامن شاہ سرکار توڑ کر چوری سے لے آئے ہو۔ پہلے اس کو ہمارے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ راجہ احمد شاہ نے اپنے بیٹے راجہ محمد شاہ کو میری ذمہ داری پر وزیر کے سلام کے لیے روانہ کیا۔ اور دوسرے دن وہ خود بغرض سلام وزیر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسکردو کی تمام و کمال دولت خزانہ اور اسباب قلعہ میں جمع کر دیا جو سب

داحمد خاں طولتی والہ کو اپنے ساتھ یکدل و یک زبان کرکے بیحساب لشکر سے کرکرتخشہ پر حملہ کردیا۔ اب میرے لیے بجز راہ فرار اختیار کرنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں اپنے اہل و عیال اور زر و مال کو دشمن کے پنجہ میں چھوڑ کر تبت کلاں یعنی لداخ میں پناہ گزین گیا اس اثنا میں وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ افواج ڈوگرہ لے کر از راہ دارون سور و دکرتے میں داخل ہوگیا۔ مجھے اس خبر کے معلوم ہونے سے بڑی خوشی ہوئی اور میں نے اپنے شیر برادر وزیر غلام حسین نقتلو پا اور فضل علی دفتری کو خفیہ وزیر صاحب موصوف کی خدمت میں روانہ کیا۔ انھوں نے اس ملک کے سب نشیب و فراز وزیر کو سمجھائے اور میری مصیبت کا حال بھی سنایا۔ اور جو پیغام میں نے دیا تھا وہ بھی پہونچایا۔ چنانچہ انعام و اکرام سے سرافراز ہو کر وہ اس پیغام کے ساتھ واپس پہونچے کہ تم آج سے سرکار والا کے معتمد تصور کیے جاؤ گے تم کو چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو راجہ لداخ کو سلام کے لیے ہمارے پاس حاضر کرو۔ اس سے تمھاری سرخروئی متصور ہوگی۔ یہ واقعہ ۱۸ رمضان ۱۲۵۳ھ ہجری (مطابق ۱۸۳۵ء) کا ہے بعد ازاں اسی سال یکم ذی الحجہ کو بروز پنجشنبہ میں وزیر زور آور سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے وزیر صاحب سے وعدہ کیا تھا۔ اور عہد و پیمان ہو گئے تھے کہ موقع حملہ بلتستان میں افواج ڈوگرہ کو اپنے ملک سے راستہ دیدوں گا۔ اور ہر طرح سے امداد کروں گا۔ چنانچہ میرے اپنے قلعہ میں واپس پہونچنے کے چار سال بعد وزیر موصوف مع گیارہ ہزار فوج جنگی اور دس ہزار ملکیاں لداخ و پوریگ کے اور اس ملک کے راجگان کے ساتھ بعزم تسخیر بلتستان موضع چھے چے تھنگ میں وارد ہوا۔ راجہ احمد شاہ کا لشکر روندو۔ اسکردو۔ پرکوتہ۔ طولتی۔ اور کھرمنگ کی حدود سے موضع مذکور کے بالمقابل جمع ہوا۔ صرف دریائے اٹک درمیان میں رہا۔ دونوں لشکروں کے درمیان جنگ و قتال کی گرماگرمی شروع ہوئی۔

اس اثنا میں وزیر صاحب کا حکم میرے نام صادر ہوا کہ ہم اس تنگ راستہ میں افواج سرکار کو لے کر محض تمھارے وعدے پر آئے ہیں تم نے کہا تھا کہ تم راستہ دیدو گے اور ہر طرح سے امداد کرو گے۔ اب اس بارہ میں جو چارۂ کار ہو وہ بتلاؤ کہ موجب تمھاری

ورسد وغیرہ کے واپس کردیا۔ اپنے حقیقی بھائی راجہ حیدر علی اور شیر برادر غلام علی کو اپنے لشکر کے ساتھ میں نے وزیر کے ہمرکاب کردیا اور خود بغرض انجام دہی خدمات مفوضہ واپس چلا آیا۔ پورانگ کی سامان رسانی ورسد رسانی میں مجھے تیس ہزار روپیہ کے قریب اپنے پاس سے خرچ کرنا پڑا۔

وزیر نے پورانگ پہونچ کر قلعہ پورانگ کو فتح کرلیا۔ بہتہ بستی رام کو وہاں کا تھانہ دار مقرر کیا۔ اور خود چان تھان میں آگیا۔ اس اثنا میں لہاسہ کی طرف سے لشکر بھوٹیہ بے حساب اور بیشمار پہونچ گیا۔ اور قلعہ پورانگ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ خبر معلوم کرکے وزیر چان تھان سے پورانگ کو واپس ہوا۔ اور لشکر بھوٹیہ کے ساتھ بہت جدال وقتال کیا۔ آخر الامر بتقدیر الٰہی وزیر جان نثار ہوا۔ میرا بھائی حیدر علی خان۔ اور راجہ احمد شاہ محمد علی خان کھپلو واحمد خان طولتی واچوگو بنو معتبر لداخ وغیرہ خواہ بلتی یا سپاہی سب افواج بھوٹیہ کے پاس اسیر ہوگئے۔ اور باقی قتل ہوئے۔

بعد ازاں افواج بھوٹیہ نے بمشورہ راجہ احمد شاہ محمد علی خان کھپلو وغیرہ لداخ پر حملہ کردیا۔ قلعہ لداخ میں مہلوان سنگھ کمیدان مع تھوڑی فوج کے تعینات تھا۔ اس کا نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کرلیا قلعہ سے باہر کسی کے نکلنے کا امکان نہ تھا۔

اس موقع پر راجہ احمد شاہ نے اپنے وزیر معتمد خاص یوسف بٹ کریم کو اسکردو میں بھیجا۔ علی خان روندو۔ حیدر خان شغر۔ دولت علی خان کھپلو کا ناظم بیگ اسکردو والہ ولطف علی خان وخرم خان سبھوں نے اتفاق کرکے بھگوان سنگھ تھانہ دار اسکردو کو پکڑ لیا۔ اور قلعہ سرکار پر قابض ہوگئے۔ سرکاری توشہ خانہ کو لوٹ لیا۔ اور بھگوان سنگھ کو اور جمعدار کو اور سپاہیوں کو منتشر طور پر جابجا یعنی گلاب پور۔ وزیر پور وغیرہ میں قید کردیا۔ تمام ملک کو روگردان کردیا۔ مال سرکار کو غارت کیا اور علانیہ نمک حرامی کی۔ راجہ حیدر خان نگریہ وزیر ہدو کے لڑکے وزیر شجاع کو ایک سو چالیس نفر آدمان نگر والہ کے ساتھ کمک کے لئے لایا۔ توشہ خانہ سرکار میں جو کچھ اسباب ومال ومنال تھا سب راجگان ونگر والوں نے آپس میں تقسیم کرلیا۔ قلعہ کرگل کو بھی نہیں چھوڑا۔ اور تھانہ دار کرتسے دسورد اور تھانہ دار زانسکار قدم بجا نہیں رکھ سکے۔ صرف قلعہ لداخ بچا رہا مگر اس کی حالت بھی معرض خطر میں آگئی تھی

افواج سرکار کے قبضہ میں آیا۔ تین ہزار بندوقیں۔ دو ہزار تلواریں اور روپیہ اور بیشمار اسباب سب جمع ہوگیا اور قلعہ فتح ہوگیا نے احمد شاہ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال کر قید کردیا۔ اور بغاردو سے جو اسکردو کی سرحد تھی اس جگہ تک سرکار کا قبضہ ہوگیا روندو اور استور کے لوگ بموجب گلگت کی پشتی بانی اور کمک کے سرکار کے سلام کے لیے حاضر نہیں ہوئے۔ وزیر نے مجھے لشکر کے ساتھ بغاردو میں بھیجا۔ بغاردو سے میں فوج لے کر براہ چیپر روانہ روندو ہوا۔ اور دو نفر افسران سرکار مرزا رسول بیگ و محمد خاں مع ایک ہزار فوج کے کچورہ کی راہ سے روانہ روندو ہوئے ہیں اور افسران مذکور ایک ساتھ قلعہ روندو پر وارد ہوئے۔ راجہ روندو علی خان اپنے قلعہ اور ملک کو چھوڑ کر فرار ہوگیا قلعہ فتح ہوگیا۔ مال و اسباب جو کچھ قلعہ میں تھا۔ سرکار کے ہاتھ آیا۔ ہم سب سرخروئی کے ساتھ وزیر کی خدمت میں واپس پہونچے۔ وزیر نے پانچ سو سپاہی استور کی طرف بھیجے اور قلعہ استور کو بھی فتح کیا۔

وزیر نے مع افواج سرکار کے پورے سات ماہ تک اسکردو میں توقف کیا۔ اس اثنا میں۔ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مسلسل حاضر خدمت رہا اور ہر طرح سے خدمات انجام دیتا رہا اس سلسلہ میں پانچ ہزار کے قریب روپیہ اپنی گرہ سے بھی سب مجھے خرچ کرنا پڑا۔

تواہ کے بعد وزیر نے بھگوان سنگھ کشتواری کو مع جمعدار بھوپت اور مختار خاں منشی کے اور اسی نفر سپاہیاں کے قلعہ اسکردو میں تعینات کردیا اور خود راجہ احمد شاہ و کلانان و وزیران اسکردو و غیرہ کو اپنے ساتھ لے کر کھپلو کے راستہ سے واپس روانہ لداخ ہوا۔ اور میں مع اپنے ملک کے بزرگان و کلانان و معتبران کے علاقہ پرکوتہ و طولتی کا مالیہ وصول کر کے اپنا لشکر لے کر اپنے ملک کے راستہ سے روانہ ہوکر لداخ میں وزیر کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔

لداخ پہونچ کر وزیر نے جنگ پورانگ کے ارادہ سے چان تھان کی طرف حملہ کرنے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ افواج سرکاری و آدمان جنگی لداخ۔ پوریگ و لشکر تبت خورد و کلان تمام و کمال روانہ ہوگئے۔ میں خود بھی وزیر کے ہمرکاب کوتل چان تھان تک گیا۔ وہاں سے وزیر نے مجھے بغرض نگہبانی تبت خورد و انتظام روانگی سامان خراب

فوج تھی یعنی ایک ہزار فوج سرکا اور ایک ہزار میرے اپنے آدمی۔ دو ہزار فوج نے بارہ ہزار کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ بہت آدمیوں کو مارا۔ کچھ بھاگ گئے۔ کچھ دریا میں غرق ہوئے اور مابقی قید ہوئے اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ اسکردو والوں کی لوٹ مار کی وجہ سے قلعہ میں ایک مٹھی آٹا موجود نہ تھا میں نے تین ہزار من آرد گندم بہم پہونچایا۔

راجہ احمد شاہ و راجہ غلام شاہ کے اہل و عیال وزیران وکلانان و بزرگان اسکردو کے ساتھ فرار ہو کر روندو میں راجہ علی خاں کے پاس چلے گئے۔ راجہ حیدر خاں شغر مع جملہ کلانان و اکابران وترنگفاہائے شغر سے بھاگ گیا۔ راجہ دولت علی خاں کھپلو بعزم لداخ براہ چھوربٹ فرار ہوا۔ مابقی قید ہوئے۔ میں نے دولت علی خاں و حیدر خاں کے تعاقب میں آدمی روانہ کیے اور دم دلاسا دے کر دونوں کو واپس منگوایا۔ وزیر شجاع مع اپنے آدمیوں کے راتوں رات نگر کی طرف بھاگ گیا۔ بھگوان سنگھ اور جمعدار بھوپت کو گلاب پور و وزیر پور سے واپس لا کر قلعہ اسکردو میں پہونچایا اور وزیر لکھپت سے انکی ملاقات کرائی۔ وزیر لکھپت کے شنگھو شغر میں وارد ہونے سے لے کر خاتمہ جنگ اسکردو تک میں خدمت میں حاضر رہا اور غلہ و گندم۔ بھیڑ و بکری۔ ٹٹو و اسپ وغیرہ و گولی بارود کی بھرتی میں میرا پانچ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

اس عرصہ میں حضور انور میں فتح نامہ کے پہونچنے پر سرکار والا کا پروانہ خاص میرے نام صادر ہوا جس میں حکم تھا کہ میں تمام راجگان و وزیران و کلانان و اکابران کو لے کر حضور میں حاضر ہو جاؤں۔ اس سے مجھے دوست و دشمن کے درمیان سرافرازی حاصل ہوئی۔ پس میں نے بموجب حکم تمام راجگان و کلانان کو روانگی کے واسطے تیار کیا۔

نیز حکم تھا کہ اپنے خاص آدمیوں میں سے جن کی نمک حلالی پر مجھے پورا اعتماد ہے یعنی اپنے وزیروں میں سے یا اپنے بھائیوں میں سے جسے میں اس خدمت کے لائق خیال کروں۔ اسکردو میں بطور اپنے وکیل کے تعینات کر دوں کہ خدمت سرکار میں حاضر رہے اور وزیر کو صلاح و مشورہ سے مدد دیتا رہے۔ لہذا میں نے بمشورہ وزیر غلام حسین کو اس خدمت پر اس کے ساتھ اسکردو میں تعینات کر دیا۔ اور خود تمام راجگان و کلانتران کو ساتھ لے کر حضور میں مشرف ہونے کی غرض سے روانہ ہو گیا۔ میں گاندربل میں پہونچا تو ہاتھی مع

جب یہ حالات لداخ وبلتستان میں گذر رہے تھے تو دیوان ہری چند وزیر تنو وداس میں افواج سرکار لے کر وارد ہوئے چونکہ تمام ملک کی روگردانی کا حال دیکھ کر میں اپنے دل میں بہت تنگ تھا۔ فوج سرکار کے وارد وداس ہونے کی خبر سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے فوراً اپنے وزیر غلام عدولیہ کو دیوان ہری چند وزیر تنو کے پاس روانہ کیا۔ اپنے دیوان وزیر کے پاس پہونچ کر انھیں حالات مقامی سے آگاہ کیا۔ اور انھیں اپنے ساتھ لیکر قلعہ کرگل کو فتح کرادیا۔ اور دیوان نے تمام ملک پوریگ کو زیر کر کے بدستور سابق تھانیداروں کے سپرد کردیا۔ پھر وہاں سے دیوان وزیر مع افواج کے روانہ لداخ ہوگئے۔ لداخ پہونچکر جب چھوت کو انھوں نے منہدم کیا اور سب کو تہ و بالا کردیا۔ قلعہ لداخ کا محاصرہ اٹھ گیا۔ اور ملک لداخ دوبارہ سرکار کے قبضہ میں آیا۔ رات کے وقت راجہ احمد شاہ و محمد علی خاں کھپلو۔ داچوگونبو جب چھوت کے ساتھ بھاگ کر نکل گئے۔ دیوان وزیر نے قلعہ میں داخل ہوکر گگنا تھانہ دار۔ پہلوان سنگھ کیدان اور سپاہیان سرکار سے ملاقات اور فتح کی خوشی منائی۔

بزمانہ محاصرۂ قلعہ لداخ راجہ محمد علی خان کھپلو اپنا لشکر اور ایک ہزار لشکر بھوٹیہ ساتھ لے کر گگنا تھانہ دار اور قلعہ لداخ کے اوپر جنگ وقتال کے لیے آیا تھا۔ یہاں سے واپس ہوکر قلعہ چنہرے میں داخل ہوگیا۔ اُس نے دیوان ہری چند اور سپاہ سرکار کے ساتھ بہت جدال وقتال کیا۔ اور بہت سپاہی مارے گئے۔

آخرالامر دیوان کو فتح ہوئی۔ دشمن کی طرف سے کچھ مارے گئے۔ کچھ اسیر ہوئے خود راجہ محمد علی خان مع تین سو لشکر بھوٹیہ اور ایک سو چالیس نفر لشکر کھپلو والہ دیوان کے پاس اسیر ہوئے۔ محمد علی خاں کو بوجہ اُس کے فعل قبیح کے پابزنجیر کر کے قید خانہ میں رکھا غرض کہ جب تمام ملک لداخ دیوان ہری چند وزیر تنو کے ہاتھ میں آگیا تو وزیر غلام حسین عدولیہ فتح وفیروزی کے ساتھ واپس ہوا اور میرے پاس پہونچا۔

اُس کے پہونچنے پر میں خود بجا آوری خدمات کی غرض سے روانہ ہوا اور کمی پور ہوتا ہوا قصبے میں پہونچ کر وزیر لکھپت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر کو اپنے ساتھ لایا۔ اور شنگیو شنغر کے راستہ سے مع ایک ہزار سپاہ سرکار کے زاد دراہ اور خرچ کا انتظام کر کے کوتل کنچون سے گذر کر داخل اسکردو ہوگیا۔ قلعہ پہ پہونچے تو جنگ وقتال شروع ہوگیا کیونکہ قلعہ میں بارہ ہزار

دگوسفند وغیرہ لے کر لشکر کے ساتھ فوراً روانہ ہوجائے۔ جو کچھ خرچ ہو اس میں دریغ نہ کرے
روندو کو فتح کر کے گلگت میں ننھے شاہ کے ساتھ خدمت بجا لائے۔

"چنانچہ وزیر غلام حسین دو ہزار لشکر لے کر اسکردو سے روانہ ہوا۔ اور راتوں رات روندو
پہونچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جنگ پر نوبت نہیں پہونچی صلح کے ساتھ قلعہ زیر ہوگیا۔ احمد شاہ
و غلام شاہ وزیران و کلانان اسکردو و شغر کے اہل و عیال روندو سے قلعہ استق میں بھاگ کے
چلے گئے تھے۔ وزیر غلام حسین روندو سے روانہ ہوکر استق میں پہونچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا
اور اسے فتح کر کے ان سب کو اسکردو میں تھانہ دار گوساؤں کے پاس روانہ کر دیا۔ اور سرحد
استق تک حکومت سرکار قائم کر دی۔

"اس کے بعد وزیر غلام حسین لشکر تبت و روندو والہ کو اور راجہ علی خاں کو لے کر روانہ
گلگت ہوا۔ راہ میں قلعہ سفید یعنی کر پوکھ جنگ و قتال سے فتح کر کے ہاتھ میں لایا اور
پھر یہاں کا لشکر بھی اپنے ساتھ لیکر بقدر تین ہزار سپاہ کے ساتھ بغرض دفع گوہر امان گلگت میں
ننھے شاہ کے ساتھ شامل ہوگیا۔ گوہر امان اس وقت تمام ملک گلگت کا مالک تھا۔ جنگ و
قتال بہت ہوا۔ اور طرفین سے بیشمار نقصان ہوا۔ لیکن قلعہ گلگت فتح ہوگیا اور گوہر امان
منہزم ہوکر غذاروں کی طرف فرار ہوگیا۔ گلگت پر سرکار کا قبضہ ہوگیا۔
یہ وقت زمستان کا تھا قلعہ میں ایک چھٹانک آٹا موجود نہ تھا کیونکہ تین ماہ محاصرہ
جاری رہا تھا۔ اور ننھے شاہ کے ساتھ تین ہزار سپاہ تھی اور تبت کا لشکر بھی تین ہزار تھا
اور گوہر امان کی فوج سات ہزار کے قریب تھی۔ راہ کشمیر بند تھی۔ اتنے آدمیوں کے لیے
خوراک کا بہم پہونچانا گلگت جیسے تنگ ملک میں دشوار تھا ننھے شاہ نے میرے وزیر
سے کہا کہ قحط سے سپاہی بہت تنگ ہیں اس کا علاج کرنا چاہیے۔ وزیر مذکور اس فتح
کی خبر لے کر مظفر و منصور اپنے لشکر کے ساتھ اسکردو کو واپس روانہ ہوا۔ اس چھ مہینے کی
مدت میں میرے وزیر نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ یعنی غرہ ماہ سرطان
میں قلعہ لداخ ابتداً فتح کیا۔ غرہ میزان میں قلعہ ہائے اسکردو و شغر و کھپلو فتح کئے۔ اور
غرہ جدی میں قلعہ گلگت فتح کیا۔ نمک حراماں سرکار اور ردگردانی کرنے والوں کا نام و نشان
باقی نہیں رکھا۔ وزیر اسکردو میں پہونچا تو لصلاح گوساؤں تھانہ دار غلہ گندم ٹھو جو و سفید

ہودہ زرنگار میری سواری کے لیے موجود تھا۔ اس عزت و احترام کے ساتھ میں حضور انور میں پہونچا۔ پابوسی سے مشرف ہوا۔ اپنے ہم جنسوں میں سرافرازی اور سربلندی حاصل ہوئی اور کشمیر کے جملہ افسروں سے میری ملاقات کرائی گئی۔

دیوان ہری چند نے باقبال سرکار چان تھان میں فوج بھوٹیہ کو شکست فاش دی تمام لشکر کو تباہ کیا۔ اور بہت آدمیوں کو قید کیا۔ بعد میں دیوان نے تمام لشکر کو قید سے چھوڑ دیا صرف تین نفر کالون لھاسہ اور چھب جوت اور اچوگو بنو کو ساتھ لے کر اور راجہ احمد شاہ اور اور راجہ محمد علی خان کو پابزنجیر کرکے حضور میں حاضر کیا۔ میں نے بوجہ رشتہ داری حضور انور میں سفارش کر کے محمد علی خاں کو قید سے خلاصی دلائی۔ جس پر اُسے میرے حوالہ کر دیا گیا۔

اُس زمانہ میں حاکم کشمیر شیخ غلام محی الدین تھا۔ وہ خیر خواہ سرکار تھا۔ جب دیوان ہری چند و وزیر رتنو روانگی چان تھان کے واسطے تیار ہوئے تو اس موقع پر اُس نے بہت کمک دی تھی اور شالی و گولی بارود بہت بہم پہونچائی تھی۔ اور نیز بوقت جنگ اسکردو کچھ سپاہی مع ایک ضرب توپ و ایک ضرب غوبارہ و بقدر ضرورت خرچ سپاہان و گولی بارود ارسال کیے تھے۔ اس وقت راجہ گلگت کریم خاں و وزیر کسیر وغیرہ کلانان گلگت گوہران کے ظلم سے بھاگ کر شیخ غلام محی الدین کے پاس بطلب امداد کمک پہونچے تھے شیخ نے نتھے شاہ کو کمک لیجانے کا حکم دیا۔ اور حضور انور سے درخواست کی کہ ملک بتت سے کسی خیر خواہ کو تعینات کیا جائے تاکہ نتھے شاہ کی یاری و رہنمائی کرتا رہے سرکار والا نے مجھے اور وزیر لکھپت کو ارشاد فرمایا کہ نتھے شاہ کی امداد کے لیے اپنے خیر خواہوں میں سے یا اپنے بھائیوں اور وزیروں میں سے جس کسی کو کہ ہم دونوں لائق خدمت سرکار خیال کرتے ہیں منتخب کر کے اپنا لشکر دیکر نتھے شاہ کے ساتھ روانہ کریں۔ اور اس بارہ میں جو کچھ خرچ اور زحمت اُٹھانی پڑے اس سے دریغ نہ کریں۔ میں نے اپنے وزیر غلام حسین اور فضل علی دفتری کو اسکردو میں خدمات سرکاری کے لیے گوساؤں تھانہ دار کے پاس اپنے وکیل کے طور پر تعینات کیا تھا۔ اُس کو حکم بھیجا۔ اور وزیر لکھپت نے بھی تھانہ دار کے نام حکم لکھا کہ وزیر غلام حسین تعمیل حکم سرکار والا خدمت کے لیے تیار ہو جاوے اور تمام سامان جنگ اور غلہ گندم و دانہ و بنہ

تھے پاس تیس ہزار سپاہ جنگی جمع ہوگئی۔ اُنھوں نے اس سختی کے ساتھ ہمارا محاصرہ کیا کہ پرندہ کا گذر بھی مشکل ہوگیا۔ مخدوم حسن آباد پہونچنے کے لئے پوتوکدل کا راستہ مسدود ہوگیا۔ توپ و تفنگ کا گولہ موسم بہار کی بارش کی طرح برستا تھا جب محاصرہ نے طول کھینچا تو دشمن نے زمین کے اندر سے سرنگ ہماری طرف تیار کرنا شروع کی۔ یہ حال معلوم کرکے وزیر رتنو نے مجھ سے صلاح کی کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے رائے دی کہ قلعہ کے اندر سے بھی سرنگ شروع کردی جائے اس پر اتفاق ہوا میں نے وزیر غلام حسین کو مع اپنے آدمیوں کے برج کے تہ خانہ میں لیجاکر سرنگ کھودنے کے کام پر لگادیا۔ بیس بیس آدمی شب و روز کام کرتے تھے۔ تین تین روپیہ دن کے لئے اور تین تین روپیہ فی کس رات کے لیے مزدوری دیجاتی تھی۔ الغرض چودہ روز کی محنت کے بعد برج سے تیس گز باہر ہماری سرنگ پہونچ گئی۔ اور شیخ امام الدین کے سرنگ کھودنے والوں کے ساتھ ہماری ڈبھیڑ ہوگئی۔ اور ہم نے انھیں مار کر بھگا دیا۔ تین ماہ تک ہم محصور رہے لوگ پریشان ہوگئے۔ لیکن میں نے دم دلاسا دیکر انھیں اپنی جگہ پر قائم رکھا اسکے بعد مہاراجہ دلیپ سنگھ کا وکیل پہونچا اور اُس کے حکم سے محاصرہ ختم ہوا۔ سرکار کو فتح ہوئی۔ مجھے سات ہزار روپیہ اپنے پاس سے اس مناقشہ میں خرچ کرنا پڑا۔

جب فیصلہ ہوگیا تو ہم سب بمقام شیرگڈھی سرکار والا کے حضور میں مشرف ہوئے وزیر رتنو نے میری خدمات بالتفصیل بیان کیں۔ سرکار والا نے خلعت بے بہا عطا فرمایا یعنی شقہ کمخواب اعلیٰ طلائی کڑوں کی جوڑی۔ کنٹھا طلائی۔ جوڑہ شال پشمینہ رنگین۔ دلونگی زری وغیرہ۔ اور کشمیر میں پانچسو روپیہ کی جاگیر عطا فرمائی۔ بعد ازاں ہم سب اپنے وطن میں واپس پہونچے"

راجہ علی شیر خاں کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا جعفر علی خاں راجہ ہوا اُس کے بعد اُس کا بیٹا امان علی شاہ راجہ ہوا اُس کے فوت ہونے پر اُسکا بیٹا علی شیر خاں راجہ ہوا۔ یہ جاگیر بلحاظ وسعت اور آمدنی کے بلتستان میں سب سے بڑی ہے۔ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی سند کی بنا پر اُس کے اندرونی انتظام میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہے موجودہ راجہ کے عام انتظام کی تعریف سنی جاتی ہے

خاندان راجگان طولتی ایک شاخ خاندان کرتخشہ کی ہے انکا کوئی جداگانہ کارنامہ نہیں ہے لہذا میں نے انکے حالات لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور صرف شجرہ نسب پر اکتفا کی ہے۔ محمد علی خاں کے فوت ہونے پر اُس کا نوجوان بیٹا بحالت نابالغی راجہ ہوا۔ یہ نہایت نیک بخت اور سلیم الطبع نوجوان معلوم ہوتا تھا۔

گولی بارود ت۔ نمک و تمباکو بقدر کفایت سپاہان افواج متعینہ گلگت پورے چھ ہزار من ارسال کیے
جب یہ فتح نامہ حضور والا میں پہونچا تو سرکار نے میری بڑی عزت افزائی کی جس سے مجھے تمام راجگان
بلتستان کے درمیان امتیاز حاصل ہوا۔

سرکار والا نے مجھے سربلندی سے سرافراز و ممتاز کرکے رخصت کیا۔ اور تمام راجگان کو جو میرے
ساتھ کشمیر گئے تھے میرے سپرد کیا۔ میں ان سب کو لیکر واپس اپنے ملک میں پہونچا اور جملہ ہمراہیوں کو
ان کے اہل و عیال کے پاس اُن کے گھروں میں بخیریت پہونچا دیا۔

بعد میں جب مہاراجہ دلیپ سنگھ کے زمانہ میں قبضۂ کشمیر کے متعلق شیخ امام الدین صوبہ کشمیر اور
سرکار والا کے درمیان مناقشہ ہوا تو سرکار والا نے پروانہ خاص میرے نام صادر فرمایا کہ تبت کا لشکر
لیکر مع سامان جنگ کے جلد حاضر سری نگر ہو جاؤں۔ میں نے اسکا انتظام کیا چونکہ دیگر راجگان کا
لشکر پہونچنے کے لیے بہت انتظار کرنا پڑا۔ میں نے اپنے وزیر غلام حسین عدو لپہ اور فضل علی کو گولی
باروت وغیرہ ضروریات حرب دیکر اپنے کرختشہ سے بیس نفر بندوقچی ساتھ کرکے پہلے روانہ کر دیا۔
اُسکے چلے جانے کے بعد راجگان اپنی اپنی فوج کے ساتھ پہونچے لیکن راجہ دولت علی خان
قلعہ کھرکو سے اپنے گھر کو واپس چلا گیا۔ میں راجگان کو مع انکی فوج کے ساتھ لیکر اور اپنی فوج لے کر
روانہ سری نگر ہوا۔ روانگی سے پندرہ روز بعد سری نگر میں مع راجگان و فوج کے وزیر لکھپت کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور محلہ شیخ باغ میں مقیم ہوا۔ میرے پہونچنے کے بیس روز بعد وزیر رتنو دس ہزار سپاہ
لیکر اسی محلہ میں پہونچا۔ اور جنگ کی تیاری ہوئی۔ تجویز قرار پائی کہ میں مع دیگر راجگان تبت کے کوہ ماراں
کی طرف سے حملہ کروں۔ سخت خونریزی ہوئی۔ رات کو دشمن نے شب خوں مارا۔ آدھی رات سے
لے کر صبح صادق تک توپ چلتی رہی اور جنگ جاری رہی۔ صبح ہونے کے ساتھ ہی دست بدست
لڑائی تلوار سے شروع ہوگئی۔ وزیر لکھپت جان نثار ہوا۔ امام الدین کا لشکر بہت زیادہ تھا۔ کوہ
ماراں و شیخ باغ کے راستے سے اس نے محاصرہ کر لیا تھا۔ قلعہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔ وزیر رتنو ایک ہزار
پانچ سو جنگی فوج لیکر نکلا۔ اور کوہ ماران کے راستے میں سکھوں کی فوج سے مقابل ہوا۔ اور اُن کی
قطار توڑ کر راستہ نکالا اور میرے پاس قلعہ میں پہونچ گیا۔ میں نے خدا پر توکل کرکے قلعہ کے دروازہ
کو بند کر لیا اور قلعہ کے اندر بیٹھ گیا۔ شیخ امام الدین کے پاس ہر روز کمک پہونچتی رہتی تھی۔ شیر احمد
اندر راجگان مہبہ و ملکاہہ کے ساتھ سات ہزار جوان جنگی پہونچ گئے اس طرح سے شیخ امام الدین

۲۶- حسین خان ۱۷۸۹ - ۱۷۹۰ء

اسکی زوجہ اول دختر محمد ... خان اسکردو

۲۸ قلی خان
بار اول ۱۷۹۰ - ۱۷۹۹ء
بار دوئم ۱۸۰۰ - ۱۸۱۲ء
بار سوئم ۱۸۱۸ - ۱۸۱۹ء
اس کی زوجہ دختر احمد شاہ اسکردو

دولت علی خان

سلیمان خان
ماں پرستی جوں
۳۰ امام قلی خان
لاولد
عباس خان
۳۱ علی مردان خان
یاور علی خان (فوت)
حلیمہ خاتون
۳۲ اعظم خان

علی خان
محمد علی خان
حسن خان
محمد خان

حسن خان
حسین خان
محمد خان
عبداللہ خان
حیدر قلی خان

زوجہ دوئم خاندان بگو کھپلو

۲۷- محمد اعظم خان
بار اول ۱۷۹۰ء
بار دوئم ۱۷۹۹ء
بار سوئم ۱۸۱۳ - ۱۸۱۰ء
اس کی زوجہ دختر یبا چو کھپلو

۲۹- حیدر خان
راجہ بوقت فتح ڈوگرہ جموں میں فوت ہوا
۱۸۱۹ - ۱۸۴۲ء
مراد خان
حیدر خان

حاتم خان
محمد خان
محمد شاہ
علی خان
مروان خان
خان

دولت خاتون
(زوجۂ احمد شاہ اسکردو)

حلیمہ خاتون

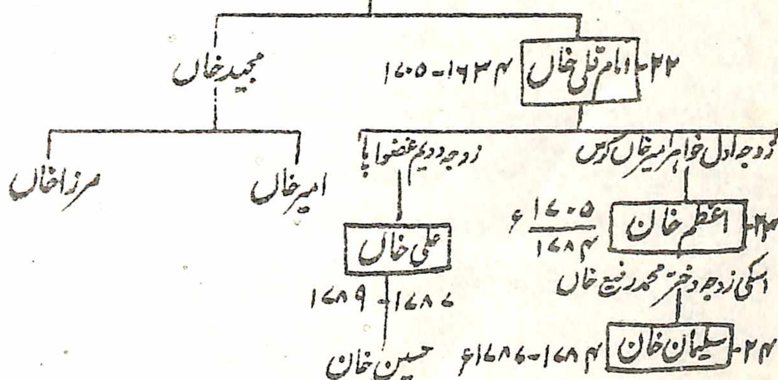
شجرۂ نسب حکمرانانِ شغر

خاندان قدیم	خاندان جدید عماچہ	
۱- گیا کھانگ	۱- چا تھم	۱۱- غازی تھم المعروف غازی میر ۱۴۴۰-۱۴۷۰ء
۲- گیا پا کھانگ	۲- بولگو تھم	۱۲- علی میر ۱۴۷۰-۱۴۹۰ء
۳- تے ستے چو	۳- یولگو تھم	۱۳- گازری ۱۴۹۰-۱۵۲۰ء
۴- یوق تھم	۴- ساموں	۱۴- عبداللہ خان ۱۵۲۰-۱۵۳۵ء
۵- یوقا تھم	۵ پیکردین	۱۵- حیدر خان
۶- شیر کھانگ	۶- رام	۱۶- حمید خان
۷- مر کھانگ	۷- رزی تھم	۱۷- روزی خان
۸- چا کھانگ	۸- ائی تھم	۱۸- سلطان خان
۹- چا پا کھانگ	۹ تیتزن تھم	۱۹- محمد خان
۱۰ اشیر بٹن، مسٹیڈ	۱۰- گوری تھم	۲۰- حسن خان ۱۶۳۳-۱۶۳۴ء

(۱۵ تا ۱۹: ۱۵۳۵-۱۶۳۳ء)

۲۰ حسن خان (مذکورۂ بالا)

۲۱ حسام قلی خاں



قائم رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ لہذا میدان بدستور غیر آباد رہا۔ حال میں مولانا سید عباس نے بصرف زر کثیر نہر کو از سر نو درست کر کے اُس کے آباد کرنے کی کوشش کی لیکن یہ پوری طرح آباد نہ ہوا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ اور یہ تجویز تکمیل کو نہ پہونچ سکی۔

تے ستے چو نے گرم پانی کے چشمہ واقعہ کھتوبل کے نزدیک ایک عالیشان قلعہ تعمیر کر کے اس میں سکونت اختیار کی اس قلعہ کی نسبت روایت ہے کہ لاکھ سے تیار کیا گیا تھا جس بنا پر اسکا نام لاچی کھر یعنی لاکھی قلعہ تھا۔ بعد میں ابی سوکی لڑائی میں یہ قلعہ تباہ ہوا۔ اس گرم چشمہ کے متصل ابتک ایک انبار سٹی پتھر کا پڑا ہوا ہے جس کی نسبت عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ لاچی کھر کی نیم سوختہ لاکھ ہے۔ جس میدان کے اندر یہ نشانات واقع ہیں وہ اب غیر آباد ہے۔ البتہ گرم چشمہ کو لوگ غسل کے واسطے استعمال کرتے ہیں۔

تے ستے چو کے زمانہ میں وادی شغر میں نیچے کی طرف سے بھی آبادی کا آغاز ہوا۔ ایک شخص ابی سو نے لم سا میں آبادی کی بنیاد ڈالی۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ ابی سو اصلی باشندہ کس ملک کا تھا۔ قیاس یہ ہے کہ اسکردو یا اطراف اسکردو کا رہنے والا تھا۔ مقام لم سا کوتل سنزنگ دو غمو کے نیچے عین دامن کوہ میں راستہ کے اوپر واقع ہے اس مناسبت سے اس آبادی کا نام لم سا یعنی آبادی سر راہ رکھا گیا۔ یہاں سے اوپر کی جانب کوہستان شغر کے ساتھ ساتھ چھمبر و جنگ تک جو نالہ شغر کے بائیں کنارے پر واقع ہے اس نے آبادی کے سلسلہ کو پہونچایا مگر اس موقع سے نیچے کی طرف وادی شغر میں اس وقت تک آبادی شروع نہیں ہوئی تھی۔

اُس زمانے میں بیان کیا جاتا ہے کہ گیسر گیا لپو جس کے قصے لداخ کی اطراف میں ابتک مشہور ہیں اور فخر کے ساتھ محفلوں میں باجے کے اوپر پڑھے جاتے ہیں۔ اور جس کے کارنامے ایک ضخیم کتاب میں پاکیزہ نظم میں مذکور ہیں لداخ کی طرف سے اس ملک میں آیا اور رندو تک پہونچا۔ کچھ عرصہ وہ اسکردو میں ٹھہرا۔ یہاں اُس نے شادی بھی کی۔ اور چند روز بعد واپس لداخ کو چلا گیا۔ اس کی بابت روایت یہ ہے کہ یہ شخص باشندہ موضع ہر واس علاقہ روندو کا تھا۔ کسی تدبیر سے اُس نے قوت حاصل کی۔ اور لداخ وغیرہ علاقہ جات پر متصرف ہو گیا۔ اور بعد میں اس ملک سے تجاوز کر کے (اور دغ برگردن راوی) لھاسہ۔ ترکستان اور

تیسرا باب

تاریخ شغر

آبادی کا آغاز ابتدائی باشندے اس علاقہ کے وسط ایشیا کے لوگ ہیں۔ کچھ ان میں سے کوہستان کاراکورم سے گذر کر براہ برالدو یہاں وارد ہوئے اور اکثر گلگت و ہونزہ ونگر سے ہوتے ہوئے براہ باشہ یہاں پہونچے۔ روایت یہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلے پہل بموقع اتصال نالہ برالدو و باشہ درمیانی مثلث کے اندر آبادی شروع کی اور رفتہ رفتہ اسے ایک شہر بنا دیا۔ جس کا نام کھوڑو چو تھا۔ یہ مقام اس وقت غیر آباد اور ویران ہے اور اس کے اندر آبادی کا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔ البتہ بیادگار اس کے بانیان کے پتھر کی ایک بہت بڑی ہانڈی دریائی گول پتھروں کے درمیان پڑی ہوئی موجود ہے جس کا قطر تین گز کے قریب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے بڑے مجمعوں کے موقع پر اس ہانڈی میں مہمانوں کے لیے کاچی تیار کی جاتی تھی۔ کاچی ایک قسم کا کھانا ہے جو آٹے کو پانی میں پکا کر تیار کیا جاتا ہے اور بجائے روٹی کے استعمال ہوتا ہے۔ ان اقوام سلف میں سے آخری قوم جو یہاں کھانگ اس علاقہ پر قابض تھی جس کے حکمران گیا کھانگ۔ کا شجرہ نسب جس حد تک یہ تحقیق ہوا درج کر دیا گیا ہے یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ وہ کس قوم میں سے تھا اور کس نہج پر وہ خود یا اس کے مورث آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔

تے ستے چو کے زمانہ تک موضع ستوول تک آبادی نالہ برالدو کے اندر ترقی کر گئی تھی اور نالہ باشہ بھی پوغاغنڈو تک آباد ہو گیا تھا۔ وادی شغر میں بھی آبادی ترقی کر رہی تھی۔ اور میدان بہا بھی آباد ہو گیا تھا۔ یہ ایک وسیع میدان نالہ برالدو کے بائیں کنارہ پر اس جگہ واقع ہے جہاں نالہ برالدو تنگ پہاڑوں سے نکل وادی شغر میں داخل ہوتا ہے۔ اس میں بھی آبادی کا کوئی نشان اب باقی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ سرکار جموں کی حکومت کے زمانہ میں اسے دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کی گئی اور نہر کو درست کیا گیا۔ لیکن نالہ کے عمل سے اُسکا دہانہ

ٹوٹ جانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اب یہ جگہ ریگستان ہے اور جابجا گول پتھر پڑے ہوئے ہیں جنہیں جنگلی جانوروں نے جائے پناہ بنا رکھا ہے۔ اس کی سطح زمین اب بھی نالہ باشہ کے پانی کی سطح سے زیادہ بلند نہیں ہے اور نالہ باشہ کے پانی کو اوپر کی طرف کچھ فاصلہ سے روگول کر کے اسے سیراب اور آباد کیا جا سکتا ہے۔

الغرض شیر بٹن کی حکومت کا اس آفت ارضی و سماوی سے خاتمہ ہو گیا اور اس کا بھائی مشیڈ اس کا جانشین ہوا۔ یہ شخص بہت جابر اور ظالم تھا تھوڑے عرصہ میں اسکی حکومت سے لوگ تنگ آ گئے۔ اس زمانہ میں مغلوٹ راجہ ہونزہ نے چاتھم راجہ نگر پر حملہ کیا اور نگر پر قابض ہو گیا۔ چاتھم راجہ نگر اپنے ملک سے فرار ہو کر براہ نالہ باشہ غنذ وہیں پہونچا۔ کچھ دنوں تک اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ بعد ازاں مشیڈ کے پاس نوکر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنے رسوخ کو بڑھایا یہاں تک کہ مشیڈ کے مشیران خاص میں داخل ہو گیا اور لوگوں کے درمیان تھوڑے ہی دنوں میں رسوخ پیدا کر لیا۔ چونکہ رعایا مشیڈ کے ظلم و ستم سے بیزار تھی۔ سرکردگان نے چاتھم کو مشورہ دیا کہ اگر تم مشیڈ کو قتل کر دو تو ہم تم کو اس ملک کا راجہ تسلیم کریں گے چنانچہ چاتھم نے لوگوں کے ساتھ سازش شروع کی۔ جب انتظام پختہ ہو گیا تو ایک روز موقع پاکر اُس نے مشیڈ کو قتل کر دیا۔ اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اُس کے نام پر اس کا خاندان اماچا کے نام سے مشہور ہوا جسے بلتستان میں عاچہ لکھا جاتا ہے۔ یتھم ہونزہ و نگر کی زبان میں راجہ کو کہتے ہیں۔ اور چا اُس کا نام ہے۔ یہ خاندان فتح ڈوگرہ تک برسر حکومت رہا اور اب مثل دیگر راجگان بلتستان کے علاقہ شغر میں جاگیر دار ہے۔

چاتھم کا قدم اس جگہ جب جم گیا اور اُس کی حکومت تمام علاقہ پر قائم ہو گئی تو اُس کے ہوا خواہ جو نگر سے فرار ہوئے تھے اُس کے پاس جمع ہونے لگے۔ اُس کے بیٹے یوگو تھم نے اُنھیں نالہ باشہ کے اندر جابجا آباد کیا۔ اس طرح اس نالہ کے اندر مختلف بستیوں کی بنیاد پڑی۔ اسی طرح سے کوہستان کاراکورم کے گرد و نواح میں جو کر غز خانہ بدوش رہتے تھے۔ ان کے ذریعے اُس نے نالہ برالدو کی آبادیوں میں وسعت دی اور اپنی حکومت کو استحکام پہونچایا۔

چاتھم سے لے کر گوری تھم تک دس پشتیں تحقیق ہوئی ہیں جن کے حالات کچھ

افغانستان پر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ لداخ کے لوگوں میں آج تک اس کا نام فخر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ مگر اس کی فتوحات کی تفصیلی حالات مجھے معلوم نہیں ہو سکے۔ کیونکہ یہ واقعہ آغاز آبادی لداخ کے زمانے کا ہونا چاہیے۔ جس کی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔

الغرض اپی سو کی اولاد پائینی حصہ وادی شنغر پر قابض رہی اور گیا کھانگ کی اولاد بالائی حصہ پر بشمول نالہ جات برالدو و باشہ کے حکمران رہی۔ جاپا کھانگ کے دو بیٹے تھے شیر بٹن اور مسینڈ۔ ان میں سے بڑا شیر بٹن اپنے باپ کی جگہ حکمران ہوا۔ اور مسینڈ کو گوما غنڈو میں گذارہ دیا گیا۔ وہاں اُس نے ایک چھوٹا سا محل پول پول کھر نامی تعمیر کیا اور اُس میں سکونت اختیار کی۔

غوڑو چو اس خاندان کا دارالحکومت تھا اور یہاں کے لوگ بہت آسودہ تھے اس آسودگی نے انھیں عیش و عشرت کا عادی بنا دیا۔ اس جگہ ایک بڑا میلا ہوا کرتا تھا تمام آبادیوں کے لوگ اس میلے میں شریک ہوا کرتے تھے اور ناچ رنگ و شراب کباب کی محفلیں آراستہ ہوتی تھیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اس میلے میں ایک فقیر آیا۔ اُس نے سوال کیا۔ لوگ شراب کے نشہ میں مست تھے کسی نے اُسکی طرف توجہ نہ کی۔ آخر کار ایک بڑھیا نے ایک روٹی اس فقیر کو دی۔ اُس نے آدھی روٹی خود لے لی اور آدھی اُس بڑھیا کو واپس دیدی اور اُس سے کہا کہ تم اس کو کھاتی ہوئی یہاں سے بھاگو۔ جس جگہ پر یہ روٹی ختم ہو جائے وہاں سے پیچھے پھر کر دیکھنا بڈھی یہاں سے اس فقیر کی ہدایت کے مطابق بھاگی اور منگو جا پہونچی۔ وہاں سے اُس نے پیچھے پھر کر نظر کی تو دیکھا کہ غوڑو چو کے پہاڑ سے مٹی پتھر کا سیلاب چل رہا ہے۔ اور اُس نے غوڑو چو کی آبادی کو غرق کر دیا ہے۔ یہ بڈھی عورت اسی جگہ پر ٹھہر گئی اور اُس کی اولاد نے منگو کو آباد کیا جو اسوقت تک آباد ہے۔

اس روایت سے کم از کم اس قدر پایا جاتا ہے کہ یہ آباد بستی کسی سیلاب کی وجہ سے غیر آباد ہوئی۔ جو خواہ اُس کے ملحقہ پہاڑ کے اوپر سے آیا یا نالہ باشہ سے آیا۔ اور اس آبادی کے اوپر پھیل گیا۔ اس قسم کے مظاہرات اس ملک میں وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ایسے میں کسی کرامات کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سیلاب پہاڑ کے اوپر غیر معمولی تیز بارش کی وجہ سے اور نالوں کے اندر گلیشیر کے عمل سے جھیل بنجانے اور ایک دم سے اُس کی دیوار کے

واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔ گازری کے زمانہ تک وادی شغر میں آبادی کا سلسلہ چھور کا اور ہنالی
تک پہونچ گیا تھا۔ اُس نے اُس سے نیچے کا جنگل بھی صاف کردیا۔ اور یار قند اور ہو نزہ نگر
کے لوگوں کو اس جگہ آباد کیا۔ اُس کے ساتھ ہی اس نے پہاڑ بونگری کے اوپر ایک چھوٹا
محل تعمیر کیا اور غنڈ و کو ترک کر کے اُس نو آباد جگہ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔

اُس کے عہد کا اہم واقعہ یہ ہے کہ میر شمس الدین عراقی براہ کشمیر وارد بلتستان ہوئے
اس زمانہ میں اسکردو میں بوخا اور کھپلو میں راے بہرام حکمران تھے۔ اور پوریگ میں جیب چو راجہ
تھا۔ میر صاحب نے مذہب امامیہ کی اشاعت شغر میں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ گازری کے
بیٹے عبداللہ خان نے اس مذہب کو اختیار کیا۔

گازری کے زمانہ کا ایک واقعہ نہایت عجیب وغریب ہے جس سے اُسکی دلیری
حسن تدبیر اور نیز چالاکی پورے طور پر ثابت ہوتی ہے اس نے باتحاد جیب چو راجۂ
سوت و راجۂ اسکردو۔ و راجۂ کھپلو لداخ پر حملہ کیا۔ گیالپو نے اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنا
مصلحت نہ سمجھا اور محصور ہوگیا۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا۔ محاصرین کی کچھ پیش نہ گئی
اور محاصرہ نے طول کھینچا۔ اتحادی پریشان ہوئے۔ گازری نے کہا کہ میں اس شرط پر قلعہ
زیر کیے دیتا ہوں کہ سب مال غنیمت مجھے دیا جائے۔ باقی تینوں اتحادیوں نے اس
شرط کو قبول کر لیا۔

گازری نے رات کے وقت اپنے آدمی قلعہ سے ہٹا لیے۔ اور صبح کے وقت جتنے
گھوڑے گدھے اور بیل اسے مل سکے سب کے اوپر مٹی لاد کر قلعہ کے سامنے گیا۔ محصورین
نے خیال کیا کہ جدید سامان خوراک محاصرہ کنندگان کے پاس پہونچ گیا ہے۔ اس سے
ان کی ہمت پست ہوئی۔ بعد ازاں گازری نے بذریعہ اپنے آدمیوں کے زمین کا تردد
شروع کردیا۔ لداخیوں نے پوچھا کیا کرنے لگے ہو۔ گازری نے جواب دیا کہ محاصرہ طول
کھینچ رہا ہے ہم لوگ خربوزہ کھانے کے عادی ہیں۔ معلوم نہیں یہاں سے کب تک
نجات ہو اس لیے خربوزہ کاشت کرنے لگے ہیں۔ یہ دیکھکر لداخیوں نے ہمت ہار دی اور
بہت سا مال و زر بطور تاوان دیکر نجات حاصل کی۔

اب یہ فوج واپس روانہ ہوئی۔ راستہ میں گازری کے تینوں اتحادی راجگان کی

دریافت نہیں ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ انھوں نے آبادی میں ترقی کی اور اپنا رسوخ بڑھایا حتیٰ کہ اپی سو کی حکومت کو جذب کر لیا۔ اور باشہ۔ برالدو۔ وادی شگر تمام ملک کے اوپر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

گوری تھم کا بیٹا غازی تھم تھا۔ روایت ہے کہ غازی تھم کے زمانہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر کے راستہ سے اسکردو اور شگر میں تشریف لائے اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کی۔ اور مسجد امبورک کی بنیاد ڈالی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ سید موصوف ۷۸۱ھ میں بعہد سلطان قطب الدین شاہ کشمیر وارد کشمیر ہوئے۔ اور کشمیر سے مراجعت کرنے کے بعد اثنائے راہ میں بمقام کبیر ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ ہجری کو واصل بحق ہوئے۔ اس اثنا میں اُن کا بلتستان میں آنا تاریخ اعظمی سے ثابت نہیں ہوتا۔ غالباً ان کے خلیفہ کے واقعہ کو عام روایت میں خود اُن کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ الغرض حضرت امیر کبیر کے خلیفہ حضرت سید محمد نوربخش جن کی تاریخ وفات ۸۶۹ھ ہجری درج ہے۔ تخمیناً ۸۵۰ ہجری کے قریب قریب اس ملک میں وارد ہوئے اور انھوں نے مذہب اسلام کی بنا اس ملک میں قائم کی۔ شگر میں اس وقت غازی تھم راجہ تھا اُس نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور اسلامی نام اُس کا غازی میر رکھا گیا۔ جس نام سے وہ بعد میں مشہور رہا۔ اس لیے غازی میر کا عہد ۸۵۰ھ ہجری کے قریب قریب ہونا چاہیے۔ غالباً یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اسکردو میں غوطہ چو سنگے اور کھپلو میں شاہ اعظم حکمران تھے۔

اس طرح سے غازی میر کا زمانہ تاریخ سے قائم ہو جاتا ہے جو کہ تقریباً ۱۴۴۰ء لغایت ۱۴۷۰ء ہے۔ لیکن اس سے اوپر چا تھم تک دس پشتوں کے نہ تو کچھ حالات تحقیق ہوئے ہیں اور نہ اُن کا زمانہ تعین کرنے کا کوئی معیار ہے۔ حسابی طور پر اگر ہر ایک پشت کو ۳۰ سال مان لیا جائے تو چا تھم کا زمانہ ۱۱۴۰ء ہوتا ہے اور اُس سے پیشتر کے خاندان کھانگ کی دس پشتوں کو بھی اگر اسی حساب سے محسوب کیا جائے تو گیا کھانگ کا آغاز ۸۴۰ء کے قریب ہونا چاہیے مگر لداخ کی طرح چونکہ کوئی تحریری تاریخ اس ملک کی موجود نہیں ہے۔ قابل اعتبار حد تک تاریخ کا تعین کرنا مشکل ہے۔

غازی میر کے بعد علی میر اور اُس کے بعد گا زری راجہ ہوا۔ علی میر کے زمانہ کا کوئی

اشگار کو جو کہ تمام بالتی کا دارالملک ہے اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے عورتیں
اور اموال عساکر منصورہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا تقصیر نہیں
کی۔ البتہ جہاں قلعے اور ور سے مستحکم تھے انھیں چھوڑ دیا۔ اوائل بہار میں شاہ بالتی سے
واپس روانہ لداخ ہوا"

عبداللہ خاں کے بیٹے حیدر خاں نے نالہ برالدو کی آبادی میں مزید ترقی کی۔ اور
یارقندی خانہ بدوشوں کو لاکر نالہ کے آخری مواضعات تے ستون واسکولی کو آباد کیا
ان کے ذریعے اُس نے سلطنت یارقند کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات پیدا کیے اور
شغر و یارقند کی سرحد کا بھی فیصلہ کیا۔ سلسلہ کوہستان کاراکورم حد فاصل قرار پایا۔
سفیر یارقند مع ایک سو سپاہ کے شغر میں تعینات ہوا۔ اور شغر کا وکیل بھی یارقند
میں تعینات ہوا اس کے بعد یارقندی سوداگروں کی آمد و رفت بلتستان میں شروع
ہو گئی۔ اور شغر کے لوگوں کی آمد و رفت بھی یارقند کے ساتھ قائم ہو گئی۔

اس کے ساتھ ہی درختان میوہ دار از قسم زرد آلو یعنی خوبانی۔ آڑو۔ انگور۔ سیب
اخروٹ وغیرہ یارقند او رہوزرہ وغیرہ سے لاکر شغر میں نصب کیے گئے۔ انکا بیج بھی انھیں
ممالک سے لاکر شغر میں رائج کیا گیا۔ اور ان درختوں کو اس ملک میں پھیلایا گیا خوبانی
کو اس ملک کی ہوا زیادہ موافق آئی اور شیرینی و لطافت و نفاست و تراوت میں اپنے
اصلی وطن کی پیداوار پر فوقیت لے گئی۔ اس وقت بلتستان میں اس کی بیسیوں اقسام
رائج ہیں جنمیں سے بعض اقسام میں خشک کرنیکے بعد عراق کی کھجور کی طرح لطافت اور تراوت باقی رہتی ہے
نالہ جات برالدو و باشا کی آخری آبادیوں کے اوپر ایک ایک قلعہ بغرض حفاظت
تعمیر کیا گیا۔ اور سپاہی ان کے اندر تعینات کیے گئے۔ ان قلعوں کے کھنڈرات تے ستون
اور ارندو کے متصل اب تک موجود ہیں۔

یارقند کے ساتھ سفارتانہ تعلقات محمد خان کے عہد حکومت تک قائم رہے اور
یارقندیوں کے ذریعے علاقہ شغر کی آبادی میں بہت ترقی ہوئی۔ اور تہذیب و شائستگی
ملک میں پھیلی جس سے بلتستان کو اپنی ہمسایہ اقوام میں امتیاز حاصل ہوا۔
عبداللہ خاں کے جانشینوں حیدر خاں تا محمد خاں کے عہد حکومت میں

نیت بد ہوگئی۔ گازری اسے تاڑ گیا۔ دم کھر کی منزل پر پہونچ کر اُس نے راجہ کھپلو کو یہ چکمہ دیا کہ میں اس قدر مال و اسباب شغر لیجاکر کیا کروں گا۔ میری ایک لڑکی ہے اُسکا بیاہ تم اپنے بیٹے کے ساتھ کرلو۔ اور یہ سب مال و اسباب درج فہرست کرکے بطور جہیز اپنے پاس رکھ لو وہ جھانسے میں آگیا اور اس انتظام پر راضی ہوگیا۔ جب یہ دونوں اس طرح مل گئے تو راجہ اسکردو اور راجہ سوت کی کچھ پیش نہ گئی۔

جب فریقین نے شادی کی تیاری کرلی۔ تو گازری نے راجہ کھپلو کو پیغام بھیجا کہ حسب رواج ملک اپنے معززین کو بھیج دو کہ دولھن کو رخصت کرالیجائیں۔ بڑی دھوم دھام سے برات روانہ ہوئی شغر میں پہونچی تو گازری نے بڑی پرتکلف ضیافت انھیں دی اور اس کے بعد رات کے وقت سب کو قید کردیا۔ اور کہا کہ جبتک ہمارا مال و اسباب فہرست کے مطابق ہمارے پاس پہونچیگا تمھاری رہائی ناممکن ہے۔ راجہ کھپلو کو پتہ لگا۔ تو اس نے اپنی غلطی پر بہت پیچ و تاب کھایا۔ مگر مجبور تھا سب مال و اسباب شغر کو پہونچاکر اپنے معززین کی رہائی کرائی۔ اور تینوں اتحادی راجگان منھ دیکھتے رہ گئے۔ کھپلو و اسکردو کے راجگان کا نام دریافت نہیں ہوسکا۔ ممکن ہے کہ گازری کے معاصرین راے بہرام و مقپون بوخا ہوں۔

گازری کے بعد اُس کا بیٹا عبداللہ خان راجہ ہوا۔

عام روایت کے مطابق سلطان سعید خان والی کاشغر کا حملہ بلتستان عبداللہ خاں کے عہد کا واقعہ ہے گو کہ تاریخ رشیدی میں سلطان کے شغر فتح کرنے کا مذکور ہے۔ مگر راجہ شغر کا نام درج نہیں ہے البتہ کھپلو میں اس وقت راے بہرام راجہ تھا۔ تاریخ مذکور کا اندراج حسب ذیل ہے۔

حملہ سلطان سعید خاں شاہ یارقند ۹۳۹ھ ہجری مطابق ۱۵۳۲ء

سلطان سعید خان شاہ یارقند ایک ہزار سپاہ لے کر ۹۳۹ھ ہجری مطابق ۱۵۳۲ء میں ریول دلداخ سے بالتی کی طرف متوجہ ہوا اور موسم سرما کے شروع میں بالتی پہونچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چوپان بالتی نے تمرد اختیار کیا۔ بہرام چو کی راہبری سے پہلے قلعہ

عبدال خاں نے اپنی بقیہ زندگی شغر کے قیدخانہ میں بسر کی۔ اور اسی حالت میں فوت ہوا۔ اس کی پختہ گنبددار قبر شغر کے شاہی قبرستان میں اس وقت تک موجود ہے عبدال خان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ سخت ظالم اور جابر آدمی تھا اس لیے می ندوس یعنی آدم خور کے لقب سے لوگ اُسے یاد کرتے تھے۔

حسن خاں نے ہندوستان سے نجار۔ دھوبی۔ موچی۔ سونار۔ لوہار اور سنگ تراش منگوائے۔ اور انہیں شغر میں آباد کیا۔ اور صنعت و حرفت کو ملک میں بہت ترقی دی جسکے نشانات شغر میں اب تک موجود ہیں اور جس کی وجہ سے شغر کو تمام بلتستان میں فضیلت حاصل ہے۔ اس نے بونگ ری کھر کو جس کا دوسرا نام ڈونگ کھر ہے ترک کر کے نالہ شغر کے داہنے کنارے پر ایک محل چھونگ کھر نامی تعمیر کیا۔ اور اس کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ اب تک راجگان شغر کی سکونت اسی محل میں ہے اور عمارت اچھی حالت میں ہے۔

حسن خاں کے زمانہ میں یارقندی سفیر کے بجائے صوبہ کشمیر کی طرف سے ایک عہدہ دار شغر میں تعینات ہوا۔ جسے لوگ تھانہ دار کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح سے سلطنت دہلی کا اقتدار شغر کے اوپر بھی قائم ہوگیا۔

امام قلی خاں ۱۶۳۴-۱۷۰۵ء

حسن خاں کو زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اور حکومت پر پہونچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فوت ہوگیا اُس کا بیٹا حسام قلی خاں تھا۔ مگر اس کا کوئی ذکر تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ غالباً اپنے باپ کی حیات ہی میں فوت ہوا۔ اور اُس کا بیٹا امام قلی خاں راجہ ہوا۔ اس کے طویل عہد حکومت میں بہت بڑے انقلابات بلتستان میں واقع ہوے جو شغرنامہ منظوم میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور چونکہ ان کا تعلق زیادہ تر اسکردو کے ساتھ ہے۔ لہٰذا بسلسلہ حالات اسکردو ان کا اندراج کیا گیا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیے اس سے ظاہر ہوگا کہ راجگان شغر کے درمیان امام قلی خاں بہت بڑا صاحب اقبال اور صاحب جاہ و جلال راجہ ہوا ہے اور اس نے اپنے لشکر کو ایک طرف گلگت و بروشال تک اور دوسری طرف لداخ تک پہونچا دیا تھا۔ الغرض یہ راجہ ملک شغر کے لیے ہر ایک پہلو سے قابل فخر ہے۔

اعظم خان ۱۷۰۵-۱۷۸۴ء

امام قلی خاں کے دو بیٹے تھے جن میں سے اعظم خاں بڑا

دو بھائی شاہ ناصر طوسی اور سید علی طوسی براہ تھلے شغر میں پہونچے۔ انھوں نے شغر میں تبلیغ اسلام کی اور مسجدیں تعمیر کیں جن میں قیام کرنے کے لیے بھی کمرے ہوتے تھے اسی قسم کی مسجدوں کو بلتستان اور کشمیر میں خانقاہ کہتے ہیں۔

حمید خان روزی خاں۔ و سلطان خان کے عہد کا کوئی واقعہ دریافت نہیں ہوا۔ اور نہ حیدر خان سے لے کر سلطان خان تک ان راجگان کے عہد کا کوئی پتہ چلتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نام بالکل فرضی ہوں بعد ازاں محمد خاں راجہ ہوا۔ اُس کے زمانہ کا بھی کوئی واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔ اُس کے فوت ہونے پر عبدال خان راجہ اسکردو نے شغر پر حملہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ محمد خاں کے بارہ بیٹے تھے ان سب کو عبدال خان نے قید کر لیا۔ اور ایک ایک کر کے الگ الگ دیہات میں قتل کیے جانے کی غرض سے بھیجدیا۔ ان میں سے گیارہ لڑکے مختلف دیہات میں قتل ہوئے۔ سب سے بڑا حسن خاں گوہا غنڈو کے حصہ میں آیا۔ اس گانوں کے لوگوں نے اس کے اوپر رحم کیا۔ اور زاد راہ دیکر پوشیدہ طور پر اپنے آدمیوں کے ساتھ اُسے کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ وہ کشمیر سے آوارہ گردی کی حالت میں دہلی پہونچا۔ اور کچھ عرصہ وہاں پھرتا رہا۔ اس اثنا میں شاہنشاہ دہلی شیر کے شکار کو روانہ ہوا حسن خان بھی بادشاہ کے ہمراہیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اتفاقاً بادشاہ کا مقابلہ شیر کے ساتھ ہو گیا۔ اور شیر نے بادشاہ کے اوپر حملہ کیا حسن خان اتفاق سے قریب تھا یہ فوراً آگے بڑھا۔ اور تلوار نکال کر شیر کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس واقعہ سے بادشاہ کی توجہ حسن خان کی طرف مبذول ہو گئی۔ اور دربار شاہی میں اس کی رسائی ہو گئی۔ بادشاہ نے اُس کے حالات دریافت کیے۔ حسن خاں نے موقع پاکر عبدال خاں کے ظلم و ستم کی تمام داستان بیان کر دی۔ اس موقع پر آدم خاں بھی دہلی میں موجود تھا اُس نے بھی اس کی بہت امداد کی اور بادشاہ سے دادرسی کی التجا کی۔ بادشاہ نے نواب کشمیر کو حکم دیا کہ امداد دے کر حسن خاں کو اُس کی میراث دلائی جائے۔ چنانچہ کشمیر کی فوج کے ساتھ حسن خاں اسکردو میں وارد ہوا۔ اور عبدال خان کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ شغر لے گیا۔ اور اپنے ملک پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعات تاریخ اسکردو میں مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ لہذا اس جگہ محض خلاصہ پر اکتفا کی گئی۔

اس حد تک فروغ ہوا کہ راجہ کا دربار سرد ہوگیا۔ راجہ کے دل میں اس سے حسد پیدا ہوا۔ اور وہ ان کے قتل پر آمادہ ہوگیا۔ اپنے وزیروں کے ساتھ اُس نے مشورہ کیا۔ ایک نے صلاح دی کہ پروردہ کو قتل کرنا مردانگی نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ تمام اہل شغر ان کے مرید ہوگئے ہیں۔ جب تک یہ زندہ ہیں ان کے اعتقاد سے وہ باہر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ کسی دوسرے اثر کو وہ قبول کرسکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ایک بڑھی عورت کے ذریعے حیلہ گری سے انھیں زہر دیکر انکا کام تمام کردیا جائے۔

شاہ کا دربان یہ باتیں سُن رہا تھا۔ چونکہ وہ سید برادران کا معتقد تھا راتوں رات سیدوں کے پاس پہونچا اور اس مشورہ سے انھیں آگاہ کیا۔ سیدوں نے یہ سُن کر آدھی رات کو چھوہرکا کی طرف کوچ کردیا اور محلہ موژدومو میں اقامت اختیار کی۔ اور اپنے مریدوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چند روز میں چھوہرکا سے لے کر برالدو تک اور ریالی سے لے کر باشہ تک سب اہل ملک سیدوں کے مرید ہوگئے اور محلہ موژدومو میں لب دریا انکے رہنے کے لئے ایک گڈھی تعمیر کردی جو اس درجہ مستحکم تھی کہ اُس کے اندر پرندہ کا گذر بھی محال تھا۔

اس طرح سے یہ دونوں بھائی سید راجہ کی زد سے نکل گئے اور راجہ کا اقتدار جاتا رہا بعض مواضعات سے باج و خراج بھی بند ہوگیا۔ وزیروں نے نگر کے آدمیوں سے کمک لے کر تین دفعہ بالائی علاقہ کے لوگوں پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ آخرکار اسی بڈھی عورت کے ذریعے سید یحیی کو یہ خط بھیجا کہ اگر تم سید مختار کو ہمارے حوالہ کردو تو شغر خاص میں تمہارے لیے مکان سکونت اور مسجد جامع ہم تعمیر کردیں گے اور تمام ملک شغر کا مجتہد صرف تمھیں کو مقرر کردیں گے ہم سب تمھارے پیرو ہوجائیں گے

سید یحیی کو یہ خط پہونچا تو اُس نے دل میں سوچا کہ ایک روز بھائی کو بھائی سے جدا ہونا ہی ہے۔ جب تک میں سید مختار کے ساتھ ہوں اس کے چاکر اور غلام کی طرح ہوں میرا نام بھی کوئی نہیں لیتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے میں راجہ کے حوالہ کردوں اور خود راجہ کی رضا جوئی میں رہوں کیونکہ شغر جیسی اور کوئی اچھی جگہ میری اور میری اولاد کی سکونت کے لیے نہیں مل سکتی یہ فیصلہ کرکے اُس نے خط مرسولہ کی پشت پر یہ جواب لکھ کر واپس بھیج دیا کہ:

تھا۔ جو کرس والی رانی کے بطن سے تھا۔ اور امیر خاں راجہ کرس کا بھانجہ تھا اور محمد رفیع خاں راجۂ اسکردو کا داماد تھا۔ دوسرا علی خاں چھوٹا تھا جو عفنو ابا وزیران شغر کے خاندان کی رانی کے بطن سے تھا۔ اعظم خان بجائے اپنے باپ کے مسند نشین حکومت ہوا چونکہ شغر میں عفنو ابا وزیروں کا رسوخ بہت زیادہ تھا اس لیے علی خاں کی طرف سے اسے ہر وقت اندیشہ لگا رہتا تھا چنانچہ اس نے یہ کانٹا نکالنے کی غرض سے علی خاں کو مع اپنے وزیر عفنو ابا محمد کے سفارت کے بہانہ سے یارقند کو بھیجدیا۔ یہ وزیر محمد ماموں علی خان کا تھا۔ اس کی جگہ دورخ پا کو اس نے اپنا وزیر مقرر کیا۔

الغرض اپنے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد اعظم خان کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں کشمیر کی طرف سے افغانوں نے اسکردو پہ حملہ کر کے راجہ مراد خان کو مغلوب کیا تھا۔ اس سے ملک میں بے چینی اور انتظام میں کمزوری پیدا ہوگئی تھی۔ اس سے اعظم خاں نے فائدہ اٹھایا اور سلطان مراد راجہ اسکردو کو بہ بہانہ دعوت و مشورت شغر میں طلب کیا۔ اندرونی طور پر یہ انتظام کردیا کہ سلطان مراد جب دریائے شغر کے بیچ میں پہونچے تو دریا میں غرق کردیا جائے چنانچہ کوارد و اور شغر کے درمیان دریائے شغر سے گذرتے وقت اُسے دریا میں گرا کر ملک عدم کو پہونچا دیا گیا۔ اس کے بعد اعظم خان نے اسکردو کا الحاق شغر کے ساتھ کرلیا اور موسے پا علی کو اسکردو کا کھرپپ یعنی حاکم مقرر کردیا۔

اعظم خان کا ایک اور کارنامہ قابل ذکر ہے جو میرے دوست سید عباس ساکن چھورکا نے تحریر کیا ہے۔ میں ان کی تحریر کا لفظی ترجمہ درج کرتا ہوں جو حسب ذیل ہے۔

واقعہ سیّد مختار و سیّد یحییٰ راجہ اعظم خان کے عہد میں دو بھائی سید مختار اور سید یحییٰ وارد شغر ہوئے۔ راجہ نے ان کا احترام کیا اور اُن کی منزل اور ضروریات کا انتظام کردیا۔ دونوں بھائی یہاں ٹھہر گئے۔ راجہ ہر روز ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور شرعی مسائل کے متعلق اُن سے باتیں کیا کرتا تھا۔ چونکہ سید مختار نہایت شیریں کلام اور عالم متبحر تھا۔ اس کی ذاتی کشش اور راجہ کی تبعیت سے تمام روسائے شغر اور انبوہ عوام ان دونوں سید بھائیوں کے پاس جمع ہونے لگا۔ چند روز میں اُن کی محفل کو

بتلائی۔کل باشندگان ملک شغر کو جمع کر کے اُس کا انتظام کردیا گیا۔ اور قلعہ بیر دگیالو کی لکڑی لاکر اس میں لگا دی گئی۔ کہتے ہیں کہ ایک سال میں مسجد تیار ہوگئی۔ بعد ازاں راجہ نے تمام علاقہ سے فی گھر نذرانہ سید یحییٰ کے لئے معین کردیا۔ جو بندوبست کے زمانہ تک اُس کی اولاد کو ملتا رہا۔ بعد ازاں بند ہوگیا۔ اب ان کی اولاد محلہ بہ محلہ گدائی کرتی پھرتی ہے۔

"بیر دگیالو جب راجہ کے قلعہ میں وارد ہوئی تو اپنے لڑکوں اور شوہر کی جدائی سے بہت بیقرار تھی شام ہوئی تو وضو کر کے نماز کے لیے کھڑی ہوئی اور سجدہ میں جا کر جان دیدی۔ اور مقبرہ راجگان میں مدفون ہوئی۔ اب تک اُس کی قبر کا نشان باقی ہے۔

سید مختار کرس میں پہونچے۔ وہاں راجہ، وزیر۔ اور رعایا نے گرمجوشی کے ساتھ اُن کا خیر مقدم کیا۔ اور کرس سے لے کر چھورہ بٹ تک کے لوگوں نے جمع ہو کر انکے لیے مکان سکونتی اور مسجد جامع چند روز میں تیار کردی۔ اور برضا و رغبت ہر شخص نے آٹھ پیمانہ غلہ نسلاً بعد نسلٍ سید مختار کو میراث بمیراث دینا قبول کیا اور انکی حفاظت کے ذمہ دار ہوئے۔

"راجہ کھپلو نے سید مختار کو لکھا کہ اگر اجازت ہو شغر کے لوگوں سے انتقام لیا جاوے اور آپ کے لیے کھپلو میں انتظام کیا جاوے سید نے جواب دیا کہ جنگ اسلام میں قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اس طرف کے لوگ میری حفاظت کے ذمہ دار ہیں انھیں چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانا مروت کے خلاف ہے۔ البتہ اگر کوئی اور حادثہ پیش آیا تو اُس وقت تمھارے سوا اور کسی طرف بھاگنے کا راستہ نہیں ہے۔

الحاصل سید مذکور نے کرس سے چھورہ بٹ تک تمام دیہات میں مساجد جامع و مساجد محلہ جا بجا تعمیر کرائیں اور تبلیغ و تعلیم کے لیے اپنے شاگردوں میں سے ملاان بین تعینات کیے۔ اب تک ان کا عزل و نصب ان کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

بعد ازاں اہل شغر نے سید مختار کے پاس شکایت کی کہ ہم سید قطب الدین کے ساتھ۔ کب تک گذارہ کریں یا اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے ہمارے

(۴)

رسمعنا و المعنا۔ کل رات شب جمعہ ہے جب کہ سید مختار اپنے مقصورہ یعنی عبادت خانے میں تمام رات عبادت و وظیفہ خوانی میں اس درجہ مصروف رہتا ہے کہ اسے اپنی جان کی بھی خبر نہیں رہتی۔ تم شب خون لاؤ اور قلعہ کے قریب تاک میں رہو۔ جس وقت سید مختار ذکر خفی میں سرگرم ہوگا میں دریچہ قلعہ سے آگ باہر کی طرف پھینکوں گا اور قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا۔ تم قلعہ میں داخل ہو جاؤ اور اُس کو پکڑ لیجاؤ۔ دن کے وقت میں بھی راجہ کے سلام کے لیے حاضر ہو جاؤں گا"۔

راجہ کو اس جواب سے بڑی خوشی ہوئی اور سید کے قلعہ موسومہ بیرو گیالمو پر شبخون بھیج دیا۔ سید یحیی نے دریچہ سے آگ پھینکنے کے بعد قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور خود لیٹ رہا راجہ کے آدمی قلعہ کے اندر داخل ہوئے سید مختار کی بیوی بیرو گیالمو نے یہ شور سنا تو دوڑی ہوئی سید مختار کے مقصورہ میں پہونچی اور اُس کو حال سنایا۔ اور کہا کہ یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو بھاگو۔ سید مختار چور دروازہ سے نکل کر بھاگا اور صبح ہونے تک کرمیں میں پہونچ گیا راجہ کے آدمی تمام رات اسباب و جائداد قلعہ کی لوٹ میں مصروف رہے۔ پھر سید مختار کی بیوی اور اُس کے دونوں لڑکوں کو قید کر کے باہر نکالا۔ اور راجہ کو فتح کی خبر بھیجی صبح کے وقت موضع تھونگمو درنگ کے ریگستان میں سید مختار کے دونوں لڑکوں کی مشکیں چوروں کی طرح باندھ دیں اور بطور نشانہ ہدف ریت میں کھڑا کر کے تیرباراں کر کے شہید کر دیا۔ ان کی قبور کا نشان آج تک اس جگہ موجود ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ موقع معصوموں کے آستانہ کے نام سے مشہور ہے۔ ان لڑکوں میں سے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام سید باقر تھا۔

مال غنیمت اور بیرو گیالمو کو راجہ کے پاس لے گئے۔ اُس نے مال غنیمت کو ان ظالموں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ سید یحیی بھی دن کے وقت ایک عالم زاہد اور عابد گوشہ نشین کے بھیس میں ہاتھ میں تسبیح لٹکائے ہوئے راجہ کے سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ راجہ نے ان کی خاطر تواضع کی اور اُن سے کہا کہ تم نے اپنا وعدہ وفا کر دیا ہے اب ہماری نوبت ہے کہ ہم اپنا وعدہ پورا کریں۔ جو موقع تمھیں پسند ہو وہ بتلاؤ کہ اس جگہ تمھارے لیے مکان سکونتی اور مسجد جامع تعمیر کرا دی جائے۔ اُس نے نالہ کے کنارے پر پل کے نزدیک ایک جگہ

اس طرح اعظم خاں نے اپنا راستہ ضرور صاف کر لیا۔ مگر اس ظلم سے اپنی بربادی کا سامان بھی پیدا کر لیا۔

سلیمان خان ۱۷۸۴ء–۱۷۸۷ء اعظم خان کی رانی فخر النسا جو سلطان مراد کی بہن تھی جیسا کہ تاریخ اسکردو میں مذکور ہو چکا ہے۔ اپنے شوہر کی ان حرکات اور اپنے آبائی خاندان کی تباہی کو دیکھکر بہت برہم ہوئی۔ لہذا اُس نے موضع کوارددکا محلہ برق نق اپنے حق مہر میں لے کر اعظم خاں سے علیحدگی اختیار کی۔ اور اپنے شوہر سے اُس کی بداعمالی کا انتقام لینے کے منصوبوں میں مصروف ہوگئی۔ چنانچہ اُس نے مسمی دلی کو جو وزیر محمد کاماموں زاد بھائی اور فخر النسا کے بیٹے سلیمان کا شیر پدر تھا اپنا ہم خیال بنا کر اُس کے ذریعے شغر میں اعظم خاں کے خلاف بغاوت کرادی۔ اس فتنہ و فساد میں اعظم خاں قتل ہوا۔ اور اُس کے خورد سال بیٹے سلیمان خان کو اُس کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ چونکہ سلیمان خان خورد سال تھا اور اپنی والدہ کے ساتھ اسکردو میں رہتا تھا۔ مسمی دلی مذکورہ کو اُس کا وزیر اور دلی مقرر کر کے تا بلوغت سلیمان خان حکومت شغر پر قائم کیا گیا۔ اور محمد ظفر خاں کو قید سے آزاد کر کے تخت اسکردو پر متمکن کیا گیا۔

علی خاں ۱۷۸۷ء–۱۷۸۹ء جب سلیمان خان سن تمیز کو پہونچا تو اُس کا وفادار شیر پدر اور وزیر دلی اُسے بلانے کی غرض سے اسکردو آیا کہ حکومت اُسے تفویض کردے۔ سلیمان خان نے اثنائے گفتگو میں ولی سے دریافت کیا کہ میرے باپ کو کس نے قتل کیا ہے۔ وزیر جواب دیا کہ شغر والوں نے دوران بغاوت میں مار اہے لڑکے نے کہا کہ جن مفسدوں نے فساد برپا کر کے میرے باپ کو قتل کرایا ہے۔ میں کھیرے کی طرح اُن کے ٹکڑے کروں گا۔ اس فساد کا بانی خود دلی تھا۔ اس سے اُس کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ اور اپنی جان بچانے کی تدابیر سوچنے لگا چنانچہ جب وہ سلیمان خاں کے ساتھ شغر کو واپس جا رہا تھا تو اثنائے راہ میں بڑی سترنگ ڈونگموں کے اوپر سلیمان خاں کا کام تمام کر کے اس کی لاش کو وہیں دفن کر دیا۔ اور شغر پہونچ کر نگر سے علی خاں برادر اعظم خاں کو واپس طلب کر کے شغر کی حکومت پر قائم کیا۔ علی خاں نے وزیر محمد مقتول کے بیٹے حسین کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور دوزخ پا سے اُسکی املاک اسے واپس دلائی چنانچہ

پاس تعینات کردو۔ سید نے اپنے نواسوں میں سے سید نجم الدین کو اس خدمت کے لیے تجویز کیا وہ شغر میں گیا اور موضع بیٹرپہ میں اُس کے لیے مکان اور مسجد جامع تیار کر دی گئی اور یہاں اُس کی مجلس خوب گرم ہوئی۔

پھر کھپورنکا کے لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ ہمارے پاس بھی ایک عالم تعینات کرو انھوں نے سید ابوالحسن کو اُن کے سپرد کیا۔ اُس نے موضع خمنی کا میں سکونت اختیار کی۔ لوگوں نے اس جگہ اس کے لیے مکان اور مسجد جامع تیار کر دی۔ اور اُس نے یہاں اپنا کام جاری کر دیا۔ ابوالحسن جید عالم تھا۔ اُس کی تصانیف اس وقت تک موجود ہیں"

سلطان مراد کے قتل کے وقت اُس کا بیٹا محمد ظفر خان صغر سن تھا۔ وہ پوریگ کی طرف فرار ہو گیا۔ اور پانچ سال تک وہاں پناہ گزیں رہا۔ اس درمیان میں راجہ اعظم خاں کا خیال اس کی طرف راجع نہیں ہوا۔ مگر ظفر خان ادھیڑبن میں برابر مصروف رہا۔ گو کہ لوجہ کم عمری اور بے سروسامانی کے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ لیکن اتنی مدت گذرنے کے بعد اس کے سامان خود بخود پیدا ہو گئے۔ علی خاں اور وزیر محمد جو یارقند کی سفارت کے بہانہ سے ملک بدر کیے گئے تھے اپنا کام پورا کر کے واپس آ گئے۔ اور براہ لداخ پوریگ میں وارد ہوے۔ محمد ظفر خاں، اتفاقاً وہاں انھیں مل گیا۔ اور اپنی مصیبت کی داستان اور حالات ملک بلتستان انھیں سنائے۔ وہ اعظم خاں کی طرف سے پہلے سے خار کھائے ہوئے بیٹھے تھے اس موقع کو انھوں نے غنیمت سمجھا۔ اور بامداد اس مظلوم لڑکے کے فوراً اعظم خاں کی مخالفت کے لیے تیار ہو گئے لیکن وہ سفر دور و دراز کی وجہ سے بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور خرچ سے بھی لاچار تھے۔ ظفر خاں کے پاس بھی کوئی ذخیرہ نہ تھا کچھ بن نہ پڑی بالآخر انھوں نے وزیر محمد کو ظفر خان کے شیر پدر سوسوپا کے پاس اسکردو روانہ کیا کہ کچھ زاد راہ لے آئے۔ سوسوپا نے بیوفائی کی۔ اور بجائے امداد دینے کے وزیر محمد کو گرفتار کر کے اعظم خاں کے کھرپون علی کے حوالہ کر دیا۔ اُس نے شغر میں اعظم خاں کو اطلاع دی وہ اسکردو پہونچا اور وزیر محمد بیچارے کو بے خطا سکہ میدان میں نشانہ تیر اندازی بنا کر ملک عدم میں پہونچایا اور ظفر خاں و علی خاں کو پوریگ سے گرفتار کر کے منگوایا ظفر خاں کو شغر کے مون کھر میں قید کر دیا۔ اور اپنے بھائی علی خاں کو نگر کی طرف ملک بدر کر دیا

دو لڑکے حیدر خان و حاتم خان اور دو لڑکیاں دولت خاتون اور حلیمہ خاتون پیدا ہوئیں
اس طرح سے اس دفعہ بارہ سال اس نے جلاوطنی میں بسر کئے بعد ازاں کھپلو سے
امداد لے کر پھر شغر پر حملہ آور ہوا۔ قلی خان کو مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور فرار ہو کر اسکردو
میں پناہ گزین ہوا۔ اعظم خاں سہ بارہ حکومت شغر پر قابض ہو گیا لیکن صرف چند سال
حکومت کرنے کے بعد فوت ہو گیا۔

اعظم خان کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا حیدر خان خورد سال تھا قلی خاں نے
موقع پا کر بارادر راجہ اسکردو پھر شغر پر قبضہ کر لیا۔ لیکن موت نے حکومت کی فرصت نہ دی
اس کے فوت ہونے کے بعد حالات نے

حیدر خان بسرپرستی اسکردو ۱۸۱۹ء / ۱۸۴۲ء

پھر پلٹا کھایا۔ اعظم خان کی بیٹی دولت خاتون
پر جو حسن و جمال میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھی احمد شاہ کی نظر پڑ گئی۔ اور اُس کے ساتھ اُسنے
شادی کر لی۔ اور اُس کے صلہ میں اس نے اعظم خاں کے خورد سال بیٹے حیدر خاں کو
شغر کا برائے نام راجہ تسلیم کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حیدر خاں کے سن تمیز
کو پہونچنے تک یہی انتظام جاری رہا۔ بعد ازاں حکومت پر حیدر خاں کو قبضہ دیدیا گیا
اور اسکردو کا صرف اقتدار قائم رہا۔ ان حالات میں قلی خان کی اولاد اپنے باپ کی
میراث سے محروم رہی۔

احمد شاہ کی حکومت شغر اور حیدر خاں کی راجگی

شغر کے کوئی بڑے کارنامے
نہیں ہیں بوقت حملہ وزیر زورآور سنگھ کلھوریہ شغر میں حیدر خاں راجہ تھا۔ وزیر نے
بھی اسی کو راجہ تسلیم کیا مگر پورانگ میں وزیر مذکور کے جان نثار ہونے کے بعد حیدر خاں نے
علم بغاوت بلند کیا اور اسکردو پر بھی قبضہ کر لیا۔ وزیر لکھپت کی آخری مہم کے موقع پر حیدر خاں
گرفتار ہوا اور مع اہل و عیال جموں پہونچایا گیا اور اسی جگہ فوت ہوا۔ اس کے واقعات
دوسری جگہ مفصل بیان ہو چکے ہیں۔ حیدر خاں کا بیٹا مراد خان حیدر خاں کے فوت ہونے
کے بعد جموں سے شغر میں واپس آیا۔ اس کی اولاد ابتک موجود ہے۔
وزیر لکھپت کی مہم کے وقت سلیمان خان

امام قلی خان بسرپرستی جموں ۱۸۴۲ء

پسر قلی خاں راجہ شغر فوت ہو چکا تھا۔ مگر

یادگار کے طور پر اب تک عفنوا پا وزیروں کے احاطہ میں ایک مکان دو رخ پا کا موجود ہے
اعظم خاں کی غداری اور سفاکی کا یہ انجام ہوا کہ اُس کا تخم باقی نہیں رہا۔

حسین خاں ۱۷۸۹ / ۱۷۹۰ء علی خان نے بحالت جلاوطنی نگر میں شادی کر لی تھی اور اس سے اُس کا ایک لڑکا حسین خاں اُسی جگہ پیدا ہوا تھا علی خاں
کے فوت ہونے کے بعد حسین خاں اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے چند روزہ عہد میں کوئی اہم
واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔

اعظم خاں بار اول ۱۷۹۰ء بار دوم ۱۷۹۹ء - بار سوم ۱۸۱۳ / ۱۸۱۸ء
قلی خاں بار اول ۱۷۹۰ء بار دوم ۱۸۰۰ / ۱۸۱۸ بار سوم ۱۸۱۸ / ۱۸۱۹ء

حسین خان کے تین بیٹے تھے۔ بڑا اعظم خاں جو کھپلو والی رانی کے
بطن سے تھا۔ دوسرے قلی خان و دولت خاں جو علی شیر خاں ثانی راجہ اسکردو کی بہن کے
بطن سے تھے حسین خاں کی وفات پر اس کا بڑا بیٹا اعظم خاں اس کا جانشین ہوا۔ مگر چھوٹے
بیٹے قلی خاں نے اسکردو کی کمک کے گھمنڈ پر جانشینی کے متعلق تنازعہ کیا۔ علی شیر خاں نے
اعظم خاں پر بامداد قلی خان چڑھائی کی۔ اعظم خاں منہزم ہو کر کھپلو کی طرف بھاگ گیا۔
اور قلی خان حکومت پر متمکن ہوا۔

کھپلو میں اس وقت محمد علی خان راجہ تھا۔ اُس کی غیرت نے جوش مارا اور اعظم خاں
کی امداد پر تیار ہو گیا مگر اس زمانہ میں خود اُس کی حالت اچھی نہ تھی عملاً کچھ نہ کر سکا۔ مجبوراً نو
سال اعظم خاں نے کھپلو میں بامید کمک بسر کیے۔ اتنے عرصہ کے بعد محمد علی خاں نے
شغر پر چڑھائی کی قلی خاں نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر شکست کھائی اور اسکردو کی طرف
فرار ہو گیا۔ اور اعظم خاں دوبارہ حکومت شغر پر قابض ہو گیا۔

اس وقت اسکردو میں راجہ احمد شاہ کی حکومت تھی چند سال کے بعد موقع دیکھ کر
احمد شاہ نے بامداد قلی خاں اعظم خاں کے اوپر چڑھائی کی۔ اعظم خاں نے جان توڑ کر مقابلہ
کیا مگر احمد شاہ کے حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور شکست کھا کر دوبارہ کھپلو کی طرف فرار ہوا
اور قلی خاں دوسری دفعہ حکومت شغر پر قابض ہوا۔

اعظم خاں نے کھپلو پہونچ کر ایک مہاجہ کی لڑکی سے شادی کر لی تھی جس سے

شجرہ نسب راجگان کھپلو مرتبہ راجہ علی شیر خان سربراہ جاگیردار کھپلو

۱۔ سلطان اسکندر اعظم
۲۔ سلطان ابراہیم
۳۔ سلطان اسحق
۴۔ سلطان عبدالرحیاد
۵۔ میر براہیر
۶۔ ارمان ساہیر
۷۔ بیشرب نم
۸۔ تم لوتنگ
۹۔ سلطان محمود میر غازی
۱۰۔ سلطان مہدی غزالی
۱۱۔ مہدی ابراہیم
۱۲۔ ملک حیدر شاہ
۱۳۔ سلطان ملک غزالی
۱۴۔ سلطان ملک شاہ
۱۵۔ سلطان جنید شاہ
۱۶۔ حیدر شاہ
۱۷۔ حیدر کرار
۱۸۔ شاہ ابراہیم
۱۹۔ سلطان جوہر فانی
۲۰۔ بخم الملک
۲۱۔ ملک رستم
۲۲۔ مہدی میر
۲۳۔ ملک میر
۲۴۔ ملک جبار
۲۵۔ سعد اللہ خاں
۲۶۔ سعد قردن بیگ
۲۷۔ سعد جلیل خاں۔
۲۸۔ سعد رستم بیگ
۲۹۔ عطاء اللہ خان
۳۰۔ سعد خلیل خاں
۳۱۔ سعد یعقوب خاں
۳۲۔ سعد میر غازی
۳۳۔ سعد ملک پرتو۔
۳۴۔ سعد ابر ملک
۳۵۔ سعد محکم خاں
۳۶۔ سعد شاہ عظیم بیگ
۳۷۔ سعد گوہر بیگ
۳۸۔ سعد ملک شاہ شجاع

اس کی اولاد موجود تھی۔ اس کا ستارہ جاگا اور وزیر لکھپت نے امام قلی خان پسر سلیمان خان کو شغر کا راجہ تسلیم کیا۔ اور اُس کے گذارے کے لیے علاقہ شغر سے کچھ جاگیر اُس کو عطا کی اور اُس کے بزرگان کی مقبوضہ اراضیات بھی اُس کو حوالہ کر دیں انتظام ملکی کے واسطے وزیر نے شغر میں ایک تھانہ دار مقرر کر دیا۔ اور اُس کی حفاظت کے لیے کچھ فوج بھی شغر میں تعینات کر دی۔ اُن کے رہنے کے لیے قلعہ نالہ شغر کے داہنے کنارہ پر تعمیر کیا گیا۔

امام قلی خان لاولد فوت ہوا۔ اُس کا بھائی عباس خان مخبوط الحواس تھا جاگیر کچھ عرصہ ضبط سرکار رہی۔ پھر عباس خان کا نابالغ بیٹا علی مردان خان جموں میں پیروی کے واسطے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں سے اُس کی نصف جاگیر واگذار ہوئی باقی نصف کے لیے یہ حکم ہوا کہ علی مردان خان کی بلوغت کے بعد رپورٹ کی جائے۔ یہ رپورٹ کبھی نہیں ہوئی اور علی مردان خاں کو اسی نصف حصہ پر قناعت کرنا پڑی۔

علی مردان خاں ۱۳۲۳ھ ہجری میں ایک شیر خوار لڑکی حلیمہ خاتون چھوڑ کر فوت ہوا۔ اس وقت سے اُس کا چھوٹا بھائی اعظم خاں راجہ شغر ہے۔

شجرہ نسب راجگان بیگو کھیلو (مطابق عام روایت و تحقیقات مولف)

۱- بیگ منتھل (تقریباً ۸۵۰ء)
۲- ٹیکم بیگ
۳- محمود مزدقالی
۴- سلطان مہد غزالی
۵- ملک غوشالی
۶- ملک شاہ
۷- جنید شاہ
۸- حیدر کوار
۹- ملک میر
۱۰- جور خان
۱۱- عالم ملک
۱۲- رستم ملک
۱۳- ملک امیر
۱۴- ملک جبار
۱۵- مہدی میر
۱۶- جلیل بیگ
۱۷- رستم بیگ
۱۸- طلاب خاں
۱۹- مقیم خاں
۲۰- شاہ اعظم خان (مسلمان) ۱۴۲۰-۱۴۵۰ء

۲۱- نور غازی
۲۲- عالمگیر غازی
۲۳- عاصی غازی
۲۴- بیگو برات خاں
۲۵- بیگو سلیم دے ۱۴۵۰-۱۴۷۵ء
۲۶- بیگو برولدے
۲۷- بیگو ملک بال
۲۸- بیگو اندرو ۱۴۷۵-۱۴۸۵ء
۲۹- بیگو بیگم ۱۴۸۵-۱۴۹۴ء

یہ نو راجگان ممکن ہے کہ یکے بعد دیگرے راجہ رہے ہوں۔ مگر باپ بیٹے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ شاہ اعظم سے بیگو بہرام تک ۴۰-۵۰ سال کے اندر نو پشتوں کا ہونا قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ گو کہ نام اسی طرح تحقیق ہوئے ہیں

(بقیہ سلسلہ بر صفحہ ۶۲۶)

۳۹۔ سلطان بیگو
۴۰۔ بیگو لطیف بیگ
۴۱۔ بیگو شیر غازی
۴۲۔ بیگو احمد غازی
۴۳۔ بیگو نور غازی
۴۴۔ بیگو عالم گیر غازی
۴۵۔ بیگو بیوان چہ
۴۶۔ بیگو بل غازی
۴۷۔ بیگو شیر غازی
۴۸۔ بیگو بیگ منتر
۴۹۔ بیگو تراب خان
۵۰۔ سلطان سالموندرے
۵۱۔ سلطان بردلدے
۵۲۔ سلطان ماکس بال
۵۳۔ سلطان ارزدنا
۵۴۔ سلطان ٹلکم
۵۵۔ سلطان بیکم
۵۶۔ سلطان کورکور
۵۷۔ سلطان مہرام
۵۸۔ سلطان سیکم
۵۹۔ سلطان میر خان
۶۰۔ سلطان ابراہیم
۶۱۔ سلطان غازی میرچہ
۶۲۔ سلطان حسین خان
۶۳۔ سلطان رحیم خاں
۶۴۔ سلطان حاتم خان
۶۵۔ سلطان دولت علی خان
۶۶۔ سلطان محمد علی خان
۶۷۔ سلطان یحییٰ خان
۶۸۔ سلطان دولت علی خاں
۶۹۔ سلطان محمد علی خاں۔
۷۰۔ سلطان حاتم خاں
۷۱۔ سلطان ناصر علی خاں

(سلسلہ صفحہ ۶۳۶ کا)

۳۷۔ بیگو محمد علی خان ۱۷۲۵-۱۷۶۰ء

۳۸۔ بیگو یحییٰ خان ۱۷۶۰-۱۸۱۰ء

(بسرپرستی جمون) ۴۰ بیگو دولت علی خان ۱۸۴۰ء / ۱۸۶۰

۳۹۔ بیگو محمود شاہ المعروف مہدی علی خان ۱۸۱۰-۱۸۲۰ء

محمد خان

حکومت احمد شاہ راجہ سکردو بذریعہ یولچگ کریم کھرپون ۱۸۲-۱۸۴۰ء

۴۱۔ بیگو محمد علی خان ثانی ۱۸۶۰-۱۸۸۰ء

زوجہ اول رانی

زوجہ دوم پنجابی

۴۲ ۱۸۸۰ء / ۱۹۰۰ بیگم حاتم خان ثانی

بیگو علی شیر خان (ہمراہ بحالت الہٰی)

بہمن علی خان

سکندر خان — اکبر خان — اسفندیار خان — عباس خان

لطف علی خان (لاولد فوت)

۴۳ بیگو ناصر علی خان ۱۹۱۹ سے راجہ موجودہ

دولت علی خان

زوجہ اول — محمد علی خان

زوجہ دوم بیوہ حاتم خان — غلام عباس — نوازش علیخان

بیگو فتح علی خان (ولی عہد)

قربان علی خان

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۶۲۵ کا)

۲۹- بیگو بیگم

بیگو گوزر کور — ۳۰ ہر دو ۱۵۴۹ / ۱۵۵۰ء — بیگو بہرام

۳۱ بیگو بیگم ۱۵۵۰ / ۱۵۹۰ء

۳۲ بیگو ابراہیم خان (سالنگ) ۱۵۹۰ / ۱۶۰۵

بیگو بیگ ان المعروف بیوان چو دکرس)

۱ بیگو تراب خان (کھپلو و چھورہ بٹ) ۱۵۹۶ / ۱۶۰۰

۲- بیگو میر افغان ۱۶۰۰ / ۱۶۱۵

۳۳ بیگو شیر غازی ۱۶۰۵ / ۱۶۲۰ء

۳- بیگو حسین خان ۱۶۱۵ / ۱۶۴۰ (زوجہ حیا خاتون خواہر مراد شاہ)

حمزہ خان (زوجہ بیو دختر بیوان چو)

احمد نیر (شاخ کرس)

۴- بیگو بابر

۵- بیگو یعقوب

ہر دو ۱۶۴۰ تا ۱۶۸۵ء

۳۴- بیگو رحیم خان ۱۶۲۰ - ۱۶۳۰ء ارگیال خاتون (زوجہ جمیانگ نگیل لداخ)

۳۵ بیگو حاتم خان اعظم (سالنگ و کھپلو) ۱۶۳۰ - ۱۶۹۰ء

اعظم خان

۳۶- بیگو دلہ خان - ۱۶۹۰ - ۱۷۲۵ء

۳۷- بیگو محمد علی خان ۱۷۲۵ - ۱۷۶۰ء

(بقیہ سلسلہ بر صفحہ ۵۲۷)

چوتھا باب

تاریخ خاندان یبگو کھپلو و کرس

فصل پہلی

آغاز آبادی و ابتدائی راجگان کھپلو

عام روایت یہ ہے کہ جس علاقہ بلتستان کو اب کھپلو کہا جاتا ہے اس کی آبادی کا
آغاز زمانہ سلف میں وسط ایشیا کی اُن لوگوں نے کیا جو براستہ سلتورو یا قندکی جانب سے
یا براہ ہونزہ ورسکم گلگت کی طرف سے یا براستہ نوبراہ لھاسہ و لداخ کے ملک سے
یہاں وارد ہوئے پہلے وہ بحالت خانہ بدوشی بھیڑ بکریوں کو چراتے ہوئے اس ملک
میں پھرتے رہے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ یہاں آباد ہوگئے اور زراعت شروع کردی۔
خیال ہے کہ کچھ لوگ کشمیر کی طرف سے بھی یہاں آئے اور آباد ہوگئے پہلے یہ لوگ قبائلی
زندگی بسر کرتے رہے۔ بعد ازاں ایک قبیلہ نے اقتدار حاصل کیا۔ اس خاندان کے
ایک راجہ کا نام موہوتنگ بستی شو بتلایا جاتا ہے۔ اس کے بیٹے کے عہد حکومت میں
اس ملک میں طوفان عظیم آیا۔ اور کل آبادی غرق ہوگئی۔ لوگ جو اس طوفان سے
محفوظ رہے وہ اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے۔ غالباً یہ وہ زمانہ ہوگا جبکہ دریائے سندھ کچورہ کے
قریب پہاڑ کے گرنے سے بالکل بند ہوگیا تھا اور کچورہ سے لے کر کھلسی تک ایک
عظیم جھیل بن گئی تھی۔ لہذا دریائے شایوق کا پانی بھی رک گیا ہوگا اور دریائے شایوق
میں بھی نوبراہ سے اوپر تک ایک بہت بڑی جھیل بن گئی ہوگی جس سے تمام آبادیہاے
لب دریا جہاں سے ابتدائی آبادی کا آغاز ہوا تھا غرقاب ہوگئی ہوں گی۔
بالآخر یہ بند جس نے دریائے سندھ کو روک رکھا تھا رفتہ رفتہ کٹ گیا۔ اور جھیل کا

شجرہ نسب راجگان کرس شاخ خاندان یبگو خپلو

یبگو بیکم

- یبگو ابراہیم خان (سالنگ)
- (۱) یبگو بیگ امان المعروف بیان چود کرس
- یبگو تراب خان (کھپلو وچھورہ بٹ)

(دختر) لیو زوجۂ حمزہ خان

(۲) احمد میر

- (۳) امیر خان
- حاتم خان

(۴) علی خان — (۵) شیر بیگ — (۶) مرزا خان

- حسن خان لاولد فوت
- بہادر خان (لاولد فوت)
- (۷) ذوالفقار خان

زوجہ اول درانی

- (۸) خورم خان راجہ بوقت فتح
- یعقوب خان — محمد چہ

زوجہ دوم بلتی

- جبار خان — حسن خان
- حیدر علی خان — حسین خان، لطف علیخان
- سلطان خان
- شاہ محمد

(۸) خورم خان:

- (۹) ذوالفقار خان
- مہدی علی خان

(۹) ذوالفقار خان:

- زوجہ اول درانی (لاولد)
- زوجہ دوم بلتی — حسین علی خان

مہدی علی خان:

- (۱۰) محمد علی خان (موجودہ راجہ)
- سکندر خان
- احمد علی خان
- محمد حسین خان
- خاتون

نہیں کی۔ اور صرف اپنی سرپرستی پر قانع رہا۔

گوری تھم کے زمانے میں درد قوم کی ایک ڈومنی مع اپنے لڑکے کے موضع ڈورو علاقہ رودمزو سے رتا کھبو میں وارد ہوئی۔ وہ گانے بجانے میں کمال رکھتی تھی اور حسن وجمال میں بھی بے مثال تھی۔ گوری تھم اسپر فریفتہ ہوگیا اور اُس نے اس عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ اس سے اُس کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام الیلدے رکھا گیا مگر وہ سن تمیز کو پہونچنے سے پیشتر فوت ہوگیا۔ بعد میں اسکی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ اس لیے گوری تھم نے اپنی ڈومنی معشوقہ کے لڑکے کو جو ڈورو سے اُس کے ساتھ آیا تھا ولی عہد مقرر کیا بیگ منتھل اور ہندمالک کو گوری تھم کی یہ حرکت نہایت ناپسند ہوئی اور انھوں نے اتفاق کرکے گوری تھم پر حملہ کردیا۔ اسے پکڑکر محل سے نکالا اور وسط دیہہ میں بڑی بیرحمی سے قتل کیا اور موضع فروا کو بیگ منتھل نے اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

قتل گوری تھم کی یادگار میں موضع فروا میں ایک سالانہ میلا ہوتا ہے جس کا نام ترلیا ہے۔ یہ رسم آج تک قائم ہے۔

اسی اثنا میں ایک شخص پلدے نامی چیلاس سے وارد ہوا۔ اُس نے بیگ منتھل سے کچھ رقبہ آبادی کے لیے طلب کیا۔ راجہ نے اُسے کل نالہ سلتورو آباد کرنے کے لیے دیدیا۔ اس شخص نے ابتدا میں موضع مندملک کے محلہ پلدے کو آباد کیا۔ رفتہ رفتہ اُس کی اولاد نے تمام نالہ سلتورو کو آباد کرلیا۔

اس زمانہ کا تعین کرنے کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ شاہ اعظم کا زمانہ سنہ ۱۴۲۰ء کے قریب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر شجرہ نسب پر اعتبار کیا جاے تو بحساب تیس سال فی پشت بیگ منتھل کا زمانہ تقریبًا سنہ ۱۸۵۰ء ہوتا ہے

گوری تھم کے قتل کے دو تین سال بعد ایک جھیل کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس ملک میں پھر ایک بہت بڑا سیلاب آیا جس سے موضع رتا کھبو بالکل برد ہوگیا۔ اس موقع پر بیگ منتھل نے ایک جدید موضع آباد کیا جو اس وقت فروا کے نام سے مشہور ہے۔

کچھ مدت کے بعد ہندمالک لاولد فوت ہوا اسٹین پھوچو یعنی بیگ منتھل نے اس کے علاقہ کا بھی اپنی حکومت کے ساتھ الحاق کرلیا۔ اس طرح سے بیگ منتھل واحد راجہ

پانی آہستگی خارج ہوگیا اور پھر زمین برآمد ہوگئی۔ کچھ مدت کے دوبارہ آبادی شروع ہوگئی اور اِدھر اُدھر سے لوگ واپس آکر پھر آباد ہونے لگے۔

کہا جاتا ہے کہ ہونزہ کی طرف سے جو لوگ آئے وہ بمقام تھلے آباد ہوئے انھوں نے اپنی حفاظت کی غرض سے تین قلعے تعمیر کیے۔ ایک چنگ کھر۔ جسے چیر خان نے موضع تھلے کے محلہ یار کھور کی مشرقی پہاڑی کے اوپر تعمیر کیا۔ دوسرا چھوغو کھر جسے ماچیر خاں نے موضع تھلے کے محلہ بٹھرونگوس کی شمالی پہاڑی پر تعمیر کیا۔ تیسرا مرچونگ کھر۔ جسے شاہ سلطان نے موضع تھلے کے مرچونگ لونگما کے جنوب مشرقی کنارے پر تعمیر کیا۔

یارقند کی طرف سے جو لوگ اس ملک میں وارد ہوئے وہ نالہ تھگس۔ نالہ سلتورو اور نالہ ہوشے میں آباد ہوئے۔ اُنھوں چار قلعے تعمیر کیے۔ (۱) سترن پوکھر واقع موضع ہلدی (۲) سالنگ کھر واقع موضع سالنگ۔ اس کو سندوق کھر بھی کہتے ہیں تھگس اور چے تھنگ شہر اسکے متصل واقع ہے۔ (۳) کھر کو کھر واقع موضع کھرکو۔ (۴) برغرسکم کھر واقع موضع برغر

لداخ کی طرف سے جو لوگ یہاں پہنچے اُنھوں نے آخری سرحدی قلعہ موضع سیرمون میں موسومہ گیالمو کھر تعمیر کیا۔ اور چھورہ بٹ میں کچھ مستحکم مکانات تعمیر کیے۔

اس دوران میں ایک شخص گوری تھم نے اقتدار حاصل کیا۔ اس نے دہانہ نالہ فرداکے متصل ایک چٹان کے اوپر اپنا محل تعمیر کیا۔ اور اس میں رہائش اختیار کرکے حکومت کرنے لگا رفتہ رفتہ اس موقع پر موضع رلتا خمبو آباد ہوگیا جس کو بعد میں فرداکا نام دیا گیا۔

اسی طرح سے ایک دوسرے آدمی ہند ملک نے بھی اقتدار حاصل کرکے حکومت کی بنیاد رکھی۔

بعدازاں ایک شخص بیگ منتھل نامی براہ نالہ کندوس موضع ہلدی میں وارد ہوا یہ شخص نہایت شہ زور۔ جنگجو اور با تدبیر آدمی تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اپنے زور بازو اور حسن تدبیر سے ہلدے اور چے تھنگ شہر پر متصرف ہوگیا۔ اور اپنا حکم چلانے لگا لوگوں نے اُسے اُس کے جابر اور تند خو ہونے کی وجہ سے شن پھرچھو کا لقب دیا۔ اس نے حکمت عملی کے ساتھ آہستہ آہستہ گوری تھم اور ہند ملک کے اوپر بھی اپنا اقتدار قائم کر لیا لیکن اُن کی حکومت کو بحال رکھا۔ اور اُن کے اندرونی معاملات میں دست اندازی

خود امیر کبیر نے یا ان کے بعد ان کے خلیفہ سید محمد نوربخش نے تمام بلتستان میں مذہب اسلام کی اشاعت کی۔ اور امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی۔ اگر کھپلو میں انھوں نے صرف تھوڑی مدت قیام کیا اور تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ راجہ نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ بت خانہ چھچن بے رونق ہو گیا اور چھچن کی مسجد جامع کی بنیاد ڈالی گئی۔ بعد ازاں یہ بزرگ براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔ اور ان کی نسبت سے اُن کے معتقدین کو لوگوں نے بجائے مسلمان کے نوربخشی کہنا شروع کر دیا۔ ان کا یہ لقب اہل اسلام کے دیگر فرقوں کے مقابلہ میں آج تک رائج ہے۔ سید محمد نوربخش کی وفات ۸۶۹ھ ہجری میں ہوئی۔

شاہ اعظم کے بعد چار پانچ راجگان کے نام بتلائے جاتے ہیں جیسا کہ شجرہ نسب میں درج ہے کہ یکے بعد دیگرے حکمران رہے۔ مگر ان کے عہد کے کچھ حالات تحقیق نہیں ہو سکے۔ ممکن ہے۔ یہ نام فرضی ہوں۔ بعد ازاں شاہ اعظم سے چھٹی پشت میں سلیم الدے کا نام آتا ہے۔

سلیم الدے کے زمانے میں نالہ ۱۴۵۰ء

یلگو سلیم الدے راجہ تھور سے کھر ۸۵۴ھ آ ہوشے میں اور یہ براہ کی طرف سے دریائے شایوق میں پھر سیلاب عظیم آیا۔ جس سے چھتنگ شہر کی قریب قریب کل آبادی برد ہو گئی۔ اور لوگ بے خانماں ہو گئے۔ ان میں سے کچھ چھوربٹ چلے گئے اور انھوں نے موضع ڈاؤ کو آباد کیا۔ کچھ لداخ جا کر نو آبادی چھچوت میں آباد ہو گئے کچھ لوگوں نے پرکوتہ اور ڈوغنی میں پناہ لی۔ اس تباہی سے سلیم الدے کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ آبادی کو ترقی دی جائے۔ لہذا اس نے موجودہ کھپلو کو جو پہلے جنگل تھا دریا کی طرف سے آباد کرنا شروع کیا۔ اور چھتنگ شہر کا جو رقبہ سیلاب کی زد سے بچ گیا تھا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک کا نام سانگ رکھا۔ اور دوسرے کو غورسے کے نام سے موسوم کیا اور کوشش سے سیلاب زدہ رقبہ کو برآمد کر کے دوبارہ آباد کیا۔

ان حالات میں راجہ کو اپنا صدر مقام بھی تبدیل کرنا پڑا۔ کھپلو کے متصل جو پہاڑی ہے اُس کی چوٹی پر برقیہ تھور کا مکان اُسے بہت پسند آیا۔ اس نے اُس کے مالک سے

اُس علاقہ کا ہو گیا۔ اُس نے اپنا مہاری صدر مقام ہلدے اور سرائی صدر مقام چے تھنگ شہر کے محلہ سالنگ کو مقرر کیا اور آبادی کو ترقی دینا شروع کیا۔
بیگ منٹھل کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا تیم بیگ اپنے باپ کی جگہ راجہ ہوا۔ اسی طرح یہ خاندان اس ملک پر انیس پشت تک حکمران رہا۔ ان حکمرانان کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا ہے اور شجرہ نسب میں جو نام دیے گئے ہیں وہ بھی چنداں قابل اعتبار نہیں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کی تصدیق کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے

فصل دوسری

مسلمان راجگانِ کھپلو

شاہ اعظم راجہ ہلدے و سالنگ ۱۴۲۰ع تا ۱۴۵۰ع

بیگ منٹھل سے بیسویں پشت میں شاہ اعظم راجہ ہوا۔ جو پہلا مسلمان راجہ اس ملک کا بتلایا جاتا ہے۔ اس راجہ کے عہد میں درد قوم کے تین چوپان اپنے جانور لے کر چلاس سے اس ملک میں وارد ہوئے۔ ان کی درخواست پر راجہ نے برقیہ بر نامی کو ڈوغنی سے نیچے دریائے شایوق کے اتصال دریائے سندھ تک رقبہ چرائی اور آبادی کے لیے عطا کیا۔ اور برقیہ تھور کو ہنجری اور برقبہ جھور کو موضع پوئن سے اوپر کی طرف سرحد نوبراہ تک تمام علاقہ عطا کیا۔ اس طرح ان علاقہ جات میں بھی آبادی شروع ہو گئی۔

اس کی آخری عمر میں ایک بزرگ سید محمد نوربخش کشمیر سے اسکردو میں پہونچے

ایک روایت یہ بھی ہے کہ قبل ازیں امیر کبیر سید علی ہمدانی بذات خود اسکردو، شغر، اور کھپلو میں وارد ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ سے اس ملک میں مذہب اسلام کی بنیاد قائم کر گئے تھے مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے بہرحال

۹۶۰ھ ہجری میں کھپلو میں تشریف لائے ہونگے۔ غرض کہ وہ اپنی واپسی کشمیر تک اس ملک میں مذہب شیعہ کی اشاعت میں مصروف ہے۔

بعد ازاں سلطان سعید خان شاہ یارقند نے ۹۳۹ھ ہجری میں لداخ پر حملہ کیا وہ اپنے بیٹے سلطان اسکندر خان کو بسرکردگی مرزا حیدر گورگان قبل ازیں لداخ روانہ کر چکا تھا۔ بعد میں وہ خود بھی لداخ میں ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ لداخ کے فتح کرنے کے بعد چونکہ اس قدر سپاہ کی گنجایش اس تنگ ملک میں نہ تھی فیصلہ یہ ہوا۔ کہ خود سلطان ایک ہزار سپاہ لے کر بلتستان کی طرف متوجہ ہو اور سلطان اسکندر خان اور مرزا حیدر گورگان باقی تمام فوج اپنے ساتھ لے کر کشمیر پر حملہ کریں۔

مرزا حیدر اپنی تاریخ رشیدی میں لکھتا ہے کہ "سلطان سعید خان شاہ یارقند ایک ہزار سپاہ لے کر ۹۳۹ھ ہجری میں مریول (لداخ) سے بالتی (بلتستان) کی طرف متوجہ ہوا۔ اور موسم سرما کے آغاز میں بالتی پہنچا۔ بہرام چو نے اطاعت قبول کی اور ملازمت میں حاضر ہوا۔ دیگر تمام چو یان بالتی نے تمرد اختیار کیا۔ بہرام چو کی راہبری سے قلعہ اگکار (شغر) کو جو کہ تمام بالتی کا دار الملک ہے۔ اول حملہ میں فتح کیا۔ مرد مارے گئے۔ عورتیں اور اموال عساکر منصورہ کے حصہ میں آئے۔ اس کے علاوہ جہاں کوہستان تھا اسے فتح کیا۔ البتہ جو قلعے اور درے مستحکم تھے۔ انھیں چھوڑ دیا۔ اور اوائل بہار میں شاہ بالتی سے واپس روانہ لداخ ہوا۔"

گو کہ اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ بہرام چو کس حصۂ بلتستان کا راجہ تھا جس نے اطاعت قبول کی۔ اس نام کا ایک راجہ اسکردو میں بھی رہا ہے۔ مگر اس وجہ سے کہ اسکردو کے بہرام کا زمانہ سلطان سعید خان کے حملہ بلتستان کے زمانہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ یہ بہرام چو جس کا ذکر متذکرہ بالا اقتباس تاریخ رشیدی میں ہے۔ لامحالہ کھپلو کا بہرام ہے۔ جس کی مزید تصدیق بعد کے واقعات سے بھی ہوتی ہے۔

سلطان سعید خاں کے حملہ بلتستان کے متعلق حالات شغر میں ایک روایت بلی ہے مگر اسکردو میں اس کے متعلق کچھ دریافت نہیں ہوا۔ جس سے ایک

اُسے حاصل کر لیا اور اُس کو اپنا بہاری صدر مقام بنایا۔ اور اصل بانی مکان کے نام پر اُسے تھور سے کھر کے نام سے موسوم کیا۔ آہستہ آہستہ اُس نے اس موسم پر آبادی کو ترقی دی اور اپنی حکومت کو بھی وسعت دی کر نیچے کی طرف گرس تک اور اوپر کی طرف چھورہ بٹ تک پہنچا دیا

بیگو آزرونا ۱۴۷۵ء–۱۴۸۵ اُس کے بعد دو راجہ اور بتلائے جاتے ہیں جن کے زمانہ کے حالات دریافت نہیں ہو سکے۔ غالباً یہ نام بھی فرضی ہیں بعد ازاں ازرد یا آزرونا راجہ ہوا۔ یہ بہت دلیر آدمی تھا۔ اس نے قرب و جوار کے خود مختار علاقوں کو مسخر کیا اور پوریگ پر بھی حملہ آور ہوا۔ راجہ زانسکار نے بھی اسی زمانہ میں پوریگ پر حملہ کیا تھا۔ اُس کے ساتھ بیگو آزرونا کا مقابلہ ہو گیا جس میں زانسکاریوں کو شکست ہوئی اور راجہ زانسکار مقتول ہوا۔ بیگو آزرونا اُس کی رانی کو کھپلو میں لے آیا۔

اس نے قادہ کھر کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور وہاں ایک عالیشان جامع مسجد بھی تعمیر کی۔

بیگو بکیم ۱۴۸۵–۱۴۹۴ء اس کا بیٹا بکیم تھا۔ اس کے حالات بھی کچھ دریافت نہیں ہو سکے صرف اس قدر معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے

بیگو گور سور و بیگو بہرام ۱۴۹۴ء–۱۵۵۰ دو بیٹے بیگو گور سور اور بیگو بہرام خورد سال چھوڑ کر فوت ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مشترک طور پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ بیرونی ممالک کی تاریخ میں صرف بہرام کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ اُس وقت گور سور کو بھی موجود ہونا چاہیے۔ بہرام کے زمانہ کے دو واقعات بہت اہم ہیں۔ جن سے اس ملک کی تاریخ پر بہت زیادہ روشنی پڑتی ہے۔

جیسا کہ اسکردو کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔ میر شمس الدین عراقی کو بوجہ اشاعت مذہب شیعہ بعہد سلطان محمد شاہ اُس کے مدارالمہام سید محمد بیہقی نے تقریباً ۹۰۰ ہجری میں بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا تھا۔ وہ پانچ چھ سال بلتستان میں ٹھہرے اور انھوں نے مذہب شیعہ کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ اسکردو اور شگر میں کام کے کرنے کے بعد وہ کھپلو میں وارد ہوئے۔ ان کے ورود کھپلو کی تاریخ درج نہیں ہے۔ صرف اس قدر مذکور ہے کہ اُس وقت کھپلو میں راجہ بہرام تھا چونکہ میر صاحب ۹۰۸ ہجری میں کھپلو سے کشمیر کو واپس ہو گئے۔ اس لیے قیاس یہی ہوتا ہے۔ کہ

بہر حال یہ چاروں اشخاص یارقند پہونچے اور انھوں نے بہرام کا پتہ چلایا۔ کور کور اُن کے پہونچنے سے پیشتر فوت ہو چکا تھا۔ ابتدا ًبہرام کو اپنے بھائی کی قبر چھوڑ کر کھپلو کی کشمکش میں واپس جانا پسند نہ ہوا۔ مگر بالآخر ان اشخاص کے اصرار پر بخیال ہوس حکومت رضامند ہو گیا۔ اور اپنے متوفی بھائی کور کور کی ہڈیاں اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ مگر آدمی مدبر تھا۔ محض چار آدمیوں کے ساتھ راجہ اسکردو کے مقابلہ کے لیے کھپلو میں آنے کی اُسنے جرأت نہیں کی بلکہ نوبراہ میں، اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر خود لداخ میں گیالپو کے پاس پہونچا اور اُس سے امداد کا انتظام کر کے واپس نوبراہ میں آیا۔ اس اثنا میں ایلچیوں نے سرکردگان کھپلو کو بہرام کے نوبراہ میں پہونچنے کی خبر پہونچا دی تھی۔ تاکہ بغاوت کی تیاری کر لیں۔ کھپلو سے کچھ آدمی بھی نوبراہ پہونچ گئے۔ ان سب کو ساتھ لے کر بہرام خفیہ طور پر سیرموں پہونچا۔ یہاں رؤسائے کھپلو نے بہرام کو پیغام بھیجا کہ سیرموں کے متصلہ دیہات کا لشکر ساتھ لے کر رات کے وقت براہ مہنجوری چلا آئے۔ اور تھوڑے سے کے پہاڑ میں چھپ رہے صبح ہونے پر ہم کھرپوں کو مع اُس کے ہمراہیان کے شغرن میں بغرض چوگان بازی لیجائیں گے۔ اس وقت تم کو چاہیے کہ قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور بضرب نقارہ تسخیر قلعہ کا اعلان کر دو۔ اُس وقت ہم کھرپوں کو مع اس کے ہمراہیوں کے راہی ملک عدم کر دیں گے چنانچہ اس تجویز کے مطابق بہرام اپنے آبائی قلعہ اور میراث پر قابض ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ کل علاقہ پر تسلط کر کے اس نے اپنا انتظام ملک داری درست کر لیا۔ اور اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس کے حسن انتظام اور گیالپو لداخ کی امداد کی وجہ سے راجہ اسکردو انتقام کی جرأت نہ کر سکا۔

بعد ازاں اُس نے گیالپو لداخ کی بیٹی سے شادی کی۔ اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگا۔ اس گیالمو کے بطن سے بیگو سیکم پیدا ہوا جو اس کے بعد اسکا جانشین ہوا۔

بیگو سیکم ۱۵۵۰ء / ۱۵۹۰ء بیگو سیکم کے عہد حکومت میں دو بھائی سید شاہ ناصر طوسی اور سید علی طوسی یارقند سے براہ سلتورو کھپلو میں وارد ہوئے اور بمقام تھغس انھوں نے قیام کیا۔ اور تبلیغ و تعلیم اسلام میں مصروف ہو گئے۔ تھغس میں نالہ کے کنارے انھوں نے ایک چھوٹی مسجد تعمیر کی جو اس وقت تک شکستہ حالت میں موجود ہے اسکی محراب پر کتبہ ہے

خیال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاید سلطان اسکردو میں نہیں گیا گو کہ یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ شغر فتح کرنے کے بعد اُس نے اسکردو کو کورا چھوڑ دیا ہو۔ بہر حال بہرام کے زمانہ کے واقعات میں کھپلو میں اس قدر دریافت ہوا ہے کہ مسمی ہاشم ہور (یارقندی) نے براہ کندوس کھپلو پر حملہ کیا۔ اور تمام ملک کھپلو کو تاخت و تاراج کیا اور اہل کھپلو کو مع کورکورو بہرام کے اسیر کرکے یارقند لے گیا۔

کھپلو کی اس تباہی سے راجۂ اسکردو نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ تمام ملک کھپلو پر قبضہ کرلیا۔ اور خاص کھپلو میں اپنا کھرپون بطور اپنے نائب کے تعینات کردیا۔ یہ شخص بہت ظالم اور جابر تھا۔ رعایا نے تین چار سال تک اُس کا جبر و تشدد برداشت کیا۔ بالآخر لوگ تنگ آگئے۔ اور انقلاب کی تدابیر سوچنے لگے۔ الغرض یہ قرار پایا کہ مسمیان ملا تن و بیکار ترو چے۔ دوخوشین البلدے۔ دلکھن میگ سنگے ہر چار اشخاص کو یارقند بھیجا جائے کہ کورکورو بہرام کو تلاش کرکے کھپلو میں واپس لائیں۔

اس روایت میں جس حملہ کا ذکر ہے وہ سلطان سعید خان ہی کا حملہ ہو سکتا ہے کیونکہ اور کوئی دوسرا حملہ یارقندیوں کا اس زمانے میں کھپلو پر نہیں ہوا۔ گو کہ یہ واقعہ کہ سلطان کورکورو بہرام راجگان کھپلو کو قید کرکے اپنے ساتھ یارقند لے گیا ہو بمقابلہ بیان مرزا حیدر صریحًا غلط معلوم ہوتا ہے۔ جس راجہ نے اس حد تک خدمات انجام دی ہوں کہ اپنی راہبری سے شغر کو فتح کرایا اُسے سلطان کسی حالت میں قید نہیں کرسکتا تھا البتہ اصلیت اس طرح ہوسکتی ہے کہ سلطان کی واپسی لداخ کے بعد راجۂ اسکردو نے کھپلو کے اوپر اس بنا پر حملہ کردیا۔ کہ راجۂ کھپلو نے حملہ آور ان کے ساتھ مل کر شغر اور سکتر کو تباہ کرایا ہے۔ اور کورکورو بہرام شکست کھا کر فرار ہوئے ہوں اور لداخ میں سلطان کے پاس بطلب امداد پہونچے ہوں۔ ان کے لداخ پہونچنے تک سلطان لداخ سے واپس روانہ ہوچکا تھا۔ اس لیے انھیں اُس کے پیچھے جانا پڑا۔ اور چونکہ راستہ میں سلطان بیمار ہوکر فوت ہوگیا۔ اُن کی مطلب برآری نہ ہوسکی۔ اور انھیں یارقند تک سفر کرنا پڑا ادھر انھیں حالات میں متلاشیان کا انقلاب کی خبر لے کر ان کے پیچھے یارقند جانا اغلب ہوسکتا ہے۔

فصل تیسری

حکومت کھپلو کی تقسیم

بیگو سیکم کے تین بیٹے پیدا ہوئے اور اُس نے اپنی حیات میں ان تینوں کے درمیان اپنا ملک اس طرح تقسیم کر دیا۔

بیگو ابراہیم راجہ سالنگ ۱۵۹۰ء/۱۶۰۵ء بیگو بیبر یا ابراہیم کو سالنگ وغیرہ دیہات دیئے اشایوق کے داہنے کنارہ پر ڈوغنی تک دیدیے

بیگ امان المعروف بیوان چو کو ڈوغنی سے نیچے کرس کا تمام علاقہ پائین حوالہ کر دیا۔

بیگو تراب خان راجہ تھورسے کھر ۱۵۹۰ء/۱۶۰۰ء بیگو تراب خان کو کھپلو چھورہ بٹ کا کل بالائی علاقہ تفویض کر دیا

بیگو سیکم کے فوت ہونے پر اُس کے تینوں بیٹے اسی تقسیم کے مطابق اپنے ملک مفوضہ میں حکومت کرتے رہے اُنکے عہد کا اور کوئی اہم واقعہ تحقیق نہیں ہوا۔

بیگو شیر غازی ۱۶۰۵-۱۶۲۰ء بیگو ابراہیم کا بیٹا شیر غازی اپنے باپ کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین ہوا۔ اس کے زمانۂ حکومت سالنگ کھر میں علی شیر خان انچن نے راجہ شغرو راجہ سالنگ کھر کے ساتھ اتحاد کر کے لداخ پر حملہ کیا جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے اور گیالپو جمیانگ نمگیل کو قید کر کے اپنے ساتھ اسکردو میں لایا۔ یہاں بیگو شیر غازی نے اس کے ساتھ اپنا رابطہ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اپنی بیٹی مسماۃ ارگیال خاتون کی شادی جمیانگ نمگیل سے اس قرارداد پر کر دی۔ کہ جمیانگ نمگیل کی اولاد جو سابقہ گیالمو سے ہو وہ وراثت سے محروم رہے اور ارگیال خاتون سے جو اولاد ہو اُسی کو حکومت ملے اس انتظام کے بعد جمیانگ نمگیل کو اُس کی حکومت پر بحال کر کے لداخ واپس بھیج دیا۔ اس کے بطن

" واذ یرفع ابراھیم من البیت اسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم تاریخ غیب "
اس سے ثابت ہے کہ یہ تعمیر ۱۰۱۲ھ ہجری کی ہے۔

کھپلو سے یارقند کا راستہ براہ نالہ کندوس سیاچن گلیشیر کے اوپر سے تھا جو اس کی مغربی شاخ کے اوپر سے وادی دریائے یارقند میں اُترتا تھا۔ اور یہاں سے خواہ براہ درہ، کاراکورم یا براہ وادی دریائے یارقند ملک یارقند میں پہونچتا تھا اس گلیشیر کے نیچے کی طرف بڑھ جانے کی وجہ سے بعد میں یہ راستہ مسدود ہوگیا جیسا کہ اسی گلیشیر کی شمالی شاخ کے جھیل خمران کے پاس وادی شایوق میں بڑھ جانے کی وجہ سے نوبراہ سے یارقند کا قدیم راستہ براہ وادی شایوق اب مسدود ہوگیا ہے اور اس مظاہرہ کے بعد دریائے شایوق کو عبور کرکے ایک بہت لمبا چکر کاٹ کر پھر اس قدیم راستہ پر آنا پڑتا ہے۔ سیاچن گلیشیر کے اوپر انسانی فرودگاہ کے نشانات اب تک موجود ہیں جنہیں میرے اطالوی دوست پروفیسر جوتوڈائی نیلی نے ملاحظہ کیا ہے جو اس گلیشیر پر دریائے نوبراہ کی طرف سے چڑھے اور اسے عبور کرکے وادی دریائے یارقند میں اُترے اس موقع پر میں خود بھی ان ہر دو مقامات پر پہونچا ہوں۔

جس زمانہ میں کھپلو سے یارقند کا یہ راستہ کھلا ہوا تھا تو یارقندی قزاق ایام بہار میں جب انھیں موقع ملا براہ کندوس داخل ہوکر ملک کھپلو میں لوٹ مار کیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو بڑی تکلیف تھی۔ سیاچن گلیشیر کے بڑھ جانے کی وجہ سے یہ راستہ مسدود ہوگیا۔ اور ان قزاقوں کی لوٹ مار سے لوگوں کو نجات ملی یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جبکہ شاہ ناصر طوسی کھپلو میں موجود تھے۔ لہذا اسے بھی انھیں کی کرامات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے الغرض اس سے یہ ثابت ہے کہ یہ قدرتی مظاہرہ شاہ ناصر طوسی کے زمانہ قیام کھپلو میں واقع ہے۔ گلیشیر عموماً سلسلہ کوہستان کی چوٹی سے شروع ہوتے ہیں جہاں برف باری بکثرت ہوتی رہتی ہے جب اس برف کا اجتماع چوٹی پر زیادہ ہو جاتا ہے تو اُس کے دباؤ سے یخ نیچے کی طرف بڑھتی ہے اور بعض اوقات دور تک بڑھتی چلی جاتی ہے اور جب ایسے موقع پر پہونچ جائے جس کے درجہ حرارت میں وہ قائم نہیں رہ سکتی تو پگھل جاتی ہے۔ ناواقف اشخاص اسے گلیشیر کا واپس ہونا خیال کرتے ہیں۔ دراصل گلیشیر صرف آگے بڑھتا ہے پیچھے نہیں ہٹتا۔

اُس کا بیٹا حسین خان تھا جو اپنے باپ کے فوت ہونے پر اُس کا جانشین ہوا۔ اصلی رانی حیا خاتون بنت شاہ مراد راجہ اسکردو کی تھی۔

اس سے اُس کے دو

بابر و یعقوب راجہ تھورسے کھر برد ۱۶۴۰-۱۶۸۵ء بیٹے بابر اور یعقوب پیدا ہوئے جو اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے اُس کے جانشین ہوئے حسین خان کا ایک بھائی حمزہ خان تھا جو راجہ کریس کے ہاں بطور خانہ داماد چلا گیا۔

فصل چوتھی

متحدہ حکومت کھپلو

یبگو رحیم خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا

یبگو حاتم خان اعظم ۱۶۵۰-۱۷۱۵ء حاتم خان اُس کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا زبردست اور مدبر راجہ اس ملک کا ہوا ہے۔ اور بڑے بڑے معرکہ کرنے کے بعد اپنے حسن تدبیر سے اُس نے آخرکار متحدہ حکومت کھپلو قائم کی۔

اُس زمانہ میں راجگان اسکردو اپنی خانہ جنگیوں میں اور شغر کے ساتھ اُلجھے ہوئے تھے اس سے فائدہ اُٹھا کر حاتم خان نے گیا پولداخ کے ساتھ سازش کر کے تھورسے کھر پر حملہ کرا دیا۔ اور وہ بابر و یعقوب کو مع اُن کی والدہ کے اسیر کر کے لداخ لے گیا اور بمقام کھر بو چیغر کر چلا گیا۔ پھر گیا پو نے پوئین سے ادبرک تمام علاقہ چھوربٹ کو حکومت لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور مابقی علاقہ تھورسے کھر یعنی کھپلو کو حاتم خاں کی حکومت کے ساتھ شامل کر دیا۔

اس زمانہ میں جیسا کہ واقعات اسکردو کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے شاہ مراد نے بابر و یعقوب کو گیا پو کے لداخ کی قید سے رہائی دلا کر بابر کو اُس کی آبائی میراث پر دوبارہ قائم کر دیا۔ اور موضع کونیس کو سالنگ سے نکال کر کھپلو کے ساتھ شامل کر دیا

سے سنگے نمگیل پیدا ہوا۔

جمیانگ نمگیل کے فوت ہونے پر گیالمو ارگیال خاتون نے اپنی بیوگی کا زمانہ علاقہ نوبراہ میں ہوندر کے محل میں بسر کیا۔ یہاں اُس نے اپنے شوہر کی روح کو ثواب پہونچانے کی غرض سے دو عالی شان اِنے تعمیر کرائیں جواب تک موجود ہیں۔ اور اپنے محل کے متصل ایک پاکیزہ مسجد تعمیر کی۔ اسی کے متصل وہ دفن بھی ہوئی۔ میں جب ہوندر میں گیا تو میں نے ایک چھوٹے باغ کے اندر ایک خراب خستہ قبر دیکھی اور اسکے متصل ایک چبوترہ دیکھا دریافت کرنے پر تحقیق ہوا کہ یہ قبر سنگے نمگیل کی والدہ کی ہے۔ اور یہ چبوترہ کرسی ہے اُس مسجد کی جو اس گیالمو نے بزمانہ اپنے قیام ہوندر تعمیر کی تھی۔ راجہ صنم نمگیل نے مجھے تبلایا کہ اس قبر کے اوپر ابتدا میں ایک نہایت شاندار عمارت بنی ہوئی تھی۔ اور قبر کے اوپر سنہرا چھتر تھا اور مسجد کی عمارت بھی بہت شان دار تھی۔

میں نے قبر کی مرمت کرا دی تھی اور بعد میں دریافت ہوا کہ اس مسجد کو بھی منشی جمشید خلف مسٹر جانسن مرحوم نے از سرِ نو تعمیر کر دیا ہے۔

اس گیالمو کو نوبراہ میں گذارہ کے طور پر کچھ رقبہ ملا ہوا تھا۔ اُس کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے لگان کا ایک حصہ یعنی پھولی دو من اور نمک بارہ من عرصہ تک راجہ کھپلو کو ادا ہوتا رہا۔ بعد میں بعہد مسٹر جانسن وزیر لداخ بتیس کھل غلہ اور ایک بھیڑ میں تبدیل ہوا۔ اور بندوبست کے وقت سے بند ہوا۔

یبگو رحیم خاں راجہ سالنگ ۱۶۲۰ لغایت ۱۶۵۰ء یبگو شیر غازی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا رحیم خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کی شادی گیالپو لداخ کی بیٹی سے ہوئی۔ جس سے حاتم خاں و اعظم خان پیدا ہوئے۔ حاتم خاں کی شادی دولت خاتون خواہر شاہ مراد کے ساتھ ہوئی۔ اس طرح سے لداخ و اسکردو دونوں طرف سے اس کا رشتہ مضبوط ہو گیا۔

یبگو میر خان راجہ تھور سے کھرمنگ ۱۶۱۰ء ۱۶۱۵ تراب خاں کا بیٹا یبگو میر خاں تھا جو کھیدو چھورہ بٹ میں اُس کا جانشین ہوا

حصہ وصول کرتی ہے۔

بیگو حاتم خان نے آبادی میں ترقی کی۔ اور موضعات کاندے۔ غورسے۔ ڈوغنی و براہ میں زراعت کو آبپاشی کی توسیع سے بہت بڑھایا۔ اُس کے جنگی کارناموں کا ذکر بسلسلہ تاریخ اسکردو ہو چکا ہے۔

بیگو دلبہ خان ۱۷۱۵-۱۷۶۵ء حاتم خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا دلبہ خان اُسکا جانشین ہوا۔ اُس کے عہد کے واقعات زیادہ تحقیق نہیں ہو سکے۔ صرف اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے موضعات غوڑو سیت۔ وچھردل کو آباد کیا۔ اور اس کے عہد میں راجہ کرس ونر نے سرکشی کی۔ دلبہ خان نے ان دونوں کو زیر کیا۔

اسی زمانہ میں دو بھائی مسمیان عارف و ابوسعید براہ کشمیر اس ملک میں وارد ہوئے سید عارف نے بمقام چھنس بودوباش اختیار کی۔ اور سید ابوسعید بمقام کرس سکونت گزین ہوا۔ موجودہ جامع مسجد چھنس سید عارف کی تعمیر کردہ ہے اور جامع مسجد کرس کو سید ابوسعید نے تعمیر کیا۔ یہ عالیشان عمارات ابتک اپنے بانیان کی ہمت اور محنت کی شاہد ہیں۔ انہوں نے رفتہ رفتہ تمام کھپلو اور اسکردو کے لوگوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ اور ایک کتاب بنام فقہ نوربخشی تصنیف کی جسے عقائد اہل سنت وجماعت وعقائد شیعہ کا معجون مرکب بتلایا جاتا ہے۔ میں نے خود اس کتاب کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ملا صاحبان اپنے فرقہ کے علاوہ اور لوگوں کو اس کا دکھلانا پسند نہیں کرتے۔

سید عارف کی صرف ایک بیٹی شرف النساء تھی۔ اس کا عقد سید ابوسعید کے بیٹے مختار کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس طرح سید مختار وراثتاً تمام علاقہ اسکردو وکھپلو کا واحد پیشوا ہو گیا۔ اس کا بیٹا سید اسحق تھا۔ جس کی اولاد ابتک کرس میں اور اطراف میں آباد ہے گو کہ اپنے بزرگوں کے نام کے سوا اور کچھ ان کے پاس اب باقی نہیں ہے۔

بیگو محمد علی خان ۱۷۶۵-۱۸۰۰ء دلبہ خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی خان اس کا جانشین ہوا۔ یہ بڑا منتظم راجہ تھا۔ اس نے آبادی میں بہت ترقی کی۔ اور کئی جدید گانوں آباد کئے اور بہت سے موضعات میں

اور پھونگ لق پڑی کو سرحد درمیان ہر دو حکومتوں کے قرار دیا۔

بابر کچھ مدت تک کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد لاولد فوت ہوا۔ اور اُس کی جگہ اُس کا بھائی یعقوب جانشین ہوا۔ اسکردو میں شاہ مراد کے فوت ہونے پر پھر انقلاب ہوا۔ حاتم خاں نے یہ اطمینان کرکے کہ اس وقت اسکردو سے یعقوب کو امداد کے پہونچنے کا امکان نہیں ہے اُسے فریب دے کر دوبارہ تھور سے کھر پر قبضہ کر لیا۔ یعقوب مجبور ہوکر بغرض فریاد نواب کشمیر کے پاس جانے کے لیے مع اپنے اہل وعیال کے کرگل پہونچا اور اہل وعیال کو کرگل میں چھوڑ کر خود روانہ سری نگر ہوا۔ اثنائے راہ میں بمقام گنڈ سرسنگ علیل ہوکر فوت ہوا۔ اسکے اہل وعیال نے بحالت کس مپرسی کرگل میں نجاری کا کام اختیار کیا اور اس طریق سے اپنی شکم پری کی تدبیر نکالی۔ چنانچہ اُن کی اولاد اس وقت تک وہاں موجود ہے۔

اُن کے ساتھیوں میں سے ایک نے بمقام دراس بود وباش اختیار کی۔ اُس کی اولاد کو اس وقت تک جوہل کے لقب سے پکارا جاتا ہے ملک میں اُن کا خاصہ رسوخ ہے جس بنا پر میں نے اُس خاندان کے سرکردہ کو ذیلدار دراس مقرر کر دیا تھا۔

ان حالات میں سالنگ کے ساتھ تھور سے کھر کی حکومت دوبارہ حاتم خان کے ہاتھ میں آگئی۔ اور وہ متحدہ کھپلو کا واحد حکمران ہوگیا۔ اور اس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس نے اپنے تمام علاقہ سے لشکر جمع کرکے اپنے بھائی اعظم خاں کی سرکردگی میں اسکردو پر حملہ کر دیا۔ اعظم خاں نے گول کو تسخیر کرنے کے بعد اسکردو کا رخ کیا۔ محمد رفیع خاں کو تاب مقابلہ نہ ہوئی وہ کھر پوچے میں قلعہ گیر ہوگیا۔ اعظم خان نے قلعہ کا محاصرہ کرکے ملک میں تاخت وتاراج شروع کر دی۔ اسکردو کے ملحقہ دیہات کو تباہ کر دیا۔ اور اسکردو کا سنگے ستو اور موتی امری مون چو اور بقا یور کی شغرن کے خوبصورت پتھر اور کواردو کے عالیشان ستون بطور یادگار فتح اپنے ساتھ لے کر مراجعت کی۔

سرداران لشکر بوتہ واحچکر کو اس فتح کے صلہ میں حاتم خان نے یہ دوامی عطیہ دیا کہ راجہ کے پاس جو تحائف آئیں ان کا ساتواں حصہ اُن کا حق ہوگا۔ چنانچہ یہ عطیہ آج تک نافذ العمل ہے اور بوتہ مذکور کی اولاد اس وقت تک راجہ کے تحائف کا ساتواں

قائم کر لی اور اپنے دونوں بھائیوں کو قید کر کے لداخ بھیجدیا۔ گیا لپو لداخ نے انہیں لوبراہ میں نظر بند کر دیا۔ اس دارو گیر میں محمد علی خان فرزند دولت علی خان براہ گانچے کھر منگ بھاگ گیا۔ اور وہاں سے چل کر راجہ احمد شاہ اسکردو کے پاس پناہ گزین ہوا۔

راجہ احمد شاہ نے محمد علی خان کی حمایت میں اپنے بھتیجے عبدال خان کے ذریعے کھپلو کے اوپر فوج کشی کی۔ یبگو مہدی علی خان نے عبدال خان کو شکست فاش دی اور جملہ سرداران فوج کو بشمول عبدال خان قید کر لیا۔ اور عبدال خان کو علاقہ لوبراہ کے مقام یارمعان واقعہ ڈگر ٹانیار میں قید کر دیا۔ احمد شاہ نے اپنے قیدیوں کو رہائی دلانے کی ہر ایک کوشش کی مگر مہدی اس پر راضی نہ ہوا۔ بالآخر عبدال خان کی رہائی کے لیے اس کے مساوی الوزن سونا بطور فدیہ اس نے پیش کیا۔ اسے بھی قبول نہ کیا اور بدیں خیال کہ اگر عبدال خان زندہ رہا تو احمد شاہ کے لیے مداخلت کا بہانہ باقی رہیگا عبدال خان کے دماغ میں میخ ٹھونک کر قید خانہ ہی میں اُسکا کام تمام کر دیا اُسکی قبر اُس جگہ موجود ہے۔

اس کا بدلہ احمد شاہ نے بہت بُری طرح لیا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اس زمانہ میں رعایائے کھپلو دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی ایک گروہ مہدی علیخان موجودہ راجہ کھپلو کا ہوا خواہ تھا۔ اور دوسرا دولت علی خان و محمد شاہ کا طرفدار تھا جنھیں مہدی نے گیالپو ئے لداخ کی قید میں رکھا تھا۔ محمد علی خان نے اپنے باپ کے طرفداروں کے ساتھ خفیہ خط کتابت کر کے انھیں مہدی علی خان کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کیا۔ کچھ لوگ کھپلو سے اسکردو میں آئے اور راجہ احمد شاہ کے ساتھ یہ مصلحت کی کہ فوج اسکردو ایک معینہ وقت پر کھپلو میں داخل ہو جائے وہ وہاں بغاوت کرا دیں گے چنانچہ اس قرارداد کے مطابق اسکردو کی فوج کھپلو پہنچ گئی اور بغاوت ہو گئی مہدی علی خان اپنے گھر کی پھوٹ کی وجہ سے اُسکی مدافعت کا کچھ انتظام نہ کر سکا اور دشمن کے ہاتھ قید ہو کر اسکردو پہنچایا گیا۔ یہاں راجہ احمد شاہ نے اسے زندان غوتی چنگرا میں قید کر کے سخت تکلیف پہنچائیں آخرکار انھیں تکالیف سے وہ اسی زندان میں مر گیا۔

اب محمد علی خان نے اپنی آبائی میراث پانے کی درخواست کی لیکن راجہ اسکردو اس کا استاد نکلا۔ وہ پہلے لیت ولعل کرتا رہا۔ بالآخر اس نے محمد علی خان کو ٹال دیا

آبادی کا اضافہ کیا۔

حکومت کی ہوس میں اس نے کھرمنگ پر حملہ کر دیا لیکن زیادہ کشت و خون اس نے نہیں کیا اور مصالحت کر کے واپس چلا آیا۔

شغر میں قلی خان و اعظم خان کے درمیان جانشینی کا تنازعہ برپا ہوا۔ قلی خان نے راجہ اسکردو سے امداد لے کر اعظم خان کو بھگا دیا۔ وہ کھپلو پہونچا۔ محمد علی خان نے امداد دیکر اسے شغر پر قابض کر دیا اور قلی خان اسکردو بھاگ کر چلا گیا۔

بیگو یحیٰی خان ۱۸۰۰-۱۸۱۵ء محمد علی خان کے بعد اس کا بیٹا یحیٰی خان اس کا جانشین ہوا۔ اس کے زمانہ میں قلی خان نے اسکردو سے امداد لے کر اعظم خان کو دوبارہ بھگا دیا اور خود شغر پر قابض ہو گیا۔ یحیٰی خان نے شغر پر حملہ کر کے اعظم خان کو پھر شغر پر قابض کرا دیا۔ اس زمانہ میں علی شیر خان ثانی راجہ اسکردو تھا۔ یہ حالات شغر کے بیان میں مفصل درج کیے جا چکے ہیں۔

اس کے عہد میں لداخ کی طرف سے کھپلو پر حملہ ہوا۔ اس نے بمقام اردو رق لداخی فوج کا مقابلہ کیا۔ اور انہیں شکست دیکر انکے سردار آلو کالوں پنکھا پا کو اسیر کر لیا۔

مہدی علی خان ۱۸۱۵-۱۸۲۰ء یحیٰی خان کے تین بیٹے تھے۔ دولت علی خان محمود شاہ المعروف مہدی علی خان اور محمد شاہ۔ یحیٰی خان کے فوت ہونے پر اُن کے درمیان جانشینی کے متعلق تنازعہ ہوا۔ منجھلا بھائی مہدی علی خان بمقابلہ دیگر ہر دو بھائیوں کے زیادہ چالاک اور ہوشیار تھا۔ اس نے گیالپو لداخ کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا جس کی رو سے دریائے شایوق کے بائیں کنارہ پر بطرف کھپلو پڑی خناشا اور دائیں کنارے پر بطرف ابدان پڑی لونکھا و زینکھا سرحد درمیان کھپلو و لداخ قرار پائی۔ اس کے اوپر کا تمام علاقہ چھوربٹ حوالہ گیالپو لداخ کر دیا گیا۔ اور بعوض اس کے گیالپوئے لداخ نے فوجی امداد سے کھپلو پر مہدی علی خان کا قبضہ و تسلط کرا دینے کا ذمہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی مہدی علی خان نے رعایا میں سے اکثر لوگوں کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ الغرض ان تدابیر سے مہدی علی خان نے فوج لداخ کی مدد سے جس کا سردار لونپو ہوندر تھا تھوڑے سے عرصہ پر قبضہ کر کے تمام کھپلو کے اوپر اپنی حکومت

اُس کے چند روز بعد کریم کو خبر پہونچی کہ وزیر زور آور سنگھ کی فوج لداخ سے بطرف کھپلو روانہ ہوگئی ہے۔ کریم بھی اپنی سرحد کی حفاظت کے لیے تیار ہوا۔ اور اسکردو کی تمام فوج جو اُس کے ساتھ تھی۔ اُس کو اور کھپلو کے لشکر کو جمع کرکے کل آٹھ ہزار مسلح فوج بسرکردگی حیدر خاں اپنے ساتھ لے کر بطرف چھوربٹ روانہ ہوا۔ موضع کوستنگ میں پہونچنے پر کریم کو اطلاع ملی کہ کچھ حصہ فوج وزیر زور آور سنگھ بسرکردگی سید مدین شاہ براہ ہنولا پوئین میں پہونچ کر قلعہ پوئین پر قابض ہوگیا ہے۔ کریم نے حیدر خان کے ساتھ مشورہ کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ کریم مع فوج اسکردو اور کچھ ہمراہیان کھپلو کے پہاڑ پوئین پر مورچہ بنا کر فوج ڈوگرہ سے مقابلہ شروع کرے۔ اور حیدر خاں دریائے شایوق کو عبور کرکے براہ تورتوک سکسا میں پہونچ کر فوج ڈوگرہ کے عقب کی طرف سے اُن کے اوپر حملہ کرے۔ اس قرارداد کے مطابق حیدر خان تقریباً کل لشکر کھپلو کو ساتھ لے کر تورتوک پہونچا اور رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر دریائے شایوق کو عبور کرکے صبح ہونے تک سکسا میں پہونچ گیا۔

لداخ سے کچھ سپاہی وزیر زور آور سنگھ نے نوبراہ کے زمینداروں کو سید مدین شاہ کی امداد کی غرض سے لانے کے لیے نوبراہ بھیجے تھے وہ بھی نوبراہ والوں کو ساتھ لیکر سکسا میں پہونچ گئے۔ اُن کے ساتھ دولت علی خان بھی مع محمد شاہ کے سکسا میں آگیا اب حیدر خان نے دولت علی خاں و محمد شاہ کے ساتھ مشورہ کیا اور سب نے اتفاق کرکے سید مدین شاہ سردار فوج ڈوگرہ کی اطاعت قبول کی اور اس کے ساتھ شامل ہوگئے اور اپنے ملازم بوتا دار کن پا کے ذریعے کریم کو یہ پیغام بھیجا کہ حیدر خاں و دولت علی خاں دونوں نے مع تمام زمینداران کھپلو کے افواج ڈوگرہ کی اطاعت قبول کرلی ہے اور تم اپنے فعل میں مختار ہو جو چاہو کرو۔

حیدر خاں کا یہ فریب معلوم کرکے کریم کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اُس نے بوتا دار کا اسی جگہ بندوق سے کام تمام کردیا اور خود بحالت مایوسی مع فوج اسکردو دردادی واپس روانہ ہوا کیونکہ اسے اپنی جان بچانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اُس کے پیچھے فوج ڈوگرہ بھی مع دولت علی خان و حیدر خان کھپلو پہونچ گئی۔ رعایائے کھپلو نے اسکا خیر مقدم کیا کہ انہیں ظالم کریم کے ظلم سے نجات ملی۔

اُس کو اسکردو میں نظر بند کر دیا اور یولچونگ کریم کو کھرپون مقرر کر کے کھپلو کا الحاق اسکردو کے ساتھ کر لیا۔ اور محمد علی خاں منہ تکتا رہ گیا۔

حکومت راجہ احمد شاہ اسکردو، بذریعہ یولچونگ کریم کھرپون بہ ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء یولچونگ کریم نے ڈنڈے کے زور سے حکومت کرنی چاہی۔ اس کے جبر وظلم سے لوگ بہت تنگ ہوئے اور راجہ احمد شاہ کے خلاف مہدی علی خاں کے ساتھ بدسلوکی اور محمد علی خاں کے ساتھ وعدہ خلافی کی وجہ سے عام ناراضی رعایائے کھپلو کے درمیان پھیلی اور اپنی سابقہ فرقہ بندی کو چھوڑ کر وہ سب متفق و متحد ہو کر موقع کا انتظار کرنے لگے۔

اس اثنا میں وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ نے جب پوریگ ولداخ کے اوپر پورا تسلط کر لیا اور اُس کے حملہ بلتستان کا آوازہ ہوا۔ تو راجہ احمد شاہ نے یولچونگ کریم کو بغرض مشورت اسکردو میں طلب کیا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھکر حیدر خاں نے جو پھوپھی زاد بھائی دولت علی خاں کا تھا۔ اور اس وقت راجہ احمد شاہ کی فوج کھپلو کا سردار تھا کھپلو کے ہر ایک گانوں میں جاکر لوگوں سے حلف فرمانبرداری لیا۔ اور مستعد جنگ رہنے کا حکم دیا۔ مگر حیدر خاں نے یہ کسی کو نہیں جتلایا کہ جنگ کس کے ساتھ کرنی ہے۔ رستم برادر کریم کو جو بعدم موجودگی کریم اُس کا قائم مقام تھا یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے فوراً راجہ احمد شاہ کو خبر بھیجی۔ اُس نے فی الفور کریم کو کھپلو واپس کیا اور کچھ فوج بھی ساتھ بھیجی۔ علاقہ کھپلو میں ہر ایک جگہ کریم کا استقبال بہت گرمجوشی کے ساتھ کیا گیا خود حیدر خاں بھی کھپلو کے لوگوں کو لے کر بہت دور تک اس کی پیشوائی کے لیے گیا اس سے کریم کی بدگمانی ایک حد تک حیدر خاں کی طرف سے رفع ہو گئی۔ اُس نے حیدر خاں سے دریافت کیا کہ تم نے حلف فرمانبرداری کس کے لیے لیا ہے اور کس کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے تیار رہنے کا حکم لوگوں کو دیا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ افواج جموں کے عازم اسکردو ہونے کا شہرہ ہے اس لیے رعایا کو افواج جموں کے مقابلہ کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا ہے اور اسی غرض کے لیے حلف فرمانبرداری بھی لیا ہے اس سے کریم کا اطمینان ہو گیا اور اُس نے حماقت سے حیدر خاں کی اس خدمت کی نسبت راجہ کو رپورٹ دی جس کا نتیجہ آگے سمجھنا چاہیے

کرتا ہوا۔ اچانک فوت ہوا۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دولت علی خان کی اندرونی کارروائی کا تعلق تھا۔ محمد علیخان فوج کھپلو کو لیکر وزیر زور آور سنگھ کے ساتھ پورانگ تک گیا۔ وہاں بعد جان نثار ہونے وزیر مذکور کے افواج لھاسہ کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔

پورانگ میں وزیر زور آور سنگھ کے اوپر اور افواج ڈوگرہ کے اوپر جو مصیبت گذری اسکے واقعات بتفصیل اپنی جگہ پر مذکور ہو چکے ہیں اس تباہی کے بعد افواج لھاسہ نے لداخ پر قبضہ کر لیا۔ اور بلتستان میں بغاوت ہو گئی۔ ڈوگرہ حکومت کو ختم کر کے حیدر خان راجہ شغر نے اپنا راج تمام ملک میں قائم کیا۔ اور تمام راجگان اپنی اپنی جگہ خود مختاری کا دعوی کرنے لگے۔

بلتستان کی بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے جموں سے ایک مہم بسرکردگی وزیر لکھپت کشتواڑ براہ سورو دو کرگل روانہ کی گئی۔ وزیر لکھپت نے جب اسکردو پہونچکر قلعہ کھرپوچے کو فتح کر لیا۔ تو حیدر خان مع اسی کسان ہمراہیان کے اسکردو سے فرار ہو کر بعزم یارقند براہ نالہ تھلے دسلتورو روانہ ہوا دولت علیخان کو خبر ملی تو اسنے اسے تائید غیبی سمجھکر بذریعہ اپنے آدمیوں کے ان سب کو گرفتار کر کے کھپلو میں منگوایا اور اپنے ساتھ لیکر اسکردو پہونچا اور وزیر لکھپت کے سامنے پیش کر دیا۔ وزیر لکھپت دولت علیخان کی اس خدمت سے بہت خوش ہوا اور اس تدبیر سے اُسکی سالم جاگیر بحال رہی۔

محمد علی خان ۱۸۶۰-۱۸۸۰ء محمد علی خان نے افواج لھاسہ کی قید سے رہائی پائی تو وہ دیوان ہری چند سپہ سالار مہم لداخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیوان اُسے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔ وہاں وہ کچھ عرصہ بطور مہمان سرکاری مقیم رہا۔ ایک شادی بھی اس نے وہاں کر لی۔ بعد میں اپنے ملک میں واپس آیا۔ اور دولت علی خان کے فوت ہونے پر اس کا جانشین مقرر ہوا۔

حاتم خان ثانی ۱۸۸۰-۱۹۰۰ء محمد علی خان کا بیٹا حاتم خان ثانی تھا جس کا بیٹا ناصر علی خان موجودہ راجہ کھپلو ہے۔ جو راجگان بلتستان میں روشن دماغ اور ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

راجگان کریس اسی خاندان کی ایک شاخ ہیں چونکہ انکا کوئی علیحدہ کارنامہ نہیں ہے اس لیے میں نے ان کے جداگانہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اور صرف انکا شجرہ نسب شامل کر دینے پر اکتفا کی ہے۔ موجودہ راجہ محمد علی خان ہے۔

رسد رسانی میں ہر طرح سے اُنھوں نے فوج ڈوگرہ کی امداد کی فوج نے تین روز کھپلو میں مقام کیا۔ بعدازاں اسکردو کی طرف روانہ ہوگئی۔

اس اثنا میں کریم نے کرس پہونچ کر اسکردو سے کمک منگوائی اور کرس میں فوج ڈوگرہ کے مقابلہ کے لیے تیار ہوگیا۔ یہاں کریم نے پوری جانبازی کے ساتھ ڈوگرہ فوج کا مقابلہ کیا بقول بعض تین یوم اور بقول بعض سات یوم تک جنگ جاری رہی اور اُس نے فوج ڈوگرہ کو راستہ نہیں دیا۔ مگر جب اُسے معلوم ہوا کہ وزیر زورآور سنگھ کرتخشہ وغیرہ کو فتح کر کے مع اپنی تمام فوج کے پرکوتہ میں پہونچ گیا ہے۔ تو اُس کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور مقابلہ چھوڑ کر مع اپنی فوج کے اسکردو کی طرف نکل گیا۔

سید مہین شاہ نے تین روز کرس میں مقام کیا۔ پھر وزیر زورآور سنگھ کی آمد کی خبر سُن کر دریاے سندھ کو عبور کر کے وزیر کی فوج کے ساتھ شامل ہوگیا۔

دولت علی خان بسرپرستی ۱۸۴۰ - ۱۸۶۰ء جنگ کرس کے دوران میں راجہ احمد شاہ نے محمد علی خاں کو قید سے رہا کر کے اس غرض سے کرس بھیجا تھا کہ دولت علی خان و حیدر خان کو ورغلا کر راجہ اسکردو کا طرفدار بنائے۔ مگر کرس پہونچ کر وہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور بمقام گول سید مہین شاہ نے دولت علی خاں۔ محمد علی خاں۔ و محمد شاہ و حیدر خاں کو وزیر کی خدمت میں پیش کیا اور اُن کی خدمات کی تعریف کی وزیر نے دولت علی خاں۔ محمد علی خاں۔ و محمد شاہ کو بصلہ ان کی خدمات اور وفاداری کے کھپلو میں اُن کی آبائی حکومت پر واپس بھیج دیا صرف حیدر خاں کو مع کسی قدر مسلح آدمیوں کے اپنے ساتھ اسکردو لے گیا۔

وزیر نے بعد فتح اسکردو موسم زمستان اسکردو میں بسر کیا۔ آغاز بہار میں بعزم تسخیر لداسہ واپس روانہ لداخ ہوا۔ کھپلو میں پہونچکر اُس نے ایک ہفتہ قیام کیا۔ پھر یہاں سے دولت علی خاں۔ محمد شاہ۔ محمد علی خاں و حیدر خاں سب کو ساتھ لے کر روانہ لداخ ہوا مگر دولت علی خاں کو لداخ سے واپس کر دیا۔ باقی ہر سہ اشخاص کو مع سپاہ کھپلو لہاسہ لیجانے کی غرض سے لداخ میں رکھا۔

محمد شاہ لداخ میں مرض چیچک میں مبتلا ہو کر فوت ہوا۔ حیدر خاں چشمہ سابو میں غسل

چونکہ موسم میں سختی نہیں ہے اس لیے بلتستان میں میوہ کی افراط ہے سب سے پہلا تیار ہونے والا میوہ توت بیدانہ و شہتوت ہے جو بکثرت استعمال ہوتا ہے اس کے بعد خوبانی تیار ہوتی ہے جس کی بہت زیادہ اقسام ہیں بتلایا جاتا ہے کہ اعلیٰ قسم کی خوبانیوں کا پیوند ترکستان سے اس ملک میں پہونچا ہے۔ اس ملک کی خوبانی بہت اعلیٰ ہے اور بڑی افراط سے پیدا ہوتی ہے۔ گردآلو بھی کم و بیش پیدا ہوتا ہے۔ شفتالو بھی اچھی قسم کا ہوتا ہے۔ پائینی وادی سندھ میں انگور اور زرشک کی بہت افراط ہے۔ انگور مختلف اقسام کے اور بہت اعلیٰ درجہ کے پیدا ہوتے ہیں سیب اور ناشپاتی قریب قریب کشمیر کے درجہ کے پیدا ہوتے ہیں بلکہ بلتستان کی ناشپاتی کشمیر سے بہتر خیال کی جاتی ہے اخروٹ بہت پیدا ہوتا ہے۔ رہتہ منگل نے بادام بھی یہاں رائج کیے جو اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر ان کی کاشت کا زیادہ رواج نہیں ہے۔ پائینی علاقہ میں انار بھی پیدا ہوتا ہے۔ انگور اور زرشک کی تاک بنانے کا اس ملک میں رواج نہیں ہے بلکہ ان کی بیل عموماً توت کے درختوں پر چڑھا دی جاتی ہے۔

گو کہ بلتستان کے بعضے نالہ جات میں اور بالخصوص نالہ بشو اور نالہ جات روندو میں چیڑ کے جنگل موجود ہیں جہاں چیڑ کے درخت اچھے پیمانہ کے پیدا ہوتے ہیں مگر عمارتی ضروریات کے لیے سفیدہ کی لکڑی عام طور پر استعمال ہوتی ہے اور جنگل کی لکڑی سے صرف خاص خاص عمارات میں کام لیا جاتا ہے۔ دریائے سندھ و شایوق پر دو چار جگہ کشتی بھی چلائی جاتی ہے۔ یہ کشتیاں جنگل کی لکڑی سے تیار کی جاتی ہیں۔ بید کی لکڑی بھی عمارتی اغراض کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ بید و سفیدہ کے درخت کی اس ملک میں بہت کثرت ہے اور ان کی نشو و نما بھی یہاں بہت اچھی ہوتی ہے اور عمارتی لکڑی کا انحصار انھیں پر ہے۔ ان کے علاوہ سایہ دار اور خوشنما درختوں میں چنار اور بید مجنوں اچھے درجے کے پیدا ہوتے ہیں۔ وادی شغر اور خاص اسکردو میں بید مشک بھی پیدا ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ دیگر مقامات میں بھی پیدا ہوتا ہو۔ بدم کے درخت بھی بعض نالہ جات میں پائے جاتے ہیں۔ اور اکثر نالہ جات میں بھوج پتر کا درخت بھی پیدا ہوتا ہے۔

پانچواں باب

بلتستان کی آب وہوا، پیداوار زرعی معدنیات، صنعت و حرفت و تجارت

گو کہ لداخ کی طرح بلتستان بھی ان ملکوں میں شمار ہوتا ہے جہاں بارش نہیں ہوتی ہے اور جہاں ہوا میں خشکی اس قدر زیادہ ہے کہ آب پاشی کے بغیر روئیدگی کا امکان نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس حصہ ملک کی بلندی بمقابلہ لداخ کسی قدر کم ہے اور کسی قدر برف باری بھی ہوتی ہے اور گاہ بگاہ خفیف بارش بھی ہو جاتی ہے ان وجوہات سے لداخ کی طرح سردی میں شدت اور ہوا میں خشکی نہیں ہے۔ البتہ نالہ جات کے اندرونی حصص واقعی لداخ کی طرح زیادہ سرد ہیں۔

ہر دو بڑے دریاؤں سندھ و شایوق کی وادیوں میں اراضیات زرعی دو فصلی ہیں ربیعہ میں گیہوں۔ گرم۔ مٹر۔ مسور۔ باقلہ اور سرسوں اور خریف میں چینا کنگنی۔ ترنبہ اور کچھ اور کم درجہ کے غلہ جات پیدا ہوتے ہیں۔ زمین عموماً زرخیز ہے مگر کھاد کا استعمال ضروری ہے جس کے لئے ان ملکوں میں خاص اہتمام کیا جاتا ہے چاول اور مکئی کی کاشت کا بلتستان میں رواج نہیں ہے جا بجا ان کی کاشت کے تجربے کیے گئے اور ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی مگر ان اجناس نے رواج نہیں پایا۔

ترکاریوں میں جو چیز بوئی جائے بہت اچھی پیدا ہوتی ہے ملکی آدمیوں کے درمیان رواج صرف کرم کے ساگ اور بعض دیگر ساگ اور شلجم کا ہے۔ شلجم ان کی اصلی ترکاری ہے۔ مرچ اور مولی۔ گاجر و پیاز بھی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے گوبھی اور کرم کلہ کی قسم کا اور آلو اور دیگر ترکاریاں کاشت کیں جن میں پوری کامیابی ہوئی تربوز اور خربوزہ از قسم سردہ بہت اعلیٰ اور بکثرت پیدا ہوتا ہے اس کا بیج ختن کی طرف سے یہاں لایا گیا ہے۔ جانوروں کے چارے کے لیے شفتل بکثرت کاشت ہوتا ہے۔

اس سے نہیں اٹھایا جاتا۔
سنگ یشب نالہ کتی شو و نالہ دوڑ واقعہ روندو میں اور موضع گمر و میں بتلایا جاتا ہے
علاقہ چھوردہ بٹے و برالدو باشہ و لشو میں ایک قسم کا نرم سنگ خارا پایا جاتا ہے۔
جس سے کھانا پکانے کے برتن تیار کیے جاتے ہیں جو کرگل اور لداخ تک استعمال ہوتے ہیں
سرمہ کی کان موضع تک علاقہ روندو میں بتلائی جاتی ہے۔
پھٹکری کی کان نالہ غواڑی و موضع کوار دو نالہ چھورکا اور اشکولہ میں موجود ہے۔
چشمۂ آب گرم موضع چھوتردن اور موضع ہبیل واقعہ نالہ باشہ اور نالہ برالدو میں ہے
چھوتردن کے سوا باقی دونوں چشمے بہت زیادہ گرم ہیں چشمہ برالدو سے پانی فوارہ
کی شکل میں ابلتا ہے۔ مختلف امراض کے مریض ان چشموں میں غسل کے لیے جاتے
ہیں۔ اس غرض کے لیے چھوتردن کے چشمہ کا استعمال بہت کثرت سے ہوتا ہے۔
صنعت و حرفت کے لحاظ سے بلتستان بہت پستی کی حالت میں ہے پھر
بھی ایک طرف لداخ و کرگل اور دوسری طرف گلگت سے بہتر ہے۔ شگر اور بعض دیگر
مقامات بلتستان میں اعلیٰ درجہ کی اونی اور نیز پشمینہ کی لوئیاں اور پٹو تیار ہوتے ہیں
اور معمولی درجہ کی پشمینہ کی چادریں بھی تیار ہوتی ہیں جو گو کہ کشمیر کی شال کے درجہ
کو نہیں پہونچتیں لیکن پھر بھی خاصی ہوتی ہیں البتہ ان کے اوپر سوزن کاری یہاں
نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سنگ زہر مہرہ کے برتنوں کی صنعت ہے جس کا اوپر
ذکر ہو چکا ہے۔ پتھر کے ظروف خانگی جو بعض اطراف میں تیار ہوتے ہیں۔ مقامی ضروریات
پر محدود ہیں ان کی بیرونی تجارت نہیں ہے۔
بیرونی ممالک کے ساتھ بلتستان کی تجارت کی سب سے بڑی چیز خستہ یعنی زرد
آلوئے شیریں (خوبانی) کی گٹھلی کا مغز ہے جو ہزاروں من کی تعداد میں ہندوستان کو
بھیجا جاتا ہے۔ اس سے دوسرے درجہ پر خوبانی خشک کی برآمد ہے جو ہندوستان
اور لھاسہ دونوں طرف بھیجا جاتا ہے۔ لداخ کی طرف مکھن کی برآمدگی بڑی مقدار
میں ہوتی ہے۔
اونی لوئیاں اور پشمینہ کی چادریں عموماً لداخ اور لھاسہ کی طرف جاتی ہیں۔

معدنیات میں طلا کشی کا درجہ سب کے اوپر ہے۔ یہ کام زیادہ تر نالہ باشہ و نالہ برالدو و نالہ پرکوتہ و نالہ سلتورو اور دریائے شغر۔ دریائے سندھ اور دریائے شایوق پہ ہوتا ہے وادی شغر و باشہ و برالدو اس کے لیے بہت زرخیز مقامات ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ مجموعی طور پر خاصی مقدار سونے کی ہر سال اس ملک سے برآمد ہوتی ہے۔

آبادی شغر کے نالہ کے اندر سنگ زہر مہرہ کی کان ہے۔ اس پتھر سے برتن از قسم چائے دانی۔ پیالی۔ گلاس پیالہ پھولدان وغیرہ مختلف اقسام کے تیار کیے جاتے ہیں اور کشمیر و ہندوستان کو بھیجے جاتے ہیں۔ یہ پتھر نالہ چھوترون میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر اس سے کام نہیں لیا جاتا۔

بلور ہر قسم کا چھوٹا اور بڑا ہر ایک پیمانہ کا قریب قریب ہر ایک نالہ کے اندرونی حصہ میں دستیاب ہوتا ہے مگر باشہ برالدو اور شگر تھنگ و روندو میں بہت اعلیٰ قسم کا اور بکثرت ملتا ہے۔

اسکردو کے بالمقابل موضع کواردو کے اوپر جو پہاڑ ہے اس میں سنگ مرمر کی کان ہے جس سے اعلیٰ قسم کا مرمر برآمد ہوتا تھا۔ راجگان اسکردو نے اسی مرمر کو کھرپوچھے اور سنگ سوق کی عمارات میں استعمال کیا تھا جس کے باقیات اب تک اسکردو کی عمارات سرکاری میں موجود ہیں۔ سنگ سیاہ بھی اسی سلسلہ کوہستان میں بمقام گلاب پور و چھوترون پایا جاتا ہے مجھے پروفیسر ڈاکٹر نیلی نے بتلایا کہ کواردو سے باشہ تک یہ تمام کوہستان سنگ مرمر سے بھرا ہوا ہے۔

واسو بینیدا واقعہ وادی شغر میں زمرد کی کان ہے مگر بتلایا جاتا ہے کہ پتھر اعلیٰ قسم کا نہیں ہے ابرق کی کان نالہ نیا سلو واقعہ وادی باشہ میں بتلائی جاتی ہے۔

سلاجیت علاقہ روندو سے برآمد ہوتی ہے۔

طوطیا علاقہ چھورہ بٹ میں برآمد ہوتا ہے۔

لوہے کی کان موضع نیند و نالہ چھوترون واقعہ وادی شغر اور نالہ برالدو میں ہے مگر ان سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔

پھر تھوا واقعہ کھپلو اور واسو واقعہ وادی شغر میں سیسہ کی کان ہے مگر کوئی فائدہ

چھٹا باب

وسائل آمدنی سرکار اور اسکی درجہ وار ترقی

یہ حصہ اس لحاظ سے نہایت دلچسپ ہے کہ اُس سے ایک حکومت کے اصلی انتظام کا حال معلوم ہوتا ہے جس پر نظام حکومت کا مدار رہے اس لیے اس کی مختصر کیفیت بابت عہد قدیم و عہد جدید بیان کی جاتی ہے۔

راجگان بلتستان کے زمانہ میں نقدی مالیہ کا دستور نہ تھا۔ صرف راجہ کے خانگی اخراجات کے لیے بحساب فی یول جنس مقرر کی گئی تھی۔ بارہ کھل تخم کے رقبہ کو ایک یل کہا جاتا تھا۔ ایک کھل پچیس سیر انگریزی کے برابر ہے اور اس قدر تخم اسکردو میں تقریباً دو کنال رقبہ میں کاشت ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک یول برابر چوبیس کنال یا تین ایکڑ رقبہ کے ہوتا ہے۔

یول کے تین درجے تھے:۔

(۱) حرک چھوس یول۔ یعنی رقبہ مقبوضہ دزیران و دیگر اکابران و درباریان و ملازمان جو ملکی خدمات یا راجہ کی خانگی خدمات کے پابند تھے۔ ان میں سے جو اشخاص واقعی خدمات انجام دے رہے ہوں وہ ادائگی مالیہ سے معاف تھے صرف بموقع شادی یا غمی چار روپیہ نذرانہ راجہ کو پیش کرتے تھے۔ اس ذمرہ کے مابقی اشخاص جو کسی عہدے پر تعینات نہ ہوں فی یول ایک کھل اور پانچ برے غلہ۔ ایک برے مکھن۔ اور ایک بھیڑ کی شرح سے مالیہ ادا کرتے تھے

(۲) گنڈہ۔ یہ وہ رقبہ تھا جو راجگان نے اپنے اہتمام سے توڑ کیا تھا۔ اور بعد ازاں لوگوں کو کاشت کے لیے دیا تھا اس پر فی یول بارہ کھل غلہ بطور لگان لیا جاتا تھا۔ ان اراضیات پر حق ملکیت راجگان کا تھا اور قابضان محض کاشتکار تھے

(۳) رقبہ زمینداری۔ یعنی وہ اراضیات جو لوگوں نے اپنی محنت اور خرچ سے

تھوڑی مقدار میں کشمیر بھی بھیجی جاتی ہیں اور زیادہ استعمال ان کا مقامی طور پر ہوتا ہے نرم ہونے کی وجہ سے ان کی بہت قدر ہے

خانگی ظروف سنگی لداخ اور کرگل تک پہونچتے ہیں۔ البتہ سنگ سبز کے برتن کشمیر اور ہندوستان تک جاتے ہیں۔ جہاں ان کی بڑی قدر کی جاتی ہے۔

اُون اور پشمینہ بلتستان میں لداخ سے آتا ہے۔ اور ہندوستان سے ہر ایک قسم کا کپڑا۔ اور چائے اور لوہا۔ شکر اور گوڑ وغیرہ اور اسی قسم کی معمولی ضروریات زندگی درآمد ہوتی ہیں۔

کچھ مکھن اور بھیڑ و بلتستان سے گلگت کو بھی جاتے ہیں۔ بلتستان کی پیداوار کی یہ بیرونی تجارت ایک بہت معقول ذریعہ ملکی آمدنی کا ہے مگر چونکہ اراضیات مزروعہ کی تعداد آبادی کی زیادتی کی وجہ سے تقسیم در تقسیم ہو کر لوگوں کے منفرد قبضہ میں بہت تھوڑی تھوڑی رہ گئی ہے۔ جس کی پیداوار اُن کے گذارہ کے لیے کافی نہیں ہے اس لیے عموماً غریب لوگ مزدوری یا نوکری کے لیے کشمیر یا ہندوستان کے پہاڑی مقامات پر موسم بہار میں جاتے ہیں اور اس محنت شاقہ سے اپنی آمدنی کی کمی کو پورا کرتے ہیں خاص بلتستان میں اس کے لیے کوئی میدان نہیں ہے۔

عام طور پر لوگ بمقابلہ لداخ اور نیز بمقابلہ کرگل کے مفلوک الحال ہیں۔ مگر تہذیب شائستگی میں اچھے ہیں۔ فارسی تعلیم کا رواج پہلے سے اس ملک میں تھا۔ اب انگریزی تعلیم حاصل کر کے نوجوان لوگ سرکاری ملازمت میں داخل ہو رہے ہیں۔

پہاڑوں کی سرد چراگاہوں پر گرمی کے موسم میں جو مویشی کا چرائی کے لئے بھیجے جاتے تھے اُن سے رسوم کا چرائی لینے کا یہ دستور تھا کہ ایک روز کا دودھ راجہ کے معتبر کی نگرانی میں جمع کیا جاتا تھا۔ اور اس کا گھی نکال کر راجہ کے پاس بھیج دیا جاتا تھا۔

جب راجہ کے گھر میں ولی عہد پیدا ہو تو زمینداروں سے بطور نذرانہ فی گھر غلہ دس برے گھی ایک برے۔ اور لکڑی ایک بار وصول کی جاتی تھی۔

ننگ جنگ یعنی رقبہ خود کاشت راجہ کی کاشت اور نگہداشت کے لیے زمینداران ذمہ دار تھے جس کے لیے انھیں کوئی معاوضہ نہیں ملتا تھا۔

تسخیر بلتستان کے بعد وصولی مالیہ کا انتظام راجگان ہی کے ہاتھ میں رہا اور بھگوان سنگھ تھانہ دار اور افواج متعینہ اسکردو کی رسد کے لیے یہ قرار دیا گیا کہ زمینداران سے فی پول غلہ ایک کھل گھی ایک برے۔ لکڑی ایک بار اور نمک حسب ضرورت وصول کیا جائے۔ اور راجگان اپنے رقبہ گنڈ کے لگان میں فی پول چھ کھل غلہ بحساب رسد ملازمین و فوج ادا کریں۔

اس رسد کے علاوہ عام زمینداران پر فی پول تین روپیہ کی شرح سے مالیہ تشخیص کیا گیا جو بذریعہ راجگان وصول ہو کر داخل سرکار ہوا کرتا تھا۔ یہ انتظام کیدار و تھانہ دار کے وقت تک جاری رہا۔ کیدار و تھانہ دار نے انتظام وصولی مالیہ کو راجگان کے ہاتھ سے نکال کر اپنے اہتمام میں لے لیا اور راجگان کے ہاتھ میں صرف ان کی ذاتی رسوم کا اختیار چھوڑ دیا۔

مزید بران کپتان رونے پول کی تعداد کی نظر ثانی کی۔ اور فی پول تین روپیہ کی شرح پر ایک روپیہ کی ایزادی کر کے چار روپیہ فی پول مالیہ مقرر کیا۔ جس کے منجملہ ایک روپیہ کا غلہ بحساب تین کھل دس برے فی روپیہ ادا کرنا قرار دیا۔ اور سابقہ مالیہ جنسی کو بدستور قائم رکھا لیکن ایک برے گھی کے بجائے ڈیڑھ سیر گھی مقرر کر دیا اور ایک برے نمک اور ایک ماہبے دال فی پول کی ایزادی کر دی۔ اور لکڑی ایک بار کے بجائے ایک من کر دی۔ دور دراز کے دیہات جو لکڑی نہیں پہونچا سکتے تھے۔ ان کے اوپر بجائے لکڑی

آباد کیں۔ ان اراضیات کا مالیہ بلحاظ حالات مقامی مختلف علاقہ جات میں مختلف شرح سے وصول کیا جاتا تھا مگر عام اصول جس کے مطابق تشخیص عمل میں آتی تھی۔ حسب ذیل تھا یعنی فی پول۔

گندم ایک کھل پانچ برے۔

گرم و جو ایک کھل پانچ برے۔

مکھن دو برے۔

مرغ چار عدد۔

بکرا یا بھیڑ ایک شاخ

جن دیہات میں طلاکشی کا کام ہوتا تھا یا جو زمینداران دیگر مواضعات میں جا کر طلاکشی کا کام کرتے تھے انھیں مالیہ اراضی معاف تھا۔ اور اُن سے بطور مالیہ اراضی و رسوم طلاکشی فی اسامی نصف تولہ سے ایک تولہ تک سونا وصول کیا جاتا تھا۔ طلاکشی کرنے والی اسامیاں مخصوص تھیں وہ طلاکشی کا کام کریں یا نہ کریں رسوم ادا کرنے کی پابند تھیں۔ ایک تولہ کا وزن آٹھ ماشہ ہوتا ہے۔ جس کی قیمت بعہد راجگان بارہ روپیہ سے زائد نہ تھی۔

نالہ جات کے اندرونی حصوں کے دیہات سے جہاں بھیڑ بکری زیادہ رکھی جاتی ہیں اور زراعت کمتر ہوتی ہے فی پول مالیہ بشرح ذیل وصول کیا جاتا تھا۔

اونی پٹو۔ ایک تھان۔

مکھن سات برے۔

بھیڑ یا بکرا ایک شاخ

جن دیہات کے متصل پہاڑوں پر کیل کا شکار زیادہ ہے۔ ان سے علاوہ معمولی مالیہ اراضی کے فی موضع چھ چمڑے کیل کے بطور رسوم شکار وصول کیے جاتے تھے اگر چمڑے دستیاب نہ ہوں تو ان کے عوض فی گاؤں تین کھل مکھن دینا پڑتا تھا۔

لکڑی اور گھاس کے لیے کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ حسب ضرورت زمینداران بہم رسانی کے پابند تھے۔

ساتواں باب

حاکمان بلتستان

ابتدائے حکومت ڈوگرہ سے علاقہ پورگ انتظام ملکی میں شامل بلتستان رہا ہے سٹیٹ کونسل کے زمانہ میں جب کہ گلگت و لداخ ایک وزارت سرحدی میں شامل کئے گئے۔ تو کرگل میں ایک جداگانہ تحصیل قائم ہوئی تقریباً تین سال بعد گلگت اور لداخ کی وزارتیں جدا جدا کر دی گئیں۔ تاہم بلتستان کی ہر دو تحصیلیں بدستور بحال رہیں۔

کیدارو تھانہ دار ۱۹۰۸-۲۰ بکرمی ابتدائی زمانہ حکومت ڈوگرہ میں تمام علاقہ بلتستان کا کاردار اسکردو میں رہتا تھا۔ اس کے ماتحت ایک تھانہ دار کرگل میں تعینات ہوتا تھا۔ پہلا ملکی حاکم بلتستان کا بھگوان سنگھ تھا۔ اس کے بعد گوسائیں بکرم سنگھ۔ جواہر سنگھ وغیرہ متعدد حاکم رہے مگر ان کے قابل ذکر کارنامے کچھ دریافت نہیں ہوئے۔ انتظام زیادہ تر راجگان کے ہاتھ میں تھا۔ بعد ازاں سمبت ۱۹۰۸ سے سمبت ۱۹۲۰ تک کیدارو تھانہ دار رہا اس نے راجگان کے اختیارات میں دست اندازی شروع کی۔ وصولی مالیہ کا کام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جدید تشخیص کر کے مالیہ تجویز کیا۔ کیدارو کی قابلیت کی بہت تعریف کی جاتی ہے اس نے جدید انتظام کی بنیاد قائم کی۔ اور راجگان کے رسوخ کو گھٹا کر سرکاری حکومت قائم کی۔ اور آمدنی سرکار میں اس نے نمایاں اضافہ کیا۔ اس پر راجگان کی طرف سے اس کے خلاف شکایات ہوئیں۔ مگر یہ اپنے اصول پر کاربند رہا۔ اور اس کے عملدرآمد میں اس نے فرق نہیں آنے دیا

وزیر لعبہ جو کاردار اسکردو اس کے بعد وزیر لعبہ جو کشتواریہ آیا۔ اس نے ایک عالی شان محل اپنے رہنے کے لئے نالہ ستپہ کی ایک شاخ پر جو آبادی اسکردو کے درمیان سے گذرتی ہے تعمیر کیا۔ اسی کے اب کئی ٹکڑے بنا دیئے گئے ہیں اور شفاخانہ

کے گھاس لگادی۔

کیدار و تھانہ دار نے تیوہار نوروز پر راجگان سے نذرانہ وصول کرنے کا اور اُن کو خلعت دینے کا رواج دیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

راجگان کلان۔ نذرانہ ایک سو روپیہ۔ خلعت۔ ایک جوڑہ دوشالہ پشمینہ۔

راجگان خورد۔ نذرانہ پچاس روپیہ۔ خلعت۔ ایک فرد دوشالہ پشمینہ۔

وزیران۔ نذرانہ دس روپیہ۔ خلعت۔ نصف تھان ململ

نمبرداران۔ نذرانہ تین روپیہ۔ خلعت چار یا پنج گز لٹھا۔

بعد ازاں مہتہ منگل نے بیشمار درخت نصب کرائے۔ اور آبادی میں بہت زیادہ ترقی کی۔ اور تمام بلتستان کا بندوبست اراضی کر کے رقبہ نوآباد پر مالیہ مقرر کیا۔ اور کوئی ردوبدل مالیہ میں نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ سمبت ۱۹۵۵ بکرمی میں بندوبست قانونی جاری ہوا۔ اور مسٹر کلارک نے باضابطہ تشخیص کر کے مالیہ تجویز کیا۔ جس کی ترمیم بعد میں مسٹر ٹالبٹ کے عہد میں ہوئی۔ اور جو سقم پہلے رہ گئے تھے اُن کی اصلاح کی گئی۔

اُس کے ساتھ اُس نے ایک بہت بڑا باغ لگایا جس میں انواع واقسام کے درختان میوہ دار بلتستان وکشمیر سے منگوا کر نصب کئے۔ اور پھولوں سے اسے گلزار بنا دیا۔

عمارت کوتوالی درست کی اور ملزمان زیر تفتیش وزیر تجویز کے لیے حوالاتیں تیار کیں۔ عملہ کوتوالی کی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کئے۔

قلعہ اسکردو چونکہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا جہاں ملازمان جنگی تنگ رہتے تھے۔ اُن کے رہنے کے لیے ناست پر کے کنارے ایک قلعہ تا وسیع چھاؤنی اس نے تعمیر کی اور ملازمین جنگی کی آرام وآسائش کا ہر ایک انتظام درست کیا۔

اسی عمارت کے اندر قید خانہ بنایا۔ جو اب تک اسی غرض کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔

عیالدار ملازمان سرکاری کے لیے اُن کی ضروریات کے مطابق مکانات سکونتی تعمیر کئے۔

باغات سرکاری کے اندر جا بجا تفریح کے لیے بارہ دریاں تعمیر کیں۔

بازار اسکردو میں دوکانات تعمیر کیں۔

تمام علاقہ میں جا بجا کرم کشی ابریشم کے لیے کارخانہ جات تعمیر کیے۔

اسکردو سے سورو تک ایک طرف۔ اور اسکردو سے استق تک دوسری طرف اور اسکردو سے کھپلو تک تیسری طرف ہر ایک پڑاؤ پر لب سڑک مسافر خانے عام مسافروں کے لیے اور آرام گاہیں معززین کے لئے تعمیر کیں۔

شغر اور استق میں سپاہیوں کے لیے چھاؤنیاں تعمیر کیں۔ اور دیگر ملازمین سرکاری کے لیے مکانات سکونتی تعمیر کیے۔

کوٹھیات غلہ اسکردو۔ شغر اور استق میں بڑے پیمانہ پر اور دیگر مقامات میں جہاں جہاں ضرورت تھی حسب ضرورت تعمیر کیں۔

علاقہ رondو میں تانبہ کی کان دریافت ہوئی تھی اس سے تانبہ نکالنے کے لئے ایک کارخانہ موضع مہندی میں تعمیر کیا اور اس کام کو جاری کیا۔

سرمہ گوگرد۔ الد ابرق کی کانیں بھی اس سے دریافت کیں مگر یہ کام بامنفعت ثابت نہیں ہوا اس لیے جاری نہیں کیا گیا۔

ڈاک خانہ و تار خانہ اس میں رکھ دیے گئے ہیں۔ اور اسی کے ایک حصہ میں عرصہ
تک تحصیلداران اسکردو بھی رہتے رہے ہیں۔

مہتہ منگل کاردار ۱۹۳۲-۱۹۴۲ بکرمی

سمبت ۱۹۳۲ میں لداخ کا مشہور اور ہر دلعزیز
حاکم مہتہ منگل کشتواریہ کاردار بلتستان
مقرر ہوا۔ اس نے اضافہ آمدنی سرکار۔ ترقی زراعت و آسائش اہل ملک و ملازمان سرکار
کے متعلق وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں جو اُس کی یاد کو عرصہ دراز تک اس ملک میں
قائم رکھیں گے۔ اس نے سوندو سے دراس اور چاموش تک وادی دریائے سورو
و دراس و وادی دریائے سندھ میں اور وادی دریائے شگر کی انتہائی آبادی باشہ
و برالدو تک اور وادی دریائے شایوق میں سرحد لداخ تک تمام ملک کو درختوں سے بھر کر
ایک مسلسل باغ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ بتلایا جاتا ہے کہ پانچ لاکھ کے قریب درختان
بید و سفیدہ اور نصف لاکھ سے زائد درختان ثمردار اس نے نصب کیے ہیں اور
مختلف مقامات پر ایک سو سے زائد باغات آتب نے نہال کئے ہیں۔ اُس کے بعد
کسی دوسرے حاکم کو اس شعبہ میں شہرت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ کیونکہ کسی
دوسرے نے جو تھوڑا بہت کام اس سلسلہ میں کیا وہ بھی چند روز بعد مہتہ منگل کی طرف
منسوب ہو گیا۔

ملازمین سرکاری کے لیے اسکردو کے متصل گھاس اور جلانے کی لکڑی بہم پہونچانیکی غرض سے بیس کے
قریب وسیع رقبہ جات جنھیں مقامی طور پر رکھ کہا جاتا ہے اس نے محفوظ کئے اور بیرونی
علاقہ جات میں اُن مقامات کے قریب جہاں ملازمان سرکاری تعینات تھے یا بوقت
دورہ انھیں کچھ عرصہ توقف کرنا پڑتا تھا۔ گاہ و ہیزم سوختنی کے لیے جابجا حسب ضرورت
رکھ محفوظ کیں تاکہ اہل ملک پر ان چیزوں کی بہم رسانی کا بوجھ نہ رہے۔
تعمیرات کے کام میں اس نے اس حد تک دلچسپی لی کہ اس میں ترقی کی گنجائش
نہیں چھوڑی۔ اپنے رہنے اور کچہری کے لیے ایک عالیشان عمارت موسومہ رنبیر گڈھ اس نے
اسکردو میں تعمیر کی جس کے اندر تمام عملہ سرکاری متعینہ اسکردو کی رہائش کا بھی انتظام تھا۔ یہ
عمارت آجکل جزوی تغیر و تبدل کے ساتھ اسی غرض کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔



مہتہ منگل کشتواریہ
تھانہ دار لداخ اور بعد ازاں کاردار بلتستان

مختلف مقامات پر نوآبادیاں بنائیں۔ اور جدید مواضعات آباد کیے۔ جو آج تک آباد ہیں۔ جزدی نو توڑوں کی کوئی حد نہیں ہے۔

اُس کے ساتھ ہی اہلِ ملک کے ساتھ اُس کا برتاؤ اس درجہ مخلصانہ و ہمدردانہ و دلبرانہ تھا کہ کچھ لوگ مجھے ایسے ملے ہیں جو اسے خدا رسیدہ بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایسا کامیاب ملکی افسر دوسرا ملک بلتستان میں نہیں آیا۔ اور کشتواڑ میں مجھے یہ معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی کہ اس کا خاندان آج تک آباد اور باعزت ہے

مہتہ منگل کے دو سالہ عہدِ حکومت کے بعد بھائی گنگا سنگھ۔ اس کے بعد راے بہادر پنڈت رادھا کشن کول۔ اُس کے بعد لالہ دھنپت راے۔ اُس کے پیچھے سید غلام جیلانی علی یکے بعد دیگرے کاردار بلتستان رہے۔ گران کے زمانہ کا کوئی بڑا کارنامہ مجھے دریافت نہیں ہوا۔ بعد ازاں کارداری ٹوٹ کر اسکردو میں تحصیل قائم ہو گئی۔ اور یہ دونوں تحصیلیں وزارت سرحدی کے ماتحت رہیں۔ بعد میں وزارت لداخ کے ماتحت ہو گئیں۔ اس کے بعد وزارت لداخ کا سرمائی صدر مقام اسکردو اور گرمائی صدر مقام لیہ لداخ مقرر ہوا اس زمانہ میں بلتستان میں نمایاں ترقیات ہوئیں جن کے دیکھنے والے ابھی دیر تک موجود رہیں گے اس لیے ان کی تفصیل کی سردست ضرورت نہیں ہے۔

آٹھواں باب

اشاعت مذہب اسلام بلتستان و پوریگ و گلگت و لداخ میں

اِس ملک میں اشاعت مذہب اسلام کو عام طور پر حضرات امیر کبیر سید علی ہمدانی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر اس کے متعلق واقعات کچھ نہیں بتلائے جاتے۔ تاریخ کشمیر سے پایا جاتا ہے کہ حضرت امیر کبیر تین دفعہ کشمیر میں تشریف لائے ہیں۔ ابتدائے سلطان شہاب الدین کے عہد (۱۳۶۰ء لغایت ۱۳۷۵ء) میں سید حسن بہادر بن سید تاج الدین بیہقی حضرت امیر کبیر کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم و رواج دریافت کرنے کے لیے کشمیر آیا تھا یہاں پہنچ کر جب یہ باریاب بارگاہ سلطانی ہوا تو سلطان شہاب الدین نے اُس کی حسن قابلیت سے خوش ہو کر اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

بعد ازاں جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی سلطان شہاب الدین کے آخری حملہ پنجاب کے زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں میں کشمیر میں تھا وہ اُن کی خدمات انجام دیتا رہا۔ چار ماہ تک یہاں رونق افروز رہ کر آپ ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے۔ ۷۷۴ھ مطابق ۱۳۷۲ء میں بمقام فیروز پور پہنچے تو سلطان شہاب الدین بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ اور آپ ہی کی تحریک سے فیروز شاہ تغلق اور سلطان شہاب الدین کے درمیان صلح ہوئی۔

دوبارہ بعہد سلطان قطب الدین ۷۸۱ھ ہجری مطابق ۱۳۷۹ء میں جناب امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے اس دفعہ آپ کے ہمراہ سات سو سادات بھی تھے۔ سلطان قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں آپ کی مہمان نوازی پر مامور

اس میں نماز جمعہ بجماعت ادا کی جاتی تھی پھر موضع کفچوں میں اس کا انتظام ہوا۔

اسکردو میں یہ انتظام کرنے کے بعد حضرت امیر کبیر شغر میں تشریف لے گئے اور شغر میں بھی طریق اسلام کو رائج کیا اور کو تھنگ سے لے کر نالہ برالدو کے آخیر تک ایک طرف اور نیلی سے لے کر باشہ تک دوسری طرف آوازہ اسلام بلند کیا۔ بعدازاں موضع امبورک میں قیام کر کے مسجد امبوڑک تعمیر کی جو علاقہ شغر کی پہلی مسجد ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کے گنبد میں آں حضرت کا عصا اس وقت تک موجود ہے اس کے بعد مسجد چھبرونجی تعمیر ہوئی۔ اور اس مسجد کے اندر دیواروں پر سورۂ مزمل کو بخط جلی سیاہی کے اندر سفیدی میں بدستخط خود آں حضرت نے تحریر کیا۔ دروازۂ شرقی سے بسم اللہ شروع کر کے چاروں طرف چکر دے کر اسی جگہ پہنچ کر ختم کر دیا۔ یہ تحریر آج تک موجود ہے

"حضرت امیر کبیر جس زمانہ میں انھیں مسجدوں میں گوشہ گیر رہتے تھے آپ نے کتاب ذخیرۃ الملوک و کتاب المودت تصنیف کی۔ یہ کتابیں اب تک ملایان شغر کے پاس موجود ہیں۔ اہل تصوف اب تک انہیں پر عمل کرتے ہیں علاوہ ازیں کتاب منتخب مسمی بدعوات آداب ذکر خفی میں لکھی ہے الغرض آن حضرت نے پانچ سال تک اپنے اوقات شغر اور اطراف تبت میں چھوربٹ تک بسر کیے بعدازاں سری نگر کو واپس چلے گئے۔

تاریخ سے ان واقعات کی تصدیق نہیں ہوتی ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت امیر کبیر کے شاگردوں اور خلیفوں نے جو خدمات مذہبی بنام آن حضرت ملک بلتستان میں انجام دی ہیں انھیں بعد میں خوش اعتقادی سے لوگوں نے آں حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

اہل کشمیر کے موجودہ لباس کو بھی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے اختراع کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ آپ کے ورود کشمیر سے پیشتر اہل کشمیر ہندوستانی وضع کے چھوٹے کرتے اور دھوتی یا تنگ پاجامے پہنتے تھے آں حضرت کے ارشاد کے مطابق سلطان قطب الدین نے لباس تبدیل کیا یہ لباس ترکی وضع کا تھا اور حضرت امیر نے بجائے پھرنہ کے لمبا کرتا اس ملک کے لیے تجویز کیا سلطان کے دیکھا دیکھی تمام ملک میں اس کا رواج

رہ چکا تھا، کمالِ حسنِ عقیدت سے پیش آیا۔ آپ محلہ علاؤالدین پورہ میں لبِ دریا ایک صفہ یعنی دالان تیار کر کے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہی بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیرِ سایہ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ سلطان قطب الدین عموماً آپ کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدقِ دل سے کرتا رہا۔ حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ نے تبرکاً اپنی کلاہ مبارک اُسے عطا فرمائی جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا۔ اُس کے بعد اُس کی اولاد بھی بدستور اُس کو تاج میں رکھتی رہی یہاں تک کہ آخرکار ۱۵۱۷ء میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرک اپنے ساتھ قبر میں لے گیا جس پر مولوی محمد صاحب نے جو اُس زمانہ کے مشائخ کے سرحلقہ تھے پیشین گوئی کی کہ "تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برافتاد۔ و سرداری آں ہمہ رو بہ نگونساری نہاد" یعنی شاہی تاج بادشاہان کشمیر کے سر سے اتر گیا اور ان کی حکومت اکھڑ گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی دن سے حکومت میں زوال پیدا ہو گیا۔ اس مرتبہ حضرت امیر کبیر چھ ماہ تک کشمیر میں قیام پذیر رہے۔

اُس کے بعد تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ ہجری مطابق ۱۳۸۳ء میں پھر وارد کشمیر ہوئے۔ لیکن جلد ہی بعزمِ زیارت حرمین کھیلی تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اس جہانِ فانی سے دارالبقا کا راستہ اختیار کیا۔ لاش مبارک ختلان میں لیجا کر دفن کی گئی۔

ان دونوں سفروں کے سلسلہ میں کسی دفعہ آپ کا بلتستان تشریف لیجانا یا بلتستان کی راہ سے وارد یا واپس ہونا مذکور نہیں ہے۔ لیکن بلتستان میں آپ کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔ میرے دوست مولوی سید عباس ساکن چھوربٹ نے جو حالات اشاعتِ اسلام کے لکھ کر مجھے دیے ہیں ان میں وہ لکھتے ہیں کہ "آپ ایک عصا ہاتھ میں لیے ہوئے وارد کشمیر ہوئے اور تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اُس کے بعد اسکردو پہونچے۔ وہاں آپ کے وعظ و نصیحت کی برکت سے لوگوں کے دل رفتہ رفتہ اسلام کی طرف مائل ہوئے اور لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آں حضرت نے کھری ڈونگ کے اوپر ایک مسجد تعمیر کی اس ملک میں یہ پہلی مسجد ہے جو تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد گیبہ اسکردو کی مسجد جامع نمازِ جمعہ و جماعت کی غرض سے تعمیر کی گئی۔ اور راجہ علی شاہ کے زمانہ تک

اسلام اختیار کرنا شروع کر دیا اور تھوڑے عرصہ میں کل آبادی اس دائرہ میں داخل ہو گئی۔

غازی تھم نے مسلمان ہو کر اپنا اسلامی نام غازی میر رکھا۔ اور مسجد امبورک و مسجد چھ برونجی جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں غالباً سید محمد نوربخش نے باہتمام غازی میر تعمیر کیں۔

روایت میں اسکردو کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے مگر متذکرہ بالا بیان میں جو کام حضرت امیر کبیر کی طرف منسوب کیے ہیں وہ سید محمد نوربخش کے کام ہونے چاہیں۔ غورطہ چھوٹنگے کی بابت نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے اوپر مذہب اسلام کا کہاں تک اثر ہوا۔ الغرض آپ اسکردو سے شگر میں آئے اور شگر سے کھپلو تشریف لے گئے۔ کھپلو میں آپ نے تھوڑے ہی عرصہ قیام کیا اور تلقین اسلام کرتے رہے۔ راجہ نے مذہب اسلام اختیار کیا اور آپ نے جامع مسجد چقچن کی بنیاد ڈالی۔ بعد ازاں آپ براہ نالہ سلتورو یارقند کو چلے گئے۔ مگر اس عرصہ میں بلتستان کے تمام باشندوں کو مسلمان کر گئے۔

پورک کی بابت اس بارہ میں تحقیقات نہیں ہو سکی مگر یہ مانے ہیں واقعہ ہے کہ اس علاقہ میں اب تک حضرت سید محمد نوربخش کے پیرو تعداد کثیر موجود ہیں خیال یہی ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ سید صاحب موصوف کی کوششوں کا ہے۔ مساجد جامع بھی دو ایک حام موجود ہیں ممکن ہے کہ سید صاحب اسی راستہ سے اسکردو تشریف لے گئے ہوں اور پہلے اسی ملک میں تلقین اسلام کا کام شروع کیا ہو۔ یا یہ کہ کھپلو سے براہ ہنولا یہاں تشریف لائے ہوں۔ بہر حال پوریگ میں مذہب نوربخشی کے بانی حضرت سید محمد نوربخش ہی ہو سکتے ہیں جن کا نام آج تک اس علاقہ میں بڑے احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

مولوی سید عباس نے کتاب فقہ احوط نامی کی تصنیف کو بھی سید نوربخش کی طرف منسوب کیا ہے کہ انھوں نے اپنے فرزند شاہ قاسم فیض بخش کے نام پر تصنیف کی جو آج تک ان کے معتقدین کے درمیان رائج ہے۔ مگر بعد کے واقعات سے پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب تصنیف میر شمس الدین عراقی کی ہے جنھوں نے اپنے آپ کو حضرت سید محمد نوربخش کا خلیفہ ظاہر کر کے ان کے مذہب کی تجدید کی اور دراصل مذہب شیعہ کی بنیاد قائم کی جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔

ہو گیا جو جزوی ترمیم کے ساتھ آج تک کشمیر کے ہندو مسلمانوں میں رائج ہے۔

بعد ازاں سلطان سکندر کے عہد میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نوجوان فرزند سید میر محمد ہمدانی بائیس سال کی عمر میں تین سو ہمراہیان کو ساتھ لے کر ۷۹۶ھ ہجری مطابق ۱۳۹۳ء میں وارد کشمیر ہوئے اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہ کر یہیں رحلت فرمائی۔ ان کا مقبرہ سری نگر میں موجود ہے۔ سلطان سکندر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت اختیار کی۔ اور سلطان قطب الدین نے جس جگہ حضرت امیر کبیر کے لیے صفہ یعنی دالان بنوایا تھا اُس جگہ حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ معلی تعمیر کرائی اس کے اندر وہ صفہ بھی موجود ہے جہاں حضرت امیر کبیر سکونت پذیر رہے تھے اور آں حضرت کا چوغا اور عصا بھی یہاں رکھا ہوا ہے

باوجود اس طول طویل قیام کشمیر کے سید میر محمد ہمدانی کا بھی بلتستان جانا تاریخ کشمیر سے ثابت نہیں ہوتا۔ بالآخر قرعہ حضرت سید محمد نوربخش کے نام نامی پر پڑتا ہے۔

بعد میں حضرت سید محمد نوربخش جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے خواہر زادے اور شاگرد خاص تھے اور راہ سلوک بھی رکھتے تھے بطور آن حضرت کے خلیفہ اور قائم مقام کے بلتستان میں وارد ہوئے۔ اور اس ملک میں اشاعت مذہب اسلام اُن کی ذات سے شروع ہوئی۔ تاریخ کشمیر میں اُن کا ذکر ہے مگر ناہ وسانی ان کے ورود کا مذکور نہیں ہے۔ ایک کتاب میں جو مجھے بلتستان میں ایک ملا سے دستیاب ہوئی۔ ان کی تاریخ وفات سنہ ۸۶۹ھ مطابق ۱۴۶۴ء درج ہے۔ اس بنا پر قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت ۸۴۰ھ کے مطابق ۱۴۳۵-۴۶ء کے قریب اس ملک میں وارد ہوئے ہونگے۔ روایت یہ ہے کہ اس وقت

اسکردو میں غوطہ چو سنگے
شگر میں غازی تھم اور
کھپلو میں شاہ اعظم
حکمران تھے۔ حضرت سید محمد نوربخش نے تمام ملک میں دعوت اسلام دی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے نام پر بیعت لی چنانچہ اہل ملک نے یکے بعد دیگرے [illegible]

اور اس حکمت سے وہ اپنے مذہب کے پھیلانے میں بخوبی کامیاب ہوئے۔ پانچ چھ سال وہ اس ملک میں یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں سید محمد بیہقی کے کشمیر میں شہید ہونے کی خبر پہونچی تو میر صاحب تقریباً ۹۰۸ھ ہجری مطابق ۱۵۰۲ء عیسوی میں واپس کشمیر چلے گئے۔

ممکن ہے کہ غوطہ چو سنگے یا بہرام سید محمد نوربخش کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہوں مگر بوخا کے بیٹے شیر شاہ کی نسبت روایت ہے کہ اس نے میر شمس الدین عراقی کا مذہب اختیار کیا۔ غالباً شگر و کھپلو میں بھی یہی صورت ہوئی ہوگی۔ مگر پورے ریگ میں سید محمد نوربخش کا مذہب جاری رہا۔

روایت کے مطابق بیگو سیکم یا بیگو میر یعنی ابراہیم کے عہد میں دو بھائی سید ناصر طوسی اور سید علی طوسی براہ نالہ سلتورو کھپلو میں وارد ہوئے۔ یہ سید محمد نوربخش کے پیرو تھے اور اسی مذہب کی اشاعت انھوں نے شروع کی۔ کھپلو میں نالہ کے کنارے انھوں نے ایک چھوٹی مگر نہایت شاندار مسجد تعمیر کی۔ اور جب تک یہاں ٹھہرے اسی میں گوشہ نشین رہے۔ یہ مسجد اس وقت تک خستہ حالت میں موجود ہے اس کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔

"واذ یرفع ابراہیم من البیت اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ تاریخ غیب"

اس سے ثابت ہے کہ یہ تعمیر ۱۰۱۲ھ۔ ہجری مطابق ۱۶۰۳ء کی ہے۔

کھپلو سے یہ دونوں بزرگ تلقین اسلام کرتے ہوئے اور مساجد جامع بناتے ہوئے شگر پہونچے اس علاقہ میں بھی انھوں نے یہی کام کیا۔ اور سید محمد نوربخش کے مذہب کو خوب ترقی دی۔ کچھ عرصہ وہ بمقام چھوترون وداسو نید مقیم رہے۔ پھر سید ناصر کہیں چلے گئے ان کا پتہ نہیں لگا۔ اہل شگر کا اعتقاد ہے کہ داسو نید کے پہاڑ پر غائب ہو گئے۔ بعد ازاں ان کا چھوٹا بھائی سید علی ناک اسکردو میں اشاعت مذہب نوربخشی کرتا رہا۔ اور بالآخر بمقام کوارد و واصل بحق ہوا۔ اس کا مزار اس جگہ اس وقت تک موجود ہے۔ اور مرجع خواص و عوام ہے۔

یہ واقعہ عبداللہ خان اور حسن خان کے کسی درمیانی راجہ کے عہد کا یا راجہ امام قلی خان کے ابتدائی عہد کا ہونا چاہیے۔ جب کہ یہ دونوں بزرگ شگر پہونچے اور اس

بعد ازاں سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام پر ۸۹۲ھ ہجری مطابق ۱۴۸۷ء میں میر شمس الدین عراقی خراسان سے تحائف لے کر کشمیر میں وارد ہوئے۔ لیکن بادشاہ کی علالت اور بعد میں اس کی وفات کے باعث دربار میں پیش نہ ہوسکے تاہم وہ کشمیر ہی میں ٹھہرے رہے۔ سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے زمانے میں وہ بابا اسمٰعیل کی خدمت میں پہونچے۔ اور اُن کے مریدوں میں داخل ہوگئے۔ لیکن در اصل وہ شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ اور انھوں نے دوران قیام میں بابا علی نجار کو اپنے مذہب کا معتقد بنالیا تھا جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کیا اور سید محمد بیہقی اُس کا مدار المہام تھا تو میر شمس الدین عراقی کو اپنا وطن یاد آیا۔ اور آٹھ سال کے بعد ۹۰۰ھ ہجری مطابق ۱۴۹۵ء میں واپس خراسان چلے گئے۔ لیکن وہاں بھی انھیں رہنا نصیب نہیں ہوا اور خراسان سے جلا وطن ہوکر انھوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ یہاں پہونچ کر بابا علی نجار کی معاونت سے وہ علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ کاجی چک اور غازی چک آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے۔ اور اُن کے طریق کے پھیلانے میں ان کے معاون اور مددگار ثابت ہوئے۔

جب سید محمد بیہقی مدار المہام کو اس کی خبر ہوئی تو وہ غضبناک ہوا اور اُس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔

کشمیر سے ملک بدر ہوکر میر صاحب اسکردو میں پہونچے تو چونکہ یہاں حضرت سید محمد نوربخش کا نام ہر شخص کے ورد زبان تھا۔ اور لوگ اُن کے نام پر جان دیتے تھے میر صاحب نے اپنے آپ کو سید صاحب موصوف کا خلیفہ ظاہر کر کے مذہب امامیہ کی اشاعت شروع کردی اور اس میں نہایت کوشش کی۔ اس وقت

اسکردو میں مقپون بوخا
شغر میں گازری۔
کھپلو میں راے بہرام
پورگ میں حبیب چو
حکمران تھے۔ ہر ایک جگہ سید محمد نوربخش کے نام سے میر صاحب کی بڑی عزت ہوئی

جابجا موجود ہیں اور ان میں سے بعض کی اولاد بھی مختلف دیہاتوں میں پائی جاتی ہے۔

بعد ازاں سنہ ۸۰۵ھ مطابق سنہ ۱۴۰۳ء میں سوت چگتن و شکم میں سید محمد نوربخش نے مذہب اسلام کی بنیاد قائم کی جسے بعد میں ان کے شاگرد استحکام کو پہونچاتے رہے جس کا اثر آج تک باقی ہے اور اہل ملک تعداد کثیر اس وقت تک ان کے پیرو رہا۔

شغر، سنگھو و دراس کی دردا قوم میں مذہب اسلام غالباً استور و گلگت کی طرف سے پہونچا ہے وہ لوگ عموماً مذہب حنفی کے پیرو ہیں۔

بودھ کھر پو سے اوپر کے علاقہ میں اسلام کا اثر نہیں پہونچا کیونکہ کوئی باقاعدہ مبلغ اس طرف نہیں گیا۔ ملک لداخ میں اسلام نے جو قدرے قلیل نفوذ کیا ہے وہ کشمیری و یارقندی سوداگروں کے اثر تک محدود ہے۔ اس پر نمایاں زیادتی اُن لوگوں کے ذریعے ہوئی ہے جو کشمیر اور بلتستان سے ترک وطن کر کے لداخ میں آباد ہوے اور اپنی عملی مثال سے باہستگی اپنا مذہب پھیلاتے رہے۔ چنانچہ آہستگی کے ساتھ اس کی ترقی جاری ہے۔ جس کی اکثر تعداد شہر لداخ اور دو تین ملحقہ دیہات میں پائی جاتی ہے اور نوبراہ کے دو چار دیہات میں بھی کسی قدر پائی جاتی ہے۔

زانسکار میں اسلام ایک کشمیری تاجر رزاق جو کے ذریعے پہونچا جسے گیالپو سنگے نمگیل نے سنہ ۱۶۱۰ء میں اپنے بیٹے دے چھوک نمگیل کی امداد کے لیے بھیجا تھا اور بالآخر وہ زانسکار میں آباد ہو گیا۔ اور بتدریج ملک میں اثر ڈالتا رہا۔ اس سے اب تک دو دیہات میں تیس چالیس گھرانے اہل اسلام کے پیدا ہو گئے ہیں اور آہستگی کے ساتھ ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔

گلگت کے متعلق روایت ہے کہ اس ملک میں اسلام کی بنیاد آزر د شمشیر کے زمانہ (۱۲۱۱ء) پڑی ہے گو کہ خود شمشیر نے بعد تسخیر گلگت اشاعت مذہب اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ مگر اس کے عہد میں چھ بزرگ سید شاہ بریا ولی۔ سید سلطان علی۔ سید شاہ ولی سید شاہ افضل۔ سید شاہ اکبر۔ سید میر ابراہیم اس ملک میں وارد ہوے۔ انھوں نے مذہب اسلام کی تلقین کی اور کل اہل ملک کو بودھ مذہب سے مسلمان بنا دیا۔ ان بزرگوں کے

علاوہ میر! انھوں نے سید محمد نوربخش کے عقیدہ کے مطابق تبلیغ اسلام کی اور مساجد جامع تعمیر کیں

اسکردو کے حالات میں تحقیق نہیں ہو سکا کہ سید علی طوسی کے اس علاقہ میں وارد ہونے کے وقت کون راجہ تھا۔ غالباً یہ زمانہ غازی میر اور اسکے ولیعہد علی شیر خان انچن کے جنگ و جدال کا ہونا چاہیے

بعد ازاں راجہ اعظم خان کے عہد حکومت شگر میں دو بھائی سید یحییٰ اور سید مختار غالباً کرمان سے وارد شگر ہوئے۔ یہ دونوں بھائی علاقہ شگر میں تبلیغ اسلام کرتے رہے کچھ عرصہ شگر میں اور بعد از چھوربٹ میں مقیم رہے پھر راجہ نے چھوٹے بھائی سید یحییٰ کے ساتھ ساز باز کر کے سید مختار کو تکلیف پہنچانی چاہی وہ کریس چلے گئے۔ وہاں انھوں نے جامع مسجد تعمیر کی اور سید محمد نوربخش کے مذہب کو خوب استحکام دیا پھر وادی شایوق میں چھوربٹ تک قریب قریب ہر ایک گاؤں میں مساجد اور جابجا جامع مساجد تعمیر کیں اور اپنے شاگردوں میں سے ملا ہر ایک مسجد میں تبلیغ تعلیم کی غرض سے تعینات کئے اور چھوربٹ کا واقعہ وادی شگر میں بھی اپنا قائم مقام تعینات کیا انکی اولاد اب تک ان مقامات میں موجود ہے۔

الغرض سید محمد نوربخش کی اشاعت اسلام کو استحکام انہیں فقرا اور مشائخ کے ذریعے سے ہوا ہے جنکے مزار جابجا موجود ہیں اگر ان سب کے حالات لکھے جائیں تو ایک پوری کتاب اسی مضمون پر بن جائیگی

سورو کرتسے میں مذہب اسلام کی ابتدا ارگیل بوم لدے سے ہوئی ہے جس نے تقریباً ۸۲۹ھ مطابق ۱۴۲۳ء میں کشمیر میں مذہب اسلام اختیار کیا اور اس کے ساتھ کشمیر سے کچھ مسلمان علماء آئے انھوں نے ملبہ میں سکونت اختیار کی اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔

اس کے بعد کونگا تھگیل راجہ سورو کرتسے نے اپنے بیٹے تھی تھگیل کی شادی اسکردو کی ایک شاہزادی کے ساتھ کی۔ جو کرتسے میں سپہ کرٹی لاخاتون کے نام سے مشہور ہوئی اسکے ساتھ اخون محمد شریف اسکردو سے آئے اس نے گاؤں بہ گاؤں علما بغرض تبلیغ اسلام تعینات کر دیے اور خود بھی اسی کام میں مصروف ہو گیا۔ اس کی محنت بتدریج بار آور ثابت ہوئی۔

تھی تھگیل کے بیٹے تھی محمد سلطان کو تعلیم دینے کے لیے ایک عالم سید میر ہاشم نام کشمیر سے منگوائے گئے۔ انکے ساتھ کچھ علماء اور ملا بھی کشمیر سے آ گئے۔ انھوں نے مختلف دیہات میں سکونت اختیار کی اور تبلیغ کے کام میں مصروف رہے۔

ان سب کی مجموعی محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ تمام ملک میں مذہب اسلام پھیل گیا اور بلتستان کی طرح اس ملک میں بھی کوئی نام لیوا سابقہ مذہب کا باقی نہیں رہا۔ ان بزرگوں کے مقبرے

خاصی ترقی اس ملک میں حاصل کی خود میر شمس الدین عراقی اس ملک میں نہیں آئے۔ مگر اسکردو کی طرف سے مجتہدین وقتاً فوقتاً گلگت میں آتے رہتے ہیں۔ الغرض اس وقت بھی دو مذہب یعنی اہل سنت وجماعت و اثنا عشری گلگت میں رائج ہیں۔ نگر کے لوگ شیعہ ہیں اور گلگت سے نیچے وادی سندھ میں چیلاس و خود مختار اقوام سب اہل سنت وجماعت ہیں۔ ان کے درمیان مجھے بعض مولوی بہت اعلیٰ تعلیم کے اور بہت روشن خیال ملے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ کوہستانی بمقابلہ ہندوستان کے دیہاتیوں کے بہت زیادہ شائستہ ہیں۔

مذہبی آثار قدیمہ اس ملک میں ان چھ بزرگوں کے مزاروں کے سوا جن کے نام اوپر مذکور ہوئے یا اُن چند بزرگوں کے مزاروں کے سوا جنھوں نے بعد میں اس مذہب کو استحکام دیا اور کچھ اُس ملک میں موجود نہیں ہیں۔ اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تمدن اس ملک کا بلتستان کے درجہ تک کبھی نہیں پہونچا۔ البتہ اب سرکار جموں وکشمیر کے انتظام کی برکت سے اس ملک میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔

مردم شماری تحصیل اسکردو (بلتستان)

سال		مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۸۷۳ء (سرسری) اسکردو وکرگل مع زانسکار		۲۹۸۸۱	۲۸۱۴۹	۵۸۰۳۰
سنہ ۱۸۹۱ء (سرسری) صرف تحصیل اسکردو		۴۵۱۲۶	۴۱۸۴۰	۸۶۹۶۶
سنہ ۱۹۰۱ء باقاعدہ	علاقہ حراموش	۳۰۲	۲۹۳	۵۹۵
	باقی تحصیل اسکردو	۵۰۰۲۴	۴۹۰۸۰	۹۹۱۰۴
	میزان	۵۰۳۲۶	۴۹۳۷۳	۹۹۶۹۹

مزار گلگت کے مختلف علاقہ جات میں اب تک موجود ہیں اور مرجع خواص وعوام ہیں اور طرح طرح کی کرامات وخرق عادات ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

بعد میں تراخاں کے زمانہ میں ۷۳۵ھ۔۱۳۳۵ء تاج مغل نے بدخشان سے گلگت پر حملہ کیا اُس نے ایک جدید مذہب گلگت میں رائج کیا جس کا نام اُس کے رائج کرنے والے کے نام پر مغلی رکھا گیا۔ جو بعد میں کثرت استعمال سے بگڑ کر مولائی ہو گیا تراخاں نے اس مذہب کو اختیار کیا اور اُس کی اشاعت میں کوشش کی۔

پونیال، یاسین، چترال، اور ہونزہ میں بھی اسی تاج مغل کے ذریعے یہ مذہب رائج ہوا۔ جہاں یہ آج تک موجود ہے۔ مگر خاص گلگت میں اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اور جس زمانہ میں۔ میں گلگت میں تھا ۱۳۰۹ھ۔۱۸۹۱ء ایک گھرانے (راجہ کمال خاں نوملی) کے سوا میں نے اور کوئی شخص اس تمام علاقہ میں اس مذہب کا پیرو نہیں دیکھا۔

مجھے اس مذہب کے عقائد معلوم نہیں ہیں۔ کیونکہ جس کسی سے میں نے دریافت کیا۔ اس نے انکے اظہار سے گریز کیا۔ حتیٰ کہ چترال کے بڑے پیر صاحب نے بھی یہی جواب دیا کہ پہلے ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ۔ پھر عقائد بتلائے جائیں گے۔ گلگت کے مولویوں کا خیال ہے کہ یہ مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ فضیلت دیتا ہے۔ پیر کے حکم کو وحی آسمانی کی طرح مانتا ہے۔ اُس کے پیرو پیر سے بہشت کا پروانہ حاصل کر کے اپنے ساتھ قبر میں لیجاتے ہیں۔ حج ان کا بمبئی کے پیر کے طواف پر محدود ہے حرمت خمر کے قائل نہ تھے۔ مگر حال میں معلوم ہوا کہ بمبئی سے اُس کی ممانعت ہو گئی ہے لہٰذا اس کا استعمال اب بند ہو گیا ہے۔ موجودہ سرگروہ اس فرقہ کے بمبئی کے ہز ہائی نس سر آغا خاں ہیں۔ جن کے نائب اس علاقہ میں تعینات ہیں ان کی تنظیم بہت باقاعدہ ہے

بعد میں علی شیر خان انچن راجہ اسکردو ۱۵۹۵ء۔۱۶۳۳ء اور اس کے پوتوں شیر شاہ علی شاہ وشاہ مراد ۱۶۶۰۔۱۷۱۰ء کے حملوں کے سلسلہ میں اسکردو کے ساتھ گلگت کا تعلق پیدا ہو گیا۔ اس سے متاثر ہو کر مرزا خاں راجہ گلگت ۱۶۶۵ء۔۱۶۹۰ء نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔ اس طرح سے شیعہ مذہب کی اشاعت اس ملک میں شروع ہو گئی جس نے

پانچواں حصہ

تاریخ یورپ گورنانسکار

(کرگل)

علاقہ وار شمار سنہ ۱۹۱۱ء باقاعدہ باخراج حراموش

علاقہ	مرد	عورت	میزان
روندو	۴۹۵۳	۴۷۰۲	۹۶۵۵
اسکردو	۱۱۰۸۳	۱۰۹۵۶	۲۲۰۳۹
وادی شغر	۹۱۸۲	۸۸۶۰	۱۸۰۴۲
وادی باشہ	۲۰۱۲	۱۸۱۴	۳۸۲۶
وادی برالدو	۱۵۲۲	۱۶۱۳	۳۱۳۵
پرکوتہ	۴۳۰۳	۴۰۱۸	۸۳۲۱
کرس	۴۳۶۱	۴۴۷۷	۸۸۳۸
کھپلو	۱۳۲۷۶	۱۴۰۵۷	۲۷۳۳۳
چھورہ بٹ	۲۵۳۵	۳۰۷۱	۵۶۰۶
میزان کل	۵۳۲۲۷	۵۳۵۶۸	۱۰۶۷۹۵

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار تحصیل سکردو

سال	مرد	عورت	میزان
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۱۵۷۲	۵۱۱۷۳	۱۰۲۷۴۵
سنہ ۱۹۳۱ء	۵۴۴۸۱	۵۲۹۹۶	۱۰۷۴۷۷

پانچواں حصہ
تاریخ پوریگ وز انسکار (کرگل)

پہلا باب

تاریخ سورو کرتسے ۔ پھوکر۔ ملبہ و داکھا

(۱) ابتدائی حالات پوریگ (۲) تاریخ سورو کرتسے (۳) تاریخ سورو کرتسے بعد تقسیم (۴) حکومت نیانگیل گیالپوے لداخ بذریعہ تبلیت (۵) تاریخ پھوکر۔ ملبہ ۔ داکھا بعد تقسیم

(۱)

نالہ لامہ یورو دونلا کے اتصال دریائے سندھ سے لیکر درہ زوجی لا تک اور رنگدوم ولنگشت سے لیکر دریائے سورو کے اتصال دریائے سندھ تک بشمول ان ہر دو مقامات کی درمیانی وادئ سندھ کے جو ملک ہے اس کا نام زمانہ سلف میں پوریگ تھا ۔ اور اب بھی جزوی تبدیلی حدود کے ساتھ اس کو پوریگ کہا جاتا ہے گو کہ کرگل میں تحصیل قائم ہوجانے کی وجہ سے سرکاری طور پر اس کا نام کرگل ہوگیا ہے ۔ مگر اہل ملک کے درمیان اب بھی پوریگ کا نام زیادہ تر زبان زد خواص و عوام ہے ۔

علاقہ پوریگ بلحاظ آب و ہوا اور پیداوار کے لداخ کی طرح ہے ۔ البتہ پائینی وادی سورو میں سردی کی وہ شدت نہیں ہے اور برف باری بھی یہاں ہوتی ہے بایں ہمہ ہوا میں یبوست زیادہ ہے اور آب پاشی کے بغیر یہاں بھی روئیدگی کا امکان نہیں ہے ۔ بارش کسی قدر ہوتی ہے ۔ لیکن اتنی نہیں جس سے زراعت کو کوئی فائدہ پہونچ سکے ۔ زراعت کا انحصار آب پاشی اور برف باری پر ہے بوقت تخم ریزی جبکہ کوہل یعنی گاؤں کی نہر بوجہ یخ بست ہونے

دیباچہ

اس ملک کے تحریری حالات مجھے بالکل دستیاب نہیں ہوسے اور اس کا تمدن بظاہر اس درجہ پست رہا ہے کہ غیر ممالک کی تاریخ میں اس کا حوالہ بھی بہت کم پایا جاتا ہے لہذا تمامتر انحصار اس ملک کی تاریخ کا قومی روایات پر ہے جن کا کھوج لگانے میں میں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور جہاں تک کہ ممکن تھا لداخ اور بلتستان اور نیز گلگت کے واقعات سے اُن کی تصدیق کی ہے۔ ذکاء اللہ کی تاریخ ہند میں صرف ایک جگہ اس ملک کا حوالہ پایا گیا جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس ملک میں طوائف الملوکی کا دور زیادہ دیر تک جاری رہا ہے بعد میں سورود کرتسی سوت اور شکم میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں مگر دراس اور شنگھو شغر میں طوائف الملوکی کا دور بدستور قائم رہا تاوقتیکہ ہمسایہ ریاستوں نے انھیں جذب کر لیا زانسکار کی بھی قریب قریب یہی حالت رہی ہے۔ اس لیے اس ملک کی تاریخ کو میں نے چار باب میں تقسیم کیا ہے

پہلے باب کی پہلی فصل میں علاقہ پوریگ یعنی سوت دشکم دسورود کرتسے کی ابتدائی آبادی کا بالاجمال ذکر کیا۔ دوسری، تیسری اور چوتھی فصل میں سورود کرتسے پھوکر دلمبہ دوالکاکی تاریخ مذکور ہوئی ہے۔

دوسرے باب میں سوت وچکتن وشکم کی تاریخ کا بیان ہے۔

تیسرے باب میں شغر شنگھو ودراس کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں زانسکار کے حالات کا بیان ہے

اس علاقہ کے حالات کی تحقیق میں مولوی محمد حسین نے بڑی امداد کی ہے اور بہت مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں اور مرزا محمد خان نے بھی بہت امداد کی ہے جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا شکر گذار رہوں۔

گولا گنج لکھنؤ
۱۵؍ اکتوبر ۱۹۲۶ء

حشمت اللہ خان

عموماً لوگ خوش گذران ہیں ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں۔ درد اقوام کا مذہب عموماً سنی اور باقی لوگوں کا مذہب نوربخشی ہے کچھ شیعہ بھی ہیں مگر ان کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ سرحد لداخ کی طرف کچھ بودھ بھی آباد ہیں اور وادی سندھ میں چند دیہات میں ایسے درد لوگ آباد ہیں جو اپنے قدیمی مذہب پر آج تک قائم ہیں ان کا رسم و رواج عام بودھ لوگوں سے مختلف ہے اور لباس بھی مخصوص رکھتے ہیں۔

طلا کشی کا کام وادی دراس اور دریائے دراس دسورو کے اتصال سے نیچے اس متحدہ دریائے سندھ کے ساتھ نقطہ اتصال تک بکثرت ہوتا تھا۔ کان کھود کر اندر سے خاک طلا نکال کر اُسے دھویا جاتا تھا اور ریگ طلا برآمد کی جاتی تھی حال میں یہ کام ترک ہو گیا کہا جاتا ہے کہ اب کافی مقدار سونے کی برآمد نہیں ہوتی ہے اور محنت کا پورا صلہ ہاتھ نہیں آتا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا جسے اب صرف دریائے سندھ میں جاڑے کے موسم میں دریا کے کنارے کی ریت کو جس کے اوپر اب گرمی کے موسم میں دریا چلتا رہا ہو۔ دھو کر ریگ طلا برآمد کی جاتی ہے اس میں بمقابلہ کان کی مٹی کے سونے کی مقدار کم ہوتی ہے۔ مگر محنت کا صلہ مل جاتا ہے۔

از قسم معدنیات تبلایا جاتا ہے کہ تانبہ اور ابرق زنگدوم کے قریب پایا جاتا ہے۔ بلور جابجا نالوں کے اندرونی حصوں میں دستیاب ہوتا ہے۔ مگر ان کانوں سے کام نہیں لیا جاتا

اس علاقہ کے تاریخی حالات نہایت تاریکی میں ہیں کوئی تحریر یا کتبہ ایسا نہیں ملا جس سے ابتدائی آبادی اور قدیم حالات کا پتہ چل سکے۔ صرف لوگوں کی زبانی روایات اور قومی گیتوں کی تحقیق و تنقید کرنے کے بعد بڑی کوشش سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابتداً اس علاقہ میں دو شخص دستق بلدن اور سرگیا موتق مع اپنے ہمراہیوں کے ہندوستان کی طرف سے وارد ہوئے۔ انھوں نے موضع پشکم کے محلہ دُودُو میں نالہ شاکو لیچے کی پہاڑی میں ایک غار کے اندر سکونت اختیار کی۔ اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر ایک مکان موضع پشکم کے محلہ کھر دونگ کے بالمقابل ازن تھنگ میں بنایا جو سرگیا موتق کھر کے نام سے مشہور ہوا رفتہ رفتہ انھوں نے نہریں تعمیر کیں اور زراعت کو ترقی دی۔ کہا جاتا ہے کہ ابتدائی نہر کرہ تھنگ اور نہر سالس کوٹ کے بانی بھی یہی لوگ تھے۔ یہ اب متروک ہو چکی ہیں۔

کے بند ہوتی ہے۔ کھیتوں میں خاک ڈالکر برف کو پگھلاتے ہیں جب برف کے اوپر خاک چھڑک دی جاوے تو برف کی تہہ خواہ چند انچہ یا ایک دو فٹ موٹی ہی کیوں نہ ہو۔ دو ایک روز کی دھوپ سے پگھل جاتی ہے اور اراضی کو تر کر دیتی ہے۔ یہ طریقہ میں نے اسی ملک میں دیکھا ہے۔ اس سے دو فائدے ہیں اراضی تخم ریزی کے لیے برف کے قدرتی طور پر پگھلنے سے چند روز پیشتر برف سے صاف ہو جاتی ہے اور آب پاشی بھی ہو جاتی ہے۔

پیداوار۔ گیہوں۔ گرم۔ مٹر۔ غرس۔ تُرنبہ۔ چینا۔ کنگنی۔ باقلہ۔ مسور۔ اور سرسوں وغیرہ قریب قریب بلتستان کی طرح ہیں۔ خوراک کا انحصار۔ زیادہ تر گرم پر ہے ترکاریوں میں شلجم عام ہے اور بعض اقسام کی دوسری ترکاریاں اور ساگ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جانوروں کے چارہ کے لیے رشقہ کاشت کیا جاتا ہے

میوہ بہت کم ہے۔ وادی سورو وادی ور اس کے پائینی حصہ میں زرد آلو پیدا ہوتا ہے اور اخروٹ بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے وادی سندھ میں خوبانی اور زرد آلو اور انگور اچھا ہوتا ہے اور اخروٹ بھی کثرت سے ہے۔ اور پھول بھی بکثرت کاشت کیے جاتے ہیں جنکے ور دلوگ بہت شوقین ہیں۔

چیڑ کا جنگل گوکر کرگل کے قریب ایک نالہ میں موجود ہے لیکن چوب عمارتی زیادہ تر سفیدہ اور بید کے کاشت کردہ درختوں سے لی جاتی ہے جنگل سے لکڑی لانے کی تکلیف لوگ نہیں برداشت کرتے۔

صنعت و حرفت اس علاقہ میں کچھ نہیں ہے صرف خانگی استعمال کے لیے اونی کپڑا از قسم پٹو قریب قریب ہر گھر میں تیار ہوتا ہے۔ اور زن و مرد تمام سال اونی لباس استعمال کرتے ہیں۔ ایک قسم کا پشمدار پٹو جو دیکھنے میں چرد معلوم ہوتا ہے اس علاقہ کی خصوصیت ہے از قسم پیداوار کسی چیز کی برآمد اس علاقہ سے نہیں ہے بلکہ پارچات سوتی اور گوڑ شکر دیاسے وغیرہ کی قسم کا سامان کشمیر اور ہندوستان سے درآمد ہوتا ہے اور کچھ غریب لوگ موسم سرما میں جبکہ زراعت کا کام بند ہوتا ہے۔ ہندوستان کے پہاڑی مقامات میں مزدوری کے لیے چلے جاتے ہیں کچھ لوگ اپنے یابو اور بیل لے کر سری نگر اور کرگل کے میدان میں کشتی کا کام بھی کرتے ہیں اور اس طرح سے اپنی نقدی ضرورت کی کمی کو پورا کرتے ہیں۔

توڑ کر کے مزروعہ بنایا بارل نے گرگل میں آبادی شروع کی۔ اور لاغس پیچے نے سنجی کے موقع پر سکونت اختیار کی اور زراعت کا آغاز کیا۔ بلغ چونے بر دمیں آبادی کی بنیاد قائم کی۔ یہ لوگ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے ان کے درمیان کوئی حاکم و محکوم نہ تھا۔

تحقیقات سے پایا گیا ہے کہ لداخ میں ابتدائی آبادی کرگیا کے لوگوں نے جنھیں لداخ کی زبان میں مون کہا جاتا ہے۔ اور ان کے ملک کو مون یول کا نام دیا جاتا ہے بمقام گیا شروع کی۔ اور رفتہ رفتہ تمام علاقہ رونگ۔ ٹانچی۔ چہرے۔ وساکٹی میں پھیل گئے۔ اسی زمانہ میں سمیان تی سوک وگنگاسوک جو غالباً اسی نسل سے تھے مع اپنے ہمراہیوں کے پائین وادی سندھ میں چلے آئے۔ اور انھوں نے جگتن کی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ جگتن کی آبادی کے قائم ہوجانے کے بعد انھوں نے دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر اچینا تھنگ کو آباد کیا۔ اور ہردو آبادیوں کے درمیان آمدورفت کے لیے دریائے سندھ کے اوپر جھولا بنایا۔

یہ جھولا موجودہ زمانہ کے معلق پل کی ابتدائی صورت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بھوج یا بید کے درخت کی پتلی شاخوں کو اینٹھ کر موٹے رسے تیار کیے جاتے ہیں۔ اور ایسے چھ چھ سات رسوں کو ایک ساتھ بٹ کر تین موٹے رسے بنائے جاتے ہیں۔ دریا کے دونوں جانب اگر چٹان مل گئی تو چٹان پر کچھ انتظام کر کے ورنہ دریائی گول پتھروں سے پایہ تیار کر کے اس کے ساتھ ایک موٹا رسہ دریا سے گذار کر دونوں جانب مضبوط باندھ دیتے ہیں یہ اس رسہ سے تقریباً تین چار فٹ کی بلندی پر مابقی ہردو موٹے رسے ایک دوسرے سے تین چار فٹ کے فاصلہ پر اس طرح سے کہ پہلا رسہ ان کے وسط میں رہے۔ دریا سے گذار کر ہردو جانب مضبوط باندھ دیتے ہیں پھر ہردو بالائی رسوں کو پھیلی ہوئی دو شاخہ ✓ لکڑیوں کے ساتھ جابجا جکڑ دیتے ہیں تاکہ یہ رسے اپنی اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ بعد ازاں ان تینوں رسوں کو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر درخت کی شاخوں کے معمولی رسوں سے باندھ دیتے ہیں کہ پائین رسوں کا تعلق بالائی رسوں کے ساتھ قائم رہے اس کا نام بیرونی اشخاص کی زبان میں جھولا ہے ملکی آدمی مختلف مقامات پر اسے مختلف نام دیتے ہیں۔ اس کے اوپر چلنے کا یہ دستور ہے کہ انسان پائینی رسہ پر پانوں رکھتا ہے اور بالائی رسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتا ہے اور وزن برابر رکھکر ہاتھ اور پانوں باری باری سے اٹھاتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور دو شاخہ لکڑیوں کو

یہ لوگ اس کام میں مصروف تھے کہ علاقہ زانسکار کی طرف سے لامہ نارو صاحب
مع گورہ اور گین پد ماکے دس ملک میں تشریف لائے وہ وستق پلدن اور سرگیا موتق
کو اپنے ساتھ کشمیر لے گئے جب وہ کشمیر جا رہے تھے تو انھوں نے دراس میں ایک چٹان کے
اوپر بیرو کمر کے بالمقابل دریا کے دوسری جانب سنکچہ میں ایک مورت کندہ کی جو اب تک موجود ہے لامہ
پدما کی یادگار میں کربہ تھنگ میں ایک چھورتن تعمیر کی۔ اس کا نام ونشان میں نے کہیں نہیں پایا البتہ
وہاں ایک جگہ کچھ پتھر پڑے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ یہ پتھر اس عمارت کی یادگار رہوں۔

اس زمانہ میں کچورا واقعہ بلتستان سے لے کر کھلسی تک دریائے سندھ نے ایک جھیل سی
بنائی تھی اور کشمیر کی جھیل کا پانی تدریج خارج ہو رہا تھا۔ اور زمین بر آمد ہو رہی تھی جس میں آبادی کا
انتظام جاری تھا۔ اس آبادی کا آغاز رقبہ پامپور سے ہوا۔ لامہ نارو نے پامپور میں قیام کیا جب
کشمیر کی آبادی میں ترقی ہوئی تو اہل کشمیر اپنے مال و مویشی لے کر چرائی کے لیے اور نیز شکار کی
غرض سے پوریگ کی طرف آنے لگے۔ یہ دستور اب تک جاری ہے۔ البتہ آبادی کے بڑھ جانے
کی وجہ سے صرف پہاڑوں کی دھاروں تک محدود ہے۔

اسی طرح سے جب دریائے سندھ کی جھیل مذکورہ بالا کا پانی خارج ہونے لگا۔ اور زمین
برآمد ہونی شروع ہوئی تو وسط ایشیا کی آریا اقوام جن کی آبادی کا سلسلہ گلگت اور استور تک
پہونچ گیا تھا بلتستان کی طرف بالائی وادی سندھ میں بڑھیں۔ پہلے یہ لوگ چرائی مال و مویشی
اور شکار کے لیے بلتستان اور پوریگ میں آتے رہے رفتہ رفتہ انھوں نے یہاں آباد ہونا
شروع کر دیا۔ یہ نسل اب تک بلتستان پوریگ اور لداخ میں موجود ہے جنھیں عام طور پر بروکپا
یا ڈروکپا کہا جاتا ہے۔

ان آبادکاروں میں تین طائفے تھے ایک شین۔ دوسرا شکن اور تیسرا ڈوم شین غالبًا
وہی لوگ ہیں جنھیں زمانہ قدیم میں استھین کہا جاتا تھا۔ اس قوم کی حکومت ایک زمانہ میں غالبًا
ہندوستان تک رہی ہے۔ اور اب تک اپنے ملک میں انھیں اعلیٰ خیال کیا جاتا ہے۔
پوریگ میں ان گلگتی اقوام کے وارد ہونے کے متعلق روایت ہے کہ سب سے
پہلے سارل۔ ہیورل۔ بارل۔ لاغس برچے اور ریغ چو پوریگ میں آئے۔ ان میں سارل
اور ہیورل نے سوت کے علاقہ میں شغان کے راستہ پر سکونت اختیار کی۔ اور دوڑمتنگ کرز

کھمیوا کھی الدے اور شیلو گن ٹونگ رونگ یول کی جانب سے دریائے سندھ کے کنارے کنارے شکار کھیلتے ہوئے لنگشٹ کے راستہ سے زانسکار جا پہونچے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ دونوں شخص شارل کی اولاد میں سے تھے جو لنگشٹ کے راستہ سے زانسکار میں وارد ہوئے انھوں نے زانسکار میں بمقام ہیمی لنگ آبادی شروع کی۔ ہیمی لنگ یعنی شکاری آدمی اور لنگ شٹ یعنی شکارگاہ کے نام ان کے بانیان کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں ان میں شیلو گن ٹونگ نے اسی جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اُس کی اولاد نے بعد میں رملا کیاکانگ بھی آباد کیا۔ جہاں وہ اب تک آباد ہیں انھوں نے اپنی اکثر آبائی رسوم کو اس وقت تک قائم رکھا ہے۔ تسی ٹنبا نمبردار ہیمی لنگ اسی کی نسل میں سے ہے۔

کھمیوا کھی الدے کو زانسکار پسند نہیں آیا وہ بعد میں ہیمی لنگ سے سورو کرتسے کے راستہ پوریگ پہونچا۔ اُس نے بمقام پشکم رہائش اختیار کی اور زراعت شروع کردی اور موجودہ پشکم کے محلہ گرڈونگ میں بروق گھر تعمیر کیا اور اُس میں آرام سے رہنے لگا۔ اُس کے کھنڈر آج تک موجود ہیں۔

اس کی اولاد اور اس کے ہمراہیوں نے کرت۔ تیجا۔ کوکستے۔ لوچم۔ اکمبو۔ اورگل کے مواضعات کو آباد کیا۔ اور وہ عرصہ تک اس حصہ ملک کے حکمران رہے۔ ان کا آخری راجہ نم کھار گیال تھا۔ اس نے تیجا رونگ میں قلعہ تعمیر کیا جس کے نشانات اس وقت تک موجود ہیں۔ اس کی اپنی رانی سے کوئی اولاد نہ تھی صرف ایک غیر صحیح النسب لڑکا متقل سگبوسوک تھا جو خانہ دامادی کے طور پر کرتسے میں حکمران رہا۔ مگر بالآخر اپنے خسر کی سازش سے قتل ہوا۔ اس طرح اُس خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

سارل وغیرہ کے زمانہ کے قریب ہی ایک بارسوخ آدمی تھا جو مع مغل بیگ کے بروشال و گلگت کی طرف سے آکر نالہ بھوکر میں آباد ہوا۔ اس نے اپنا قلعہ گوڑنامی داہ کے مقام پر تعمیر کیا۔ اور وہاں سکونت اختیار کی۔ اس کا بیٹا بوسکنگ چن گیالپو یعنی گدھے کے کانوں والا راجہ تھا۔ مغل بیگ کے دو بیٹے سمبا اور سوپی تھے۔ ان کی اولاد بہت بڑھ گئی انھوں نے اپنی تعداد کے گھمنڈ پر اس معذور راجہ کی اطاعت سے سرکشی کی۔ اتفاق سے انہیں ایام میں پہاڑ کے اوپر سے گارہ اور پتھر کا سیلاب آیا جس میں سمبا اور سوپی کے سوا اس خاندان کے

ناٹکہ کر نکل جاتا ہے چونکہ جھولے کو درمیان سے دریا کے کناروں کے ساتھ باندھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اس کا درمیانی حصہ ہوا سے جھولتا ہے۔ اس کی وجہ سے اور نیچے بہتے ہوئے پانی کو دیکھکر یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ جھولا اوپر کی طرف اڑا چلا جا رہا ہے۔ اس سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو چکر آنے لگتا ہے۔ لیکن جب عادت ہو جائے تو پیٹھ پر بوجھ لاد کر انسان دوڑتا ہوا اس کے اوپر سے گذر جاتا ہے۔

تی سوک اور کنگا سوک کے ہمراہیوں میں سے چوچو کونزوم اور چو بلدان نے سمرا کو آباد کیا اور رونگ مرنان نے تکچہ کو آباد کیا۔ الغرض علاقہ چکتن کی آبادی کی بنیاد اُن لوگوں نے قائم کی جو لداخ کی طرف سے ان اطراف میں وارد ہوئے۔

وادی سورو میں بھی آبادی کا آغاز قریب قریب اُسی زمانہ میں ہوا۔ اسکی نسبت پُرانے گیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایک شخص رونگ لوچن نامی جو گلگتی ورد نسل سے تھا رنگ سیول (رونزد) سے وادی سورو میں آیا۔ اس نے وادی سورو میں پہونچ کر کنور کے بالمقابل آبادی شروع کی اور اُسے اپنے نام کی نسبت سے لوپچے کا نام دیا۔ آبادی کے متصل ایک پہاڑی کے اوپر قلعہ تعمیر کیا۔ جس کا نام لوپچے کھر رکھا۔ اب یہ قلعہ تو موجود نہیں ہے۔ البتہ اس موقع پر پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے جسے اُس قلعہ کی باقیات تصور کیا جا سکتا ہے۔

رونگ لوچن کی اور اُس کے ہمراہیوں کی اولاد نے رفتہ رفتہ وادی سورو کا بالائی حصہ آباد کر لیا۔ اس اثنا میں پورانگ سے کچھ آدمی آکر نالہ نو میں آباد ہو گئے اور انھوں نے اس موقع پر زراعت شروع کر دی۔

رونگ لوچن نے جو آبادیاں قائم کیں اُن کی حکومت بھی اُسی کے ہاتھ میں رہی اور اُس کے بعد وراثتہً اُس کی اولاد کو ملی۔ نالہ نو کی آبادی بھی رونگ لوچن کی اولاد نے اپنی حکومت میں شامل کر لی بعد میں انھوں نے کرتسے میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کر کے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس نسل کا آخری حکمران منغل سگبو سوک تھا جس کے حالات آگے چل کر مذکور ہوں گے۔

اسی زمانہ میں یا اس کے قریب زمانہ میں دو بھائی کھیوا کھی لون یا بے اسہد دیگر

اور لوبنچے کا کالا راجا اُسے بہت ناپسند ہوئے۔ اسی طرح سے کنور ہیں آیا۔ یہاں اُس نے
ایک مچھلی آگ میں بھوننے کے لئے ڈالی جب آگ کے اندر سے نکالنے لگا تو ایک کے بجائے
دو مچھلیاں برآمد ہوئیں۔ اس لیے یہ مقام بھی اُسے پسند نہ ہوا۔ یہاں سے گذر کر شکم پہونچا
یہاں کے لوگوں کا چائے پینا اور چست کپڑے پہننا اُس کو بہت ناپسند ہوا۔ اسی طرح سے
لداخ بھی اُسے نہیں بھایا۔ اور وہ وہاں سے واپس ہو کر نالہ فوکر میں اُس جگہ پہونچا جہاں
اب موضع کرمبا آباد ہے۔ یہاں اُس نے پہاڑ کو سرسبز پایا اس لیے یہ مقام اُسے مرغوب
ہوا اور یہاں وہ آباد ہو گیا۔ اُس کی اولاد نے رفتہ رفتہ نالہ فوکر کے جملہ دیہات اور وا کھا
لمبہ آباد کیا۔ اور بعدازاں یہ تمام علاقہ انھیں کی حکومت میں رہا۔ ان کا صدر مقام
دارالحکومت کرمبا تھا۔ ان کے قلعہ کے کھنڈرات موضع کرمبا میں اب تک موجود ہیں
آخری زمانہ میں جب کہ بودھ کھر بو کو راجگان کھپلو نے فتح کر لیا تو ٹمن ٹو کی اولاد نے اپنی
دارالحکومت کو کرمبا سے لمبہ میں منتقل کر دیا۔ اور اُس وقت تک حکمران رہے جب کہ
بیا ٹھی استن کی اولاد نے اس پر قبضہ حاصل کیا۔

بعدازاں اور طائفے آتے گئے جن میں کھرسیون۔ نابورہ۔ تغ الدسے میکے
اور میلو قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کھرسیوں نے کرتسے آباد کیا۔ اور نابورہ و تغ الدسے
نے علاقہ سورو میں منسورو کا گاؤں آباد کیا۔ میکے علاقہ ڈونگ یاد رچے یعنی بوجی سے
براہ وادی سندھ و شنا یوق سفر کر کے کھپلو پہونچا۔ وہاں سے کوستنگ کے نالہ سے پہاڑ
عبور کر کے موضع گنوخ کے بالمقابل وارد ہوا۔ اور پہاڑ کے اوپر ملیدو رہدق میں ایک
جھونپڑی بنا کر اُس نے سکونت اختیار کر لی۔ اور زراعت شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ اس کی
اولاد نے دو وگر کونو کے دیہات آباد کیے اُس کی اولاد چار پشت تک ان آبادیوں پر
باعزت حکمران رہی۔ ان کے نام یہ ہیں :۔ میکے اُس کا بیٹا گیال سنگے۔ اسکا بیٹا گیال کر
اُس کا بیٹا گاپو۔ موخرالذکر لداخ کے گیالپو سنگے نمگیل کا ہم عصر خیال کیا جاتا ہے۔

میلو نے غالباً میکے کی طرح کھپلو کے راستہ سے آکر موضع ہنو کی بنیاد ڈالی۔ اسکی
اولاد تین پشت تک اچھی حالت میں رہی۔ میلو کا بیٹا ڈاکھوکس اُس کا بیٹا ٹشی گنگ چو
اُس کا بیٹا چھونگپے ٹمس بتلائے جاتے ہیں۔

سب لوگ مع گھر بار کے دب گئے۔ ان دونوں نے ازسرنو آبادی کا انتظام کیا اور کچھ عرصہ تک آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ بعدہٗ مشرق کی طرف سے ایک شاہزادہ کو لاکر اپنا راجہ بنایا جس کے حالات آگے مذکور ہوں گے۔

ٹھاچو کے زمانہ میں یا اُس کے قریب جلبی کولال اور گوٹا مع چند ہمراہیوں کے بروشال کی جانب سے یہاں وارد ہوئے۔ جلبی کولال مع اپنے ہمراہیوں کے واکھا میں آباد ہو گیا۔ اور زراعت کرنے لگا۔ چند روز میں اُس نے اپنی آبادی کا سلسلہ موضع ملبہ کے اُس حصہ تک پہونچا دیا جہاں اب چمبا کی مورت ہے۔ اس آبادی کے بالائی حصہ میں اس کے ہمراہیوں نے سکونت اختیار کی اور پائین حصہ اُس کے اپنے پاس رہا۔ ملبہ کے باقی حصہ کی آبادی ارگیال بوم الدے کے زمانہ میں ہوئی ہے جو زمانہ قریب کا واقعہ ہے۔ جلبی کولال کی اولاد سے حیدر مہدی وزیر ساکن واکھا آج تک موجود ہے۔

جلبی کولال کے ایک بھائی نے بودھ کھربو میں جاکر آبادی شروع کر دی جس کی اولاد سے ارگیال ٹشی ملک چوپا بودھ کھربو میں موجود ہے۔

گوٹا نے پہلے تکچا بروق آباد کیا۔ پھر رفتہ رفتہ تکچا کا موضع اس کی اولاد نے آباد کیا۔ اُس کا بیٹا رگامی بھی بہت بارسوخ آدمی تھا۔ اُس کی اولاد اپنے گانوں میں وزیر زورآور سنگھ کلھوریہ کے حملہ تک ممتاز سمجھی جاتی تھی۔

اُس کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص دانی نامی علاقہ گلگت کے موضع سسلی سے چل کر اس جگہ پہونچا جہاں اب داہ بروق واقع ہے۔ اُس نے اس مقام پر آبادی کی بنیاد رکھی رفتہ رفتہ اُس کی اولاد نے درچکیس۔ چرچیچن۔ سلموں۔ اور لالونگ کو آباد کیا۔ اُس کا بیٹا گیال سنگے بھی اس کے ساتھ تھا۔ ابتدا میں کچھ عرصہ تک اُن کی اولاد کی حکومت ان آبادیوں پر قائم رہی۔ مگر بعد میں ان کے طاقتور ہمسایوں نے انھیں اپنی حکومت میں جذب کر لیا۔

دانی اور گیال سنگے کے زمانہ کے قریب قریب ایک شخص نگن ٹو نامی بونجی سے چل کر پوریگ میں آیا۔ اُس کے متعلق جو گیت اب تک لوگوں کو یاد ہیں اُن سے پایا جاتا ہے کہ پوریگ کا جس قدر حصہ اُس وقت آباد تھا یہ شخص اُن سب مقامات میں گیا۔ حتیٰ کہ لداخ میں بھی پہونچا۔ مگر کوئی جگہ اُسے سکونت کے لیے پسند نہ ہوئی۔ ٹمبس کے خشک پہاڑ

دیہات میں اب تک ملتی ہیں۔ جو زیورات ان قبروں سے برآمد ہوئے ہیں اُن میں ہر قسم کی دھات کا استعمال پایا جاتا ہے اور برتن عموماً پتھر مٹی۔ تانبے۔ اور پیتل کے ملتے ہیں۔

طرز معاشرت ان کا بالکل سادہ بلکہ وحشیانہ تھا۔ سادگی ان میں اب تک پائی جاتی ہے۔ غلہ کے لیے تھوڑا رقبہ کاشت کر لیتے تھے۔ اصلی خوراک اُنکی جنگلی جانوروں کا گوشت تھا۔ اس زمانہ میں جنگلی جانور اُس ملک میں کثرت سے تھے۔ شکار عموماً گڈھے میں جانور کو دھوکے سے گرا کر۔ یا پھندے سے پکڑ کر۔ یا تیر کمان سے مار کر کیا جاتا تھا۔ لوگ نہایت جفاکش اور محنتی تھے۔ شکار کے لیے دور دراز کا سفر کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے۔

بھیڑ بکری کثرت سے پالتے تھے ان کی اُون سے کپڑا بناتے تھے۔ علاوہ ازیں جنگلی جانوروں کے چمڑے کا لباس بھی استعمال کرتے تھے۔

آپس میں بڑے سلوک سے رہتے تھے۔ جھگڑا فساد ان کے درمیان نہ تھا۔ جھوٹ چوری دغا و فریب سے بالکل پاک تھے۔

وسطِ ایشیا کا مذہب وہ اپنے ساتھ اس ملک میں لائے تھے۔ بعد میں اُنھوں نے اس ملک میں پون مذہب اختیار کیا۔ بعد ازاں کچھ بودھ ہو گئے۔ اور کچھ لوگوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ اور کچھ لوگ اب تک اپنے سابقہ مذہب پر قائم ہیں۔ جس میں بودھ مذہب کے رسم ورواج بتدریج داخل ہو رہے ہیں۔

ابتدا میں ان کے درمیان حکومت کا دستور نہ تھا۔ ہر شخص اپنے گھر کا راجہ ہوتا تھا جب انکی تعداد میں ترقی ہوئی تو مورث اعلی کی نسل میں سے سب سے بڑی عمر کا آدمی۔ یا قوم میں جو شخص سب سے برگزیدہ اور بزرگ مانا جاتا ہو اُسے سردار قوم تسلیم کیا جانے لگا۔ اس کو ترا ما کہتے تھے اُسکا حکم اُس کے گانوں میں ہر شخص کے لیے واجب التعمیل ہوتا تھا۔

جب ان کی تعداد میں مزید ترقی ہوئی تو اُنھوں نے حکومت کی بنیاد رکھی۔ تمام طایفوں کے تراماؤں میں سے ایک کو جو کا لقب دے کر ترامائے اعظم مقرر کیا جاتا تھا جو اپنی تمام قوم کے اوپر حکمرانی کرتا تھا۔ طریق حکومت کے تفصیلی حالات دریافت نہیں ہو سکے۔ مگر سکت الدے نیما گون کے داخلہ لداخ کے وقت جس برو قپا نغدورسکیپں کی حکومت حوالی لداخ میں تھی وہ انھیں اقوام میں سے تھا۔ ممکن ہے کہ وہ یخ چو ہو جس نے برو آباد کیا۔

ان تمام کانگتی اقوام میں سب سے آخری طائفہ بانیان مواضعات داہ و ہنو کا
ہے۔ اس لیے انھوں نے اپنی قومیت۔ مذہب۔ زبان۔ اور رسم و رواج کو محفوظ رکھا ہوا
ہے۔ شفر شنگھو۔ اور وراس کی برقیہ اقوام میں بھی یہ وصف پایا جاتا ہے۔ صرف
مذہب اُن کا تبدیل ہوگیا ہے۔

ان نووارد درد لوگوں نے اپنے اسلاف کی یادگار میں سالانہ میلے مقرر کیے ہیں
جن میں اُن کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں اور اُن کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔
میکے کے بیٹے گیال سنگے کی یادگار میں ایک میلا جس کا نام سنڈدم ہے پہلے سال
داہ میں اور دوسرے سال گرکونہ میں منعقد ہوتا ہے۔ بعد ازاں دو سال ملتوی رہتا ہے
پھر داہ سے شروع کیا جاتا ہے۔

اس کی اصلیت یہ ہے کہ گیال سنگے کی بیوی نے اُس کے چھوٹے بھائی کو ایک
تقریب کے موقع پر زہر دینے کا انتظام کیا۔ مگر گھبراہٹ میں یہ زہر سہواً خود گیال سنگے
کو دیدیا گیا اور وہ اُسے کھا کر فوت ہوا۔ چونکہ وہ بزرگ قبیلہ اور بہت ہر دلعزیز تھا
سب لوگوں نے اپنے اپنے کپڑے۔ زیورات اور پھول اُتار کر پھینک دیے اور رونا
پیٹنا شروع کیا۔ یہی نقشہ اُس میلے کا کھینچا جاتا ہے۔

اسی طرح سے میلو کی یادگار کے طور پر بھوشل مین ٹھاناہ۔ ناہرن۔ موریچ پھن
اور شاہ ناصر نامی میلے بالترتیب ہنو۔ درچکس۔ سلمون۔ گنونخ۔ اور چھریچن میں سالانہ منعقد
ہوتے ہیں اور گوٹا کی یادگار کے طور پر ایک میلا امامی نامی ہر سال سنکچہ میں ہوتا ہے۔
غیر اقوام کے ساتھ ان کا میل جول بالکل نہیں ہے۔ رشتہ داری اپنے قبیلے کے باہر
بالکل نہیں کرتے شادی بیاہ عموماً قریب کے رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔ زمانہ سلف میں جب کہ
اس قوم کے ایک ایک گھرانے کی آبادی الگ الگ تھی بھائی بہن کے درمیان بھی بیاہ
ہوجاتا تھا۔

قدیم الایام میں ان لوگوں میں یہ دستور تھا کہ میت کو ایک بڑی قبر میں مع اسکی پوشاک
اور زیورات کے دفن کیا جاتا تھا۔ اور کھانے پینے کا سامان بھی ساتھ رکھ دیا جاتا تھا۔ اس قسم
کی قبریں گرکونہ۔ داہ برق۔ سلمون۔ لالونگ۔ سنکچہ۔ ادرشکم۔ اور اسکے قرب و جوار کے

شجرہ نسب حکمرانان سورو کرتسے پھوکر پلیہ۔ ووالکھا

نیاٹھی ستن (تقریباً ۵۰۰ قبل مسیح)

|

(متعدد پشتوں کے بعد)

|

زوگی راغوند

|

زوگی بیٹا

- ارگیال بوم الدے (۱۳۴۵ء/۱۴۰۰ء)
- چھوزبوم الدے (۱۴۰۰ء/۱۴۲۰ء)
  - نیک الدے (۱۴۲۰ء/۱۴۷۰ء)
    - تھونگ الدے (۱۴۷۰ء/۱۷۵۰ء)
      - ٹونبا گیالپو (۱۵۲۰ء/۱۵۳۰ء)
        - سونم تھوگسرب ستن
      - لوبزانگ گیالپو (۱۵۳۰ء/۱۵۶۰ء)

گو کہ ان لوگوں کا اندرونی انتظام خاصہ تھا۔ لیکن آبادی اس قدر وسیع نہ تھی کہ ہمسایہ ملک کی دستبرد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ اور کشمیر میں اُس زمانہ میں متمدن حکومت قائم ہوچکی تھی اس لیے یہ ملک برائے نام کشمیر کے ماتحت متصور ہوتا رہا۔ لیکن سلطنت کشمیر کا کوئی حاکم یہاں کبھی تعینات نہیں رہا۔ اور اپنے ملک کے انتظام میں انھیں کامل خودمختاری حاصل رہی۔ جب کبھی کشمیر کی جانب سے کسی نے حملہ کیا تو یہ بلامقابلہ اطاعت قبول کر لیتے تھے۔ اور جب وہ واپس چلا جاتا تھا تو پھر جیسے کے تیسے خودمختار بن جاتے تھے۔ اس طرز عمل نے ان کی خودداری اور شجاعت کے مادے کو زائل کر دیا اور آپس میں تنازعات وفسادات برپا ہونے لگے۔

کشمیر کی سلطنت میں کمزوری پیدا ہوئی تو مشرقی تبت کو گے و پورانگ سے زانسکار پر حملہ ہوا۔ جس میں ظالم حملہ آوروں نے علاقہ زانسکار کی اصلی اقوام کے تخم کو نابود کر دیا۔ اس واقعہ کی خبر جب پوریگ میں پہونچی تو لوگ حواس باختہ ہوگئے۔ پوریگ کے علاقہ میں سب سے پہلے پھوکر کے لوگ پیش دستی کرکے پورانگ کے ایک شاہزادے کو اپنے ملک کی حکمرانی کے لیے لے آئے۔ اس کی اطاعت تمام علاقہ نے قبول کی۔ یہ شاہزادہ غالباً نیاٹھی ستن تھا جس کی نسبت تاریخ لہاسہ میں ذکر ہے کہ ۱۵۵ء قبل مسیح میں ڈی گوم حن پو جب لونولونگ کے مقابلہ میں قتل ہوا تو اس کے تین بیٹے شاٹھی۔ نیاٹھی۔ جاٹھی مقام کونگ پو نامی میں بھاگ گئے۔ چونکہ نیاٹھی ستن مع چند ہمراہیوں کے پورانگ کی جانب سے اس علاقہ میں آیا اس لیے اس علاقہ کا نام پوریگ مشہور ہوا۔

(۲) تاریخ سورودوکرستے

۵۵۱ قبل مسیح کے قریب زمانہ میں کشمیر اور لہاسہ دونوں ملکوں کی حکومتوں میں انقلاب پیدا ہوا۔ اس بنا پر نیا ٹھی ستن شاہزادۂ لہاسہ فرار ہو کر کوگے کے علاقہ میں پہنچا لیکن تعاقب کے اندیشہ سے وہاں اس کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اس لیے کچھ نفری جمع کر کے وہ مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور غیر آباد پہاڑوں اور جنگلوں کو عبور کر کے زانسکار کے علاقہ میں پہونچا۔ اس ملک میں حکومت کشمیر کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے کوئی باقاعدہ انتظام ملکی نہ تھا۔ اس لیے نیا ٹھی ستن نے اپنا تمام دلی بخار اس جگہیں علاقہ پر نکالا۔ راجاؤں کے محلات اور امرا کے مکانات کو منہدم کر دیا۔ رعایا کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگ بھاگ گئے باقی کو اسیر کر لیا۔ الغرض تمام علاقہ بالکل ویران اور نوع انسان سے خالی ہو گیا۔ اور صدیوں کے بعد دوبارہ آبادی قائم ہوئی۔

جب علاقہ زانسکار کے فراری پوریگ میں پہونچے اور اپنے ملک کی آفت ناگہانی کا ذکر کیا تو یہاں کے لوگوں نے مرعوب ہو کر مشورہ کیا کہ مبادا یہاں بھی اسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اس لئے بہتر ہے کہ اس ظالم کے پنجہ ظلم سے بچنے کے لیے اسے اپنا حکمران بنا کر لیا جائے لہذا پوریگ سے چند معززین کا وفد روانہ ہوا جو نیا ٹھی ستن کو یہاں لے آیا اور اُسے تمام اہل ملک نے اپنا راجہ تسلیم کر لیا۔

اس سے پہلے اس علاقہ میں آھتین نسل کے لوگ آباد تھے۔ اب اختلاط شروع ہو گیا نیا ٹھی ستن کے ساتھ کوگے و پورانگ سے جو آدمی تبتی نسل کے آئے تھے وہ پھوکر کے علاقہ پھو میں آباد ہو گئے۔ اور اس تاریخ سے یہ علاقہ حکومت پورانگ یا پوریگ کے نام سے موسوم ہوا۔

نیا ٹھی ستن کی اولاد کی حکومت عرصہ دراز تک اس علاقہ میں قائم رہی جس کے حالات دریافت نہیں ہو سکے آخری زمانہ میں جب کہ اس خاندان کی حکومت کمزور ہو گئی اور ملک کے اکثر حصہ پر ٹھاٹھا فانی حکومت قائم ہو گئی۔ اس خاندان کے دو شاہزادے ارگیال یوم الدے اور چھونو یوم الدے یتیم رہ گئے۔ چونکہ ان کے خاندان میں کوئی قابل آدمی باقی نہ رہا تھا

- کونچوک غرب ستن (۱۵۶۰-۱۶۰۰ء)
  - کونگا نگمیل (سورہ کرتسے) (۱۶۰۰-۱۶۶۶ء)
    - ٹھی نگمیل (۱۶۶۰-۱۷۰۰ء)
      - محمد ٹھی سلطان (۱۷۰۰ء)
        - زوجہ اوّل رانی (لاولد)
        - عورت داشتہ
          - ارگیال سنگ
      - ٹھی ارگیال چو
      - ملک سلطان
      - ٹھی گیالمو (دختر)
  - کونگا چھو رگیل (گذارہ خور)
  - کونچوک ریخچن (ملبہ) (۱۶۰۰-۱۶۳۰ء)
    - بولا خاں (۱۶۳۰-۱۶۴۵)
    - غوری تھم
      - ارگیالدے
    - سلطان بیگ
  - گیو سنگے (ہموکر) (۱۶۰۰-۱۶۲۳)
    - دلبہ سنگے (۱۶۳۵-۱۶۴۵)
      - علی مدد چو
      - ارگیال بیگ
      - نصیب بیگ
  - ارگیلدے چو (داکما)
    - بابر خان
      - ناصر خان
        - سلطان خان
          - حسین خان
            - اکبر خان
              - ظفر خان
                - روزی خان
                  - ہاشم خان
                    - اعظم خان
                      - غلام خان
                        - علی رضا خاں (دمبردار روا کما)
                        - علی مردان خان

سنگے نمگیل گیالپو لداخ نے تسخیر کر کے قبضہ حاصل کیا

سورو پہونچا تو سائیں نے اپنے آقا کو منطل سوگبوسوک کی شیخی کا واقعہ سنایا۔ اس سے اس کو بڑا تردد پیدا ہوا۔ اور اپنے ملک کے اکابر سے اس بارہ میں اُس نے مشورہ کیا۔ مجلس میں طے پایا کہ زیادہ تردد نہ کیا جائے منطل سوگبوسوک کو یہاں مدعو کر کے ہلاک کر دیا جائے چنانچہ منطل کو دعوت دی گئی وہ خوشی خوشی اپنے خسر کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں درچے رچواہ کے مقام پر چند آدمی سورو چونے کمین گاہ میں بٹھا دیے تھے جب وہ انکی گولی کی زد میں آیا انھوں نے بندوق سے اسکا کام تمام کر دیا۔

اس سے سورو کے راجہ الدے چوناو الدے کی اپنی بیٹی بیوہ ہو گئی اور خاندان کرتسے کے دونوں لڑکے ارگیال بوم و چھوز بوم از سر نو یتیم ہو گئے۔ بعد میں اس بیوہ نے ایک شخص کارازرنگی کے ساتھ عقد کر لیا۔ اس شخص کا خاندان دریافت نہیں ہو سکا۔ مگر اس کو ستعین نسل سے خیال کیا جاتا ہے۔ اس سے ایک سال کے اندر ہی لڑکا پیدا ہو گیا اس واقعہ سے کارازرنگی اور اُس کی رانی ناو الدے پا کی نیت یتیموں کی طرف سے بدل گئی۔ اور انھوں نے ارادہ کیا کہ ارگیال بوم الدے اور چھوز بوم الدے دونوں کا کام کسی طرح تمام کر دیا جائے تو ہمارا لڑکا وارث حکومت ہو جائے۔ وہ ابھی اس تجویز ہی میں تھے کہ راز افشا ہو گیا۔ اور یتیموں کے نگران نے انھیں مشورہ دیا کہ بھاگ کر اپنی جان بچاؤ۔ وہ کرتسے گھر سے رات کے وقت نکل کر روانہ ہو گئے اور صبح ہونے تک کشمیر اور کرتسے کے درمیانی پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ گئے۔ یہاں سے وہ کشمیر چلے گئے اور راجہ کشمیر کی حمایت میں پرورش پاتے رہے۔

اس اثنا میں بانہال کے پہاڑ میں ایک مردم خوار اژدہا ظاہر ہوا۔ اُس کے ہلاک کرنے کے لیے کشمیر سے لوگ بھیجے گئے ان کے درمیان یہ دونوں بھائی ارگیال بوم الدے اور چھوز بوم الدے بھی چلے گئے۔ ان کی قسمت نے یاوری کی اور یہ خونخوار جانور ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس سے ان کی شہرت ہو گئی حکمران کشمیر پائی لیس کے ہاں دو لڑکیاں سیتارانی اور گنگارانی تھیں۔ ان کے ساتھ ان دونوں بھائیوں کی نسبت کر دی گئی۔ مگر اتفاق سے بڑی لڑکی سیتارانی محل سے گر کر مر گئی۔ اس لیے چھوٹی لڑکی گنگارانی سے ارگیال بوم الدے کی شادی ہو گئی۔

اس لیے خاندان بشکم کے ایک چھوٹے درجے کے شاہزادے منتھل سوگبو سوگ کے ساتھ ان لڑکوں کی بیوہ ماں کا عقد کر دیا گیا اور بحیثیت سربراہ نابالغان حکومت کا کام بھی اُس کے سپرد کر دیا گیا۔ اس سے انھیں کچھ آرام ہوا مگر یہ حالات زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہے کیونکہ اُن کی والدہ چند ہی روز بعد فوت ہو گئی۔ اب منتھل سوگبو سوگ خود مختار راجہ ہو گیا اُس نے سورو کے خاندان ناوالدے سے غالباً الدے چوکی بیٹی کے ساتھ اپنا بیاہ کر لیا اور بدستور حکومت کا کام جاری رکھا یہ دونوں لڑکے بھی اُسی کے پاس پرورش پاتے رہے لڑکوں کی بدقسمتی سے یہ حالات بھی دیر تک جاری نہ رہ سکے منتھل سوگبو سوگ استھین نسل سے تھا اور پوریگ کے لوگ بھی استھین نسل سے تھے۔ اس لیے ان میں نوروز کی رسم ان کے اصلی وطن کے دستور کے مطابق جاری تھی اور اس موقع پر جشن اور کھیل تماشے کیے جاتے تھے۔ جب نوروز کا زمانہ قریب آیا تو منتھل سوگبو سوگ نے اپنے خسر الدے چونا والدے کے ہاں آدمی بھیج کر چوگان بازی کے لیے اُس کا گھوڑا مو سومہ نوربو شوق پاچن جو اُس ملک میں نامی گھوڑا تھا طلب کیا۔ سورو کا راجہ اس پر دل سے رضامند نہ تھا مگر اپنے داماد کو آزردہ کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا اور چاروناچار گھوڑا اپنے سائیس کے ہاتھ بھیج دیا۔ اور سائیس کو ہدایت کر دی کہ گھوڑے کے متعلق جو بات چیت ہو وہ غور سے سنتا رہے اور اس کو اطلاع دے۔

نوروز کے دن منتھل نے اُس گھوڑے پر سوار ہو کر چوگان بازی کی تین ڈاپھوک مارے۔ گلگت، بلتستان، و لداخ میں چوگان بازی شروع کرنے کا یہ دستور ہے کہ ہر دو فریق میں جو معزز اور ممتاز کھلاڑی ہو وہ گیند لے کر اپنے گول کے قریب سے مخالف گول کی طرف دوڑتا ہے اور وسط میدان میں پہنچ کر گیند کو ہوا میں پھینک کر اُسے چوگان سے مارتا ہے اس کے بعد دونوں فریق کے دوسرے کھلاڑی کھیل میں حصہ لیتے ہیں۔ اُسے ڈاپھوک کہتے ہیں۔ ہر ایک گول کے بعد جس شخص نے گول کیا ہے وہ ڈاپھوک مار کر دوسری بازی شروع کرتا ہے۔ راجہ منتھل نے جو ڈاپھوک مارے ان میں گیند میدان سے پار نکل جاتا رہا۔ اس کی بڑی تعریف ہوئی۔ راجہ نے خوشی میں آکر یہ ڈینگ ماری کہ یہ گھوڑا اور میں اگر مل جاؤں تو سورو و زانسکار تک ایک سر باقی نہیں رہ سکتا۔ گھوڑا جب واپس

آدمیوں نے ان کی چھت کی لکڑی اتار کر جلا دی۔ اس کے بعد کسی نے ان کی مرمت نہیں کی اور خراب خستہ حالت میں تھیں بعد میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم نے اس مسجد کی مرمت کر کے درست کر دیا تھا۔ ملبہ کے گانوں کے اندر اس راجہ کی یادگار میں ایک چٹان پر کتبہ بھی ہے ارگیال بوم الدے ایک دانا۔ اور ہوشیار اور اچھا راجہ اس ملک کا سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے بڑھاپے کے زمانہ میں بوجہ لاولد ہونے کے حکومت اپنے چھوٹے بھائی چھونز بوم الدے کو سپرد کر کے خود خلوت نشینی اختیار کی۔

چھونز بوم الدے ۱۴۰۰/۱۴۲۰ء چھونز بوم الدے نے بودھ گھرانے میں شادی کی تھی اس لیے ارگیال بوم الدے کے بعد اُس نے اشاعت مذہب اسلام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

ینگ الدے ۱۴۲۰ الغایت ۱۴۷۰ء اُس کے بعد اُسکا بیٹا ینگ الدے راجہ ہوا۔ اُس کا کوئی نمایاں کارنامہ

تھونگ الدے ۱۴۷۰ الغایت ۱۵۲۰ء دریافت نہیں ہوا۔ اُس کے ہاں تھونگ الدے پیدا ہوا۔

ٹونبا گیالپو ۱۵۲۰-۱۵۳۰ء تھونگ الدے کے ہاں دو لڑکے ٹونبا گیالپو اور لوبزانگ گیالپو پیدا ہوئے۔ ٹونبا گیالپو نے حکومت اختیار کی۔ اور لوبزانگ گیالپو لامہ بن گیا لیکن ٹونبا گیالپو فقیرانہ خیال کا آدمی تھا۔ وہ حکومت سنبھال نہ سکا اور اپنے بھائی کو حکومت سپرد کر کے خود لھاسہ کو چلا گیا۔

لوبزانگ گیالپو ۱۵۳۰-۱۵۶۰ء لوبزانگ گیالپو کے زمانہ میں جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے پوریگ پر حملہ کیا اور بودھ کھرپو کے مسلمان حاکم کو فریب کے ساتھ قلعہ سے نکال کر خود قابض ہو گیا۔ اس کے بعد سوم گران کا رخ کیا لیکن اسکردو و کھپلو کے راجگان گیالپو سیوانگ نمگیل کے حملہ بلتستان کے انتقام کی غرض سے حملہ لداخ کی تیاری کر رہے تھے۔ جمیانگ نمگیل کی روانگی بودھ کھرپو کے بعد جب انھوں نے میدان خالی دیکھا تو فوراً لداخ پر دھاوا کر دیا۔ اس لیے جمیانگ نمگیل کو اپنا حملہ ناتمام چھوڑ کر واپس جانا پڑا۔ جس کی تفصیل تاریخ لداخ میں مذکور ہو چکی ہے

ان دنوں کشمیر میں مذہب اسلام پھیل رہا تھا۔ کسی طرح سے یہ میاں بیوی اور چھوز بوم الدے تینوں نے مذہب اسلام اختیار کر لیا۔ گنگا رانی کا اسلامی نام مسلم بیگم رکھا گیا۔ اب چونکہ ارگیال بوم الدے حکومت سنبھالنے کے قابل ہو گیا تھا اس لیے حکومت کشمیر کی طرف سے فوجی امداد لے کر اپنے آبائی ملک میں واپس آیا۔ مسلم بیگم بھی اپنے خاوند کے ساتھ روانہ ہوئی اور کشمیر کا علاقہ چھتر گل سے سوہنہ مرگ تک اُس کو جہیز میں ملا۔ جو کچھ عرصہ تک حکومت پوریگ کے ساتھ شامل رہا۔

ارگیال بوم الدے فوجی جمعیت کے ساتھ جب کشمیر سے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا تو اُس نے نالہ چیلونگ کے راستہ سے پہلے سورو پر حملہ کیا۔ الدے چو مقابلہ نہ کر سکا اور فرار ہو کر ستان شے میں پناہ گزین ہو گیا۔

ارگیال بوم الدے ۱۳۴۵/۱۴ء سورو فتح کرنے کے بعد ارگیال بوم الدے نے اکرتسے کی طرف رخ کیا۔ اور معمولی مقابلہ کے بعد کارازرنگی کو مع اُس کی رانی اور اُن کے بیٹے کے ملک عدم کو روانہ کیا۔ اور خود حکومت پر قابض ہو گیا بعد میں اس نے نالہ ستان شے میں مہم بھیج کر الدے چو کو قتل کیا۔ اس طرح سے ارگیال بوم الدے اطمینان کے ساتھ سورو۔ کرتسے پھوکر۔ اور ملبہ کی حکومت پر قابض ہو گیا۔ سوت و شکر چگتین کی طرف ٹھاٹھا خانی حکومت بدستور قائم رہی۔

ارگیال بوم الدے نے آبائی دار الحکومت کو ترک کر کے ملبہ کو اپنا دار الحکومت بنایا اور اُس کے ساتھ کشمیر سے جو اور مسلمان آئے تھے اُن سب کو لے کر مع اپنی رانی اور بھائی کے ملبہ میں رہنے لگا۔ وہاں اس نے مسجد بھی تعمیر کی اور مذہب اسلام کی اشاعت شروع کر دی یہاں تک کہ ملبہ کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ملبہ کے قرب و جوار میں بھی اسلام پھیلنے لگا یہ مسجد اب تک موجود ہے اور کچھے مسجد یعنی کشمیری مسجد کے نام سے مشہور ہے اُس کے ساتھ ایک مقبرہ ہے جس میں ارگیال بوم الدے اور مسلم بیگم کی قبر ہے۔ ایک تیسری قبر بھی وہاں ہے لیکن دریافت نہیں ہو سکا کہ وہ کس کی ہے ممکن ہے چھوز بوم الدے کی ہو۔ ان دونوں کا اسلامی نام دریافت نہیں ہو سکا۔ اپنے ملک میں وہ اپنے بچپن کے نام سے مشہور ہیں۔ مسجد اور مقبرے کی حالت وزیر زور آور سنگھ کے حملے تک کہا جاتا ہے۔ اچھی تھی۔ حملہ کے وقت جنگی

(۳۲)

تاریخ سورو وکرتسے بعد تقسیم

جیساکہ واکھا ولبہ کے بیان سے واضح ہوگا علی شیر خان انچن کے اچانک حملہ لداخ کی وجہ سے سوت اور سورو وکرتسے کی ہر دو حکومتیں گیا پوجیانگ تمکیل کی دست برد سے بچ گئی تھیں۔ اور پھوکر۔ ملبہ۔ دواکھا کی علیحدگی کے بعد کونگا تمکیل کی حکومت صرف سورو وکرتسے پر محدود ہو گئی تھی۔ اس وقت اسکردو کے خاندان کا زور تھا۔ کونگا تمکیل نے تقویت حاصل کرنے کی غرض سے اسکردو اور کشمیر کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کا آغاز اُس نے اس طرح کیا کہ خاندان اسکردو کی ایک شاہزادی کے ساتھ اپنے بیٹے تھی تمکیل کا رشتہ مانگا۔ اسے راجہ اسکردو نے اس شرط پر قبول کیا کہ تھی تمکیل مسلمان ہو جاے اور مذہب اسلام کی اشاعت میں کوشش کرے کونگا تمکیل اور تھی تمکیل نے ان شرائط کو قبول کیا لہٰذا تھی تمکیل کے ساتھ اسکردو کی شاہزادی کا بیاہ ہوگیا جو بعد میں تھی لا خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اخون محمد شریف مع چند علماء کے اُس کے ساتھ بھیجا گیا کہ سورو وکرتسے میں تبلیغ اسلام کا کام انجام دیں۔

تھی تمکیل ۱۶۶۰-۱۷۰۰ء کونگا تمکیل کی وفات کے بعد تھی تمکیل راجہ ہوا۔ اُس کی رانی تھی لا خاتون مذہبی خیال کی عورت تھی اس نے اپنا تمام اسباب جہیز اور زیورات بیچ کر کرتسے کھر میں ایک عالی شان مسجد تعمیر کی اس کے لیے کاریگر کشمیر سے بلائے گئے۔ اور اس کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ کی دوسری عمارت اُس وقت تمام تبت میں نہ تھی۔ اس کی دیواروں پر تاریخی قطعات اور اشعار منقوش تھے۔

بوقت حملہ وزیر لکھپت گوساؤں کی سرکردگی میں کرتسے کھر پر حملہ کیا گیا۔ کرتسے کھر کے لوگ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حملہ آور سپاہ نے گاؤں کی لوٹ مار کے سلسلہ میں اس مسجد کو بھی آگ لگادی اور یہ عالی شان عبادت گاہ خاکستر ہوگئی۔ اُس کے بعد اُن سپاہیوں نے

کوبچوک شرب ستن سنہ ۱۵۶۰ء – ۱۶۰۰

ڈونبا گیالپو کے ہاں کوبچوک شرب ستن پیدا ہوا۔ یہ روایت نہیں ہوا کہ اُس کی پیدائش اُس کے باپ کے لہاسہ چلے جانے سے پہلے ہوئی تھی یا بعد میں۔ بہر حال اُس لڑکے کے بالغ ہونے تک اُسکا چچا لامہ لونزانگ گیالپو حکومت کا انتظام کرتا رہا۔ جسے ڈونبا گیالپو حکومت سپرد کر گیا تھا جب یہ لڑکا سن تمیز کو پہونچا تو لونزانگ گیالپو نے اسے حکومت سپرد کردی اور خود اپنے گونپہ میں واپس چلا گیا۔ ان حالات میں کوبچوک شرب ستن اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اس کے پانچ لڑکے تھے۔ اُس کے بڑھاپے میں انتظامی کمزوری کی وجہ سے کرتسے کے لوگوں کو اپنے علاقہ کی حکومت کی علیحدگی کا خیال پیدا ہوا۔ انھوں نے اتفاق کرکے راجہ سے درخواست کی کہ اپنے ایک لڑکے کو کرتسے میں علیحدہ راجہ مقرر کردے روایت اسی طرح ہے مگر ممکن ہے کہ کوبچوک شرب ستن کو بربنائے وجوہات سیاسی خود یہ ضرورت محسوس ہوئی ہو کہ ملک کو لڑکوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔ بہر حال پہلے اُس نے اپنے لڑکوں میں سے دو بڑے لڑکوں کونگا نمگیل و کونگا چھوزگیل کو سورو وکرتسے کی حکومت کے لیے منتخب کیا اور یہ انتظام کیا کہ چھوٹا کونگا چھوزنمگیل ٹمبس کے راستہ سے جائے اور بڑا اردسی لا کے راستہ سفر کرے دونوں کو ایک ہی وقت روانہ کیا۔ اور یہ شرط کی کہ کرتسے کھر میں جو پہلے پہونچے وہی سورو وکرتسے کا راجہ ہوگا۔ ٹمبس کا راستہ قریب تھا کونگا چھوزگیل نے سفر میں سستی کی اور اثنائے راہ میں سیر و تماشہ میں مصروف رہا۔ کونگا نمگیل کا راستہ لمبا تھا مگر اس نے کوشش کرکے تیز سفر کیا اور اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ اس لیے اپنے چھوٹے بھائی پر جو چھوٹے راستہ سے روانہ ہوا تھا سبقت لے گیا اور کرتسے کھر میں اس سے پہلے پہونچ کر حکومت پر قائم ہوگیا۔

کونگا نمگیل راجہ سورو وکرتسے سنہ ۱۶۰۰ء – ۱۶۶۰

اُس کے باپ نے اُسے شاباش دی اور سورو وکرتسے کا راجہ اُس کو تسلیم کیا۔ اس وقت سے سورو وکرتسے کی حکومت علیحدہ ہوگئی۔ کونگا چھوزگیل کو حکومت سے محروم کرکے ٹمبس میں گذارہ دیدیا۔

اس کے بعد اس نے بقیہ علاقہ جات پھکر، ملبہ اور وہ اکھا کو بھی اپنے تین لڑکوں کے درمیان تقسیم کردیا۔ اس طرح سے ایک حکومت کے بجائے چار چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کردیں۔ اور اپنے خاندان کی تباہی کا سامان پیدا کردیا جیسا کہ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوگا۔

یہ حال معلوم ہوا تو اُس سے طلاق دلا کر خود نکاح کر لیا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ خاتون راجہ احمد شاہ اسکردو کی بہن تھی۔ بہر حال اس سے ہتی محمد سلطان کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی ایک بے نکاحی عورت سے اُس کا ایک لڑکا گیال سرنگ بتلایا جاتا ہے۔

چونکہ وہ لاولد تھا اس لیے بڑھاپے میں اسے متبنیٰ بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ ارگیال بی کی رائے تھی کہ اسکردو یا کھپلو کے کسی شاہزادے کو متبنیٰ بنا دیا جائے وزیر علی یار بھی سکے ساتھ متفق تھا لیکن بودھ وزیر اس کا مخالف تھا جس کی وجہ سے رانی اُس سے ناراض ہوگئی۔ ایک روز ہتی محمد سلطان کو چوگان وادی کے لیے شغرن میں جانا تھا رانی نے وزیر کو روک لیا کہ ہم اس کے ساتھ شطرنج کھیلیں گے جب سب لوگ چلے گئے تو رانی اور بودھ وزیر بالاخانہ پر شطرنج کی بازی میں مصروف ہوئے رانی نے وزیر کو چھت کے کنارے کی طرف بٹھلایا جب وہ کھیل میں محو ہوا تو رانی نے دھکا دیکر اُسے نیچے گرا دیا۔ یہاں پر نیچے کی طرف چٹان تھی چنانچہ گرتے کے ساتھ ہی وزیر کی روح پرواز کر گئی اس چٹان کا نام اب تک "چھیاتانس پے پھولونگس" مشہور ہے۔ رانی کی اس حرکت سے تمام بودھ رعایا اس سے برگشتہ ہو گئی۔ اور ہتی محمد سلطان کو مجبور کیا کہ گیالپو لداخ کو متبنیٰ بنائے۔ وزیر علی یار اور رانی ارگیال بی اخیر دم تک اس کے مخالف رہے لیکن اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر الامر ہتی محمد سلطان نے گیالپو لداخ بیتا نگمیل کو اپنا متبنیٰ مقرر کیا۔ ارگیال بی نے اس کو نفت میں اپنے تمام زیورات جلا کر خاکستر کر دیے اور خود زہر کھا کر مرگئی۔ ہتی محمد سلطان نے کمال وفاداری کے ساتھ ایک وسیع قبر اُس کے لیے تیار کی اور اُس میں رانی کو بشمول اُس کے تقبایا مال واسباب اور گھوڑے کے دفن کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ گھوڑے کے لیے عمارت قبر میں ایک کھڑکی رکھی گئی تھی جسکے راستہ سے روزانہ خوراک اُسے پہونچائی جاتی تھی۔ چند روز بعد یہ گھوڑا بھی اس قبر کے اندر مر گیا۔

جب تبنیت کا فیصلہ ہو گیا تو گیالپو لداخ کی طرف سے کالون رنستن گیالپو کے تبنیت کرنے والے باپ ہتی محمد سلطان کے پاس اظہار عقیدت کے لیے آیا اور موضع ٹھگام میں توقف کر کے سلطان کو کرتسے میں اطلاع دی۔ اس نے جواب دیا کہ اگرچہ تم بحیثیت بیٹا ہونے کے باپ سے چھوٹے ہو مگر بیٹے کے ذاتی وقار کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس لیے پہلے میں تمھاری ملاقات کے لیے حاضر ہونگا

سکیاں گونگ میں اخون محمد شریف کے مکان کو بھی آگ لگا کر تباہ کیا۔ بعد میں جب گوساؤن مذکور بحیثیت تھانہ دار کرگل میں تعینات ہوا تو اس نے اپنی اس حرکت کے لیے معذرت کی اور اس گانوں کے لوگوں کو تین سال کے لیے کاربگار معاف کردی کہ پرانی مسجد کی جگہ نئی مسجد تعمیر کرلیں۔ چنانچہ اس موقع پر ایک معمولی مسجد لوگوں نے تعمیر کرلی جو اس وقت بھی موجود ہے۔

اخون محمد شریف نے گانوں بہ گانوں علما بغرض تبلیغ اسلام تعینات کردیے اور خود بھی اس کام میں مصروف ہوگیا۔ اس کی محنت بآہستگی بارآور ثابت ہوئی۔ یہ رہنے والا خاص اسکردو کا تھا جہاں اس کا خاندان اب تک موجود ہے۔ اور علاقہ کرتسے کے چھونالہ میں اسکی اولاد سے اخون محمد مہدی اور اخون محمد جان دو بھائی اب تک موجود ہیں۔

راجہ بٹی تگیل کا لڑکا رانی بھٹی لا خاتون سے بٹی محمد سلطان پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم کے لیے کشمیر سے ایک عالم سید میر ہاشم منگوائے گئے۔ ان کے ساتھ سبحان میر منشی اور اخون فاضل بھی آئے۔ سید میر ہاشم نے کرپوکھر میں سکونت اختیار کی اور مذہبی کام کرتے رہے بالآخر بٹی محمد سلطان کی حیات میں فوت ہوئے۔ ان کا مقبرہ کرپوکھر میں موجود ہے سبحان میر منشی کا کام کرتا تھا۔ اور اخون فاضل کو سید میر ہاشم نے راجہ واکھا کی درخواست پر واکھا میں تعینات کردیا جس کی اولاد سے اخون مقبل واکھا میں موجود ہے۔

بٹی محمد سلطان ۱۷۰۰ء تا ۱۷۴۶ء بٹی محمد سلطان اپنے باپ کی وفات پر راجہ ہوا۔ وہ بڑا مدبر بہادر راجہ تھا۔ اس کے اپنے ملک سے باہر نکل کر کشتوار کو فتح کیا۔ جہاں بٹی سلطان کے نام کا شغرن آج تک موجود ہے۔ (تاریخ کشتوار میں اس فتح کا حال مجھے دریافت نہیں ہوا۔ اور نہ اس شغرن کا نام میں نے سنا بہر حال کرتسے میں جو حالات دریافت ہوئے انھیں یہاں پر درج کردیا گیا)

بٹی محمد سلطان بہار کے موسم میں کرپوکھر میں اور سردی کے موسم میں کرتسے کھر میں رہتا تھا اس کی رانی کھیلو کے خاندان سے تھی کہتے ہیں کہ کھیلو کے خاندان سے ایک شخص مع اہل و عیال ان اطراف میں آیا اور علاقہ کرگل میں سکونت پذیر ہوگیا۔ اس کی لڑکی ارگیل بی نہایت حسینہ و جمیلہ تھی کنور کے وزیر کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ محمد بٹی سلطان کو

کاردار مقرر کرکے کرتسے میں تعینات کیا۔ اُسکے بعد اخون عزیز کھرپون ہوا۔ جو اخون محمد شریف کے خاندان سے تھا۔ اس کے بعد تھوئن پاچو جلبی رلسیان کھرپون رہا۔ اس کے بعد نونو توغ الدن الملہ بالداخ سے کھرپون مقرر کرکے بھیجا گیا۔ جو ٹمبس میں رہتا تھا۔ اس کے زمانہ حکومت میں وزیر زوراآور سنگھ مع افواج ڈوگرہ کے اس ملک میں داخل ہوا

(۵)

تاریخ بھوکرملبہ۔ دواکھا بعد تقسیم

اس موقع پر اصلی واقعات کا بیان شروع کرنے سے پہلے بعض پچھلے اہم واقعات کی صراحت کردینی ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ واقعات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

جب ٹونباگیالپو اپنے چھوٹے بھائی لامہ لوبزانگ گیالپو کو اپنی حکومت سپرد کرکے خود لہاسہ چلا گیا تو حکومت میں کمزوری پیدا ہوئی۔ اسے دیکھکر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ نے اس پر حملہ کردیا۔ پہلے وہ بودھ کھربو میں وارد ہوا۔ جہاں علی شیرخاں ولیعہد راجہ اسکردو کی طرف سے ایک مسلمان حاکم مقرر تھا۔ اور کچھ فوج بھی تعینات تھی چونکہ رعایا سب بودھ مذہب کی تھی اُن کے ساتھ گیالپو نے سازباز کرکے فریب سے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور راجہ اسکردو کے سپاہیوں کو تباہ کردیا۔

ان مسلمان حاکموں کی یادگار میں بودھ کھربو میں بلتی شغرن یعنی میدان چوگان بازی اور ایک مسجد ابتک موجود ہے شغرن لب دریا ہے اور مسجد قلعہ کے نیچے گانوں کی آبادی میں ہے مسجد کو گیالپو نے گونپہ میں تبدیل کردیا تھا مگر بعد میں گونپہ بھی اس میں نہ رہا اور مسجد خراب خستہ حالت میں پڑی تھی۔ حال میں مرزا محمد خاں رئیس پشکم نے اسے مرمت کرکے درست کردیا ہے

جمیانگ نمگیل نے بودھ کھربو کی تسخیر کے بعد سوم گران کا رخ کیا۔ اُدھر سے لوبزانگ گیالپو بھی مقابلہ کے لیے نکلا۔

علی شیرخان انچن راجہ اسکردو جمیانگ نمگیل کی نقل و حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا جب وہ لداخ سے فوج لے کر پوریگ کی طرف روانہ ہوا ہے تو علی شیرخاں بھی اپنی فوج لے کر کرتخشہ میں آگیا۔ اور موقع کا منتظر رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ گیالپو بودھ کھربو سے سوم گران

کالون اسپر راضی نہوا۔ اس نے جواب دیا کہ بیٹا خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر باپ کے مقابلہ میں چھوٹا ہے۔ ایک ہفتہ تک یہی بحث جاری رہی آخر کار ہٹی محمد سلطان بلا اطلاع کالون کے پاس چلا گیا اُسے پتہ لگا تو اپنا خیمہ چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اور جب سلطان وہاں بیٹھ گیا تو دروازے سے اندر داخل ہو کر کورنش بجالایا۔ الغرض اس کے بعد ہٹی محمد سلطان کے تعلقات پدرانہ نیما نگیل گیالپوے لداخ کے ساتھ قائم رہے۔ فوت ہونے پر وہ کرپوکھر میں مدفون ہوا۔ اس کی قبر ابتک موجود ہے۔

(۴)

حکومت نیما نگیل گیالپوے لداخ بذریعہ تبت ۱۸۴۶ء

ہٹی محمد سلطان کے فوت ہونے پر تبت کا عملدرآمد ہو گیا۔ نیما نگیل کا دوسرا بیٹا ٹشی نگیل سورو کرتسے کا راجہ مقرر ہو کر آ گیا۔ اور اُس نے قبضہ کر لیا جن لوگوں نے گیالپو کی تبت کی مخالفت کی تھی انھیں سزائیں دی گئیں۔ وزیر علی یار مع اُس کے بیٹے کے قید کر کے لداخ بھیجا گیا۔ وہاں پہونچکر اس نے گیال خاتون کے رشتہ داروں کے ذریعے سفارش کرا کے رہائی حاصل کی۔ اور بعزم ترک وطن اپنے وطن میں آیا۔ مگر یہاں پہونچکر دونوں باپ بیٹے دنیا سے رخصت ہو گئے اُن کی قبریں ٹھسگام میں موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ٹشی نگیل چند روز بعد لامہ ہو گیا اور حکومت کھرپونوں کے ہاتھ میں رہی۔

کھرپون ہاسے گیالپو لداخ کی طرف سے دراس والہ صابر بہادر شاہ کھرپون سورو کرتسے مقرر ہوا۔ اور رسانگو والہ داود خان اُس کا وزیر بنایا گیا۔ انھوں نے اپنے آقا کی یہ خدمت کی کہ ہٹی محمد سلطان کے غیر صحیح النسب لڑکے گیال سرنگ کو شکار کے بہانے باہر لے جا کر قتل کر دیا۔ گیالپو لداخ کو اس ظلم کا حال معلوم ہوا تو اُس نے کھرپون اور وزیر دونوں کو علیحدہ کر دیا۔ اور دونوں کی جائداد ضبط کر کے دوسروں کو حوالہ کر دی۔

اس کے بعد حمبر پا کھرپون رہا۔ اُس کے بعد ٹشی وانچوک کھرپون رہا۔ اس کے بعد کالون بلجور کھرپون مقرر کیا گیا یہ لمبہ میں رہتا تھا اُس نے اپنی طرف سے عبدو کاظم کو

سب سے چھوٹے لڑکے گیلدے جو کے ہاں اس وقت اولاد نہ تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ یہ سب مسلمان تھے۔

جیسا کہ پوریگ کے بیان سے واضح ہوگا کہ جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ بودھ کھربو کی طرف سے فتوحات کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اس نے بودھ کھربو پر قبضہ حاصل کرنے اور علی شیر خاں انچن کی فوج متعینہ کو تباہ کرنے کے بعد سوم گران کی طرف رخ کیا۔ یہاں ارگیال بوم الدے کے خاندان سے غالباً لوبزانگ گیالپو حکمران تھا۔ اس نے مقابلہ کی پوری تیاری کر تی تھی۔ طرفین سے جنگ شروع ہوئی مگر حالات تبدیل ہو گئے۔ اور جمیانگ نمگیل بوجہ علی شیر خان انچن کے حملہ لداخ کے گھبراہٹ میں اپنے گھر کی حفاظت کی غرض سے لداخ کو واپس ہوا۔ اور علاقہ پوریگ اس کی دستبرد سے بچ گیا۔

اس واقعہ کے بعد جب سلطان ملک راجہ سوت تھا اور اس کا چچا سرنگ ملک راجہ چگتن وپشکم تھا۔ سلطان ملک نے چگتن پر حملہ کر دیا اور سرنگ ملک اور اس کے بیٹے سنکھن ملک کو قتل کر کے اس کے دونوں لڑکوں آدم ملک اور چھوسزانگ ملک کو قید کر لیا۔ اور چگتن وپشکم کا الحاق حکومت سوت کے ساتھ کر لیا۔ لیکن اسے رعایا کے دلوں پر قابو حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی اہل ملک نے لداخ واسکردو کے راجگان کے ساتھ سازش شروع کر دی۔ چنانچہ راجہ سکردو کے دباؤ ڈالنے سے سلطان ملک نے آدم ملک وچھوسزانگ ملک کو قید سے آزاد کر کے حکومت چگتن وپشکم پر بحال کر دیا۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ نابالغ تھے انتظام ملک بدستور اپنے ہاتھ میں رکھا لداخ میں اس وقت سنگے نمگیل گیالپو تھا۔ اس نے موقع کو ہاتھ سے نہ دیا اور انتقام لینے کے بہانہ سے پوریگ پر حملہ کر دیا۔ بودھ کھربو اس کا اپنا ملک تھا اور چگتن میں آدم ملک اس کے خیر مقدم کے لیے حاضر تھا۔ یہاں اس کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ واکھا میں پہونچا تو ارگیال دے جو صرف ایک گانوں کا راجہ تھا اس نے فی الفور اطاعت قبول کر لی۔

ملبہ میں غوری تھم راجہ تھا۔ اور باقی دو بھائی اس کے تابع تھے بھوکر میں ولبہ سنگے خود موجود تھا اور اس کے تینوں بیٹے بھی زبردست اور دلیر آدمی تھے ان سبھوں نے اتفاق کر کے ملبہ کی سرحد پر سنگے نمگیل کا مقابلہ جان توڑ کر کیا۔ اور خوب داد مردانگی دی۔ مگر لداخ کی فوج تعداد میں زیادہ تھی۔ مدافعت کرنے والوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ ملبہ کے تینوں بھائی اور

کی طرف روانہ ہوا ہے تو وہ فوراً لداخ پر پہنچ گیا۔ وہاں گیالپو موجود تھا وہ بلا مزاحمت قابض ہو گیا۔

جمیانگ نمگیل کو علی شیر خاں کے حملہ لداخ کا حال معلوم ہوا تو وہ جنگ بلبہ کو چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیے لداخ کو واپس روانہ ہوا۔ مگر اس کے پہونچنے تک لداخ کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ علی شیر خاں نے اُس کو شکست دی اور اسے قید کر کے اپنے ساتھ اسکردو لے گیا۔

الغرض مذکرہ بالا واقعات کی بنا پر لوبزانگ گیالپو کو اس بلائے ناگہانی سے نجات ملی اور وہ اطمینان کے ساتھ اپنے ملک میں حکومت کرتا رہا۔ اور جب لوبزا گیالپو کا بیٹا کونچوک نمرب ستن جوان ہوا تو لوبزانگ گیالپو نے حکومت اُس کے سپرد کر دی اور خود بدستور اپنے گونپہ میں واپس چلا گیا۔

کونچوک نمرب ستن چونکہ چھوٹی عمر میں حکومت پر پہونچا اور آدمی مدبر تھا اس نے لمبے عرصہ تک کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ مگر اس کے ناعاقبت اندیش لڑکوں نے حکومت کی تقسیم کر کے اپنی خرابی کے سامان پیدا کر لیے اس کے پانچ لڑکے تھے سب سے بڑا کرنگا نمگیل کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اُس نے سورو دکرتسے کی حکومت سپرد کر دی تھی اور اُس کے چھوٹے بھائی کو ٹمبس میں گذارہ دیدیا تھا۔

اس خراب نظیر کے قائم ہو جانے کی وجہ سے باقی تین لڑکوں کے دلوں میں بھی خود مختاری کا خیال جوش مارنے لگا چنانچہ وہ بھی باپ کی حیات میں یا اُس کی موت کے بعد جداگانہ علاقوں پر قابض ہو گئے جن کی تقسیم اس طرح تھی۔

گیلو سنگے۔ علاقہ بھوکر
کونچوک رینچن۔ بلبہ
گیلدے چو۔ واکھا۔

بھوکر میں گیلو سنگے کے ہاں دیلہ سنگے پیدا ہوا۔ اور دیلہ سنگے کے تین لڑکے علی مددچو ارگیاں بیگ۔ اور نصیب بیگ تھے۔

بلبہ میں کونچوک رینچن کے ہاں تین لڑکے بولا خاں۔ غوری تھم اور سلطان بیگ ہوئے غوری تھم کا لڑکا ارگیلدے تھا۔

سوت میں محمد سلطان خود مختار حکمران تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ملبہ و پھوکر کے دونوں کالون آپس میں لڑ پڑے پھوکر کے کالون پمبر کی بہن ملبہ کے کالون لیجور کے عقد میں تھی۔ کالون لیجور نے کالون پمبر کے قتل کا ارادہ کر کے اُسے ملبہ میں اپنے پاس بلایا۔ ملبہ میں پہونچنے پر کالون پمبر پر یہ بھید کھل گیا اس لیے دوسرے دن صبح سویرے بے خبری میں نکل کر وہ پھوکر کو واپس روانہ ہوگیا۔ کالون لیجور کو پتہ لگا تو اُس نے کہا کہ جنگ میں کالون پمبر کے خلاف کامیابی کی امید نہیں ہے۔ کسی حکمت سے اُسے پھانسنا چاہیے۔ اس مشورہ میں ملا عیدی بھی شامل تھا جو لداخ کے سپاہ ماں کے خاندان سے تھا۔ اُس نے ذمہ اُٹھایا کہ میں کالون پمبر کو واپس لے آؤنگا۔ اس نے لکڑی کے ایک تختہ کو بصورت کتاب کپڑے میں لپیٹ کر اپنے ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کالون پمبر کے پیچھے دوڑا۔ اور ہوک سپنگ میں کالون پمبر کے پاس پہونچ گیا۔ اور اُس سے کہا تمہیں کالون لیجور کے خلاف غلط اشتباہ ہوگیا ہے تم کو کون مار سکتا ہے تم واپس چلو اور تماشہ دیکھو جس کے لیے تمہیں بلایا ہے اُس نے انکار کیا۔ تو ملا عیدی نے اُس فرضی قرآن کو جو وہ لکڑی کے تختہ سے بنا کر لایا تھا اپنے سر پر رکھکر قسم کھائی کہ کوئی شخص تم کو نقصان پہونچانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے۔ اسپر کالون پمبر اس بے ایمان ملا کے دھوکے میں آگیا۔ اور اس کے ساتھ ملبہ کو واپس چلا آیا۔

ایک طرف ملا عیدی اس فریب سے کالون پمبر کو واپس لا رہا تھا دوسری طرف کالون لیجور کے ہوا خواہ ایک پھندا تیار کر رہے تھے کہ کالون پمبر جب زینہ سے بالاخانہ پر چڑھ رہا ہو تو گلے میں ہی ڈال کر اُسے ہلاک کر دیا جائے اور اس کام کرنے کے وقت باجہ کے ذریعے شور کیا جائے تاکہ اگر کالون پمبر چیخ مارے تو اُس کی بہن کو خبر ہو سکے۔ بالآخر اسی تجویز پر عمل کیا گیا جب زینہ کے اوپر کالون پمبر کے گلے میں پھندا ڈالا گیا تو کالون نے پھندے والوں کو تیر مارا۔ مگر وہ خطا گیا۔ پھر بہن کو آواز دی مگر یہ بھی اُس کے کان تک نہ پہونچی۔ اور کالون پمبر کا کام تمام ہوگیا۔

کالون پھپکا لڑکا صنم نگیل نابالغ تھا۔ مگر پھوکر کے لوگوں نے پوری وفاداری اور جوانمردی کے ساتھ اُس کا ساتھ دیا۔ اور کالون لیجور کو پھوکر پر قبضہ نہیں کرنے دیا۔ لہذا اس بےگناہ قتل سے بجز روسیاہی کے اور کچھ اُسے حاصل نہ ہوا۔

صنم نگیل کی اولاد نہ تھی اس لیے دور جے نگیل سنگھا یا کو متبنیٰ بنایا گیا جو حملہ زورآور سنگھ تک قابض رہا اور بالآخر جنگ میں کام آیا۔

غوری تھم کا بیٹا ارگیلدے اور بھوکر کے تینوں شاہزادے اس جنگ میں مقتول ہوئے اور خود دلبہ سنگے اسیر ہوگیا۔

ملبہ اور بھوکر میں سنگے نمگیل نے یہ انتظام کیا کہ کالون رنستن کو ملبہ میں اور کالون صنم ٹنڈوف کو بھوکر میں لبطور کھرپون کے تعینات کر دیا اس کے بعد کرتسے پر چڑھائی کر دی سلطان کونگا گیل معمولی مقابلہ کے بعد اسیر ہوگیا۔ اس جگہ بھی انتظام کرنے کے بعد گیا پو منظفر و منصور حملہ سوت کی تیاری میں مصروف ہوا۔

سوت میں اس وقت محمد سلطان راجہ تھا۔ یہ سنگے نمگیل کے داخلہ پودھ کھربو کے وقت سے راجہ اسکردو کے ساتھ سنگے نمگیل کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ راجہ اسکردو نے خود سنگے نمگیل پر حملہ کرنے کی جرات نہ کی مگر سلطنت دہلی کے صوبہ کشمیر کو سنگے نمگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نمگیل کرتسے ہی میں تھا کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی اور کرپوکھر میں مقابلہ ہوا سنگے نمگیل شکست کھا کر فرار ہوا۔ اس دوران میں اس نے اپنی جان بچانے کی غرض سے حسن بیگ افسر فوج شاہی کے پاس ایلچی بھیج کر صلح کر لی اسنے پیش کش مقرر کر دی کہ بادشاہ کے پاس بھیج دے۔

ان حالات میں کرتسے اور سوت سنگے نمگیل کی دستبرد سے بچ گئے اور لداخ کے اوپر سلطنت دہلی کا اقتدار از سر نو قائم ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد پوریگ کی حکومت کی یہ صورت قرار پائی کہ۔

ملبہ کی حکومت کالون رنستن اور۔

بھوکر کی حکومت کالون صنم ٹنڈوف۔

کے خاندان میں گیا یعنی لداخ کی سرپرستی میں منتقل ہوئی اور یہ حالات حملہ زیدورا آدر سنگھ تک جاری رہے

واکھا میں خاندان سابق بدستور البتہ بسرپرستی لداخ حکمران رہا۔

سورو دکرتسے کا راجہ سلطان کونگا گیل بدستور اپنے ملک پر قابض رہا۔ اور اس کی خود مختاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔

کھوا کھی الدے کی اولاد کی حکومت لشکم کا خاتمہ سرنگ ملک نے کر دیا تھا۔ لہذا چگتن و لشکم کا راجہ آدم ملک تھا۔ اور

شجرہ نسب ٹھاٹھا خان

۱- ہاشو ٹھاٹھا خان (تقریباً ۸۰۰-۸۲۵ء)

۲- بوتی خان ۸۲۵-۸۵۰ء — نا دا الدے

۳- زاتی خان ۸۵۰-۸۷۵ء — چھ رازی ستن

۴- بوری بھتم ۸۷۵-۹۰۰ء

۵- راگیر راد ۹۰۰-۹۲۵ء

۶- زیم خان ۹۲۵-۹۵۰ء

۷- مزیل بیگ ۹۵۰-۹۷۵ء

۸- جیریم بیگ ۹۷۵-۱۰۰۰ء

۹ عبدال خان ۱۰۰۰-۱۰۲۵ء

۱۰ نصیر بیگ ۱۰۲۵-۱۰۶۰ء

۱۱- چھنبر انگس چو (ہمعصر لوسادا) ۱۰۶۰-۱۰۹۰ء

۱۲- چھب استن چو ۱۰۹۰-۱۱۵۶ء

۱۳- مغل بیگ ۱۱۵۶-۱۲۲۲ء

۱۴ ۔اد گیال بوم الدے چو ۱۲۲۲-۱۲۸۸ء

۱۵- لبندا دچو ۱۲۸۸-۱۳۵۴ء

۱۶- ڈنیگ ناک ۱۳۵۴-۱۴۲۰ء

[illegible]

۱۷- المعروف استر گیا چو ۱۴۲۰-۱۴۵۰ء (دور گینشی)

۱۸- امرود چو (امرید خان) ۱۴۵۰-۱۴۷۵ء

۱۹- ڈررد چو ۱۴۷۵-۱۴۷۹ء (لاولد)

حبیب چو (زمانہ عراقی)

۲۰ احمد ملک ۱۵۱۰-۱۵۲۵ (عہد سلطان سعید خان) عہد

مکھو کھو ربعزم

واکھا کے راجہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس تقریب پر اُس نے میر ہاشم کو کرتسے سے بلوایا
ان کے ساتھ دخون فاضل بھی آگیا بچہ کا نام بابر خان رکھا گیا۔ اور مسلمانوں میں شامل کیا گیا۔

دخون فاضل نے راجہ کی درخواست پر واکھا میں سکونت اختیار کی اُس کی اولاد ابتک اس موضع میں موجود ہے میر ہاشم واپس کرتسے چلے گئے۔

یہ خاندان واکھا میں حملہ زور آور سنگھ تک برسرحکومت رہا۔ اس کی اولاد اب تک اس گانوں میں موجود ہے علی رضا خان نمبردار واکھا اُن کا سرکردہ ہے اُس کے باپ کو سرکار سے کچھ مقررہ ملتی تھی جواب بند ہوگئی ہے۔

کالون پلچور کی اولاد کے درمیان بھی حکومت تقسیم ہوگئی۔ صنم پگپس ملبہ میں کالون رہا اور اُس کا چھوٹا بھائی ٹمبس میں بحیثیت جاگیردار الگ ہوگیا۔ صنم پگپس کا لڑکا سیو انگ نمگیل بوقت فتح ڈوگرہ کالون ملبہ تھا۔ اب اس کی یادگار جگسمت نمگیل نمبردار ملبہ باقی ہے چھو غسفردل کی یادگار حیدر خان ہے جو ٹمبس میں ایک معمولی حیثیت کا زمیندار ہے۔ ان کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے

- کالون رفستن
  - چھتن پلچور
    - سرنگ رفستن
      - سرنگ وانگبو
        - کالون پلچور
          - صنم پگپس (کالون ملبہ)
            - سیو انگ نمگیل (کالون بوقت فتح)
              - سکی رام
                - جگسمت نمگیل (نمبردار ملبہ)
              - ہیرامن
                - لاولد چتنی
                - سیو انگ رگزن (پکالون لوبز آنگ سیو انگ لداخ اہلکار تحصیل لداخ)
              - چھو سکیپ
          - چھو غسفردل نمگیل (جاگیردار ٹمبس)
            - چھتن انگمیل
              - سونگ کانمگیل
              - چھندور
                - ×
                  - ×
                    - حیدر خان (ساکن ٹمبس)

دوسرا باب
تاریخ سوت جگتن و پشکم

(۱) ٹھاٹھا خان کا سوت میں حکومت قائم کرنا (۲) جگتن کا حکومت سوت سے علیحدہ ہونا (۳) حکومت پشکم کا خاتمہ ہو کر جگتن کے ساتھ الحاق کیا جانا (۴) جگتن و پشکم کا الحاق سوت کے ساتھ اور پھر علیحدگی (۵) پشکم و جگتن کی علیحدگی اور دونوں کا پشکم کے ساتھ شامل ہونا (۶) جگتن کا حکومت پشکم و دراس کے ساتھ شامل ہونا اور اُس کا خاتمہ ۔

(۱) ٹھاٹھا خاں کا سوت میں حکومت قائم کرنا

ٹھاٹھا خان کے حسب و نسب کے متعلق مختلف روایات ہیں ایک روایت کی رو سے آپ گلگت کا شاہزادہ بتایا جاتا ہے۔ جسے شری بگور تھم نے حکومت سے محروم کر کے ترک وطن پر مجبور کیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ گلگت کا ایک راجہ بڑا ظالم آدم خور تھا۔ اسے منجموں نے بتلایا کہ تمہاری سلطنت کو اس وضع کے ایک شخص کا شو پا کے ہاتھ سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے وہ اوصاف ٹھاٹھا خان میں جمع پائے گئے لہذا اُس نے اُس کے قتل کا ارادہ کیا۔ راز افشا ہو جانے پر ٹھاٹھا خان اپنے وطن سے جان لے کر فرار ہو گیا۔

تاریخ گلگت پر غور کرنے سے پایا جاتا ہے کہ خاندان شاہ رئیس کے بانی ابود گاموکے بیٹوں میں ایک شخص ٹھاکن ہے ابود گاموکا بڑا بیٹا شری بگور تھم اُس کے ساتھ لمکوٹی سے گیا تھا۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ ابود گامونے سابق خاندان گلگت کے آخری راجہ اگور تھم کو قتل کرنے کے بعد اُس کی بیوہ سے یا اُس کے خاندان میں بیاہ کر لیا ہو جس سے ٹھاکن پیدا ہوا۔ ابود گاموکے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا شری بگور تھم اُس کا جانشین ہوا تھا اُس وقت ٹھاکن کے ہوا خواہوں نے سابق حکمران خاندان سے اُس کی قرابت کی بنا پر

۲۱- کھوکھو بعزم ۱۵۳۵-۱۵۵۵ء

۲۲- ارگیال ملک (سوت) ۱۵۵۵ / ۱۶۰۰ء

۲۲- سیرنگ ملک (جگتیں و پشکم) ۱۵۵۵ / ۱۶۰۰

۲۳- سلطان ملک سوت جگتیں و پشکم ۱۶۰۰ / ۱۶۳۰ء

۲۳- سنکھن ملک (بحیات والد خود مقتول)

۲۴ محمد سلطان سوت ۱۶۳۰-۱۶۵۰

مرزا سلطان (سوت) ۱۶۵۰-۱۶۶۰

۲۴- آدم ملک جگتیں و پشکم) ۱۶۱۰-۱۶۴۰ لاولد

چوسنگ ملک (جگتیں و پشکم) ۱۶۴۰-۱۶۴۵

۲۵- مرزا بیگ ۱۶۶۰ / ۱۶۹۰

۲۵- ہیچخان ۱۶۴۵-۱۶۶۵

زوجہ اول

زوجہ دوئم دختر گیا لپو لڑاخ)

۲۶- عزیز بیگ ۱۶۹۰ / ۱۷۲۰

۲۶- ارگیال ملک (جگتیں و پ) ۱۶۶۵ / ۱۶۸۵

حبیب خاں (پشکم) ۱۶۹۵ / ۱۶۹۵

۲۷- بعزم بیگ ۱۷۲۰ / ۱۷۵۰

۲۷- حسن خان (جگتیں) ۱۶۸۵ / ۱۷۳۵

۲۷- آدم خان (پشکم) ۱۶۹۵ / ۱۷۴۵

۲۸- جنگیر بیگ ۱۷۵۰ / ۱۷۸۰

۲۸- احمد خان (گذارہ خور) ۱۷۳۵-۱۷۴۵

۲۸- حنیفہ خان (جگتیں و پشکم) ۱۷۴۵ / ۱۸۰۰

۲۹- یحییٰ خاں ۱۷۸۰ / ۱۸۱۰

۲۹- رحیم خان

۲۹- محمد علیخاں (جگتیں و پشکم) ۱۸۰۰ تا نہایت ۱۸۳۴ راجہ بوقت فتح)

کالون رحیم خان

۳۰- سلام خاں ۱۸۱۰ / ۱۸۳۴ (راجہ سوت بوقت فتح)

۳۰- علی شیر خان

۳۰- غلام حیدر

۳۰- حسین خان

۳۱- حسن خان

۳۱- جعفر خان (معانیدار و انعام خور سمرا)

۳۱- مہدی خان

سلیمان خان

۳۱- عضنفر خان

جعفر خان

۳۲ اکبر خان

۳۲- محبوب علی خان (معانیدار پشکم)

۳۳ جمشید علیخان

حسین علی خان

(انعام خور سوت و نمبردار یور بٹینگ)

۳۲- محمد علی خان

شیر علی خان

جعفر علی خان

اسفندیار خان

علی شیر خاں

(ذیل دار جگتیں و نمبردار یوغاکھربو)

اُسے اب شنخا اہی لا۔ اور ان گھروں کا رقبہ مزروعہ جس موقع پر تھا اسے اب لوٹو ٹھنگ بو کہتے ہیں۔ اُس کے قریب کی پہاڑی پر ٹھا ٹھا خان بکریاں چرانے جایا کرتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ذکر ہے کہ یہ پہاڑی کے اوپر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ ایک بڑا راجہ ہے اور بہت سے آدمیوں کو جمع کر کے قلعہ تعمیر کر رہا ہے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ تن تنہا بستر خاک پر پڑا ہوا ہے۔ اُس کے ساتھ نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد۔ البتہ پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ گھر پہونچا تو اپنے آقا سے اپنا خواب بیان کیا اُس نے اُس کی تعبیر کی کہ کسی وقت یہ لڑکا اس ملک کا راجہ ہوگا اس لئے اُس کی پرورش اور تربیت میں وہ زیادہ دلچسپی لینے لگا۔

اس اثنا میں ٹھا ٹھا خان کے اور ہوا خواہ بھی غالباً گلگت سے ملک بدر ہو کر یہاں پہونچ گئے۔ اور اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس سے اس کو بڑی تقویت ہوئی اور اپنے آقا سے کھانے پینے کی امداد لے کر اپنی جماعت کے ساتھ اپنے پسند کیے ہوئے موقع درگور کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں مینڈم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر چاروں طرف نظر دوڑائی تو وادی دراس میں گونیال تک وادی دریائے سورو میں گند وچے تک اور وادی دریائے سندھ میں کھلسی تک ملک نظر آیا اسے فال نیک سمجھ کر وہ آگے روانہ ہو گیا۔ کوکشو پہونچا تو دیکھا کہ اُس کا عصا جڑ پکڑ کر درخت کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ درگو پہونچا تو دیکھا کہ اُس کے بوئے ہوئے دانہ اخروٹ نے پھوٹ کر درخت کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ان واقعات سے اُس کی حوصلہ افزائی ہوئی کہ بخت یاور ہے۔ چنانچہ درگو میں اُس نے آبادی شروع کر دی اور چند روز بعد آگے بڑھ کر کوکشو میں بھی آبادی کا آغاز کر دیا یہاں اس نے دو مکان تعمیر کیے۔ ان میں سے ایک نالہ کے شمالی جانب موجودہ محلہ کوکشو۔ کے موقع پر تھا۔ اس کا نام اس نے ٹھو ٹھو کھر رکھا اور اس میں خود سکونت اختیار کی۔ دوسرا اس کے بالمقابل نالہ کے جنوبی طرف تھا اس کا نام پاٹو کھر رکھا۔ اس میں اُس کے ہمراہیوں نے سکونت اختیار کی جب یہ گانوں آباد ہو گیا تو لوگوں نے اسے "کوکس گاشو" یعنی چوپانوں کی آبادی کا نام دیا۔ یہ کثرت استعمال سے بگڑ کر کوکشو بن گیا۔

کوکشو میں ٹھا ٹھا خاں کے نصب کئے ہوئے بھوج کے درخت نے اب بہت ترقی کی ہے اور شاخیں نکال نکال کر اس نے خاصے رقبہ کو گھیر لیا ہے کہتے ہیں کہ گاشو پا خاندان میں پیدائش کے موقع پر اس درخت میں ایک نیا گلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور موت کے موقع پر

اُس کے نام پر فتنہ و فساد برپا کیا۔ اس وجہ سے شری گورکھم نے اُسے نقصان پہونچانا چاہا اور وہ اپنی جان لے کر فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ ان واقعات کی بنا پر ہر دو روایات متذکرہ بالا میں سے مقدم الذکر روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کیونکہ ٹھاکن اور ٹھاٹھاخان ایک ہی نام کی دو شکلیں ہیں۔

بہرحال یہ ٹھاکن یا ٹھاٹھاخان اپنے خانگی فسادات سے مجبور ہو کر اپنے گھر سے فرار ہو کر اپنے دودھ باپ اور دودھ بھائی کے ساتھ مطابق روایت مقامی سکت الدے نماگون کے پورہنگ میں وارد ہونے سے تقریباً دو ڈھائی سو سال پیشتر پوریگ میں وارد ہوا۔ یہ زمانہ اندازے حساب ؁ء کے قریب ہوتا ہے۔ اُس وقت اُس کی عمر بارہ سال کے قریب بتلائی جاتی ہے اس کا دودھ بھائی اس کا ہم عمر ہونا چاہیے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارہ پر موضع کوشو کی آبادی درگو کے بالمقابل پہونچے جو اُس وقت غیر آباد تھی تو ہموار زمین چشمہ جھاڑیاں اور بہتا ہوا دریا دیکھکر یہ جگہ انھیں بہت پسند ہوئی۔ لیکن درمیان میں دریائے سندھ حائل تھا۔ وہاں پہونچنا مشکل معلوم ہوا۔ یہ زمانہ آغاز بہار کا تھا جب کہ دریائے سندھ میں اس جگہ پر یخ کے بڑے بڑے ٹکڑے بہتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ لب دریا بیٹھے ہوئے عبور کی تدابیر سوچ رہے تھے کہ یخ کا ایک بہت بڑا ٹکڑا بہتا ہوا کنارہ پر آ لگا انھوں نے اُسے تائید غیبی سمجھکر بطور کشتی استعمال کیا۔ اور درگو میں پہونچ گئے۔ مگر بے سروسامانی کی وجہ سے اُس غیر آباد جگہ میں ٹھہرنا ناممکن تھا مجبوراً آباد حصہ ملک کی تلاش میں آگے بڑھے۔ ٹھاٹھاخان کی جیب میں اخروٹ کا ایک دانہ تھا اس کو اُس نے چشمہ کے کنارے زمین کھود کر دبا دیا۔

یہاں سے آگے بڑھکر وہ اُس موقع پر پہونچے جہاں اب موضع کوشو آباد ہے۔ یہ موقع بھی انھیں بہت پسند ہوا مگر یہاں بھی آبادی نہ تھی۔ ٹھاٹھاخان کے ہاتھ میں بھوج کے درخت کا ایک سبز ڈنڈا تھا اُسے اُس نے اس جگہ نصب کر دیا۔ اور تینوں آگے کی طرف روانہ ہو گئے

آگے چل کر یورو بتک میں پہونچے۔ یہاں دو گھر آباد تھے ان کا مالک ان کا ہم وطن تھا۔ لہذا اُس کے پاس امداد کے وعدہ پر ملازمت اختیار کر لی اور رہنے لگے۔ ٹھاٹھاخاں اور اُس کا دودھ بھائی بکریاں چراتے تھے اور اُن کا باپ گھر کا کام کاج کرتا تھا جس جگہ یہ مکانات واقع تھے

بڑی بی نے پوچھا کہ شیر کو مارنے کا سامان کیا لائے ہو۔ اُس کے پاس اس عورت کی مرضی کے مطابق سامان نہ نکلا۔ اس پر اُس نے صلاح دی کہ درخت سیت کے دو دو رخے نوکدار ڈنڈے تیار کر کے ساتھ لیجاؤ۔ شیر جب حملہ کرے تو بائیں ہاتھ سے یہ دونوں ڈنڈے اُس کے منہ میں گھسیڑ دینا اور دا ہنے ہاتھ سے تلوار کے ذریعے اُسکا کام تمام کر دینا۔ ٹھاٹھا خاں نے اس پر عمل کیا۔ اور تائید ایزدی سے وہ اس آدم خور شیر کے مارنے میں کامیاب ہوا۔ اس سے تمام ملک میں اس کی دھاک بندھ گئی۔ اس کے آقا نے اپنی حکومت اُس کے حوالہ کر دی۔ یہ بنیاد اس کی حکومت کی ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ تمام سوت وشکر گلگت کی حکومت اسکے ہاتھ میں آگئی۔

خیر یہ تو محض افسانہ ہے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ لداخ میں جو مون اقوام آباد تھیں ان کے اوپر یارقندیوں نے حملہ کیا۔ لداخ فتح کرنے کے بعد ایک حصہ اس فوج کا چگتن تک پہونچا رذنگ مرزان نے کھلسی کے متصل ان کا مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں وہ ہار گیا۔ چگتن میں پہونچ کر تی سوک گنگا سوک۔ چوچو کو نزدم دچو بلیدن کو اس فوج نے قید کر لیا اور اپنے ساتھ یارقند لے گئے۔ ان کے اس ملک سے لیجانے کے بعد ٹھاٹھا خان کل علاقہ چگتن پر قابض ہو گیا۔ روایات سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس علاقہ کا قبضہ کس طرح اور کس کی طرف سے ٹھاٹھا خاں کو ملا۔ مگر چونکہ اُس کا اس جنگ میں یارقندیوں کے خلاف شامل ہونا ثابت نہیں ہے اور خاتمہ جنگ پر چگتن پر قابض ہو جانا ثابت ہے اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ٹھاٹھا خاں نے یارقندی فوج کے ساتھ رسوخ پیدا کیا اور انھیں امداد دی جس کے صلہ میں اُن کی واپسی پر حکومت اُس نے حاصل کر لی۔

الغرض جب ٹھاٹھا خاں کا تسلط اس ملک پر قائم ہو گیا۔ تو اُس نے اُس کی آبادی کو بڑھانے کی طرف توجہ کی۔ کھرل کے بالمقابل بموقع اتصال دریائے سورو دراس جو جنگل تھا اس کو صاف کر کے اس نے مزروعہ بنایا۔ اور اپنے دودھ پلائی کو یہاں آباد کر دیا اور اس بنا پر اُس آبادی کا نام اوچک تھنگ یعنی دودھ دینے والوں کی آبادی ہوا۔ جو آج تک مشہور ہے بعد ازاں اس موقع سے اوپر پویئن کی آبادی تک جو جنگل تھا اُسے صاف کر کے آباد کیا۔ پھر وہ لداخ اور اسکردو سے لوگوں کو ترغیب دے کر یہاں لایا۔ اور اپنے ملک میں آباد کیا غرضکہ ہر طرح سے وہ آبادی میں ترقی کرتا رہا۔ اور اپنی طاقت کو بڑھاتا رہا۔

ایک پُرانی شاخ سوکھ جاتی ہے۔ درگدیں اس کا نہال کردہ درخت اخروٹ حملہ زورآور سنگھ تک موجود تھا۔ بزمانہ جنگ گر گیا۔ اس درخت کی جگہ پر لوگوں نے ایک برجی اُس کی یادگار میں تعمیر کر دی ہے۔

جب ٹھاٹھا خاں بفراغت آباد ہو گیا اور اُسے اطمینان حاصل ہوا تو وہ سیر و شکار کی طرف راغب ہوا کہتے ہیں کہ ایک روز بوقت شکار اُس نے ایک کیل کو زندہ پکڑ لیا۔ اور اُس کے سینگوں کو پکڑ کر اس قدر زور کے ساتھ کھینچا کہ اس کے سر کے دو ٹکڑے ہو گئے (یہ مجھے محض افسانہ معلوم ہوتا ہے) اس واقعہ سے ٹھاٹھا خان کی شہ زوری کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا۔

ٹھاٹھا خان نے رفتہ رفتہ کوشش سے آگے بڑھ کر موضع جگپتن دکھنس کو کو آباد کیا۔ جب آبادی میں ترقی ہو گئی تو اُسے حکومت کا خیال پیدا ہوا اور تائید ایزدی سے اُس کے اسباب بھی فراہم ہونے لگے۔

اُس زمانہ میں دریائے سورو و دریائے دراس کے نقطہ اتصال پر جو جنگل تھا اس میں اتفاق سے ایک آدم خور شیر آگیا۔ ہر دو دریاؤں کے مین نقطہ اتصال پر ایک بڑا پتھر آج تک موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس پتھر کے اوپر یہ شیر بیٹھا رہتا تھا۔ اس کے دونوں طرف ہر دو دریاؤں کے کنارے راستہ تھا جس راستہ پر کوئی آدمی گذرتا چھلانگ مار کر اُس پر حملہ کرتا تھا اور اپنا کام کر کے پھر چھلانگ مار کر اُسی پتھر پر پہنچ جاتا تھا۔ ٹھاٹھا خاں کے پرانے آقا کو یہ خیال ہوا کہ ٹھاٹھا خاں شہ زوری کے لیے مشہور ہے اگر یہ شیر اُس کے ہاتھ سے مارا جائے تو حکومت پر اُس کا استحقاق قائم ہو جائیگا۔ اور اس طرح سے چھوکر کے خاندان پورہ نگ کی حکومت سے جو غیر لوگ ہیں انہیں نجات مل جائے گی۔ اُس نے ٹھاٹھا خان کو صلاح دی کہ اس بارہ میں اپنی تقدیر آزمائی کرے۔ یہ جوانمرد فوراً اس جانبازی کے لیے تیار ہو گیا اور انتظام کر کے اس مہم پر روانہ ہو گیا راستہ میں اُس موضع پر پہنچا جہاں اب بلارگو کا گاؤں آباد ہے۔ یہاں پر اُس زمانہ میں صرف دو چار گھروں کی آبادی تھی۔ اسے ایک جگہ پر لوبلے کھیلتے ہوئے ملے۔ اس بنا پر اُس نے اس آبادی کو بلارگو (لوبلے) کا نام دیا۔ اسی گاؤں کا آج تک یہی نام ہے۔

اس جگہ ایک بوڑھی عورت نے اُسے خبردار کیا کہ آگے مت جاؤ۔ دریا کے کنارے شیر آدمی کو مارتا ہے۔ ٹھاٹھا خان نے جواب دیا کہ میں اسی شیر کو مارنے کی غرض سے جا رہا ہوں۔

کر لیا ہے۔ چونکہ یہ تحریریں بھی زبانی روایات پر مبنی ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ناموں کے متعلق کچھ حالات دریافت نہیں ہو سکے ان کی صحت کا اطمینان کرنا ناممکن ہے۔

جدیم بیگ ۹۷۵ لغایت ۱۰۰۰ء بوتی خاں کا بیٹا زانی خان۔ اُس کا ہوری تھم اُس کا زاگیر یاد۔ اُس کا زیم خان۔ اُس کا مزلی بیگ ان کے کچھ حالات دریافت نہیں ہوئے۔ مزلی بیگ کے بیٹے جدیم بیگ کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ یہ بڑا دلیر راجہ تھا۔ اس نے لیدو۔ تغنا چک۔ لامہ یورو۔ ونلا۔ لنگشٹ۔ فتو کسر۔ کنجی۔ ہگنس کو۔ پودھ کھر پودا سکچہ کو جو اپنی اپنی جگہ خود مختار تھے یکے بعد دیگرے فتح کرکے اپنی حکومت میں شامل کیا۔ اور لداخ و پوریگ کے درمیان پل کھلسی سرحد قرار پائی۔ جہاں ہر دو حکومتوں کی طرف سے درآمد مال و اسباب پر رسوم وصول کرنے کی غرض سے چوکیاں مقرر کی گئیں تاریخ لداخ میں اس واقعہ کا مذکور نہیں ہے اگر یہ شجرہ نسب درست ہے تو جدیم بیگ کو ہم عصر سکت الدے ینا گوں کا ہونا چاہیئے۔

عبدال خاں ۱۰۰۰-۱۰۲۵ء اس کے بعد اس کا بیٹا عبدال خاں راجہ ہوا۔ اس نے علاقہ ہمبیس کو جسے آج کل دراس کہا جاتا ہے برقبہ اقوام سے فتح کرکے اپنے ملک کی سرحد زوجی لا کے اوپر قائم کی۔

نصیر بیگ ۱۰۲۵-۱۰۶۰ء اس کا بیٹا نصیر بیگ۔ بعد ازاں اُس کا بیٹا چھبنر انگس چو راجہ ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں لامہ لوساوا رنچن

چھبنر انگس چو ۱۰۶۰-۱۰۹۰ء زانگبو بعد حصول تعلیم ہندوستان سے براہ کشمیر اس ملک میں وارد ہوئے اور اس ملک میں مذہب بودھ کی اشاعت انھوں نے شروع کی۔ اب تک اس ملک کے لوگ اپنے قدیم مذہب وسط ایشیا یا پون چھوس کے پیرو تھے لاما موصوف نے متعدد لھاکھنگ یعنی بودھ مذہب کے مندر اس علاقہ میں تعمیر کیے۔ ان عمارات کے کھنڈر اب تک جا بجا موجود ہیں۔ ان میں سے ملبہ کی چہار بودھا) کی مورت اور جگیتن کا لھاکھنگ اس وقت بھی اچھی حالت میں باقی ہیں۔ اس واقعہ کی بنا پر چھبنر انگس چو راجہ سوت و پچن جگیتن ہم عصر لھاچن ٹکس پا الدے یا ہم عصر اُس کے بیٹے لھاچن جنگ چھوپ سمس پا کیا لیہ لداخ کا ہونا چاہیے۔

اب تک کوکشو اس کا صدر مقام اور دار الحکومت تھا لیکن حکومت کی توسیع کی وجہ سے اب یہ مرکزی مقام حکومت کا نہیں رہا تھا اور پور ہلنک ترقی کر رہا تھا۔ اس لیے اسے خیال پیدا ہوا کہ دار الحکومت کو کوکشو سے منتقل کر کے ملک کے بڑے اور مرکزی مقام میں لانا چاہیے چنانچہ اس نے پور ہلنک میں اس جگہ۔ پر جہاں اس کے مربی کا مکان تھا ایک عالی شان قلعہ تعمیر کیا جو فیکر کھر کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ اس قلعہ کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ اور ٹھاٹھاخاں کی نسل کے موجودہ سرکردہ راجہ اکبر خان کا مکان سکینتی اسی کے متصل واقع ہے اس موقع پر ایک تاریخی پتھر بھی ہے جس پر کتبہ کندہ ہے۔

جب دریائے سورو و پنیم اور دریائے سندھ کے درمیان کا تمام علاقہ ٹھاٹھاخاں کے قبضہ میں آگیا تو اس نے ٹرسپون کی جانب رخ کیا جہاں وحشی لوگ باشندگان دہیہ کو تنگ کرتے تھے۔ راستہ میں کرگل۔ برہ منجی کو تسخیر کرتا ہوا ٹرسپون پہونچا۔ اور شرارت پیشہ لوگوں کی سرکوبی کر کے وہاں قلعہ سیوکھر تعمیر کیا۔ پہلے یہاں کی آبادی کو ترقی دے کر دریا کے کنارے تک پہونچا دیا۔ اور بجائے ٹرسپون (جنات کا گانوں) اس کا نام لوتچے رکھا جس نام سے وہ آج تک مشہور ہے۔

ٹھاٹھاخاں کے اس اقتدار کو دیکھ کر قسے اور سورو کے لوگوں نے گرمجوشی کے ساتھ اسکا خیر مقدم کیا۔ سورو چونکہ زانسکار اور کشتوار کی سرحد پر واقع تھا اور راجہ بھوکر کا وہاں کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس لیے ٹھاٹھاخاں نے اپنے ایک لڑکے نادالدے کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے لڑکے چوراز ای استن نے وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ مگر اس کے بیٹے الدے چو پر اس کا خاتمہ ہوگیا۔
اب ٹھاٹھاخان کا پیمانہ عمر لبریز ہوا۔ اسکی وفات کے بعد اس کا بیٹا بوتی خان اور بروایت دیگر راموی کا شعوچو اس کا جانشین ہوا۔

ہاشو ٹھاٹھاخاں تا مرل بیگ

ٹھاٹھاخان کے شجرہ نسب میں بہت اختلاف ہے راجہ سوت ۸۰۰ لغایت ۹۷۵ء زبانی روایات کے علاوہ جو ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی ہیں مجھے دو تحریریں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن کے مصنفین اپنی اپنی تحریر کے معتبر ہونے کے مدعی ہیں۔ مگر وہ بھی ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں مجبوراً ان میں سے ایک کو میں نے بغیر کسی دلیل کے اختیار

کہ روزانہ خوراک میں سالم روٹی کے بجائے آدھی آدھی روٹی کاٹ کر اُسے دی جائے اور دیگر اشیائے خوردنی نصف حصہ طباق میں رکھی جائیں اور نصف طباق خالی رہے۔ تاکہ صبح وشام اُس کو اُن نقصانات کی یاد دلاکر شرمندہ کیا جائے کہ آئندہ نسل کے لیے باعث عبرت ہو۔

جبیب چو ۹۰۰-۱۴۸۱۵۱ء یہ کارہائے نمایاں کرکے ڈورو چو لاولد فوت ہوا۔ اور اسکی جگہ اُس کا چھوٹا بھائی جبیب چو راجہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت شروع ہوگئی تھی۔ اور ارگیال بوم الدے نے وہاں مذہب اسلام قبول کرکے اس تحریک کو کرتسے میں پہونچادیا تھا اور اسکردو میں بھی مذہب اسلام پہونچ گیا تھا۔ جبیب چو نے بھی مذہب اسلام اختیار کیا۔ جس وجہ سے راجگان کرتسے کے ساتھ اسکا اتحاد قائم ہوگیا۔ اور موضع سمرا اُن سے جبیب چو کو واپس مل گیا۔

علاقہ پوریگ میں مذہب اسلام کی اشاعت کے متعلق حالات کی پوری تحقیق نہیں ہوسکی مگر اس واقعہ کی بنا پر کہ اس علاقہ میں اب تک حضرت سید محمد نوربخش کے پیرو کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ضرور ہے کہ یہ نتیجہ سید صاحب موصوف کی کوششوں کا ہے۔ مساجد جامع بھی دو ایک مقام پر موجود ہیں۔ چونکہ کھپلو سے پوریگ کا راستہ نزدیک ہے اور چنداں دشوار گذار بھی نہیں ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ اسی راستہ سے تشریف لائے ہیں۔

میر شمس الدین عراقی کی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں شگر میں ضمناً دریافت ہوا ہے کہ اس وقت پوریگ میں جبیب چو راجہ تھا۔ اور پوریگ میں کہا جاتا ہے کہ جبیب چو پہلا مسلمان راجہ پوریگ کا ہے۔ اس سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ زیر اثر میر صاحب اس نے مذہب اسلام قبول کیا۔ یہ واقعہ ۹۰۶ھ ہجری (سنہ ۱۵۰۰ء) کا ہونا چاہیے مگر میر شمس الدین عراقی کو اس علاقہ میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مرید خان اور جبیب چو دونوں باپ بیٹوں کو پہلا مسلمان راجہ بتلایا جاتا ہے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں باپ بیٹوں نے ایک ساتھ میر شمس الدین عراقی کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔

جبیب چو نے نیلر کھر کو ترک کرکے پورتنگ کی پہاڑی کے اوپر ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا جسکا نام پیسری کھر رکھا۔ اور اُس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ یہ قلعہ حملہ زیر ندر آور سنگھ تک راجگان سوت کا دارالحکومت رہا ہے۔ بعد میں دیوان ہری چند کے حملہ لداخ کے موقع پر اسے مسمار کیا گیا۔ اسکے

چھب ستن لغایت ڈینگ ملک اس کا بیٹا چھب ستن چو۔ اُس کا منغل بیگ اس کا گیا بوم الدے چو۔ اُس کا بندادچو اُس کا ۱۰۹۰ لغایت ۱۴۲۰ء ڈینگ ملک۔ ان سب کے کچھ حالات دریافت نہیں ہو سکے

استر گیا چو ۱۴۲۰-۱۴۵۰ء ڈینگ ملک کے بعد اُس کا بیٹا استر گیا چو راجہ ہوا اُس کا اصلی نام دریافت نہیں ہو سکا۔ چونکہ اسے چکور کے شکار کا بہت

امرود چو یا مرید خاں ۱۴۵۰ء-۱۴۷۵ء شوق تھا اس لیے چکور والا راجہ اُس کا لقب ہو گیا اور اسی نام سے وہ مشہور ہوا۔ غالباً اُس کے زمانہ میں مذہب اسلام اس ملک میں پہونچا۔ اور خود اُس نے یا اُس کے بیٹے امرود چو نے پہلے مذہب اسلام اختیار کیا اور اسی بنا پر امرود چو کا اسلامی نام مرید خان ہوا۔

ڈور و چو ۱۴۷۵-۱۴۹۰ء مرید خاں چو کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام ڈورو چو اور چھوٹے کا نام حبیب چو ہے۔ مرید خان کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا ڈورو چو راجہ ہوا۔ مگر یہ شخص عیاش مزاج اور بے پروا تھا اور زیادہ تر ناچ تماشہ میں مصروف رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملازمین نے رعایا پر ظلم و زیادتی شروع کر دی جس سے رعایا اس کی حکومت سے بیزار ہو گئی۔ گیالپو لداخ اس حکومت سے خار کھائے ہوئے تھا چنانچہ گیالپو لوڈوس چھوک الدن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور حملہ کر کے فوراً تک تمام ملک مشمول تغا چک اور کنجی کے فتح کر کے لداخ کے ساتھ الحاق کر لیا۔ اور جگپتن کی حکومت بجائے پل کھلسی کے نالہ کنجی کے نیچے تک محدود ہو گئی۔

اسی طرح سے راجہ استور نے براہ تلیل حبیس پر حملہ کر کے گنڈیال چھو تک ملک حکومت سوت سے نکال کر اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

ارگیال بوم الدے نے راجہ کشمیر کی امداد سے سوار و دکر تسے۔ اور پھوکر پر قبضہ کر لیا غرض کہ ہر طرف سے ملک اُس کے ہاتھ سے نکلتا گیا یہاں تک کہ اس کی حکومت محض سوت و جگپتن پر محدود ہو گئی۔

ڈورو چو کی اُس ناقابلیت کی وجہ سے اُس کی قوم نے اُس کے لیے یہ سزا تجویز کی

۱۔ خور کھوئی یعنی یارقندیوں کا قلعہ یہ موضع آسکبوں میں ہے جو نالہ سکبو دریائے واکھا کے فصال کے مقام پر ہے

۲۔ خور برنگسا یعنی یارقندیوں کی قیام گاہ۔ پٹیس کے فیرآباد میدان میں ہے۔

۳۔ خور لم یعنی یارقندیوں کی سڑک یہ گند منگلپور و سالس کو کے درمیان میں ہے۔

الغرض کشمیر سے واپس ہو کر مرزا حیدر اسی راستہ لداخ کو چلا گیا۔ غالباً کچھ حصہ اپنی فوج کا اُس نے زانسکار کے راستہ بھیجا۔ اور سلطان کے یارقند کو واپس چلے جانے کے بعد مرزا حیدر نے اور بالانگ یعنی لداخ پر حملہ کیا۔ اُس طرف سے واپس آتے پر پھر اُس کی فوج زانسکار میں آگئی اور سورو کرتسے کے ساتھ بھی اُس کی خلش جاری رہی مرزا حیدر کے لداخ سے واپس چلے جانے کے بعد سیوانگ نمگیل نے بالائی لداخ پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور بعد بلتستان پر باہ حملے کرنے شروع کر دیے۔

۲۔ چگتن کا حکومت سوت سے علیحدہ ہونا

کھوکھور بعزم ۹۳۵ھ / ۱۵۵۵ء اس زمانہ میں احمد ملک فوت ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا کھوکھور بعزم راجہ تھا اس کے لیے ضروری ہوا کہ اپنے ملک کی حفاظت کا انتظام کرے۔ اُس نے گیالپو لداخ کے ساتھ رابطہ اتحاد قائم کیا اور سرحد کی حفاظت کی غرض سے اپنے بیٹے سرنگ ملک کو چگتن میں بطور حاکم کے تعینات کر دیا اور ولی عہد ارگیال ملک کو اپنے ساتھ رکھا جو باپ کی وفات کے بعد راجۂ سوت ہوا۔

سرنگ ملک نے چگتن کھر تعمیر کیا اور کچھ عرصہ بطور حاکم صوبہ کام کرتا رہا مگر باپ کی وفات کے بعد اُسے خود مختاری کی ہوس پیدا ہوئی۔ تاہم بڑے بھائی کے ساتھ علانیہ مقابلہ کرنے کی جرات اُس نے نہیں کی اس لیے لداخ کے گیالپو کے ساتھ رابطۂ اتحاد پیدا کر کے حکمت عملی سے کام نکالنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ چنانچہ سیاحت لداخ کے بہانے سے دربار لداخ میں حاضر ہوا۔ اور ایک طویل عرصہ کے قیام کے بعد گیالپو کے ساتھ رواداری سے بڑھ کر رابطۂ اتحاد مضبوط کر لیا۔ اس وقت جمیانگ نمگیل گیالپو لداخ تھا۔ اس کے ساتھ سرنگ ملک کو وسیلہ یہ اختیار کرنا پڑا کہ اس نے اپنی رانی کو جو جمیانگ نمگیل کی منظور نظر

کھنڈاب تک موجود ہیں یہ قلعہ عین اُس موقع پر تعمیر کیا گیا تھا جہاں اس خاندان کے مورث اعلیٰ ٹھاٹھا خان نے اپنے بچپن کے زمانہ میں خواب دیکھا تھا کہ وہ قلعہ تعمیر کر رہا ہے۔ اور جہاں نیند سے بیدار ہونے پر پتھروں کا ڈھیر اپنے سامنے اُسے نظر آیا تھا۔ گو کہ خود ٹھاٹھا خان کو اس موقع پر قلعہ بنانے کی دسترس نہ ہوئی مگر اُس کی اولاد نے اُس کے خواب کو پورا کیا۔

حبیب چو کے بھائی کے عہد میں گیالپو لداخ نے پوریگ پر حملہ کر کے بالائی حصہ اس کے بزرگوں کے ملک مفتوحہ کا واپس لے لیا تھا اس لیے حبیب چو کو حکومت پر پہونچنے کے ساتھ ہی گیالپو سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہوا لیکن وہ اکیلا لداخ پر حملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس لیے عملاً کچھ نہیں کر سکا جب کہ مذہب اسلام نے تمام بلتستان و پوریگ میں رابطہ یگانگت پیدا کر دیا۔ تو اُس نے کھپلو شغر و اسکردو کے ساتھ اتحاد کر کے لداخ پر حملہ کر دیا گیالپو لداخ محصور ہو گیا۔ چونکہ اس کا قلعہ مستحکم تھا محاصرہ نے طول کھینچا بالآخر گاربی کی حکمت عملی سے لداخی قلعہ حوالہ کرنے پر مجبور ہوئے جیسا کہ قبل ازیں مفصل بیان ہو چکا ہے اس جنگ آرائی سے گو کہ حبیب چو کو چنداں فائدہ نہ پہونچا مگر گیالپو لداخ کی دستبرد سے کم از کم کچھ عرصہ کے لیے اُسے اطمینان ہو گیا۔ البتہ گاربی نے اپنا مطلب پورا کر لیا۔ جیسا کہ تاریخ شغر میں مذکور ہو چکا ہے۔

احمد ملک ۱۵۱۰-۱۵۳۵ء حبیب چو کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا احمد ملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کے زمانہ میں سلطان سعید خان والی یارقند کا حملہ لداخ و کشمیر بسرکردگی مرزا حیدر گورگان واقع ہوا مرزا حیدر لداخ سے براہ زانسکار وسورو یہاں وارد ہوا۔ احمد ملک نے تعلقات ہم مذہبی کی بنا پر اور نیز بوجہ اپنی کم حیثیتی کے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی سلطان خود یہاں ٹھہر گیا۔ اور مرزا حیدر کو مع اپنے بیٹے کے کشمیر روانہ کر دیا غالباً یہیں سے سلطان روانہ بلتستان ہوا اور جیسا کہ کھپلو کے حالات میں مذکور ہو چکا ہے۔ غالباً ہنولا کے راستہ وہ پہلے کھپلو میں پہونچا لیکن مرزا حیدر اپنی چار ہزار سپاہ کے ساتھ پوریگ سے سیدھا براہ دراس کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ کے مفصل حالات خود اُس کے قلم سے لکھے ہوئے لداخ کی تاریخ میں مذکور ہو چکے ہیں اس میں اُس نے اپنے سفر کشمیر کے حالات بالتفصیل بیان نہیں کئے ہیں۔ پوریگ میں جو کچھ تحقیق ہوا وہ یہ ہے کہ اس حملہ کی یادگاریں اس علاقہ میں حسب ذیل موجود ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے تم اپنے کچھ آدمی خفیہ طور پر یہاں بھیج دو۔ جمعہ کے دن سب بلتی سپاہی نماز ادا کرنے کے لیے دریا کے کنارے چھورسما ہنگ پر جاتے ہیں اور قلعہ قریب خالی رہتا ہے اس موقع پر ہم تمہارے آدمیوں کو قلعہ کے اندر داخل کر دیں گے۔ اس تدبیر سے جب قلعہ پر تمہارا قبضہ ہو جائے تو فوراً باہر سے حملہ کر دیا جائے اس طرح بغیر خونریزی کے ملک کے اوپر تمہارا قبضہ ہو جائیگا۔ گیالپو نے اس پر عمل کیا اور بلا تکلیف قلعہ اور علاقہ بودھ کھر بو پر قابض ہو گیا۔ بلتی سپاہی اور افسر جو قلعہ کے اندر یا باہر تھے مارے گئے۔ اور جو بچے وہ اسکردو کی طرف فرار ہوئے۔ اور علی شیر خاں کو اپنی تباہی کا حال سنایا۔

بودھ کھر بو میں سرنگ ملک نے بھی اپنے خسر کا خیر مقدم کیا۔ لہذا جمیا نگ نمگیل نے اس کی خود مختاری میں دست اندازی نہیں کی۔ اس اثنا میں گیالپو کی لڑکی سے سرنگ ملک کا لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ گیالپو نے اپنے نواسے کا نام سنگھن ملک رکھا۔

جمیانگ نمگیل نے بودھ کھر بو فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اور یہاں سے سیدھا واکھا کا رخ کیا۔ اس جگہ ارگیالدے جو صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا۔ اور گیالپو کا مقابلہ کرنا اس کی طاقت سے باہر تھا اس نے بلا چون و چرا اطاعت قبول کر لی۔ گیالپو نے اسکی حکومت اپنی سرپرستی میں بحال رکھی وہاں سے اس نے ملبہ کا رخ کیا۔

جمیانگ نمگیل واکھا میں پہونچا تو حالات بدلے ہوئے نظر آئے۔ ملبہ میں ارگیال بوم الدے کے خاندان سے ٹونا گیالبو یا لوبزانگ گیالبو نے اس کے مقابلہ کی پوری تیاری کر لی تھی اور طرفین سے جنگ شروع ہو گئی۔

علی شیر خاں کا حوصلہ پرکوتہ اور کرتخشہ کی فتح سے بہت بڑھ گیا تھا۔ اور وہ کرتخشہ سے واپس ہونے کے ساتھ ہی راجہ کمپلو کے ساتھ اتحاد کر کے سیونگ نمگیل کے حملہ بلتستان کے انتقام میں بڑے پیمانہ پر حملہ لداخ کی تیاری کر رہا تھا جب اسے جمیانگ نمگیل کے حملہ پورگ اور راجی سپاہ متعینہ بودھ کھر بو کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو اس نے فی الفور آندھی کی طرح لداخ پر دھاوا کر دیا جمیانگ نمگیل کو یہ خبر پہونچی تو اسے پورگ بھول گیا اور جنگ چھوڑ کر اپنے گھر کی حفاظت کے لیے لداخ کو واپس ہونا پڑا۔ مگر اس کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ اور اسی حالت میں اسکردو پہونچایا گیا جس کے مفصل حالات دوسری جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ الغرض ان حالات

ہو گئی تھی طلاق دے کر گیا لپو کے حوالہ کر دیا اور گیا لپو جمیانگ نمگیل الملقب بہ سنگیل الہی نے اُس کے ساتھ عقد کر لیا جس کے بعد یہ رانی سرنگ گیالمو کے نام سے مشہور ہوئی کہتے ہیں کہ یہ رانی پہلے سے حاملہ تھی جس سے لوانگ نمگیل پیدا ہوا۔

اس کے تبادلہ میں گیالپو نے اپنی بیٹی کا نکاح سرنگ ملک کے ساتھ کر دیا۔ اور امداد کا وعدہ کر کے اُسے مع اس کی نئی رانی کے اُس کے وطن کو واپس بھیج دیا۔ جمیانگ نمگیل کو اس انتظام سے بہت اطمینان ہوا کہ پوریگ کی طرف دست اندازی کرنے کا اُسے موقع مل گیا۔

لداخ سے واپسی کے بعد سرنگ ملک نے علانیہ اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس سے دونوں بھائیوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی۔ اور نوبت مخالفت تک پہونچ گئی۔

یہ وہ زمانہ ہے جب کہ علی شیر خاں ولی عہد غازی میر راجہ اسکردو پرکوتہ و کرتخشہ کی فتوحات میں مصروف تھا اور کرتخشہ سے گیالپو ے لداخ کے کھرپون اور سپاہ کو نکال کر اُس ملک پر متصرف ہو گیا تھا۔ وہ لداخیوں کے تعاقب میں مردل اور گنوخ تک آیا۔ اس وقت سوت اور چگتن کے درمیان فساد برپا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرنگ ملک نے اُس سے امداد چاہی۔ الغرض یہ موقع دیکھ کر علی شیر خاں نے سوت پر حملہ کر دیا۔ اور سرنگ ملک کو حکومت چگتن پر قائم کر دیا۔ اور اُس کے صلہ میں بودھ کھربو کو مع دیہات ملحقہ کے اپنی حکومت میں شامل کر کے یہاں اپنا کھرپون مع کسی قدر فوج کے تعینات کر دیا۔ بعد ازاں لداخ کے چند دیہات کو تاخت و تاراج کر کے کرتخشہ کو واپس چلا گیا۔

گیالپو جمیانگ نمگیل علی شیر خاں کی اس دستبرد سے بہت برافروختہ ہوا۔ اور اُس نے تیاری کر کے پوریگ پر حملہ کر دیا کہ بنائے فساد کی بیخ کنی کر دے قلعۂ کھربو میں گو کہ علی شیر خاں کی سپاہ زیادہ نہ تھی مگر قلعہ بہت مستحکم تھا اور بزور اُس کا تسخیر کرنا دقت سے خالی نہ تھا۔ لہذا گیالپو نے یہ چال چلی کہ فوراً عبور کرنے کے بعد بودھ کھربو کے لوگوں کے ساتھ ساز و باز کرنا شروع کر دیا۔ رعایائے بودھ کھربو نے بوجہ ہم مذہب ہونے کے جمیانگ نمگیل کا خیر مقدم کیا اور اُس کے ساتھ مل گئی۔ ان لوگوں نے گیالپو کو یہ مشورہ دیا کہ اگر تم نے براہِ راست قلعہ پر حملہ کیا تو بوجہ اُس کے کہ قلعہ قدرتی طور پر بہت مستحکم ہے اُس کے فتح کرنے میں بہت خونریزی ہو گی۔ اور مشکلات پیش آئیں گی ممکن ہے کہ محاصرہ طول کھینچے۔ اور اس اثنا میں ملبہ کی طرف سے کمک پہونچ جائے تو اور بھی دقت ہو گی

اصل واقعہ اغوا کا فیصلہ سرنگ ملک نے اس طرح کیا کہ اُس کا شوہر حسب رواج ملک تاوان ادا کرے ۔ لڑکی کو رکھ سکتا ہے ۔ چنانچہ اُس کے شوہر نے ۱۸ ایک ۔ ۱۸ گھوڑے ۱۸ بھیڑ و ۔ ۱۸ بھیڑی ۔ ۱۸ بکرے ۔ ۱۸ بکری ۔ ۱۸ جاؤ سونا ۔ اور ایک تیر بار ارضی مزروعہ تاوان میں کو نچوک پا کو دینا قبول کیا ۔ اراضی مزروعہ سرنگ ملک نے بطور رسوم عدالت خود رکھلی اور باقی اشیا کو نچوک پا کو حوالہ کردیں

چگتن و پشکم کا الحاق سوت کے ساتھ اور پھر علیحدگی

سلطان ملک راجہ سوت چگتن دبشکم ۱۶۰۰ ۔ ۱۶۱۰ ء سوت میں ارگیال ملک کے فوت ہونے کے بعد اُس کا بیٹا سلطان ملک راجہ ہوا ۔ اُس کو سرنگ ملک کی حرکات بہت ناپسند ہوئیں ۔ اس لیے اُس نے سوت کے لوگوں کو غیرت دلا کر چگتن پر حملہ کردیا ۔ جس میں پہلوان شرا پا بھی شامل تھا ۔ یہ مہم براستہ منو سونڈو آئی ۔ ادھر سے سرنگ ملک نے بھی مقابلہ کی تیاری کی ۔ خاص چگتن کے میدان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ۔ بڈھا سرنگ ملک میدان جنگ میں مارا گیا ۔ اُس کا بیٹا سنکمن ملک بھاگتے ہوئے چگتن کھر کے نیچے میدان میں مارا گیا ۔ اس کے دونوں لڑکے آدم ملک و چھو سرانگ ملک قید ہو گئے اور سوت پہونچے ۔ حکومت چگتن دبشکم کا الحاق سوت کے ساتھ ہو گیا ۔ یہ دونوں لڑکے کچھ عرصہ بسری کھر میں قید رہے بعد ازاں انھیں گذارہ دیکر قلعہ یوغا کھر بو میں نظر بند کردیا گیا ۔

سلطان ملک نے چگتن دبشکم کی حکومت بزور حاصل ضرور کرلی لیکن رعایا کی اطاعت کے حاصل کرنے میں اُسے کامیابی نہ ہوئی ۔ چونکہ چگتن و پشکم کی رعایا زیادہ تر بودھ مذہب کی تھی ۔ انھیں سرنگ ملک اور اُس کی اولاد سے گیالپو لداخ کے ساتھ اُن کے تعلقات کی وجہ سے اُنس اور ہمدردی تھی ۔ اس لیے سرنگ ملک کے خلاف سلطان ملک کا یہ فعل وہ غاصبانہ خیال کرتے تھے اور سلطان ملک کی حکومت سے آزاد ہونا چاہتے تھے تاہم علانیہ سرکشی کا انھوں نے حوصلہ نہ کیا اور اندرونی سازش سے کام نکالنا چاہا ۔ چنانچہ لداخ اور اسکردو دونوں طرف انھوں نے سازش شروع کردی ۔ لداخ میں جمانگ نمگیل اس وقت

میں پوریگ کو جمیانگ نمگیل کی دستبرد سے نجات رہی اور سرنگ ملک اور ارگیال ملک اپنی اپنی جگہ پر کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے اور وانگھاد لمبہ کی حکومتیں بدستور بحال رہیں۔

جمیانگ نمگیل تھوڑا عرصہ اسکردو کی ہوا کھانے کے بعد اپنی حکومت پر بحال کر دیا گیا۔ مگر اُس کے بعد اُس نے پوریگ کا رخ نہیں کیا۔ اُس کی آخری عمر میں سرنگ ملک کو اپنی حکومت کے وسعت دینے کا شوق پیدا ہوا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ قدرت نے اُس کی مدد کی۔ اور خود بخود اُس کا موقع پیدا ہو گیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۳۔ حکومت پشکم کا خاتمہ ہو کر چگتن کے ساتھ الحاق کیا جانا

قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے کہ علاقہ پشکم میں کھواکھی الدے کی اولاد حکمران تھی سرنگ ملک کے زمانے میں پشکم کا ترا ما اپنے بیٹے کے لیے چگتن کے ایک شخص کو نچوک پا کی بیٹی کو "خفیہ شادی" کے طریقے پر پشکم میں اپنے گھر لے آیا اور بیٹے کے ساتھ اُسکا بیاہ کر دیا "خفیہ شادی" کا رواج ابتک لداخ میں موجود ہے۔ یہ صراحت نہیں ہوئی کہ اس واقعہ میں کیا خاص پیچیدگی واقع ہوئی کہ لڑکی کا باپ نچوک پا بالآخر اس پر حسب دستور ملک رضامند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ صاحب اولاد بھی ہو گئی کہا جاتا ہے کہ وہ فقیرانہ بھیس میں پشکم میں آیا اور اپنی بیٹی کو اپنی آنکھ سے پشکم کے ترا ما کے گھر میں دیکھ گیا چگتن واپس پہونچ کر اُس نے سرنگ ملک سے فریاد کی۔ وہ فوراً پشکم کے ترا ما سے انتقام لینے پر تیار ہو گیا۔ اس بہانہ سے اُس نے پشکم پر حملہ کر دیا۔ ترا ما کو مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی۔ اُس نے مجبوراً اطاعت قبول کر لی لیکن سرنگ ملک کے سر پر ملک گیری کا بھوت سوار تھا۔ اُس نے مصالحت کو قبول نہ کیا۔ اور کل علاقہ پشکم کا الحاق حکومت چگتن کے ساتھ کر لیا اور ترا ما کو نسلاً بعد نسل اس علاقہ کا وزیر مقرر کر دیا یہ انتظام راجگان سوت چگتن کی حکومت کے قیام تک قائم رہا۔ اور آخر میں اُس کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اس وقت اس خاندان کا سرکردہ وزیر عبد الکریم خلف وزیر عزیز اللہ پشکم میں موجود ہے جو علاقہ پشکم کا انعام خوار اور نمبول چھسکور علاقہ پشکم کے سات دیہات کا نمبردار رہے

اس طرح سے پشکم، اسکبو، لوچم، کوستے، تیچہ کرت، کرگل، برز، منجی، کنور، حلدس، دیہا، سعید، جن کے اوپر خاندان پشکم حکمران تھا، ترا ما کے قبضہ سے نکل کر چگتن کی حکومت میں شامل ہو گئے۔

ہوگیا۔ یہاں اپنا انتظام کرنے کے بعد گیا لپو نے فتح وظفر کے نشہ میں مست ہو کر بڑے کروفر کے ساتھ حملہ سوت کی تیاری کی۔ سوت میں اس وقت محمد سلطان راجہ تھا۔ یہ سنگے نمگیل کے داخلہ بودھ کھرپو کے وقت سے راجہ اسکردو کے ساتھ اُس کے خلاف سازش کر رہا تھا۔ لیکن اب وہاں علی شیر خان انچن موجود نہ تھا کہ سنگے نمگیل کی سرکوبی کی غرض سے فوراً لداخ پر حملہ کر دیتا مگر اس کی اولاد نے اتنا ضرور کیا کہ صوبہ کشمیر کو سنگے نمگیل کی اس دستبرد سے مطلع کر کے اُس کے خلاف فوج بھیجنے پر آمادہ کیا۔ ابھی سنگے نمگیل کرتسے ہی میں تھا کہ کشمیر سے مغل فوج پہونچ گئی کرپوکھر میں مقابلہ ہوا۔ اور سنگے نمگیل کو شکست کھا کر فرار ہونا پڑا۔ مگر چونکہ اس کا ملک دور تھا اور تعاقب کا اندیشہ تھا۔ افسر فوج مغل کے پاس ایلچی بھیج کر اس نے صلح کر لی۔ اور پیشکش کی ادائیگی قبول کر لی کہ بادشاہ کے پاس بھیجتا رہوں گا۔ اور کرتسے سے دستبردار ہو گیا۔

اس واقعہ کو جلوس شاہجہانی کے بارھویں سال ۱۰۴۸ھ ہجری مطابق ۱۶۱۸ء عیسوی کے واقعات میں ذکاء اللہ نے اپنی تاریخ ہندوستان میں اس طرح بیان کیا ہے۔

جب علی مردان خان کشمیر میں ناظم ہو کر آیا تو آدم خاں زمیندار تبت خورد نے اس کو لکھا کہ سنگے نمگیل زمیندار تبت کلاں نے ایک حصہ پوریگ پر جو کہ مضافات تبت خورد سے ہے تصرف کر لیا ہے اور باقی حصہ پر بھی قبضہ کرنے کا قصد رکھتا ہے علی مردان خان نے اپنے خویش حسن بیگ کو لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ۲۵۔ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ ہجری کو نواحی کرپوکھر میں سنگے نمگیل مقابلہ میں آیا۔ اور ہٹ پا کر بھاگ گیا۔ اُس نے یہ سمجھ کر کہ وطن دور ہے راہ میں کیا کام تمام ہو جائیگا حسن بیگ خان کے پاس آدمی بھیج کر صلح کر لی۔ اس نے پیشکش مقرر کر دی کہ پادشاہ پاس بھیجتا رہے"

یہ کام کر کے حسن بیگ مع اپنی فوج کے کشمیر کو واپس چلا گیا۔ اور سنگے نمگیل لداخ کو واپس ہو گیا۔ کرتسے اور سوت دونوں اس کی دستبرد سے بچ گئے۔

چھو مزانگ ملک ہگیتن وپشکم ۱۶۴۷-۱۶۷۵ء اب آدم ملک اطمینان کے ساتھ ہگیتن وپشکم پر حکومت کرنے لگا۔ اُس کے لاولد فوت ہونے پر اُس کا چھوٹا بھائی چھو مزانگ ملک اُس کی جگہ راجہ ہوا۔ وہ سن رسیدہ آدمی تھا چند روز حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا حاتم خان

حکومت سے کنارہ کش یا فوت ہو چکا تھا۔ اور اُس کا بیٹا سنگے نمگیل گیالپو تھا وہ اس زمانہ میں لامہ ستک سنگ راسپا کی آمد کی وجہ سے مصروف تھا۔ اس لیے جلد تر جگتن کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ اسکردو میں جگتن کا ایک طبیب چھوسزانگ کشی طبابت کرتا تھا۔ اُس کے ذریعے سازش کر کے اہل جگتن نے کوشش کی کہ اسکردو سے امداد حاصل کی جائے۔ اتفاق سے راجہ اسکردو کی رانی بیمار ہوئی اور چھوسزانگ کشی کے علاج سے وہ صحتیاب ہو گئی۔ راجہ اس پر بہت خوش ہوا اور انعام واکرام سے اُس کی عزت افزائی کرنی چاہی۔ طبیب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اگر میری عزت افزائی منظور ہے تو پوریگ کے اس واقعہ میں سلطان ملک کی دستبرد کے خلاف ہماری امداد کی جائے اور سنگمن ملک کے لڑکوں کو اُن کی آبائی میراث پر بحال کیا جائے۔ راجہ نے اسے قبول کیا مگر محض طبیب کی خاطر سوت پر چڑھائی کرنا وہ نہیں چاہتا تھا صرف اخلاقی حد تک اُس نے امداد کا انتظام کر دیا اپنے وزیر کو مع چند کس معززین کے سلطان ملک کے پاس بھیجا کہ کمزوروں پر زیادتی کرنا اچھا نہیں ہوتا ہے بہتر ہے کہ آدم ملک وچھوسزانگ ملک کو قید سے رہا کر کے اُن کے باپ کی میراث پر بحال کر دیا جائے

آدم ملک راجہ جگتن و پشکم ۱۶۱۰-۱۶۴۰ء سلطان ملک نے اس وفد کا بڑا احترام کیا۔ اور دونوں لڑکوں کو قید سے رہا کر کے اُنکی حکومت پر بحال کر دیا لیکن بوجہ اُس کے کہ وہ نابالغ تھے اپنا انتظام بصورت سرپرستی بحال رکھا۔

۵۔ سنگے نمگیل کا حملہ پوریگ

اس اثنا میں گیالپو سنگے نمگیل بھی اپنی بہن کے پوتوں کا انتقام لینے کے لیے تیار ہو گیا اور اُس نے پوریگ پر حملہ کر دیا۔ بودھ کھربو اور جگتن میں تو اُسے کسی قسم کی رکاوٹ کا اندیشہ نہ تھا۔ یہاں سے گذر کر سیدھا داکھا پہونچا۔ ارگیالدے جو صرف ایک گاؤں کا راجہ تھا اس نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی اُس کی حکومت بحال رہی اور وہاں سے آگے بڑھ کر اس نے ملبہ کو تسخیر کیا اس کے بعد سنگے نمگیل نے کرتسے پر حملہ کر دیا۔

محمد سلطان راجہ سوت ۱۶۱۰-۱۶۵۰ء سلطان کو نگا نمگیل معمولی مقابلہ کے بعد اسیر ہو گیا۔ اور کرتسے پر گیالپو سنگے نمگیل کا تسلط

جگپتن کا حکومت پشکم و دراس میں پھر شامل ہونا اور اُس کا خاتمہ

حسن خان جگپتن ۱۶۸۵-۱۷۳۵ء دوسری طرف ارگیال ملک کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا حسن خان راجہ جگپتن ہوا اور اُسکے

احمد خان جگپتن ۱۷۳۵-۱۷۷۵ء فوت ہونے پر اُس کا بیٹا احمد خاں راجہ ہوا اُس کے زمانہ میں حنیفہ خاں کے لیے جگپتن کی علیحدگی ناقابل برداشت ہو گئی۔ اُس نے گیالپو لداخ کی طرف سے دباؤ ڈال کر احمد خاں کو جگپتن کی حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اُس کو یوغما کھربو اور شنکر کے دیہات گذارہ میں دے کر خود جگپتن پر قابض ہو گیا۔

احمد خان کی اولاد اب تک یوغما کھربو میں آباد ہے۔ احمد خان کا گذارہ اُن کے پاس نہیں ہے جس زمانے میں میں حاکم لداخ تھا حسن خان اس خاندان کا سرکردہ تھا وہ علاقہ جگپتن کا ذیلدار اور پانچ دیہات کا نمبردار تھا۔ اُس کے بڑے بیٹے محمد علی خاں کو میں نے تعلیم دلا کر پٹواری بنا دیا تھا۔ غالباً اب وہی سرکردہ اُس خاندان کا ہے۔

محمد علی خان پشکم و دراس و جگپتن ۱۸۰۰-۱۸۳۴ء حنیفہ خان کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا محمد علی خاں راجہ پشکم و دراس و جگپتن ہوا اُس کا چھوٹا بھائی رحیم خاں اُس کا وزیر تھا۔ جسے کالون کا خطاب دیا گیا تھا۔ بوقت فتح وزیر زور آور سنگھ یہ دونوں بھائی برسر حکومت تھے۔ اُن کے اس زمانہ کے حالات بسلسلہ مہات ڈوگرہ مذکور ہو سے ہیں۔ وہاں دیکھنا چاہیے

محمد علی خاں کی اولاد میں سے اس وقت محبوب علی خاں موجود ہے جو صرف مبلغ ۵ روپے سالانہ کا معافیدار ہے اور پشکم میں رہتا ہے اُس کے چھوٹے بھائی کالون رحیم خان کی اولاد میں سے جعفر خاں موجود ہے جو مبلغ ... روپے سالانہ کا معافیدار اور علاقہ جگپتن کا انعام خوار اور تین دیہات کا نمبردار ہے اس کی سکونت موضع سمر اعلاقہ جگپتن میں ہے۔

مرزا سلطان راجہ سوت ۱۶۵۰-۱۶۶۰ء مرزا بیگ تغافت یحییٰ خان ۱۶۶۰-۱۸۱۰ء سوت میں محمد سلطان کے بعد اُس کا بیٹا یا بھی ...

برسر حکومت آیا۔ اس کی دو رانیاں تھیں۔ پہلی رانی سے ارگیال ملک پیدا ہوا۔ بعد میں اسنے گیالپو لداخ کی بیٹی سے شادی کی اس سے حبیب خان پیدا ہوا۔

۵۔ پشکم و چگتن کی علیحدگی اور دراس کا پشکم کے ساتھ شامل ہونا

حور چو خاں ۱۶۴۵ء – ۱۶۶۵ء حور چو خاں نے سسرال کے دباؤ سے اپنی زندگانی ہی میں پشکم کی حکومت حبیب خان کو سپرد کردی۔ جب حور چو خاں بیمار ہوا تو گیالپو لداخ نے اپنا چھیفر دت بھیج کر یہ قطعی فیصلہ کرادیا کہ حور چو خاں کی حکومت اس کے دونوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کردی جائے۔ حبیب خان پشکم کا راجہ رہے اور ارگیال ملک چگتن کا راجہ ہو۔ حور چو خاں کے فوت ہونے پر اسی پر عملدرآمد ہوا۔

حبیب خان پشکم ۱۶۶۵ – ۱۶۹۵ء حبیب خان نے پشکم میں چولی کھر نامی قلعہ آبادی کھردونگ کی پہاڑی کے اوپر تعمیر کرکے اس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ یہ انتظام اس خاندان کی حکومت کے قیام تک جاری رہا۔ بعد میں دیوان ہری چند نے اس قلعہ کو مسمار کیا جسکے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں۔

ارگیال ملک چگتن ۱۶۶۵–۱۶۸۵ء

آدم خاں ۱۶۸۵ – ۱۷۴۵ء راجہ پشکم و دراس حبیب خاں کے بعد اس کا بیٹا آدم خاں راجہ ہوا۔ اس کی شادی بھی گیالپو لداخ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ جو پشکم میں پہونچنے کے بعد سلیم خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ گیالپو نے اپنی اس بیٹی کو علاقہ دراس جہیز میں دیدیا۔ اس طرح علاقہ دراس حکومت لداخ سے نکل کر پشکم کے ساتھ شامل ہوگیا۔ یہ انتظام فتح ڈوگرہ تک جاری رہا۔

حنیفہ خان پشکم و دراس و چگتن ۱۷۴۵–۱۸۰۰ء آدم خاں کے بعد اُس کا بیٹا حنیفہ خان راجہ ہوا۔ اُس کا رشتہ لداخ کے ساتھ کئی پشتوں سے چلا آتا تھا۔ چنانچہ لداخ کے زور پر اسے بھی پشکم و چگتن کی حکومتوں کو ایک کرنے اور اپنی حکومت کو وسعت دینے کی ہوس پیدا ہوئی

تیسرا باب

تاریخ شغر سنگھو و دراس

چونکہ علاقہ ہمبلس یعنی دراس پوریگ کے ساتھ شامل رہا ہے۔ اور اب بھی تحصیل کرگل کے ساتھ ہے۔ اور علاقہ شغر سنگھو کا قریبی تعلق دراس کے ساتھ ہے۔ لہذا ان دونوں علاقوں کی تاریخ ایک ساتھ شامل کر کے پوریگ کے بیان میں داخل کر دی گئی ہے۔ ورنہ سیاسی تقسیم کے مطابق شغر سنگھو کو کھرمنگ کے ساتھ ملانا چاہیے تھا۔ جس جاگیر میں یہ علاقہ اب تک شامل ہے۔ اور گو کہ جاگیر کھرمنگ موجودہ تقسیم ملکی میں تحصیل کرگل کے ساتھ شامل ہے مگر اس خاندان کی تاریخ قدیم تعلقات کی بنا پر بلتستان کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے صرف اس جاگیر کی مردم شماری ملکی تقسیم کی وجہ سے تحصیل کرگل کے ساتھ دکھلائی گئی ہے علاقہ شغر سنگھو و دراس میں دردا قوام کی آبادی ہے ان کا شجرۂ نسب جو تحقیق ہوا ہے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

شان ٹھاٹھا خان (جسٹیر و چلاس)
(دختر) سیل بو بوری
- ڈرامون
- ہو لو
  - ھٹیلی
    - ماسین
      - کینسر سین
        - ز دلبوئی
          - بابوئی
            - پوئن لون
        - ×××
          - شیری مون چو ٹو (گوشن)
          - × (گول)، ڈوم پا (گوڈ و ملکی)

مرزا سلطان راجہ ہوا۔ اُس کے بعد مرزا بیگ۔ عزیز بیگ۔ بغرم بیگ۔ جنگیر بیگ اور یحیی خان یکے بعد دیگرے راجہ ہوئے اُن کے زمانہ کا کوئی اہم واقعہ دریافت نہیں ہوا بجز اس کے کہ چگتن اور شکیم کے جھگڑوں سے اُنھوں نے اپنے آپ کو علحدہ رکھا اور اپنی خود مختاری میں کسی بیرونی حکومت کو دست اندازی کا موقع نہیں دیا۔ کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرتے رہے۔

سلام خان راجہ سوت ۱۸۱۰ الغایت ۱۸۳۴ء یحیی خاں کے فوت ہونے پر اُس کا بیٹا سلام خاں راجہ تھا جب کہ وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ نے ۱۸۳۴ء میں اس علاقہ پر تصرف حاصل کیا۔ اس زمانہ کے حالات بسلسلہ مہات ڈوگرہ مذکور ہو چکے ہیں وہاں دیکھنا چاہیے۔

سلام خاں کا پوتا اکبر خاں میری موجودگی لداخ کے زمانہ میں اس خاندان کا سرکردہ تھا۔ جو علاقہ سوت کا انعام خوار اور دو دیہات کا نمبردار تھا۔ اب اُس کا بیٹا جمشید علی خان اس خاندان کی یادگار اور معمولی حیثیت کا آدمی ہے۔



دردلوگ حسب ضرورت جانوروں کو ذبح کرکے موسم زمستان کی خوراک کے لیے گوشت کا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔ موسم خزاں کی ہوست میں گوشت سوکھ جاتا ہے سڑتا نہیں ہے اور تمام سردی بھر قابل استعمال حالت میں رہتا ہے۔ ایک روز کوچوٹی نے اس غرض کے لیے بھیڑ ذبح کرنے کا انتظام کیا۔ اور ایک لڑکے سے کہا کہ گھر سے چھرا لے آؤ۔ لڑکا چلا گیا مگر راستہ میں اُسے کچھ وسوسہ پیدا ہوا۔ واپس آکر کوچوٹی سے کہا کہ ماں نے کہا ہے چھرا گھر میں نہیں ہے۔ اُس نے لڑکے کو دوبارہ بھیجا۔ اس دفعہ بھی اُس نے وہی حرکت کی۔ اس پر کوچوٹی کو طیش آگیا۔ اُس نے غصہ میں آکر لڑکے سے کہا کہ یوئن یون کو جس چھرے سے مارا تھا وہ صندوق میں پڑا ہے اپنی ماں سے کہو کہ نکال دیوے۔ لڑکا یہ پیغام لے کر اس دفعہ اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ اُسے بڑی فکر پیدا ہوئی مگر چھرا صندوق سے نکال کر اُس نے لڑکے کو حوالہ کر دیا۔ اس واقعہ سے انتقام کا جوش تازہ ہوگیا۔ اور یہ ساتوں بھائی کوچوٹی سے بدلہ لینے کے لیے بالکل تیار ہوگئے اور اُس کی تدبیر سوچنے لگے ایک روز انھوں نے آپس میں فیصلہ کرکے کوچوٹی سے کہا۔ کہ ابا جان لوسر کا گوشت بہت جمع ہوگیا ہے۔ گھر میں اُس کے رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور ہمارے پاس گوٹھل (ذخیرہ) بھی کافی وسیع نہیں ہے (سرد ملکوں میں دستور ہے کہ اشیاء خوردنی کے ذخیرہ کے لیے مکان سکونتی سے علیحدہ لکڑی کا ایک کمرہ تیار کرتے ہیں۔ اُسے گلگتی زبان میں گوٹھل کہتے ہیں) جنگل میں چل کر کوئی اچھا درخت تجویز کرو کہ اُس کی لکڑی کاٹ کر لائیں اور گوٹھل تعمیر کریں۔ کوچوٹی نے اس سے اتفاق کیا۔ اور ساتوں لڑکوں کو مع ضروری اوزاروں کے ساتھ لے کر جنگل میں پہونچا۔ ایک درخت کی اُس نے نشان دہی کر دی لڑکے اُس کے گرانے میں مصروف ہوئے۔ اور کوچوٹی کے سر پر فرشتہ موت سوار ہوا وہ دوسرے درخت کے نیچے سو گیا۔ اُسے اُس حالت میں دیکھ کر لڑکے درخت کو چھوڑ کر کوچوٹی کے کاٹنے پر آمادہ ہوگئے۔ مگر پہلا وار کرنے کے لیے کسی کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ آخرکار سب سے چھوٹے لڑکے سنگ یون نے کہا کہ میں اس شرط پر یہ خطرہ برداشت کرتا ہوں کہ مجھے گھر کا بزرگ تسلیم کیا جائے سب بھائی میری تعظیم کریں اور حسب رواج کھانا پہلے میرے سامنے رکھا جایا کرے۔ اس شرط کو سب بھائیوں نے قبول کیا۔ پھر سنگ یون نے کلھاڑی کا پہلا وار کوچوٹی پر کیا۔ پھر اور بھائی بھی اس کے شریک ہوگئے اور سب نے مل کر کوچوٹی کا کام تمام کر دیا۔

پوین لون

چولوک (ککرکت) — ساٹو — پاتیو — سوکو (کسکر) — لائی (چوٹی اچکیو) — کھورائی — سنگیون

ساٹو، پاتیو: کھرلو یشتا ہ بھگام (گنڈیال وکورد نیال)

چولوک: ژونس (نقلے) — بائیس (گوندیال) — یونانی (مٹیال)

کھورائی: کھیا — لولن — دیے سنگ

سنگیون: شوبہ — بنہ گنگ کوش (بر یچل)

دیے سنگ: چوہی — شومُوری

شومُوری: زئیل — بارم

بارم: سارل — سالاگو (پھولوٹوکس)

روایت ہے کہ قدیم زمانہ میں چلاس کے جشیڑوں (روساے) میں سے ایک شخص ستان ٹھاٹھا خان تھا۔ اُس کی ایک بیٹی موسومہ سیل بو پوری تھی۔ اُس سے دو جڑواں لڑکے ہولو اور ڈراموں پیدا ہوئے۔ ان دونوں کے درمیان رقابت ہوگئی ۔ڈراموں ہوشیار تھا اُس نے ہولو کو تنگ کرنا شروع کیا۔ ہولو بیزار ہو کر علاقہ استور میں چلا آیا۔ اور آباد ہوگیا۔ اس کی چوتھی پشت میں کینہ سین پیدا ہوا۔ اُس کے دو لڑکے تھے۔ ایک ژولوئی۔ دوسرے کا نام تحقیق نہیں ہوا۔ ژولوئی کا لڑکا بابوئی اور اس کا لڑکا پوین لون۔ پوین لون کے سات بیٹے ہوئے ۔ چولوک ساٹو۔ پاتیو۔ سوکو۔ لائی۔ کھورائی۔ سنگیون۔

اس اثنا میں ایک شخص اجارپو کو چوٹی نامی جو پوین لون کا بھانجا تھا اور نالہ ٹپری سنگ میں بمقام بھینگ سر رہتا تھا۔ پوین لون کی بیوی کے ساتھ مل گیا اور پوین لون کو قتل کرکے اس کے گھربار اور جائداد پر قابض ہو گیا اور اس کی بیوہ کے ساتھ رہنے سہنے لگا۔ پوین لون کے لڑکے جب جوان ہوئے تو ان کی غیرت نے جوش مارا اور اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کے درپے ہو گئے لیکن کو چوٹی صاحب رسوخ آدمی تھا۔ اس لیے اس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ انھیں نہیں پڑتا تھا انھیں ایام میں لوسر کا تہوار آگیا۔ لوسر کے موقع پر سردیوں میں جانور فربہ ہوتے ہیں اور

اولاد اب تک یہاں آباد ہے۔

سنگ یوں نے نالہ برسچل میں آبادی کی بنیاد ڈالی اُس کو شریال بھی کہتے ہیں اب تک اُس کی اولاد یہاں قابض ہے۔ اور چونکہ کو چوٹی پر پہلا وار کرنے کے بعد میں سنگ یوں کو اُس کے سب بھائیوں نے بزرگ خاندان تسلیم کیا تھا۔ اب تک اُس کی اولاد کو اس علاقہ میں امتیاز حاصل ہے اور یہ لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

کینہ سین کا ایک بیٹا جس کا نام تحقیق نہیں ہو سکا چلاس میں واپس چلا گیا تھا اور کول کولوٹ کے مقام پر اُس نے سکونت اختیار کی تھی۔ اُس کی اولاد سے تیسری پشت میں ایک شخص شری مون چوٹو پیدا ہوا۔ اُس کا اُس کے مذہبی پیشوا کے خاندان کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جس میں اس سے اپنے مرشد کی شان میں کچھ گستاخی سرزد ہوئی۔ اُس کی سزا میں شری مون چوٹو کو مع اُس کے چھوٹے بھائی اور ایک دوسرے شخص کے جو اس ملک میں بعد میں ڈوم پا کے لقب سے مشہور ہوا چلاس سے جلا وطن کیا گیا۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ یہ لوگ ایسے موقع پر سکونت اختیار کریں جس کی مٹی میں یہ تعریف ہو کہ ایک گڑھا کھودنے سے جس قدر مٹی نکلے وہ پھر اُسی گڑھے میں سما جائے اور جہاں اس قسم کا چشمہ ہو اور ایسے پتھر پائے جائیں جیسے کہ کول کولوٹ کی عبادت گاہ کے متصل ہیں

یہ حکم سزا سن کر شری مون چوٹو اپنے آبائی ملک سے نکلا اور تلاش ایسے مقام کے جس کی اُسے ہدایت کی گئی تھی دیوسئی سے گذر کر دراس میں پہونچا۔ اُسے اس علاقہ میں گوشن کا چشمہ و پتھر حکم کے مطابق معلوم ہوئے اب اُس نے مٹی کا امتحان کیا وہ بھی پورا نکلا۔ لہذا اُس نے اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ اور رقبہ ڈون لونس کو مزروعہ بنانا شروع کیا۔ جب شری مون چوٹو اس جگہ پر آباد ہو گیا۔ تو ڈوم پا نے اس سے نیچے کی طرف اُس قطعہ میں جس کا نام گوڑ دسیل ہے آبادی کی بنیاد ڈالی۔ لیکن شری مون چوٹو کے چھوٹے بھائی نے اُس جگہ کو پسند نہ کیا اور دریا کے کنارے کنارے نیچے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور چلتے چلتے کسی راستہ سے اسکردو کی حدود میں جا پہونچا گول کے مقام پر پہونچا تو یہ جگہ اُسے پسند آئی اور یہاں اُس نے سکونت اختیار کی۔ اُس کی اولاد اب تک گول میں آباد ہے اور وزیر حسن ساکن گول اور وزیر غلام محمد نمبردار اولڈنگ اُسی کی اولاد سے ہیں۔

کو چونکہ اس قبیلہ کا سرکردہ تھا اور تمام قوم اُس کی تابع فرمان تھی اس لیے لڑکوں کو حوصلہ نہ ہوا کہ اُس کا خون کرنے کے بعد گانوں میں واپس جائیں۔ لہذا جنگل ہی سے وہ بھاگ گئے۔ راہ میں بکریوں کا گلہ ملا ایک ایک بکری ہر ایک نے اپنے ساتھ لے لی اور مشرق کی طرف روانہ ہو گئے۔ حدود داستور سے نکل کر میدان دیوسئی میں پہونچے تو تسلی ہوئی کہ اب تعاقب کا خوف نہیں رہا۔ پڑ کر سو رہے۔ خواب میں دیکھا کہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ بیدار ہوئے تو اسے اشارہ غیبی سمجھکر جس طرف سے آفتاب کا طلوع ہونا خواب میں دیکھا تھا۔ اُسی جانب راستہ کی تلاش کی۔ بالآخر ایک نالہ نظر آیا جو مشرق کی طرف اُترتا تھا۔ اس کامیابی کے شکرانہ میں ہر ایک نے اپنی اپنی بکری قربانی کر دی۔ مگر ایک لڑکے نے قربانی سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے پاس خوراک نہیں ہے۔ ہم اپنی بکری محفوظ رکھیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکا اولاد سے محروم رہا۔

الغرض اس نالہ کے راستہ یہ ساتوں بھائی روانہ ہوئے اور شغر سے گذر کر اُس مقام پر پہونچے جو اب کرکت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جگہ انہیں بہت پسند آئی اور یہاں وہ آباد ہو گئے۔ اور زمین درست کر کے کھیتی باڑی کے کام میں مصروف ہو گئے۔ رفتہ رفتہ جب ان کی اولاد بڑھی اور اُس جماعت کے لیے کرکت میں گنجایش نہ رہی تو یہ لوگ منتشر ہو گئے۔ چولوک کرکت میں ٹھہر گیا۔ جب اُس کی اولاد زیادہ ہو گئی تو اُس کے لڑکوں میں سے رائنیس نے تھلے میں سکونت اختیار کی۔ بائنیس نے اُس جگہ سکونت اختیار کی جو اب گونیال کے نام سے مشہور ہے۔ پودائی نے اُس مقام پر آبادی کی بنیاد ڈالی جو اب ہٹیال کہلاتا ہے۔ ان کی اولاد اب تک ان مقامات پر قابض ہے

ساٹو و پاتو میں سے ایک لا ولد رہا۔ دوسرے کی اولاد نے سکھر بو بشنا گنڈیال اور کوردنیال کو آباد کیا۔ ان کی اولاد اب تک ان دیہات میں موجود ہے۔

سوکوتے موضع گکسر کی آبادی شروع کی۔ اُس کی اولاد اب تک وہاں قابض ہے

لاٹھی نے دریا عبور کر کے کرکت کے بالمقابل لب دریا اُس موضع پر آبادی شروع کی جو اب چھلی اسکپو کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں لاٹھی کی اولاد اب تک قابض ہے۔

کھورائی نے موضع فولٹوکس کے مقام پر رقبہ مزروعہ کر کے سکونت اختیار کی اُسکی

اس خاندان کے ایک راجہ نے درد قوم کی ایک لڑکی بیرفامی سے شادی کر لی اس وجہ سے اُس کی سابقہ گیالمو ناراض ہو کر موضع گمکسر میں چلی گئی۔ راجہ کو اس خانگی فساد سے بڑی پریشانی ہوئی۔ اُس نے سوچ سمجھ کر دراس کے قلعہ میں پولبو کے مقام پر دریائے دراس کے ہر دو کناروں پر بالمقابل دو قلعے تعمیر کیے۔ مشرقی جانب کے قلعہ میں گیالمو کو آباد کیا اس لیے یہ قلعہ گیالو گھر کے نام سے مشہور ہے اور غربی طرف کے قلعہ میں چھوٹی رانی بیرو کی رہائش کا انتظام کیا۔ چنانچہ یہ قلعہ بیرو کھر کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ ان ہر دو قلعوں کے درمیان آمد و رفت کی غرض سے دریائے دراس کے اوپر ایک جھولا بنایا۔ ان دونوں رانیوں نے دراس کی طرف سڑک کے ہر دو جانب دو دو بت پتھر کے اوپر کندہ کرا کے کھڑے کیے تھے۔ یہ آج تک موجود ہیں۔ دو اچھی حالت میں ہیں۔ اور دو خراب ہو گئے ہیں چونکہ اس قسم کی مورتیں بالعموم لامہ لوسا وارین پوچھے کے اہتمام میں تعمیر ہوئی ہیں اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یہ واقعہ لامہ لوسا وارین پوچھے کی مذہبی سرگرمی سے تعلق رکھتا ہے۔

اس زمانہ میں اسکردو میں خاندان مقپون کی حکومت زور پکڑ رہی تھی۔ جب دونوں سوتوں گیالمو اور بیرو کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے دراس میں بدنظمی پھیلی تو راجہ شیر شاہ یا اُس کے بیٹے علی خاں نے یہ واقعات معلوم کر کے اس طرف دست اندازی کا ارادہ کیا اُس نے گول کے کینہ پالوگوں کو لالچ دیکر حکمت عملی سے اپنے ساتھ ملا لیا اور انہیں آمادہ کیا کہ اپنے اہل خاندان ساکنان شغر تھنگھو و دراس کے ساتھ سازش کر کے انہیں حکومت اسکردو میں شامل ہو جانے کے لیے تیار کریں۔ گول کے کینہ پالوگوں نے فوراً شغر تھنگھو اور دراس میں اپنے قبیلہ اور ہم قوم لوگوں کے ساتھ سازش شروع کر دی اور انہیں دربار اسکردو میں لا کر یہ درخواست دلا دی کہ اُن کے ملک کو حکومت اسکردو کے ساتھ شامل کر کے انہیں چلاس اور استور والوں کے حملوں سے بچایا جائے۔ اور گیالمو اور بیرو کی دو عملی سے نجات دلائی جائے چنانچہ راجۂ اسکردو نے محض سیاسی چالبازی سے بلا فوجی کارروائی کے امن وامان کے ساتھ شغر تھنگھو و دراس کے علاقہ جات پر قبضہ حاصل کر لیا اور اس خدمت کے صلہ میں گول کے کینہ پا خاندان کو جاگیر دے کر وزیروں میں شامل کر لیا۔ اس سے ظاہر ہوگا کہ بلتستان کے قدیم کوہستانی راجہ زمانہ حال کے "پرامن قبضہ" کے اصول کو خوب سمجھتے تھے۔

ان دونوں بھائیوں کی اولاد گوشن اور گول دونوں جگہ کینہ پا کے نام سے مشہور ہے جنھوں نے علاقہ شغر شنگھو و دراس کے الحاق اسکردو کے متعلق بہت نمایاں حصہ لیا ہے جس کی تفصیل اپنی اپنی جگہ پر درج کی گئی ہے۔

شری مون چوڑو کی اولاد میں سے کھوم چو۔ کھوم لیو۔ کھوم سنگ نے تیاغربو۔ کورو ٹیال سوکو ٹیال۔ ڈیو لبو میں آبادی قائم کی۔ کھوم چو کے ایک لڑکے مسمی شلین نے سورو کی طرف بڑھکر تونگل کا موضع آباد کیا۔ اُس کی اولاد اب تک ان دیہات میں موجود ہے۔

علاقہ دراس کے باقی دیہات انھیں ہر دو خاندانوں کی اولاد کے آباد کردہ ہیں۔ اُن کی اولاد کی جیسی جیسی تعداد بڑھتی گئی اُسی کے مطابق آبادی میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ ڈوم پا کا آباد کیا ہوا موضع گوڑمیل سیلاب سے برد ہو گیا تھا اور عرصہ تک غیر آباد رہا۔ بعد ازاں موجودہ حکومت کے زمانے میں دوبارہ از سر نو آباد کیا گیا جو اب رنبیر پور کے نام سے مشہور ہے۔

علاقہ شنگھو شغر و دراس میں جب آبادی کا آغاز ہوا تو یہ لوگ خود مختار و آزاد تھے۔ جب اُن کی نسل بڑھی تو خاندان میں جو سب سے زیادہ عمر کا آدمی ہوا اُسے سرکردہ تسلیم کیا جانے لگا۔ اور حفاظت جان و مال کی غرض سے قلعے تعمیر کیے گئے یہ قلعے اس وقت تک جابجا موجود ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جبکہ کشمیر میں اہل ہنود کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور شاہ میر نے مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ اس وقت پھوکر کس میں کھوریا بڑا آدمی تھا اس نے کشمیر میں بسلسلۂ تجارت آمد و رفت شروع کی اور رفتہ رفتہ سلطان کشمیر کے دربار تک اُسکی رسائی ہوگئی اور کشمیر کی طرف سے لداخ و اسکردو کے ساتھ سفارت کا کام اُس کے ذریعے ہونے لگا۔ جس سے اُس نے بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ اور اس کا نام شاہمیری کھوریا پڑ گیا۔

کھوریا کی وفات کے بعد ایک اور شخص شاسامون نے زور پکڑا۔ اور کھربو میں قلعہ تعمیر کر کے ایک طرح کی حکومت اُس نے قائم کر دی۔

پھوکر کی تبتی نسل کی حکومت نے جب اپنی ہمسایہ قوم درد کو اس طرح زور پکڑتے دیکھا تو انھیں اندیشہ پیدا ہوا اور اُن کا زور توڑنے کے لیے اُنھوں نے پیش قدمی کر کے اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا اور کھرل میں قلعہ تعمیر کر کے اپنے سپاہی تعینات کر دیے۔

شنگھو شغر علاقہ کرتخشہ کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے شیر شاہ کے قبضہ میں آ گئے اُس کے اسمٰعیل خان و ابراہیم خان کو دراس و شغر شنگھو کا کھرپون مقرر کیا۔ یہ دونوں دراس میں رہتے تھے۔ اور مصطفیٰ مقپون کو کھرل کا کھرپون مقرر کیا۔ دراس کے کھرپون موسم زمستان میں کھرمنگ چلے جاتے تھے۔ اور دراس میں چول احمد یا میر ملک کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے چھوڑ جاتے تھے۔ اُنھوں نے یوبو میں اپنی سکونت کا انتظام کیا اور اپنے مکانات بنائے اور رقبہ آباد کیا۔

شیر شاہ راجہ کھرمنگ نے اس علاقہ کے مالیہ میں ایک روپیہ فی بیل اضافہ کر دیا اس سے اور کھرپونوں کے اخراجات اور سالانہ آمد و رفت کی بیگار سے اور چول کی خانگی خدمات کے بوجھ سے دراس کے لوگ حکومت کی طرف سے دل برداشتہ ہو گئے۔ اور اُنھوں نے تنگ آ کر اپنے ہم قوم بھائیوں سے جو گنڈ سرنگ علاقہ کشمیر میں رہتے تھے شکایت کی۔ یہاں کے ملک اُس زمانہ میں صاحب اقتدار اور طاقتور تھے۔ محمود ملک نے کشمیر کی طرف سے حملہ کر کے مقپون حیدر اور راجہ کریم کھرپونوں کو نکال دیا۔ اور دراس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن شنگھو شغر کے اوپر اُسے دسترس حاصل نہ ہوئی۔

راجہ کھرمنگ نے شنگھو شغر کے لوگوں کے ساتھ سازش کی اور بلیامس کے لوگوں کو بھی اُن کے ساتھ شامل کر کے دراس پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں محمود ملک بمقام گوڑ وسیل قتل ہوا۔ با این ہمہ راجہ کھرمنگ کو دراس پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ اہل ملک راجہ سے بیزار اور ملکان گنڈ سرنگ کے طرفدار رہتے تھے اور حکومت کھرمنگ کو اتنی طاقت نہ تھی کہ بزور انھیں اپنا مطیع رکھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمود ملک کا بھائی رسول ملک دراس کا حکمران ہو گیا۔

اس بدنظمی کا حال لداخ کے گیالپو کو معلوم ہوا۔ تو اُس نے سورو کرتسے کے کھرپون کو حکم دیا کہ دراس پر حملہ کر کے قبضہ کرے۔ چنانچہ اُس نے پیش قدمی کر کے رسول ملک کو بھگا دیا اور دراس پر قابض ہو گیا۔ اس زمانہ میں رنگمیس۔ شاسنلے اور طلا علی ایک دوسرے کے بعد اس علاقہ میں کھرپون رہے۔ جن میں سے کھرپون شاسنلے نے طاموچھن قلعہ

راجہ علی خان نے الحاق کے بعد ان علاقہ جات پر فی پول (یہ مزروعہ رقبہ کا ایک پیمانہ ہے جس کا اندازہ تخم کی تعداد سے کیا جاتا تھا) ایک بکری مالیہ مقرر کیا اور نالہ شغر میں متصل کرابوش اور نالہ شنگھو میں متصل گلتری حفاظتی چوکیاں مقرر کر دیں اور برج تعمیر کر دیے جن میں بہار کے موسم میں سپاہی تعینات کئے جاتے تھے جس کے لیے گوں کا کینہ پا خاندان ذمہ دار تھا۔

علاقہ دراس میں بمقام گوشن ایک باقاعدہ قلعہ راجہ اسکردو نے تعمیر کیا۔ اور اس میں فوج تعینات کر دی اور شاسامون کی نسل سے ایک کھرپون علاقہ دراس میں اور برچل کے سنگ یون خاندان سے راجو تولو نامی ایک شخص کو علاقہ شغر شنگھو کا کھرپون وصولی مالیہ کے واسطے مقرر کر دیا غرضکہ اس طرح سے ہر دو علاقہ جات شغر شنگھو و دراس پر خاندان مقپون اسکردو کی حکومت مکمل طور پر قائم ہو گئی۔

کچھ عرصہ کے بعد شاسامون خاندان کا کھرپون فوت ہوا۔ اور اس کا لڑکا نابالغ رہ گیا اس موقع پر راجو تولو نے کوشش کی کہ اُسے ہر دو علاقہ جات کا کھرپون مقرر کر دیا جائے چنانچہ وہ اپنے علاقہ کا مالیہ وقت سے پہلے وصول کر کے براہ دیوسئی روانہ اسکردو ہو گیا کہ اپنی نیک نامی اور شاسامون نابالغ کھرپون کی نالائقی ثابت کرے۔ نابالغ کھرپون کی والدہ مساۃ راج سکھ مل مالیہ کی وصولی کر کے دریا کے راستہ بکریاں لے کر روانہ ہوئی۔ راجو تولو کو میدان دیوسئی کے اوپر موسم ناموافق ملا۔ اور سفر میں بڑا وقت صرف ہوا۔ سردی کی شدت سے بکریاں راہ میں بکثرت ضائع ہوئیں اور دیر سے اسکردو پہونچا۔ راج سکھ مل مع اپنی بکریوں کے صحیح وسلامت اُس سے پہلے پہونچ گئی۔ اور راجو تولو اپنی بدنیتی کی وجہ سے بجائے فائدے کے نقصان میں رہا۔

علی خان راجہ اسکردو نے ان ہر دو علاقہ جات میں زراعت اور آبادی کے بڑھانے میں بہت کوشش کی اُس نے موضع گلتری کو آباد کرایا۔ اور شاہزادہ مراد کو یہاں بھیجا جس نے موضع مراد باغ آباد کیا (اس شاہزادہ مراد کا نام شجرہ نسب اسکردو میں نہیں ہے ممکن ہے کہ یہ واقعہ شاہ مراد راجہ اسکردو کے زمانہ کا ہو۔ یہ دونوں گانوں اس وقت تک موجود ہیں) بعد میں جب شیر شاہ نے کرتخشہ پر اپنی حکومت مستقل طور پر قائم کر لی تو دراس اور

شجرہ نسب راجگان زانسکار

(۱) خاندان قدیم شاخ راجگان کوگے

لہا چھن ستق تھوپ (اسکی رانی اسکردو کے خاندان لوچی کی شاہزادی)
داس کی رانی از خاندان کشمیر یا کشتوار)

لونرا آگ لوزنگ الدے — (دریا کے داہنی طرف انتظام چھیدہ روز انگلام) (راجہ پاتوم)
نمی نم الدے (راجہ زانگلا۔ دریا کے بائیں طرف بشمول چھیدہ روز انگلا)
گیالپو رنچن سپلدے (اسکی اولاد پر اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور اسکی حکومت اور اولاد دے چھوک نمگیل نے جذب کر لی)

سنگ گیالپو — راتورج گیالپو — دے چھوک سکیاپا

(ان تینوں بھائیوں کے درمیان انکے باپ کا ملک تقسیم ہوگیا)

---

(۲) خاندان جدید شاخ راجگان لداخ
گیالپو سنگے نمگیل (لداخ)

(۱) دے چھوک نمگیل (راجہ پدم)

(۲) تاکپوآگ چھوک نمگیل — وانگ چھوک نمگیل — لونبوت نمگیل
(راجہ زانسکار)
(۳) ٹوکت تنزن نمگیل — جب ٹونگ نمگیل (لامہ) — (۵) دے چھوک سکیپ نمگیل
(۴) استن سونگ تو بدن نمگیل (لاولد) — (۶) سیوانگ نمگیل

(۷) ستن شون تو بدن می گیو جھتن نمگیل (المعروف رنچن تنڈوف نمگیل) (راجہ پدم) — (۷) لیشے نمگیل (راجہ زانگلا) — (۷) دے چھوک نمگیل (راجہ ستیھا)

(۸) — (۸) — (۸)
(۹) جھتن وانگل — (۹) — (۹)

(۱۰) جیمور وانگل (بحالت قید جموں میں فوت ہوا) راجہ پدم ابوقت فتح — (۱۰) لیشے تونبو پسل (راجہ زانگلا بوقت فتح) — (۱۰) سنگے فوننبوق (راجہ تیھا بوقت فتح)

پلوون وانگل (ردسعید) (لاولد فوت) — صنم تنڈوف نمگیل (جاگیردار زانگلا) — صنم نمگیل (جاگیردار زیلدار)

تعمیر کیا۔ مالیہ اس وقت تین یا چار جاؤ فی بول وصول ہوتا تھا۔

بعد ازاں آدم خان راجہ پشکم کی شادی گیالپو لداخ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو پشکم میں پہونچنے کے بعد سلیم خاتون کے نام سے مشہور ہوئی۔ گیالپو لداخ نے اپنی اس بیٹی کو علاقہ دراس جہیز میں دیدیا۔ اس طرح سے اس علاقہ پر راجہ پشکم کا قبضہ ہوگیا اور یہ انتظام حملہ ڈوگرہ کے وقت تک جاری رہا۔

دراس کے مقام رؤساء میں سے شامتامون کی اولاد ہمیشہ ہر ایک حکومت کے زمانہ مین عزت کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہے۔ شعبات ذیلدار اسی نسب میں سے تھا۔ جس کا بیٹا عبداللہ اب ذیلدار اور چند دیہات کا نمبردار ہے۔

چومل احمد کی اولادین سے بوقت فتح ڈوگرہ چومل رمول اس خاندان کا سرکردہ تھا اُس نے اس موقع پر سیاسی خدمات انجام دیں۔ جن کے صلہ میں اسے معافی عطا ہوئی جسپر اُس کی اولاد چومل حسین اور چومل غلام عباس اب تک قابض ہیں اور علاوہ ازیں بڑا بھائی چند دیہات کا نمبردار وانعام خور بھی ہے۔ اور چھوٹا بھائی کچھ عرصہ سے ایک حصہ دراس کا ذیلدار ہے۔

فتح ڈوگرہ کے بعد مالیہ فی گھر چار روپیہ کی شرح سے مقرر ہوا۔ بعد میں یہ انتظام بدلتا رہا۔ یہاں تک کہ بندوبست قانونی میں اُس کی باقاعدہ طور پر درستی ہوگئی۔

چھنگ بھی اسی سے تیار کی جاتی ہے جس کا استعمال یہاں بہت زیادہ ہے بھیڑ بکری بکثرت ہے اُون اور مکھن زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور لداخ کے ساتھ ان کی تجارت ہے زانسکاری پا بوے کی تجارت لداخ بلتستان وکرگل اور نیز کشمیر وغیرہ ممالک کے ساتھ خاصی حد تک ہے۔

صنعت وحرفت کچھ بھی نہیں ہے۔ لوگ اونی کپڑا اپنے استعمال کے لیے گھروں میں بنا لیتے ہیں اور فالتو اُون لداخ وکرگل میں لیجاکر فروخت کر دیتے ہیں۔

زانسکار کی کان میں سے خفیف مقدار میں تانبہ برآمد کیا جاتا ہے اور اسکا استعمال زیادہ تر مورتیوں کے بنانے اور بعض اچھی قسم کے خانگی ظروف کی تیاری میں کیا جاتا ہے یہ تانبہ ملائم اور خوش رنگ ہوتا ہے اور خالص خیال کیا جاتا ہے

چینی چاے لداخ سے اور ہندی آزمران قسم کی چاے کرگل سے لائی جاتی ہے اور معاشرتی ضروریات کی دیگر اشیاے عموماً کشمیری مسلمان باشندگان زانسکار کشمیر وغیرہ سے لاکر فروخت کرتے ہیں اور اس تجارت کی وجہ سے زانسکار کے مسلمان بمقابلہ باشندگان کرگل وبلتستان کے خوش حال ہیں۔

یہ لوگ عموماً فتنہ وفساد سے الگ رہتے ہیں۔ جھوٹ نہیں بولتے مگر شائستگی کے لحاظ سے اس علاقہ کے لوگ پست خیال کیے جاتے ہیں۔

بودھی رسم ورواج اس علاقہ میں مطابق عمل لداخ کے ہے۔ گنپہ جات بکثرت ہیں۔ اور عوام الناس عموماً لامہ فرقہ کے ساتھ بہت زیادہ خوش اعتقادی رکھتے ہیں ۔

۲-ابتدائی حالات

اس علاقہ سے ایک پرانی تحریر دستیاب ہوئی ہے جس میں آغاز آبادی کے حالات اس طرح درج ہیں۔ ابتدا میں اس کوہستان پر تنگ کیسر گیالپو نے قبضہ کیا۔ اُس وقت یہاں آبادی نہ تھی۔ بعد ازاں گوروا رگمین پدما سنبھو تشریف لائے۔ غالباً یہ لامہ نارو صاحب کے زمانہ کا ذکر ہے کیونکہ جہاں تک دریافت ہوا ہے یہ دونوں بزرگ ہندوستان کی طرف سے آئے تھے اُنھوں نے ارواح خبیثہ پر قابو حاصل کرکے اُنھیں ملک

چوتھا باب

تاریخ زانسکار

(۱) جائے وقوع اور پیداوار وغیرہ (۲) ابتدائی حالات (۳) قدیم راجگان زانسکار (۴) سنگے نمگیل گیالپو سے لداخ کا زانسکار پر قابض ہونا (۵) اولاد سنگے نمگیل کی ناقابلیت سے زانسکار میں بدنظمی (۶) وزیر زورآور سنگھ کا زانسکار کو فتح کرکے جموں کے ساتھ الحاق کرنا (ضمیمہ) مردم شماری تحصیل کرگل

(۱)

زنگس تبتی زبان مین تانبہ کو کہتے ہیں۔ زمانہ سلف میں مقام پدم ایک قلعہ تھا جس کے اوپر تانبہ منڈھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اُس کا نام زنگس کھر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس کا اطلاق تمام علاقہ پر ہونے لگا جو کثرت استعمال سے زنسکر اور پھر زانسکار ہو گیا۔

یہ چھوٹا سا علاقہ لداخ سے قریب قریب جنوب کی طرف پھولونگ ڈنڈا سے نیچے کی طرف نیموں تک وادی دریائے زانسکار میں اور پدم سے اوپر کی طرف رنگ دوم تک نالہ رنگ دوم کی وادی میں واقع ہے۔ دریائے زانسکار کا تبتی نام ستوت سنگیس پو ہے۔ جو نیموں کے بالمقابل دریائے سندھ میں گرتا ہے اس علاقہ میں چھوٹے چھوٹے پچیس مواضعات ہیں۔ جن کی اکثر تعداد دونوں وادیوں کے اتصال کے موقع پر ہے جو مرکز اس علاقہ کا ہے ملک سخت پہاڑی ہے۔ آب و ہوا حد درجہ سرد ہے اور درخت کا نام و نشان تمام علاقہ میں نہیں ہے۔ زراعت کا موسم تنگ ہے گاہ بگاہ فصل سردی کی شدت سے پختگی کو پہونچنے سے پہلے سردی کی شدت سے جھلس جاتی ہے اس علاقہ کے یابو جفاکشی اور راہدار چال کے لیے مشہور ہیں جو بکثرت ہوتے ہیں۔ بھیڑ بکری اور مویشی لوگوں کے پاس کثرت سے ہے اور یہی جانور ان کا بڑا ذریعہ معاش ہیں لوگ عموماً قانع خوش باش اور خوش حال نہیں۔

اجناس اس علاقہ میں گرم۔ غرس۔ ترنبہ۔ شلجم کاشت ہوتی ہیں میوہ کا نام و نشان نہیں ہے گیہوں کی کاشت بہت کم ہے۔ خوراک کا انحصار زیادہ تر گرم پر ہے۔ اور

بڑھ گئی تو لوگوں نے حکمران کی ضرورت کو محسوس کیا۔ چنانچہ انہوں نے علاقہ سپتی و کوگے کی طرف سے ایک شاہزادہ لہاچین ستق ننبوپ کو لا کر زانسکار کا راجہ بنا لیا۔ اس کی شادی بالتی یول میں بروشے قوم کے اونچے خاندان میں کی جو اسکردو میں حکمران تھا۔ شادی کے دوسرے سال جب کہ دولہا مع دلہن کے اسکردو کی طرف جا رہا تھا تو راستہ میں بیگو راجہ نے حملہ کر کے لہاچین ستق ننبوپ کو قتل کر دیا۔ اور رانی کو پکڑ کر لے گئے۔ رانی حاملہ تھی۔ دارالحکومت میں پہونچنے کے کچھ عرصہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ پانچ سال تک اس کی پرورش بیگو کے محل میں ہوتی رہی بعد ازاں بیگو راجہ نے اسے غیر سمجھ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ وہ عرصہ تک آوارہ گردی کرتا رہا۔ بعد ازاں پھرتا پھراتا کشمیر میں جا پہونچا۔ اور مسافرانہ طور پر بسر اوقات کرتا رہا۔ ایک روز اتفاق سے راجہ کی سواری کے سامنے آ گیا۔ راجہ کے ہاتھی نے اس کی طرف دیکھ کر سونڈھ اٹھائی۔ راجہ نے خیال کیا کہ ہاتھی اس لڑکے کو شریف النسل خیال کر کے سلام کرتا ہے چنانچہ اس کے نصیب جاگے اور وہ راجہ کے محل میں داخل ہو گیا جب وہ جوان ہوا تو راجہ نے اپنی لڑکی کے ساتھ اس کا بیاہ کر کے کشتوار کا علاقہ اسے جاگیر میں دیدیا لیکن اس واقعہ کا تاریخ کشتوار میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ بہر حال زانسکار کی روایت یہی ہے۔ کشتوار میں اس کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے لڑکے کو کشتوار کا راج دیا۔ اور خود مع اپنی رانی اور دونوں لڑکوں کے زانسکار کی طرف چلا گیا۔ ان دونوں کے نام لونبزانگ۔ لوزنگ الدے اور چھٹی نم الدے تھے۔ زانسکار پہونچ کر اپنے باپ کی میراث پر قابض ہو گیا اور حکومت کرتا رہا۔ بالآخر اس نے اپنے ملک کو ان دونوں لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس طرح سے کہ دریا کے داہنی طرف کا ملک باستثناء چھید و روز انگلا لونبزانگ لوزنگ الدے کو عطا کیا۔ اور دریا کے بائیں طرف کا ملک بشمول چھید و روز انگلا چھٹی نم الدے کو حوالہ کیا۔

ان کی حکومت کے زمانے میں لونبزانگ لوزنگ الدے کے پاس چوپلتر نامی ایک شخص مشرقی کوگے کی طرف سے آیا۔ اس نے ایک زرنگار زین مع لگام کے جس میں فیروزے جڑے ہوئے تھے راجہ کو پیش کش کے طور پر دی۔ راجہ اس تحفہ سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کے صلہ میں تین گاؤں سپ چا۔ چاہ۔ اور شون اسے بطور جاگیر عطا کئے۔ چوپلتر یہاں آباد ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے زور پکڑا۔ لداخی سوداگروں کی آمد و رفت زانسکار میں شروع ہو گئی

باہر نکال دیا اور ان کو ملک سے دور رکھنے کی غرض سے مختلف دروں پر مختلف دیوتا کھڑے کیے جیسے کہ ایک پہاڑ پر چھورتن کا نیکا۔ دوسرے پر دیوتا نانیم گورو۔ تیسرے پر دیوتا چھبا لنگ نانیم گورو کا بت بنایا۔ اس کے بعد انھوں نے قرب وجوار کے لوگوں کو ترغیب دی کہ اس ملک میں آباد ہو جائیں۔ چنانچہ چوپان آنے شروع ہو گئے اور سب سے پہلے موضع سنی میں آبادی کا آغاز ہوا۔ اس زمانہ میں کشمیر متمدن ہو چکا تھا۔ کسی طرح سے اس علاقہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ ہو گیا۔

نیاٹھی ستن کا حملہ اور زانسکار کی تباہی بعد ازاں تقریباً ۱۵۵ قبل مسیح میں لماسہ کی حکومت میں انقلاب پیدا ہوا۔ یعنی لونپو نے نیٹی گوم چن پو کو قتل کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس کے لڑکے کونگ بو کی طرف بھاگ گئے۔ ان میں سے چھوٹے لڑکے چا ٹھی نے دوسرے لونپو رولا اسکیس کی امداد سے اپنے باپ کی میراث حاصل کر لی۔ اور بڑا لڑکا لاپتہ رہا۔ اور منجھلے لڑکے نیاٹھی ستن نے مغرب کی طرف رخ کیا اور کوگے پہونچ کر وہاں کی وحشی اقوام کو اپنے ساتھ ملا کر سلطنت قائم کرنے کی غرض سے جد وجہد شروع کر دی جب وہاں اس کے پانوں جم گئے۔ تو اس نے کوگے کی جانب سے زانسکار پر حملہ کر دیا۔ قلعہ موسومہ ٹونگ دے پر اس نے قبضہ کر لیا پھر زانسکار کو تباہ کیا، عمارتیں منہدم کر دیں۔ لوگ بھاگ گئے جو رہ گئے۔ اسیر ہوئے اور ملک زانسکار انسان سے بالکل خالی اور ویران ہو گیا۔

اس تباہی کے بعد عرصہ تک یہ علاقہ غیر آباد رہا پھر رفتہ رفتہ لوگ آکر آباد ہونے لگے ایک طرف پدم میں ترنگ رونگ نے آبادی شروع کی دوسری طرف اسکیا ہا نے آبادی کا آغاز کیا۔ تنگدے میں لماسہ پا، کونگ لون اور رکھی شونگ نے آبادی شروع کی۔ ان میں سے کونگ لون اور رکھی شونگ غالباً وہی اشخاص ہیں جو پدریگ کے بیان میں کھیو اکھی لون یا کھیو اکھی الدے اور شیلو گنونگ کے نام سے درج کیے گئے ہیں

۴۔ قدیم راجگان زانسکار

جب یہ بستیاں آباد ہو گئیں اور آباد کاروں کی نسل میں ترقی ہو کر آبادی کی تعداد

کر کے سورو کے راستہ چلی گئی ہو)

منگول فوج کے زانسکار سے چلے جانے کے بعد سنگ گیالپو راجہ نے شکرانہ ادا کیا اور پدم میں واپس آیا۔ ادپو کو انعام واکرام سے مالامال کیا۔ گونپہ جات میں نذرانے دیئے۔ جب منگول فوج کشمیر سے واپس ہوئی تو لامہ ٹونپا رفتن نے زانسکار کی طرف سے تین گھوڑے اور دیگر تحائف بطور نذرانہ پیش کئے۔

اُس کے بعد لداخ کے گیالپو بھاگن نے۔ رہ گیالپو لھاچن بھاگون نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ اُس کی اولاد میں سے کوئی راجہ تنگ موگانگ یا راجہ لداخ ہو) بزگو کی طرف سے حملہ کر کے راتوق گیالپو کو گرفتار کر لیا۔ اور بہت بھاری فدیہ لے کر اُس کو رہائی دی۔ اور اُس کے ملک پر اُسے بحال کیا۔ راتوق نے برسرِ حکومت پہونچنے کے بعد جو کچھ مال واسباب اُس کے پاس باقی رہتا تھا وہ بھی گونپہ جات کو نذرانہ میں دیدیا

گیالپو لوزانگ الدے کے بیٹوں نے پی پی تنگ میں گونپہ تعمیر کیا۔ اور بہت خیرات کی۔ غرض کہ اس داد ودہش اور کمزوری اور عدم قابلیت نے اس خاندان کا قریب قریب خاتمہ کر دیا اور کچھ عرصہ کے بعد ان کے لاولد فوت ہونے پر ان کی حکومتوں کا کلی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ صرف دریائے زانسکار کے بائیں جانب راجہ ٹھی نم الدے کا کچھ وقار باقی رہا

(۴) سنگے نمگیل گیالپوئے لداخ کا زانسکار پر قابض ہونا

ان حالات میں سنگے نمگیل گیالپو لداخ نے سنگ گیالپو اور اُس کے بھائیوں کے ملک پر قبضہ کر کے اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور اپنے چھوٹے بیٹے دے چھوک نمگیل کو اس ولایت کا حاکم مقرر کر کے زانسکار میں تعینات کر دیا لیکن اس وقت ٹھی نم الدے کی اولاد کو اُس نے نہیں چھیڑا اور اُن کا قبضہ ان کے ملک پر بدستور بحال رکھا مگر یہ حالات کب تک جاری رہ سکتے تھے۔ چند روز میں انکا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور دے چھوک نمگیل کی اولاد کل زانسکار پر قابض ہو گئی۔

دے چھوک نمگیل نے محلات میں پرورش پائی تھی۔ زانسکار کی تعیناتی اُسے جلاوطنی کی سزا کے برابر معلوم ہوئی۔ چند روز بعد اُس نے اپنی تکالیف کے متعلق شکایتی عرضداشتیں

سازش کر کے ان کے سترہ آدمیوں کے ایک گروہ کو قتل کر کے دریا کے کنارے زمین میں دبا دیا۔ ابتدا میں ان مسافروں کے گم ہونے کا کسی کو خیال نہیں ہوا۔ مگر بہار کے دنوں میں جب دریا چڑھا اور جہاں ان مسافروں کی لاشیں دبی ہوئی تھیں اُس کے اوپر پہونچ گیا تو مردے باہر نکل آئے۔ اب تحقیقات شروع ہوئی۔ آبادی شون کے لوگ جو اس سازش میں شامل تھے مع چوبلتر کے خوف کے مارے مرچونگ کی طرف بھاگ گئے صرف چوبلتر کا لڑکا مانگ سو وہاں رہ گیا تھا لیکن اس وقوعہ قتل کے ساتھ اُس کا تعلق نہ تھا۔ راجہ نے اُس کے حال پر رحم کیا اور پپ چا کا موضع اُسے گذارہ میں دیدیا۔ باقی سب جاگیر ضبط کر لی۔

راجہ لوبزانگ نورنگ الدے کے تین بیٹے تھے۔ سنگ گیالپو۔ راتوق گیالپو۔ اور دے چھوک سکیاپا۔ ان کے درمیان اُس نے اپنے علاقہ کو تین ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا۔

ہٹی نم الدے کے ہاں گیالپو رینچن سپلدے پیدا ہوا۔ اس کی والدہ زمیا گیالمو ہتی ایسے ہٹی نم الدے کی وفات پر اپنے علاقہ کے تین مواضعات وقف کر دیے۔ اور موضع چھیدو میں گون مو چھے لھا کھنگ تعمیر کیا۔ بعدازاں گیالپو رینچن سپلدے کے پاس لھاسہ کے تین لامہ اشاعت مذہب بودھ کی غرض سے وارد ہوئے اُس نے اشاعت مذہب میں اُن کی جاری امداد کی۔ سنگ گیالپو اور دے چھوک سکیاپا نے بھی معافیات گونپہ جات کو عطا کیں۔

حملہ مرزا حیدر گورگان ۱۵۳۵ء : وہ زمانہ ہے جبکہ سلطان سعید خاں شاہ یارقند نے ۹۳۹ ہجری میں (۱۵۳۵ء) بسرکردگی اپنے بیٹے اور مرزا حیدر گورگان کے لداخ پر حملہ کیا جب اس کی فوج کا ایک حصہ جس کی تعداد تین ہزار نفر تھی بعزم کشمیر زانسکار کے قریب پہونچا تو راجہ سنگ گیالپو مع اپنی رعایا کے لھالونگپا کی طرف بھاگ گیا۔ پدم کے زانگس کھر کے اوپر مغول فوج کا بلا مزاحمت قبضہ ہو گیا وہ زانسکار میں رہنے کے ارادے سے تو آئے نہ تھے۔ لیکن حالات زانسکار میں مذکور ہے کہ اور پدو دونپا نے انھیں ڈرایا کہ لاہول کی طرف سے لھاسی فوج زانسکار کی کمک کی غرض سے آرہی ہے۔ بہرحال مغول فوج جلد تر دردو کرتسے کی طرف روانہ ہو گئی۔ (مرزا حیدر نے اپنے سفر کشمیر کے تفصیلی حالات اپنی کتاب میں نہیں لکھے ہیں۔ اس لیے یہ واقعہ اس میں مذکور نہیں ہے ممکن ہے کہ ایک حصہ فوج اس نے براہ زانسکار روانہ کیا ہو۔ اور وہ یہاں سے رسد وصول

واقعات اس طرح ہیں کہ محمد بھٹی سلطان کی بہن بھٹی گیالمو کی شادی سیوانگ نمگیل گیالپو زانسکار کے ساتھ ہوئی تھی کسی وجہ سے گیالپو نے ناراض ہوکر اُسے طلاق دیدی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس پہونچی اور اپنی مصیبت کا حال اُسے سنایا۔ اُس نے اُس کا انتقام لینے کی غرض سے زانسکار پر حملہ کردیا۔ اس کی خبر معلوم ہونے پر راجہ نے دریا کا پل توڑ دیا اور پدم میں اپنے محل کے اندر گھس گیا اور گونپہ کرشا کے دروازے بند کردیے۔ حملہ آور نہ دریا کو عبور کرسکے اور نہ گونپہ کو زیر کرنے میں کامیاب ہوئے تب انھوں نے یہ چال چلی کہ محاصرہ اٹھاکر واپس چلے گئے اور پنزی لا کو بھی عبور کرکے سورو کی طرف نکل گئے۔ جبکہ زانسکار والوں کو اطمینان ہوگیا کہ لشکر حملہ آور واپس ہوگیا ہے تو انھوں نے بے فکری سے اپنے معمولی کاروبار شروع کردیے۔ محمد بھٹی سلطان گھات میں تھا موقع دیکھکر اُس نے شب خون مارا اور دریا کے بائیں جانب کے تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کیا۔ گونپہ کرشا کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس میں جو کچھ مال و اسباب تھا سب لوٹ کرلے گیا اور واپس اپنے ملک کو چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں ایک بڑی دیگ تھی۔ اس میں جو کھانا پکایا گیا اس کے کھانے سے کئی آدمی مرگئے۔ اُس سے خیال ہوا کہ دیگ زہر میں بجھی ہوئی ہے۔ اس لیے اس دیگ کو اُس نے گونپہ کرشا میں نذر کے طور پر واپس بھیج دیا۔

گیالپو سیوانگ نمگیل اس فتنہ و فساد سے بہت تنگ ہوا۔ اور اس نے اس جھگڑے کا یوں تصفیہ کیا کہ بھٹی گیالمو کو اپنی زوجیت میں واپس لے لیا اور یہ فتنہ فرو ہوا۔

سیوانگ نمگیل کے تین لڑکے تھے۔ ان کے درمیان یہ علاقہ اس طرح تقسیم ہوا بڑا بیٹا ستن شون تو بدن می نگپور چھیتن نمگیل جس کا دوسرا نام رینچن ٹنڈوپ نمگیل بھی بتلایا جاتا ہے پدم کا راجہ ہوا۔ دوسرا بیٹا ٹشی نمگیل زانگلا میں راجہ ہوا۔ تیسرا بیٹا دے چھوک نمگیل تیتھا کا راجہ بنا۔ حملہ زور آور سنگھ کلھوریہ کے وقت اس کی اولاد سے سنگے فونسوق راجہ تیتھا تھا۔

راجہ پدم کی اولاد میں سے حملہ زور آور سنگھ کلھوریہ کے وقت رینچن ٹنڈوپ نمگیل کا پوتا چھیتن دانگل راجہ تھا۔ اور مہم وزیر لکھپت کے وقت اس کا بیٹا سے مورد انگل راجہ اور اُسکا بیٹا پلچوں دانگل ولی عہد تھا۔ سے مورد انگل قید ہوکر جموں پہونچایا گیا۔ جہاں وہ فوت ہوا۔ پلچوں کشمیر میں لبارحنہ چیچک فوت ہوا۔

پے در پے اپنے والد کو بھیجنا شروع کر دیں۔

اس زمانے میں ایک کشمیری تاجر رزاق جو نامی لداخ میں تجارت کے لیے آیا کرتا تھا سنگے نمگیل کو اپنے لڑکے کی تنہائی کا حال معلوم ہوا۔ تو اس کا دل بہلانے کی غرض سے اُس نے رزاق جو کو انعام و اکرام دے کر زانسکار میں تجارت قائم کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے لڑکے کو اس انتظام کی اطلاع دیکر اُس کی حوصلہ افزائی کی۔ کچھ روز بعد وہ خود بھی زانسکار گیا اور اپنے بیٹے کے آرام و آسائش کا مناسب طور سے انتظام کر دیا۔

اس کے کچھ دن بعد رزاق جو بھی مع اپنے بھائی فتح جو کے اسباب تجارت لے کر زانسکار پہنچ گیا۔ اس سے دے چھوک نمگیل کو بہت تقویت ہوئی اُس نے رزاق جو کی بہت قدر کی اور زانسکار میں آباد ہو جانے پر راضی کر لیا۔ چنانچہ وہ خود زانسکار میں رہنے لگا۔ وہاں اُس نے شادی بھی کر لی۔ اور اپنے کاروبار کو ترقی دی۔ اس کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی فتح جو کو سورو میں آباد کر دیا۔ اس طرح سے اُس نے اپنے کاروبار تجارت کو بہت فروغ دیا۔ رفتہ رفتہ سورو کا راستہ بھی درست ہو گیا اور لدے ہوئے جانور با آسانی سورو اور زانسکار کے درمیان آنے جانے لگے۔ اس سے تجارت میں بہت سہولت پیدا ہو گئی

اس رزاق جو کی نسل سے اُس وقت زانسکار میں کشمیری مسلمانوں کے تیس چالیس گھرانے آباد ہیں۔ یہ سب پدم و اُفتی کے مواضعات میں قریب قریب ایک ہی جگہ پر رہتے ہیں۔ بودھوں کے عہد حکومت میں انہیں بہت رسوخ حاصل تھا۔ اب معمولی زمیندار اور تجارت پیشہ ہیں۔

دے چھوک نمگیل کے تین بیٹے پیدا ہوئے تاکو آنگ چھوک نمگیل۔ دا آنگ چھوک نمگیل اور کونیوت نمگیل۔ ان میں سے بڑا لڑکا لاولد رہا۔ دوسرے کے ہاں دو لڑکے ڈوک تنزن نمگیل اور جب ٹونگ نمگیل پیدا ہوئے۔ ان میں سے پہلے کے ہاں استن شوک تو بدن نمگیل پیدا ہوا۔ جو لاولد رہا اور جب ٹونگ لامہ بن گیا جس نے گونپہ سنی تعمیر کیا۔ اور اس کی دیواروں پر تاریخی حالات لکھے جو آج تک موجود ہیں۔ تیسرے لڑکے تونیوت نمگیل کے ہاں دے چھوک سکیپ نمگیل پیدا ہوا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا سیو آنگ نمگیل راجہ ہوا۔

اس کے عہد میں محمد شاہ سلطان۔ سلطان کرتسے نے زانسکار پر حملہ کیا۔ اس کے

کی طرف سے رعایا بہت دل برداشتہ ہوگئی۔ اور اس کی تبدیلی کا ساماں پیدا ہوگیا۔

(۶) وزیر زور آور سنگھ کا زانسکار کو فتح کرکے جموں کے ساتھ الحاق کرنا

وزیر زور آور سنگھ کلہوریہ نے پاڈر فتح کرنے کے بعد تسخیر زانسکار کا ارادہ کیا رانا سوجان سنگھ حاکم پاڈر نے اطاعت قبول کرلی۔ پاڈر کا انتظام کرنے کے بعد وزیر مذکور نے رانا سوجان سنگھ مذکور کی معرفت بذریعہ سفارت تسخیر زانسکار کا راستہ صاف کرنا چاہا۔ رانا نے اپنا قاصد سنگے فونسوق راجہ تیتھا کے پاس بھیجا کہ وزیر کی فوج زبردست ہے ہم کو مقابلہ کی طاقت نہیں ہوئی اور ہم نے اطاعت قبول کرلی ہے۔ تم بھی وزیر کے پہونچنے پر اطاعت مان لو تاکہ جنگ سے بیکار جان و مال کا نقصان نہ ہو۔ چنانچہ سنگے فونسوق اور راجہ زانگلا نے اس سے اتفاق کیا۔ اور فوج ڈوگرہ کے پہونچنے پر انھوں نے اطاعت قبول کرلی لیکن چھتن دانگل نے بلا جد وجہد اپنی آزادی کو ہاتھ سے دینا پسند نہیں کیا اور سامان جنگ تیار کرکے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوگیا۔

وزیر کی فوج لق پل کے مقام پر پہونچی تو سنگے فونسوق اور راجہ زانگلا اظہار عقیدت کے لیے حاضر ہوئے۔ وزیر کا لشکر پدم میں پہونچا تو چھتن دانگل مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ مگر یہ چند جوانوں کے ساتھ وزیر کی فوج کے ساتھ کیا کرسکتا تھا آخر کار گرفتار ہوا۔ اور مع اہل وعیال جموں بھیجا گیا۔ وہاں اس نے معافی مانگی اور بحال ہوکر واپس آگیا تیتھا اور زانگلا کا انتظام بدستور بحال رہا۔ راجہ تیتھا کی اولاد سے اب نونصنم تمگیل جاگیر دار تیتھا اور ذیل دار زانسکار موجود ہے زانگلا کا راجہ صنم ٹنڈوف جاگیر دار زانگلا وچھید مہے۔ وزیر زور آور سنگھ نے زانسکار میں لار سنگھ کو تھانہ دار مقرر کیا۔ اور کچھ فوج وہاں تعینات کردی۔ اور خود مع باقی فوج کے فتح وظفر کا ڈنکا بجاتا ہوا واپس جموں کو روانہ ہوا۔

بعد ازاں جب وزیر تسخیر لداخ کے بعد واپس جموں کو جارہا تھا تو سورو پہونچنے پر اسے خبر لگی کہ زانسکار میں فساد ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ لار سنگھ نے

زانگلا میں حملہ ڈوگرہ کے زمانہ میں ایشے تونیوت راجہ تھا۔ یہ سیونگ نمگیل کے بیٹے ڈسٹی نمگیل کی اولاد میں سے تھا۔ اُس کی اولاد میں سے راجہ صنم ٹنڈوپ نمگیل میرے حاکم ہونے کے زمانے میں جاگیردار زانگلا تھا

(۵) اولاد سنگے نمگیل کی ناقابلیت سے زانسکار میں بدنظمی

جب کہ خاندان لداخ و زانسکار کی تباہی کے دن آئے۔ تو گیالپو ٹنڈوپ نمگیل لداخ کا راجہ ہوا۔ سچے مور علاقہ پدم کا راجہ ہوا۔ سنگے فونسوق تھنگتا کا راجہ ہوا۔ اور ایشے تونیوت سپل زانگلا کا راجہ ہوا۔ حکومت کی بدانتظامی اور اہلکاروں کے ظلم و ستم کی وجہ سے رعایا کو بھی مصیبت جھیلنی پڑی۔ زانسکار کی ہمسایہ اقوام نے حکومت زانسکار کی کمزوری دیکھکر زانسکار پر ڈاکہ زنی شروع کردی۔ کلوہ۔ کرجا۔ اور کھونو والوں نے اتفاق کرکے پہلا ڈاکہ مارا۔ یہ دلیر لوگ بالائی وادی دریا سے زانسکار کی آبادیوں کو لوٹتے ہوئے کرشا تک پہونچے۔ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا جس کسی نے مزاحمت کی اُسے قتل کیا۔

دوسرا منظم ڈاکہ رتن شیر خان کا کشتواڑ کی طرف سے براہ اُماسی لا واقع ہوا۔ یہ لوگ لوٹ مار کرتے ہوئے پدم تک چلے آئے۔ نقد و جنس۔ مال مویشی جو کچھ ہاتھ آیا۔ لوٹ لیا۔ اور اہل ملک کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ جس کی بابت لداخ کی مرکزی حکومت سے امداد لی گئی۔ الٹا گیالپو سے پدم کو جواب دہی کے لیے لداخ طلب کیا گیا۔ جس سے ملک میں اور بدنظمی پھیلی۔

تیسرا ڈاکہ مرداوردن کے ملک لوگوں کا تھا۔ یہ لوگ پہلے سوداگری کے سلسلہ میں زانسکار آیا کرتے تھے۔ اور گانوں بہ گانوں پھیری کرکے خرید و فروخت کیا کرتے تھے اُنھوں نے جب دیکھا کہ انتظام ملک ڈھیلا پڑ گیا ہے تو محتہ ملک۔ فتح ملک۔ دوائم ملک کی سرکردگی میں براہ درہ بھوتوکول و علاقہ سورو اُنھوں نے حملہ کیا اور لوٹ مار کرتے ہوئے بردن گونپہ تک چلے گئے۔ غلہ۔ مال مویشی۔ نقدی اور پٹو وغیرہ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ کرلے گئے جس کسی نے مزاحمت کی اُس کی جان نکالی۔

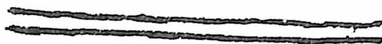
اس قسم کے متواتر حملے تین سال تک اس ملک پر ہوتے رہے جس سے حکومت

کی واپسی کی پیروی کے لیے کشمیر چلا گیا۔ وہاں فتح کدل میں بعارضہ چیچک مبتلا ہو کر فوت ہوا جس سے اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وزیر لکھپت نے زانسکار میں مہتہ بستی رام کو تھانہ دار مقرر کیا اور کچھ سپاہی اُس کے ساتھ تعینات کر دیے وزیر زورآور سنگھ کے تعمیر کردہ قلعہ کو ترک کر کے اُس نے جدید قلعہ تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے اس دوران میں اُس نے مالیہ کی بھی تجویز کی۔ غرضکہ فوجی اور ملکی تمام انتظام درست کرنے کے بعد جموں کو واپس ہوا۔

بعد ازاں مہتہ بستی رام کا لڑکا اگیارام ایک کان کے ملاحظہ کے لیے کہیں جا رہا تھا اسے زنانسکار کے ایک آدمی نے گولی سے مار دیا۔ اس پر فساد ہو گیا۔ مگر مہتہ بستی رام نے حکمت عملی کے ساتھ جنگی قانون نافذ کر کے مفسدہ پردازوں کو سزا دی اور فساد فرو کر دیا۔ مہم کی نوبت نہیں پہونچی۔

یہ علاقہ عرصہ تک انتظامی اغراض کے لیے وزارت کشتوار کے ساتھ شامل رہا ہے لیکن تحصیل کرگل کے قائم ہونے کے بعد سے کرگل کے ساتھ شامل ہو گیا ہے۔ اس لیے میں نے اس کی تاریخ کو پوریگ سے ملا دیا ہے۔





لوگوں کو جمع کر کے تسخیر کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ جب وہ لشکر زانسکار لے کر مرلنگ کے مقام پر پہنچا تو کسی بات پر لشکر کے ساتھ اُس کا جھگڑا ہو گیا۔ لوگوں نے ایکا کر کے لار سنگھ کو قتل کر دیا۔ اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

وزیر کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے رستم شاہ کو ہراول میں بھیجا اُس کے پیچھے خود روانہ ہوا زانسکار داروں نے اس دفعہ بھی وزیر کا مقابلہ نہیں کیا۔ اور فوج کے پہونچنے پر فوراً اطاعت قبول کر لی۔ اور اپنی بیگناہی کے عذرات پیش کئے۔ وزیر نے مان لیا اور انھیں معافی دے دی چونکہ لداخ میں پھر فساد ہو گیا تھا لہٰذا زانسکار سے دوبارہ وزیر واپس روانہ لداخ ہوا۔

اس حملہ کے وقت زاجہ زانگلا نے فوج کی بہت خدمت کی مسلسل حاضر رہا اور رسد رسانی کا انتظام عمدگی کے ساتھ کرتا رہا۔ وزیر نے پدم کے پرانے قلعہ کو منہدم کرا دیا۔ اور موضع پھتی میں نیا قلعہ تعمیر کیا۔ اس میں دینو جمعدار کو مع دس سپاہیوں کے تعینات کیا اور خود فوج کے دو حصہ کر کے عازم لداخ ہوا۔ ایک حصہ نالہ زنگدوم کے راستہ روانہ کیا۔ اور دوسرے حصہ فوج کو اپنے ساتھ زانگلا کے راستے لے گیا اور رغرنق جانگلا وہاں سے لداخ پہونچا۔

اس کے بعد جب وزیر زور آور سنگھ پورانگ میں مارا گیا۔ اور فوج ڈوگرہ تباہ ہوئی۔ تو لداخ سے زنجی لا اور زانسکار تک ایلچی دوڑائے گئے۔ کہ حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ ہو گیا ہے جہاں جہاں ڈوگرہ سپاہی تعینات ہیں قتل کر دیے جائیں۔ اس سلسلہ میں چانگپا قاصد زانسکار میں راجہ پدم کے پاس پہونچے اور اُسے اس سازش میں شامل کر کے سپاہیان متعینہ قلعہ زانسکار کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ دینو جمعدار اور اس کے ماتحت جملہ دس سپاہیوں کو تمام علاقہ پر حصہ رسدی تقسیم کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس وقت پدم میں چھے مور گیالپو تھا۔ اور اُس کا بیٹا بلچوں ولی عہد تھا۔ اسے چانگپا قاصدوں کے ساتھ مبارکباد کے لیے لداخ بھیجا گیا۔

جب وزیر لکھپت مہم بلتستان لے کر براہ کشتوار آیا ہے تو غالباً بلتستان سے واپسی کے وقت اُس نے زانسکار کی طرف توجہ کی ہے وہ زانسکار پہونچا تو لوگوں نے بلا مزاحمت اطاعت قبول کر لی۔ اسنے بھی رعایا کے ساتھ زیادہ تعرض نہیں کیا۔ البتہ گیالپو چھے مور کو مع اہل عیال قید کر کے اپنے ساتھ جموں لے گیا۔ اور اُس کی تمام جائداد ضبط کر لی چھے مور جموں میں بحالت قید فوت ہوا۔ بلچوں اس وقت زانسکار میں موجود نہ تھا۔ جب واپس پہونچا تو اپنی میراث

چھٹا حصہ

تاریخ گلگت (دردستان)

(ضمیمہ) مردم شماری تحصیل کرگل (پوریگ)

سال	مرد	عورت	میزان
۱۸۹۱ء باستثنائے زانسکار	۱۳۰۵۸	۱۲۴۳۴	۲۵۴۹۲
۱۹۰۱ء باستثنائے زانسکار	۱۶۸۳۰	۱۵۹۷۶	۳۲۸۰۶

علاقہ شمار باقاعدہ ۱۹۱۱ء بشمول زانسکار

علاقہ	مرد	عورت	میزان
زانسکار	۲۳۸۰	۲۴۷۹	۴۸۵۹
سورو	۱۴۸۷	۱۶۳۳	۳۱۲۰
کرستے	۴۴۶۲	۴۷۰۵	۹۱۶۷
دراس	۲۰۸۷	۱۹۸۱	۴۰۶۸
سوت و پشکم	۳۲۸۰	۳۰۹۰	۶۳۷۰
شکر چکتن	۱۶۰۴	۱۷۵۷	۳۳۶۱
لمبہ	۲۴۱۱	۲۴۴۱	۴۸۵۲
جاگیر کھرمنگ یعنی کرتخشہ و شگر کھو	۶۱۲۳	۵۸۰۸	۱۱۹۳۱
میزان کل	۲۳۸۳۴	۲۳۸۹۴	۴۷۷۲۸

زمانہ قریب کا باقاعدہ شمار کل تحصیل کرگل

سال	مرد	عورت	
۱۹۲۱ء	۲۳۰۷۰	۲۴۶۰۹	۴۷۶۷۹
۱۹۳۱ء	۲۴۴۴۶	۲۵۶۹۲	۵۰۲۳۸

زمانہ سلف کی کوئی تاریخ گلگت مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ اس لیے جو حالات میں نے لکھے ہیں وہ صرف قومی گیتوں اور قومی روایات سے بڑی محنت کے ساتھ اخذ کیے گئے ہیں اور بادی النظر میں بہت نامکمل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ مجھے تحقیق نہیں ہو سکا۔

مختلف راجگان سلف کے زمانہ کا تعین میں نے لداخ پور ریگ۔ او بلتستان کی تاریخ کی امداد سے کیا ہے اور درمیانی خلا کو حسابی طور پر پُر کر دیا ہے۔ سکھوں کے تسخیر گلگت سے معتبر تاریخ شروع ہو جاتی ہے۔

ہونزہ نگر۔ پونیال۔ یاسین۔ چترال داریل۔ تانگیر۔ دچیلاس کی ملحقہ اقوام کے حالات لکھنے کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان اقوام کے ساتھ جہاں تک سبھات ڈوگرہ کا تعلق ہے۔ وہ حالات میں نے صراحت کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اور ہونزہ نگر۔ یاسین و چترال کے حکمران خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب بھی میں نے تحقیق کر کے درج کر دیے ہیں تاکہ گلگت کی تاریخ کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ راجہ ہونزہ اپنا سلسلۂ نسب سکندر اعظم تک پہونچاتا ہے میں نے اُسے چھوڑ دیا ہے اور صرف وہی چند پشتیں درج کر دی ہیں جن کا تعلق تاریخ گلگت کے ساتھ رہا ہے

اس حصہ کو میں نے سات باب پر تقسیم کیا ہے پہلا باب متعلق تاریخ راجگان سلف ہے یعنی خاندان ابتدائی۔ خاندان شاہ رئیس۔ خاندان تراخانی وغیرہ خاندان نگر دوسرا باب دور جدید یعنی گلگت کو سکھوں کے فتح کرنے اور مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر کی فتوحات سرحد گلگت کے متعلق ہے۔ تیسرا باب جو کہ دور جدید کا سلسلہ ہے مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی کے متعلق ہے جیسے کہ گلگت کا دوبارہ تسخیر کرنا۔ مہم یاسین۔ دوسرا حملہ یاسین اور فتح مندوری کوٹ مہم ہونزہ۔ فتح داریل اس کے بعد میں نے یاسین کے فسادات اور چترال کی دستبرد کو مختصراً دکھلا دیا ہے چوتھا باب اور جدید کی ایک دوسری شاخ یعنی عہد برٹش پالٹیکل ایجنسی گلگت سے متعلق ہے جس کے سلسلہ میں انگریزی افسران ایجنسی کی رہنمائی میں مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسے کہ تسخیر ہونزہ و نگر علاقہ گور کا مطیع ہونا۔ تسخیر چیلاس اور ملک چترال پر فوج کی تعیناتی سے اقتدار قائم کرنا۔

دیباچہ

جیسا کہ میں دیباچہ کتاب میں ظاہر کر چکا ہوں اس تالیف کا آغاز وزیر زور آور سنگھ کلھوریہ کی مہم لداخ و بلتستان وغیرہ کے حالات سے ہوا ہے اور بتدریج اس میں ترقی ہوئی ہے دیگر حصص کی تحقیق میں نے موقع بہ کرلی۔ مگر گلگت کی تاریخ لکھنے کا خیال بہت بعد از وقت پیدا ہوا۔ ۳۶-۱۸۳۵ء میں جب کہ میں لکھنؤ میں بیٹھکر ان مسودات کو ترتیب دے رہا تھا اس وقت مجھے خیال ہوا کہ اگر تاریخ گلگت کو نظر انداز کیا گیا تو اس کتاب کا موضوع جیسا کہ اب بن گیا ہے۔ ادھورا رہ جائیگا۔ کیونکہ گلگت وہ سرحد ہے جہاں ڈوگروں نے اپنی سپاہگری کا پورا مظاہرہ وہ ایک مہموں میں نہیں بلکہ متعدد مہموں میں مسلسل نصف صدی تک دکھلایا ہے۔ اور اپنی سرحد کو ایک طرف کاشغر کے ساتھ اور دوسری طرف افغانستان کے ساتھ ملا دیا ہے۔ چنانچہ میں نے ان مسودات کو تلاش کیا جنھیں میں اپنے دو سالہ قیام گلگت کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً شوقیہ طور پر لکھتا رہا تھا۔ اور انھیں ترتیب دینا شروع کیا۔ اس میں مجھے بڑی مشکلات پیش آئیں۔ کیونکہ یہ تحقیقات باقاعدہ اور مکمل نہ تھی اور اس کی تکمیل کے وسائل بھی لکھنؤ میں مہیا نہ ہو سکتے تھے۔ بہرحال جو کچھ مصالح موجود تھا اُسی پر قناعت کرنی پڑی۔ اور چونکہ میں ملک دردستان کے طول و عرض میں استور سے لے کر چترال تک اور ہونزہ سے لیکر چیلاس تک قریب قریب ہر ایک جگہ رہ آیا ہوں۔ اور ہر ایک علاقہ کی کم و بیش واقفیت رکھتا ہوں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ان مسودات پریشان کو میں نے ترتیب دیدیا۔ اور بامداد دیگر تصانیف کے ان میں حسب ضرورت اضافہ بھی کر دیا۔ امید ہے کہ بصورت موجودہ ان کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اور اس مختصر بیان سے سرحد گلگت پر ڈوگرہ تلوار کا پورا زور نتھے شاہ کی سرکردگی میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے ۱۸۴۲ء میں گلگت کا قبضہ حاصل کرنے سے لیکر بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ جرنیل راج سنگھ کے زمانہ کے دور کشمیر امپیریل سروس ٹروپس ۱۸۹۵ء مہم فتح چترال تک بخوبی ظاہر ہوگا جس کے بعد سرحد گلگت پر کوئی فتنہ و فساد برپا نہیں ہوا۔

۲۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق
۳۔ گلدستۂ کشمیر مصنفہ ہرگوپال خستہ
۴۔ جموں و کشمیر انگریزی مصنفہ ڈرو۔
۵۔ دی میکنگ آف اے فرانٹیر مصنفہ کرنل ڈیورنڈ۔
۶۔ دیر تھری امپائرس میٹ مصنفہ نائٹ۔
۷۔ چترال مصنفہ سر جارج رابرٹسن
۸۔ تاریخ چترال مصنفہ عزیز الدین۔

مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۱۴۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

حشمت اللہ خان

پانچواں باب دراصل مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کا سلسلہ تسخیر چترال کے متعلق ہے جس میں ریاست کشمیر کی فوج کے ساتھ سرکار انگلشیہ ہند کی افواج بھی شامل رہی ہیں۔ کئی انگریز افسر مقتول و مجروح اور اسیر ہوئے۔ ریاست کا نہایت قابل جرنیل باج سنگھ اور کمان افسر میجر بھیکم سنگھ اور کئی کمیشن افسر اور بہت سپاہی مارے گئے اور ڈاکٹر رابرٹسن تقریباً سات ہفتہ قلعہ چترال میں محصور رہے اور بالآخر کرنیل کیلی نے پلٹن پایونیر سرکار ہند اور ریاست کے توپ خانہ پہاڑی اور ریاست کی افواج ڈیویاں کی کمک سے گلگت کی طرف سے اور جنرل سر رابرٹ لو کی زبردست مہم افواج سرکار انگلشیہ ہند نے پشاور کی طرف سے زور کر کے محاصرہ کو اٹھایا اور چترال کو تسخیر کر کے اس ملک میں سرکاری چھاؤنیاں قائم کیں اور تمام ملک خوشوقتیہ یعنی یاسین و مستوج کا الحاق کشمیر کے ساتھ کر لیا۔ چھٹا باب ۱۹۲۵ء میں سرکار انگلشیہ ہند کے گلگت پر بطور اجارہ قبضہ حاصل کرنے اور گلگت سے افواج ڈوگرہ کی واپسی کے متعلق ہے گو کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے بعد کے واقعات اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ مگر اس اہم واقعہ کا میں نے مختصراً ذکر کر دیا ہے ساتواں باب۔ گلگت کی آب و ہوا۔ پیداوار اور صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ کے متعلق ہے۔ جس پر اس بیان کو میں نے ختم کر دیا ہے اور آخر میں سرحدی صوبہ گلگت کی تین گذشتہ مردم شماریوں کا گوشوارہ سالہ ۱۹۱۱ء سے سالہ ۱۹۳۱ء کے شمار کی بابت دے دیا ہے اس میں درہ شانذور کے پار کا ملک چترال شامل نہیں ہے جس کے اعداد مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

زمانہ سلف کے حالات کی تحقیق میں میرے دوست وزیر محمد خان رئیس گوری کوٹ علاقہ استور نے جو وزیر غلام حیدر سابق وزیر گلگت کے کشمیر میں نظر بند کئے جانے کے بعد وزیر گلگت مقرر کئے گئے تھے۔ وقتاً فوقتاً میری بڑی مدد کی ہے جس کے لئے میں اُن کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اس حصہ کی تالیف میں اپنی ذاتی تحقیقات کے علاوہ میں نے حسب ذیل تصانیف سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے مصنفین کا میں دل سے شکر گذار ہوں۔

۱۔ گلاب نامہ فارسی مصنفہ دیوان کرپارام۔

خسرو خان (تقریباً ۱۳۹۰-۱۴۳۵ء)

حیدر خان (۱۴۳۵-۱۴۸۰ء) — کمال خان

کمال خان: چلیس خان (۱۴۸۰ تا ۱۵۱۵ء) — بیرم علی

نور خان (۱۵۱۵ تا ۱۵۶۵ء)

مرزا خان (۱۵۶۵ تا ۱۶۰۰ء) (شیعہ مذہب اختیار کیا)

علی شیر (۱۶۰۰-۱۶۳۵ء) — (دختر) جواری زوجہ فردوس خان راجہ نگر

(انچو وزیر ۱۶۳۵ء تا ۱۶۵۰ء) — جبیب خان ۱۶۵۰ تا ۱۶۷۰ء

زوجہ اول حیا شوئی (دختر رحیم خان راجہ نگر) زوجہ دویم (دختر شاہ مراد راجہ سکردو) زوجہ سویم (دختر شاہ بردوش راجہ یاسین)

گوری تھم (۱۶۷۰-۱۷۰۰ء) — مایوررو — ہجمو

×

۱۷۰۰-۱۷۹۰ء

×

گوری تھم ثانی ۱۷۹۰-۱۸۱۲ء

محمد خان (۱۸۱۲-۱۸۲۱ء) — عباس خان (۱۸۲۲ء)

اصغر علی — (دختر) زینیا (زوجہ کریم خان)

(۴) حکومت حملہ آوران سلیمان شاہ یاسین و عزت خان پونیال (۱۸۲۳-۱۸۳۲ء)

(۵) خاندان نگر

طاہر خان (۱۸۳۳ تا ۱۸۳۷ء)

شاہ سکندر خان ۱۸۳۷-۱۸۴۲ء — کریم خان ۱۸۴۲ تا ۱۸۵۱ء بسرپرستی مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور

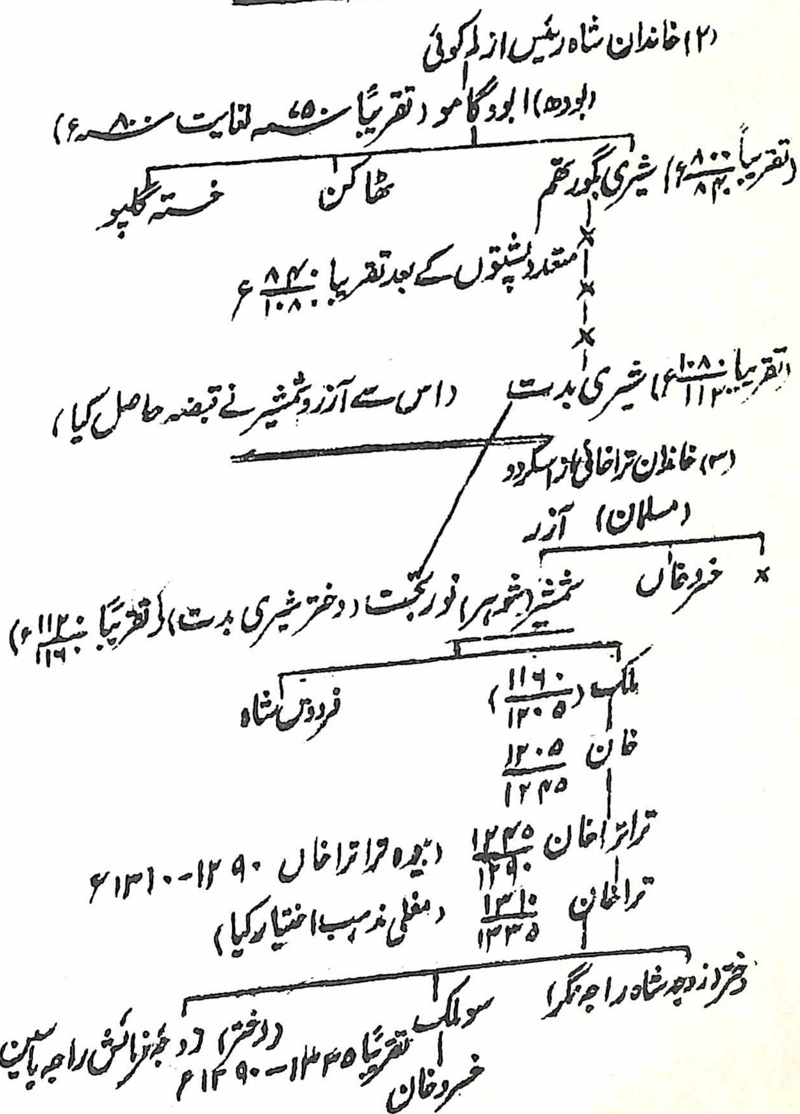
زوجہ اول — زوجہ دویم زینیا و دختر محمد خان (ترا خانی)

محمد خان (۱۸۵۱-۱۸۵۲ء) — دختر (زوجہ جعفر خان راجہ نگر)

شجرہ نسب راجگان گلگت

(۱) قدیم خاندان کا آخری راجہ

(تقریباً سنہ ۱۷۰ء) اگور تھم (جس سے خاندان شاہ رئیس نے قبضہ حاصل کیا



شجرہ نسب راجگان ہونزہ

غزن خان (غضنفر خاں)

میر صفدر علی خاں — گوچار میں سلطنت چین کا وظیفہ خور ہے

سر محمد نظیم خاں، کے سی، آئی ای (متوفی میر ہونزہ) — غزن خان (موجودہ میر ہونزہ)

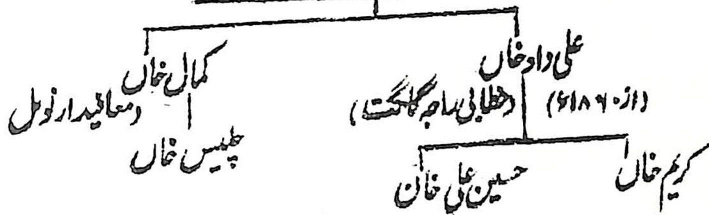
شجرہ نسب مہتران چترال

بابا ایوب

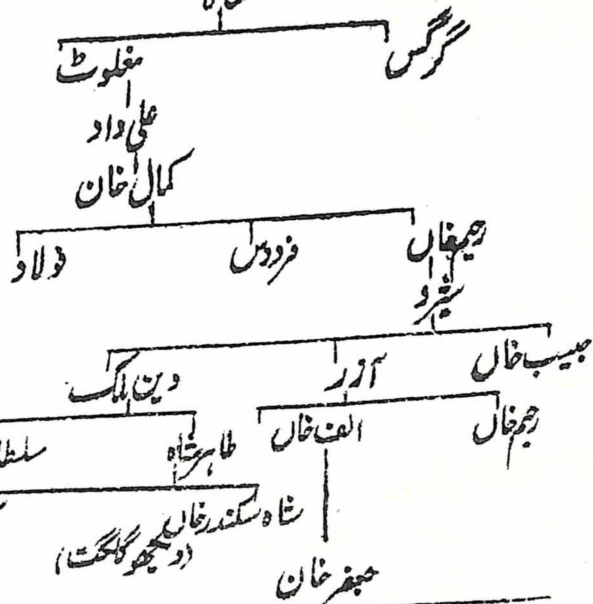
- شاہ لو
- ماہ طاق
  - خوش حال
    - سنگین علی (وفات ۱۵۷۰ء)
      - محمد رضا
        - محمد رضی
        - سکندر
        - محمد دست
        - محمد نور
      - محمد بیگ
        - (۱) محترم شاہ (کٹور) ۱۵۸۵/۱۶۱۵ دوبارہ ۱۶۲۰/۱۶۳۴ء
          - (۲) سنگین علی (ثانی) ۱۶۳۴-۱۶۴۵
            - (۵) شاہ محمد شفیع ۱۷۵۴-۱۷۷۱ء
            - (۶) شاہ مردان (تحی) بیگ ۱۷۷۱-۱۷۷۴ء
          - (۳) محمد غلام ۱۷۴۵-۱۷۵۰ء
          - عنی
          - (۸) شاہ افضل ۱۷۹۰
          - (۹) شاہ فاضل ۱۷۹۵
            - (۱۰) شاہ نواز ۱۷۹۸-۱۸۰۹ / ۱۸۱۸-۱۸۳۴
              - زوجہ اول
                - سلیمان شاہ
                - مسلم شاہ
                - شاہ پردین
                - جہان دار شاہ
              - زوجہ دوئم
                - محترم شاہ
            - سر بلند
            - (۱۱) محترم شاہ کٹور (ثانی)
          - شاہ غیرت ۱۷۹۵-۱۰۹۰ اشرف حیک
          - مرزا شوکت
        - شاہ خوشوقت
          - (۴) شاہ عالم ۱۷۵۴/۱۷۵۴
          - (۷) فرامرز شاہ ۱۷۷۵/۱۷۹۰
          - عصمت اللہ
        - خوش آمد
        - طارق اللہ
        - عبید اللہ
        - نعمت اللہ
      - رام
      - دوست محمد

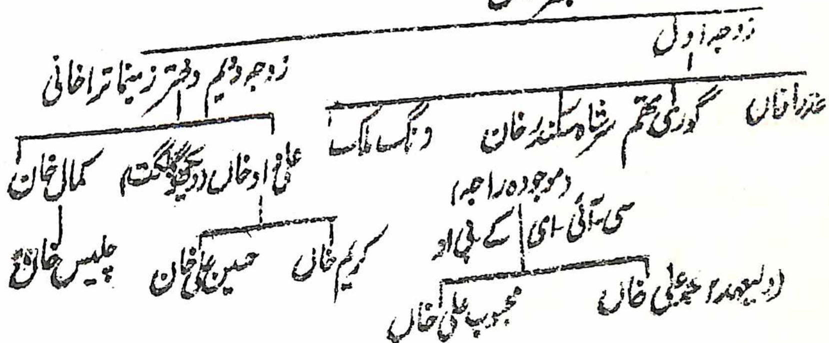
(سلسلہ بر صفحہ ۷۶۲)

دختر (زوجہ جعفر خاں راجہ نگر)



شجرہ نسب راجگان نگر





شجرۂ نسب راجگان یاسین (خاندان خوشوقت)

محمد بیگ (مہتر چترال)

- محترم شاہ اول (کٹور) (شاہ چترال)
- (۱) شاہ خوشوقت (شاہ یاسین) تقریباً ۱۶۴۰–۱۷۰۰ء
  - (۲) شاہ عالم (چترال و یاسین) تقریباً ۱۷۰۰–۱۷۵۰ء
    - شاہ بروش
    - (۵) بادشاہ تقریباً ۱۷۹۰–۱۸۹۵
      - میر قوت خان
      - شیر شاہ
      - (۶) ملک امان تقریباً ۱۷۵۵–۱۸۰۰
        - زوجہ اول (سلسلہ بر صفحہ ۷۶۴)
        - زوجگان مابعد
      - نور شاہ
      - (۷) سلیمان شاہ ۱۸۰۰–۱۸۲۴
  - (۳) فرامرز شاہ (شاہ از چترال تا بونجی) تقریباً ۱۷۵۰–۱۷۸۰ء
    - عالمگیر
      - فرامرز شاہ
        - قترہ
  - عصمت اللہ
    - (۴) خیر اللہ (یاسین و مستوج) تقریباً ۱۷۸۰–۱۷۹۰
      - داراب شاہ
        - سخاوت شاہ
        - بادشاہ ثانی
        - (۹) عظمت شاہ ۱۸۶۰ء
          - خوش وقت (یسین گاگت)
          - شیر اعظم (حاکم یاسین)
    - خوش احمد

محترم شاہ کٹور ثانی ۱۸۳۳ ۱۸۳۷

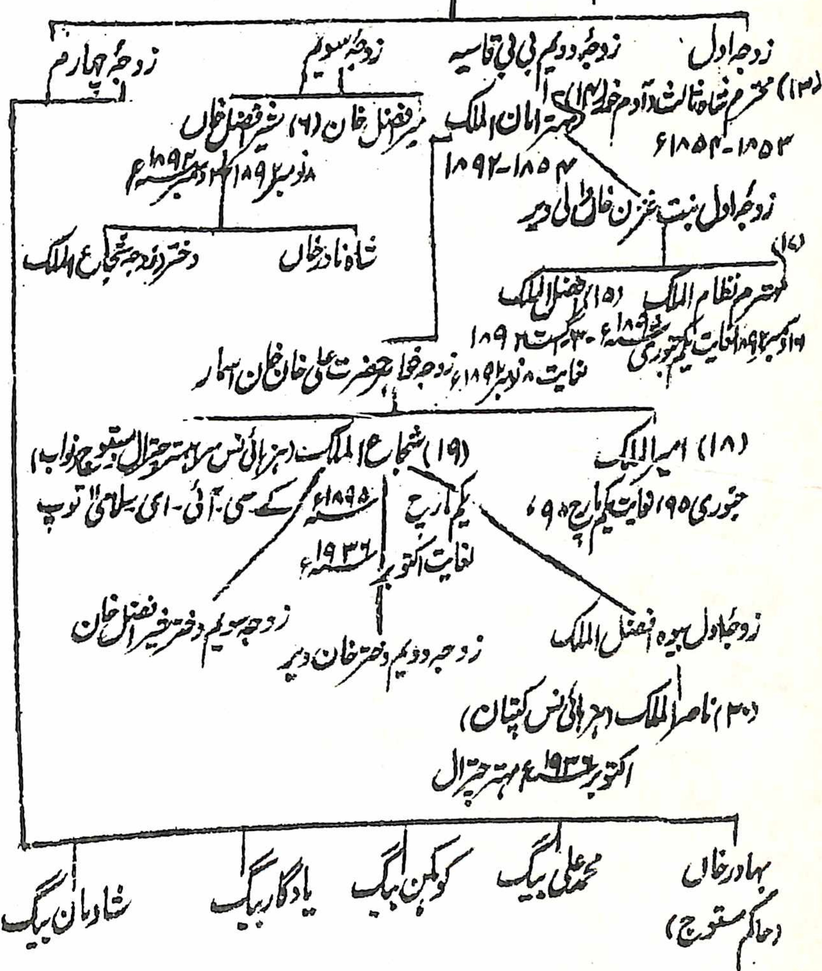
زوجہ اول دختر بادشاہ
زوجہ دویم دختر بادشاہ
زوجہ عالم دختر بادشاہ

فرخ سیر
میر غضب
عضب شاہ
مقرب
(۱۲) شاہ افضل ثانی ۱۸۳۷ ۱۸۵۲
تجمل شاہ
تجمل شاہ
تحول شاہ
معظم شاہ

ہمایوں
ریحان شاہ

محتشم شاہ
فرامل شاہ

ملک شاہ
تجمل شاہ
سید علی شاہ



چھٹا حصّہ

تاریخ گلگت (دردستان)

پہلا باب

عہد راجگان سلف

(۱) دردستان کی وسعت مقامی۔ اقوام اور گلگت کی وجہ تسمیہ (۲) ابتدائی خاندان اور خاندان طلوعیں (۳) خاندان ترا خانی (۴) خاندان یاسین و پونیال و دیگر کی چیدہ حکومتیں اور گلگت کی خود مختاری کا خاتمہ

(۱)

زمانہ سلف کے حالات کا جہاں تک کہ عام روایات اور قومی گیتوں سے پتہ چلتا ہے یہی دریافت ہوا ہے کہ گلگت میں حکومت راجگان کی رہی ہے جمہوری حکومت کا رواج جیسا کہ گلگت کے بعض ملحقہ علاقہ جات میں آج تک چلا آتا ہے اس ملک میں نہیں پایا جاتا ممکن ہے کہ ابتدائی آبادی کے زمانہ میں کچھ عرصہ حکومت کی یہ صورت رہی ہو۔ اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جن راجگان کا پتہ ملتا ہے وہ عموماً بیرونی اشخاص تھے۔

وسعت مقامی استق ملاقہ ردمرد سے نیچے دریائے سندھ کے پانی ڈھال کا تمام ملک ریاست آنب کے قریب تک دردستان کہلاتا ہے۔ اور اس کے باشندوں کو قوم درد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وجہ تسمیہ اُس کی دریافت نہیں ہو سکی۔ اسکا غربی حصہ چترال ہے جس کے آگے کافرستان (موجودہ نورستان) واقع ہے اور داریل و تانگیر کی خود مختار اقوام ہیں۔ شمال میں ہنزہ نگر و سلسلہ کوہستان پامیر واقع ہیں جنوب میں چلاس اور بعض خود مختار جمہوری اقوام درد واقع ہیں اس کے آگے پنجاب اور کشمیر کا

- ملک امان
  - زوجۂ اول
    - ڈرامان
    - (۸) گوہر امان ۱۸۳۰ – ۱۸۶۰
      - زوجہ اول خالہ امان الملک مہتر چترال
        - (۱۰) ملک امان (ف ۱۸۶۷ء) ۱۸۶۰ – ۱۸۶۷
          - مقدس امان
        - (۱۱) میر ولی ۱۸۶۷ – ۱۸۶۰ء
          - پختون ولی خان
          - محمد ولی خان
            - بادشاہ
            - شاہ عالم
          - گوہر امان
      - زوجہ دوم خواہر امان الملک مہتر چترال
        - (۱۲) غلام محی الدین المعروف پہلوان بہادر (۱۸۷۰ – ۱۸۸۰)
          - عبدالرحمن خان حاکم یاسین بعد جنگ چترال ؟
          - محمد حکیم خان
          - غلام محی الدین المعروف بپ مہتر
      - زوجہ سوئم دختر آزاد خان راجہ پونیال
        - میر نبی
        - میر غازی
          - احمد غازی
          - شیر غازی
    - میر امان
  - زوجگان مابعد
    - راہب خان
    - اکبر خان
    - خدا امان
    - حمیت امان
    - مرتضیٰ امان
    - گلشیر خان
    - رحیم امان
    - دولت امان

حکمران ہوا۔ اس کی کئی پشتوں کے بعد شیری بدت راجہ ہوا۔ اس خاندان کا مذہب بودھی تھا۔ شیری بدت نے اپنی مذہبی عقیدت کے اظہار میں گلگت سے بجانب غرب تقریباً دو میل کے فاصلہ پر نالہ کارگا کے ہر دو طرف عمودی چٹانوں میں سطح زمین سے تقریباً سو فٹ کی بلندی پر بدھا کی مورت قدآدم سے بہت بڑے پیمانہ پر کندہ کرائی۔ شرقی طرف کی مورت ابتک موجود ہے گو کہ اس موقع کی تراش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے ازقسم غرفہ یا ایوان کچھ عمارت تھی جو اب گر گئی ہے۔ مگر غربی طرف کی مورت سنگلاخ کے گر جانے سے منہدم ہو گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی قسم کی مورتیں اس نے پونیال اور یاسین وغیرہ مقامات میں بنوائی تھیں جن میں سے کچھ اب تک موجود ہیں۔ مگر میری نظر سے نہیں گذریں، البتہ میں نے بودھی کتبہ جات مستوج و چترال کے درمیان لب سڑک چٹانوں پر دیکھے ہیں مگر اس زمانہ میں بودھی حرف اور بودھی زبان سے واقف نہ تھا۔ اور نہ کوئی دوسرا شخص اس زبان کا واقف اس ملک میں ملا۔ اس لیے ان کتبہ جات کے مضمون کا انکشاف نہ کر سکا۔

گلگت میں شیری بدت کا محل جنوبی پہاڑ کے دامن میں تھا۔ دارنیا ہوا تھا جس کے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ چنانچہ اس میں سے ایک ڈوگرہ افسر جواہر سنگھ نے پتھر کا ایک ستون دو ڈھائی گز لمبا جس کا قطر دو فٹ کے قریب تھا نکلوایا۔ اور اس پر مہاراجہ رنبیر سنگھ کا نام کندہ کرا کے برسرِ راہ نصب کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پتھروں میں شیری بدت کی پتھر کی زین بھی اب تک موجود ہے۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا۔ مگر مجھے نظر نہیں آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض افسانہ ہے۔

شیری بدت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ظالم اور جابر راجہ تھا۔ رعایا کا مال جبراً لے لیتا تھا۔ اور انہیں بہت تنگ کرتا تھا لوگ اس کے ظلم سے بہت بیزار تھے اور انقلاب کی خواہش رکھتے تھے۔

(۳) خاندان تراخانی

اس زمانہ میں تراخانی خاندان کے ایک رئیس آزر نامی نے مع اپنے بیٹوں کے اسکردو سے اس ملک پر حملہ کیا۔ آزر اور اس کے بیٹوں کا مذہب مسلمان بتلایا جاتا ہے۔ مگر

ملک ہے اور شرق میں بلتستان ہے۔ اس خطہ کے درمیانی حصہ کا نام گلگت ہے جہاں سے راستہ ہر طرف نکلتا ہے۔

تحقیقات سے پایا جاتا ہے کہ علاقہ گلگت کا قدیمی نام سرجن تھا۔ بعد میں اسے گلیت کا نام دیا گیا۔ سرجن اور گلیت دونوں کی وجہ تسمیہ کچھ دریافت نہیں ہو سکی۔ بعض مورخین نے قدیم سنسکرت کتابوں کے گھالاتا کے نام کے ساتھ گلیت کے نام کی مشابہت کو تطابق دی ہے۔ مگر اس کی تائید میں کوئی دلیل میری نظر سے نہیں گذری۔

بعد ازاں سکھ اور ڈوگرہ فاتحین کی زبان سے گلیت بگڑ کر گلگت بن گیا۔ مگر اہل ملک آج تک اسے گلیت ہی بولتے ہیں بونجی سے اوپر شرق کی طرف برزل دکا مری تک کے علاقہ کا اصلی نام استور ہے جو بعد میں بگڑ کر حصورہ ہو گیا۔

ملک دردستان کی آبادی زیادہ تر دو بڑے طایفوں شین اور یشکن میں تقسیم ہے۔ یہ آریائی نسل سے ہیں مگر شین اور یشکن کی وجہ تسمیہ کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وسط ایشیا سے نقل مکان کر کے جو آریائی اقوام اس ملک میں آباد ہوئیں ان کے درمیان ایک طایفہ استھین لوگوں کا تھا۔ یہ نام کثرت استعمال سے بگڑ کر شین ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ استھین لوگ اپنے مورث اعلیٰ استھین نامی سے منسوب ہیں۔ اسی کے چھوٹے بھائی کا نام یشکن تھا۔ اس کی اولاد اس کی طرف منسوب ہوئی۔ قدیم زمانے کے راجگان گلگت انہیں لوگوں میں سے تھے۔

اگور تھم تقریباً ۵۰ء گلگت کا ابتدائی راجہ جس کا پتہ روایات سے چلتا ہے اگور تھم تھا۔ اس کا حسب نسب کچھ دریافت نہیں ہوا۔ اس کے عہد میں ایک شخص الودگامو باشندہ ُلم کوئی علاقہ بلتستان نے مع اپنے بیٹے شیری بگور تھم کے گلگت پر حملہ کیا۔ اور اگور تھم کو قتل کر کے گلگت پر قبضہ کر لیا۔

الودگامو تقریباً ۵۰۰ء اس کے خاندان کا نام تھلہ رئیس بتلایا جاتا ہے۔ ان راجگان کے زمانہ کے تعین کا کوئی معیار موجود نہیں ہے۔ راجہ علی داد خان سے فی پشت ۲۰ سال کے حساب سے الودگامو کا زمانہ تقریباً ۵۵۰ء کے قریب ہوتا ہے۔

شیری بگور تھم ۸۸۵ء تا ۹۸۰ء شری بدت ۱۱۲ ۹۸۰ء الودگامو کے بعد اس کا بیٹا شیری بگور تھم

سید شاہ ولی۔ سید شاہ افضل۔ سید شاہ اکبر۔ اور سید میر ابراہیم ان اطراف میں وارد ہوئے اور انھوں نے مذہب اسلام کی تبلیغ کی اور کل اہل ملک کو بودھ مذہب سے مسلمان بنا دیا ان بزرگوں کے مزار اب تک اس علاقہ میں موجود ہیں اور مرجع خواص وعوام ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اقوام یشکن۔ کریمن۔ وڈوم نے پہلے مذہب اسلام اختیار کیا۔ اور قوم شین نے بہت دیر کے بعد اس مذہب کو قبول کیا۔ اس لیے جو اقوام پہلے مسلمان ہوئی تھیں انھوں نے طنزاً انھیں ابوجہل کی اولاد کہنا شروع کر دیا۔

ان بزرگوں کے مزاروں کے علاوہ کوئی قدیم بودھی یا اسلامی عمارت اس ملک میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرف اہل ملک کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔ اور اُن کا تمدن پستی کی حالت میں رہا۔

شمشیر کا عہد حکومت خاصہ لمبا تھا۔ روایت ہے کہ اُس نے پونیال یاسین۔ اور چترال کو بھی فتح کیا۔ اور اُن علاقہ جات میں بھی اشاعت مذہب اسلام کی اُسی کے عہد میں شروع ہوئی۔

ملک ۱۱۶۰/۱۲۰۵ء

شمشیر کے بعد اُس کا بیٹا ملک راجہ ہوا۔ یہ بڑا دلیر آدمی تھا۔ اُس نے داریل کو فتح کیا۔ اِس جنگ میں اُس کے ایک بازو پر شدید زخم پہونچا تھا مگر بعد میں درست ہو گیا۔ اُس نے استور کو بھی تسخیر کیا۔ اور اپنی حکومت کو بہت وسعت دی

خان ۱۲۰۵/۱۲۴۵ء

اُس کے بعد اُس کا بیٹا خان راجہ ہوا۔ اُس کا کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے اُس کی دو بیٹیاں تھیں اُن کی شادی اُس نے ڈھکی اور نگر میں کر دی۔ اور وہاں اُن کی حکومت بھی قائم کر دی ڈھکی مجھے دریافت نہیں ہو سکا کون سی جگہ ہے۔

ترترا خان ۱۲۴۵/۱۲۹۰ء

خان کے بعد اُس کا بیٹا ترترا خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کی شادی داریل میں ہوئی تھی اُس کی بیوی کے سات بھائی تھے چونکہ اسے چوگان بازی کا بہت شوق تھا وقتاً فوقتاً اپنے سالوں کے ساتھ چوگان کھیلنے کی غرض سے داریل جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ شرط قرار پائی کہ جو فریق بازی جیتے فریق ثانی کو قتل کر دے۔ ترترا خان کی جیت رہی۔ اُس نے شرط پوری کی اور اپنے سالوں کو قتل

میری تحقیق ہیں اسکردو میں اس زمانہ تک مذہب اسلام نہیں پہونچا تھا اور آزر اور ترا خان ترکی نام ہیں۔ اس لیے آزر اصلاً یارقندی ترک ہونا چاہیے۔ بہر حال روایت یہ ہے کہ آزر نے اپنے تین بیٹوں کے ساتھ جن میں چھوٹا شمشیر تھا۔ اُس سے بڑا خسرو خان۔ اس سے بڑا ایک اور تھا جس کا نام دریافت نہیں ہوسکا۔ اسکردو کی طرف سے براہ نالہ ہوتے ہوئے ہونزہ و نگر پر حملہ کیا۔ اہل ملک نے سختی کے ساتھ اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر بالآخر انھیں شکست ہوئی۔ اور آزر ان دونوں علاقوں پر متسلط ہوگیا۔ اس ملک کا انتظام درست کرنے کے بعد اُس نے اپنے تینوں بیٹوں کو گلگت پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا جہاں شیری بدت کے جبر وظلم نے بیرونی حملہ آوروں کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا۔ یہ تینوں بھائی پہلے دینور میں وارد ہوئے اور یہاں اُنھوں نے رعایا کو اپنے ساتھ ملایا۔ یہ انتظام کرنے کے بعد متحدہ افواج کے ساتھ اُنھوں نے گلگت پر حملہ کردیا۔

شیری بدت نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر چونکہ اقبال اُس سے منہ موڑ چکا تھا میدان کارزار میں شمشیر کے تیر نے اُسکا کام تمام کردیا۔ اور گلگت پر شمشیر کا قبضہ ہوگیا لیکن شیری بدت کا خوف لوگوں کے دل پر اس درجہ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کی موت کو لوگوں نے باور نہیں کیا اور یہ خبر مشہور ہوئی کہ وہ فرار ہو کر یاسین کی طرف چلا گیا ہے اور تھوئی اٹھن کے گلیشیر کے نیچے زندہ موجود ہے۔ چنانچہ یہ رسم قائم ہوئی کہ ہر سال ایک روز معینہ پر تمام علاقہ میں آگ روشن کی جاتی تھی کہ شیری بدت یا اُس کی روح کو گلگت کی طرف آنے سے ڈرایا جائے۔ اب کچھ عرصہ سے یہ رسم موقوف ہوئی ہے۔

شمشیر راجہ گلگت ۱۱۲۰-۱۱۶۰ء

جب کہ فتنہ وفساد فرو ہوگیا۔ اور ملک میں امن و امان قائم ہوا تو شمشیر نے شیری بدت کی بیٹی نور بخت سے بیاہ کرلیا اور اُس کے وزیر پوڑہ کو اپنا وزیر مقرر کیا اور عیش و کامرانی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ اس وقت اُس کے دونوں بھائی خسرو خان وغیرہ اُس کو گلگت میں چھوڑ کر خود ہونزہ و نگر کو واپس چلے گئے۔

اشاعت اسلام

شمشیر نے مذہب اسلام کی اشاعت میں براہ راست کوئی حصہ نہیں لیا مگر اس کے عہد حکومت میں چھ بزرگ سید شاہ بریا ولی سید سلطان علی

سلامی میں ایک عالیشان برج تعمیر کیا جو آج تک اچھی حالت میں موجود ہے اور مغلائی برج کے نام سے مشہور ہے۔

تاج مغل کو مذہب کے ساتھ بہت زیادہ دلچسپی تھی وہ اسمعیلیہ مذہب کا پیرو تھا جو آجکل ہز ہائی نس آغا خاں کے معتقدین کا مذہب ہے۔ تاج مغل گلگت میں اس مذہب کی اشاعت کرنا چاہتا تھا۔ ترا خان چالاک آدمی تھا۔ اُس نے فوراً اس کا مذہب اختیار کر کے اپنا رسوخ قائم کر لیا اور اس تدبیر سے اُس نے گلگت کی حکومت تاج مغل کے ہاتھ سے حاصل کر لی۔ اس مذہب کا نام اطراف گلگت میں اُس کے شایع کرنے والے تاج مغل کے نام کی نسبت سے مغلی یا مغلائی مشہور ہے جو بگڑ کر مولائی بن گیا ہے۔ اُس کا ذکر میں بلتستان کے حصہ میں بسلسلہ اشاعت اسلام کر چکا ہوں۔

تاج مغل نے اپنا ایک سردار شاہ رئیس نامی چترال میں تعینات کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شاہ رئیس ترا خاں کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ اور اُس کی صلاح سے چترال بھیجا گیا تھا بہر حال اس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ چترال میں مذہب مغلی کی اشاعت کرے۔

الغرض تاج مغل حکومت گلگت ترا خاں کو واپس حوالہ کر کے خود ہونزہ پہونچا۔ اور اُس ملک کو بھی اُس نے تسخیر کیا۔ راجہ ہونزہ نے ترا خاں کی طرح مذہب مغلی اختیار کر کے اپنی حکومت کو بچا لیا ہونزہ میں اب تک یہی مذہب رائج ہے۔

تاج مغل نے ہونزہ فتح کرنے کے بعد نگر کے حملے کا قصد نہیں کیا۔ اور سیدھا پامیر سے گذر کر کاشغر چلا گیا اور وہاں بھی اسی قسم کی مذہبی خدمات انجام دیں۔

سو ملک ۱۳۲۵ء / ۱۳۹۰ اس کی واپسی کے بعد ترا خاں کامرانی کے ساتھ حکومت کرتا رہا۔ اور بالآخر اس دار فانی سے رخصت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سو ملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے اپنی بہن کا بیاہ ایک شخص زنا کش نامی باشندہ یاسین کے ساتھ کر دیا اور یاسین کی حکومت بھی اُسی کو حوالہ کر دی۔

تاج مغل کا دوسرا حملہ روایت ہے کہ اس کے عہد میں تاج مغل نے دوبارہ ان اطراف پر حملہ کیا۔ وہ حدود یاسین میں پہونچا تو سو ملک سے بہنوئی نے اس سے کمک مانگی۔ سو ملک خود بذات فوج لے کر مقابلہ کے لیے گیا۔ اسی اثنا میں تاج مغل

کردیا۔ اُس کی اُس وحشیانہ حرکت سے اُس کی رانی بہت ناراض ہوئی۔ اور اپنے بھائیوں کا انتقام لینے کی غرض سے اُس کو زہر دیکر اُسکا کام تمام کردیا۔ اور خود حکومت کرنے لگی۔

بیوہ ترا ترا خان ۱۲۹۰ تا ۱۳۱۰ء اس واقعہ کے کچھ روز بعد اس رانی سے ترا ترا خان کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ترا خان رکھا گیا۔ مگر اس کینہ ور عورت نے اپنے قاتل شوہر کی اولاد کو پرورش کرنا گوارا نہ کیا۔ اور اُسے ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں بہادیا۔ اس صندوق کو بمقام ہڈا علاقہ چیلاس دو لڑکوں نے دیکھا جو بہتی ہوئی لکڑیوں کے جمع کرنے کے لیے دریا پر گئے تھے۔ وہ اُس صندوق کو نکال کر اپنے گھر لے گئے اُن کی ماں نے اُسے کھول کر دیکھا تو اُس کے اندر سے ایک خوبصورت بچہ برآمد ہوا۔ اُس نے بڑی محبت سے اُس کی پرورش کی۔ جب وہ بڑا ہوا تو آہستہ آہستہ اُسے پتہ لگا کہ وہ کہاں سے بہہ کر چیلاس میں پہونچا ہے جوانی پر پہونچا تو اُسے حکومت کی ہوس دامنگیر ہوئی۔ اس ارادے سے ان دونوں لڑکوں کو جنھیں وہ اپنا حقیقی بھائی سمجھتا تھا ساتھ لے کر اپنے آبائی ملک گلگت میں آگیا۔ اس وقت یہاں اُس کی ماں کی حکومت تھی۔ ترا خان نے گلگت کے محلہ بہانداس میں ایک مکان تیار کرکے خاموشی کے ساتھ بود و باش اختیار کی۔ جب اس کی ماں کو خبر ہوئی کہ کچھ نووارد اشخاص گلگت میں آباد ہوئے ہیں اُس نے ان تینوں بھائیوں کو طلب کرکے ان کے حالات دریافت کیے جب اُسے اپنے بیٹے کا حال معلوم ہوا تو اُس کو عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا اور چونکہ وہ خود سن رسیدہ ہو چکی تھی حکومت ترا خان کو سپرد کرکے خود گوشہ نشین ہو گئی۔

ترا خان ۱۳۱۰ تا ۱۳۳۵ء ترا خان کی حکومت پونیال یاسین۔ استور اور ہونزہ نگر تک تھی اس نے اپنی بیٹی کی شادی ایک شخص شاہ نامی باشندہ ہونزہ کے ساتھ کردی اور ہونزہ نگر کی حکومت اپنی بیٹی کو حوالہ کردی۔ اس سے دو جوڑواں لڑکے گرکس اور مغلوٹ پیدا ہوئے۔

حملۂ تاج مغل ترا خان کے عہد میں تاج مغل نے بدخشان سے ان اطراف پر حملہ کیا۔ وہ چترال۔ یاسین اور پونیال کو فتح کرتا ہوا گلگت پہونچا۔ ترا خان کو شکست ہوئی اور تاج مغل گلگت پر قابض ہو گیا۔ اُس نے بیادگار اپنی فتح کے موضع جوٹیال کے اوپر پہاڑ کی

حیدر خان ۱۴۳۵ء تا ۱۴۸۰ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا حیدر خاں راجہ ہوا۔ اُس کی حکومت بھی گلگت سے باہر پونیال اور استور پر محدود تھی۔ یاسین و چترال میں پستور سنگلی اور نگر میں علی داد حکمران تھے۔

چلیس خان ۱۴۸۰ء تا ۱۵۱۵ء حیدر خان کے بعد اُس کا بھتیجا چلیس خاں راجہ ہوا۔ اُس نے تیس برس حکومت کی۔ اس کا وزیر شومن تھا۔ اُس نے سنگلی کے ملک کو فتح کرنے کا قصد کیا۔ اس غرض کے لیے دریل و ہونزہ و نگر سے امداد کا انتظام کیا۔ مگر چلیس خاں کو حملہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور واپس چلا آیا۔ سنگلی کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے گلگت پر چڑھائی کر دی مگر اُسے بھی کامیابی نہ ہوئی اور مار کھا کر پسپا ہونا پڑا

نور خان ۱۵۱۵ء تا ۱۵۶۵ء اُس کے بعد اُس کا بیٹا نور خان راجہ ہوا۔ یہ شکار کا بڑا شائق تھا اُس کا وزیر حاجی تھا جو اُس کی طرف سے حکومت کا کام چلاتا تھا دینار ترنگفا جو گلگت کا نمبردار اعلیٰ ہے اسی کی اولاد میں سے ہے۔

مرزا خان ۱۵۶۵ء تا ۱۶۰۰ء اُس کا بیٹا مرزا خان اس کا جانشین ہوا۔ اُس نے مغلائی مذہب ترک کر کے شیعہ مذہب اختیار کیا۔ اس کے حالات اس طرح ہیں کہ اس کے عہد میں سنگلی نے چترال سے گلگت پر حملہ کیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سنگلی نے کتنی لمبی عمر پائی تھی۔ تاریخ چترال میں سنگین علی کی وفات ۱۵۰۰ء درج ہے بہرحال روایت ہے کہ مرزا خان کو اُس کے مقابلہ کی تاب نہ ہوئی۔ وہ بھاگ کر بلتستان چلا گیا۔ اور وہاں جا کر شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ پھر علی شیر خان انچن کو سنگلی کی سرکوبی کے لیے ساتھ لایا۔ انہے گلگت سے لیکر چترال تک تمام ملک کو روند ڈالا۔ اور بیادگار اپنی فتح چترال کے۔ چترال کے ایک درخت چنار میں ین چکی کا پاٹ پرو دیا۔ وہ اب تک موجود ہے۔ اُس کے مفصل حالات تاریخ خاندان مقپون اسکردو میں درج کیے جا چکے ہیں۔

اس طرح سے مرزا خان کی حکومت گلگت میں دوبارہ قائم ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی مذہب شیعہ کی بنیاد بھی گلگت میں قائم ہو گئی۔ جو اب تک بارآور رہے اس کا عہد حکومت چھتیس سال بتلایا جاتا ہے۔

علی شیر خاں ۱۶۰۰ء تا ۱۶۳۵ء اسکے بعد اُس کا بیٹا علی شیر راجہ ہوا۔ اس کے دو وزیر تھے

یاسین کو فتح کر چکا تھا۔ اور لب دریا اپنی فوج کے ساتھ مقیم تھا۔ سوملک یہاں پہونچا تو اس کے
بالمقابل دریائے یاسین کے دوسری طرف ٹھہر گیا۔

دونوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فریقین نے جوانمردی کے بڑے بڑے کرتب دکھلائے
مگر آخرکار مغلوں کو شکست ہوئی۔ اور وہ پسپا ہوئے سوملک نے کوتل دارکوت تک ان کا تعاقب
کیا مگر یہاں پہونچ کر وہ بیہوش ہو گیا۔ اور گھوڑے سے گر گیا۔ دشمن نے اُسے پکڑ لیا۔ اور قید کرکے
بدخشاں لے گئے۔ اُس کے معنی ہیں یہ سمجھتا ہوں کہ جنگ میں سوملک کو شکست ہوئی۔ وہ قید
ہو گیا۔ تاج مغل اُسے اور قیدیوں کے ساتھ بدخشاں لے گیا۔ وہ وہاں غلامی میں رہا۔ بہرحال روایت
یہ ہے کہ سوملک دو سال تک شاہی باورچی خانہ میں لکڑی بہم پہونچانے کی خدمت پر مامور
رہا۔ بعد ازاں چونکہ اُسے گھوڑوں کی شناخت میں مہارت تھی وہ داروغہ اصطبل شاہی ہو گیا۔ دو
سال تک یہ خدمت انجام دیتا رہا۔ اس اثنا میں اُس نے ایک گھوڑا اتو قار نامی منتخب کیا اور اس پر
سوار ہو کر گلگت کی طرف فرار ہوا۔ اس کے تعاقب میں سوار بھیجے گئے۔ مگر اس کے قریب کوئی
نہیں پہونچ سکا۔ بالآخر آٹھویں دن گوجہال میں ایک سوار نے کسی تدبیر سے اُسے گھیر لیا۔ مگر
سوملک آدمی چالاک تھا رشوت دے دلا کر اُس سے اپنی جان چھڑائی۔ اور یاسین میں اپنی بہن
کے پاس پہونچ گیا۔

چند روز یاسین میں اُس نے آرام کیا پھر اپنے بہنوئی فرائش کو ساتھ لے کر گلگت آیا اس کی
غیر حاضری میں اُس کی رانی حکومت کا کام چلاتی رہی تھی۔ سوملک نے واپس پہونچ کر اپنی حکومت
پھر شروع کر دی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سوملک بہت مغلوب الغضب آدمی تھا۔ ایک دفعہ اُسے ایک بزرگ نے
نصیحت کی کہ جب کبھی تمہیں غصہ آئے تو نزدیک کا ہتھیار کبھی استعمال نہ کرو۔ اس نصیحت پر وہ اپنی
تمام بقیہ عمر میں کاربند رہا۔ چنانچہ ایک دفعہ نادانستگی کی حالت میں اپنے بیٹے خسرو خاں پر تیر چلانے
کا ارادہ کیا مگر بزرگ کی نصیحت یاد آ گئی اور خسرو خاں کی جان بچ گئی۔

خسرو خاں ۱۳۹۰ / ۱۴۳۵ء

اُس کے بعد اُس کا بیٹا خسرو خاں راجہ ہوا۔ اُس کی حکومت بھی گلگت
سے باہر پونیال اور استور پر محدود تھی۔ اس وقت یاسین چترال
میں سیدہ توری سنگلی حکمران تھا اور ہنزہ و نگر میں گرکس و مغلوٹ کی حکومت تھی۔

جواری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حبیب خان تھا۔ اب ریشو کو اس رقیب کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا۔ اس نے جواری اور حبیب خان کو قادہ سنگر میں بھیج دیا۔ اور فردوس خان سے کہا کہ تمہارا ملک نگر ہے۔ تم اپنے آبائی ملک میں واپس چلے جاؤ۔

جواری کو یہ قید بہت ناگوار ہوئی۔ اس نے علی شیر کے ہواخواہوں کے ساتھ سازش کی کہ ریشو غاصب ہے اصل حقدار حکومت میرا بیٹا ہے۔ اسے راجہ بنایا جائے اور ریشو کو قتل کیا جائے چنانچہ بگروٹ کے لوگوں نے کسی بہانہ سے اسے بلایا اور ملک عدم کو پہنچادیا۔

حبیب خان اپنی ماں جواری کی ولایت میں ۱۶۵۰-۱۶۷۰ء

اس واقعہ کے بعد حبیب خان کی راجگی کا اعلان کیا گیا۔ مگر جواری نے حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ حبیب خان صرف نام کا راجہ تھا۔

حبیب خان کی تین شادیاں ہوئیں۔ پہلی راجہ نگر رحیم خان کی بیٹی حیاشوئی کے ساتھ دوسری شاہ مراد راجہ اسکردو کی بیٹی کے ساتھ تیسری شاہ بروش راجہ یاسین کی بیٹی کے ساتھ ان سے اس کے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ حیاشوئی سے گوری تھم شاہ مراد کی بیٹی سے بابورد اور شاہ بروش کی بیٹی سے عجمو۔ ان کے درمیان فساد پیدا ہوا۔ اس کو رفع کرنے کے لیے شاہ مراد مع اپنے بھائیوں شیر شاہ۔ علی شاہ و شاہ سلطان کے گلگت میں آیا۔ اسے رفع کرنے کے بعد وہ واپس اسکردو چلا گیا۔ بعد میں دوبارہ فساد برپا ہوا جس میں حبیب خان مقتول ہوا شاہ مراد پھر گلگت پر حملہ آور ہوا جس کے مفصل حالات بسلسلہ تاریخ خاندان مقپون اسکردو مذکور ہو چکے ہیں۔

گوری تھم ۱۶۷۰ء/۱۷۰۰ء

حبیب خان کے قتل کا جواری کو بہت غم ہوا اور اس صدمہ سے رو رو کر اس نے اپنی بصارت زائل کردی فساد کے رفع ہو جانے پر حکومت اس کے پوتے حبیب خاں کے بیٹے گوری تھم کو پہنچی۔ مگر اپنے جیتے دم تک حکومت کا کام جواری ہی چلاتی رہی۔

حبیب خان کے تین وزیر تھے ایک غلام جو گلگت کا وزیر تھا۔ دوسرا کونو جو بگروٹ کا وزیر تھا۔ تیسرا بیک جو شرٹ کا وزیر تھا۔

گوری تھم نے اپنی دادی کی وفات کے بعد خاصے عرصہ تک حکومت کی اس کا ایک

ایک کا نام عبداللہ تھا جس کی اولاد سے اب تک ریشو نامی ایک زمیندار گلگت میں موجود ہے۔ دوسرے وزیر کا نام شوداری تھا جس کی اولاد سے سوملک نامی ایک زمیندار سنکر میں موجود ہے۔

اس زمانہ میں خوش وقت راجۂ یاسین نے علی شیر کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دینے کا وعدہ کیا جب علی شیر شادی کے لیے یاسین میں پہونچا تو خوش وقت نے اُن کو مع اُس کے وزیر عبداللہ کے قتل کر دیا۔ اور عبداللہ کے بھائی ریشو کے ساتھ یہ سازش کی کہ تمہیں میں اپنا وزیر بنا کر گلگت میں رکھوں گا۔ تم تسخیر گلگت میں میرے معاون رہو۔ ریشو بھی سازش میں کامل تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں گلگت جاتا ہوں اور رعایا کو تمہاری اطاعت کے لیے آمادہ کرتا ہوں۔ جب انتظام مکمل ہو جائے گا تو تم کو بلا لوں گا۔

ریشو گلگت میں پہونچا اور اُس نے تمام رعایا کو اپنا مطیع بنا لیا۔ اور خوش وقت سے علی شیر و عبداللہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے انھیں آمادہ کر دیا۔ پھر خوش وقت کو اطلاع دی کہ سب انتظام درست ہو گیا ہے تم بلا اندیشہ چلے آؤ۔ خوش وقت یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور فوراً روانہ ہو گیا۔ ریشو بھی خفیہ طور پر فوج لے کر بظاہر خوش وقت کے استقبال کے لیے گلگت سے روانہ ہو کر پونیال پہونچا۔ خوش وقت ابھی پونیال میں داخل نہیں ہوا تھا کہ اُسے اصلیت کا پتہ لگ گیا۔ اور وہ اُلٹے پاؤں یاسین کو واپس ہو گیا۔ ریشو نے اُس کا تعاقب کیا۔ اور اُس کی فوج کے تین سو آدمی ہلاک کیے مگر خوش وقت بچ کر نکل گیا۔

ریشو وزیر ۱۶۳۵ء – ۱۶۵۲ء اب ریشو نے علی شیر کی جگہ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سترہ سال تک کامرانی کے ساتھ حکومت کی۔ مگر خوش وقت نے اُسے چین نہ لینے دیا۔ اور قریب قریب ہر سال گلگت پر حملہ کرتا رہا۔ لیکن ریشو کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔

مرزا خاں جب اسکردو گیا تھا تو اپنی لڑکی جواری کو وہاں کے راجہ کے پاس چھوڑ آیا تھا اس اثنا میں جواری گلگت میں واپس آ گئی۔ ریشو نے اس کا بہت احترام کیا۔ اور سکال خان راجۂ نگر کے بیٹے فردوس خان کو بطور خانہ داماد لا کر جواری کے ساتھ بیاہ کر دیا۔ اور ظاہر داری کے طور پر اُسے علی شیر کا جانشین تسلیم کیا۔ لیکن حکومت اپنے ہی ہاتھ میں رکھی۔

محمد خان قید ہو کر یاسین پہونچایا گیا۔ لیکن سلیمان شاہ نے باوجود اس کامیابی کے گلگت میں قیام نہیں کیا بلکہ جلد یاسین کو واپس چلا گیا۔

عباس خان ۱۸۲۲ء اس کی واپسی کے بعد محمد خان کا بھائی عباس خان جو اس معرکہ کے موقع پر نگر میں تھا واپس آیا اور حکومت پر متمکن ہو گیا محمد خان کے وزیر موسنگ اور فرخ تھے اور عباس خان کے وزیر دولت بیگ و مریم بیگ تھے۔

عباس خان کو راجگی کرتے ہوئے بمشکل ایک سال گذرا تھا کہ سلیمان شاہ نے اس کے ساتھ نامہ و پیام شروع کیا۔ اور اس کے بھائی محمد خان کی رہائی کا وعدہ کر کے اسے اپنے پاس یاسین میں بلایا۔ جب یہ سادہ لوح یاسین میں پہونچا تو اُسے بھی قید کر کے اُس کے بھائی کے ساتھ قلعہ تھاؤس میں بند کر دیا اور گلگت پر اس دفعہ خونریزی کے بغیر اس نے قبضہ کر لیا۔ عباس خان کے ساتھ اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلیمان شاہ راجہ یاسین ۱۸۲۳ء / ۱۸۲۸ء سلیمان شاہ نے تقریباً پانچ سال گلگت میں حکومت کی۔ اس کا وزیر شو تھا جس کی اولاد سے وزیر شاہ مرزا اس وقت تک موجود ہے اور غلام حسین بگروٹ میں اور شاہ نواز شروٹ میں وزیر تھے۔ اُس نے دو دفعہ الف خان راجہ نگر کو شکست دی اور نگر فتح کیا۔ اس زمانہ میں پونجی میں جبار خان راجہ استور کی حکومت تھی سلیمان شاہ نے بونجی کو بھی فتح کیا۔

اس کے بعد عزت خان راجہ پونیال نے گلگت پر حملہ کیا اور سلیمان شاہ کو شکست دیکر یاسین کی طرف بھگا دیا۔ وہاں پہونچ کر اُس نے بدبختی کی کوفت دور کرنے کی غرض سے محمد خان و عباس خان دونوں بھائیوں کو بحالت قید قتل کر دیا۔ غرض کہ عزت خان نے سلیمان شاہ سے گلگت کا قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت گلگت میں قائم کی۔

عزت خان راجہ پونیال ۱۸۲۸ء / ۱۸۳۲ء عزت خان نے پانچ سال گلگت میں حکومت کی اس دوران میں سلیمان شاہ نے پھر حملہ گلگت کی تیاری کی۔ عزت خان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے سلیمان شاہ کو پکڑوا کر شیر قلعہ میں منگوایا اور یہاں قتل کر دیا۔ عزت خان کے وزیر شو اور قربان تھے۔

وزیر لاہیگ اور دوسرا اکھو کھود تھا۔ موخرالذکر باشندہ دینور کا تھا۔

زمانہ خالی ۱۷۸۰ء تا ۱۷۹۰ء اس موقع پر شجرہ نسب میں دو تین نام گم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حبیب خان اور کریم خاں کا زمانہ تاریخ سے معین ہے۔ اس لیے اس خالی زمانہ کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔

گوری تھم ثانی ۱۷۹۰ء تا ۱۸۱۴ء ان راجگان کی اولاد میں سے جن کا نام دریافت نہیں ہو سکا گوری تھم ثانی تقریباً سنہ ۱۷۹۰ء میں راجہ ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں سلیمان شاہ پسر بادشاہ راجہ یاسین گلگت میں آیا اور گوری تھم کے پاس ملازم ہو گیا۔ تقریباً دس بارہ سال یہاں رہا۔ بعد ازاں ایک روز موقع پا کر گوری تھم اور اس کے وزیر کو قتل کر کے یاسین کی طرف بھاگ گیا اس واقعہ سے یاسین کا تعلق گلگت کے ساتھ دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔

محمد خاں ۱۸۱۴ء تا ۱۸۲۲ء سلیمان شاہ کا حملہ گلگت بعد ازاں اس کا بیٹا محمد خان راجہ ہوا اس نے تقریباً نو سال حکومت کی یہ ہمیشہ سلیمان شاہ سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کی فکر میں رہتا تھا۔ اتنے میں اسے خبر پہونچی کہ سلیمان شاہ فوج لے کر گلگت کے اوپر آ رہا ہے۔ یہ بھی ایک فوج کثیر جمع کر کے اسکے مقابلہ کے لیے شیر قلعہ پہونچا یہاں سخت معرکہ ہوا سلیمان شاہ تو اپنی جان لے کر میدان کارزار سے بھاگ گیا لیکن اس کے ہمراہیوں کے اوپر محمد خاں نے خوب ہاتھ صاف کیا۔ میر شاہ وقوت خاں۔ اور ان کے قرابتدار خورم شاہ۔ فیض وبیگی قتل ہوے۔ خان بہادر حاکم پونیال بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

(۴) خاندان یاسین پونیال و نگر کی چند روزہ حکومتیں اور گلگت کی خود مختاری کا خاتمہ

سلیمان شاہ کا دوسرا حملہ گلگت اس واقعہ کے سات سال بعد سلیمان شاہ نے ایک لشکر جرار لے کر پھر گلگت پر حملہ کیا اس دفعہ اس کے بخت نے یاوری کی اور اسے فتح حاصل ہوئی۔ گلگت کے لوگ بے شمار قتل ہوے اور خود

دوسرا باب

دورِ جدید

مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحد گلگت

(۱) سکھوں کا گلگت کو فتح کرنا (۲) مہاراجہ گلاب سنگھ کا سکھوں سے گلگت پر قبضہ حاصل کرنا (۳) راجہ ہونزہ کا حملہ نول اور افواج ڈوگرہ کی تباہی (۴) گوہر امان کا حملہ گلگت اور مصالحت (۵) تسخیر چلاس (۶) گوہر امان کا ڈوگروں کو قتل کر کے گلگت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا۔

(۱)

واقعات مندرجہ باب اول سے ظاہر ہوگا کہ عباس خاں کے ساتھ خاندان تراخانی کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا تھا اور گلگت حملہ آوروں کے لیے جولانگاہ بن گیا تھا پہلے سلیمان شاہ راجہ یاسین قابض رہا۔ پھر عزت خان راجہ پونیال کی حکومت قائم ہوئی۔ پھر طاہر خاں نگر والے نے اپنا زور دکھلایا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا شاہ سکندر اُس کا جانشین تھا جبکہ گوہر امان راجہ یاسین نمودار ہوا اور سکندر کو قتل کر کے اُس نے اپنی حکومت جمائی۔ کریم خاں نے سکھوں کی فوج کی مدد سے گوہر امان کو نکال کر اپنی حکومت سکھوں کی سرپرستی میں قائم کر دی۔ اب وقت سے گلگت کا تعلق کشمیر کے ساتھ پیدا ہوا۔ ان حالات کو ڈرو نے اپنی عالمانہ تصنیف موسومہ "جموں و کشمیر" میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

"گوہر امان نے یاسین سے حملہ کر کے شاہ سکندر کو قتل کیا۔ اور گلگت پر اپنی حکومت قائم کی۔ اس کا بھائی کریم خان فرار ہو کر علاقہ گوریس چلا گیا۔ وہاں سے اُس نے اپنا ایک معتبر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے صوبہ دار کشمیر شیخ غلام محی الدین کے پاس بطلب امداد روانہ کیا۔ درخواست منظور ہوئی۔ اور دو سکھ پلٹنیں بسرکردگی کرنل نتھے شاہ ساکن گوجرانوالہ کریم خاں کی امداد کے لیے تعینات کی گئیں۔ یہ واقعہ ۱۸۴۲ء کا ہے جبکہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے

طاہر خان راجہ نگر ۱۸۳۳ء تا ۱۸۳۷ء سلیمان شاہ کے قتل کے بعد طاہر خان راجہ نگر نے عزت خان پر حملہ کیا۔ اور عزت خان کو قتل کر کے گلگت پر قابض ہوگیا۔ طاہر خان نے چار سال تک بڑے امن وامان کے ساتھ گلگت میں حکومت کی کوئی لڑائی جھگڑا اُس کے عہد حکومت میں نہیں ہوا۔ اُس کا وزیر ہو بو تھا چار سال کی حکومت گلگت کے بعد جب یہ فوت ہوا ہے تو اُس کا بیٹا شاہ سکندر اُس کا جانشین ہوا۔

شاہ سکندر ۱۸۳۷ء تا ۱۸۴۰ء شاہ سکندر نے تین سال حکومت کی۔ اُس کے وزیر فقیر و ٹھکور علی تھے۔ اس وقت گوہر امان نے گلگت پر حملہ کیا۔ اُس کے ساتھ صرف پانچ سو سوار اور پانچ سو پیادہ تھے۔ سکندر بھاگ کر قلعہ سنکر میں قلعہ گیر ہوگیا۔ گوہر امان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور نو ماہ تک جنگ جاری رہی جب قلعہ کے اندر خوراک کی تکلیف شروع ہوئی تو مجبوراً باہر نکلا۔ اور گوہر امان سے امان کا خواستگار ہوا۔ یہاں امان کا وجود صرف نام ہی میں تھا۔ اُس نے سکندر کو پکڑ کر سونی کوٹ میں بند کر دیا۔ اور دس روز بعد ملک عدم کو پہنچا دیا۔ اُس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اُس کی رانیوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ سکندر کی نگر والی رانی خرنگ نامی کو اُس نے نگر کی طرف نکال دیا۔ اس کی دوسری رانی کو جو امان الملک مہتر چترال کی بہن تھی اُس نے قتل کر دیا۔ اور سکندر کے بھائی کریم خان کی بیوی عثمانی کو اپنے بھتیجے اکبر امان کے حوالہ کر دیا۔

گوہر امان ۱۸۴۱ء گوہر امان کو صرف ایک سال گلگت کی حکومت نصیب ہوئی۔ اس تھوڑے عرصہ میں اُس نے گلگت کے بہت آدمیوں کو قتل کیا اور بہت لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کیا۔

کریم خان ۱۸۴۲ء تا ۱۸۵۱ء گوہر امان کے حملہ کے وقت سکندر کا بھائی کریم خان بھاگ کر استور کی طرف چلا گیا وہاں سے سکھوں کے پاس بغرض استمداد کشمیر میں پہنچا کشمیر سے وہ سکھوں کی فوج لے کر گوہر امان کے اوپر حملہ آور ہوا اور گوہر امان کو شکست دے کر یاسین کی طرف بھگا دیا۔ گلگت پر سکھوں نے قبضہ کر لیا اور کریم خان کو اپنی سرپرستی میں گلگت کا راجہ مقرر کر دیا۔

اس وقت ہونزہ میں غضنفر خان اور نگر میں جعفر علی خان حکمران تھے

بیٹی کا بیاہ نتھے شاہ کے ساتھ کردے۔ یہ عہدنامہ کر کے نتھے شاہ گلگت کو واپس ہوا۔
گلگت پہونچ کر سپہ سالار افواج خالصہ نے اسی ایک شادی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ غضنفر خاں
راجہ ہونزہ و جعفر علی خاں راجہ نگر نے بھی جو کہ گوہرامان کے اتحادی تھے اپنی اپنی بیٹی کا بیاہ
نتھے شاہ کے ساتھ کر دیا اور اس طرح سے غربی و شمالی ہر دو سرحدات کی طرف سے پورا اطمینان
ہوگیا اور ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔

گو کہ نتھے شاہ گلگت میں کریم خاں کی کمک کے لیے آیا تھا لیکن یہ تکلیف اس نے محض
کریم خاں کی مدد کی غرض سے نہیں اٹھائی تھی۔ اس نے ملک پر قبضہ کر لیا اور کریم خان
کو برائے نام راجہ مقرر کر دیا اختیارات اس کے سب سلب کر لیے صرف بعض مخصوص رسوم
کی وصولی اس کے متعلق کر دی۔ باقی تمام نظمی و مالی کام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور
گلگت میں باتحتی ایک تھانہ دار کے کچھ خالصہ فوج تعینات کر دی۔ غرض کہ اس طرح سے
گلگت کا انتظام درست کرنے کے بعد نتھے شاہ کشمیر کو واپس چلا گیا اور سکھوں کی خانہ جنگی
کی وجہ سے سری نگر سے بچتا ہوا ملک کشمیر سے گذر پنجاب پہونچ گیا۔

یہ اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے کہ کریم خاں گلگت کے قدیم حکمران خاندان ترا خانی میں
سے نہ تھا۔ صرف اس کے والد نے گلگت کو فتح کیا تھا اس کے بھائی اور خود اس کو
گوہرامان نے گلگت سے بھگا یا تھا۔ اس لیے گوہرامان کو گلگت کے اوپر وہی حقوق حاصل
تھے جو کریم خاں کو حاصل تھے یہ کوئی استحقاق نہیں ہے بلکہ محض ڈنڈے کی طاقت ہے
کریم خاں نے سکھوں کی ایک غیر قوم سے امداد چاہی کہ یہ ملک اُسے واپس مل جائے انھوں نے
ملک کو حملہ آور سے واپس لے لیا۔ مگر جیسا کہ توقع ہونی چاہیے کریم خاں کو حوالہ کرنے کے بجائے
اپنے ہاتھ میں لے لیا البتہ کریم خاں کے نام کو قائم رکھا۔

۲۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کا سکھوں سے گلگت پر قبضہ حاصل کرنا

جب کشمیر اور اس کے ساتھ گلگت مہاراجہ گلاب سنگھ کو حوالہ ہوگیا تو نتھے شاہ نے
سکھوں کی ملازمت چھوڑ دی اور اپنی خدمات جدید حکمران کشمیر کے پاس منتقل کر لیں۔ اور اُس کے
واسطے گلگت کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے ڈوگرہ فوج لے کر دوبارہ گلگت کو روانہ ہوا

دیوان ہری چند و وزیر رتنوں کی سرکردگی میں آخری مہم لداخ وہاں کا غدر فرو کرنے کی غرض سے براہ کشمیر روانہ کی تھی۔

اس وقت تک سکھوں نے گلگت اور کشمیر کے درمیانی ملک استور پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ راجہ استور کو محض باجگذار بنا لیا تھا۔ لیکن جب کہ انھوں نے گلگت پر پیش قدمی کی تو اپنی آمد و رفت قائم رکھنے کے لیے انھیں استور میں ایک چھاونی بنانی پڑی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ جبار خان کی خود مختاری جسے انھوں نے راجہ مذکور کو مہاراجہ گلاب سنگھ کی قید سے آزاد کر کے خود قائم کیا تھا۔ گم ہو گئی۔ اور رفتہ رفتہ وہ صرف نام ہی کا راجہ رہ گیا۔ اور اُس کے گذارے کے لئے تھوڑی سی جاگیر مقرر ہو گئی جو اب تک قائم ہے۔

گوہرامان کو افواج خالصہ کے وارد ہونے کی خبر پہونچی تو وہ مقابلہ کے بغیر گلگت چھوڑ کر واپس روانہ یاسین ہو گیا۔ مگر نتھے شاہ نے پیش قدمی کر کے گلگت سے تین میل کے فاصلہ پر موضع بسین میں اُسے گھیر لیا۔ اور شکست دی تاہم وہ خود اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا اور پونیال جا پہونچا۔

اس واقعہ کے تھوڑے روز بعد ایک فوجی افسر متھرا داس نے سکھوں کے صوبہ دار کشمیر کے پاس یہ لاف زنی کی کہ میں تمام ملک گلگت کو چند روز میں مسخر کر سکتا ہوں۔ صوبہ دار نے متھرا داس کو نتھے شاہ کے اوپر سرکردہ مقرر کر کے گلگت بھیج دیا۔ وہ گلگت پہونچا تو کچھ خالصہ فوج ساتھ لے کر شروٹ کی طرف سرحد پر چلا گیا اور نتھے شاہ باقی فوج کے ساتھ گلگت میں رہا۔ گوہرامان نے پونیال سے متھرا داس کے اوپر شروٹ و گلپورہ کے درمیان پتھریلے میدان میں حملہ کیا اور بڑی خونریزی کے بعد اُسے شکست فاش دی۔ اور چونکہ اُس کے ساتھ سوار بھی تھے اُنھوں نے سکھوں کو بھاگنے کا بھی موقع نہ دیا اور بہت نقصان پہونچایا۔ متھرا داس مار کھا کر سیدھا کشمیر کو واپس چلا گیا۔ مگر نتھے شاہ اصلی سپاہی تھا وہ گلگت سے اپنی محفوظ فوج لے کر آگے بڑھا۔ اور گوہرامان سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ مگر قبل اس کے کہ مقابلہ کی نوبت پہونچے گوہرامان نے سفارت شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین نے تسلیم کیا کہ سکھ گلگت پر قابض رہیں۔ سرحد وہی میدان رہے جہاں طرفین کی افواج بالمقابل جمع ہوئی تھیں۔ گلگت اور پونیال کی قدیم سرحد بھی یہی تھی۔ کوئی فریق اس سرحد سے تجاوز نہ کرے۔ اور یہ کہ گوہرامان بھی

کیا جو مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض کئے گئے ہیں اور دریائے سندھ کا پانی ڈھال یعنی سلسلہ کوہستان کاراکورم و پامیر و مستاغ سرحد قرار پائی۔ اس فیصلہ کے بعد اس اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

حدبندی گلگت کے لیے لفٹننٹ ڈینش اگینو اور لفٹننٹ ینگ تعینات کیے گئے تھے معلوم نہیں ہے کہ وادی دریائے گلگت میں وہ کس جگہ تک گئے۔ مگر وادی دریائے ہونزہ میں وہ اُس سرحد پر پہنچے جو اُس وقت چھپر وٹ سے اوپر کی طرف آگے بڑھکر تھی۔ انھوں نے راجہ ہونزہ کو لکھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم ہونزہ بھی آنا چاہتے ہیں۔ اُس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اُس زمانہ میں (تقریباً ۱۸۴۷ء) سرحد گلگت شمال میں چھپر وٹ سے اوپر اور غرب میں شکیوٹ اور گلپورہ کے درمیان تھی"

۳۔ راجہ ہونزہ کا حملہ نومل اور افواج ڈوگرہ کی تباہی

متذکرۂ بالا انگریز افسران حدبندی کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد راجہ ہونزہ نے گلگت پر حملہ کر دیا۔ اور پانچ مواضعات میں سخت لوٹ مار مچائی راجہ ہونزہ کے نتھے شاہ کے ساتھ جو عہد شکنی کی اس کا جواز اُس نے اس طرح قائم کیا کہ نتھے شاہ فرنگیوں کو ہمارا ملک دکھلانے کے لیے لے آیا ہے اور عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہے۔ نتھے شاہ وادی دریائے ہونزہ میں فوج لے کر اُس کا مقابلہ کرنے گیا۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ فوج اُس کی تباہ ہوگئی۔ وہ خود جنگ میں مارا گیا۔ اور کریم خان راجہ گلگت جو اُس کے ساتھ گیا تھا وہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔

کریم خاں کے مارے جانے کے بعد راجگی گلگت کا خطاب اُس کے بیٹے محمد خاں کو عطا کیا گیا۔ مگر گوہرامان راجۂ یاسین کی تسخیر گلگت کے زمانہ میں وہ کشمیر میں پناہ گزین ہوا اور اسی ملک میں فوت ہوا۔

۴۔ گوہرامان کا حملہ گلگت و مصالحت

اس زمانہ میں گوہرامان کی حکومت پونیال تک تھی۔ وہ بھی ڈوگروں کے خلاف راجہ ہونزہ کے ساتھ شامل ہوگیا اور اقوام داریل بھی اس اتحاد میں شامل ہوگئیں۔ اس متحدہ

اس دفعہ اسے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ افواج ڈوگرہ نے استور اور گلگت کے دستہ فوج خالصہ کو سبکدوش کر دیا۔ اکثر سپاہیوں نے ملازمت حکومت خالصۂ لاہور ترک کر کے مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملازمت اختیار کر لی۔ استور اور گلگت کی متعینہ فوج خالصہ کی تعداد زیادہ نہ تھی خاص گلگت میں ایک سو سے زیادہ سپاہی نہیں رہتے تھے۔

اس زمانہ میں سرحد گلگت وادی دریائے گلگت میں شکیوٹ اور گلپورہ کے درمیان اور وادی دریائے ہونزہ میں چھپروٹ سے کسی قدر اوپر کی طرف تھی بعد میں اس میں بہت ردو بدل ہوتے رہے جن میں سے بعض کے حالات آگے چل کر بیان ہوں گے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک پونیال بطور ایک اتحت ریاست کے ملک کشمیر میں شامل ہو گیا اور چھپروٹ ملک گلگت سے خارج ہو کر راجہ نگر کے قبضہ میں چلا گیا۔

ڈرو لکھتا ہے کہ سرکار انگلشیہ ہند اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان سنہ ۱۸۴۶ء میں جو معاہدہ ہوا تھا جسے حالات جموں کے ساتھ ضمیمہ میں درج کیا گیا ہے اس کے ان الفاظ کی بابت کہ "جمیع ملک کوہستانی کہ جانبین دریائے راوی و سندھ جانب ہزارہ واقع اند ہمہ متعلقات آں کوہستان واقع جانب مشرق دریائے سندھ و جانب مغرب دریائے راوی" بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ گلگت کی شمولیت پر حاوی نہیں ہوتے ہیں کیونکہ گلگت دراصل دریائے سندھ کے شمال اور غرب میں واقع ہے۔

مگر اصلیت یہ ہے کہ یہ الفاظ کسی باریک جغرافیائی تقسیم یا اطلاق پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ لداخ جس کے اوپر ان الفاظ کا حاوی ہونا یقینی طور پر ملحوظ خاطر تھا دریائے راوی کے شمال مشرق اور شمال میں واقع ہے نہ کہ اس کے غرب میں۔ خود ملک کشمیر کی بابت جو کہ عہدنامہ کا اصل مقصد ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دریائے راوی کے غرب ہی میں واقع ہے اور دریائے سندھ سے کشمیر کا ملک شرق اور غرب دونوں طرف واقع ہے وجہ یہ ہے کہ نہ عہدنامہ مرتب کرنے والوں کو معلوم تھا اور نہ انھوں نے زیادہ باریکی کے ساتھ اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ ممالک دراصل مساحت کے کس نقطہ پر واقع ہیں مگر بعد میں جب کہ تسلط ہو گیا اور انتظام ملک داری سے فرصت ہوئی تو سرکار انگلشیہ ہند نے ایک سفارت مقرر کی جس نے حد بندی کا فیصلہ کر دیا۔ اس نے لداخ اور گلگت ہر دو علاقہ جات کو ان ممالک کا حصہ تسلیم

ڈیڑھ ہزار سپاہ اس حملہ میں مجروح و مقتول ہوئی۔ اور کیدان گیگڑا بھی مارا گیا۔ اور کرنیل بیجے سنگھ مجروح ہوا۔ غرض کہ یہ حملہ بالکل ناکام رہا۔ مگر مورچوں میں جو فوج تھی اُس نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی۔

قصہ مختصر یہ کہ جب قلعہ کے اوپر کچھ پیش نہ گئی تو ایک روز افسران فوج نے صلاح کار اس میں دیکھی کہ قلعہ کے اندر نقب لگا کر پانی کے حوض کو اڑا دیا جاوے چنانچہ یہ عمل کیا گیا اور جس قدر پانی اس میں تھا سب نقب کے راستہ باہر نکل گیا۔ لیکن دیو سرشت دشمن نے تین روز تک پانی کی نایابی کی کچھ پروا نہ کی اور بجائے پانی کے روغن پیتے رہے۔ اور جنگ میں جان توڑ کوشش کرتے رہے۔ بالآخر پیاس سے عاجز ہوئے اور امان طلب کی جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو بدبختی سے یکایک قلعہ کا دروازہ کھول کر اُنھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ افواج ڈوگرہ نے تعاقب کر کے اکثروں کو تہ تیغ کیا اور بہت لوگوں کو قید کیا۔ اور قلعہ کے اندر جو غلہ تھا اسے اُنھوں نے ایک نعمت غیر مترقبہ خیال کیا۔ اور عرصہ کی تکالیف کی تلافی کی۔ قلعہ کو آگ لگا کر فنا کر دیا جو کچھ آگ سے بچ رہا اسے گرا دیا۔ عمائد چیلاس جیسے کہ دورے خاں۔ رحمت اللہ وعبداللہ خان داخون لعل محمد وغیرہ جو لشکریوں کے ہاتھ میں آئے تھے اُنھوں نے متابعت قبول کی اور طلو طلا اور بھیڑ و بطور نذرانہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور سرگروہان کے لڑکوں کو بطور یرغمال حاضر رکھنا تسلیم کیا۔ غرض کہ اس طرح انتظام کر کے دیوان ہری چند لشکر فاتح کو لے کر واپس ہوا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک اس سرحد پر کوئی بڑا فساد نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ وہ واقعات پیش آئے جن سے تمام ملک دردستان جو دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر واقع ہے مہاراجہ کے قبضے سے نکل گیا۔ اُس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۶) گوہرامان کا ڈوگروں کو قتل کر کے گلگت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنا

۱۸۵۲ء میں قلعہ گلگت کا تھانہ دار کیمان سنت سنگھ تھا۔ گلگت سے دو میل اوپر کی طرف نوپورہ میں ایک اور قلعہ تھا جس میں مہاراجہ کی ایک گورکھا پلٹن ہاتھی رام ادھین کیدان کے تعینات تھی۔ اور بونجی داستور میں جو فوج کمک کی غرض سے رکھی ہوئی تھی اس کا

فوج نے قلعہ گلگت کو تسخیر کر لیا۔ اس فساد کو فرو کرنے کی غرض سے مہاراجہ گلاب سنگھ نے استور اور بلتستان سے فوجیں روانہ کیں خفیف لڑائی ہوئی۔ بعد ازاں سابقہ حالات کی بنیاد پر صلح ہوگئی اور دوبارہ امن وامان قائم ہوگیا

۵۔ تسخیر چیلاس

جب گلگت میں امن وامان ہوگیا تو سمبت ۱۹۰۸ بکرمی (۱۸۵۱ء) میں جبکہ مہاراجہ گلاب سنگھ کشمیر میں تھے دریافت ہوا کہ چیلاس کی اقوام درد نے استور پر حملہ کیا اور جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ مار کر کے لے گئے چونکہ موسم زمستان نزدیک تھا اس وقت مفسدوں کی تنبیہ وتادیب کا انتظام مناسب نہ معلوم ہوا۔ دوسرے سال آغاز سمبت ۱۹۰۹ بکرمی (۱۸۵۲ء) میں جب مہاراجہ کشمیر پہنچے تو دیوان ہری چند وزیر زورآور کشتوار یہ کرنیل بیجے سنگھ۔ کرنیل جواہر و جین سنگھ دیوان ٹھاکرداس کو مع افواج ڈوگرہ اس فتنہ کے تدارک کے لیے تعینات کیا۔ فوج چیلاس میں پہونچی تو اہل چیلاس اپنے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ یہ قلعہ ایسا مستحکم تھا کہ کسی طرف سے اس پر حملہ کرنے کی راہ نہ تھی۔ فوج ڈوگرہ نے اس کا محاصرہ کر لیا اور مورچے تیار کر کے لڑائی شروع کردی۔ چیلاس والے ایسے دیو سرشت اور جنگجو ثابت ہوئے کہ رات کے وقت مرد اور دن کے وقت اُن کی عورتیں تفنگ زنی سے ہنگامہ کارزار گرم رکھتی تھیں جب محاصرہ نے طول کھینچا تو افواج محاصرین کے درمیان غلہ اور خوراک کی کمی سے تکلیف پیدا ہوئی۔ اور لوگ تنگ آگئے۔ لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری۔

دیوی سنگھ کی سرکردگی میں کچھ فوج سنگل میں تعینات کی گئی تھی۔ انھوں نے مورچہ تیار کیا تھا دشمن نے اطراف وجوانب سے اس مورچہ کو توڑ کر شبخون مارا۔ اور اس فوج کو تباہ کر دیا۔ کرنیل دیوی سنگھ نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی۔

ادھر چیلاس کے محاصرین نے جب خوراک کی تکلیف پیدا ہوئی۔ احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر بغیر فراہمی آلات قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ سیڑھیاں جو تیار کی گئی تھیں دیوار قلعہ کے برابر نہ پہونچیں۔ محصورین نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور قلعہ کی فصیل سے گولی اور پتھروں کی ایسی تیز بارش کی کہ دیوار قلعہ تک پہونچنے میں افواج ڈوگرہ کو بڑی سختی اٹھانی پڑی چنانچہ

بہم پہونچنے کے انتظار میں اُس نے کئی روز اس کنوئیں میں ضائع کیے۔ اور درد لوگ اُسے برابر امید دلاتے رہے اور اُس کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح سے سات روز گذر گئے جب کہ بھوپ سنگھ کی فوج فاقہ کشی سے بالکل کمزور اور لاچار ہو گئی تو دشمن نے اُن پر حملہ کر دیا۔ ہونزہ کے لوگوں نے دریا کے دوسری طرف سے گولی چلانی شروع کی اور گوہر امان کی فوج نے سنگلاخ کی چوٹی سے گولی اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ سڑک کے اوپر آگے اور پیچھے کی طرف مورچے تھے ان سے بھی گولی چلنے لگی۔ اس سے بھوپ سنگھ کی فوج بالکل تباہ ہو گئی۔ ہزار بارہ سو سپاہی بین اسی موقع پر مارے گئے۔ باقی ڈیڑھ دو سو کے قریب اسیر ہوئے اور غلامی میں فروخت کیے گئے۔ بھوپ سنگھ بھی اسی جگہ مارا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے اس جگہ کا نام بھوپ سنگھ کی پڑی ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس فوج سے صرف دو آدمی دریا میں تیر کر بچ گئے واپس پہونچے اور اس تباہی کی خبر انھوں نے فوجی دفتر میں پہونچائی۔ غالباً گوہر امان خود بذات اس جنگ میں موجود نہ تھا۔ البتہ درد لوگوں کے لشکر کی سرکردگی اس جنگ میں اس کے بھائی اور اس کے لڑکوں نے کی تھی۔

جب کہ مہاراجہ کی فوج کمک کا یہ حشر گلگت کے راستہ پر ہو رہا تھا گلگت اور نوپورہ میں بھی فوج ڈوگرہ پر جسے گوہر امان نے الگ الگ محصور کر رکھا تھا اسی قسم کی سختی گذر رہی تھی قلعہ گلگت سے ایک اجیٹن دو سو سپاہی لے کر قلعہ نوپورہ کے سپاہیوں کی کمک کے لئے نکلا اس نے اس فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک کو نائیکو ہو کر بالائی راستہ سے بھیجا۔ اور دوسرے کو پائینی راستہ سے روانہ کیا۔ بالائی راستہ کی فوج سب کی سب کاٹ دی گئی۔ اور دوسرا دستہ فوج جو پائینی راستہ سے گیا تھا بڑی مشکل سے اپنے آپ کو قلعہ نوپورہ تک پہونچانے میں کامیاب ہوا مگر قلعہ کے اندر خوراک کی کمی ہو گئی تھی اور دشمن نے پانی بھی کاٹ دیا تھا مجبوراً سفارت شروع کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں محصور فوج کو گلگت چلے جانے کی اجازت دیدی گئی وہ قلعہ سے نکل کر پائینی راستہ سے گلگت کو روانہ ہوئی۔ یہ فوج تھوڑی دور چلی تھی کہ گوہر امان کے لشکریوں میں سے ایک نے ڈوگرہ کیدان کے طلائی بازو پر ہاتھ ڈالا کیدان اس حرکت سے ناراض ہوا۔ اس جھگڑے نے درد لوگوں کے لیے فوج ڈوگرہ کے اوپر چاروں طرف سے حملہ کر دینے کے واسطے اشارہ کا کام دیا۔ ڈوگروں نے اپنے تمام سپاہیوں کو ایک احاطہ میں جس کے چاروں طرف دیوار

کمیدان بھوپ سنگھ تھا۔

وہ حالات دریافت نہیں ہوسکے جن کی بنا پر گوہر امان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ وہ اچانک فوج لے کر گلگت میں آگیا۔ اور گلگت و بونجی دونوں قلعوں کا محاصرہ کر کے ان کے باہمی تعلقات کو منقطع کر دیا۔

بھوپ سنگھ کو اس حملہ کی خبر پہونچی تو وہ بارہ سو سپاہ لے کر محصورین گلگت کی مدد کے لئے بونجی سے روانہ ہوا۔ اور چکر کوٹ کے راستہ پہاڑ نیلی دھار کو عبور کر کے اپنی فوج کو ناکسی سے وادی دریائے سندھ میں لے آیا۔ اور میدان سفید پڑی سے گذر کر دریائے گلگت کے کنارے اس تنگ جگہ پر پہونچا جہاں ایک طرف ناقابل عبور دریا ہے دوسری طرف ناقابل گذر عمودی سنگلاخ ہے اور اس کے آگے پیچھے دونوں طرف راستہ عکم دریا سے دو دو تین تین سو فٹ کی بلندی کے اوپر تنگ دروں کے اندر سے گذرتا ہے اس جگہ پہونچ کر بھوپ سنگھ کو پتہ لگا کہ دشمن نے آگے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ آگے کی طرف راستہ کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ مگر ہر ایک ممکن گذر کو دشمن نے مورچوں سے مستحکم کر لیا تھا اور پیش قدمی ناممکن تھی۔ اس نے مجبور ہو کر پیچھے کے راستہ کی طرف توجہ کی لیکن دردوں کی تدبیر اس بارہ میں بھی غالب رہی انھوں نے اپنے لشکر کا ایک دستہ پہاڑ کے اوپر تعینات کیا تھا جونہی بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں داخل ہوا۔ ان لوگوں نے اوپر سے اتر کر پیچھے کے راستہ کو بھی روک دیا اور مورچہ تیار کر لیا اس کے ساتھ ہی ہونزہ کے لوگوں نے اس جگہ کے بالمقابل دریائے گلگت کے دوسرے کنارے پر مورچوں میں اپنے بندوقچی بٹھلا دیے۔ الغرض بھوپ سنگھ اس کنوئیں میں ہر طرف سے گھر گیا اور اس کے اندر سے نکلنے کا کوئی راستہ اس کے لیے نہ رہا۔

بھوپ سنگھ اس جال میں گرفتار ہو جانے سے بالکل لاچار ہو گیا۔ اس کے لیے یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ فوج لے کر لڑائی کرتا ہوا کسی آسان گذر سے راستہ کاٹ کر نکل جاتا مگر سرحدی لوگ فریب کو جنگ کی کمال ہنرمندی خیال کرتے ہیں انھوں نے اس کا وہ کرشمہ دکھلایا کہ بھوپ سنگھ اس کوشش سے بھی باز رہا۔ بھوپ سنگھ کے پاس خوراک کی کمی تھی۔ دردلوگوں نے اس شرط پر اسے خوراک بہم پہونچانے اور راستہ دینے کا ذمہ لیا کہ وہ بونجی کی طرف واپس ہو جائے اسے بھوپ سنگھ نے قبول کر لیا۔ اور واپس ہو جانے پر راضی ہو گیا۔ خوراک

تیسرا باب

مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فتوحات سرحدی

(۱) مہاراجہ رنبیر سنگھ کا گلگت کو دوبارہ تسخیر کرنا (۲) علی داد خاں کا راجہ گلگت بنایا جانا (۳) تسخیر یاسین (۴) گلگت اور یاسین کے درمیان ریاست پونیال کا قائم کرنا (۵) دوسرا حملہ یاسین اور فتح منڈوری کوٹ (۶) ہنزہ پر ڈوگروں کا حملہ اور اُنکی ناکام واپسی (۷) ملک امان راجہ یاسین کا حملہ گلگت (۸) وزیر زور آور و کرنیل بیجے سنگھ کا وارِیل کو فتح کرنا (۹) ملک امان کا دوسرا حملہ گلگت (۱۰) راجہ ہونزہ کا قبضہ چھپروٹ اور حملہ ٹولی (۱۱) یاسین کے خانگی فساد اور میر ولی کا راجہ یاسین ہونا (۱۲) میر ولی کا لفٹنٹ ہیورڈ کو دارکوت کے نیچے قتل کرنا (۱۳) پہلوان بہادر کا میر ولی کو نکال کر راجہ یاسین ہونا (۱۴) امان الملک کا پہلوان بہادر کو قتل کر کے یاسین کو چترال کے ساتھ الحاق کرنا

(۱)

۱۸۵۷ء میں مہاراجہ رنبیر سنگھ اپنے والد مہاراجہ گلاب سنگھ کی جگہ مسند نشین ہوئے اور فی الفور اُن کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ سرحد گلگت پر جو علاقہ ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسے دوبارہ حاصل کیا جائے اور اس سرحد کے اوپر اپنی فوج کی نیک نامی اور شہرت کو دوبارہ قائم کیا جائے تاہم چونکہ ان کی افواج دہلی کی بغاوت سپاہیان کے فرد کرنے کے سلسلہ میں سرکار انگلشیہ کی کمک میں مصروف تھیں۔ انہیں معاملات گلگت کو اپنے حسب دلخواہ درست کرنے کا جلد موقع نہیں ملا۔ بالآخر سنہ ۱۸۶۰ء میں کرنیل دیوی سنگھ نرائنا کو جو پورا سپاہی تھا اور بعد میں جرنیل کے عہدہ تک پہونچا مہاراجہ نے تعینات کیا۔ اُس نے ایک ڈوگرہ لشکر جرار لے کر دریائے سندھ کو عبور کر کے گلگت کی طرف پیش قدمی کی۔ اس آٹھ سال کے دوران میں راجہ گوہر امان نے جدید قلعہ تیار کر لیا تھا اور درد لوگ اس کو ناقابل فتح خیال کرتے تھے کرنیل دیوی سنگھ نے اس کی تسخیر کا مصمم ارادہ کر لیا۔

کھنچی ہوئی تھی جمع کرلیا۔ اور نہایت ہی بہادری کے ساتھ تمام دن مدافعت کرتے رہے لیکن آخرکار مغلوب ہوگئے۔ تقریباً تین سو آدمی اسی جگہ مارے گئے۔ جو بچے وہ قید ہوئے اور غلامی میں فروخت کردیے گئے انہیں سے ایک راجپوت سپاہی اس واقعہ کے اٹھارہ سال بعد دردکو ملا وہ مسلمان ہوگیا تھا اور گوہر امان کی ایک رانی کے محل میں رفتہ رفتہ بہت بڑے عہدے پر پہنچ گیا تھا اور اُس کے تعلقات دردلوگوں کے ساتھ اس حد تک وابستہ ہوگئے تھے کہ ہمدردی بھی انہیں کے ساتھ رکھتا تھا۔

قلعہ نوپورہ کے سپاہیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد قلعہ گلگت کے محصورین کی نوبت آئی اسکا انتظام دراصل کس طرح کیا گیا دریافت نہیں ہوسکا۔ کیونکہ جہاں تباہی ایسی مکمل ہو چشم دید شہادت کا بہم پہنچنا مشکل ہوتا ہے لیکن خیال یہی ہوتا ہے کہ قریب قریب اسی طرح سے جیسا کہ نوپورہ میں واقع ہوا تمام فوج محصور دردلوگوں کے ہاتھ میں آگئی۔ مہاراجہ کی فوج کے گورکھا سپاہی جہاں تعینات ہوتے تھے اپنے عیال بھی ساتھ لیجایا کرتے تھے یہ سب عورتیں اس موقع پر قلعہ گلگت میں موجود تھیں اور سب کی سب قتل کردی گئیں صرف ایک گورکھا عورت نے کسی ترکیب سے اپنی جان بچائی۔ قلعہ گلگت لب دریا واقع ہے اور پانی تک محفوظ راستہ بنا ہوا ہے غالباً اس راستہ سے وہ دریا تک پہنچی اور تیر کر پار ہوگئی بعد ازاں بہزار مصیبت سفر کرتی ہوئی دریائے سندھ پر پہنچی۔ اس بحر زخار کو بلا امداد تیر کر عبور کرنا اسکے لیے مشکل تھا۔ اتفاق سے اُس کو ایک بیل یا گائے مل گئی اُسے اُس نے دریا میں ڈالا اور اُس کی دُم کا سہارا لیکر تیر کر اس چوڑے اور تیز دریا کو بھی اُس نے عبور کیا۔ اور اخراج گلگت کی داستان سنانے کے لیے بونجی پہنچ گئی اور بعد میں کشمیر سے وظیفہ لیتی رہی۔ ڈرو کے زمانہ میں وہ زندہ تھی۔

اس طرح سے گلگت میں دریائے سندھ کے داہنے کنارے تک حکومت ڈوگرہ کا خاتمہ ہوگیا اور راجہ گوہر امان کی حکومت دوبارہ قائم ہوگئی۔

یہ واقعہ ۱۸۵۲ء کا ہے اُس وقت سے لیکر آٹھ سال تک حراموش سے نیچے مہاراجہ کی سرحد دریائے سندھ رہا ہے۔ حراموش سے اوپر یعنی بلتستان میں دریائے سندھ کے دونوں طرف کا ملک مہاراجہ کے قبضہ میں تھا۔ بونجی میں بہت زیادہ فوج رکھی جاتی تھی اس عرصہ میں چند چھوٹے چھوٹے حملے ہوئے مگر کوئی بڑا حملہ نہیں ہوا۔ ایک دفعہ ایک تعزیری مہم نالہ سئی میں بھیجی گئی لیکن عرصہ دراز تک دریائے سندھ کے پار کی طرف کسی حصہ ملک پر مہاراجہ نے قبضہ نہیں حاصل کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی رائے یہی تھی کہ بونجی سے آگے پیش قدمی نہ کی جائے۔

۳۔ تسخیر یاسین

گوہر امان کی موت کی وجہ سے یاسین کی حکومت میں ایک عام بدنظمی پیدا ہوگئی تھی۔ اسکو دیکھ کر دیوی سنگھ نے گلگت سے آگے پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کیا وہ مع اپنی فوج کے یاسین پہونچ گیا۔ اور اُسے تسخیر کر لیا مگر یاسین پر قبضہ رکھنا اُسے مقصود نہ تھا۔ اس لیے چند روز بعد وہ اپنی فوج لے کر گلگت کو واپس چلا آیا۔

مگر اپنی واپسی سے پیشتر دیوی سنگھ نے یاسین میں سلیمان شاہ قدیم راجۂ یاسین کے بیٹے عظمت شاہ کو گدی پر بٹھلا دیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ عظمت شاہ مہاراجہ کے افسران متعینہ گلگت کے ساتھ مراسم دوستانہ قائم رکھیگا اور گلگت کے امن میں خلل نہیں ڈالے گا۔ مگر اس تدبیر نے ٹھیک کام نہیں دیا۔ جونہی ڈوگروں نے پیٹھ موڑی اہل یاسین نے اُن کو بنائے ہوے راجہ کو نکال باہر کر دیا۔ اور عظمت شاہ بیچارہ اپنی جان لے کر بھاگا۔ یہ سب انتظام ایسی تیزی کے ساتھ کیا گیا کہ جب فوج ڈوگرہ واپس گلگت پہونچی تو عظمت شاہ اُن کی پناہ میں پہلے سے موجود تھا۔ معمولی راستہ سے یاسین سے گلگت چھ پڑاو ہے مگر عظمت شاہ نے فرار ہو کر پہاڑی راستہ سے سفر کیا اور جلد پہونچ گیا۔

۴۔ گلگت اور یاسین کے درمیان ریاست پونیال کا قائم کرنا

اس موقع پر دیوی سنگھ نے ایک اور سیاسی انتظام کیا جو یاسین کے انتظام سے زیادہ مستقل ثابت ہوا اور اس وقت تک جاری ہے یعنی بہادر پونیال کے قدیم راجگان میں سے تھا۔ غالباً یہ سکھوں کے حملہ کے قریب کا واقعہ ہے کہ گوہر امان اُس کا دشمن ہو گیا۔ اور یہ اپنا گھر چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوا۔ پہلے وہ گلگت میں پناہ گزین رہا۔ بعد ازاں چیلاس چلا گیا۔ اور بالآخر کشمیر پہونچا۔ جہاں اُسے کچھ رقبہ بطور عطیہ کے مل گیا جس پر وہ اپنا گذارہ کرتا رہا جب گلگت کے دوبارہ فتح کرنے کی تجویز ہوئی تو عیسیٰ بہادر مہاراجہ کی فوج کے ساتھ گلگت آیا اور جس وقت فوج بعزم یاسین اُس کے موروثی ملک پونیال سے گذری تھی یاسین اور گلگت کی حکومتوں کے درمیان ایک خود مختار ریاست قائم کرنے کی مصلحت سے اُس کی میراث اُسے حوالہ کر دی گئی

اتفاق ایسا ہوا کہ دیوی سنگھ کی فوج کے گلگت پہونچنے کے موقع پر راجہ گوہرامان غالباً یاسین میں فوت ہو گیا۔ اس واقعہ نے گلگت میں اُس کے آدمیوں کا حوصلہ پست کر دیا۔ اُنھوں نے ڈوگروں کا زیادہ مقابلہ نہیں کیا اور قلعہ گیر ہو گئے دیوی سنگھ نے محاصرہ کر لیا اور گولہ باری شروع کر دی۔ اُس کا ایک گولہ پھاٹک توڑ کر قلعہ کے اندر داخل ہوا اور اُس نے وزیر کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ سے دردفوج اس درجہ دل شکستہ ہو گئی کہ اُس نے حوالگی کا فیصلہ کر دیا۔ دیوی سنگھ نے قلعہ پر قابض ہو کر گلگت کا دوبارہ الحاق جموں کے ساتھ کر لیا۔ اُسکے بعد ڈوگروں نے اس قلعہ کا قبضہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہیں دیا۔ البتہ زمانہ حال کے واقعات جداگانہ ہیں جو اپنے موقع پر مذکور ہوں گے۔

(۲) علی داد خان کا راجہ گلگت بنایا جانا

محمد خان خطابی راجہ گلگت اس زمانہ میں کشمیر میں فوت ہو چکا تھا۔ اور گلگت میں سابقہ خاندان راجگان کا نام لیوا کوئی باقی نہیں رہ گیا تھا جس کی امداد کی غرض سے اندائو سکھ ہیں ملک میں گئے تھے اور چونکہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کو اس امر کا بڑا خیال تھا کہ پرانے خاندانوں کو مٹنے نہ دیا جائے لہذا محمد خان کے وارث کی تلاش کی گئی۔ دریافت ہوا کہ راجہ کریم خان نے تراخانی شاہزادی زینا سے شادی کی تھی۔ اس کی ایک لڑکی تھی۔ جس کی شادی راجہ جعفر خان راجہ نگر کے ساتھ ہوئی تھی۔ اُس کا ایک لڑکا علی داد نامی بعمر ۳ سالہ موجود تھا مہاراجہ نے جعفر خان مذکورہ کو لکھا کہ اس لڑکے کو ہمارے پاس بھیج دو ہم اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ راجہ نے اسے روانہ کر دیا اور جواب میں عرض کیا کہ آپ بڑی خوشی سے اسے رکھیں اور جو مرضی ہو وہ اُسے بنائیں۔ چنانچہ اُسے راجہ کا خطاب دیکر محمد خان کی ذاتی جائداد کا وارث قرار دیا گیا۔ اور اُس کے گذارہ کے لیے جاگیر بھی اُسے عطا کی گئی جب سے وہ گلگت میں آباد ہے۔ بعد میں اس کا چھوٹا بھائی کمال خان بھی گلگت میں آ گیا۔ اسے جاگیر دیکر نوبل میں اس کے رہنے کا انتظام کر دیا گیا چنانچہ وہ اب تک نوبل میں آباد ہے۔

اب ان دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا ہے علی داد خان کا وارث اس کا بیٹا کریم خان ہے۔ اور کمال خان کا وارث اُس کا بیٹا چلیس خان ہے۔

ہوتی جاتی ہے کیونکہ اسی سے وہ نتائج اخذ ہوتے ہیں جن سے اس سرحد کے آئندہ سیاسی حالات پر اثر پڑتا ہے۔

جنگ یاسین کے بعد گو کہ ایک عرصہ تک امن وامان رہا لیکن فریقین کے دلوں میں مخفی دشمنی اور بے اعتباری کا احساس موجود تھا۔ یہ امر زیادہ دیر تک پردۂ اخفا میں نہیں رہ سکتا ہے متعدد واقعات ایسے پیش آئے جن سے اس کا اظہار ہوا۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ مہاراجہ نے ایک سوداگر کو بدخشان میں گھوڑے خریدنے کے لیے بھیجا تھا۔ جب وہ واپسی کے وقت یاسین میں پہونچا تو یاسین والوں نے اُسے لوٹ لیا۔ اور روک رکھا اس بنا پر مہاراجہ نے یہ فیصلہ کیا کہ یاسین پر ایک تعزیری مہم بھیجی جاے۔ یاسین میں اس کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا مگر یاسین کی رعایا اور لشکری ایک مقام موسومہ مندوری کوٹ میں جمع ہوگئے۔ یہ جگہ وادی یاسین میں یاسین سے اوپر کی طرف ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عورتوں اور بچوں نے بھی اسی قلعہ کے اندر پناہ لی۔ ڈوگرہ ان کے پیچھے یہاں بھی پہونچ گئے۔ اور اہل یاسین کو شکست دے کر اُن کا اجتماع انھوں نے توڑ دیا۔ کچھ لوگ پہاڑی کے اوپر فرار ہوے۔ راجہ ملک امان بھی ان کے ساتھ فرار ہوا باقی میدان کارزار سے قلعہ کی طرف بھاگے۔ ڈوگروں نے بہت تیزی کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا اور قبل اس کے کہ یہ لوگ قلعہ کا دروازہ بند کریں ان کے سر پر پہونچ گئے اس جگہ پہلے دست بدست لڑائی ہوئی۔ بعد ازاں قتل عام ہوا۔

اس شکست فاش نے یاسین کے سرکردگان کا حوصلہ پست کردیا اور وہ شیخی چھوڑ کر اطاعت پر آمادہ ہوگئے۔ ڈوگرہ افواج اپنی سابقہ سرحد کے اندر واپس چلی آئیں۔ مگر یاسین چند سال تک ان کا باج گذار رہا۔ یعنی اکابران اپنے معتبروں کے ہاتھ سالانہ تحائف جموں بھیجا کرتے تھے۔ اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ مہاراجہ کے ساتھ ان کے مراسم دوستانہ قائم رہیں کوئی شک نہیں کہ حسن تدبیر سے ان حالات کو بہت لمبے عرصہ تک قائم رکھا جاسکتا تھا مگر اصلیت یہ ہے کہ گلگت میں جو فوجی افسران بھیجے جاتے رہے ہیں ان میں سیاسی قابلیت کی کمی کی وجہ سے اور نیز بعض اوقات ان حالات کی وجہ سے جو ان کے اختیار سے باہر تھے ان اقوام کے ساتھ دوستانہ مراسم کے جاری رکھنے میں کامیابی نہ ہوئی۔

پونیال کے لوگوں نے جو کئی سال سے خونخوار گوہر امان کے تابع فرمان تھے۔ گرمجوشی سے
اس کا خیر مقدم کیا اُس وقت سے اس کا اور اس کے وارثان کا قبضہ مسلسل بسرپرستی
مہاراجہ ملک پونیال پر چلا آتا ہے اور جب کبھی افواج گلگت کو کوئی تکلیف پہونچی تو اُس کا
خاندان مہاراجہ کا خدمت گذار رہا ہے۔

عیسٰی بہادر کے دوبارہ گدی نشین کیے جانے کے موقع پر اسے ایک علاقہ عطا
کیا گیا جو قبل ازیں اس کے خاندان کے قبضہ میں نہ تھا یہ علاقہ اشکومن ہے جو گاہکوچ
کے سامنے سے شروع ہو کر شمال کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہ عطیہ عظمت شاہ نے اپنی چند روزہ
حکومت یاسین کے دوران میں بحق راجہ عیسٰی بہادر منظور کیا تھا۔ اس سے پہلے یہ علاقہ
یاسین میں شامل تھا گو کہ عطا کنندہ کی حکومت کا فوراً خاتمہ ہو گیا۔ مگر یہ عطیہ پانچ چھ سال
تک بحال رہا۔ بعد ازاں پھر یاسین میں شامل ہو گیا اور بالآخر علی مردان خان سابق میر نغان
کو بطور عطیہ کے حاصل ہوا چونکہ نالہ اشکومن کی چوٹی سے بدخشان کو راستہ جاتا ہے اس لیے
گلگت اور پونیال کے اوپر جس کی حکومت ہو اُس کے لیے اشکومن کا قبضہ بہت فائدہ مند ہے۔

۵۔ دوسرا حملہ یاسین اور فتح مندوری

جنگ یاسین کے خاتمہ پر جب کہ افواج ڈوگرہ سنہ ۱۸۶۰ء میں یاسین سے گلگت
میں واپس پہنچیں تو اُس سرحد کے سیاسی حالات کی صورت اس طرح تھی۔ گوہر امان
کا بیٹا ملک امان بطور راجہ یاسین اپنے باپ کا جانشین تھا۔ اُس کا قبضہ اشکومن کے
ماسوائے جس کا اوپر ذکر ہوا اسکے خاندان کے اصلی مقبوضات پر محدود تھا راجہ عیسٰی بہادر بسرپرستی
مہاراجہ جموں پونیال و اشکومن پر قابض تھا مہاراجہ کے اپنے افسران اور افواج ملک
گلگت پر قابض تھیں ملک گلگت سے مراد اُس حصہ ملک سے ہے جو قدیم سے گلگت کے
راج میں شامل تھا۔ اُس وقت سے لیکر اب تک اس تقسیم میں زیادہ تغیرات نہیں ہوئے ہیں بلکہ
جو واقعات پیش آئے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ ان کے نتیجہ میں کوشش یہی رہی ہے کہ
حالات کو قریب قریب سابقہ صورت پر لایا جائے یہ امر ممکن ہے بادی النظر میں خفیف
معلوم ہو مگر جیسے جیسے ہم موجودہ زمانہ کے قریب تر پہونچتے ہیں اس کی اہمیت نسبتاً زیادہ

کے گردونواح کی جملہ اقوام کا ایک نہایت خوفناک اتحاد قائم کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس اتحاد کی روح رواں وزیر رحمت وزیر یاسین تھا وہ اس واقعہ سے ایک یا دو سال پیشتر راجہ یاسین کی طرف سے جموں میں مہاراجہ کی قدمبوسی کے لیے حاضر ہوا تھا۔ حال ہی میں وہ مہاراجہ کی فوج کے ساتھ نگر تک گیا تھا۔ اور بعد واپسی چند روز تک گلگت میں مقیم رہا مگر ایک روز اپنے خیموں کو استادہ چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ اور یاسین کی طرف نکل گیا۔

دو ایک ماہ بعد ایک بہت بڑی فوج نے گلگت پر حملہ کیا۔ راجہ یاسین نے شاذ و ر کے پار چترال سے امداد کی درخواست کی تھی۔ وہاں سے امان الملک مہتر چترال خود بذات سوار و پیادہ فوج لے کر آیا۔ انھوں نے اور یاسین و داریل کی فوج نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا اور ہونزہ و نگر کے لوگوں نے مل کر قلعہ گلگت کے بالمقابل دریائے گلگت کے بائیں کنارہ پر قبضہ کر لیا: حملہ آوروں کے سرکردگان میں سے امان الملک مہتر چترال سب سے نامور اور ممتاز آدمی تھا۔

اس حملہ آور فوج نے گلگت کی طرف آتے وقت یا اس جگہ پہونچنے کے بعد پونیال کے اکثر قلعہ جات کو جیسے کہ گاکوچ۔ دلو بر وغیرہ ہیں اہل قلعہ کی بیوفائی سے زیر کر لیا لیکن شیر قلعہ کے اوپر اُن کی کچھ پیش نہ گئی۔ کیونکہ اس کے اندر خود عیسیٰ بہادر اور مہاراجہ کے ایک سو سپاہی موجود تھے۔ ان کی امداد کے بھروسہ پر عیسیٰ بہادر نے یہاں تک حوصلہ کیا کہ اپنے آدمیوں میں سے بہتوں کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ ان لوگوں نے اگر دل سے نہیں تو محض اپنی حفاظت کی غرض سے دشمن کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ انھوں نے میر ولی برادر راجہ یاسین کی ماتحتی میں سختی کے ساتھ شیر قلعہ کا محاصرہ کیا مگر اہل قلعہ پر کچھ اثر پیدا نہ کر سکے۔

چونکہ گلگت کا راستہ فوج محصور کی گولی کی زد میں تھا فوج حملہ آور اس راستہ سے گذر نہیں سکتی تھی۔ لیکن انھوں نے ایک اور پہاڑی راستہ جو زیادہ بلندی پر واقع تھا تلاش کر لیا اور وہاں سے گذر کر گلگت پہنچے اور قلعہ گلگت کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ گلگت کے قبضہ پر تمام وادی گلگت کی حکومت کا انحصار ہے محاصرین کو یہ امید تھی کہ قلعہ زیر ہو جائیگا۔ کیونکہ انھوں نے سنا تھا کہ قلعہ کے اندر دو ایک ہفتہ سے زیادہ دنوں کے لیے خوراک موجود نہیں ہے اس لیے انھوں نے قلعہ کے راستوں کو نہایت سختی کے ساتھ روکا۔ اور اندر سے محاصرہ

(۶) ہنزہ پر ڈوگروں کا حملہ اور انکی ناکام واپسی

دریافت نہیں ہو سکا کہ اصل بنائے مخاصمت کیا تھی جس سے پھر فساد شروع ہوا۔ مگر ۱۸۶۶ء میں مہاراجہ کے افسران متعینہ گلگت کی نظر میں ہونزہ اس قسم کا ایک کمانڈ ثابت ہوا کہ انھوں نے اُس کے اوپر حملہ کا انتظام کیا۔ نگر کے لوگوں نے ان کی امداد کا اس حد تک ذمہ لیا کہ وہ اپنے ملک کے اندر سے انھیں راستہ دیدیں گے۔ یہ امداد یقیناً بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی کیونکہ دوسرا راستہ ایسے دشوار گذار مقامات کے اندر سے گذرتا ہے کہ ہونزہ میں پہونچ کر قلعہ جات کا تسخیر کر لینا اتنا مشکل کام نہیں ہے جتنا کہ اُس راستہ سے ہونزہ میں پہونچنا مشکل ہے۔ چنانچہ اس انتظام کے مطابق افواج ڈوگرہ نے دریائے ہونزہ کے نگر والے کنارہ سے ہونزہ کی طرف پیش قدمی کی اور ایک ایسے مقام پہ پہونچے جو قلعہ جات ہونزہ میں سے ایک قلعہ کے بالمقابل اور صرف ایک گولی مار کے فاصلہ پر ہے مگر یہاں سے قلعہ کا راستہ نہایت دشوار تھا اس جگہ دریا دو بلند سنگلاخوں کے درمیان بہتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ ان سنگلاخوں کے نیچے یا اوپر سے کوئی راستہ نہیں مل سکتا ہے۔

چند روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ نگر کے لوگ ڈوگروں کے اتحاد سے الگ ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈوگروں کے دل میں اُن کی طرف سے اشتباہ پیدا ہوا۔ اور اس بے اعتباری نے حسب معمول اپنی صداقت کا کرشمہ دکھلایا۔ آخر کار ایک رات ڈوگروں کے درمیان یہ خبر مشہور ہوئی کہ نگر کے لوگ اُن کے اوپر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس سے ان کے دلوں پر دہشت بیٹھ گئی اور گو کہ کسی طرف سے کوئی حملہ اُن کے اوپر نہیں ہوا مگر وہ میدان جنگ سے بغیر گولی چلائے گھبراہٹ میں واپس ہو گئے یا غالباً اصلیت یہ ہے کہ فرار ہو گئے اور اس ذلت کے ساتھ قلعہ گلگت میں واپس پہونچے۔

(۷) ملک امان راجہ یاسین کا حملہ گلگت

اس حملہ کی ناکامی کا خاتمہ اسی مرحلہ میں نہیں ہوا۔ ڈوگروں کی اس کمزوری نے ان کے دشمنوں کو حوصلہ دلایا کہ باہم گرا اتحاد کر کے انھیں ملک سے نکال باہر کریں چنانچہ گلگت

بجے سنگھ نالہ کارگا کے راستہ سے آگے بڑھا اور مقدمہ وہراول ہاتھی بخشی رادھا کشن نالہ سنگل کے راستہ سے روانہ ہوا۔ راستہ میں صرف قلب فوج کے ساتھ کچھ مزاحمت ہوئی۔ یہ فوج نالہ کارگا کے اوپر کا سرحدی پہاڑ عبور کر کے ایک نالہ سے اس موقع پر گذر رہی تھی جس کے نیچے تھوڑے فاصلہ پر یہ نالہ دریائے داریل میں گرتا ہے اس جگہ اہل داریل نے پتھر اور لکڑی سے ایک مضبوط پشتہ تعمیر کر کے راستہ کو کلیتہً روکا ہوا تھا۔ اور ملک امان سابق راجہ یاسین اپنے آدمیوں کے ذریعے اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ یاسین کے لوگ بمقابلہ اہل داریل فن جنگ میں زیادہ ہوشیار اور لڑائی کے قواعد کے ماہر ہیں لیکن بجے سنگھ بھی ایک تجربہ کار سپاہی اور جنگ آزمودہ افسر تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ درست طریق عمل کیا ہے وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا اور دشمن نے جس مورچہ کی پناہ لی تھی۔ اسے الٹ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک امان کو بھاگنا پڑا اور راستہ کھل گیا۔ اس کے دو ایک روز بعد دوسرا حصہ فوج بھی پہونچ گیا قلب فوج گلگت سے چھ پڑاؤ طے کر کے داریل کے پہلے قلعہ میں پہونچا اور نالہ سنگل سے جو فوج آئی تھی اس نے موضع سنگل سے صرف چار پڑاؤ کی مسافت طے کی تھی اس کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں ملی داریل کا تمام ملک ڈوگروں کے سامنے کھلا پڑا تھا۔

وادی داریل شمالاً جنوباً واقع ہے اور بطرف جنوب دریائے سندھ سے ملتی ہے اس میں سات قلعے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قلعہ کے اندر تمام موضع آباد ہے ڈوگروں کی فوج جو قلعہ تک پہونچی پہلا قلعہ ان ساتوں قلعوں میں سے زیادہ بلند تھا۔ اور تمام اہل قلعہ اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑ کے اوپر بھاگ گئے تھے۔ قلعہ کے اندر کوئی عورت یا بچہ بھی نظر نہیں آتا تھا حتیٰ کہ مویشی بھی یہ لوگ اپنے ساتھ ہانک کر لے گئے تھے۔ ڈوگروں نے ایک ہفتہ تک یہاں قیام کیا۔ اکابران داریل میں سے چند لوگ حاضر ہوئے۔ انھوں نے اظہار اطاعت کیا۔ اور خراج دینا قبول کیا۔ چونکہ برف باری کا موسم قریب تھا۔ یہ اسب معلوم ہوا کہ اسے واپسی کی وجہ قرار دیا جائے ڈوگروں نے داریلیوں کو دکھلا دیا تھا کہ ان کا ملک کسی حالت میں ناقابل گذر نہیں ہے ڈوگروں نے بلاشبہ اس ملک کے اوپر اپنا نشان قائم کر دیا۔

اس کے بعد اس فوج کا اکثر حصہ کشمیر کو واپس چلا گیا اور قلعہ گلگت میں اسی قدر

توڑنے کے لیے جو حملے کئے گئے کامیابی کے ساتھ اُن کی مدافعت کرتے رہے مگر اصلیت یہ ہے کہ قلعہ کے اندر جیسا کہ اُنھوں نے سنا تھا اُس سے بہت زیادہ عرصہ کے لیے خوراک کا سامان موجود تھا۔

اس اثنا میں اس حملہ کی خبر کشمیر میں پہونچ گئی اور مہاراجہ نے نہایت تیزی کے ساتھ کمک باتحتی وزیر زور آور دو کرنیل بجے سنگھ گلگت کو روانہ کی۔ بونجی کے بالمقابل دریائے سندھ کے اوپر اُن کی کچھ رکاوٹ ہوئی۔ مگر جب کہ وہ دریائے سندھ کے داہنے کنارہ پر پہونچ گئے اور امان الملک کو اس کی خبر ہوئی وہ خود اور اُس کی فوج اور جملہ اتحادی اپنی اپنی خیر مناتے ہوئے فرار ہو کر اپنے اپنے ملک میں پہونچ گئے۔ اور تمام اتحاد ہوا میں اُڑ گیا۔ دراصل ان اتحادیوں کا طرز عمل گوہر امان کے دلیرانہ طریق عمل سے بہت مختلف ثابت ہوا۔ جس نے اس واقعہ سے اٹھارہ سال پیشتر اپنے دشمن کو کامیابی کے ساتھ وادی گلگت سے باہر نکال دیا تھا۔

(۸) وزیر زور آور دو کرنیل بجے سنگھ کا داریل کو فتح کرنا

اب گلگت میں جس قدر فوج جمع ہو گئی تھی وہ اس تعداد سے بہت زیادہ تھی جس کی گنجایش اس تنگ ملک میں ہو سکتی ہے اس کی تعداد تین ہزار بتلائی جاتی ہے اس کے علاوہ حمالوں کا ایک بہت بڑا قافلہ تھا جو سامان خوراک اور سامان حرب اٹھا کر ان کے ساتھ لائے تھے سرکردگان فوج کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اب کیا کام کرنا چاہیے اور اقوام حملہ آور کو اس حملہ کی مکافات میں کیا سزا دینی چاہیے اور کس کو دینی چاہیئے یہ بحث جاری رہی اور اس کا فیصلہ عرصہ کے بعد ہوا۔ وزیر زور آور کی یہ خواہش تھی کہ کچھ نہ کچھ کرنا ضرور چاہیے مگر جو کچھ کیا جاوے وہ ایسا ہو جس میں کامیابی یقینی ہو وہ مہاراجہ کے خاندان کی ملازمت میں اپنے بال سفید کر چکا تھا اور بہت محتاط آدمی تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی زندگی کے آخری مرحلہ میں کوئی فعل اس سے ایسا سرزد ہو جس کی ناکامی سے اُسکی زندگی بھر کی نیکنامی اور شہرت کو دھبہ لگے غور و تامل میں بڑا وقت ضائع کرنے کے بعد آخر کار مہم داریل کا فیصلہ کیا گیا۔

یہ مہم ستمبر ۱۸۶۶ء میں گلگت سے روانہ ہوئی۔ قلب فوج باتحتی وزیر زور آور دو کرنیل

کی بہن کے ساتھ کیا۔ اس سے غلام محی الدین المعروف پہلوان بہادر پیدا ہوا تیسرا بیاہ اسنے آزاد خاں راجۂ پونیال کی بیٹی کے ساتھ کیا اس سے اس کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک میسر غازی اور دوسرا میر بنی۔ موخرالذکر کو اس کے سوتیلے بھائی ملک امان نے قتل کر دیا۔

یہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ گوہر امان کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا ملک امان اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوا۔ بعد کے فسادات میں یاسین میں فوج کی سرکردگی یہی کرتا رہا یہ پست قد لیکن طاقتور اور چست و چالاک آدمی تھا۔ سپاہی پورا تھا مگر دماغ اچھا نہیں رکھتا تھا

جن واقعات کا اوپر ذکر ہوا ان کے تھوڑے ہی روز بعد ملک امان اور میرولی آپس میں لڑ پڑے۔ میرولی نے امان الملک مہتر چترال سے مدد لے کر ملک امان کو ملک سے باہر نکال دیا۔ اور خود راجہ یاسین ہو گیا۔ ملک امان پہلے وارِیل میں پناہ گزیں ہوا بعد ازاں تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے پاس کشمیر میں پہونچا۔ مہاراجہ نے دریا دلی سے اس کی خاطر تواضع کی اور وظیفہ مقرر کر کے گلگت میں اس کی سکونت کا انتظام کر دیا۔ اس طرح سے وہ اپنے پرانے دشمن راجہ عیسی بہادر اور اپنے دشمن بھائی کے معتبروں کی نظر کے سامنے بہونچ گیا جو وقتاً فوقتاً گلگت میں آتے جاتے رہتے تھے۔

میرولی مہتر چترال کا باجگذار یا اس سے بھی بڑھکر اس کا ماتحت بن گیا۔ پہلوان بہادر کو مہتر چترال نے مستوج کا حاکم یا راجہ مقرر کر دیا مستوج اس زمانے میں حکومت یاسین کا علاقہ تھا جو درہ شاندرو کے پاس واقع ہے مستوج کے نیچے چترال ہے۔ درہ شاندور سے گلگت اور چترال کا پانی ڈھال جدا ہوتا ہے اس طرح سے امان الملک نے مستوج کو یاسین سے جدا کر کے اور ان دونوں حکومتوں کو چترال کے ساتھ متحد کر کے اپنی سرحد کو گلگت کی سرحد کیساتھ ملا دیا۔ ان تینوں حکومتوں کے تعلقات باہمی اور ان سب کے تعلقات مہاراجہ کے افسران گلگت کے ساتھ اس قسم کے تھے کہ ہر ایک فریق اپنے آپ کو فریق ثانی کی تلوار کی زد سے دور رکھتا تھا۔ عموماً مہاراجہ کے متوسلین ان حکومتوں کی حدود کے اندر بلا خطرہ داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر یاسین اور چترال سے قاصد گلگت میں آیا کرتے تھے۔ انھیں اطمینان تھا کہ مہاراجہ کے ملک میں انھیں جان کا خطرہ نہیں ہے۔ مزید براں انھیں یہ بھی توقع رہتی تھی کہ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے صلہ میں بیش قیمت تحائف یہاں سے لیجائیں گے۔

فوج رہ گئی جو معمولاً وہاں تعینات رہتی تھی۔

(۹) گلگت پر ملک امان کا دوسرا حملہ

اس کے ایک سال بعد غالباً ۱۸۶۶ء میں ان تھک یاسینی دشمنوں نے پونیال پر پھر حملہ کیا۔ پہلے انھوں نے قلعہ بوبر پر دھاوا کیا۔ مگر یہاں مہاراجہ کی کشادہ فوج موجود تھی۔ اس نے راجہ عیسی بہادر کے ساتھ مل کر یاسین والوں کا مقابلہ کیا۔ اور قلعہ سے باہر نکل کر ان کے اوپر حملہ کرتے رہے۔ اس طرح سے اس لشکر نے دشمن کو روکے رکھا تا وقتیکہ بخشی راجہ کشن فوج لے کر گلگت سے پہونچ گیا اسے دیکھکر یاسین والے پسپا ہو گئے اور محاصرہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ملک امان کو گلگت پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

(۱۰) راجہ ہونزہ کا قبضہ چھپروٹ اور حملہ نومل

راجہ ہونزہ کی دشمنی بمقابلہ راجہ یاسین کی دشمنی کے کمتر خوفناک نہ تھی اس نے بعد کی لڑائیوں میں چھپروٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ قبضہ عرصہ تک جاری رہا۔ ۱۸۶۹ء میں ہونزہ والوں نے چھپروٹ سے نومل کے مکانوں پر حملہ کیا۔ اور دو سو کے قریب نومل کے آدمی پکڑ لے گئے ان میں سے ساٹھ ستر کے قریب ودے غلے کشمیری دردیئے ان کو انھوں نے سوداگروں کے ہاتھ غلامی میں فروخت کر دیا۔ مگر باقی اشخاص کو جب گلگت سے مطالبہ ہوا انھوں نے واپس کر دیا۔

ہونزہ کی طرف سے اور چھیڑ چھاڑ بھی ہوتی رہی جس سے عموماً چشم پوشی کی جاتی رہی اور بعض اوقات ہونزہ والے جو کچھ دھاڑا مار کر علاقہ گلگت سے لے گئے اسے ان سے واپس بھی لے لیا لیکن بڑے پیمانہ پر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

(۱۱) یاسین کے خانگی فساد اور میر ولی کا راجہ یاسین ہونا

گوہر امان نے پہلے امان الملک مہتر چترال کی خالہ سے بیاہ کیا اس سے اس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ (۱) ملک امان (۲) میر ولی۔ دوسرا بیاہ اس نے متذکرہ بالا امان الملک

اُسے نالوں میں رکھا گیا۔ شکار کھلوایا۔ اور اس کا بڑا احترام کیا جس سے ہیورڈ میر ولی کا گرویدہ ہو گیا
یہ واقعہ موسم زمستان کا ہے جبکہ زمین کے اوپر برف تھی اور تین ماہ سے پہلے بدخشاں کا راستہ کھلنے کی کوئی
امید نہ تھی۔ اگرچہ ہیورڈ کے تعلقات راجہ کے ساتھ بہت دوستانہ تھے تاہم اسے یہ دوستانہ
معلوم ہوا کہ اس کے پاس تین مہینے ٹھہرا رہے اور راجہ پر اپنی خاطر تواضع کا اتنا بوجھ ڈالے جس سے
وہ تنگ آجائے اس لئے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت پنجاب کو واپس چلا جائے اور آغاز
بہار میں از سر نو اپنا سفر شروع کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہیورڈ نے میر ولی جیسے
مشہور لالچی کو اس توجہ اور مہمان نوازی کے صلہ میں کچھ دیا یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے
پاس از قسم تحائف جو کچھ تھا وہ سب اس نے میر ولی کو حوالہ کر دیا۔ اور جو چیز اس سے زیادہ قیمت
رکھتی تھی اس کا اس نے وعدہ کیا جس سے راجہ کی چالاکی کا پتہ چلتا ہے۔ میر ولی گلگت کو
اپنا ملک سمجھتا تھا اور اسپر قبضہ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اس نے ہیورڈ کو راضی کر لیا کہ
اس معاملہ میں دلچسپی لیوے اور اس کو گورنر جنرل ہند کے حضور میں اس غرض سے پیش کرے
کہ اس کے استحقاق پر غور کرکے مہاراجہ پر دباؤ ڈالا جائے کہ دریائے سندھ کے پار واپس ہو جائے
اوپر جو واقعات جنگ و جدل بیان کئے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ میر ولی
کو گلگت کے اوپر مہاراجہ سے بڑھکر کوئی حق حاصل نہ تھا۔ کیونکہ میر ولی کے باپ گوہر امان
نے اس ملک کو کسی شخص سے فتح کیا تھا جس نے اس کو کسی دوسرے شخص سے فتح کیا تھا اور اگرچہ
چار پشت پیشتر گوہر امان کا ایک رشتہ دار گلگت پر قابض رہا تھا۔ لیکن اس نے بھی ایسے ہی وسائل
سے کسی شخص سے حاصل کیا تھا جن وسائل سے کہ اس شخص کے جانشین نے اس سے اس ملک کو
پھر چھین لیا۔ سکھوں نے مہاراجہ سے پیشتر گلگت کو گوہر امان سے فتح کیا اور ان ہردو حکومتوں
کے درمیان بے شمار جد و جہد کے بعد بالآخر یہ ملک مہاراجہ کے قبضہ میں رہا لہذا ہردو حکومتوں
میں سے کسی کو بھی تلوار سے بڑھکر اس کے اوپر قبضہ رکھنے کا حق حاصل نہ تھا۔
لیکن ہیورڈ کو اس کا کچھ علم نہ تھا۔ میر ولی نے جو پہلو دکھلایا ہیورڈ نے اسے مان لیا اور
اس نے وعدہ کر لیا کہ اس کے دعوی کو حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کریگا اور درحقیقت اس نے
خود یہ معاملہ گورنر جنرل کے سامنے پیش کیا۔ مگر اسپر کچھ توجہ نہیں ہوئی اور نہ اس کی توقع
ہو سکتی تھی مگر میر ولی کو اس کا پورا یقین تھا۔ اس نے غالباً ہیورڈ کو سرکار برطانیہ کا سفیر خیال

اس دوران میں یاسین میں جس واقعہ سے مزید تغیرات پیدا ہوئے وہ تعجب خیز ہے کہ اس ملک میں ایک انگریز کا آنا تھا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۴۔ میر ولی کا لفٹنٹ ہیورڈ کو دارکوت کے نیچے قتل کرنا

آغاز ۱۸۷۰ء میں لفٹنٹ جارج ہیورڈ گلگت میں وارد ہوا۔ اسے لندن کی شاہی انجمن جغرافیائی نے دشت پامیر کے مقامی حالات دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ پہلے یارقند و کاشغر گیا۔ لیکن اسے یارقند کی طرف سے پامیر پر جانے کی اجازت نہیں ملی اور ایک سال پیشتر وہاں سے بے نیل و مرام واپس آیا۔ ہیورڈ ان لوگوں میں سے تھا جو اصل مقصد کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتے لہذا اس نے یہ فیصلہ کیا کہ براہ یاسین و بدخشان سفر کا خطرہ اٹھا کر منزل مقصود پر پہنچے۔ گو کہ اس کے دوستوں نے اسے متنبہ کیا کہ اپنے آپ کو راجہ یاسین و مہتر چترال جیسے لوگوں کے ہاتھ میں ڈال دینا عقلمندی سے بعید ہے۔ ڈرو لکھتا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے ہیورڈ کی ملاقات کرائی جو ان راجگان کے طریق عمل سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور انھوں نے تصدیق کی کہ یہ لوگ ایمان سے کلیتہً بے بہرہ ہیں لیکن ہیورڈ نے ایک نہ مانی اور اپنے مقصد کے پورا کرنے کی دھن میں روانہ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ شاہی انجمن جغرافیائی کی کارروائی ۱۸۷۰ء میں بالتفصیل مذکور ہے اس کا کچھ حصہ خود ہیورڈ کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور آخری حالات ڈرو کے لکھے ہوئے ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پہلے اندیشہ یہ تھا کہ ملک یاسین کا داخلہ ہی ہیورڈ کے لیے مشکل ہوگا۔ کیونکہ راجہ ہونزہ کی نظیر موجود تھی جس نے بیس سال پیشتر لفٹنٹ ایگنیو وینگ کو ہونزہ میں آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اس لیے راجہ یاسین سے اجازت ملنے کی کوئی امید نہ تھی مگر یہ صورت پیش نہیں آئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب ہیورڈ گلگت پہنچا ہے اس وقت میر ولی کا ایک معتبر بھی کسی کام سے گلگت میں آیا ہوا تھا اس کی معرفت ہیورڈ نے ایک خط اور کچھ تحائف میر ولی کو بھیجے۔ اس کا جواب میر ولی کی طرف سے یہ آیا کہ ہم کو تمہاری ملاقات سے بہت خوشی ہوگی۔ اس بنا پہ ہیورڈ یاسین کو چلا گیا۔ میر ولی نے اس کی بڑی خاطر کی

ایک باغ میں دفن کر دی۔ اس کے بعد اس جگہ پر انگریزوں کا قبرستان بن گیا۔

۱۳۔ پہلوان بہادر کا میر ولی کو نکال کر راجۂ یاسین ہونا

وزیر رحمت اب تک میر ولی کا وزیر اعظم تھا۔ مگر ہیورڈ کا معاملہ میر ولی نے وزیر رحمت
لی صلاح کے برخلاف کیا تھا۔ اس سے ہر دو فریق کے دلوں پر ایک دوسرے کی طرف سے بے اعتباری
پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف سازش کرنے لگے وزیر رحمت
آدمی ہوشیار تھا۔ اس کی سازش کارگر ثابت ہوئی۔ اس نے ایک بہانہ بنا کر اپنے بیٹے کو پہلوان
بہادر کے پاس مستوج میں بھیجا۔ اور اس کو حملۂ یاسین پر آمادہ کیا۔ مہتر چترال نے بھی اس تدبیر کو
پسند کیا کہ میر ولی کو نکالا جائے اور اس نے پہلوان بہادر کی امداد دی۔ چنانچہ پہلوان بہادر چند سو آدمی لیکر یکبارگی یاسین پر
حملہ آور ہوا میر ولی اپنے گھر کی نا اتفاقی کی وجہ سے اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور بدخشاں کی طرف فرار ہوا اور پہلوان بہادر یاسین پر قابض ہو گیا۔
یہ واقعہ سنہ [illegible]ء کا ہے جو قتل ہیورڈ سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ میر
ولی کو بدخشاں میں پناہ نہیں ملی وہاں سے تنگ آ کر وہ چترال پہونچا۔ اور امان الملک سے
رحم کا خواستگار ہوا۔ اس نے اپنا غصہ دھیما کر لیا۔ اور اسے اپنے دربار میں حاضر باشی کی اجازت
دیدی۔ پہلوان بہادر بدستور یاسین میں حکمران رہا۔

۱۴۔ امان الملک کا پہلوان بہادر کو قتل کر کے یاسین کو چترال کیساتھ الحاق کرنا

پہلوان بہادر کا ابتدائی زمانہ بہت پر آشوب رہا تھا اور وہ جنگ آزمائی کا عادی تھا
سنہ [illegible]ء میں اس کے سر میں یہ سودا پیدا ہوا کہ پونیال پر حملہ کر کے ڈوگروں کو گلگت سے
خارج کیا جائے۔ پہلوان بہادر مہتر چترال کا بھانجا تھا۔ باوجود اس قرابت کے اس نے پہلوان
کی اس مجنونانہ حرکت میں بہت حوصلہ افزائی کی اور اپنی طرف سے کمک کا وعدہ کیا۔ اور
اسے آمادہ کیا کہ حملہ ضرور کیا جائے۔ پہلوان بہادر دھوکے میں آ گیا اور اس نے دارل والوں
کے ساتھ اتحاد کر کے اپنا لشکر لے کر پونیال پر حملہ کر دیا اور شیر قلعہ کا محاصرہ کر لیا امان الملک
مہتر چترال نے جب دیکھا کہ پہلوان نے اپنی تمام طاقت کو شیر قلعہ کے اوپر لگا دیا ہے اور
راجۂ پونیال اور افواج ڈوگرہ کے ساتھ الجھ گیا ہے تو اس نے اپنی چال چلی اور خفیہ طور

کیا تھا اور اس کو پورا اطمینان تھا کہ جو کچھ وہ کہیگا ٹالی نہ جائیگا۔

ہیورڈ یاسین میں ماہ جولائی ۱۸۷۰ء واپس آیا۔ اور یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ سابقہ مخلصانہ تعلقات اب جاری نہیں رہ سکتے۔ میر ولی اس سے ناراض تھا کہ اسکے حصول مقصد کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔ ہیورڈ اپنے ساتھ بہت سا سامان لایا تھا۔ اس میں زیادہ تر تحائف کی اشیا تھیں جنھیں وہ یاسین کے باہر لوگوں کو دینا چاہتا تھا۔ یہ دیکھکر میر ولی کا دل جلتا تھا کہ یہ بے شمار دولت، اور وہ سامان جسے میں خود اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں اس کی ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میر ولی نے ہیورڈ کو یہ صلاح دی تھی کہ براہ چترال بدخشاں میں داخل ہو۔ اور ہیورڈ اسپر رضامند نہیں ہوا نیز مہمان و میزبان کے درمیان کچھ سخت کلامی بھی ہو گئی تھی۔ میر ولی کو اسکا بھی غصہ تھا۔ الغرض یہ سب باتیں مل کر ایک پہاڑ بن گئیں اور ایک شخص کے لئے جو اپنے چھوٹے سے ملک کے اندر محض اپنی مرضی پر چلنے کا عادی ہے یقیناً معمولی ناراضگی سو بہت بڑھ گئیں۔ میر ولی اُن لوگوں میں سے تھا جو کہ انسان کی جان کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور آدمی کو مارنا اور مرغی کو مارنا برابر خیال کرتے ہیں لہٰذا ان امور کی ناراضگی اس کے لئے اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کافی تھی کہ اپنے مہمان کو قتل کر کے ان سب چیزوں کو قابو میں کیا جائے

ہیورڈ نے یاسین سے روانہ ہو کر بدخشاں کی طرف تین پڑاؤ کی مسافت طے کی تھی اور وہ اُس جگہ پہونچا تھا جسے دارکوت کہتے ہیں کہ میر ولی کے بھیجے ہوئے پچاس ساٹھ آدمی اس کے پیچھے پہونچ گئے لیکن انھوں نے اپنی بدنیتی کا اظہار نہیں ہونے دیا اور ان کے سرکردہ نے یہ بتلایا کہ اسے اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ ہیورڈ کو مع اس کے سامان کے سلامتی کے ساتھ درہ دارکوت کے پار پہونچا دے مگر دوسرے دن انھوں نے ہیورڈ کو جبکہ وہ سویا ہوا تھا پکڑ لیا اس کی مشکیں کس دیں چیڑ کے جنگل میں اُسے ایک میل کے فاصلہ پر لے گئے اور تلوار سے ہلاک کر دیا۔ اس کے ساتھ پانچ کشمیری اور پٹھان ملازم تھے ان کا بھی یہی حشر ہوا۔

اس واقعہ کے تین ماہ بعد جبکہ ڈرو گلگت میں گیا تو اُسنے ایک آدمی مع تحائف کے میر ولی کے پاس بھیجا۔ اور ہیورڈ کی لاش منگوالی اور گلگت میں قلعہ کے نزدیک

چوتھا باب

عہد برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی فتوحات سرحدی

(۱) ۱۸۷۶ء میں میجر بڈلف کا برٹش ایجنسی کو قائم کرنا اور ۱۸۸۱ء میں اس کا تخفیف میں آنا (۲) ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنڈ کا برٹش پولیٹیکل ایجنسی گلگت کو دوبارہ قائم کرنا (۳) ۱۸۹۱ء کے آغاز میں ہونزہ و نگر کی طرف سے چھلت میں فساد کا اندیشہ اور کرنیل ڈیورنڈ کا مدافعانہ انتظام۔ (۴) مہم ہونزہ و نگر ۱۸۹۱-۹۲ء اور ان دونوں ریاستوں کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا۔ (۵) چترال و چیلاس کی شورش اور وادی سندھ پائیں یونجی کی اقوام میں بے چینی (۶) ڈاکٹر رابرٹسن کا گور جانا۔ اس کے اور اہل چیلاس کا حملہ۔ اس کا چیلاس کو تسخیر کرنا (۷) چترال کی شورش نظام الملک کی مسند نشینی۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال جانا (۸) اقوام وادی سندھ کا حملہ چھاؤنی چیلاس پر اور چیلاس کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا (۹) گوپس اور مستوج میں ریاست کی فوج کا اور مستوج میں چترال سمیت پولیٹیکل افسر کا تعینات ہونا۔

(۱)

۱۸۷۶ء میں جبکہ لارڈ لٹن وائسرائے ہند تھے کپتان بڈلف من جانب سرکار انگلشیہ ہند گلگت میں آفیسر سپیشل ڈیوٹی بغرض سفارت ہونزہ وغیرہ مقرر کیا گیا۔ اس کے رہنے کے لئے گلگت کی بالائی نہر کلاں پر ایک عالیشان کوٹھی تعمیر کر دی گئی۔ دوسرے سال اسکو بطور برٹش ایجنٹ گلگت تعینات کر دیا گیا۔

تقریباً ۱۸۸۰ء میں باشندگان گلگت رسد رسانی وغیرہ سے تنگ آ کر میجر بڈلف

پھر اپنا لشکر جمع کر کے یکبارگی یاسین پر حملہ کر دیا اور قابض ہو گیا۔ یہ دیکھکر یاسین کے لشکر نے شیر قلعہ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں راجہ علیی بہادر نے اپنی چال بازی سے داریل والوں کو پہلوان بہادر کے اتحاد سے توڑ لیا اب پہلوان بہادر بالکل بے بس ہو گیا۔ اور اسکے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ اپنے ماموں سے رحم کا خواستگار ہو۔ اس کے ماموں نے اپکے دستور کے مطابق اس کے حال پر رحم کیا۔ اور خاموشی کے ساتھ یکبارگی اُسے ملک عدم میں پہونچادیا۔ الغرض مہتر امان الملک نے ان حالات میں خوش وقتیہ خاندان کے دعویدار کا خاتمہ کر کے اپنی مدت العمر کی آرزو کو پورا کیا اور یاسین کا یعنی کل ملک خوش وقتیہ کا الحاق چترال کے ساتھ کر لیا۔ اور جابجا اپنے حاکم مقرر کر دئے۔ میرولی کی بداعمالی کا بالآخر یہ انجام ہوا کہ حکومت اس کے خاندان سے جاتی رہی۔

یہ وہ زمانہ ہے جبکہ میجر ڈیورنڈ گلگت میں برٹش ایجنٹ تھا
پہلوان بہادر کے اس حملہ کے بعد گلگت کے اوپر کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا۔ اور میجر ڈیورنڈ کی واپسی کے بعد ۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنڈ کے گلگت میں تعینات کئے جانے پر اس سرحد کے حالات بالکل تبدیل ہو گئے۔ فوجی انتظام میں اصلاح کی گئی۔ جو اقوام ملحقہ وقتاً فوقتاً فتنہ و فساد برپا کرتی رہتی تھیں ان میں سے اکثر کو یکے بعد دیگرے تسخیر کیا گیا اور باقی کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے گئے۔ اس طرح سے سرحد گلگت پر کامل امن قائم ہو گیا۔ اور ان اقوام کے حملہ گلگت کا امکان جاتا رہا اس کی تفصیل آئندہ باب میں مذکور ہو گی۔

روانہ کیا جائے کہ وہ مقامی طور پر دریافت کر کے پتہ لگائے کہ کشمیر اور ہونزہ و نگر کے درمیان تعلقات کے بگڑ جانے اور جنگ تک نوبت پہونچنے کی اصلی وجوہات کیا تھیں اس زمانہ میں سر مارٹیمر ڈیورینڈ خارن سکریٹری گورنمنٹ ہند تھے۔ انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی کرنیل ڈیورنیڈ کو اس نازک خدمت کے لئے منتخب کیا اور ڈاکٹر جارج رابرٹسن کو اسکے ساتھ بطور میڈیکل افسر کے تعینات کر دیا دونوں سری نگر پہونچے۔ مہاراجہ پرتاب سنگھ نے ان کے گلگت اور اگر ضرورت پڑے چترال تک جانے پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ مگر انھیں منع کیا کہ چھپرووٹ کا ہر گز ارادہ نہ کریں۔

سری نگر سے چل کر وہ استور پہونچے۔ یہاں راجہ بہادر خاں سے ملاقات کرتے ہوئے بونجی آئے۔ بونجی میں دریائے سندھ کو جالہ سے عبور کر کے بولہ نالہ سئی گلگت پہونچے جالہ یہ ہے کہ ہلکی اور مضبوط لکڑی کے کٹہرے کے نیچے بڑے جانوروں کی مشکیں باندھ دیتے ہیں جن میں ہوا بھری ہوتی ہے اس کو پانی پر تیراتے ہیں اور چپو سے چلاتے ہیں اور دستان میں جالو اور بلتستان میں زخ کہتے ہیں۔ اسے تیز رو دریاؤں میں اور اونچی نیچی لہروں میں بلا خوف و خطر چلایا جا سکتا ہے کرنل ڈیورنیڈ نے گلگت میں چند روز قیام کر کے حالات مقامی سے واقفیت حاصل کی۔ اس اثناء میں چترال سے مہتر امان الملک کا بیٹا افضل الملک اپنے باپ کی طرف سے پیغام دعوت لے کر گلگت میں کرنیل ڈیورنیڈ کے پاس پہونچا۔ اسپر کرنیل ڈیورنیڈ نے چترال جانے کا فیصلہ کیا۔ گلگت سے روانہ ہو کر دونوں کا کوچ پہونچے یہاں سردار نظام الملک حاکم یاسین کے خطوط خیر مقدم انھیں پہونچنے شروع ہوئے۔ سرحد کے قریب وہ خود حاضر ہوا۔ اور اپنی حدود میں ہمرکاب رہا چاشی میں رحمت اللہ خان حاکم غسدر حاضر ہوا۔ چاشی کے قریب وادی کھل جاتی ہے کیونکہ تانگر کی طرف سے جو دریا آتا ہے وہ اس جگہ دریائے گلگت میں گرتا ہے جس وجہ سے تین وادیاں اس جگہ ملتی ہیں آگے چل کر درمیانی پہاڑ کو درہ شاندور سے عبور کیا درہ کے اوپر عبداللہ خاں نائب افضل الملک حاکم مستوج حاضر ہوا مستوج کے علاقہ میں پہونچے تو خود افضل الملک پیشوائی کے لئے موجود تھا۔ مستوج پہونچے تو نہایت شاندار استقبال ہوا۔ اور افضل الملک نے بڑی خاطر تواضع کی ایک ہفتہ یہاں قیام کر کے آگے روانہ ہو کے چترال کے نزدیک پہونچے تو درجہ بدرجہ ممتاز امراء درجات پیشوائی

اور لالہ رام کشن حاکم گلگت سے ناراض ہو گئے۔ انھوں نے واریل دیامین وغیرہ کی اقوام
کے ساتھ سازش کر کے پہلوان بہادر راجہ یاسین کو حملہ گلگت پر آمادہ کر دیا۔ اور جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا مہتر چترال نے پہلوان بہادر کی بہت حوصلہ افزائی اس حملہ میں کی اسنے پونیال
کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ شیر قلعہ کی تسخیر کا انتظام کر رہا تھا کہ گلگت سے کمک بھیجی گئی مگر
بعد میں دریافت ہوا کہ اہل گلگت بھی فساد پر آمادہ ہیں جس سے میجر ڈلف بہت بے حوصلہ
ہو گیا اور یہ فوج گلگت میں واپس منگوائی گئی۔

پہلوان بہادر نے پونیال سے پیش قدمی کر کے گلگت پر دست درازی شروع
کر دی۔ مگر شیر قلعہ کی تسخیر میں وہ کامیاب نہوا۔ اور جنرل ہوشیارا کی حکمت عملی سے وہ گلگت
تک پہونچنے نہ پایا۔ راجہ اکبر خاں راجہ پونیال نے چالاکی سے واریل والوں کو پہلوان بہادر
سے توڑ کر اپنی طرف ملا لیا۔ اور اس اثنا میں مہتر چترال نے جو فوج بظاہر پہلوان بہادر
کی امداد کے واسطے جمع کی تھی اس کے ذریعے یاسین پر قبضہ کر لیا یہ حال دیکھکر یاسین کے
لشکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور پہلوان بہادر کے لئے پسپائی کے بغیر
اور کوئی چارہ نہ رہا۔ وہ شیر دٹ ڈشکوٹ کو خراب کر کے واپس ہو گیا۔ جنرل ہوشیارا کو
اقوام گلگت کے فساد کے اندیشہ کی وجہ سے میجر ڈلف نے گلگت میں روک لیا تھا رفع فساد کے بعد
اسے یہ کوفت رہی کہ اس فتح میں اس کو شرکت کا موقع نہ ملا اور بیمار ہو کر گلگت میں فوت ہوا
اس کے بعد سرکار انگلشیہ ہند نے میجر ڈلف کو گلگت سے واپس بلا لیا اور پولیٹکل
ایجنسی گلگت کو تخفیف کر دیا۔ دوسرا دور ایجنسی کا مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد حکومت میں کرنیل
ڈیورینڈ کی سرکردگی میں شروع ہوا اس نے اپنے کارنامے اپنی کتاب موسومہ "دی
میکنگ آف اے فرانٹیر" میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کے اہم
واقعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ باریک تفصیل کو میں نے طوالت کی غرض سے ترک کر دیا ہے

۱۸۸۹ء میں کرنیل ڈیورنڈ کا برٹش پولیٹکل ایجنسی گلگت کو دوبارہ قائم کرنا

۱۸۸۸ء میں سلطنت روسیہ نے پامیر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی یہ دیکھکر
لارڈ ڈفرن کی گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ کوارٹر ماسٹر جنرل کے محکمہ کے ایک افسر کو گلگت

نہیں کوئی قدر تکلیف کے ساتھ اس قدر فوج یقیناً نہ سکتی ہے جس سے کشمیر باجوڑ اور شاید
جلال آباد میں بھی شورش پیدا ہو جائے اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے پیش دستی ضروری تھی۔
الغرض قیام ایجنسی کی اصلی وجہ تحریک سلطنت روسیہ کی پیش قدمی تھی۔

کرنیل ڈیورنیڈ اپریل ۱۸۸۹ء میں کلکتہ سے روانہ ہو کر سری نگر پہونچا وہاں لفٹننٹ
مینرز سمتھ جو پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ سے بطور اس کے اسسٹنٹ کے مقرر ہوا تھا شامل ہو گیا
ڈاکٹر رابرٹسن نہیں پہونچ سکا۔ الغرض دونوں سری نگر سے روانہ ہو گئے۔

سری نگر میں کرنیل ڈیورنیڈ کو دریافت ہوا کہ براہ نار سلتورو بلتستان سے یارقند کا راستہ
ہے اور اسی راستہ سے براہ ٹنگام ورسکم ہونزہ کو راستہ جاتا ہے۔ اسے بہت فکر ہوئی کہ اگر ایسا ہو
تو اس راستہ کی روک تھام بھی ضروری ہوگی۔ لہذا اس کا اطمینان کرنے کی غرض سے وہ خود
مع لفٹننٹ مینرس سمتھ کے برزل سے براہ دیوسئی اسکردو چلا گیا۔ اسکردو پہونچ کر حالات معلوم
کرنے کی کوشش کی گئی مگر اصلیت پورے طور پر دریافت نہیں ہو سکی تاہم اس حد تک
اطمینان ہو گیا کہ قبل ازیں یہ راستہ ضرور تھا مگر اب گلیشیر کے بڑھ جانے کی وجہ سے مسدود
ہو گیا ہے۔ اور قابل گذر نہیں رہا ہے جیسا کہ میں لداخ کے بیان میں مختصراً لکھ چکا ہوں اس
راستہ کو سیاچن گلیشیر نے روک دیا ہے اس راستہ کے علاوہ نالہ برالدو سے بھی یارقند و کاشغر کا راستہ
تھا اور یہ بھی وادی راسکم سے ملتا تھا۔ اسے بیافو گلیشیر نے روک دیا ہے الغرض یہ اطمینان کر کے
کرنیل ڈیورنیڈ اسکردو سے استور چلا گیا۔ یہاں ڈاکٹر رابرٹسن بھی شامل ہو گیا۔

مختصر یہ کہ استور میں افواج کشمیر کا معائنہ کر کے کرنیل ڈیورنیڈ مع اپنے ہمراہیان کے
بونجی پہونچا اور یہاں بھی فوج کے متعلق ضروری انتظام کرنے کے بعد گلگت میں وارد ہوا۔
اور ایجنسی کا انتظام شروع کر دیا۔

اس انتظام میں کرنیل ڈیورنیڈ کو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ گو کہ سپاہ اور اہل ملک
اس کی مداخلت سے خوش تھے مگر عہدہ داران ریاست جن کے ہاتھ سے پانچ لاکھ روپیہ
سالانہ اس سرحد پر خرچ ہوتا تھا اور ایجنسی کی مداخلت سے ان کی دستبرد میں فرق آتا تھا
اس کے مخالف تھے۔ وہ غدار عہدہ دار (وزیر غلام حیدر ؟) جس نے سال گذشتہ میں افواج
کشمیر کو دشمن کے ہاتھ بیچ دیا تھا اب تک صاحب اقتدار تھا اور ایجنسی کے خلاف سازش

کے لیے ملنے شروع ہو گئے۔ آبادی سے کچھ فاصلہ پر خود مہتر امان الملک اپنے اہل دربار کے ساتھ لب سڑک ملا۔ یہ لمبا قافلہ ایک ساتھ چترال میں داخل ہوا قلعہ سے گذر کر میدان چوگان بازی میں قیام کیا۔ ایک ماہ تک یہاں مقیم رہے مہتر چترال سے تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی رہی اور سرحد کے متعلق مختلف معاملات پر گفتگو جاری رہی اور جو اصل مقصد کرنیل ڈیورینڈ کے اس سرحد پر بھیجے جانے کا تھا اسے پورا کرنے کے بعد اس نے واپسی گلگت کا ارادہ کیا مہتر نے خواہش ظاہر کی کہ چترال میں ایک انگریزی شفاخانہ قائم کیا جائے کرنیل ڈیورنڈ نے اسکا انتظام کردیا۔

کرنیل ڈیورینڈ چترال سے واپس ہو کر گلگت پہونچا۔ یہاں پہونچ کر اسے دریافت ہوا کہ سلطنت روسیہ کا ایک افسر چند روز ہوئے ہونزہ میں آیا تھا اور سلطنت روسیہ نے پامیر سے اس طرف اپنے تعلقات بڑھانے شروع کر دیے ہیں۔ بہرحال اپنا مشن پورا کر کے وہ گلگت سے واپس روانہ ہوا۔ اور براہ سری نگر سفر کرتا ہوا نومبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور فارن سکریٹری کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جو حضور وائسرائے کے ساتھ لاہور میں آیا ہوا تھا۔ اس وقت لارڈ ڈفرن لاہور میں رؤسائے پنجاب سے ملاقات رخصتانہ کرنے آئے تھے کیونکہ دسمبر ۱۸۸۸ء میں وہ اپنا عہدہ وائسرائلٹی لارڈ لینسڈون کو سپرد کر کے انگلستان واپس جانے والے تھے۔ انکی واپسی سے پیشتر انھوں نے ہندوستانی ریاستوں میں امپریل سروس ٹروپس کا انتظام جاری کر دیا تھا جو بالآخر ریاستوں کے لیے بہت فائدہ مند اور سرحد گلگت پر بالخصوص بہت کارآمد ثابت ہوا۔

لاہور سے کرنیل ڈیورینڈ کلکتہ گیا۔ وہاں چند روز انتظار کرنے کے بعد مارچ ۱۸۸۹ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ برٹش ایجنسی گلگت دوبارہ قائم کی جائے۔ کرنیل ڈیورنڈ کو برٹش ایجنٹ مقرر کیا گیا اس کے ماتحت دو افسران تعینات کے گئے۔ اور ڈاکٹر رابرٹسن کو ایجنسی سرجن کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔

اس زمانہ میں سلطنت روسیہ کی پیش قدمی افغانستان کی سرحد تک پہونچ گئی تھی اور اس نے اپنی جنگی طاقت کے وسائل کو ایشیا میں بڑی ترقی دی تھی۔ اس بنا پر یہ ضرورت پیدا ہو گئی کہ سلطنت ہند کی سرحد کو مدافعت کے لئے مستحکم کیا جائے۔ اس غرض کے لئے جو مقامات نہایت توجہ طلب سمجھے جاتے تھے اس میں ہندوکش کے تنہائی درے بھی تھے کیونکہ اس راستہ کو باسانی

اس کے بعد چند روز گلگت میں قیام کر کے چترال کو روانہ ہوا۔ یاسین اور مستوج سے گذر کر چترال ہونچا وہاں چند روز قیام کر کے مہتر امان الملک کے ساتھ شرائط طے کیں اس اثنا میں ڈاکٹر رابرٹسن نے اپنے سفر کافرستان کی تیاری کی اور اس قوم کے اکابران سے ملاقات کر کے انسے اپنی امداد کا وعدہ لیا بعد ازاں وہ روانہ کافرستان ہو گیا۔ اور کرنیل ڈیورنڈ گلگت کو واپس ہوا مستوج۔ یاسین۔ اور پونیال سے گذرتا ہوا نومبر میں گلگت پہونچا چند روز کے بعد ڈاکٹر رابرٹسن گلگت سے گذرتا ہوا ہندوستان کو چلا گیا۔ ان کے پیچھے کپتان ینگ ہسبنڈ بھی پامیر سے واپس آکر ہندوستان کو چلا گیا اور کرنیل ڈیورنڈ اور لفٹننٹ مینرس سمتھ گلگت میں پہلا موسم زمستان گذارنے کے ارادہ سے اطمینان کے ساتھ مقیم ہو گئے۔

بہار ۱۸۹۱ء میں کرنیل ڈیورنڈ گلگت سے کشمیر وہاں سے شملہ۔ اور وہاں سے تین ماہ کی رخصت پر انگلستان چلا گیا اس کی عدم موجودگی میں نیا ڈاکٹر بھی گلگت میں پہونچ گیا اور ڈاکٹر جارج رابرٹسن گلگت سے ہوتا ہوا دوبارہ کافرستان کو چلا گیا کرنیل ڈیورنڈ نے اپنی واپسی پر سڑک کشمیر گلگت کے بنائے جانے کا انتظام کیا۔

باربرداری کی بد انتظامی اور محکمہ ڈاک کی خرابی بہت تکلیف دہ چیزیں تھیں اس کی اصلاح کی تجویز اس طرح کی گئی کہ کشمیر کو ہندوستان کے سلسلہ شاہی ڈاک رسانی میں شامل کر لیا جائے اور باربرداری کے انتظام کو ہندوستان کے محکمہ کمسریٹ کے ایک افسر کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ ان تجاویز کے عملدرآمد میں بڑا وقت صرف ہوا کمسریٹ کا انتظام دو سال کے اندر ہو گیا لیکن محکمہ ڈاک کے انتظام کی تکمیل سنہ ۱۸۹۴ء تک نہیں ہو سکی۔

مالیہ جنسی کی وصولی میں بہت غبن ہوتا تھا۔ اس کی اصلاح میں کرنیل ڈیورنڈ کو بہت مشکلات پیش آئیں۔ الغرض اس نے فوج کی رسد رسانی کے انتظام کو درست کر دیا اور تومل کی سڑک جو موسم بہار میں دریا کی آب خیزی کی وجہ سے بند رہتی تھی سنگلاخ نئے اوپر سے بونجی اور تومل کا راستہ تمام سال کے لئے کھول دیا۔

سنہ ۱۸۹۱ء میں ہنزہ و نگر کی طرف سے چھلپت میں فساد کا اندیشہ اور کرنیل ڈیورنڈ کا مدافعانہ انتظام

سنہ ۱۸۹۱ء کے موسم بہار میں ہر طرف سے فتنہ و فساد کی افواہیں آنی شروع ہو گئیں

کرتا رہتا تھا اور بیہودہ افواہیں ملک میں مشہور کیا کرتا تھا اسے کرنیل ڈیورنڈ نے کسی کام کے بہانہ سے استور بھیج دیا۔ وہاں سے اسے کشمیر روانہ کر دیا اور بالآخر اسی دور دراز علاقہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔

اس اثنا میں ہونزہ ونگر کے ایلچی پہونچے۔ ان کے ساتھ انتظام کر کے کرنیل ڈیورنڈ اس طرف روانہ ہوا۔ چھلت میں پہونچنے پر راجہ بہادر خاں استوار اور راجہ اکبر خاں پونیال بھی شامل ہو گئے۔ نگر میں پہونچے تو بڑا شاندار استقبال ہوا۔ چونکہ خود راجہ جعفر خاں بعارضہ فالج مبتلا تھا اس کا ولی عہد عذرا خاں پیشوائی کے لئے آیا اور اسے میدان چوگان بازی میں لے گیا دوسرے روز کرنیل ڈیورنڈ نے راجہ جعفر خاں سے ملاقات کی اس کا آدھا دھڑ کمر سے نیچے مفلوج تھا نگر میں چند روز کرنیل ڈیورنڈ نے راجہ جعفر خاں اور اس کے ولیعہد راجہ عذرا خاں کے ساتھ ملاقاتوں میں گذارے اور جملہ معاملات ان کے ساتھ طے کر لئے بالآخر جملہ وزرائے اور عمائد کو انعامات اور خلعت وغیرہ دے کر رخصت ہوا۔

نگر سے چل کر کرنیل ڈیورنڈ ہونزہ پہونچا اور وہ جگہ دیکھی جہاں موجودہ میر ہونزہ نے نے تین سال پیشتر اپنے باپ غضنفر خاں کو باغوا اپنے وزیر دادو کے قتل کیا تھا۔ اور اپنے باپ کی طرف سے ایک جعلی خط بھیج کر وزیر ہمایوں کو گوچھال سے اسی غرض کے لئے بلایا تھا مگر وہ اصلیت کو سمجھ گیا اور ہونزہ کے بجائے چترال کی طرف اپنی جان لے کر نکل گیا۔

میر صفدر علی خاں اور اس کے وزیر دادو کے ساتھ ملاقاتوں میں معاملات کے متعلق عرصہ تک بحث ہوتی رہی بالآخر گورنمنٹ کی شرائط راجہ نے قبول کر لیں اور اس کا بھی وعدہ کیا کہ کپتان ینگ ہسبنڈ کو واپسی پامیر کے موقعہ پر گلگت کا راستہ وہ خوشی کے ساتھ دیدیگا اس کے بعد سکندر اعظم کے وارث صفدر علی خاں ہونزہ کے تھم یعنی راجہ نے اصرار کیا کہ اسکے چار سالہ لڑکے کا بھی وظیفہ مقرر کیا جائے کیونکہ راجہ نگر کے ولی عہد کو وظیفہ دیا گیا ہے۔ اس سے انکار ہونے پر وہ بگڑ گیا جس روز کرنیل ڈیورنڈ نے واپسی کی تیاری کی تھم کی طرف سے حملہ کا اندیشہ پیدا ہوا اس کی مدافعت کے لئے پوری تیاری کی گئی لیکن دوسرے دن خیریت رہی اور کرنیل ڈیورنڈ مع اپنے ہمراہیوں کے ہونزہ سے روانہ ہو کر بخیریت گلگت پہونچ گیا

اس طرح سے کرنیل ڈیورنڈ نے نگر اور ہونزہ ہر دو راجگان کے ساتھ شرائط کا فیصلہ کر لیا

نے چھلت چھپروٹ پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر کی فراہمی شروع کر دی اس نے فوراً حملہ کر دیا ہوتا مگر اپنے باپ کی طرف سے اسے پورا اطمینان نہ تھا اور راجہ ہونزہ کو اپنے ساتھ ملانے کی وہ کوشش کر رہا تھا۔ اس کے فیصلہ کا بھی انتظار تھا۔ اسی اثنا میں یہ پیچیدگی پیدا ہو گئی کہ عذرا خاں کے دو بھتیجے ہونزہ میں رہتے تھے عذرا خاں نے راجہ ہونزہ سے کہا کہ ان دونوں کو بھی ختم کر دیا جائے یہ لڑکے میر ہونزہ کے بھانجے تھے اور علاوہ ازیں اسکو یہ بھی خیال تھا کہ نگر کے ساتھ آیندہ فتنہ و فساد کی صورت میں یہ لڑکے اس کے لیے ایک مفید آلہ ثابت ہوں گے اس نے عذرا خاں کی درخواست سے انکار کر دیا۔

عذرا خاں کی یہ تیاری دیکھ کر کرنیل ڈیورنیڈ نے چھلت پر پیش قدمی کا فیصلہ کر دیا۔ دو سو جوان افواج کشمیر اور خچر باٹری کی دونوں توپیں فی الفور چھلت روانہ کر دیں اور ان سے پہلے ایک سوار اس حکم کے ساتھ چھلت کو بھیج دیا کہ نالہ چھلت اور دریائے ہونزہ کے دونوں جھولے فوراً کاٹ دئے جائیں۔ راجہ اکبر خاں کو ہدایت کی گئی کہ لیویان پونیال کو ساتھ لے کر نومل میں براہ پہاڑ فوج کے ساتھ شامل ہو جائے۔ چھلت سے نیچے نومل کی طرف سڑک ایک نہایت خطرناک موقع موسومہ چیچا رٹری سے گذرتی ہے اس موقع پر لیویان کو تعینات کر کے قبضہ کر لیا گیا اور میجر گوکل کو مع اس کے دستہ سفرمینا کے جو سڑک گلگت کشمیر پر بونجی اور استور کے درمیان میں کام کر رہا تھا طلب کیا گیا کہ سڑک کے خراب مقامات کو درست کرے۔ غرض کہ اس انتظام کے ساتھ کرنیل ڈیورنیڈ چھلت میں پہونچ گیا۔ عذرا خاں نلت میں لشکر جمع کر رہا تھا۔ دو روز تک اس کے حملہ کا اندیشہ رہا مگر فوج کشمیر کی اس نقل و حرکت کی وجہ سے اسے فوری حملہ کی جراُت نہیں ہوئی۔

اتنے میں ہونزہ و نگر کے ایلچی چھلت میں پہونچے۔ انہیں کرنیل ڈیورنیڈ نے یہ صلاح دی کہ اگر ان کے راجگان نے سرحدی چوکیات کشمیر کی تسخیر کی کوشش کی۔ یا چھلت اور نومل کے درمیان سڑک کو روکنے کی غرض سے کوئی حرکت کی تو یہ ایک غیر دوستانہ فعل تصور ہوگا۔ اور اسی کے مطابق اس کا بدلہ بھی لیا جائے گا۔ اور انہیں انعام دیکر واپس کر دیا۔ بعد ازاں کرنیل ڈیورنیڈ بھی گلگت کو واپس چلا آیا۔ اس انتظام سے جنگ کا فوری خطرہ جاتا رہا۔ مگر اس قسم کے انتظامات کو مستقل نہیں خیال کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ

پائینی وادی سندھ کی اقوام درد اور گلگت کی ملحقہ اقوام کا دستور ہے کہ موسم زمستان میں جبکہ کھیتی باڑی کے کام سے لوگوں کو فراغت ہوتی ہے تو علاقہ گلگت پر دھاڑے مارتے ہیں۔ یا آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کی سازشوں میں مصروف رہتے ہیں۔ غرض کہ اقوام کے درمیان اور راجگان کے پاس ایلچیوں کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ اور اتحاد کی تجاویز درست ہونے لگیں جس سے ظاہر یہی ہوتا تھا کہ جنگ کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

یہ حالات دیکھکر کرنیل ڈیورنیڈ نے فوج کی نقل و حرکت شروع کر دی۔ اپریل میں وہ ایک دستہ فوج اور دو توپیں لے کر گاکوچ پہونچا اور اثنائے راہ میں فوج کے آرام و آسایش کا پورا انتظام کر دیا۔ اس کا اثر فوج کے اوپر اور نیز ہمسایہ اقوام کے اوپر بہت خوشگوار ہوا۔

بڈھے راجہ نگر کا ایک چہیتا بیٹا گوری تھم تھا۔ جس کی شادی استور کے راجہ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ یہ گلگت میں بہت دیر تک رہا تھا اور بہت خوش باش اور نیک بخت تھا خبر پہونچی کہ عذرا خاں نے اُسے اور اُس کے بڑے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے باپ نے اس کی رہائش کا انتظام علاقہ نگر کے ایک پائینی موضع میں کیا تھا تاکہ اپنے طاقتور بڑے بھائی کی شر سے دور رہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ اپنے گھر سے اپنے باپ کے دیکھنے کو نگر جا رہا تھا جب وہ راستہ میں یول بڑی کے اوپر پہونچا تو اس نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ بندوق کا توڑا سلگنے کی بو آرہی ہے۔ اس نے اپنا گھوڑا روکا اور واپس ہونے کی کوشش کی۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گولی سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ اس کا خالی گھوڑا بھاگتا ہوا گھر واپس پہونچا۔ اس کا بڑا بھائی قلعہ کے دروازہ پر تھا۔ کاٹھی کے اوپر خون کے دھبے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوا۔ اور اسی گھوڑے پر سوار ہو کر سرحد کی طرف اپنی جان لے کر بھاگا مگر عذرا خاں کی تجویز مکمل تھی وہ فوراً گھیر لیا گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ کام ختم ہے تو گھوڑے سے اتر پڑا گریبان چاک کر دیا۔ اور قاتلوں سے کہا کہ اپنا کام پورا کرو۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی مردہ تھا۔

اس واقعہ قتل کا اثر گلگت پر نہیں پڑتا تھا۔ مگر اس واقعہ کے ساتھ جو خبر گلگت میں پہونچی وہ البتہ اہمیت رکھتی تھی۔ نول سے تقریباً بارہ میل اوپر کی طرف چھلت کا قلعہ ہے اور اس کے قریب چھپروٹ ہے یہ ملک نگر کا ہے۔ مگر افسران کشمیر اور راجہ نگر کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے ان ہر دو قلعہ جات میں ڈوگرہ فوج متعینات تھی۔ عذرا خاں

کے جمع کرنے میں مصروف تھیں کہ چھلت کو تسخیر کرکے نول کا محاصرہ کرلیں اور دیگر اقوام بھی حملہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ لہٰذا کرنیل ڈیورنیڈ نے دستہ فوج گورکھا اور خچر باتری کی دونوں توپوں کو اور افواج کشمیر کو چھلت روانہ کردیا۔ اور سڑک چھلت کو درست کئے جانے کا انتظام کردیا۔

اس اثنا میں ڈاکٹر جارج رابرٹسن کافرستان سے واپس آکر کرنیل ڈیورنیڈ کے ساتھ شامل ہوگیا۔ کرنیل ڈیورنیڈ نے اس خیال سے کہ اگر بحالت جنگ کسی وجہ سے وہ خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں رکھنے کے ناقابل ہوجائے تو اندیشہ ہے کہ اس سے عین نیچے جو سب سے بڑا جنگی افسر ہے اس کے مقامی حالات سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آئیں۔ اس نے اس نے حکم لکھ دیا کہ ان حالات میں مہم کا چیف پولیٹیکل افسر ڈاکٹر رابرٹسن ہوگا۔

اس مہم کے واقعات کو نائٹ نے اپنی قابل قدر تصنیف موسومہ "دھیر تھری امپائرس میٹ" میں نہایت خوبصورتی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور چونکہ آغاز مہم سے اس کے خاتمہ تک وہ مسلسل شریک مہم رہا ہے جو کچھ اس نے لکھا ہے "بچشم دید لکھا ہے لہٰذا اس جنگ کے بیان کا میرے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا کہ مصنف مذکور کے بیان کا خلاصہ درج کردوں جو حسب ذیل ہے اس بیان کے آغاز میں بعض اوقات کی جو اوپر مذکور ہوچکے ہیں تکرار ہے مگر اسباب مہم کو ایک جگہ دکھلانے کی غرض سے میں نے اسے جائز رکھا ہے۔

اس مہم کے اسباب مختصراً حسب ذیل تھے کرنیل ڈیورنیڈ نے راجگان ہونزہ و نگر کیساتھ ۱۸۸۹ء میں عہدنامہ کیا تھا جس کی رو سے راجگان نے اپنے آپ کو پابند کیا تھا کہ سڑک یارقند کے قافلوں پر آئندہ حملہ اور لوٹ مار نہ کریں گے اور یہ اقرار کیا تھا کہ سرکار برطانیہ کے افسران کو جنھیں باضابطہ اجازت دی گئی ہو جب کبھی ضرورت ہو اپنے ملک میں سفر کرنے سے نہ روکیں گے۔ دوسری طرف سے سرکار انگلشیہ ہند نے ہردو راجگان کو وظیفہ دینا قبول کیا تھا اس انتظام کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ راجگان نے عہد شکنی کی۔ اور پہلے کی طرح دھاڑے ازسرنو شروع کردئیے۔ راجہ ہونزہ نے کپتان ینگ ہسبنڈ کو صاف کہہ دیا کہ تاوقتیکہ ہمارا وظیفہ ایزاد نہ کیا جائے ہم قافلوں کی لوٹ مار جاری رکھیں گے کیونکہ یہ ایک جائز وسیلہ ہماری آمدنی کا ہے بعد میں جبکہ کپتان ینگ ہسبنڈ پامیر میں تھا۔ اس کے خطوط کا اپنے ملک سے گذرنا راجہ ہونزہ نے بند کردیا۔

راجہ ہونزہ اپنی شرائط پر قائم نہیں رہا تھا۔ اور نومل کے ایک کشمیری رعایائے کشمیر کو اسنے سرحد کے پار غلامی میں فروخت کر دیا تھا

بماہ اگست ۱۸۹۱ء راجہ رام سنگھ کمانڈر انچیف افواج جموں وکشمیر گلگت میں تشریف لائے۔ انھیں کرنیل ڈیورنیڈ نے اپنے انتظامات کے متعلق ہر ایک چیز کو موقع پر دکھلایا۔ اور ان کا اطمینان کر دیا کہ فوج کے آرام وآسایش۔ اور ان کی تنظیم کی تکمیل۔ اور سرحد کے استحکام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا ہے۔ راجہ رام سنگھ نومل تک گئے۔ اور ہر طرف سرحد کے انتظام اور استحکام کی طرف سے انھیں پورا اطمینان کرا دیا۔

اس اثنا میں کرنیل ڈیورنیڈ کو شملہ جانا پڑا۔ اس کی غیر حاضری میں سلطنت روسیہ نے پامیر کے اوپر پیش قدمی کر کے بعض علاقہ جات کا الحاق کر لیا۔ اور کپتان نیگ ہسبنڈ کو قید کر کے اپنے نو حاصل کردہ ملک کی سرحد پر واپس پہونچا دیا۔ اس واقعہ سے گلگت کے سرحدی علاقہ جات میں بہت شورش پیدا ہوئی۔ اس بنا پر سرکار انگلشیہ ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ گلگت میں کمک کے لئے دو سو جوان پلٹن گورکھا کے اور دو توپیں خچر باٹری کی تعینات کر دی جائیں۔ اور چھلت میں ایک چھوٹا قلعہ تعمیر کر کے کچھ اور فوج تعینات کر دی جائے تاکہ ہونزہ ونگر کی طرف سے آئندہ حملہ کا اندیشہ نہ رہے۔ اور پندرہ چیدہ انگریز افسران فوج سرحد گلگت پر تعینات کر دئے اور چھاپر پڑی پر قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا۔

شملہ سے واپس ہو کر کرنیل ڈیورنیڈ کشمیر پہونچا۔ وہاں سے اس نے گلگت کیلئے غلہ بھیجنے کا انتظام کیا۔ اور اس کے بعد کشمیر سے روانہ ہو کر گلگت پہونچا۔ یہاں ہونزہ ونگر کی طرف سے چھلت پر حملہ کئے جانے کی افواہ گرم تھی۔ مگر فوج کشمیر اس کی مدافعت کے لئے پوری طرح تیار تھی۔

موسم خزاں میں یہ خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ پائینی وادی سندھ کی اقوام اتحاد کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ بونجی پر حملہ کریں۔ اور سردار نظام الملک حاکم یاسین کی بابت دریافت ہوا کہ اقوام وادی سندھ کے ساتھ خط وکتابت کر رہا ہے اگر چھلت میں افواج کشمیر کو شکست ہو تو فوراً گلگت پر حملہ کر دیا جائے

(۴) مہم ہونزہ ونگر ۱۸۹۱-۹۲ء اور ان دونوں ریاستوں کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا

ہونزہ ونگر کے ساتھ مصالحت سے فیصلہ ہو جانے کی کوئی امید نہ تھی کیونکہ ہر دو اقوام لشکر

انھیں ونبالہ پر توپوں اور کارتوسوں سے امداد پہونچانے کا وعدہ کر گئے ہیں۔ کرنیل ڈیورنیڈ
کی آخری شرائط کا تحریری جواب اتحادی پہنگان کی طرف سے یہ پہونچا کہ وہ اپنے ملک میں
کوئی سڑک نہیں بنانے دیں گے۔ اور اگر جبر کیا گیا تو جبر کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے
اب حکم ہوا کہ یکم دسمبر کو سرحد عبور کر کے حملہ کیا جائے۔ اس مہم ہونزہ نگر کی تعداد حسب ذیل
تھی۔ پانچویں پلٹن گورکھا ۱۰۰ جوان۔ بیسویں پلٹن پنجابی ۲۰ جوان۔ ہزارہ کا توپ خانہ
پہاڑی ۷۶ جوان۔ بنگال سفر مینا ۷ جوان۔ کل ۲۹۱-۲ اور کشمیر امپیریل سروس ٹروپس ۶۶۱
جوان۔ میزان کل ۹۵۲ جوان اس باقاعدہ فوج کے علاوہ ۱۶۰ اہلِ پنیال کی فوج لیوی اور
تقریباً ۲۰۰ پٹھان سپیڈنگ کمپنی کے اور سولہ انگریز افسر اس مہم کے ساتھ تھے۔
حکم یہ دیا گیا کہ رگھو پرتاب کے پچاس سپاہی پہلے درہ پر قبضہ کر لیں۔ پھر سپیڈنگ کمپنی
کے جوان درہ تک سڑک تیار کر دیں۔ اور دوسرے دن تمام فوج دریائے ہونزہ کو عبور کر کے
نگر کی طرف لب دریا شب باش ہو۔
درہ کی چوٹی تک چڑھائی سخت تھی۔ سڑک تیار ہو گئی۔ اور خچر پَن توپوں کو لیکر
گذر گئیں۔ درہ کی بلندی سطح دریا سے ۵۰۰ فٹ کے قریب ہے۔ اس موقع سے وادی ہونزہ
صاف نظر آتی ہے۔ تقریباً آٹھ میل کے فاصلہ پر قلعہ نلت کے برج دکھلائی دیتے ہیں جسے
دوسرے دن فتح کرنے کا ارادہ تھا۔ تمام فوج اور باربرداری بڑی دقت سے درہ کے اوپر
چڑھی اور نیچے اتری۔ اور بڑی مشکلات کا مقابلہ کرتی ہوئی نلت پہونچی۔ قلعہ نہایت مستحکم تھا
گاؤں کے اندر پانی کا نام و نشان نہ تھا اور دریا تک پہونچنا ناممکن تھا۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔
باوجود ان مشکلات کے فیصلہ یہ کیا گیا کہ پہلے قلعہ کو فتح کر لیا جائے اور پھر پیاس بجھائی جائے
قلعہ کے نزدیک فوج پہونچی تو نگر والوں نے تفنگ زنی شروع کر دی۔ گورکھا
سپاہی جو آگے تھے انھوں نے اس کا جواب دیا۔ فوج حملہ کر کے قلعہ کے نزدیک پہونچ گئی تو دونوں
طرف سے گولی کی بوچھاڑ ہونے لگی اور خچر باتری کی توپوں نے گولہ اندازی شروع کر دی
اس اثنا میں معلوم ہوا کہ کرنیل ڈیورنیڈ زخمی ہو گیا ہے۔ اتنے میں کپتان ایلمر نے گولی کی بارش
کے درمیان قلعہ کے پھاٹک کو گن کاٹن کی سرنگ لگا کر اڑا دیا۔ اور سپاہی قلعہ کے اندر داخل
ہوئے تھے دشمن نے سخت مقابلہ کیا مگر حملہ ایسا سخت تھا کہ فوج دشمن کا دل جلد ٹوٹ گیا

سرکار انگلشیہ ہند نے راجگان ہونزہ و نگر کے اوپر جو شرائط عائد کی تھیں وہ بمقابلہ اُنکے
بدسلوکی کے بہت نرم تھیں۔ یعنی سابقہ بدسلوکی سے درگذر کیا جائے مگر آئندہ کے لئے کسی فتنہ
پردازی کو برداشت نہ کیا جائے چھلت میں ایک جدید قلعہ تعمیر کیا جائے گلگت سے نگر اور ہونزہ تک سڑک تعمیر
کی جائے جس پر خچریں با آسانی چل سکیں اور اگر ضرورت ہو تو اس سڑک کو ہونزہ سے آگے بھی ہندوکش تک بڑھا
دی جائے راجگان اگر مخالفت کریں تو اس کی پرواہ نہ کی جائے اور فوج تعینات کر کے سڑک کی تکمیل کیجائے

اہل ہونزہ کے سابقہ حالات کا اندازہ کر کے خیال یہی ہوتا تھا کہ وہ یقیناً سڑک بنانے
میں مزاحمت کریں گے۔ اب تک وہ زیر نہیں ہوئے تھے۔ اور ملک ہند کی بہترین افواج کو
انھوں نے کئی دفعہ شکست دی تھی سنہ ۱۸۴۸ء میں نتھے شاہ نے انپر حملہ کیا مگر وہ ان کی چھپی ہوئی
فوج کے درمیان اس طرح گھر گیا کہ خود بھی مارا گیا اور اس کی تمام فوج قتل ہو گئی بعد ازاں
۱۸۶۶ء میں ڈوگروں پر پھر حملہ کیا اور انھیں شکست دی مہاراجہ کی فوج فرار ہو کر بمشکل
تمام گلگت پہونچی۔ اس کے بعد چھلت پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی طرح کی متعدد فتوحات کا
بحق ہونزہ و نگر حوالہ دیا جا سکتا ہے اس لئے اہل ملک کا خیال اس حملہ کی بابت یہی تھا کہ
انگریزوں کی فوج تباہ ہو جائیگی۔

الغرض تیاری کی جاتی رہی۔ اور گلگت میں فوج جمع ہوتی رہی چنانچہ فوج سرکار انگلشیہ
ہند۔ و افواج مہاراجہ کشمیر۔ اور پونیال کی کشادہ فوج جسے لیوی کہتے ہیں سب ملا کر تقریباً دو ہزار
سپاہی کرنیل ڈیورنیڈ کی سرکردگی میں جمع ہو گئے۔ مگر ان سب کو جنگ پر لیجانا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ
استور بونجی و گلگت میں۔ اور چھلت و گلگت کے درمیان بھی فوج رکھنی ضروری تھی۔ اس
انتظام کے بعد چھلت سے آگے جنگ کے لئے صرف ایک ہزار سپاہی بچتے تھے۔
یہ فوج مختلف گروہوں میں یکے بعد دیگرے چھلت کو روانہ ہوئی اور کرنیل ڈیورنیڈ مع
اپنے ماتحت افسروں کے ۲۷ر نومبر کو چھلت میں پہونچا۔ پھر ڈاکٹر رابرٹسن بھی پہونچ گیا۔ دوسرے
دن جنرل سورم چند بھی اپنے عملہ کے ساتھ پہونچ گیا۔
۳۰ نومبر کو کرنیل ڈیورنیڈ کی آخری شرائط کا جواب بذریعہ اس کے ایلچی کے پہونچا اس
ایلچی نے یہ بھی تبلایا کہ دشمن نے قلعہ نلت کو اس حد تک استحکام دیا ہوا ہے کہ انھیں کامل یقین
ہے کہ آئندہ بہار تک دنیا کی کوئی طاقت اسے زیر نہیں کر سکتی ہے اور بہار کے موسم میں انگریزان روسیہ

پھر بڑی کوشش کے ساتھ درہ کے اوپر تک راستہ درست کیا گیا۔ اس کے اوپر فوج پہونچی تو پھر گولی برسنی شروع ہوگئی۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ پرانا راستہ چھوڑ کر نئی سڑک تیار کی جائے اس میں بھی دشمن نے کامیاب نہیں ہونے دیا۔ بعد ازاں کپتان برڈشا نے حکم دیا کہ ۸۔ دسمبر کو نالہ نلت کے پائیں کنارے سے ان مقامات پر حملہ کیا جائے جنھیں دشمن نے روکا ہوا ہے۔ لیکن دشمن کو اس تیاری کی خبر رات ہی کو لگ گئی۔ اور انھوں نے رات ہی سے تفنگ زنی اور پتھروں کی بارش شروع کردی۔ لہٰذا اس تجویز پر عمل نہ ہوسکا۔

۹۔ دسمبر کو مایوں کی طرف لب دریا کچھ آدمی نظر آئے اور دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ میر ہونزہ کے ایلچی ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کو آنے کی اجازت دی گئی اس نے ہونزہ کے راجہ کا مراسلہ پیش کیا جس میں درج تھا کہ ابدولت شاہ ہونزہ صلح کے لئے تیار ہیں مگر برٹش ایجنٹ کی شرائط کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ ہم اپنے ملک میں سڑک ہرگز نہیں بنانے دیں گے۔ قلعہ نلت کو فتح کر لینا ایک معمولی کام ہے اس پر ہرگز فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمارے جرنیلوں کا بھی کم و بیش یہی خیال تھا لیکن نلت سے آگے بڑھنا تمھارے لیے ناممکن ہے کیونکہ ہمارے استحکامات ناقابل فتح ہیں۔ اس کا جواب ایلچی کو یہ دیا گیا کہ جب تک تم سرکار انگلشیہ ہند کے حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ نہ ہو جاؤ خط و کتابت بیکار ہے اس کے بعد میدان کارزار بدستور گرم ہوگیا۔

۱۱۔ دسمبر کو رات کے وقت ایک دستہ فوج نے دریا کو عبور کر کے قلعہ مایوں پر حملہ کیا مگر اہل ہونزہ مقابلہ کے لئے تیار تھے۔ فوج گولی چلانے کے بغیر واپس ہوئی یہ تحقیقات جاری رہی کہ حملہ کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔ اس تحقیق میں ریاست کی پلٹن باڈی گارڈ کے سپاہیوں نے بڑا حصہ لیا اور بالخصوص ایک پہاڑی اور دلیر سپاہی نگدا نامی ہر رات اسی کوشش میں لگا رہا اور بالآخر اس نے وہ تجویز نکالی جس کی بنا پر ۲۰ دسمبر کو کامیابی ہوئی نگدا کو پہاڑ پر چڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ پہاڑی کی چوٹی پر جو دیدبانی برج تعمیر کیا گیا ہے اس کے بالمقابل جو سنگلاخ ہے اس نے اوپر چڑھ جانے کا امکان ہے رات کو بارہ پہاڑی سپاہی نے کر وہ اس موقع پر جائیگا اور کوشش کریگا۔ سنگلاخ کی چوٹی پر پہونچنے کے بعد وہ دشمن کے اس مورچہ کے آدمیوں کو بھگا دیگا جو اس سنگلاخ کے دامن میں دشمن نے بنایا ہوا ہے جہاں سے وہ پتھر گراتے رہتے ہیں جب یہ موقع قبضہ میں آجائے تو

لفٹنٹ ٹوزنڈا امپیریل سروس فوج کے ساتھ پہونچ گیا اور قلعہ کے اندر قتل عام شروع ہوگیا
وزیر نگر مارا گیا۔ مگر بڑے بڑے سرکردہ اور فوج محصور کا اکثر حصہ چور دروازہ سے نکلکر فرار ہوگیا
اس طرح سے یہ مستحکم قلعہ جس پر دشمن کی متحدہ فوج کو فخر تھا چند گھنٹوں میں دلیرانہ حملہ سے
فتح ہوگیا کل نقصان ۶ مقتول اور ۲۷ مجروح شمار ہوا۔ فوج دشمن میں سے قلعہ کے اندر ۸۰
مقتول ہوئے مگر پہاڑی کے بالائی حصہ میں دشمن نے جو مورچے بنائے ہوئے تھے ان کے
اندر سے گولی اور شیر بچہ کے گولوں کی بوچھار شام تک جاری رہی کرنیل ڈیورنڈ کا خیال تھا
کہ تسخیر قلعہ نلت کے ساتھ ہی دھاوا کر کے ان مورچوں سے دشمن کو بھگا دیا جائے لیکن کرنیل
ڈیورنڈ کے زخمی ہونے کے بعد کپتان بریڈشا کمان افسر ہوگیا۔ اسے یہ تجویز ناممکن العمل
معلوم ہوئی۔ کیونکہ دشمن نے راستہ کو جابجا توڑ دیا تھا۔

قلعہ سے آگے بڑھکر سڑک ہونزہ چکر کھا کر نالہ نلت کے شکم میں اترتی ہے اور اسیطرح
دوسرے کنارے پر چڑھتی ہے۔ اس چڑھائی کے اوپر دشمن نے ایک زبردست مورچہ تعمیر
کیا تھا۔ جس کے اندر سے تقریباً ایک سو آدمی گولی چلا رہے تھے۔ پیش قدمی کے لئے یہ بڑی
رکاوٹ تھی۔ لہذا توپیں اس کے اوپر سیدھی کر دی گئیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد گولہ باری
سے یہ مورچہ خالی ہوگیا۔

اب قلعہ کی تلاشی لی گئی اور نگر والے جو باقی تھے چن چن کر انہیں نکالا گیا۔ گورکھا
سپاہیوں نے اپنے ساتھی مقتولین کا دل کھول کر بدلہ لیا۔ مگر تھوڑی دیر میں امن قائم ہوگیا
اور مجروحین کی مرہم پٹی کا کام شروع ہوا۔ کرنیل ڈیورنڈ کے کولہے کے جوڑ میں گولی لگی تھی
پہلے خیال تھا کہ زخم مہلک ہے مگر بعد میں جبکہ گولی نکالی گئی تو زخم اس درجہ سنگین نہیں پایا گیا
گولی پتھر کی تھی جس کے اوپر سیسہ منڈھا ہوا تھا۔

۳ دسمبر کو صبح سویرے تھول کی طرف پیش قدمی کی تیاری کی گئی اور سپنڈرنگ کمپنی
کے پٹھانوں کے ساتھ توپیں روانہ ہوئیں اور مقدمۃ الجیش بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا جب
یہ ایک کھلی جگہ میں پہونچے تو سامنے کے مورچے سے گولی چلنا شروع ہوگئی۔ دم بھر تمام
پہاڑی بندوقچیوں سے بھر گئی۔ اور گولی کی بارش ہونے لگی۔ لاچار تمام فوج کو واپس ہونا پڑا
مگر اس اثنا میں کئی مقتول اور مجروح ہوئے۔

کے نیچے اس موقع پر پہونچنے کی کوشش کریں جہاں سے نگلانے سنگلاخ کے اوپر چڑھنے کی تجویز کی تھی اور روشنی ہونے تک چھپے رہیں تاوقتیکہ نشانہ باز بندوقچی کنارۂ نالہ کی پہاڑی پر اپنی قطار درست کرلیں اور ان کی پیش قدمی کی امداد میں تفنگ زنی شروع کر دیں۔

چنانچہ لفٹننٹ مینرس سمتھ اپنا دستہ فوج لے کر سات بجے رات کو روانہ ہو گیا۔ تخمینہ یہ تھا کہ دو گھنٹہ تک وہ اپنے موقع پر پہونچ جائے گا۔ ۲۰۔ دسمبر کو تھوڑی رات رہے امدادی فوج پہاڑی کے اوپر چڑھنے کے لیے تیار ہوگئی یہ سب ۱۲۵ چیدہ نشانہ انداز سپاہی تھے۔ یعنی پچاس سپاہی گورکھا زیر کمان لفٹننٹ بوایس رگین۔ پچیس پٹھان بیسویں پنجابی پلٹن زیر کمان ہٹرنائٹ تیس سپاہی پلٹن رگھو پرتاب زیر کمان لفٹننٹ ٹونزنڈ۔ اور تیس سپاہی پلٹن باڈی گارڈز زیر کمان لفٹننٹ بیرڈ لفٹننٹ مالونی بھی اپنی دونوں سات پونڈ والی توپیں لے کر انکے ساتھ تھا۔ اور لفٹننٹ ویڈی کو مع سب کو قلعہ کے اندر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ وہاں سے تفنگ زنی کا انتظام کرے تاکہ ان چاروں مورچوں میں جن پر حملہ کرنے کا ارادہ تھا دشمن کمک نہ پہونچا سکے۔ روشنی ہونے تک یہ سب اپنے موقع پر پہونچ گئے۔ اور کپتان میکنزی نے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ ان چاروں دستہ فوج نے صرف انھیں چار مخصوص مورچوں پر گولی چلائی شروع کی۔ اور لفٹننٹ مالونی کی توپوں نے بھی انھیں کے اوپر ٹھوس اور پھٹنے والے گولے برسانے شروع کئے گولی اور گولوں کی اس بارش کے سامنے دشمن کا کھڑا رہنا محال تھا اس کی تفنگ زنی پہلے سست ہوئی اور بعد ازاں بند ہوگئی۔

قلعہ ہایوں سے اہل ہنزہ نے دیکھا کہ آج غیر معمولی گرما گرمی ہے۔ مگر اب تک نالہ کے اندر والی فوج کا پتہ دشمن کو نہیں لگا۔ لیکن ہایوں۔ تھول۔ اور زیارت کے سب لوگوں نے چھتوں پر جمع ہو کر دیکھنا شروع کیا کہ اس تفنگ زنی اور گولہ باری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

لفٹننٹ مینرس سمتھ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ تفنگ زنی شروع ہونے سے نصف گھنٹہ تک پیش قدمی شروع نہ کرے۔ چنانچہ وقت مقررہ کے گذرنے کے بعد اس نے اپنے پچاس گورکھا لے کر سنگلاخ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ لفٹننٹ ٹیلر اس کے پیچھے ڈوگروں کو لے کر روانہ ہوا۔ بارہ سو فٹ کی چڑھائی انھیں چڑھنی تھی۔ یہ جوان آہستہ آہستہ چکر کاٹتے ہوئے اوپر کو بڑھے۔ لفٹننٹ مینرس سمتھ اپنی فوج سے آگے آگے آٹھ سو فٹ تک چڑھ گیا یہاں اسے رکنا پڑا کیونکہ۔ اس کے آگے سنگلاخ بالکل عمودی تھی۔ اور اس پر چڑھنا قطعاً ناممکن تھا لہذا

فوج اس راستے سے اوپر چڑھ سکتی ہے اور دشمن کے استحکامات کو توڑ سکتی ہے۔
یہ تجویز گو کہ بہت دلیرانہ مگر بظاہر ممکن العمل تھی لہذا نگدا کو کوشش کرنے کی اجازت دی گئی
نگدا رات کو روانہ ہوا اگر دشمن ہوشیار یا باخبر ثابت ہوا۔ سپاہی ابھی زیادہ دور نہیں جانے پائے تھے کہ
دشمن نے خطرہ کا اعلان کر دیا اور ہر ایک مورچہ سے گولہ باری شروع ہو گئی۔ نگدا کے لئے اور کوئی
صورت باقی نہیں رہی کہ پتھروں کے نیچے چھپ رہے اور جس وقت موقع ملے ایک پتھر کے نیچے سے
نکل کر دوسرے کی آڑ لیتا ہوا واپس ہوا اور قلعہ میں پہونچ جائے صبح کو دیکھا گیا کہ رات کو اسی سنگلاخ
کے درمیان دو اور مورچے تیار ہو گئے جہاں سے نگدا اوپر کی طرف چڑھنا چاہتا تھا۔
مگر مستقل مزاج نگدا نے اس ناکامی سے ہمت نہیں ہاری۔ وہ بار بار کوشش کرتا رہا اور
بالاخر اس نے اپنے استقلال کی مدد سے کامیابی حاصل کی وہ ایک رات تن تنہا دشمن کے
مورچے کے نیچے تک سنگلاخ پر چڑھ گیا اور اطمینان کر کے واپس آگیا کہ راستہ کا امکان ہے اور جو تجویز
اس نے کی تھی وہی بعد میں اختیار کی گئی اور کامیاب ثابت ہوئی۔
جس راستہ سے نگدا اس مورچہ تک پہونچا تھا وہ خود اس کے چڑھنے کے لئے ممکن العمل تھا۔
لیکن فوج کا رات کے اندھیرے میں بندوق اٹھا کر اس دشوار گذار سنگلاخ کے درمیان سے گذرنا
مشکل تھا۔ اس لئے تجویز کی گئی کہ دن کی روشنی میں تفنگ زنی سے مورچے پر طوفان برپا کیا
جائے اور اس گولہ باری کی آڑ میں اس مورچے کے نیچے سے فوج کو گذار دیا جائے۔ نگدا نے بتلایا
کہ مورچے کے نیچے سنگلاخ بالکل عمودی ہے۔ اس کے اندر سے باہر کا حال دیکھنا ناممکن ہے اور
اگر کسی نے اندر سے مورچے کے اوپر سر نکالنے کی جرات کی تو ہمارے تفنگچی اس کی رکاوٹ بوجہ
احسن کر سکتے ہیں۔ اب ضروری یہ تھا کہ فوراً اس پر عمل کیا جائے کیونکہ دیر کرنے سے اندیشہ تھا کہ
مبادا دشمن کو اس تدبیر کی خبر ہو جائے اور تجویز الٹ جائے۔
اس وقت کپتان برڈ نا گلگت گیا ہوا تھا اور فوج کی کمان کپتان میکنزی کے ہاتھ میں
تھی اسنے اس تجویز پر عمل کیا۔ اسے کلیۃً پردہ اخفا میں رکھا گیا اور کسی کو اشتباہ کا بھی موقع نہیں
دیا گیا کہ کیا چیز زیر بحث ہے ۱۹۰۷ دسمبر کو یہ حکم دیا گیا کہ لفٹنٹ سنیر سمتھ اور لفٹنٹ ٹیل پلٹن
باڈی گارڈ کے ایک سو سپاہی پچاس ڈوگرہ اور پچاس گورکھا۔ جو دشوار گذار سنگلاخ پر چڑھنے
کے عادی تھے ساتھ لے کر رات کے وقت نالہ نلت میں اتریں۔ اور نالہ کے دوسری طرف سنگلاخ

کو جمع کیا اور تھوڑی دیر انھیں آرام دیا۔ اتنے میں الیگی گورکھا اور ڈوگرہ سپاہی بھی زیر کمان لفٹننٹ ٹیلر پہونچ گئے پھر ان کے الگ الگ گروہ بنا کر دیگر مورچوں پر حملہ کیا گیا۔ یہ مورچے پہاڑ کی سلامی میں دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ جوان پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور انھوں نے شیر بچوں کو جو وہاں چڑھے ہوئے تھے دھکیل کر نیچے گرا دیا۔

دشمن کے کچھ بند دقچیوں نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ آخیر دم تک لڑتے رہے اور انھوں نے امان نہیں مانگی۔ مگر یہ دیکھکر کہ اوپر سے حملہ آور فوج نے انھیں گھیر رکھا ہے اور سینچے پہاڑی والی بندوقیں ان کی جان لینے کے درپے ہیں وہ بالکل بے بس ہوگئے اور گھبرا گئے اب ملکی لشکر نے ہمت ہار دی۔ اور بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ پہاڑی والے سپاہیوں نے ان فراریوں میں سے ایک سو تک ہلاک کئے۔ اور جو لوگ اُن کی زد سے نکل گئے۔ ان میں سے اکثر قلعہ والوں کی گولی کا نشانہ ہوئے۔ حملہ آوروں میں سے صرف چار مجروح ہوئے۔

اب دشمن کے ڈھول جو دور فاصلہ پر زور و شور سے بج رہے تھے خاموش ہوگئے اور سینچے ایک عجیب و غریب نظارہ نظر آیا جسے دیکھکر سپاہیوں نے پے در پے نعرہ ہائے خوشی بلند کئے۔ دشمن کے قلعہ جات تھول و بایوں میں جو لشکر تھا اس نے جب دیکھا کہ جن استحکامات کو وہ ناقابل فتح خیال کرتے تھے اور جن پر انھیں فخر تھا وہ سب اُلٹ گئے اور وہاں کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اب اگر وہ قلعہ میں ٹھہرتے ہیں تو اُن کی واپسی ناممکن ہو جائے گی اس سے اُن کے دلوں پر خوف طاری ہوا۔ نتیجہ یہ کہ بایون۔ تھول اور زیارت کا لشکر اپنی اپنی جگہ سے نکل کر دریا کے دونوں جانب اوپر کی طرف بھاگنے لگا۔ ان کے درمیان بت سے سوار بھی تھے جن میں ان کا جرنیل و دیہ داد وا ور نگر کا بدکردار غدار خاں بھی تھا۔

اس کے بعد فوج آگے بڑھی اور جس قدر مورچے باقی رہتے تھے اُن سب کو دشمن سے خالی کرایا جو آدمی وہاں ملے انھیں قید کیا اس طرح سے دشمن کے مدافعانہ استحکامات کو خراب کرتی ہوئی یہ فوج پی سن کے قلعہ میں پہونچی جو نلت سے تقریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نلت کے مختلف مورچوں میں سے ۱۲۸ قیدی پکڑے گئے تھے انھیں چھلت روانہ کر دیا گیا

پی سن سے فوج دوسرے دن روانہ ہو کر نگر پہونچی اور قلعہ پر قابض ہوگئی۔ بار برداری کو

اسے مجبوراً لشکر نالہ میں واپس ہونا پڑا۔ اس میں تقریباً دو گھنٹے ضائع ہوئے اور بظاہر ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوشش بھی دیگر کوششوں کی طرح ناکام رہیگی مگر لفٹنٹ مینرس سمتھ
نے جھنڈی کے ذریعے کپتان میکنزی کو خبر دی کہ وہ قدرے نیچے کی طرف سے ایک اور
کوشش کریگا اور اُسے اُس نے شروع کر دیا۔

اب اُس نے ایک آسان تر راستہ اختیار کیا۔ غالباً یہ وہ راستہ تھا جس سے نگدارات
کو گیا تھا۔ پہاڑی کے اوپر سے گولی چلتی رہی اور لفٹنٹ مینرس سمتھ اپنے آدمیوں کیساتھ
اوپر کی طرف بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ چند چست سپاہیوں کے ساتھ ایک مورچے سے اسّی گز
کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ اس موقع پر پہلی دفعہ باولوں کے لوگوں نے ان سپاہیوں کو دیکھا
اور آواز دے کر مورچہ والوں کو ہوشیار کیا۔ ایک مورچے سے دوسرے مورچے کو فوراً خبر پہنچ
گئی۔ اور جن چار مورچوں پر یہ حملہ تھا اُنھوں نے اوپر سے پتھر گرانے شروع کر دیے۔ مگر
سپاہی اس اثنا میں ان پتھروں کی زد سے گذر چکے تھے تاہم کچھ آدمیوں کو شدید زخم
پہونچے۔ لفٹنٹ ٹیلر کو بھی ایک پتھر لگا مگر سخت ضرب نہیں پہونچی۔ آہستہ آہستہ بہ دو انگریزی
افسر اپنے اپنے آدمیوں کو حوصلہ دلا کر قدم بقدم اوپر چڑھاتے رہے۔

بالآخر لفٹنٹ مینرس سمتھ زور لگا کر پہلے مورچے کے نیچے پہونچ گیا۔ اور اُس کے
داہنی طرف چکر کاٹ کر اُس کے ساتھ جو سطح زمین تھی اُس پر جا پہونچا۔ چند سپاہی اُس کے ساتھ
تھے اور باقی سپاہی ان کے پیچھے آرہے تھے یہ سب جبکہ مورچے کی پشت کی طرف پہونچے
تو ان کی بندوقوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ پے در پے چند دفعہ بندوق چلانے کے بعد یہ لوگ
مورچے کے اندر گھس گئے سنگینیں اور کھوکھری چلانی شروع کر دی۔ خود لفٹنٹ مینرس سمتھ نے
پہلے آدمی کو اپنے پستول سے ملک عدم کو پہونچایا۔ تھوڑی دیر میں مورچے کے اوپر قبضہ ہو گیا جو
لوگ مورچے سے نکل کر فرار ہوئے تھے وہ پہاڑی کے بندوقچیوں کا یا قلعہ والوں کی گولی کا
نشانہ ہوئے۔

اس اثنا میں اور سپاہی بھی لفٹنٹ مینرس سمتھ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اُس نے باقی
تینوں مورچے بھی جلد صاف کر دیے۔ دلیر نگدا ایک مورچے میں اکیلا گھس گیا اور اندر والوں سے
تن تنہا لڑتا رہا۔ دشمن کی طرف سے جبکہ اطمینان ہو گیا تو لفٹنٹ مینرس سمتھ نے اپنے سپاہیوں

نہیں بلکہ تمام اچھی قسم کی بندوقیں بھی اکٹھا کرلے گئے ہیں اور اُن کا ارادہ یہ ہے کہ وادی ہونزہ کے
سرے سے درہ کلک کو عبور کرکے تاشقرغان واقعہ ترکستان چینی میں پہونچ جائیں۔ اس لیے ضروری
خیال کیا گیا کہ ان بھگوڑے راجگان کو پیچھا کرکے پکڑا جائے تاکہ بعد میں وہ فساد نہ پیدا کرسکیں۔ لہذا
کشمیر کی پلٹن باڈی گارڈ کے ایک سو جوان باتحتی لفٹننٹ بیرڈ والونٹی اس غرض کے لیے تیار کیے
گئے اور لفٹننٹ مینرس سمتھ کو اس مہم کا پولیٹیکل افسر مقرر کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ درہ کلک کے دامن تک
ان کا تعاقب کریں۔ کرسمس کے روز یہ مہم روانہ ہوگئی۔ پہلی منزل عطاآباد میں کی۔ دوسری منزل
غلمت میں ہوئی۔ تیسری منزل پاسو میں۔ پاسو سے آگے بڑھے تو کئی گروہ ان لوگوں کے ملے
جو راجہ کا ساماں کلک پہونچا کر اُس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے ان کے
درمیان وزیر ہمایوں کے دو لڑکے بھی تھے۔ ہمایوں میر صفدر علی خاں کے والد راجہ غضنفر خاں کے
زمانہ میں وزیر تھا۔ صفدر علی جب اپنے والد کو قتل کرنے کے بعد راجہ ہوا تو وزیر ہمایوں اس کے
خوف سے ملک چھوڑ کر چترال کی طرف فرار ہوگیا۔ اُس کے پیچھے صفدر علی نے اُس کی بیوی بچوں پر
قبضہ کرلیا۔ یہ دونوں لڑکے اپنی والدہ کے ساتھ رہتے رہے جب مہم ہونزہ ونگر کی تیاری ہوئی
تو برٹش ایجنٹ نے وزیر ہمایوں کو چترال سے واپس بلالیا تھا۔ کہ اس انقلاب میں وہ مفید
ثابت ہوگا۔ اُس کے لڑکوں نے جب یہ خبر سنی تو وہ اپنی والدہ اور صفدر علی کا ساتھ چھوڑ کر
اپنے والد کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے واپس چلے آئے۔
رات کو اس فوج نے خیبر میں مقام کیا۔ اس اثنا میں خسرو خاں بھی عذرا خاں کا ساتھ چھوڑ کر
واپس پہونچ گیا۔ یہ گلگت میں یرغمال رہ چکا تھا اور گلگت کے بعض افسروں کے ساتھ اُس کی
جان پہچان تھی۔

خیبر سے چل کر تعاقب کنندگان ۲۹ دسمبر کو گرچا میں پہونچے۔ اُس کے آگے راستہ
بہت دشوار گذار تھا اس لیے صرف پچیس سپاہی ساتھ لے کر ۳۰ دسمبر کو بہزار خرابی مسگر پہونچے
وادی ہونزہ میں یہ سب سے بلند آبادی ہے سطح سمندر سے اُس کا ارتفاع دس ہزار دو سو فٹ
ہے اور درہ کلک کی بلندی پندرہ ہزار فٹ ہے۔ صفدر علی درہ کلک سے پار ہو چکا تھا۔ اور
اس کے آگے اُس کا تعاقب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ پہلو اس کامیاب مہم ہونزہ ونگر کا
ناکام رہا لیکن معلومات مقامی سے پوری واقفیت حاصل کر لی گئی۔ اور اہل ملک سے اسلحہ

پیچھے چھوڑ دیا۔ فیکی میں جعفر خان راجہ نگر فوج کو ملا۔ اور اظہار فرمانبرداری کیا فوج نگر کے قریب پہونچی تو اہل ہونزہ کا مراسلہ ملا۔ کہ ان کا راجہ اور وزیر داود مع اپنے ہمراہیوں کے ملک سے فرار ہو گئے ہیں اور اہل ملک اطاعت و فرمانبرداری کے لیے تیار ہیں

چونکہ نگر والوں کی طرف سے کسی مزید فتنہ و فساد کے برپا ہونے کا اندیشہ نہیں رہا تھا نگر میں فوج تعینات کرنے کی ضرورت نہیں خیال کی گئی اور راجہ کو صرف یہ حکم دے کر کہ اس کے ملک میں جس قدر اسلحہ ہیں سب کو جمع کر کے ایک معینہ وقت تک حوالہ کر دے تمام فوج نگر سے واپس ہو کر سمایا میں آگئی۔ جہاں سے ہونزہ کا راستہ الگ ہوتا ہے اس جگہ باقی فوج بھی جو پیچھے رہ گئی تھی اور باربرداری سب شامل ہو گئی۔

اکابران ہونزہ میں سے چودہ آدمی سمایا میں بطور یرغمال کے حاضر ہوئے اور اس دستہ فوج کی سلامتی کے ذمہ دار ہوئے جو قلعہ ہونزہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے بھیجا جارہا تھا۔ دریائے ہونزہ کے اوپر بذریعہ ملکی آدمیوں کے ایک عارضی پل تیار کرایا گیا۔ اور پانچویں گورکھا پلٹن کے ایک سو جوان باتحتی دو انگریز افسروں کے قلعہ ہونزہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیے گئے انھوں نے سات میل کا سفر طے کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور چھت پر چڑھکر جھنڈی کے ذریعے اس واقعہ کی خبر سمایا میں پہونچائی۔

دوسرے دن ۲۳، دسمبر کو قلعہ کی تلاشی لی گئی کیونکہ خیال تھا کہ اس میں خزانہ رکھا ہوا ہے۔ مگر معمولی چیزوں اور گولی بارود کے سوا کوئی قیمتی اسباب انھیں ہاتھ نہیں آیا۔ کچھ بندوقیں پستول۔ اور شیر بچہ ضرور ملے اور ایک توپ بھی دستیاب ہوئی جو راجہ ہونزہ نے ایک یارقندی لوہار سے بنوائی تھی جس کا دعوی تھا کہ دنیا کی کوئی توپ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور جسے اس خدمت کے صلے میں بہشت میں پہونچا دیا گیا تھا کہ مبادا راجہ نگر کے لیے بھی ایسی ہی توپ بنا دیوے اور ہونزہ کی جنگی فوقیت جاتی رہے۔ اس کے علاوہ کتب خانہ بھی ملا جس میں طلائی جلدیں قرآن شریف کی اور کچھ فارسی کتابیں تھیں۔

۲۴ر دسمبر کو باقی فوج بھی سمایا سے چل کر بالتت دارالحکومت ہونزہ میں پہونچ گئی اور دریافت ہوا کہ میر صفدر علی خاں راجہ ہونزہ اور راجہ عذرا خاں ولی عہد راجہ نگر اپنے ساتھ چار سو کے قریب آدمی بھی لے گئے ہیں۔ جن کے ادھر وہ ہونزہ کا صرف خزانہ ہی

میں پہونچ گیا ہے۔ اس سے اور بھی تشویش پیدا ہوئی وہ تیز سفر کرتے گلگت پہونچا اس
وقت صورت حالات یہ تھی کہ چترال میں افضل الملک نے رسوخ پیدا کرکے اپنی حکومت
قائم کرلی تھی اور اسکی درخواست پر چترال میں ایک سفارت کے بھیجنے کا معاملہ گورنمنٹ ہند کے
زیر غور تھا۔ نظام الملک گلگت میں پناہ گزیں تھا اور وادی سندھ کی اقوام میں شورش پھیلی ہوئی تھی

اس مرحلہ میں اقوام وادی سندھ پائین بونجی کا مختصر حال بیان کردینا ضروری معلوم
ہوتا ہے۔ بونجی کے نیچے دریائے سندھ کے داہنے کنارے پر گور۔ داریل۔ اور تانگیر کا علاقہ ہے
اور دریا کے بائیں کنارے پر چلاس واقع ہے چلاس کی سرحد کشمیر کی طرف استور، ہندواڑہ
اور کرنا کے ساتھ ملتی ہے۔ اہل چلاس فتنہ و فساد کے عادی تھے اور ملک کشمیر کے مواضعات پر
عادتاً دھاڑے مارا کرتے تھے جس کی وجہ سے کچھ دیہات بالکل غیر آباد ہوگئے تھے ۱۸۵۲ء میں
مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان دھاڑوں کا بدلہ لینے کی غرض سے چلاس پر حملہ کیا تھا اور چلاس
کے بڑے قلعہ کو تسخیر کرلیا تھا اُس وقت سے اہل چلاس کشمیر کے باجگذار ہوگئے تھے اور دربار
کشمیر کا ایک اہلکار چلاس میں تعینات رہتا تھا۔ اس قوم کی جنگی طاقت کا اندازہ دو تین ہزار
جوان تک کیا جاتا تھا۔

علاقہ گور کی چھوٹی جمہوری حکومت بونجی کی سرحد سے ملی ہوئی ہے۔ یہ لوگ خاموش طبع
اور امن پسند ہیں لیکن چلاسیوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ کیونکہ اہل چلاس حملہ گلگت کے وقت
اُن کے ملک کے اندر سے گذرتے تھے اور اُسے پامال کردیتے تھے انکی جنگی طاقت بہت
تھوڑی تھی اور یہ لوگ کشمیر کے باجگذار تھے

گور کے نیچے داریل کی جمہوری حکومت واقع ہے۔ اس ملک کو مہاراجہ کی فوج
نے ۱۸۶۶ء میں تسخیر کیا تھا۔ اور اُنھوں نے گلگت میں یرغمال بھیجنا اور خراج دینا
قبول کرلیا تھا۔

داریل کے نیچے تانگیر کی جمہوری حکومت ہے۔ یہ علاقہ داریل کے برابر تلایا جاتا ہے یہ
قوم راجہ یاسین کی باجگذار رہتی۔

اس کے نیچے ملک کوہستان واقع ہے جس میں قوم شین کے مختلف خاندان آباد ہیں
اس کے آگے پٹھانوں کا ملک شروع ہوجاتا ہے۔

لے لیے گئے لفٹنٹ ٹونسنڈ کو بھلو کی وادیوں میں اسی کام کی غرض سے تعینات کیا گیا تھا اپنا کام پورا کرنے کے بعد وہ بھی سگر میں اس فوج کے ساتھ شامل ہوگیا۔ غرض کہ یہ انتظام کرکے یہ مہم ضبط شدہ اسلحہ لے کر ۶ جنوری ۱۸۹۲ء کو بالتت میں واپس پہونچ گئی۔

یہاں کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کے چھ سو جوان ہونزہ و نگر پر قبضہ رکھنے کی غرض سے تعینات کردیے گئے اور لفٹنٹ ٹونزنڈ کو ملیٹری گورنر اس ملک کا مقرر کردیا گیا۔ اور باقی فوج ۱۷ جنوری کو گلگت واپس ہوئی۔

بعد میں صفدر علی کے سوتیلے بھائی محمد نظیم خان کو ہونزہ میں راجہ مقرر کیا گیا۔ اور ہمایوں اس کا وزیر ہوا اور نگر میں جعفر خاں کی راجگی کو جاری رہنے دیا گیا۔ اور چونکہ وہ بوجہ علالت معذور تھا اس کا بیٹا سکندر خان بحیثیت ولی عہد اس کا کام چلاتا رہا۔ عذرا خاں جو درۂ کلک کو عبور کر گیا تھا چینی افسران ترکستان کے ہاتھ میں گرفتار ہوکر چینی سپاہیوں کی نگرانی میں چند روز بعد گلگت پہونچا گلگت سے اسے سری نگر بھیجا گیا۔ جہاں وہ پہلے قلعہ ہری پربت میں قید رہا۔ بعد ازاں سری نگر میں نظر بند رہا۔ اور بالآخر وہیں فوت ہوا۔ اس کی اولاد اب تک اسی جگہ سکونت پذیر ہے۔ بہت سے اور معزز اشخاص بھی ترکستان سے واپس آگئے۔ چینی افسروں نے ان کے ہتھیار لے لئے اور انھیں کلک کے پار کردیا مگر صفدر علی خاں ترکستان ہی میں رہا۔ اس کے والد کو چینیوں نے کچھ واقعہ چینی ترکستان میں کچھ جاگیر دی ہوئی تھی۔ اسے انھوں نے صفدر علی خاں کے حوالہ کردیا۔ یہ اس کا گذارہ ہے۔ اس کا ناعاقبت اندیش وزیر دادو جلاوطنی کی حالت میں فوت ہوا۔

۵ چترال چلاس کی شورش اور وادی سندھ پائین لوہنجی کی اقوام میں بےچینی

کرنیل ڈیورینڈ ہندوستان سے چند ماہ کی رخصت پر انگلستان جانے کی تیاری میں تھا کہ اسے خبر پہونچی کہ مہتر امان الملک کا انتقال ہوگیا۔ اور افضل الملک نے گدی پر قبضہ کرلیا ہے۔ سردار نظام الملک ولی عہد فرار ہوکر گلگت پہونچ گیا ہے۔ اور وادی سندھ میں شورش برپا ہے۔ لہذا کرنیل ڈیورینڈ رخصت منسوخ کرکے گلگت کو واپس ہوا۔

اثنائے راہ میں کرنیل ڈیورینڈ کو دریافت ہوا کہ چلاس والوں نے ریاست کشمیر کے عہدہ دار کو جو چلاس میں بطور نمائندہ دربار تعینات تھا نکال دیا ہے اور وہ گدھے پر گولی کا زخم کھا کر گلگت

بڑی مشکل پیش آئی۔ ملکی آدمی جس تیزی کے ساتھ نقل و حرکت کر سکتے ہیں اس سے تیز تر یا اس کی برابر بھی وہ اپنی فوج کو نہیں چلا سکتا تھا۔ اس لیے اندیشہ یہ تھا کہ اگر وہ واپس ہوا اور پیچھے چل کر معلوم ہوا کہ کسی دشوار گذار ڈھکی کو چلاسیوں نے آگے سے روکا ہوا ہے اور اس اثنا میں اہل چلاس نے پیچھے سے حملہ کر دیا تو ڈاکٹر رابرٹسن پھندے میں پھنس جائیگا۔ اس نے سوچا کہ کیمپ سے نیچے کی طرف ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر تھالپن کا گاؤں ہے اگر اس کے قلعہ پر وہ قابض ہو جائے تو اپنے سے چالیس گونہ تعداد دشمن کا مقابلہ کر سکتا ہے اس لیے اس نے اس دلیرانہ طریق عمل کو اختیار کیا اور تھالپن کے قلعہ پر دھاوا کر کے قابض ہو گیا۔ اس کے اندر اطمینان کے ساتھ اپنی فوج کو تعینات کر کے صورت حالات کا انتظار کرنے لگا۔ مگر حالات کی ترقی میں بہت دیر نہیں لگی۔ کچھ گورکھا سپاہی جالہ پر دریا کے پار چلاسیوں کے وفد کو لانے کے لیے بھیجے گئے تھے ان کے اوپر انہوں نے فریب سے گولی چلا دی اور تین سپاہیوں کو مار دیا۔ کپتان ولیمس کمان افسر نے انہیں بچانے کی کوشش کی اس میں وہ خود مجروح ہوا۔ چند روز تک وقتاً فوقتاً خفیف لڑائی ہوتی رہی آخرکار دشمن نے ہزاروں کی تعداد میں قلعہ تھالپن پر حملہ کر دیا۔ مگر کشمیری فوج نے انہیں مار کر بھگا دیا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر رابرٹسن نے اپنے اسی سپاہیوں کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ اور انہیں شکست فاش دی۔ اس اثنا میں بونجی سے کمک پہونچنی شروع ہو گئی۔ اور پندرہ روز کے اندر افواج کشمیر چلاس پر قابض ہو گئیں۔ اور راستہ آمد و رفت دریائے سندھ کے داہنے کنارے سے اُس کے بائیں کنارے پر منتقل ہو گیا۔ پہلا حصہ اس جنگ کا اس طرح ختم ہوا۔

ان حالات میں چلاس تسخیر ہو گیا۔ اور کرنل ڈیورینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ گورنمنٹ کی منظوری پہونچنے تک اس کا قبضہ نہ چھوڑا جائے لہذا بونجی سے چلاس تک چھ فٹ چوڑی سڑک بنانے کا انتظام کر دیا اور میجر ڈانیال کو تین سو جوان فوج کشمیر کے ساتھ چلاس پر قبضہ رکھنے کی غرض سے تعینات کر دیا اور چلاس سے بونجی تک سڑک کے اوپر آمد و رفت قائم رکھنے کی غرض سے جابجا چوکیاں مقرر کر دیں۔

چترال کی شورش نظام الملک کی ہستی۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال جانا

اسی اثنا میں چترال سے خبر پہونچی کہ عمرا خان خان جندول نے چترال پر حملہ کر دیا ہے اور ملک چترال کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا ہے افضل الملک کوشاں ہے کہ سفارت جلد بھیجی جائے اور

۶- ڈاکٹر رابرٹسن کا گور جانا، اُسکے اوپر اہل چیلاس کا حملہ اُسکا چیلاس کو تسخیر کرنا

کرنیل ڈیورینڈ کی واپسی گلگت پر گور والوں کا ایک وفد اُس کے پاس پہونچا۔ اور یہ درخواست کی کہ انھیں براہ راست کشمیر کی حفاظت میں لے لیا جائے تاکہ چیلاسی اگر گلگت پر حملہ کریں تو وہ پامال نہ ہوں۔ کرنیل ڈیورینڈ نے انھیں اطمینان دلایا۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔ اور تحائف دے کر انھیں واپس کر دیا اور نومبر کے مہینے میں ڈاکٹر رابرٹسن کو اہل گور کی اس درخواست کے سلسلہ میں گور کی طرف ایک چھوٹے دستہ فوج کشمیر کی حفاظت میں اہل گور کے اقرار فرمانبرداری کے استحکام کی غرض سے روانہ کر دیا

اس کے چند روز بعد وادی سندھ سے خبر پہونچی کہ ڈاکٹر رابرٹسن بجائے اس کے کہ گور سے واپس ہو کر بونجی پہونچتا چیلاس کے بالمقابل تھالپن میں نیچے کی طرف چلا گیا ہے اور اُس کے اوپر حملہ ہو گیا ہے اُس کے جواب میں اُس نے پچاس جوانوں کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے چیلاس کو جلا دیا ہے۔ اُسے گور میں سفارت کے طور پر بھیجا گیا تھا اور اُس کے ساتھ پچاس سپاہی اور کچھ لیوی احتیاطاً بھیج دیے گئے تھے۔ اور کچھ سپاہی بونجی کے نیچے آمد و رفت قائم رکھنے کے لیے تعینات کر دیے گئے تھے اور میجر ٹوینگ کو اس حفاظتی دستہ فوج کے کمان افسر کے طور پر اس کے ساتھ بھیجا گیا تھا بعد میں جب یاسین کی طرف فوج بھیجنے کی ضرورت پیدا ہوئی تو کپتان واپس کو اس کی جگہ تعینات کر کے اُسے گلگت میں واپس بلا لیا گیا۔ کرنیل ڈیورینڈ اس وقت سلسلہ مدافعت اُس حملہ کے جس کا چترال کی طرف سے اندیشہ تھا گاکوچ گیا ہوا تھا۔ وہاں اُس کو چیلاس کے فساد کا حال معلوم ہوا اس سے وہ بہت گھبرایا اور میجر ڈانیال کو فوج کی کمان اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو پولیٹیکل چارج دے کر وہ گاکوچ سے گلگت کو روانہ ہو گیا۔

یہاں پہونچ کر یہ انکشاف ہوا کہ ڈاکٹر رابرٹسن نے گور والوں کی درخواست پر اُن کی پائینی سرحد کی طرف حرکت کی تھی۔ اس مقام پر چیلاس کا ایک جنٹیرو اُس کے کیمپ میں آیا۔ اُس نے ڈاکٹر رابرٹسن کے ایک آدمی کو یہ بھید دیا کہ چیلاسی لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اور اُن کا مقصد یہ ہے کہ ڈاکٹر رابرٹسن کو بیوقوف بنا کر اُس کے عقب میں ایک دشوار گذار مقام پر قابو کر کے اُس کا راستہ روک لیں اور اُس کے تمام آدمیوں کو اُس جگہ کاٹ دیں۔ اس حقیقت کے معلوم ہونے پر ڈاکٹر رابرٹسن کو

ڈاکٹر رابرٹسن دسمبر میں چلاس سے گلگت میں واپس آگیا۔ اور چترال جانے کی تیاری میں مصروف ہوا کیونکہ نظام الملک نے چترال پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اور اس کا چچا شیر افضل مقابلہ کرنے کے بغیر بھاگ گیا تھا اس لیے اُس کی خواہش تھی کہ کوئی افسر متعینہ گورنمنٹ دار الحکومت چترال میں آوے تاکہ اُس کی جانشینی کا اعلان ہو جاوے چنانچہ جنوری ۱۸۹۳ء میں ڈاکٹر رابرٹسن روانہ چترال ہو گیا۔ پچاس جوان سکھ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو اُس کے ساتھ کر دیا گیا وہ چترال میں پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ اہل ملک امن و امان کے خواہاں ہیں۔ اور نظام الملک کی طرف مائل ہیں۔ مگر متواتر انقلابات نے نظام حکومت کو بنیاد سے ہلا دیا تھا۔ اکابران ملک کو ایک دوسرے پر بے اعتباری تھی۔ اور ایک دوسرے سے خوفزدہ رہتے تھے ایک کمزور اور متلون مزاج شاہزادہ تخت پر تھا جس کی حکومت کے استحکام کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور جس میں اپنے برتاؤ اور قوت فیصلہ کی کمزوری کی وجہ سے اتنی بھی قابلیت نہ تھی کہ اہل ملک سے اپنی عزت اور اپنے حکم کی تعمیل کرا سکے۔ چونکہ اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ قتل و خونریزی سے اپنے ہاتھ نہیں رنگیگا۔ اس وجہ سے لوگ اُس سے ڈرتے بھی نہ تھے بہرحال یہی انتظام جاری رہا جس کی مزید تفصیل آگے چل کر سلسلہ تسخیر چترال مذکور ہوگی۔

۸۔ اقوام وادی سندھ کا حملہ چھاؤنی چلاس پر اور چلاس کا کامل طور پر تسخیر کیا جانا

فروری میں گلگت میں یہ خبر پہونچی کہ وادی سندھ کی اقوام میں بہت سخت شورش پھیلی ہوئی ہے علاقہ کوہستان میں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو رہا ہے جو کہ دارئیل تانگیر۔ د چلاس کے لشکروں کے ساتھ شامل ہو کر چلاس پر اور چلاس کے عقب میں چند میل کے فاصلہ پر جو چوکی ہے اُس پر ایک زبردست حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میجر دانیال کمان افسر چلاس کو اس کی اطلاع پہونچا دی گئی۔ اور وہ دن بھی بتلا دیا گیا۔ جس روز حملہ کی تجویز تھی۔ یہ دن مسلمانوں کے درمیان ایسے حملوں کے لیے بہت مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ ریاست کشمیر کا ایجنٹ متعینہ چلاس میجر دانیال کے ساتھ تھا۔ یہ مسلمان تھا اور سرحد کے حالات سے خوب واقف تھا۔ اُس نے اہل اسلام کی جنتری سے اس روز کا حساب لگایا۔ اور کسی سہو کی وجہ سے اُس کا حساب غلط ہو گیا پھر از سر نو حساب کیا لیکن اس میں کچھ ایسی گڑبڑ پیدا ہو گئی کہ اصل غلطی نہ نکل سکی۔ اور شمار سے جو

سرکار ہند اُسے مہتر تسلیم کر لے تاکہ حکومت پر اُسے پورا قابو حاصل ہو جائے اور ہمسایہ [illegible] کے
حملوں کا پوری طاقت کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ اس دوران میں انکشاف ہوا کہ افضل الملک نے
اپنے بڑے بھائی سردار نظام الملک کے اکثر ہوا خواہوں کو اور اپنے تین بھائیوں کو بے رحمی کے
ساتھ قتل کر دیا ہے۔ اس سے اور بھی پیچیدگی پیدا ہو گئی۔

اس کے بعد چترال سے یہ خبر پہونچی کہ مہتر امان الملک مرحوم کے بھائی شیر افضل نے جو
افغانستان میں پناہ گزیں تھا براہ درہ ڈوراہ چترال پر حملہ کر دیا ہے اور افضل الملک کو قتل کر کے
چترال پر قابض ہو گیا ہے۔ اسی قدر نہیں بلکہ اس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے
اور چترال میں سرکار ہند کے ہندوستانی ایجنٹ اور ڈاکٹر کو جان کا خطرہ ہے اور شیر افضل یاسین
پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر جمع کر رہا ہے اسی اثنا میں سابق مہتر کا وزیر اور حاکم مستوج گلگت میں
بھاگے ہوئے پہونچے۔ انہوں نے جو حالات بتلائے اُن سے اُس افواہ کی تصدیق ہوئی کہ افضل الملک
مقتول ہو چکا ہے۔ ملک میں سخت شورش پھیلی ہوئی ہے کسی شخص کی جان خطرہ سے محفوظ نہیں ہے
اتنے میں چترال کے دیگر فراری بھی گلگت پہونچے۔ ان سے دریافت ہوا کہ اگر فوراً انتظام نہ کیا گیا
تو اندیشہ ہے کہ تمام سرحد میں یہ شورش پھیل جائے سردار نظام الملک کی خواہش تھی کہ اُسے اجازت
دی جائے کہ چترال پہونچ کر شیر افضل کو پامال کرے۔ کیونکہ اس کا دعویٰ تھا کہ اکابران چترال
میں سے ایک شخص بھی شیر افضل کا ہوا خواہ نہیں ہے اب مشکل یہ پیش آئی کہ اگر نظام الملک
اپنی کوشش میں ناکام رہا تو گلگت پر حملہ کا اندیشہ ہے اس لیے بغرض حفظ ماتقدم ضروری معلوم
ہوا کہ وادی یاسین کے بالمقابل گوپس میں فوج تعینات کرنے کا انتظام کیا جائے تاکہ بوقت ضرورت وادی
یاسین کی شورش کو بھی روکا جا سکے اور اگر شیر افضل سے حملہ گلگت تک نوبت پہونچے تو اسکی مدافعت بھی ہو سکے

اس زمانہ میں کپتان ینگ ہسبنڈ ہونزہ نگر میں کرنیل ڈیورنڈ کا اسسٹنٹ تھا۔ اُسے
ہونزہ نگر کی لیویاں کے ساتھ گلگت میں طلب کیا گیا۔ جب یہ پہونچ گئے تو کرنیل ڈیورنڈ ڈیڑھ سو
جوان اور دو توپیں اور لیویاں کو لے کر گوپس کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ گاکوچ میں پہونچا تو خبر
ملی کہ شیر افضل کا لشکر درہ شاندور کو عبور کر کے وادی دریائے گلگت میں [illegible] آ گیا ہے
لہذا کرنیل ڈیورنڈ گاکوچ میں ٹھہر گیا۔ اور سردار نظام الملک اپنے باپ کا ملک شیر افضل کے
قبضہ سے چھڑانے کے لیے آگے روانہ ہو گیا۔

گاؤں پر حملہ آور ہوا۔ اس سے زیادہ سپاہیوں کا نکالنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ دشمن نے چھاؤنی کے چاروں
طرف مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ گیارہ بجے تک سخت لڑائی جاری رہی۔ اب زخمی چھاؤنی میں
آنا شروع ہو گئے اور میجر ڈانیال کا اردلی یہ خبر لے کر پہونچا کہ اُس کا افسر مارا گیا۔ اُس کے تھوڑی
دیر بعد چھاؤنی میں اطلاع پہونچی کہ باہر سپاہیوں کے پاس امونیشن ختم ہو گیا ہے۔ یہاں سے اور
کارتوس بھیجے گئے اس اثنا میں خبر پہونچی کہ تین ہندوستانی افسر بھی مارے گئے ان کے بعد
باقی افسروں کی نگرانی میں حملہ آور دستہ فوج جنگی ترتیب کے ساتھ چھاؤنی میں واپس پہونچ گیا
نقصان بہت زیادہ ہوا ایک انگریز افسر اور تین ہندوستانی افسر اور بائیس سپاہی مقتول ایک
ہندوستانی افسر اور پچیس سپاہی مجروح۔ ان میں سے اکثروں کی حالت خطرناک تھی

تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تمام دن گولی چلتی رہی۔ اور لفٹنٹ ابرلی نے تمام رات چھاؤنی
کی فصیل پر سپاہی متعینات رکھے مگر حملہ نہیں ہوا۔ صبح ہونے تک دشمن غائب ہو گیا اُس کا نقصان بہت
بھاری تھا ایک سو بیس لاشیں گاؤں کے اندر پڑی تھیں اور اسی قدر لاشیں انھوں نے [illegible]
ہونے سے پہلے دفن کر دی تھیں۔ زخمیوں کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ چونکہ لڑائی نزدیک سے ہوئی
اس لیے مہلک ثابت ہوئی۔

کرنل ڈیورنڈ کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے میجر ٹوگ کو کمان اختیار کرنے کی غرض سے
فوراً چیلاس روانہ کر دیا اور کمک بھیجنے کا انتظام کیا۔ اور حکم دیا کہ جس گاؤں میں دشمن نے پناہ
لی تھی اُسے بیخ و بنیاد سے اڑا دیا جائے قلعہ چیلاس بھی چھاؤنی کے نزدیک تھا۔ اُس کو بھی
صاف کر دینے کا انتظام کیا گیا۔

چترال کی طرف سے خبر پہونچی کہ وادی سندھ کی اقوام پھر اتحاد کر رہی ہیں کہ اپنے نقصانات
کا بدلہ لیں بتلایا گیا کہ یہ دوسرا حملہ ماتم داری کے چالیس روز گذر جانے کے بعد ہو گا۔ ڈاکٹر رابرٹسن چترال میں تھا
اُس نے لکھا کہ انکی امداد کے لیے نندر میں کچھ فوج بھیجی جائے اس موقع پر ہنزہ و نگر کی طرف سے بھی تردد
تھا کہ بصورت شکست یہ اقوام بھی گلگت پر حملہ کر دیں گی چیلاس میں بھی کافی تعداد سپاہیوں کی نہ تھی ان
وجوہات سے بڑی مشکلات پیش آئیں۔

کرنل ڈیورنڈ نے اپنے ساتھ اپنے گارڈ کے دو سو جوان اور دو توپیں لیں اور چیلاس کو روانہ ہو گیا
راستہ نہایت خراب تھا اور دو تین خچریں گر کر ضائع ہوئیں راستہ میں جو چوکیاں تھیں انکی حالت بھی خراب تھی۔

روں اس نے تجویز کیا تھا وہ خیریت سے گذر گیا اور میجر دانیال نے اطلاع دی کہ اب حملہ کا خطرہ نہیں ہے۔

چیلاس میں فوج کے رہنے کے لیے ایک احاطہ کے اندر چھاؤنی بنائی گئی تھی۔ اس سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر روزانہ رات کے وقت ایک دیدبانی چوکی تعینات کرنے کا دستور تھا اس موقع سے دوربین کے ذریعے پانچ وادی سندھ کا حال دس میل تک معلوم کیا جا سکتا تھا۔ جو دن گذر کر وہ رات آئی جس کا یہ واقعہ ہے اس روز صبح سے شام تک سپاہی مورچہ بنانے میں مصروف رہے اور شام کو بہت تھک گئے لہٰذا اس چوکی میں سپاہیوں کے تعینات کرنے کا خیال نہیں رہا اور بے خبری میں اطمینان کے ساتھ سو رہے۔ آدھی رات کے وقت ایک افسر چھاؤنی میں گشت لگا رہا تھا اسے سنتری نے ٹوکا۔ ان کے سوال و جواب سے لفٹنٹ ابرلی جاگ گیا اس نے دریافت کیا کیا واقعہ ہے سنتری نے بتلایا کہ چھاؤنی سے تقریباً دو سو گز کے فاصلہ پر جو غیر آباد گاؤں ہے اس کے اندر بہت سے آدمیوں کو چلتے پھرتے اس نے دیکھا ہے لفٹنٹ ابرلی نے جلدی سے میجر دانیال کو جگایا اور سپاہیوں کو بیدار کرکے احاطہ چھاؤنی کے استحکامات پر تعینات کردیا جب کہ یہ انتظام ہو رہا تھا اس ویران گاؤں کے اندر سے دو تین بندوقیں سر ہوئیں اور ایک لمحہ کے اندر ایک بہت بڑے لشکر نے گاؤں کے مکانات کی پناہ چھوڑ کر چھاؤنی پر حملہ کردیا۔ سپاہی اس کی مدافعت کے لیے تیار کھڑے تھے۔ ان کی بندوقوں کی پے در پے باڑھ نے حملہ آوروں کا منہ موڑ دیا اور انہیں پسپا کردیا۔ الغرض عرصہ سے جس حملہ اقوام وادی سندھ کی پیشین گوئی ہو رہی تھی وہ شروع ہو گیا۔

تین بجے کے قریب لفٹنٹ ابرلی چند جوان اپنے ساتھ لے کر چھاؤنی سے باہر نکلا اسے یہ حکم تھا کہ گاؤں کو دشمن سے صاف کر دے جب وہ گاؤں میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے اس نے اس لشکر کے ساتھ بیس منٹ تک جنگ جاری رکھی۔ اس میں اس کے دو جوان مارے گئے۔ اور ایک گولی اسکے اپنے سر کی کھال سے رگڑتی ہوئی نکل گئی۔ اس نے دیکھا کہ یہ کوشش بیکار ہے اور اپنے آدمیوں کو واپس لے آیا۔ اس روز دو دستہ جنگی سپاہی چھاؤنی میں تھے۔ ایک دستہ فوج بونجی کے راستہ پر قافلوں کی حفاظت کے لیے تعینات تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے میجر دانیال ڈیڑھ سو جوان ساتھ لے کر باہر نکلا اور

پانچواں باب

سلسلہ عہد برٹش پولیٹیکل ایجنسی گلگت

اور افسران ایجنسی کی رہنمائی میں

مہاراجہ پرتاب سنگھ کی فتوحات سرحدی

تسخیر چترال ۱۸۹۵ء

(۱) مہتر امان الملک کے فوت ہوتے ہی افضل الملک کی جانشینی (۲) شیر افضل کا افضل الملک کو قتل کرکے چترال پر قابض ہونا (۳) نظام الملک کا شیر افضل کو بھگا کر چترال پر قبضہ حاصل کرنا۔ (۴) امیر الملک کا مہتر نظام الملک کو قتل کرکے چترال پر قابض ہونا (۵) ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال کو بطریق سفارت روانہ ہونا (۶) عمرا خاں کا قلعہ دروش کو مسخر کرنا اور برٹش ایجنٹ کا قلعہ چترال میں پناہ لینا (۷) عمرا خاں اور شیر افضل کا قلعہ دروش پر قابض ہونا (۸) غیرت سے فوج کی واپسی۔ اور امیر الملک کو تابع منظوری مہتر تسلیم کیا جانا (۹) کورغ میں کپتان راس کا مارا جانا اور مستوج کا محاصرہ (۱۰) ریشن میں ایڈورڈس اور فولر کی گرفتاری اور ان کے دستہ کی تباہی (۱۱) گلگت کی طرف سے کرنل کیلی کی کمکی مہم چترال۔ عبور درہ شاندور۔ جنگ چکلوٹ جنگ نیساگول۔ داخلہ چترال (۱۲) پشاور کی طرف سے جنرل سر رابرٹ لو کی کمکی مہم چترال (۱۳) مہتر امیر الملک کی معزولی اور شجاع الملک کو مہتر تسلیم کیا جانا (۱۴) ۳۔ مارچ کو میدان چوگان بازی کے قریب برٹش ایجنٹ کا شیر افضل سے شکست کھانا۔ کپتان بیرڈ کو شدید زخم پہونچنا۔ کپتان کیمبل کا مجروح ہونا۔ جنرل باج سنگھ اور میجر بھیکم سنگھ کا مارا جانا (۱۵) ۴ مارچ کو قلعہ چترال کا محاصرہ شروع ہونا کپتان بیرڈ کی موت۔ شیر افضل کی لاحاصل سفارت کہ برٹش ایجنٹ قلعہ چھوڑ کر گلگت کو واپس ہو جائے اور اُسے مہتر تسلیم کرلے۔ ایڈورڈس اور فولر کا چترال پہونچنا اور خان جندول کا اُن کی حوالگی سے انکار کرنا (۱۶) دشمن کا قلعہ کی طرف سرنگ کھودنا۔ اس پر ہمارے سپاہیانہ اقدام حملہ۔ ۱۹۔ اپریل کو محاصرہ کا خاتمہ۔ ۲۰۔ اپریل کو کرنیل کیلی کا داخلہ چترال۔ جنرل سر رابرٹ لو

پانی انھیں دریا سے لانا پڑتا تھا۔ اور انکا موقع بھی خطرناک تھا۔ کرنیل ڈیورینڈ چلاس میں پہونچا تو میجر ٹوپک سے معلوم ہوا کہ اقوام کو حملہ کا حوصلہ نہیں پڑا۔ اور آخرکار وہ منتشر ہو گئے۔

میجر دانیال کے ساتھ جو سخت لڑائی ہوئی اُس کی اصلیت کرنیل ڈیورینڈ کو چلاس میں پہونچنے پر یہ معلوم ہوئی کہ میجر دانیال کے حملہ آور کوہستانی علاقہ کے لوگ تھے جو بمقابلہ شین اقوام چلاس کے بہت سخت لڑنے والے ہیں اور ڈاکٹر رابرٹسن کے اوپر حملہ شین اقوام نے کیا تھا چونکہ اس میں ناکام رہے تھے کوہستانیوں نے انھیں بہت لعن طعن کیا اور ان کے ایک جمعدار کو بزدلی کا الزام لگا کر مار دیا۔ تاکہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ دراصل کوہستانیوں نے پانچ پانچ سو کے دو لشکر جمع کیے تھے جو ایک دوسرے سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر چلتے تھے۔ چلاسیوں نے انھیں یہ بتلایا تھا کہ چھاونی چلاس میں صرف پچاس سپاہی رہتے ہیں۔ اگلے لشکر نے اس خیال سے کہ چھاؤنی کی لوٹ اُسی کے حصہ میں رہے پچھلے لشکر کے انتظار کے بغیر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس لشکر کا آدھا حصہ چلاس میں کھیت رہا اور اسکی یہ بری حالت دیکھکر پچھلے لشکر نے ہمت ہار دی اور حملہ کا حوصلہ نہیں کیا۔ اور سیدھے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے

جبکہ اطمینان ہو گیا کہ اب حملہ کا اندیشہ نہیں ہے تو کرنیل ڈیورینڈ نے دونوں توپیں چھاؤنی پر چڑھا دیں اور اسے اقوام کے لیے ناقابل تسخیر بنا دیا۔ اُس کے بعد وہ گلگت کو واپس ہو گیا اس آخری حملہ کی ناکامی کے بعد تمام سرحد ٹھنڈی پڑ گئی اور چند روز کے اندر حالات نے اپنی معمولی صورت اختیار کر لی۔

۹۔ گوپس اور مستوج میں کشمیر کی فوج کا اور مستوج میں چترال کے پولیٹکل افسر کا تعینات ہونا

الغرض چلاس اور چترال کے فسادات کا نتیجہ یہ ہوا کہ چلاس پر قبضہ رکھنے کا فیصلہ ہو گیا اور گوپس اور مستوج میں بھی فوج تعینات کر دی گئی اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو چترال کا پولیٹکل افسر مقرر کر کے مستوج میں تعینات کر دیا ہونزہ میں فوج پہلے سے تعینات تھی غرضکہ ہر طرف سے سرحد گلگت کو مستحکم کر دیا گیا اور کسی جانب سے حملہ کی گنجایش باقی نہیں چھوڑی۔ خلاصہ یہ کہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کی حکومت تمام سرحد پر مستحکم طور پر قائم ہو گئی اور سرکار انگلشیہ کی سرپرستی ہندوکش کے تمام جنوبی علاقہ میں قائم ہو گئی۔ یہ انتظام کرنے کے بعد کرنیل ڈیورینڈ گلگت سے واپس ہوا۔

۲- شیر افضل کا افضل الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا

امان الملک مرحوم کا بھائی شیر افضل افغانستان میں پناہ گزین تھا۔ اُس نے اُس ملک میں اہم جنگی خدمات انجام دی تھیں جس وجہ سے امیر افغانستان کے دل میں اور دربار افغانستان میں اُس کی بڑی عزت تھی اس موقع پر حسن اتفاق سے یا کسی اور طرح سے وہ ایک سو سپاہیوں کے ساتھ بدخشان سے کوتل ڈورہ عبور کر کے وادی لوٹکوہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اہل چترال نے اُسے مہتری کے لیے تجویز کیا۔ اور اس تجویز کو اس حد تک پردہ اخفا میں رکھا کہ وہ چترال سے دس میل کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ اور افضل الملک کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ رات کو وہ بڑے اطمینان کے ساتھ سو گیا۔ آدھی رات کو شور برپا ہوا کہ پٹھان سر پر پہنچ گئے ہیں۔ اس اثنا میں افغان سپاہی قلعہ کے برجوں پر چڑھ گئے۔ افضل الملک گھبرایا ہوا اٹھا۔ عورتوں نے اُسے صلاح دی کہ زنانہ لباس پہن کر باہر نکل جائے مگر اس نے اس نامردی کو قبول نہ کیا۔ اور روشنی کر کے دیکھنے لگا کہ کتنے آدمیوں نے حملہ کیا ہے۔ اس روشنی کی بدولت وہ فی الفور بندوق کا نشانہ ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کی بوٹی بوٹی الگ کر دی گئی اور رات کی تاریکی میں ہر طرف اعلان کر دیا گیا کہ افضل الملک قتل ہوا اور شیر افضل مہتر چترال ہو گیا۔

چونکہ شیر افضل امیر عبدالرحمن خاں کے زور سے چترال پر قابض ہوا تھا اندیشہ تھا کہ اُس کے ذریعے امیر افغانستان چترال کے اوپر اپنی سرپرستی قائم کرے گا۔ اور اس سے گورنمنٹ ہند انکار کر چکی تھی۔ اس بنا پر گلگت میں بڑی مشکل پیش آئی۔ نظام الملک اپنے والد کے تخت کے لیے جدوجہد کرنے کی فکر میں تھا۔ اور چونکہ وہ کوئی قیدی نہ تھا اُسے جدھر اُس کی خوشی ہو جانے کی آزادی تھی مگر وقت یہ بھی تھا کہ اگر نظام الملک کو شکست ہوئی تو گلگت پر حملہ کا اندیشہ تھا۔ اس لیے کرنیل ڈیورنڈ نے کپتان ینگ ہسبنڈ کو ہونزہ سے مع ہونزہ و نگر کی لیویاں کے طلب کیا۔ ان کے پہونچنے پر انہیں اور ڈھائی سو سپاہ اور دو پہاڑی توپیں دے کر بعزم گوپس روانہ ہو گیا۔ نظام الملک بھی ساتھ گیا۔ گاکوچ پہونچنے پر معلوم ہوا کہ شیر افضل کا لشکر درہ شاندور کو عبور کر کے غذر میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لیے کرنیل ڈیورنڈ اسی جگہ ٹھہر گیا اور نظام الملک کو رخصت کر دیا۔ وہ لیویان ہونزہ کو مع وزیر ہمایوں کے اپنے ساتھ لیکر آگے روانہ ہو گیا وزیر ہمایوں چترال میں رہ چکا تھا اور نظام الملک اُسے بخوبی جانتا تھا۔

کی افواج کا چترال پہنچنا اور ورود شش و چترال میں سرکاری چھاؤنی قائم ہونا (۷) مہتر شجاع الملک
کی مسند نشینی ملک کٹور کا اعلان اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ۔ بعد میں درہ شاندور سے
چترال تک ملک خوشوقتیہ کا مہاراجہ پرتاب سنگھ کی طرف سے مہتر شجاع الملک کو واپس دیا جانا۔

(۱)

یہ حالات میں نے زیادہ تر سر جارج رابرٹسن کی کتاب موسومہ "چترال" سے اخذ کیے ہیں
اصلی واقعات جنگ کے بیان کرنے سے پیشتر ملک چترال کے حالات قبل از جنگ کا مختصر
سلسلہ وار بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جو اوپر جا بجا اشارۃً مذکور ہو رہے ہیں۔ مہتر امان الملک
جس کی حکومت بعد تسخیر ملک خوشوقتیہ علاقہ پونیال کی سرحد تک پہونچ گئی تھی تقریباً تیس سال
نہایت کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرکے ۳۰۔ اگست ۱۸۹۲ء کو بقضائے الٰہی فوت ہوا
اس وقت اس کا بڑا بیٹا سردار نظام الملک یاسین میں حاکم تھا۔ اس کے چھوٹے بھائی افضل الملک
نے فوراً قلعہ اور خزانہ پر قبضہ کرکے اپنی جانشینی کا اعلان کر دیا۔

نظام الملک نے یہ معلوم کرکے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور حملہ کی غرض سے فوج جمع کی مگر
جب اسے گلگت کی طرف سے کمک یا امداد کی مایوسی ہوئی تو وہ دل شکستہ ہو گیا اس اثنا میں
افضل الملک نے مقابلہ کا انتظام کیا۔ ہر طرف سے امداد طلب کی اور قلعہ نرسوت کی فوج بھی
منگوالی۔ اور یاسین پر حملہ کر دیا۔ قلعہ نرسوت جب خالی ہو گیا تو عمرا خان خان جندول نے فوراً اسکے
اوپر قبضہ کر لیا۔ نظام الملک کو جنگ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر فوج یاسین منتشر ہو گئی
اور وہ خود فرار ہو کر گلگت میں پناہ گزیں ہو گیا۔

افضل الملک مظفر و منصور یاسین سے چترال کو واپس ہوا۔ اور اس فتح کا ایسا نشہ
اس کے سر پر سوار ہوا کہ اس نے بلا دریغ جبر و تشدد شروع کر دیا۔ وہ اپنے تین بھائیوں کو قتل
کر چکا تھا۔ اب اس نے خزانہ کی تلاش میں عورتوں پر بھی جبر کرنا شروع کر دیا۔ اور باشگال کے
کافروں کو تنگ کرنے کے لیے طلب کیا۔ ان حرکات سے اس کے خلاف عام ناراضگی پھیل گئی
اس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ایک روز دربار میں احمقانہ طور پر وہ کہہ بیٹھا کہ اب تک ہم نے
جس قدر آدمی مارے ہیں وہ بمقابلہ ان کے جنہیں ہم نے ابھی مارنا ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتے
اس سے تقریباً سب لوگ اس کے مخالف ہو گئے۔

میں وہ چترال روانہ ہوا۔

پچاس نفر سکھ زیر کمان لفٹنٹ گارڈن اس کی حفاظت کی غرض سے اس کے ساتھ تعینات کر دیے گئے۔ اور کپتان ینگ ہسبنڈ کو بطور اسسٹنٹ کے اُس کے ساتھ کر دیا گیا اور لفٹنٹ بروس کو بطور افسر منتظم کیمپ تعینات کیا گیا۔

اس وقت ایک اور خفیف پیچیدگی پیدا ہوئی کہ اہل یاسین نے نظام الملک کے خلاف بغاوت کی اور میرولی کے بیٹے محمد ولی خاں کو مہتر یاسین تسلیم کر لیا محمد ولی شاندور تک ڈاکٹر رابرٹسن کے ساتھ گیا۔

ڈاکٹر رابرٹسن چترال پہونچا تو وہاں اُسے ہر ایک چیز الٹی پلٹی نظر آئی۔ نظام الملک بہت خوفزدہ تھا اور ہر وقت قلعہ کے استحکامات کی درستی کی فکر میں رہتا تھا۔ شیر افضل نے فرار ہونے سے پیشتر قلعہ میں جس قدر خزانہ اور اسلحہ تھے وہ سب رعایا کے درمیان تقسیم کر دیے تھے لوگ سنائیڈر بندوقیں لیے ہوئے ہر وقت مسلح رہتے تھے اور نظام الملک میں اتنی اخلاقی جرات یا جنگی طاقت نہ تھی کہ اُن کے ہتھیار اتروا سکے۔

اہل چترال نظام الملک سے اس بات پر زیادہ ناراض تھے کہ نہ وہ عمرا خاں کو نرسوت سے نکال سکا ہے اور نہ یاسین پر قبضہ رکھ سکا ہے۔ ڈاکٹر رابرٹسن نے نرسوت کو عمرا خاں کے پنجہ سے چھڑانے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن یاسین کا قبضہ بالآخر نظام الملک کو دلا دیا۔ اور محمد ولی اپنے ہمراہیوں کو لے کر گلگت میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد خفیہ طور پر داریل کی طرف بھاگ گیا۔

غالباً یہ واقعہ اسی زمانہ کا ہے کہ فوج ریاست جو گاہکوچ میں تعینات تھی وہاں سے ایک پڑاؤ اور آگے بڑھا کر گوپس میں تعینات کی گئی۔ یہ ایسا موقع ہے جہاں سے وادی یاسین اور داریل دونوں طرف کے راستوں کو بخوبی قابو کیا جا سکتا ہے۔

بالآخر ڈاکٹر رابرٹسن نے یہ فیصلہ کیا کہ پولیٹکل افسر کو مع کسی قدر حفاظتی فوج کے عارضی طور پر چترال میں رہنے دیا جائے چنانچہ کپتان ینگ ہسبنڈ اور لفٹنٹ گارڈن کو مع دستہ فوج سکھان چترال میں چھوڑ کر خود ڈاکٹر رابرٹسن مئی کے مہینے میں لفٹنٹ بروس کو ساتھ لے کر گلگت واپس چلا آیا۔ بعد میں اسسٹنٹ برٹش ایجنٹ کو مع اُس کے حفاظتی دستہ فوج کے چترال سے اٹھا کر مستوج

شیر افضل کو گلگت کی کمک کے متعلق جب بے بنیاد افواہیں پہونچیں وہ ان سے بہت خوفزدہ
ہوا اور بالخصوص ایک عجیب وغریب بد اتفاقی نے اُس کا حوصلہ توڑ دیا۔ کسی مقدم نے کرنیل ڈیورینڈر
کے شوق کے لیے کسی پڑاو پر دو ایک تربوز اور کچھ دانہ گھوڑے کے لیے بھیجا تھا۔ دوسرے دن صبح کو یہ چیزیں
اُس کی منزل میں رہ گئیں اور وہ کیمپ کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا۔ کیمپ کی روانگی کے بعد مہتمان پڑاو کو
جب اس بھول کا علم ہوا تو انھوں نے ڈاک بڑاک ان چیزوں کو دوسرے پڑاو پر پہونچائے جانے کا
انتظام کر دیا۔ سہواً یہ چیزیں کرنیل ڈیورینڈ کے پڑاو سے آگے نکل گئیں۔ اور وہ یہ سفر کرتی ہوئی چترال
میں شیر افضل کے پاس پہونچیں۔ وہاں اس واقعہ سے بڑی حیرانی پیدا ہوئی بالآخر داناؤں نے قرار دیا
کہ یہ پیغام کرنیل ڈیورینڈ نے بھیجا ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اس قدر فوج لیے ہوئے چترال
کے اوپر آرہا ہے جس قدر یہ دانے ہیں اور جس کسی نے اُس فوج کا مقابلہ کیا اُسے وہ اس طرح کاٹ
دیگا جیسے کہ تربوز کاٹا جاتا ہے۔ اس تعبیر کا بہت نمایاں اثر ہوا اور نظام الملک نے اُس سے
پورا فائدہ اُٹھایا۔

۳۔ نظام الملک کا شیر افضل کو بھگا کر چترال پر قابض ہونا

نظام الملک مستوج میں پہونچا۔ وہاں سے دراسن میں گیا جہاں شیر افضل کا بیٹا کیدان تھا
ایک خفیف لڑائی ہوئی۔ وزیر ہایوں نے چالاکی سے فتح حاصل کی۔ اس شکست کے ساتھ ہی اس
نوجوان شاہزادہ نے عجیب وغریب حرکات شروع کر دیں ہر طرح کی جھوٹی افواہوں کو چشمدید واقعات
کی صورت میں اُس نے شیر افضل کے پاس پہونچا کر اُس کا حوصلہ پست کر دیا۔ اور وہ دادی لوٹنے کے
راستہ واپسی پر آمادہ ہو گیا۔ یہ دیکھکر چترال کے عمائد اور امرا بہت پریشان ہوئے مگر بچشم گریاں
انھوں نے اصرار کیا کہ نظر بحالات موجودہ شیر افضل کے لیے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ براہ کونر
کابل کو واپس ہو جائے۔ نظام الملک چترال میں پہونچا۔ وہاں میدان خالی تھا فوراً قلعہ اور
حکومت پر قابض ہو گیا۔ مگر وہ پرلے درجہ کا بزدل آدمی تھا۔ مخالفوں سے بہت ڈرتا تھا اور
پے در پے گلگت میں ایلچی بھیجتا رہا کہ چترال میں کسی افسر کو تعینات کیا جائے جو اُسے نیک
راستہ دکھلائے۔ اور بوقت ضرورت اُس کی امداد کرے۔ گورنمنٹ ہند نے نظام الملک کو مہتر
چترال تسلیم کر لیا۔ اور مسٹر بن میجر جارج رابرٹسن کا انتخاب کیا کہ چترال جائے چنانچہ جنوری ۱۸۹۳ء

کہ اس نے امیر الملک کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور خود شکار ہو گیا۔

اہل چترال سازش کے چھپانے میں کمال رکھتے ہیں۔ امیر الملک کی سازش میں قریب قریب کل عمائد شامل تھے اور باقی عمائد یا تو اس سے پوری طرح واقف تھے یا کم از کم اس کا اشتباہ رکھتے تھے مگر ان کے دائرے سے باہر کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ تھی۔ مدعا اس سازش کا یہ تھا کہ نظام الملک کا کام تمام کر کے امیر الملک کو عارضی طور پر اس کا جانشین مقرر کر دیا جائے اور بعد میں وہ بحق شیر افضل تخت کو ترک کر کے علیحدہ ہو جائے اور شیر افضل اُسے اپنا متبنیٰ تسلیم کر لیوے۔ عمر اخان کے ساتھ امیر الملک نے یہ اقرار کیا تھا کہ نظام الملک کے قتل ہو جانے کے بعد بھی امداد کے لیے طلب کیا جائیگا کیونکہ امیر الملک کو اندیشہ تھا کہ گورنمنٹ ہند نظام الملک کے خون کا بدلہ ضرور لیگی۔

۵۔ ڈاکٹر رابرٹسن کا چترال کو بطریق سفارت روانہ ہونا

ان اخبار کے پہونچنے پر گورنمنٹ ہند نے یہ حکم دیا کہ ڈاکٹر رابرٹسن چترال پہونچ کر تحقیقات موقع سے اصلیت کا اطمینان کرے پھر جانشینی کے متعلق فیصلہ کیا جائیگا۔ اس وقت تک نصف حصہ دستہ فوج سکھان مستوج سے چترال کو چلا گیا تھا۔ گوپس سے ۱۵۰ جوان کشمیر امپیریل سروس ٹروپس زیر کمان لفٹننٹ گف مستوج کو روانہ کر دیے گئے۔ اس کے بعد اور ایک سو جوان فوج کشمیر سرکردگی کپتان ٹونزنڈ روانہ کر دیے گئے۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۸۹۵ء کو ڈاکٹر رابرٹسن برٹش ایجنٹ کپتان کیمبل اور افواج کشمیر کے جرنیل باج سنگھ و میجر بھیکم سنگھ کو ساتھ لے کر چترال کے لیے روانہ ہوگیا اور تمام فوج۔ اور افسروں اور ہمراہیوں کو درہ شانڈور سے کامیابی کے ساتھ عبور کرا کے مستوج پہونچ گیا یہاں چترال سے خبر پہونچی کہ عمر اخان ملک دیر سے تین چار ہزار لشکر لے کر درہ تواری کو عبور کر کے ملک چترال میں داخل ہو گیا ہے اور ظاہر یہ کرتا ہے کہ باشگال کے کافروں سے غزا کرنے کے ارادہ سے نکلا تھا۔ چترال پر حملہ کرنے کا اُسے کوئی خیال نہ تھا لیکن چونکہ امیر الملک نے اس کی امداد کا انتظام نہیں کیا اس کا نتیجہ اُسے بھگتنا ہوگا۔ اس خبر سے پریشانی پیدا ہوئی اور کمک کے لیے کشمیر امپیریل سروس ٹروپس کے مزید تین سو جوان گوپس سے مستوج میں طلب کیے گئے۔ بعد ازاں ڈاکٹر رابرٹسن چترال کی طرف روانہ ہوا۔

میں تعینات کر دیا گیا۔ یہ وہ مقام ہے جو یاسین کو دارالحکومت بنائے جانے سے پیشتر حکمرانان خوشوقتیہ کا ابتدائی دارالحکومت رہا تھا اور جہاں پر بدخشان۔ تانگیر اور چترال کے تینوں راستے ملتے ہیں۔

۴۔ امیر الملک کا نظام الملک کو قتل کر کے چترال پر قابض ہونا

گلگت میں ۶ جنوری ۱۸۹۵ء کو گوپس سے افواہی خبر پہنچی کہ نظام الملک اتفاقیہ طور پر گولی لگنے سے فوت ہوا۔ ۸ تاریخ کو لفٹنٹ گرڈن کی طرف سے مفصل اطلاع پہنچی کہ یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو امیر الملک نے جسے نیم مخبوط الحواس خیال کیا جاتا تھا مہتر نظام الملک کو قتل کر دیا۔ نظام الملک کو باز سے شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس غرض کے لیے وہ بروز میں گیا تھا یہ جگہ چترال سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دوران شکار میں جبکہ وہ پہاڑی کے اوپر سے نیچے کی طرف اتر رہا تھا اس کا صافہ کھل گیا۔ اس کے سائیس نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور وہ خود دونوں ہاتھوں سے اپنا صافہ باندھنے لگا۔ امیر الملک اس کے پیچھے گھوڑے پر آ رہا تھا اس کے ساتھ اس کا ایک نوکر پیدل چلتا تھا۔ اس نے بھری ہوئی سنائڈر کا رائفل اپنے چوغہ کے اندر چھپا رکھی تھی امیر الملک کے اشارہ پر اس نے بندوق نکالی اور نظام الملک کی پیٹھ پر گولی مار دی۔ نظام الملک گھوڑے کے اوپر سے گر گیا۔ اور امداد کے واسطے چلایا۔ ملازم قاتل کو پکڑنے کے لیے دوڑے مگر اصلی قاتل بڑی دلیری کے ساتھ آگے بڑھا اور باواز بلند اس نے اعلان کیا کہ میرے حکم سے نظام الملک کو قتل کیا گیا ہے فوراً اس کی سلامی سر ہوئی اور نظام الملک کی جان نکلنے کے ساتھ ہی امیر الملک کو مہتر تسلیم کر لیا گیا۔ جانشینی کے لیے اس قسم کے واقعات تاریخ چترال میں بکثرت موجود ہیں اس موقع پر پیشتر کے بعض حالات کا بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے ۱۸۹۲ء میں جبکہ شیر افضل چترال سے کابل کی طرف فرار ہوا ہے تو امیر الملک بھی اپنے چچا کے ساتھ شامل ہونے کی غرض سے چترال سے چلا گیا تھا اور جنڈول میں پہنچ کر اپنے بہنوئی عمرا خاں کے پاس ٹھہر گیا تھا۔ تھوڑا عرصہ وہاں رہا پھر نظام الملک کے ساتھ خط و کتابت کر کے چترال میں واپس آ گیا۔ نظام الملک اُسے مخبوط الحواس خیال کرتا تھا مگر در اصل وہ پاگل بنا ہوا تھا اس نے اندر اندر ایک گہری سازش پھیلائی اور اپنے آپ کو بے عقل یا پاگل ظاہر کر کے نظام کو دھوکے میں رکھا کہ اُسے ایک مخبوط الحواس آدمی کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وجہ ہے

امیر الملک بھی مع عمائد کٹور کے چترال میں پہونچ گیا۔ اور دربار میں ہر دو فریق کے درمیان دو بدو بات چیت ہوئی۔ بالآخر برٹش ایجنٹ نے ان کے درمیان ایک قسم کی مصالحت کرادی اور ہر دو فریق غیرت کو واپس چلے گئے اور دونوں فریق نے اطمینان دلایا کہ اگر عمرا خاں نے قلعہ دروش سے آگے چترال کی طرف پیش قدمی کی تو وہ یکدل ہو کر سختی کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے اور دربند غیرت سے اُسے گذرنے نہیں دیں گے۔

۱۸ فروری کو خبر پہونچی کہ لفٹننٹ گرڈن چند سپاہیوں کو لے کر دربند غیرت سے نیچے کی طرف کسی قدر فاصلہ تک بغرض دریافت حالات گیا تھا۔ عمرا خاں کے آدمیوں نے اُس کے اوپر گولی چلادی اس بنا پر کپتان کیمبل کو روانہ کیا گیا کہ دربند کی کمان اختیار کرے اور واقعات سے اطلاع دیتا رہے

۷۔ عمرا خان اور شیر افضل کا قلعہ دروش پر قابض ہونا

کپتان کیمبل نے اطلاع بھیجی کہ شیر افضل قلعہ دروش میں پہونچ گیا ہے امیر الملک نے بھی یہی خبر سنائی مگر ڈاکٹر رابرٹسن نے اسے باور نہیں کیا اُسے خیال ہوا کہ یہ عمرا خاں کی بناوٹ ہے بعد میں اُس کی تصدیق ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چترال کے لوگ دیر میں شیر افضل کی پیشوائی کے لیے جا رہے ہیں۔ ۲۰ فروری کو غیرت سے یہ اطلاع پہونچی کہ شیر افضل دروش میں پہونچ گیا ہے لہذا کپتان بیرڈ کو ایک سو جوان کے ساتھ کپتان کیمبل کی کمک کے لیے غیرت میں بھیجدیا گیا

۲۲ فروری کو گورنمنٹ ہند کا حکم پہونچا کہ عمرا خاں کو آخری شرائط (الٹی میٹم) بھیج دی جائیں اور اُس کو ملک چترال سے باہر نکالنے میں اہل چترال کی ہر طرح سے امداد کی جائے چنانچہ عمرا خاں کو الٹی میٹم بھیج دیا گیا اور شیر افضل کو بھی خط لکھا گیا کہ تم اگر چترال آجاؤ تو تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا جاتا ہے تمھیں مہتر تسلیم کرنے کا اختیار سرکار ہند کے حکم کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہے مگر یہ امر تقریباً یقینی ہے کہ جب سرکار یہ دیکھے کہ کل اہل چترال اپنے اوپر تمہاری حکومت چاہتے ہیں تو انھیں کچھ اعتراض نہ ہوگا گو کہ یہ ممکن ہے کہ کچھ شرائط تمہارے اوپر عائد کی جائیں۔

۲۷ فروری کو شیر افضل کی طرف سے ایک ایلچی برٹش ایجنٹ کے پاس غیرت میں خط لیکر آیا۔ اس نے ڈاکٹر رابرٹسن سے کہا کہ شیر افضل کابل سے خفیہ طور پر امیر کے علم کے بغیر بھاگ کر چلا آیا ہے۔ چترال میں قلعہ کے سوا اُس کے رہنے کے لیئے اور کوئی موزوں مکان نہیں ہے

اس اثنا میں خبر پہونچی کہ عمرا خاں قلعہ درویش کے قریب پہونچ گیا ہے۔ اور اس کے دوسرے دن معلوم ہوا کہ عمرا خاں قلعہ درویش پر قابض ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر رابرٹسن عجلت کر کے ۲۱ جنوری کو چترال میں پہونچ گیا۔ اور دریافت ہوا کہ عمرا خاں نے ابھی قلعہ درویش پر قبضہ نہیں حاصل کیا ہے مگر محاصرہ بہت سخت کیا ہوا ہے۔

امیر الملک نے اس وقت دربند غیرت کو روک رکھا تھا جو قلعہ درویش سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر سڑک چترال پر واقع ہے برٹش ایجنٹ نے اس دربند کے استحکامات کی طرف سے اطمینان کیے جانے کا انتظام کیا اور چونکہ دریافت ہوا کہ عمائد چترال شیر افضل کے طرفدار ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں اس لیے بغرض حفاظت خود اختیاری ضروری معلوم ہوا کہ قلعہ چترال پر قبضہ کر لیا جائے لہٰذا فوج کشمیر کے میجر کو ایک سو جوان کے ساتھ بیرونی حصہ قلعہ میں تعینات کر دیا گیا بعد ازاں اور پچاس جوان قلعہ میں بھیج دیے گئے۔

عمرا خاں کا قلعہ درویش کو مسخر کرنا اور برٹش ایجنٹ کا قلعہ چترال میں پناہ لینا

اب خبر پہونچی کہ عمرا خاں نے قلعہ درویش کو تسخیر کر لیا ہے لہٰذا برٹش ایجنٹ اپنے تمام ہمراہیوں کو ساتھ لے کر قلعہ کے اندر چلا گیا۔ چترالیوں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ لیکن ڈاکٹر رابرٹسن نے اس کی کوئی پروا نہیں کی

ابتدا میں تمام ملک چترال سرحد بدخشاں سے لے کر سرحد پونیال تک چترال کی واحد حکومت میں تھا مگر بعد میں امان الملک کے بزرگوں نے اسکی تقسیم کر لی چترال سے بطرف مستوج کچھ فاصلہ تک شاہ کٹور کے حصہ میں آیا۔ اسے ملک کٹور کا نام دیا گیا۔ اور اس موقع سے سرحد پونیال تک شاہ خوشوقت کے حصہ میں آیا اسے ملک خوشوقتیہ کا نام دیا گیا۔ ملک کٹور کا دار الحکومت بدستور چترال رہا۔ اور راجگان خوشوقتیہ کا دار الحکومت پہلے مستوج مقرر ہوا تھا۔ بعد میں یاسین کو دار الحکومت بنایا گیا مہتر امان الملک نے حسبیاکہ اوپر مذکور ہوا ملک خوشوقتیہ پر قبضہ حاصل کر کے دونوں حکومتوں کو پھر ایک کر دیا۔ جب قلعہ درویش پر عمرا خاں قابض ہو گیا۔ تو عمائد خوشوقتیہ امیر الملک کے خلاف ہو گئے۔ اور اس سے علٰحدہ ہو کر غیرت کے مقام سے چترال میں برٹش ایجنٹ کے پاس چلے آئے۔ اور ظاہر کیا کہ وہ گورنمنٹ ہند کے سوا اور کسی کی حکومت کو قبول نہیں کریں گے۔ بعد ازاں

درمیان راستہ توڑ دیا ہے تاہم اُس نے یکم مارچ کو دوبارہ یہ تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر رابرٹسن اپنے تمام سپاہی اور انگریز افسروں کو لے کر مستوج کو واپس چلا جائے اور گلگت سے کمک پہونچنے کا انتظار کرے۔ ڈاکٹر رابرٹسن کو ایک چترالی دوست نے خبردار کر دیا تھا کہ ایسا ارادہ ہرگز نہ کرنا ورنہ بیطار پڑی کے اوپر پھندے میں پھنس جاؤ گے لہٰذا اس نے امیر الملک کو یہ جواب دیدیا کہ تمہاری تجویز ممکن العمل نہیں معلوم ہوتی ہے۔

۹۔ کوغ میں کپتان راس کا مارا جانا اور مستوج کا محاصرہ

۳ مارچ کو چترال میں سیاسی حالات بہت بگڑ گئے، جس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہوگی۔ مستوج اور چترال کے درمیان جو واقعات پیش آئے اُن کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔ لفٹنٹ ابرلے نے ۶۰ بکس سنائڈر ایمونیشن کے ایک قابل گورکھا صوبیدار دھرم سنگھ کی نگرانی میں مستوج سے چترال کو روانہ کیے۔ بعد ازاں ۲ مارچ کو کپتان راس مع لفٹنٹ جونس اور کپتان برادرٹن کمسریٹ افسر کے ایک سو سپاہیان پلٹن نمبر ۱۴ سکھان کو لے کر مستوج میں وارد ہوگیا اور علاقہ مستوج کی فوجی کمان اُس نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لفٹنٹ ایڈورڈس اور فولر جس وقت مستوج میں پہونچے تو انہیں کپتان راس نے کچھ سپاہیوں کے ساتھ آگے بھیج دیا کہ ایمونیشن کے قافلہ کی نگرانی کریں۔ اب ایمونیشن کے گارد کی تعداد ساٹھ جوان تک پہونچ گئی۔ انہیں حکم دیا گیا کہ سڑک کی مرمت کرتے ہوئے احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے چترال چلے جائیں اگر اُن کے اوپر حملہ ہوا تو کپتان راس خود اُن کی کمک کے لیے پہونچ جائیگا۔ اُس کا یہ حکم دراصل اُس کی موت کا وارنٹ ثابت ہوا۔ چنانچہ جب صوبیدار دھرم سنگھ کے پاس سے یہ اطلاع پہونچی کہ اس کے اوپر حملہ کا اندیشہ ہے اور دریافت ہوا کہ ایک ملکی رئیس لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے تو کپتان راس فوراً بونی کو روانہ ہوگیا ۵ مارچ کو لفٹنٹ ایڈورڈس اور فولر بھی بونی کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور کپتان برادرٹن غذر کی طرف واپس چلا گیا۔ ایڈورڈس رات کو اس مفسد رئیس کو گرفتار کرکے لے آیا۔ اور دوسرے دن کپتان راس بھی واپس آگیا۔ اور ایڈورڈس بونی کو واپس ہوگیا۔ اُس نے خبر بھیجی کہ افواہ مشہور ہے کہ ریشن میں حملہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ اگر یہ درست ثابت ہو

اس لئے ڈاکٹر رابرٹسن کو چاہیے کہ فی الفور قلعہ خالی کردے اور اپنے سب سپاہی لے کر مستوج کو واپس چلا جائے۔ ان شرائط میں وہ اس حد تک ترمیم کرنے کو تیار تھا کہ ڈاکٹر رابرٹسن سولہ سپاہی اپنے ساتھ لے کر عارضی طور پر قلعہ سے باہر ٹھہر جائے اور باقی سپاہ سب واپس چلی جائے۔ اگر یہ بنیادی شرائط قبول ہوں تو شیر افضل گورنمنٹ ہند کی دوستی کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اُسے ایک مقررہ رقم وظیفہ سالانہ ادا کی جائے اور کوئی انگریز افسر چترال میں تعینات نہ کیا جائے۔ صرف ایک ہندوستانی اخبار نویس اور پنجابی ڈاکٹر حسب دستور سابق تعینات رہیں۔ اس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ان شرائط کے قبول کئے جانے کے بغیر عمرا خان کو پیش قدمی سے باز رکھنا ناممکن ہوگا

برٹش ایجنٹ نے اس کا یہ جواب دیا کہ نہ عمرا خان کو اور نہ کسی اور کو یہ اختیار حاصل ہے کہ چترال کے اوپر کسی کو مہتر مقرر کرے اور شیر افضل کو اس مطلق العنانی کے ساتھ چترال کی حکومت ہاتھ میں لینے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ اُسے لازم ہے کہ پہلے سرکار ہند سے اجازت حاصل کرے۔

۸۔ غیرت سے فوج کی واپسی اور امیر الملک کو تابع منظوری مہتر تسلیم کیا جانا

دوسرے دن صبح سویرے دریافت ہوا کہ امیر الملک گھبرایا ہوا عیون میں پہونچ گیا ہے ڈاکٹر رابرٹسن کپتان بیرڈ کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہونچا۔ اس سے پہلے حالوں کے جمع کرنے کا حکم دے دیا جا چکا تھا لیکن امیر الملک کبھی ایک طرف مائل ہوتا تھا کبھی دوسری طرف اور اس کی امداد کے بغیر قلیوں کا بہم پہونچانا ناممکن تھا۔ لہذا ڈاکٹر رابرٹسن نے جلسہ عام میں بآواز بلند اعلان کردیا کہ تابع منظوری سرکار امیر الملک کو مہتر چترال تسلیم کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے اُس پر نعرۂ خوشی بلند کیا۔ امیر الملک کا چہرہ تھوڑی دیر کے لیے بشاش ہوگیا مگر تھوڑی ہی دیر میں سکتے اور پر گھبراہٹ طاری ہوگئی تاہم اُس خوشی میں اُس نے حالوں کی فراہمی کا حکم دیدیا اور لوگوں نے فی الفور اس کا انتظام کردیا اور اندھیرا ہونے تک کپتان کیمبل کے تمام سپاہی مع اپنے سامان کے عیون میں پہونچ گئے۔ اس وقت شیر افضل کے کچھ آدمی غیرت میں موجود تھے سپاہیوں نے جونہی کہ رشید چھوڑا شیر افضل کے آدمیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ دوسرے روز سپاہی عیون سے کوچ کرکے چترال میں پہونچ گئے اور قلعہ کے اوپر قابض ہوگئے۔

اب امیر الملک کو بخوبی معلوم ہوچکا تھا کہ شیر افضل کے آدمیوں نے چترال اور مستوج کے

دراصل میں دشمن کا جو لشکر موجود ہے اور جس نے ایڈورڈس کی پارٹی کو تباہ کیا ہے اُس کی
زد سے جس قدر جلد ممکن ہو کر باہر نکل جانا چاہیے۔ چنانچہ اندھیرا ہو جانے پر اُس نے اپنے سپاہیوں
کو دریا سے عبور کرا کے داہنے کنارے پر پہونچایا اور مستوج کی طرف روانہ ہو گیا۔ دربند میسا گول میں
پہونچا تو وہاں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ یہاں سے توقف کے بغیر فوراً آگے روانہ ہو گیا اور آدھی رات تک
مستوج میں بخیریت پہونچ گیا۔

جونس کے سکھوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ کپتان راس ۷۔ مارچ کو جب روانہ ہوا ہے تو
اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ بونی میں کچھ سپاہی تعینات کئے جائیں اور خود دیہاتی باربرداری لے کر آگے
چلا جائے تاکہ ایڈورڈس اور فولر کو واپس لے آئے۔ بونی میں اُسے دریافت ہوا کہ ایڈورڈس بہت
تکلیف میں ہے۔ اور غالباً دشمن کے نرغہ میں مبتلا ہو گیا ہے۔ لہٰذا کپتان راس بہت سے حمال ساتھ
لے کر صبح کے وقت روانہ ہوا۔ دوپہر کے وقت وہ کورغ میں پہونچا۔ گانوں بالکل خالی تھا جب نصف
میل کے قریب آگے چل کر وہ دربند کورغ میں پہونچا تو سپاہیوں نے عین راستہ کے اوپر کچھ خالی
مورچے دیکھے اور پہاڑی کے اوپر کچھ آدمی بھی انھیں نظر آئے۔ مگر راس نے ان واقعات کی طرف
کچھ توجہ نہ کی۔ اس دربند کا راستہ نہایت خطرناک ہے۔ اوپر سے اتنے پتھر برسائے جا سکتے ہیں
کہ راستہ پر کوئی جاندار بچ نہیں سکتا۔ یہ فوج پھندے میں پھنس گئی۔ چارہ کار صرف یہ تھا کہ راستہ
کے روکے جانے سے پیشتر اس خوفناک موقع سے نکل جاتے۔ مگر راس نے اس طرف خیال نہیں کیا
اور جونس کو دس سپاہیوں کے ساتھ واپس بھیجا کہ کورغ کی طرف اس دربند کے کنارے کو روک لے
جونس کے اس موقع پر پہونچنے تک تمام مورچے آدمیوں سے پُر ہو چکے تھے اور انھوں نے جونس کے
اوپر اتنے پتھر برسائے کہ اُس کے ساتھ صرف دو جوان باقی رہے۔ اُس نے راس کو خبر بھیجی اس پر اپنے
اپنے سپاہیوں کو دریا کے کنارے دو غاروں میں جمع کیا۔ اور جونس بھی وہیں پہونچ گیا۔ رات کے
وقت اُنھوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی اور مجبوراً انھیں غاروں کے اندر
واپس چلے گئے۔ دوسرے دن تمام روز یہ لوگ انھیں غاروں کے اندر پڑے رہے اور دریا کے
دوسرے کنارے سے چترالی مسلسل گولی چلاتے رہے۔ سپاہیوں نے بھی اپنی حفاظت کی غرض
سے ان غاروں کے منھ کے سامنے مورچے تیار کر لیے۔

دوسری رات کو سپاہیوں نے باہر نکلنے کی پھر کوشش کی اس دفعہ وہ پہاڑی کے اوپر

تو کپتان راس کو کمک لے کر موقع پر پہونچنا چاہیے۔ لفٹننٹ ابر اس کے خلاف تھا۔ مگر کپتان راس اپنے ایک سو سکھ لے کر روانہ ہو گیا۔ اس کی روانگی کے بعد ریشن کی لڑائی کی افواہ مستوج میں پہونچی۔ ۹ مارچ کو مزید جنگ کی خبر آئی۔ اور کپتان راس کی طرف سے یہ اطلاع پہونچی کہ غالباً ایڈورڈس ریشن میں گھر گیا ہے۔

اس کے بعد خبر پہونچی کہ کپتان راس نے اپنے چالیس جوان بسر کردگی ایک سکھ افسر کے الگ کر دیے ہیں اور شیر افضل کے آدمی کوشش کر رہے ہیں کہ دربند نیساگول پر قابض ہو جائیں ۱۲ مارچ کو مستوج میں خبر پہونچی کہ شیر افضل کے لشکر نے واقعی دربند نیساگول پر قبضہ کر لیا ہے اب کپتان ابر لے ایک سو جوان افواج کشمیر کے نیساگول کے متعلق اطمینان کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ وہاں جدید تیار کردہ استحکامات اسے نظر آئے مگر آدمی اسے کوئی نہیں ملا۔ اس نے یہ استحکامات منہدم کر دیے اور پتھروں کو دریا میں بہا دیا شام ہوئی تو وہ اپنے آدمیوں کو لے کر مستوج کو واپس چلا گیا۔

اس اثنا میں کرنیل فولا افواج ریاست کے ساٹھ جوان لے کر غذر سے مستوج میں پہنچ گیا اب ایک مہم کی تیاری کی گئی۔ مگر چونکہ حمال نہیں مل سکتے تھے ایمونیشن۔ کمل۔ اور راشن سب کچھ خود سپاہیوں کو اٹھا کر چلنا پڑا۔ اس طرح ڈیڑھ سو جوان تیار کیے گئے۔ کپتان ابر لے انھیں لیکر باہر نکلا اور موضع سنوغر میں مقیم ہوا۔

اس رات کو سنوغر میں خبر پہونچی کہ کورغ میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور ایک انگریز افسر مع چالیس سپاہیوں کے بونی میں زخمی پڑا ہوا ہے رات تک مستوج سے لیوی فوج بھی پہنچ گئی۔ ۱۷ مارچ کو ابر لے اپنے سپاہیوں کو لے کر دریا کے داہنے کنارے پر پہونچ گیا۔ سہ پہر تک ابر نے بونی میں پہونچا۔ اور دیکھا کہ جونس بری طرح زخمی ہے۔ اور چالیس جوانان سکھ اس کے ساتھ ہیں ان میں سے بھی نو جوانان سخت مجروح ہیں۔ اس نے ایک مکان کو مستحکم کرنے کا انتظام کیا اور ہر طرف سے خبر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جو حالات دریافت ہوئے ان سے نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ ایڈورڈس ایک بہت بڑے لشکر سے مغلوب ہو گیا جس نے اس کے دستہ فوج کو ختم کر دیا۔ غذر سے خبر پہونچی کہ گوپس کا راستہ بند ہو گیا ہے اور گاگت سے کمک کے پہونچنے کی امید باقی نہیں رہی ہے۔ اس لیے ابر لے نے جونس اور فولا سے ساتھ مشورہ کیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ

۲۲ مارچ سے مستوج کا محاصرہ شروع ہو گیا جسے ۱۹ اپریل کو کرنل کیلی نے توڑا۔

۱۰۔ ریشن میں ایڈورڈس اور فولر کی گرفتاری اور انکے دستہ فوج کی تباہی

جب ایڈورڈس کی پارٹی کورغ کی پڑی سے گذر رہی تھی تو ایڈورڈس کو اس کے راہبر نے خبر دی کو اُسے دریافت ہوا ہے کہ چترال میں سخت لڑائی ہوئی ہے اور ہمارے قافلہ پر بھی حملہ کی تیاری ہو رہی ہے اُس کی اطلاع اُس نے مستوج میں مابرلے کو بھیج دی تھی بعد ازاں اس نے فولر کے ساتھ مشورہ کر کے اپنے قافلہ کو اندھیرا ہونے تک ریشن میں صحیح و سلامت پہونچا دیا۔ یہاں پہونچ کر اُسے دریافت ہوا کہ چترالی بھی برٹش ایجنٹ کے خلاف حملہ میں شامل ہیں۔ اس لیے انھوں نے لب دریا ایک محفوظ مقام کو تلاش کر کے منزل کا انتظام کیا اور ریدبانی پہرہ لگا کر بآرام سو رہے۔

دوسرے دن ان کا ارادہ روانگی کا نہ تھا لیکن اس کا اظہار انھوں نے نہیں کیا اور ڈیڑھ سو حال ان کے کیمپ میں جمع ہو گئے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ قافلہ اُس روز اسی جگہ توقف کریگا تو معززین نے ناخوشی ظاہر کی مگر ایڈورڈس نے کیمپ ایسے موقع پر قائم کیا تھا جہاں سے پل کی حفاظت باسانی ہو سکتی تھی۔ اُس نے دھرم سنگھ کو مع تیس سپاہیوں کے ایمونیشن کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا۔ اور خود مع فولر اور باقی سپاہیوں کے سڑک کی مرمت کے لیے روانہ ہو گیا ریشن کے قریب راستہ ایک دشوار گذار پڑی سے گذرتا ہے جس میں جابجا لکڑی کی سیڑھیاں لگی ہیں اور اس وجہ سے یہ راستہ جانوروں اور حمالوں کے لئے قابل گذر نہیں ہے۔ فولر اپنا گھوڑا لے کر بالائی راستہ سے بمشکل تمام اس پل صراط کو عبور کر کے دوسری طرف پہونچا اور یہ دیکھنے لگا کہ آیا پایاب کا امکان ہے اور کوئی مسلح آدمی تو اس طرف نہیں ہے اُسے صرف ایک غیر مسلح آدمی نظر پڑا۔ وہ پایاب کی تلاش چھوڑ کر آگے بڑھا اور دوسری پڑی پر پہونچا جو دریا کے دوسرے کنارے سے گولی کی زد میں تھی۔ ایڈورڈس نے فولر کو پڑی کے اوپر بھیج دیا اور دونوں دوربین سے دیکھ رہے تھے کہ انھیں ایک آدمی بندوق لیے ہوئے نظر پڑا۔ فولر اپنے آٹھ سپاہیوں کے ساتھ پہاڑ نے اوپر بڑی محنت سے چڑھتا رہا۔ حتی کہ وہ دریا کے دوسرے کنارہ کی پہاڑی کی بلندی سے اوپر نکل گیا۔ یہاں سے اُس نے دیکھا کہ کچھ چھپنے ہوئے ہیں

چڑھ گئے اور قریب قریب اس خطرناک حصۂ سڑک کے پار پہونچ گئے تھے صرف ایک چھوٹی
پٹری عبور کرنی باقی رہتی تھی جب کہ ایک سپاہی زخمی ہو کر گرا۔ لہٰذا سپاہی شکستہ دل ہو کر اپنے
غاروں میں واپس چلے گئے۔ اور ایک مصیبت کی رات بحالت فاقہ پھر اس قید خانہ میں بسر کی
اب راس نے فیصلہ کیا کہ اُسے بہر حال اس پھندے سے نکلنا چاہیے۔ لہٰذا رات کو دو بجے کے
قریب غار سے نکل کر باہر کی طرف تمام پارٹی نے دوڑنا شروع کیا۔ اور دشمن نے تفنگ باری شروع
کر دی۔ بہت مارے گئے۔ راس نے بہت بہادری دکھلائی۔ دشمن کے ایک مورچہ پر اُس نے
تن تنہا حملہ کر دیا اور دو تین آدمیوں کو اپنے ریوالور سے ہلاک کیا۔ اس وقت اُسے ایک پتھر لگا
جس کے صدمہ سے وہ تقریباً بیہوش ہو گیا۔ اس حالت میں اُسے گولی لگی جس نے اُسے سرد
کر دیا۔ جونس سترہ سپاہیوں کو لے کر کورغ کی طرف میدان کے اندر نکلنے میں کامیاب ہوا۔
اُس جگہ چترالیوں نے اُس کے اوپر تلوار سے حملہ کیا مگر سکھوں کی گولی اور سنگین نے اُن کا جلد خاتمہ
کر دیا۔ دوسرے گروہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ انھیں بھی سکھوں نے تمام کر دیا۔ لیکن ان کے بھی کچھ آدمی
مارے گئے اور صرف چودہ باقی بچے۔ جن میں دس نفر مع جونس کے سخت زخمی تھے۔ یہ بہزار خرابی
صبح کے چھ بجے رینگتے ہوئے بونی میں پہونچے اور راس نے جب پارٹی کو یہاں چھوڑا تھا اُسکے
ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ بقیہ اُن ساٹھ جوانوں کا تھا جو ابتداً کورلغ کی پٹری میں داخل ہوئے تھے
اب جونس نے واپسی کا انتظام کیا۔ مگر بیس اور تیس کے درمیان سکھ سپاہی چلنے کے قابل
نہ تھے وہ اپنی پہلی پناہ گاہ میں واپس چلے گئے۔ یہاں انھیں دشمن نے گھیر لیا۔ اور ان کے چاروں
طرف مورچے تیار کر لیے۔ انھوں نے سات آٹھ روز کھانے پینے کے بغیر غالباً محض افیون کے
زور پہ بسر کیے پھر محمد عیسیٰ اور یادگار بیگ مع اپنے بھتیجے کے رشتن سے پہونچ گئے۔ جہاں انھوں نے
ایڈورڈس اور فولر کو فریب سے پکڑ لیا تھا۔ اور اُن کے حفاظتی دستۂ فوج کو بے رحمی کے ساتھ
کاٹ دیا تھا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ اگر سکھان اپنے آپ کو حوالہ کر دیں تو وہ اُنھیں قتل نہیں کرینگے
سکھوں نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور وہ باہستگی اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلے۔ جو سپاہی چلنے کے
قابل نہ تھے انھیں ان لوگوں نے فوراً ہلاک کر دیا۔ مابقی اشخاص کو آبادی کلاک کے ایک مکان
میں بند کر دیا۔ دوسرے دن ایک ایک کر کے انھیں نکالا اور تلوار سے کاٹ دیا۔ صرف ایک
آدمی اتفاق سے بچ گیا۔

پٹھانوں نے زور لگایا مگر انھیں چنداں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایڈورڈس کی پارٹی سے چار مقتول اور چھ مجروح ہوئے۔ اب ساٹھ میں سے صرف چونتیس سپاہی باقی رہ گئے۔ دشمن کے نقصان کا پورا اندازہ نہیں ہو سکا۔ مگر تخمیناً بہت زیادہ تھا۔

۱۱۔ اپریل کو بھوک اور پیاس دونوں کی تکلیف پیدا ہوئی۔ کھانا پکانے کے لیے پانی باقی نہ رہا تھا۔ کنواں کھودنے کی کوشش کی گئی مگر بارہ فٹ نیچے جا کر خالص چٹان نکل آئی۔ رات کو پانی لانے کے لیے بارہ آدمیوں کے ساتھ پھر حملہ کیا گیا اور فولر پانی لے کر انھیں صحیح و سلامت واپس لے آیا

اب اس پھندے سے نکلنے کی کوئی امید نہیں رہی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان ناممکن حالات کو لڑ کر ختم کیا جائے۔ مگر اس سے پیشتر دشمن نے میدان چوگان بازی میں مصالحت کا جھنڈا بلند کر دیا اور ایک پٹھان "گولی بند کرو" پکارتا ہوا استحکامات فوج کشمیر کی حد پہ کھڑا ہو گیا۔ ایڈورڈس نے جنگال سفرمینا کے جمعدار کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے واپس آکر بتلایا کہ شیر افضل کا دودھ بھائی محمد عیسیٰ ایک لشکر لے کر ابھی چترال سے پہونچا ہے وہ چاہتا ہے کہ لڑائی کو ختم کیا جائے عمرخاں اور ڈاکٹر رابرٹسن اب دوست ہو گئے ہیں۔ محمد عیسیٰ انگریز افسروں سے بذات خاص بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس اثنا میں میدان چوگان بازی میں آ گیا تھا۔ ایڈورڈس نے فیصلہ کیا کہ محمد عیسیٰ سے اگر یہاں ملاقات کر لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر وہ فولر کے تفنگچیوں کی پناہ میں ہوگا۔

ایڈورڈس تھوڑی دیر کے بعد اپنے قلعہ میں واپس آیا اور فولر کو بتلایا کہ محمد عیسیٰ نے تو مجھ سے یہ کہا کہ عمرا خاں اور ڈاکٹر رابرٹسن کے درمیان مصالحت کی گفتگو ہو رہی ہے جنرل عمرخاں کو حوالہ کر دیا جائیگا اور جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا۔ بہتر ہے کہ ہم دونوں اپنے سپاہیوں کو لے کر مستوج میں واپس چلے جائیں۔ وہ ہمیں عزت کے ساتھ اور صحیح وسلامت مستوج میں پہونچا دینے کا ذمہ دار ہے ایڈورڈس نے کہا کہ میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ برٹش ایجنٹ کے حکم کے بغیر میں سفر واپسی اختیار نہیں کر سکتا بہتر ہے کہ مصالحت جاری رکھی جائے اور چترال میں خط بھیجا جائے اس کا جواب آنے تک لڑائی بند رہے۔ سپاہیوں کی رسد کا انتظام کر دیا جائے اور پانی بھرنے کی انھیں رکاوٹ نہ دی جائے۔ محمد عیسیٰ نے اس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ برٹش ایجنٹ کے نام خطوط لکھ کر روانہ کر دیے

اور ان کے نیچے پاربیش کا گانوں ہے اب وہ اس مقام پر پہونچا جہاں اُسنے تفنگچی کو دیکھا تھا۔ یہ اس جگہ کے قریب پہونچا تھا کہ ایک بندوق سرہوئی۔ اُس کے ساتھ ہی دو تین سو مسلح آدمی پاربیش کے گانوں سے نکل کر پٹری کے اوپر قطار باندھکر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے گولی چلانی شروع کردی۔ فولر نے بھی اُس کا جواب دیا اور اپنے آدمیوں کو پہاڑی کی پناہ میں لے آیا۔ ایک جمعدار مارا گیا فولر نے اُس کی بندوق اٹھالی اور دشمن پر خوب گولی برسائی۔ لیکن خود فولر کی پشت پہ گولی لگی اب دشمن نے اپنی قطار کا رخ تبدیل کیا اور ان کے نشانہ کی سمت سے یہ پایا گیا کہ ایڈورڈس کو دشمن کی طرف سے پسپا ہونے پر مجبور کر رہے ہیں۔

فولر نے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ ان کے اوپر گولی برستی رہی مگر یہ ایک معجزہ تھا کہ یہ لوگ اس آتشی طوفان سے بچ کر نکل گئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایڈورڈس اپنے سابقہ موقعہ سے چند سو گز کے فاصلہ پر نکل گیا ہے اب دریا کے دونوں کناروں سے ان کے اوپر گولی برس رہی تھی۔ ہر دو افسر اور سپاہی یہاں سے تیز قدم روانہ ہوئے اور بہزار خرابی پٹری کے اوپر پہونچے۔ دوسری طرف پٹھان بھی پٹری کے اوپر قبضہ کرنے کے لیے گھوڑ دوڑ کر رہے تھے مگر ایڈورڈس اور فولر کی پارٹی جیسے تیسے اپنے مورچہ کے اندر پہونچ گئی صرف ایک اور سپاہی راستہ میں مارا گیا۔ اب مورچہ کے اندر آدمی گنجایش سے زیادہ جمع ہو گئے اور دونوں طرف سے ان کے اوپر گولی کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ انھوں نے ایک دیوار پر قبضہ کر کے اُسے مورچہ میں تبدیل کیا اور کچھ فاصلہ پر چند مکانات تھے انپر بھی قبضہ کر لیا اور اُن کے اندر جو آدمی تھے انھیں نکال دیا۔ اور گولی کی بوچھاڑ کے اندر ان مکانات کو استحکام دینے کا انتظام شروع کر دیا۔ اور انھیں قلعہ کی صورت میں بدل دیا۔

اس قلعہ کی چھت کے اوپر جو استحکامات بنائے گئے تھے اُن کی حفاظت دو پارٹیوں کے ذریعے کی جاتی تھی۔ ایڈورڈس نے فوج کشمیر کو اپنی کمان میں اس کے ایک حصہ میں تعینات کیا تھا اور فولر اپنے سفر مینا کے ذریعے دوسرے حصہ کی حفاظت کرتا تھا۔ جب روشنی ہو گئی تو ایڈورڈس نے گولی چلانے کا حکم دیا۔ اب دشمن کے ڈھول بجنے لگے اور ایڈورڈس کے قلعہ پر چاروں طرف سے گولی کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ میدان چوگان بازی اور باغ کی دیوار اور مکانات ملحقہ کی طرف سے سخت حملہ ہوا۔ مکانات کے قریب چنار کا ایک درخت تھا اس طرف سے حملہ زیادہ زور کے ساتھ ہوا مگر ایڈورڈس کی تفنگ زنی نے اس کا خوب مقابلہ کیا۔ باغ کی دیوار کی طرف سے

دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے کیونکہ انھیں دوبارہ ملاقات کی کوئی اُمید نہ تھی۔ فولر کو چترالی اور پٹھان گارد کے ساتھ چترال کی طرف روانہ کیا گیا۔ اُس کے بعد ایڈورڈس کو میدان چوگان بازی میں پہونچایا گیا۔ اُس نے خیال کیا کہ یہاں اُس کا خاتمہ کیا جائیگا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے روز کی طرح چوگان بازی کا تماشہ اُسے دکھلایا گیا۔

فولر پارپیش میں پہونچا تو چترالی اور پٹھان گارد کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ چترالی چاہتے تھے کہ فولر کو شیر افضل کا یرغمال بنایا جائے اور پٹھانوں کی یہ خواہش تھی کہ عمرا خان کا یرغمال بنایا جائے اس کا اس طرح فیصلہ ہوا کہ رات کو پارپیش میں ٹھہر جاؤ۔ ۷ مارچ کو آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ ایڈورڈس بھی اسی طرف آرہا ہے۔ غالباً محمد عیسیٰ نے اپنا خیال بدل دیا۔ اور دونوں قیدیوں کو چترال کی طرف روانہ کردیا۔ رات کو ایک گانوں میں منزل کی گئی۔ کھانے کے بعد پٹھانوں کی ایک کمپنی پہونچی۔ اس نے ان دونوں قیدیوں کو اپنی سپردگی میں لے لیا۔ اور ایک ادنی مکان میں ان کو بند کیا ۸ مارچ کو دریا عبور کرکے کوغزی کے گانوں میں پہونچے۔ یہاں پٹھانوں کی ایک اور کمپنی ملی۔ اس کے کمان افسر نے اصرار کیا کہ ایڈورڈس کو مستوج لیجانا چاہیے۔ مگر ہر دو افسران نے ایک دوسرے سے علیحدہ کئے جانے سے عذر کیا اور فیصلہ یہ ہوا کہ رات کو اسی جگہ منزل کی جائے۔ اور چترال سے حکم کے پہونچنے کا انتظار کیا جائے۔ ۹ مارچ کو یہ حکم پہونچا کہ دونوں قیدیوں کو چترال میں شیر افضل کے پاس پہونچایا جائے چنانچہ یہ دستہ فوج قلعہ چترال کے قریب سے گذر کر شیر افضل کے پاس مع ہر دو افسران انگریز کے پہونچ گیا اس کے بعد سے ان کے ساتھ اچھا سلوک ہونے لگا۔ عمرا خاں کے نائب نے اور شیر افضل نے اجازت دی کہ ہر دو افسر اپنے بارہ سپاہیوں سے جو قید میں تھے ملاقات کرسکتے ہیں۔ اور ان میں سے دو آدمی اُن کا کھانا پکانے کے لیے انھوں نے اُنکے ساتھ تعینات کردیے۔ ۲۰ مارچ کو انھیں قلعہ دروش کی طرف عمرا خاں کے پاس روانہ کردیا گیا۔ جب وہ قلعہ منڈیا میں پہونچے تو عمرا خاں ایک چھوٹے کمرہ میں انھیں ملا۔ یہاں سے ایک انگریزی دفتر میں انھیں پہونچایا گیا جہاں ایک پشاوری عہدہ دار انھیں ملا جسے میجر ڈین نے بھیجا تھا وہ ایڈورڈس کو بھیس بدلکر اپنے ساتھ جنرل سر رابرٹ لو کے کیمپ میں لے گیا۔ عمرا خاں نے ایڈورڈس کی تلوار بھی اسے واپس دیدی۔

گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد کوہل سے پانی لانے کے لیے جو آدمی بھیجے گئے تھے انھوں نے
واپس آکر بتلایا کہ گانوں کی کوہل ٹوٹی ہوئی ہے اور تمام گانوں مسلح پٹھانوں اور چترالیوں سے
بھرا ہوا ہے۔ شام کے قریب تھوڑی رسد اور ایک بھیڑ محمد عیسیٰ نے بھیج دیا اور اپنے اقرار پر
قائم رہا۔ ۱۴ مارچ کو بارش ہوتی رہی۔ اور پانی اور خوراک کی افراط ہو گئی۔

۱۵ مارچ کو برف باری ہوئی۔ مگر برف جلد اٹھ گئی۔ شام کے وقت محمد عیسیٰ نے ایڈورڈس
اور فولر کو اس مصالحت کی خوشی میں چوگان بازی کے لیے مدعو کیا۔ انھوں نے عذر کیا کہ ہمارے
پاس اپنا گھوڑا نہیں ہے اور ہم تھکے ہوئے ہیں اس لیے چوگان بازی میں شریک نہیں ہو سکتے
تم خود شوق سے کھیلو۔ مگر محمد عیسیٰ نے اصرار کیا کہ اگر تم کھیلنا نہیں چاہتے تاہم دیکھنے کے لیے ضرور
آؤ۔ اس پر یہ راضی ہو گئے۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ ان کی طرف اور کسی آدمی کو ٹھہرنے کی اجازت
نہ ہو۔ ایڈورڈس اور فولر نے اپنے سپاہیوں کو اپنی اپنی جگہ پر بٹھلا دیا اور خود میدان چوگان بازی
میں چلے گئے۔ تھوڑی سی دیر بعد تماشہ بین آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے یہ دیکھ کر فولر
گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ اور ایڈورڈس سے کہا کہ یہاں سے بھاگنا چاہیے اُس وقت محمد عیسیٰ نے
فرطی کے ساتھ دونوں انگریزوں کی گردن میں ہاتھ ڈال کر انھیں قابو کر لیا۔ اور تماشہ بینوں
میں سے ایک درجن کے قریب آدمی آ گئے۔ اُنھوں نے ان دونوں کو کھینچ کر دیوار کے پار
پہونچا دیا۔ وہاں اُن کے ہاتھ پانوں مضبوط باندھ دیے گئے جس وقت انھیں پکڑا گیا ہے
قلعہ سے ایک باڑھ سر ہوئی۔ اور ہر طرف سے قلعہ کے اوپر حملہ ہو گیا۔ بڑی دیر تک گولی چلتی
رہی۔ دھرم سنگھ نے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا مگر بالآخر مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا
ان میں سے صرف ایک درجن سپاہی بچے۔ نو مسلمان اور تین ہندو۔ جنھیں قید کر لیا گیا۔
اس دوران میں ایڈورڈس اور فولر بندھے پڑے رہے یہ اس خیال میں تھے کہ ان کی
موت کا وقت قریب آ رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں قیدیوں کو محمد عیسیٰ کی منزل میں پہونچایا
گیا۔ جہاں سب لوٹ جمع تھی اور فہرست تیار ہو رہی تھی۔ رات کو انھیں کھانا کھلا کر ایک تاریک
کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اور گارد ان کے اوپر تعینات کر دی گئی۔ صبح کے وقت انھیں محمد عیسیٰ کے
سامنے پیش کیا گیا اُس نے حکم دیا کہ فولر چترال جائے اور ایڈورڈس مستوج کو روانہ ہو۔ انھوں نے
عذر کیا کہ انھیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیا جائے مگر اُس پر کوئی توجہ نہیں ہوئی بالآخر

ہوئے تھے وہ اور کشمیر کی پلٹن نمبر ۴ کے ایک سو بیس جوان اور کشمیر کی پلٹن نمبر ۶ کے ایک سو پندرہ جوان زیر کمان لفٹننٹ ابرلے بامداد کرنیل فولاکر رہے تھے۔ علاوہ ازیں مستوج میں لیویان پونیال کے پچاس جوان بھی تھے اور لفٹننٹ جونس مجروح اور کپتان برادرٹن بھی قلعہ میں موجود تھے۔ قلعہ مستوج توڑیدار بندوق کے حملہ کے لیے کافی مضبوط تھا اور ابرلے نے بمشورہ لفٹننٹ جونس و کپتان برادرٹن مدافعت کے انتظام کو خوب درست کر رکھا تھا۔

لفٹننٹ گف کے زیر کمان غذر میں کشمیر پلٹن کے ساٹھ باقاعدہ سپاہی اور ہونزہ ونگر کی ایک کشادہ لیویاں تھیں۔ ان لیویان نے بڑی خدمات انجام دیں افواہ مشہور تھی کہ داریل و تانگیر کی اقوام حملہ کر کے گوپس کا راستہ بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ مگر لفٹننٹ گف نے اسکی کوئی پروا نہ کی۔

۳۱ مارچ تک کرنل کیلی کی تمام مہم غذر میں جمع ہو گئی جس کی تفصیل یہ ہے:۔

پلٹن نمبر ۳۲ پالونیر ۴۰۰ جوان

خچر باٹری ریاست کشمیر۔ دو توپ سات پونڈ والی۔

سفر مینا ریاست کشمیر ۴۰ جوان

گوپس سے غذر تک راستہ نسبتاً اچھا تھا اور یہ فوج غذر میں بخیریت پہونچ گئی یکم اپریل کو یہ مہم غذر سے روانہ ہوئی یہاں برف بہت تھی۔ جس قدر آگے بڑھے مشکلات بڑھتی گئیں یہاں تک کہ تیرو پہونچنے پر ثابت ہو گیا کہ اس برف میں خچروں کا چلنا ناممکن ہے لہذا واپسی کا حکم دیا گیا۔ اب برف باری شروع ہو گئی۔ اس کے بند ہونے اور حالوں کے انتظار میں توقف کرنا پڑا۔

کپتان بورڈیل اپنے دو سو سپاہیوں کے ساتھ تیرو میں ٹھہر گیا۔ کہ جس وقت موقع ملا آگے نکل جائیگا اور درہ شاندور سے گذر کر لسپور پر قبضہ کرلے گا۔ اولڈھم کے سفر مینا اور ہونزہ ونگر کی لیویان بھی اس کے ساتھ کر دی گئیں۔ اور کرنیل کیلی باقی فوج اور افسران کے ساتھ غذر کو واپس روانہ ہو گیا۔ کپتان بورڈیل اپنے آدمیوں کے ساتھ بخیریت لسپور پہونچ گیا اور ایک مکان میں ٹھہر گیا۔

غذر میں واپس پہونچ کر ایک مجلس شوری منعقد کی گئی کہ سات پونڈ والی توپوں کو کس طرح سے درہ شاندور کے پار گذارا جاوے کسی نے صلاح دی کہ بلا پہیے کی پھسلنے والی گاڑی پر چلایا جائے کسی نے رائے دی کہ سڑک کو برف سے صاف کر دیا جاوے اور خچروں کو چلایا جاوے مگر

فولر کو اس کے بعد چار روز تک پوشیدہ رکھا گیا۔ ۱۵۔ اپریل کو میجر ڈین نے اطلاع دی کہ عمرا خاں کے ساتھ فولر کے متعلق جو سفارت ہو رہی تھی اس میں ناکامی ہوئی۔ اب تمام انحصار عمرا خاں کی نیک نیتی پر تھا جس میں وہ پورا اُترا۔ ۱۶۔ اپریل کو اس نے فولر کو ایک پٹھان کے بھیس میں روانہ کر دیا۔ اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ اس کو رخصت کیا۔ فولر نے بھی وعدہ کیا کہ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے تمہاری امداد کے لیے کوشش کروں گا۔ جب یہ پارٹی سرکاری فوج کے کیمپ کے نزدیک پہونچی تو عمرا خاں کا گارد فولر سے رخصت ہو گیا اور فولر انگریزی فوج کے درمیان پہونچ گیا۔

۱۱۔ گلگت کی طرف کرنل کیلی کی کمکی مہم چترال

۲۲ مارچ کو سرکار ہند کی طرف سے کرنیل کیلی کے نام یہ حکم صادر ہوا کہ ضلع گلگت کی فوجی کمان اختیار کرے اور پشاور کے راستہ سے جو فوج چترال کی کمک کے لیے بھیجی گئی ہے اُس کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر گلگت کی طرف سے کمک پہونچانے کا انتظام کرے کرنیل کیلی کی رجمنٹ نمبر ۳۲ پایونیر سڑک بونجی وچیلاس پر کام کر رہی تھی اس کے چار سو سپاہی گلگت میں جمع تھے انمیں سے دو سو جوان ۲۳ مارچ کو کپتان بوراڈیل کی سرکردگی میں گوپس کو روانہ کر دیے گئے۔ مابقی سپاہیان بانتظار دو توپوں کے جو ڈوبل سے طلب کی گئی تھیں گلگت میں ٹھہرے۔ اور بعد میں ان سات پونڈ والی توپوں کے گارد کے طور پر روانہ ہوئے ۲۷ مارچ کو کپتان بوراڈیل جس نے پلٹن پایونیر کی کمان اختیار کی۔ اور کرنیل کیلی کو جرنیلی کمان کے لیے سبکدوش کر دیا۔ کرنیل کیلی اور اس کے اسٹاف افسروں کے ساتھ گوپس سے روانہ ہوا۔ اور خچر باتری اور دو کمپنی پایونیر کی زیر کمان لفٹنٹ پیٹرسن دوسرے دن روانہ ہوئیں لفٹنٹ سٹورارٹ نے توپ خانہ کی کمان اختیار کی۔ اور قلعہ گوپس کی کمان کپتان ڈی ومیس نے اختیار کی۔

اس وقت گوپس اور چترال کے درمیان جو فوج تھی وہ یا تو مستوج میں محصور تھی یا غذر میں تھی جہاں لفٹنٹ گف کمان افسر تھا اور لفٹنٹ اولڈہم چالیس جوان سفر مینا کے ساتھ گوپس سے غذر کو جا رہا تھا۔ اُسے حکم دیا گیا کہ کرنیل کیلی کے پہونچنے تک وہ جس جگہ ہے وہیں ٹھہرا رہے مستوج کی مدافعت کپتان راس نے ایک سو بیس سکھوں میں سے جو چالیس جوان بچے

ایک مورچہ ٹوٹ گیا۔ اس کے آدمی بھاگے تفنگچیوں نے انھیں نشانہ بنایا۔ دشمن کی تفنگ زنی سست ہو گئی اس پر فوج پیادہ اور توپ خانہ نے پیش قدمی کی اور دوسرے مورچے پر حملہ کیا اس سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس وقت لیویان ہونزہ و نگر بھی اوپر کی طرف نمودار ہو گئیں۔ لڑائی ختم ہو گئی۔ بھاگتے ہوئے دشمن کا دو میل تک تعاقب کیا گیا۔ اس سے زیادہ اس کا پیچھا کرنا بیکار معلوم ہوا۔ کیونکہ خیال یہ تھا کہ ماہرے قلعہ سے باہر نکل کر انھیں روکیگا۔ گر اُسے توپ کی کی آواز سنائی نہیں دی۔ جس وجہ سے وہ تیار نہیں ہو سکا۔ اور دشمن اس جگہ سے بلا مزاحمت گذر گیا۔ اس چھوٹی سی لڑائی میں کیلی کے چار آدمی زخمی ہوئے جن میں سے صرف ایک کا زخم شدید تھا اور دشمن کے لشکر میں سے صرف پانچ چھ لاشیں پڑی ہوئی ملیں اس سے زیادہ اُسکا نقصان تحقیق نہیں ہو سکا۔ اب کیلی نے اپنی فوج کو جمع کیا۔ اور کوچ کر کے مستوج پہونچ گیا۔

مستوج میں تین روز توقف کیا گیا۔ بعد ازاں پیش قدمی کا حکم ہوا۔ ۱۰ اپریل کو لفٹنٹ پیٹرسن اور بیتھونی مابقی فوج پاپونیر کولے کر پہونچ گئے یہ اپنے ساتھ امیونیشن اور توپ خانہ کا سامان جو پیچھے رہ گیا تھا لیتے آئے۔ گھوڑوں کی آزمایش کی گئی کہ توپ اٹھا کر چل سکتے ہیں ایسں بہت ناکامی رہی مگر چارہ کچھ نہ تھا۔ ۱۳ اپریل کو انھیں گھوڑوں کے اوپر توپ خانہ روانہ کیا گیا افواہ یہ تھی کہ محمد عیسیٰ نیساگول میں موجود ہے اور بہت بڑا لشکر اس نے وہاں جمع کر رکھا ہے اور اُس کا دعویٰ ہے کہ اس دربند کو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی۔ لہذا اس کے استحکامات کی تحقیق کر کے نقشہ تیار کیا گیا۔ اور کرنیل کیلی نے حملہ کی تدابیر افسران ماتحت کو سمجھا دیں اور اُس مہم نے دربند نیساگول پر دھاوا کر دیا۔

جنگ نیساگول

مستوج سے نیچے پانچ میل تک دو راستے ہیں۔ ایک دریائے چترال کے داہنے کنارے پر سنگلاخ کے اندر سے گذرتا ہے۔ اور دوسرا شکم دریا میں سے گول پتھروں کے اوپر سے جاتا ہے جو صرف سردی کے موسم میں استعمال ہو سکتا ہے اور بالآخر دریا کو عبور کر کے داہنے کنارے والے راستہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اس کے آگے ایک وسیع میدان ہے۔ ایک موقع پر اس میدان میں پہاڑ سے لے کر شکم دریا تک ایک بہت عمیق اور عریض خنگاف صدہا سال کے متواتر برفانی پانی کے بہتے رہنے سے تیار ہو گیا ہے دونوں کنارے اس خنگاف کے عمودی ہیں اور گہرائی اس کی سیکڑوں فٹ ہے۔ اس کے دونوں

کا برف سے صاف کرنا بڑا لمبا کام تھا مگر پھسلنے والی گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی بالآخر لمبی بلیوں میں توپوں کو لٹکایا اور سپاہیوں نے ڈولی کی طرح اٹھا کر چلایا۔ مگر اس میں بھی بڑی مشکلات پیش آئیں اور تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد رات ہوگئی لہذا اس سامان کو برف میں چھوڑ کر لنگر میں منزل کی گئی۔ دوسرے دن پھر کوشش کی گئی۔ اور سپاہیوں نے بڑی ہمت کے ساتھ دونوں توپوں کو لسپور میں پہونچا دیا۔

چترالیوں کا خیال تھا کہ برف باری کے زمانہ میں سپاہیوں کا شاندور سے گذرنا مشکل ہے اور توپوں کا عبور ہونا تو وہ بالکل ناممکن سمجھتے تھے۔ مگر جب تمام مہم کامیابی کے ساتھ لسپور میں پہونچ گئی تو چترالیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔

خچروں کو تیرو میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان کے بجائے لسپور میں گھوڑوں کا انتظام کیا گیا۔ ۸۔ اپریل کو ورا ڈیل نے کچھ سپاہیوں کو ساتھ لے کر تحقیقات شروع کی کہ آیا مستوج کے ساتھ آمد و رفت جاری کرنے کا امکان ہے۔ وہ ایک سو بیس جوان پاؤنیر ہور ہمرد اتو اپ کو لے کر گشت تک چلا گیا یہاں اس نے دیکھا کہ اس آبادی سے دو میل نیچے کی طرف اس موقع پر جسے چکلوٹ کہتے ہیں۔ دشمن نے استحکامات درست کرکے مضبوطی کے ساتھ راستہ کو روک رکھا ہے۔ یہ حالات معلوم کرکے واپس لسپور کو چلا آیا۔ دوسرے دن کرنیل کیلی بھی پہونچ گیا۔

جنگ چکلوٹ ۸۔ اپریل کو تمام فوج نے گشت میں منزل کی۔ دشمن نے چکلوٹ کو مستحکم طور پر روک رکھا تھا۔ ۹۔ اپریل کو حملہ کی تیاری کی گئی۔ ہوترہ و نگر کی لیویان کو زیر نگرانی اسٹاف افسر دریا کے بائیں طرف پہاڑی کے اوپر بھیجا گیا۔ اور لیویان پونیال کو دریا کے داہنے کنارے پر پہاڑی کے اوپر روانہ کیا گیا کہ دشمن کے مورچہ کے اوپر پہونچ کر ان کے استحکامات کو الٹ دیں۔ ان کی روانگی سے تین گھنٹہ بعد کرنیل کیلی گشت سے باہر نکلا۔ اور توپوں کو اپنے موقع پر پہونچا دیا گیا کاب ایڈوانس گارڈ کو لے کر آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے اولدھم اپنے سفر مینا لے کر روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے بورا ڈیل قلب فوج لے کر روانہ ہوا۔ توپیں بھی اس کے ساتھ روانہ کر دی گئیں۔ دشمن نے گولی چلانا شروع کر دی۔ کاب نے قطار سیدھی کر کے باڑھ مارنی شروع کر دی۔ بورا ڈیل نے توپوں کو آگے کر دیا۔ اور کچھ پاؤنیر بھی ان کے ساتھ کر دیئے۔ کشمیر سفر مینا بائیں کنارے پر تعینات کر دیئے گئے۔ اب توپ چلنی شروع ہوگئی۔ اور

نکال کر پہاڑی کی سلامی پر پہونچا دیا اب دشمن کی تفنگ زنی ہر طرف سے سست ہوگئی
اور توپوں کو اٹھا کر باقی مورچوں کی طرف لیجانے کی کوشش کی گئی۔ اس وقت تمام مورچوں
سے متحدہ حملہ کیا گیا۔ مگر توپیں مورچوں سے ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر پہونچ گئیں۔ اور گولہ باری شروع
ہوگئی۔ اُس کے ذریعے باقی مورچوں کو بھی یکے بعد دیگرے خالی کر دیا گیا۔ گو کہ اس کوشش میں
عملہ توپ خانہ میں سے نصف کے قریب مقتول و مجروح ہوئے۔ اب توپوں کا کام ختم ہوگیا۔ اور سٹورٹ
نے نالہ کے اندر راستہ کی تلاش شروع کر دی۔ اولڈھم اور مینن نے بھی یہی کام شروع کر دیا۔ اولڈھم
کو ایک موقع ایسا مل گیا جہاں سے سیڑھی اور رسی کی مدد سے راستہ بنانے کا امکان تھا وہ اپنے
سفر مینا کو لے کر اس کام پر لگ گیا اُسے پہلے پچاس فٹ تک اترائی نسبتاً آسان ملی کہ ایک آدمی باحتیاط
ہاتھ سے رسہ کو پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے گینتی چلا سکتا تھا۔ مگر اس کے آگے عمودی دیوار تھی۔ اس کے
اندر صرف سیڑھی کے ذریعے کام کرنے کا امکان تھا۔ چند آدمی گولی سے ہلاک ہوئے مگر اولڈھم نے
حکمت علی کے ساتھ کام جاری رکھا۔ اور اپنے ہاتھ سے سیڑھی لگا کر نیچے اُتر گیا۔ اُس کے پیچھے تقریباً
ایک درجن بہادر سفر مینا بھی اتر گئے۔ اور ہمت کرکے اُنھوں نے اس حصہ میں قدمچے تیار کر دیے
بعد ازاں ان جانباز سپاہیوں نے نالہ کے دوسری طرف چڑھائی میں راستہ کی تلاش کی مگر اس
طرف انھیں اتفاقیہ ایک پہاڑی راستہ مل گیا۔ اس راستہ سے وہ دشمن کی طرف نالہ کے اوپر چڑھ گئے
اب جن مورچوں میں دشمن باقی تھے انھوں نے بھی وہاں سے بھاگنا شروع کیا اور سفر مینا نے ان پے
اوپر چاندماری شروع کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے صرف ایک آدمی جان سلامت لے گیا
اب لیوی بھی اس طرف پہونچ گئیں اور خالی شدہ مورچوں پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ یہ دیکھکر
دشمن کے داہنے طرف کے مورچوں میں سے بھی آدمی بھاگنے لگے۔ دم بھر کے لیے وہ کھڑے ہوئے
مگر انھیں مقابلہ کی زیادہ تاب نہ ہوئی۔ اور پھر بھاگنے لگے۔ اب اولڈھم۔ مینن۔ اور رابرٹ نے
دو اردلیوں اور بارہ سفر مینا کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ اور ان کے اوپر خوب گولی برسائی۔ مگر اس
موقع پر نشیب تھا۔ محمد عیسیٰ اس میں جلد چھپ گیا۔ اور تعاقب کنندگان اُسے زیادہ نقصان
نہ پہونچا سکے۔ اتنے میں کرنیل کیلی بھی باقی فوج لے کر نالہ کے دوسری طرف پہونچ گیا۔ اور مورچوں
پر جن کے آدمی بھاگ گئے تھے قابض ہوگیا۔ اس طرح سے خوفناک و دہشت ناک گول کی جنگ کا
خاتمہ فتح و ظفر کے ساتھ ہوا۔

طرف نیچے اترنے اور اوپر چڑھنے کا راستہ نہایت تنگ اور دشوار گذار ہے۔ یہ نشگاف جہاں پہاڑ سے ملتا ہے یہ موقع ناممکن گذر ہے اور اگر پہاڑ کے اوپر چڑھ کر چوٹی پر سے گذرا جائے تو بڑا لمبا چکر کاٹنا پڑتا ہے۔ اور برف کی تکلیف کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس موقع کا نام دربند نیاگول ہے۔

سنوج سے صبح کے سات بجے کوچ کیا گیا۔ پایونیر کی ایک کمپنی زیر کمان لفٹنٹ پٹرسن بطور مقدمۃ الجیش کے روانہ کی گئی۔ اور دوسری کمپنی زیر کمان لفٹنٹ کاب اس کی کمک کے لیے بھیجی گئی۔ اس کے پیچھے قلب فوج زیر کمان کپتان بورا ڈیل روانہ کیا گیا۔ میتھوین بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس میں الباقی پایونیر۔ اور کشمیر سفر مینا۔ اور توپ خانہ اور ایک سو جوان کشمیر کی پلٹن نمبر ۴ کے زیر کمان لفٹنٹ ابرلے شامل تھے۔ یہ فوج گیارہ بجے کے قریب اس میدان میں پہونچی۔ مقدمۃ الجیش ایک قطار میں روانہ ہوا۔ اور اس کی دونوں کمپنیاں آگے پیچھے ہیں۔ ان کی ترتیب کے درست ہو جانے پر دشمن نے تفنگ زنی شروع کر دی۔ اور قلب فوج کے ایک ہندوستانی افسر کو گولی لگی پایونیر کمال استقلال کے ساتھ پیش قدمی کرتے رہے۔ انھوں نے بندوق نہیں چلائی۔ کیونکہ زمین کے نشیب و فراز کی وجہ سے دشمن کے مورچے انھیں نظر نہیں آتے تھے پٹرسن نے بائیں طرف رخ کیا جس سے محمد عیسیٰ کے مرکزی استحکامات کا داہنا حصہ خطرہ میں آیا۔ یہ سڑک کے ساڑھے چار سو گز کو کمان کرتا تھا۔ اور کاب نے سامنے کے چاروں مورچوں کے اوپر حملہ کیا۔ اور اس خوفناک نالہ سے ڈھائی سو گز کے فاصلہ پر پہونچ گیا۔

اس اثنا میں توپیں داہنے طرف کے مورچوں کے اوپر سیدھی کر دی گئیں اور گولہ باری ہونے لگی اور بورا ڈیل کے تفنگچیوں نے پہاڑی کے مورچوں کو خاموش کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمد عیسیٰ کے بائیں جانب سے چترالی بھاگنے لگے۔ لیویاں کو قلب فوج کے آگے تعینات کیا گیا تھا کہ خطرناک حصہ راستہ سے گذر کر دشمن کے مورچہ پر اوپر کی طرف سے حملہ کریں توپ خانہ کو اوپر چڑھانے میں بڑی مشکل پیش آئی کیونکہ اس کے اوپر گولی کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ لیکن سٹورٹ نے بڑی کوشش سے دشمن کے مورچہ کے اوپر توپیں قائم کر دیں اور ریت بھر کر پھٹنے والے گولے مورچہ کے اندر برسانے شروع کر دیے۔ یہ مورچہ کیلی کے حملہ کا اصلی نشانہ تھا۔ اور نہایت مضبوط بنا ہوا تھا۔ مگر مسلسل گولہ باری سے اس کے اندر آہستہ آہستہ تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا سوراخ ہو گیا۔ پٹرسن اور کاب کے سپاہیوں نے مرکزی مورچوں کو خاموش کر دیا۔ اور بورا ڈیل نے چترالیوں کو دیگر مورچوں سے

لفٹنٹ جنرل سر رابرٹ لو کو اس مہم کی کمان سپرد کی گئی۔ اور حکم دیا گیا کہ نوشہرہ سے سیدھا چترال کو روانہ ہو جائے۔

۳۔ اپریل کو درۂ مالاکنڈ کو تسخیر کیا گیا۔ تینوں پیادہ فوج کے بریگیڈ اس حملہ میں شامل ہوئے صرف ایک پلٹن کمک کے لیے محفوظ رکھی گئی۔ مردان سے چل کر دریائے سوات تک تین کوتلیں ملتی ہیں۔ ان میں سے مالاکنڈ زیادہ سخت ہے اور اس کی مدافعت زیادہ آسان ہے اسے سات ہزار پٹھانوں نے روک رکھا تھا۔ مگر برٹش جرنیل کی حکمت کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ کوہی توپ خانہ کی سولہ توپوں نے مدافعت کنندگان کو منتشر کر دیا۔ گائیڈ کی پلٹن اور پلٹن نمبر ۴ سکھان کو مغرب کی طرف پہاڑی کے اوپر بھیجا گیا۔ مگر یہ معلوم کر کے کہ یہ فوج کافی نہ ہوگی۔ بریگیڈیر واٹر فیلڈ کے زیر کمان دو گورہ پلٹنوں کو اس کام پر تعینات کیا گیا انھوں نے درہ مالاکنڈ کو دشمن سے صاف کر دیا۔ جنرل لو کا تخمینہ ہے کہ سات ہزار پٹھانوں میں سے صرف ایک چوتھائی یا زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مسلح تھے باقی سب پتھر گرانے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ پٹھانوں نے جانبازی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور اسی وجہ سے ان کا نقصان زیادہ ہوا۔ برٹش نقصانات نسبتاً بہت کم تھے۔ یعنی گیارہ مقتول اور سینتالیس مجروح۔

چونکہ سڑک تنگ ہے اور جانوران باربرداری سے وہ بالکل رک جاتی تھی اس لیے بریگیڈ نمبر ۱ کو بریگیڈ نمبر ۲ سے آگے نکالنے میں بڑا وقت صرف کرنا پڑا جب اس کی تکمیل ہو گئی تو بریگیڈ نمبر ۱ کا مقابلہ دشمن کے ساتھ ہوا جس میں رسالہ نے بھی حصہ لیا اس کے بعد اس نے کھار میں منزل کی۔ ۵۔ اپریل کو جنرل لو نے انکشاف حالات کی غرض سے دریائے سوات پر حملہ کیا۔ ۷۔ اپریل کو دریائے سوات سے عبور کیا گیا۔ اس موقع پر خفیف مقابلہ ہوا۔ دوسرے دن جنرل لو اپنا ہیڈ کوارٹر چکدرہ میں لے گیا۔ دریائے پنجکورہ پر ۱۲۔ اپریل کو بوجہ اتفاقیہ آب خیزی کے چار روز فوج رکی رہی۔

۱۷۔ اپریل کو وادی جنڈول پر حملہ کیا گیا۔ اور بلا مزاحمت اس پر قبضہ ہو گیا۔ جنرل گیٹیکر ۱۹۔ اپریل کو دو پلٹنیں اور چند توپیں اور بیس روز کی خوراک لے کر دیر اور چترال کے ارادہ سے روانہ ہو گیا اس نے پہاڑی جنباتی کو عبور کیا۔ اور اس کے آگے صرف ایک پڑاؤ چلا تھا کہ چترال سے اسے خوشخبری پہونچی۔ اصلیت یہ ہے کہ جنرل گیٹیکر کو چترال کے محاصرہ کے متعلق واہی تباہی خبریں پہونچی

کرنیل کیلی کی فوج نے اس رات کو موضع سنوغر کے بالمقابل اسی میدان کے ایک حصہ
میں منزل کی اور مستوج سے باقی سامان بھی اس جگہ منگوا لیا گیا۔ دوسرے دن کرنیل کیلی توپچیوں کی
تعریف و توصیف کر کے آگے روانہ ہوا۔ لیسا گول سے چترال تک سفر بہت تکلیف دہ ثابت ہوا کیونکہ
محمد عیسیٰ نے جابجا سڑک توڑ دی تھی۔ ۱۷ اپریل کو فوج موضع برنیس کے بالمقابل لب دریا پہونچی اس
جگہ پل جلا کر کوئلہ بنا ہوا تھا۔ پایاب کے سوا عبور دریا کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ دریا کا بہاؤ بہت تیز تھا
چار چار اور پانچ پانچ کے گروہوں میں لوگوں کو روانہ کیا گیا۔ اور ہر ایک احتیاط کی گئی مگر پھر بھی کچھ آدمی
بہہ گئے جنھیں بڑی کوشش سے بچایا گیا۔ الغرض تمام فوج صحیح و سلامت دوسرے کنارے پر پہونچ
گئی۔ رات کو مورائی میں منزل کی گئی۔ یہاں دریافت ہوا کہ محمد عیسیٰ نے تھوڑے فاصلہ پر ایک
موضع گولن گول کو روک رکھا ہے۔ وہ کرنیل کیلی سے ایک پڑاؤ آگے رہتا تھا کہ چترال سے کمک
آجائے تو پھر مقابلہ کرے۔

گولن گول ایک دشوار گذار دربند ہے جسے آسانی سے مستحکم کیا جا سکتا ہے چترالیوں نے
اس کے استحکام کا انتظام کر لیا۔ کرنیل کیلی نے بیتھونٹ کو دریا کے پار بھیجا کہ دریا کے دوسری طرف سے
ان استحکامات کو اُلٹا دیوے اور لڈہم نے جلائے ہوئے پل کے نیم سوختہ سامان سے ایک عارضی
پل فوراً تیار کر دیا مگر اس کے تیار ہو جانے پر معلوم ہوا کہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ کیونکہ
محمد عیسیٰ کو کمک کے بجائے یہ حکم پہونچا کہ فوراً چترال میں حاضر ہو جاوے۔ اس لیے گولن گول کے
استحکامات خالی ہو گئے۔ تمام فوج اس موضع سے بخیریت عبور کر کے کوغزی میں شب باش ہوئی۔
یہاں سے چترال صرف ایک پڑاؤ رہ جاتا ہے۔

داخلہ چترال سہ پہر کو کاب نے انکشاف حالات کے لیے آگے حملہ کیا۔ اسے چترال سے آتے
ہوئے لوگ ملے اور انھوں نے خوشخبری سنائی۔ اور برٹش ایجنٹ کے ہاتھ کا
لکھا ہوا خط بھی پہونچایا۔ دوسرے دن چترال میں پہونچ گئے۔

۱۲۔ پشاور کی طرف سے جنرل سراپٹ لو کی کمکی مہم چترال

اس موقع پر اُس مہم کا بھی مختصراً ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ہندوستان سے براہ
پشاور روانہ کی گئی تھی ۱۵ مارچ کو یہ حکم دیا گیا کہ پشاور میں ایک ڈویژن یکم اپریل تک جمع ہو جاوے

بٹھلایا گیا۔

جب دربار جم گیا تو برٹش ایجنٹ نے پہلے شیر افضل اور عمراخاں کے اتحاد کا ذکر کیا۔ اور یہ بتلایا کہ عمراخاں بظاہر گورنمنٹ ہند کے ساتھ مخالفانہ خیالات رکھتا ہے پھر یہ ظاہر کیا کہ امیرالملک کو ہر ایک موقع دیا جا چکا ہے کہ اپنے ملک کی حکومت کو سنبھالے۔ مگر وہ اپنی حکومت کو قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور بدخواہوں کی صلاح پر چلنے کا عادی ہے بالآخر اس نے اپنی حکومت کو شیر افضل کے ہاتھ میں سپرد کر دیا ہے۔ اس لیے فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ اس کے چھوٹے بھائی شجاع الملک کو تابع منظوری سرکار ہند مہتر تسلیم کیا جائے۔

اس وقت امیرالملک کو اشارہ کیا گیا کہ کرسی خالی کرو۔ جس کے معنی یہ تھے کہ اسے تخت سے اتارا جاتا ہے اور شجاع الملک کو مراسم جانشینی کے ساتھ کرسی پر متمکن کر دیا گیا۔ اور کپتان ٹونسنڈ کو اس کی ذاتی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ یہ دیکھ کر اہل دربار حیران رہ گئے اور کچھ جواب اُن سے نہ بن پڑا۔ حتیٰ کہ میاں راحت شاہ کی زبان سے بھی ایک لفظ نہ نکلا تھوڑی دیر بعد درباریوں نے چار و ناچار اس انتظام پر رضامندی کا اظہار کیا اور شجاع الملک کی اطاعت قبول کی۔ امیرالملک نے بھی اپنے چھوٹے بھائی کے سامنے سر جھکا دیا اور اظہار اطاعت کیا عائد کو حکم دیا گیا کہ مہتر کم عمر ہے اپنی صلاح و مشورہ سے اُس کی امداد کرتے رہیں۔ نظام الملک کو جس شخص نے گولی مار کر ہلاک کیا تھا وہ حاضر دربار تھا۔ شجاع الملک نے اپنی حکومت کا آغاز اس فعل سے کیا کہ اس قاتل کو گرفتار کر کے دریا کے کنارے بھیج دیا کہ اُسے سزائے قصاص دی جائے

میدان چوگان بازی کے قریب برٹش ایجنٹ کا شیر افضل سے شکست کھانا

۲ مارچ کو معلوم ہوا کہ شیر افضل عیون میں پہونچ گیا۔ اس کو ان واقعات کی اطلاع بذریعہ مراسلہ کے دیدی گئی۔ اور یہ بتلا دیا گیا کہ اگر تم نے اپنے آپ کو سیدھی طرح حاضر نہ کیا تو بعد میں تحمیل سکے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔

۴ مارچ کو شیر افضل کے پاس سے جواب پہونچا اور اُس کے ساتھ ایک اور تحریر پہونچی جو عائد چترال کی طرف سے لکھی ہوئی بتلائی جاتی تھی ان دونوں میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ شیر افضل کو مہتر تسلیم کیا جائے اور اُس کی شرائط کو قبول کیا جائے۔ یہ خطوط یادگار بیگ لے کر آیا۔

رہتی تھیں جن سے اُس کو اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ دیر کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کر چترال میں صورت معاملات بگڑ جائے اس لیے اس نے جنرل لو سے اجازت حاصل کی کہ پانچ سو سپاہی اور چند توپیں لے کر وہ تیز سفر کرتا ہوا چترال پہونچ جائے وہ اس کوشش میں تھا کہ اُسے محاصرہ کے اُٹھ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اب عجلت کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس لیے اُس نے ۲۵ اپریل کو اپنے بریگیڈ کے ساتھ شامل ہو کر کوتل لواری کو عبور کیا۔ اور ملک چترال میں داخل ہوا۔ اس جملہ معترضہ کے ختم کرنے کے بعد واقعات چترال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

۳۔ مہتر امیر الملک کی معزولی اور شجاع الملک کا مہتر تسلیم کیا جانا

مستوج کے حالات کا بیان شروع کرنے سے پہلے واقعات چترال کو اس مرحلہ میں چھوڑا گیا تھا کہ یکم مارچ کو کپتان کیمبل کی پارٹی غیرت سے صحیح وسلامت واپس ہو کر قلعہ چترال میں داخل ہو گئی ۲۔ مارچ کو خیریت رہی۔ فوج نے باہر سے سامان اور رسد قلعہ کے اندر پہونچائی۔

اب امیر الملک نے عمائد چترال کے ساتھ مل کر اپنے طریق عمل کا اظہار کیا۔ اس نے برٹش ایجنٹ کے ہندوستانی اسسٹنٹ کو بطور سفیر کے بلایا اُسے شیر افضل کے دو خطوط دکھلائے ایک اس نے اپنی بیٹی کو جو نظام الملک کی بیوہ ہے لکھا تھا۔ اور دوسرا امیر الملک کے نام تھا۔ دونوں کا مضمون یہ تھا کہ گورنمنٹ ہند کے ساتھ چترال کے آیندہ تعلقات اس قرارداد پر مبنی ہونگے کہ ایک معینہ وظیفہ سالانہ مہتر چترال کو دیا جائے اور ملک چترال میں کسی انگریز افسر کو تعینات نہ کیا جائے میاں راحت شاہ نے صراحتہ بتلایا کہ امیر الملک اور جملہ عمائد چترال نے اُسے بتلایا ہے کہ برٹش ایجنٹ کی حالت خطرناک ہو رہی ہے۔ اُسے لازم ہے کہ شیر افضل کی شرائط کو قبول کر لے۔ اُسے کمک کسی طرح نہیں پہونچ سکتی ہے کیونکہ تمام پل اور سنگلاخوں کے اوپر راستہ توڑ دیا گیا ہے بہتر یہی ہے کہ برٹش ایجنٹ فوج لے کر مستوج چلا جائے اور وہاں سے فوج جمع کر کے واپس آنے کا انتظام کرے۔ مقصد اس تجویز کا یہی تھا کہ تمام فوج کو بیلداری پڑی پر پکڑ کر ختم کر دیا جائے۔

برٹش ایجنٹ نے یہ انتظام کیا کہ اس کا جواب کھلے دربار میں امیر الملک کو دیا جائیگا چنانچہ جملہ عمائد چترال کو دربار میں مدعو کیا گیا۔ امیر الملک کو ایک عالیشان کرسی پر برٹش ایجنٹ کے داہنی طرف بٹھلایا گیا۔ اور تمام انگریز افسروں کو دربار میں شامل کیا گیا اور عمائد چترال کو عین سامنے

احکام پرکار بند رہا۔ اور بالآخر دشمن کے قرب میں بے موقع پہونچ گیا
اب گرڈن کو پولیٹکل فرائض سے سبکدوش کرکے فوجی

کپتان بیرڈ کو شدید زخم پہونچنا

خدمات پر تعینات کیا گیا۔ کپتان کیمبل نے اُسے بیرڈ
کے پاس ایک خط دے کر بھیجا کہ جو لوگ دریا کے بائیں کنارہ کی طرف کچھ فاصلہ پہ جمع ہیں ان کے
سر کے اوپر سے پہلے ایک بندوق سر کی جاوے۔ اگر یہ ثابت ہو کہ یہ معمولی دیہاتی نہیں بلکہ دشمن ہیں
تو باڑھ مار کر انھیں بھگا دیا جاوے۔ بیرڈ نے بندوق چلائی جس کا جواب ان لوگوں نے ایک باڑھ
سے دیا۔ اب بیرڈ نے ان کے بھگانے کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اپنے موقع سے نیچے اُترے اور
نالہ کو عبور کر کے اوپر چڑھے اور دشمن پر سنگین سے حملہ کرے۔ چنانچہ اُس نے نیچے اُتر کر نالہ کو عبور
کر کے دوسری طرف صرف تیرہ سپاہیوں کے ساتھ پہاڑی کے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ باقی آدمی
پناہ لے کر ٹھہر گئے تھے۔ یہ دیکھکر چترالی کسی قدر پیچھے ہٹ کر بلندی کے اوپر پہونچے اور وہاں سے
نیچے اتر کر انھوں نے اُس موقع پر قبضہ کر لیا جسے بیرڈ نے چھوڑا تھا۔ اب بیرڈ آگے اور پیچھے دونوں
طرف سے گھر گیا اور گولی چلنے لگی۔ تھوڑی دیر میں اس پارٹی کا البقیۃ السیف صرف گرڈن۔ اور صوبیدار
بدری نارسنگھ اور تین سپاہی رہ گئے۔ گرڈن نے ایک سپاہی بھیج کر وہیرچ کو طلب کیا۔ اور چونکہ بیرڈ
سخت مجروح ہوا تھا دو سپاہیوں کو اُس کے ساتھ تعینات کر دیا۔ بعد ازاں گرڈن صوبیدار بدری
نارسنگھ کو ساتھ لے کر اوپر کی طرف چڑھ گیا تاکہ بیرڈ نے جس جگہ کو چھوڑا تھا وہاں سے جو تفنگچی بندوق
سر کر رہے ہیں انھیں خاموش کرے کیونکہ بیرڈ کی حفاظت صرف اسی طریق سے ہو سکتی تھی۔ بڑی دیر
کے بعد گرڈن نے دیکھا کہ وہیرچ مجروح افسر کو ڈولی میں ڈال کر لیے جا رہا ہے مگر گرڈن نے اپنی
جگہ نہیں چھوڑی تا وقتیکہ یہ پارٹی خطرہ کی حدود سے باہر نکل گئی۔ پھر گرڈن نیچے اترا اور زخمی سپاہیوں
کو جو چلنے کے قابل تھے۔ صوبیدار بدری نارسنگھ کی امداد سے باقاعدہ کھڑا کیا اور واپس روانہ ہو گیا
واپسی کا عمل کوئی نہیں بچا مگر چونکہ شیر افضل کے آدمیوں میں سے بہت سے آدمی جو نالہ کے
داہنے کنارے پر چڑھ گئے تھے سپاہیوں کی قطار کے درمیان میں نکل پڑے۔ انھوں نے
بدری نارسنگھ کو دبا کر وہیرچ کے راستہ پر دھکیل دیا۔ اور گرڈن کو اوپر چڑھنے پر مجبور کیا۔ اب یہ
دونوں طرف سے دشمن کے درمیان گھر گئے۔ مگر اندھیرا ایسا سخت تھا کہ کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا
گرڈن اطمینان کے ساتھ نکل گیا۔ اور قلعہ کے پھاٹک پر پہونچ گیا۔

اُس کی زبانی یہ بھی انکشاف ہوا کہ ہر ایک معاملہ کا انحصار عمرا خان اور شیر افضل کے اتحاد پر ہے
جس کے لیے گفت و شنید ہو رہی ہے بحالات موجودہ یہ اتحاد ٹل نہیں سکتا ہے اُس کی تکمیل و توثیق ہوتے ہی
پر شیر افضل چترال میں داخل ہو جائیگا۔

اس سے ایک روز پیشتر یہ دریافت ہوا تھا کہ شیر افضل کا مقدمۃ الجیش میدان چترال میں
قلعہ سے تین میل کے فاصلہ پر پہونچ گیا ہے مگر وفادار نے اس خبر کی تردید کی تھی اس روز پتہ لگا کہ
شیر افضل کے تفنگچی بازار چترال میں پہونچ گئے ہیں جو قلعہ سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر ہے
قلعہ کے استحکامات درست حالت میں نہ تھے۔ ان کی درستی کا انتظام کیا گیا۔

چونکہ شیر افضل کی تدبیر کا حال معلوم تھا لہذا ضروری ہوا کہ جہاں تک ممکن ہے اُسے قلعہ
سے دور رکھا جاوے سہ پہر کو برٹش ایجنٹ نے کپتان کیمبل کو حکم دیا کہ ایک زبردست دستہ فوج کو
ساتھ لیکر میدان چترال میں پہونچے اور تحقیق کرے کہ آیا شیر افضل واقعی مسلح آدمیوں کے ساتھ
وہاں موجود ہے چنانچہ کپتان کیمبل افواج کشمیر کے دو سو جوان زیر کمان کپتان ٹونسنڈ اور بیرڈ
کے لے کر روانہ ہو گیا۔ لفٹنٹ گرڈن کو پولیٹکل افسر کے طور پر ان کے ساتھ بھیجا گیا۔ افواج ریاست
کا کمان افسر میجر بخشی بیکم سنگھ اور جرنیل بلج سنگھ بھی ان کے ساتھ گئے بعد میں ڈاکٹر ہاربٹسن بھی ان کے
ساتھ شامل ہو گیا۔

کپتان کیمبل نے پچاس جوان علیحدہ کیے اور بازار پر قبضہ رکھنے کے لیے بھیج دیے۔ اور
کپتان بیرڈ کو داہنی طرف ایڈوانس پارٹی کے ساتھ بھیج دیا کہ دریا کے بائیں کنارہ پر جو مشتبہ گروہ
جمع ہے اُس کا انتظام کرے اس طرح سے بازار سے لے کر دریا کے بائیں کنارے تک
ایک سلسلہ فوج کا قائم ہو گیا۔ راستہ پر جو لوگ ملے اُن سے دریافت ہوا کہ شیر افضل قصبہ
چترال کی ایک آبادی میں دو سو یا چار سو مسلح آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اس وقت برٹش ایجنٹ
کے سپاہی میدان چوگان بازی کے قریب جو پہاڑی ہے اُس کے اوپر پہونچ گئے تھے کپتان
کیمبل نے ٹونسنڈ کو حکم دیا کہ ایک سو جوان لے کر مزید انکشاف حالات کے لیے پیش قدمی
کرے۔ اُنھوں نے دہری قطار میں ایک مکان کی طرف بڑھنا شروع کیا جس کی نشان دہی
کیمبل نے کی تھی۔ اس کے سبب انھیں نشیب میں اترنا پڑا۔ یہ حرکت درست نہ تھی کیمبل نے
تحریری حکم بھیجا کہ بایاں بازو پیش قدمی کرے۔ مگر یہ حکم ٹونسنڈ کو نہیں پہونچا۔ اور وہ سابقہ

آدمی مارے گئے۔ اس وقت باقی سپاہی لیٹ گئے۔ اور پناہ کی تلاش کرنے لگے۔ چونکہ ان حالات
میں حملہ پر زور دینا بیکار تھا۔ ٹونزنڈ اپنے آدمیوں کو سابقہ موقع پر لے آیا۔ اور کیمبل سے رپورٹ
کی کہ اندھیرا ہونے لگا ہے بہتر ہے کہ واپس ہو جائیں۔ کیمبل بُری طرح مجروح تھا۔ اُس نے بارے
کو پیغام تحریری بھیجا کہ سکھوں کو قلعہ سے باہر لے آئے اور فوج کی واپسی کے لیے پناہ کا انتظام
کرے اور ٹونزنڈ کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد واپس روانہ ہو جاؤ۔ کیمبل کا ارادہ یہ تھا کہ واپسی
آہستگی کے ساتھ کی جائے مگر دشمن نے اس واپسی کی حرکت کو جب محسوس کیا تو اُس نے زور کے
ساتھ حملہ کر دیا۔ اُن کی تفنگ زنی بہت دلیرانہ اور عین نشانہ پر تھی۔ اور وہ خود اس طرح جمع ہو گئے
کہ سپاہیوں کو نشانہ کا موقع انھوں نے نہیں دیا۔ چترالی اس قسم کی لڑائی میں نہایت ہوشیار اور
بہت چالاک ہیں اور تھوڑی سی چیز سے بھی پناہ لے سکتے ہیں ان کے موقع کا پتہ صرف انکی
بندوق کے دھوئیں سے چلتا تھا۔ اُس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

کیمبل اور ٹونزنڈ نے سپاہیوں کے دل سے خوف کو دور کرنے کی بہت کوشش کی مگر
کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ کیمبل کو چار آدمی اس کی راہبری کے لیے دیے گئے تھے مگر اُنھوں نے
اُسے اتنا تیز چلانا چاہا کہ مجبور ہو کر اُس نے انھیں رخصت کر دیا۔ اور اپنی تلوار ٹیک کر چلنا شروع
کر دیا۔ اس وقت ایک برہمن ہاسپٹل اسسٹنٹ دیگر زخمیوں کے ساتھ ہائے وائے کر رہا تھا
اس نے ایک بہت بڑی رقم کا تعین کیا کہ میں اس شخص کو ادا کروں گا جو مجھے اُٹھا کر لے چلے
مگر لوگوں کو اُس وقت اپنی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے کوئی شخص راضی نہ ہوا۔ ایک
گورکھا سپاہی نے محبت کے ساتھ کیمبل کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑنے سے انکار کیا مگر جب ایک
دیوار کو دونوں ایک ساتھ پھاندنے لگے تو سپاہی گر گیا۔ تاہم دیوار سے گذر کر وہ کیمبل کے ساتھ شامل
ہو گیا۔ اب چترالیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور جس طرح کتے ایک درماندہ ہرن کے چاروں طرف دوڑنے
لگتے ہیں اُنھوں نے کیمبل کے گرد و پیش دوڑنا شروع کر دیا۔ مگر کیمبل نے اپنے ریوالور کی مدد سے
اُنھیں اپنے نزدیک نہیں آنے دیا۔ اس تکلیف میں وہ تقریباً چوتھائی میل سفر طے کر کے ایک احاطہ
میں پہونچا اور برٹش ایجنٹ کے ساتھ شامل ہو گیا۔

کیمبل جب برٹش ایجنٹ سے جدا ہو کر ٹونزنڈ کے پاس گیا ہے اور لڑائی شروع ہوئی ہے
تو برٹش ایجنٹ اس وقت ایک بلندی کے کنارے پر تھا۔ بعد میں وہ اس جگہ سے ہٹ کر

ٹونزنڈ کی پارٹی کو ہم نے میدان چترال کے نشیب میں اُترتے ہوئے چھوڑا تھا۔ اور کیمبل برٹش ایجنٹ کے پاس ٹھہر گیا تھا۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ ٹونزنڈ کے حملہ کی رہنمائی کے لیے آگے بڑھ گیا۔ یہ مکان جو کیمبل نے تلایا تھا ٹونزنڈ کو خالی ملا۔ مگر اُس سے متصل ایک اور آبادی بھی جو چو طرفہ دیوار سے گھری ہوئی تھی۔ اُس کے اندر بند چھتوں کے نیچے بہت سے آدمی دیکھے گئے اس وقت بیرڈ کی طرف سے باڑھ کے چلنے کی آواز آئی۔ ٹونزنڈ کو خیال ہوا کہ اُس کے سامنے جو آدمی ہیں یہ بھی دشمن ہونے چاہئیں وہ باڑھ مارتا ہوا آگے بڑھا اس آبادی سے بجواب اُس کی باڑھ کے سخت تفنگ زنی شروع ہوئی۔ ٹونزنڈ کے پاس صرف ایک سو سپاہی تھے اُن میں سے اُس نے کچھ آدمی کمک کے لیے علیحدہ کر لیے۔ دشمن سے دو ڈھائی سو گز کے فاصلہ پر سپاہیوں کو ایک پست کنارے کے پیچھے کچھ پناہ مل گئی۔ مگر چترالیوں نے بہت ہنرمندی سے گولی چلائی اور تھوڑی دیر میں بہت نقصان پہنچایا ٹونزنڈ نے فیصلہ کیا کہ اپنی جگہ نہ چھوڑے اور گاؤں والے تفنگچیوں کو اپنی تفنگ زنی سے مصروف رکھے اُس کا خیال یہ تھا کہ بالآخر بیرڈ اوپر سے اُتر آئیگا۔ اور اُس آبادی کے اوپر بالائی طرف سے حملہ کردیگا۔ اور دشمن جب آبادی کے اندر سے بھاگے گا تو ٹونزنڈ اُسے بآسانی تعاقب کر سکیگا۔

کپتان کیمبل کا مجروح ہونا

مگر وقت گذرتا رہا اور بیرڈ کے آنے کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی اور دشمن نے ٹونزنڈ کے بائیں طرف حرکت کرنی شروع کردی تا کہ دریا کی طرف اس فوج کے اوپر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گولی چلائے۔ اس کے دائیں طرف بھی دشمن کے کچھ آدمیوں نے رینگنا شروع کردیا۔ اور شام ہونے لگی اور تھوڑی دیر میں اندھیرا ہو جانے کو تھا کیمبل نزدیک تھا اُس نے ٹونزنڈ کو پکار کر کہا کہ آبادی پر حملہ کردو۔ ٹونزنڈ نے جواب دیا کہ کمک منگواتا ہوں۔ کیمبل دوڑ کر اُس کے پاس گیا اور واپس چلا آیا۔ جس قدر آدمی اُسے مل سکے انھیں اُس نے جمع کیا۔ اور ٹونزنڈ کی طرف واپس روانہ ہوا۔ ٹونزنڈ کے پاس پہونچنے کے لیے اُسے ایک منہدم شدہ دیوار کے پتھروں پر چڑھنا پڑا۔ اس بلندی کے اوپر پہونچ کر وہ دوربین کے ذریعے دشمن کو دیکھنے لگا۔ اُس وقت اُس کے گھٹنے میں گولی لگی۔

جرنیل باج سنگھ اور میجر بھکم سنگھ کا مارا جانا

جس حملہ کا انتظام کیمبل نے اس جانبازی کے ساتھ کیا تھا اُس کی تکمیل نہیں ہو سکی گو کہ کوشش کی گئی مگر ریاست کے دو دلیر افسر جرنیل باج سنگھ اور میجر بھکم سنگھ اور بہت سے

موجود نہیں پائے گئے کیمپل کو نئی الفور اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ اور ٹونز ڈنے فوجی گران اختیار کی زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کیا گیا۔ کیمپل کے گھٹنے کی چپنی ٹوٹ گئی تھی۔ اور گھٹنے کے جوڑ کو بھی صدمہ پہونچا تھا۔ ڈاکٹر رابرٹسن نے خود اُس کا علاج کیا اتنے میں خبر پہونچی کہ بیرڈ اور دیچرچ بھی پھاٹک پر پہونچ گئے ہیں سب انگریز پھاٹک پر جمع ہو گئے۔ دیچرچ نے بیرڈ کا سر کپڑے ہوئے تھا اور اُس کی حالت بظاہر خراب تھی۔

آدھی رات کو اطلاع ملی کہ ایک قریب المرگ شخص ڈولی پر پہونچا ہے۔ دریافت ہوا کہ یہ رب نواز خان ہے۔ اسے ایک چترالی شاہزادہ اٹھا کر لے آیا تھا۔ جو خود قلعہ میں داخل نہیں ہوا اور صرف یہ کہکر واپس چلا گیا کہ اگر بالآخر انگریز اس جنگ میں کامیاب ہوں تو اُس کی اس خدمت کو یاد رکھا جاوے۔

مقتول تمام تر میدان جنگ میں چھوڑ دیے گئے تھے۔ دریافت سے پتہ لگا کہ جنگ میں شامل ہونے والوں میں سے تیس فی صدی مقتول و مجروح ہوئے ہیں جن کی درمیانی تقسیم آدھوں آدھ تھی۔ اس کے آگے محاصرہ کے حالات میں نے قریب قریب سرجارج رابرٹسن کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیے ہیں۔

۱۵۔ قلعہ چترال کا محاصرہ

کپتان بیرڈ کی موت

۴ر اپریل سے محاصرہ شروع ہو گیا۔ دریا کے پار دشمن کے گاؤں سے اور دیگر بلندیوں سے قلعہ کے اوپر تمام دن گولی چلتی رہی۔ صبح کے وقت دیچرچ نے اطلاع دی کہ بیرڈ کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے اس کا انگوٹھا اُڑ گیا تھا۔ کمر کے اوپر مہلک زخم پہونچا تھا۔ اور قلعہ کے پھاٹک کے پاس ایک تیسری گولی اس کے چہرہ پر لگی تھی۔ اُس نے برٹش ایجنٹ کو اپنے پاس طلب کیا اور اپنی تمام سرگذشت اُسے سنائی اور باصرار درخواست کی کہ دیچرچ کی خدمات کو فراموش نہ کیا جاوے جس نے اپنی جان پر کھیل کر اُسے دوستوں کے درمیان مرنے کے لیے پہونچایا ہے۔ اُس کی تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہوا۔ اُس کی لاش کو اُس کے سپاہیانہ لمبے کوٹ میں لپیٹ کر اُسی رات کو پھاٹک کے سامنے کی عمارت میں دفن کر دیا گیا۔

ایک باغ کے احاطہ میں چلا گیا۔ جس میں درخت بہت گنجان تھے مگر دشمن کی تفنگ زنی ایسی تیز اور لگاتار تھی کہ گھوڑوں کو یہاں سے نکال کر ایک محفوظ جگہ میں بھیجنا پڑا۔ اور آدمیوں نے بھی اسی احاطہ کی دیوار کے ساتھ پناہ لی۔

اب برٹش ایجنٹ کے ساتھ راجہ گلگت۔ رب نواز خان۔ اور دو مسلمان کلرک اور چند اردلی رہ گئے تھے ان کے علاوہ دو تین چترالی بھی اُس کے ساتھ تھے۔ جب گھوڑے تیز کردیے گئے تو گولی باری برٹش ایجنٹ کی پارٹی کے اوپر بہت تیز اور صحیح نشانہ پر ہونے لگی مگر چھتوں کی دیوار کی پناہ میں یہ لوگ چلتے رہے۔ اور اس دیوار کے اوپر سے گولی لگاتار برستی رہی۔ ایک گروہ نے اُن کا پیچھا کیا۔ رب نواز خان نے دو ایک گولی چلائی۔ جس باعث سے اس کے اوپر حملہ ہوگیا اور اُسے تلوار کے اتنے زخم پہونچائے گئے کہ اس میں سکت باقی نہ رہی بالآخر مردہ سمجھ کر اُنھوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ یہ پارٹی آگے چلتی رہی۔ ایک باغ کا احاطہ ملا اس میں یہ لوگ پناہ گزیں ہوئے اس احاطہ میں تھوڑی دیر بعد ٹونزنڈ اور کیمبل بھی برٹش ایجنٹ کے پاس پہونچ گئے۔ اور تین گھوڑے بھی آ گئے ایک کے اوپر کیمبل کو سہارا کر کے روانہ کیا گیا اور ٹونزنڈ کو مشورہ دیا گیا کہ اپنے دستہ فوج کو جلد واپس لائے اب برٹش ایجنٹ یہاں سے قلعہ کو روانہ ہوا تاکہ ہارلے کو سکھوں کے ساتھ ٹونزنڈ کی امداد کے لیے روانہ کرے۔ برٹش ایجنٹ میدان چوگان بازی میں پہونچا۔ یہاں تلوار سے اُس کے اوپر حملہ ہوا۔ مگر اس کا گھوڑا تیز تھا وہ بڑھ کر نکل گیا۔ آگے بڑھنے پر اُسے ہارلے مل گیا جو اپنے سکھوں کو لیے ہوئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ برٹش ایجنٹ نے اُسے سرائے کی طرف روانہ کر دیا اور خود قلعہ میں داخل ہوگیا۔ اور اُس کی حفاظت کا انتظام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد گرڈن بھی پہونچ گیا وہ برج کی طرف جا رہا تھا کہ اگر ہارلے پر باہر حملہ ہوجائے تو قلعہ کے تفنگچیوں کے ذریعے اُسکی امداد کا انتظام کرے اتنے میں ہارلے تمام سپاہیوں کو لے کر قلعہ میں داخل ہوگیا۔ کیمبل اور ٹونزنڈ نے شکست خوردہ سپاہیوں کو بڑی حکمت کے ساتھ میدان چوگان بازی کے شرق کی طرف سے نکالا۔ وہ نالہ چترال سے گذر کر سرائے میں پہونچے۔ یہاں ہارلے انھیں مل گیا۔ تھوڑی دیر بعد کیمبل بھی یہاں سے گذر گیا۔

جب سب لوگ قلعہ میں پہونچ گئے اور سرسری طور پر حاضری لی گئی تو ہر دو افسر پہونچ

جاسوس کو باہر بھیجا گیا کہ دریافت کرے کہ قبل ازیں جو ہرکارے خطوط لے کر گئے تھے پکڑے تو نہیں گئے ہیں۔ اور اُسے متنبہ کر دیا گیا کہ یہ حال معلوم کر کے کہ رات کو پانی لانے کے راستہ سے خاموشی کے ساتھ واپس چلا آئے۔ اس طرف کے سنتریوں کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ احتیاط رکھیں۔ اس جاسوس نے یہ حرکت کی کہ وہ سیدھا شیر افضل کے پاس چلا گیا۔ اور سب واقعہ اُسے سنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس رات کو پانی کے راستہ پر خوب گولی باری ہوئی اور ایک شخص نے آگ لگا دی مگر اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ اور بھشتیوں نے آگ کو فوراً فرو کر دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیر افضل نے ایک قیدی کو بعوض سزائے قتل اس کام کے لیے اس جاسوس کے بھیس میں بھیجا تھا۔

۸ و ۹ - مارچ کو کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ ایک ایلچی جرنیل باج سنگھ کی لاش کے متعلق دریافت کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا وہ واپس نہیں پہونچا۔

۱۱ - مارچ کو شیر افضل کے ساتھ خط وکتابت کا کام رہا۔ عمرا خان کا دیوان بھی اپنے آقا کا خط لے کر آیا۔ شیر افضل نے جرنیل باج سنگھ کی لاش کے متعلق لکھا کہ کسی سپاہی کو شناخت کے لیے بھیج دیا جائے۔ اُس نے اور عمرا خان دونوں نے لکھا کہ ہم در اصل صلح کے خواستگار ہیں۔ شیر افضل کو جواب دیا گیا کہ اگر واقعی تم کو صلح کی خواہش ہے تو تم اپنے آپ کو حوالہ کر دو اُس نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھتا کہ غیر مشروط طریق پر میں حوالگی کس طرح اختیار کر سکتا ہوں اور اپنی سابقہ شرائط ادائگی وظیفہ اور انگریز افسر کے ایک چترال میں تعینات نہ کیے جانے کو دُہرایا۔ بعد ازاں اُس نے دو چترالی عمائد کو جو قلعہ کے اندر رہتے شرائط کے طے کرنے کے لیے نامزد کیا۔ مگر بدیں وجہ کہ سابقہ ایلچی واپس نہیں آیا تھا ان کے بھیجنے میں تامل کیا گیا۔

شیر افضل کے ایلچی سے یہ معلوم ہوا کہ ریشن میں اور اس سے اوپر کچھ فاصلہ پر دو دستہ ہائے افواج سرکاری کی تباہی ہوئی ہے۔ ریشن میں چالیس سپاہی اور ایک انگریز افسر مارا گیا ہے۔ اور ساٹھ بکس خزانہ کے اور بیس بکس کارتوس کے پکڑے گئے ہیں اور ان کے ساتھ جو سپاہی تھے ان میں سے صرف دس آدمی بچے ہیں جو ایک مستحکم مکان کے اندر مدافعت کر رہے ہیں۔ دوسرے دستہ فوج کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب بتلائی گئی کہ ان کے اوپر پتھر گرا کر باسٹھ آدمیوں کو پیس دیا گیا ہے اور صرف ایک دو تین آدمی اپنی

۵ مارچ کو ایک ایلچی سفید جھنڈا اٹھائے ہوئے دو خط لے کر وارد ہوا ایک خط شیر افضل کی طرف سے تھا۔ اور دوسرا خط عمرا خان کے وکلائیوں کی طرف سے تھا۔ دونوں خطوط کا مضمون ایک ہی تھا۔ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ شیر افضل کو مہتر چترال تسلیم کیا جاوے اور برٹش ایجنٹ بذمہ داری خان جنڈول فی الفور گلگت کو واپس روانہ ہو جائے۔ جو آدمی یہ خطوط لے کر آیا تھا اُس کے ہاتھ ان کی رسید بھیج دی گئی۔ یہ شخص دوستانہ وضع کا آدمی ثابت ہوا اُس نے بتلایا کہ ۳۔ مارچ کی لڑائی میں چترالیوں کا نقصان بہت خفیف ہوا ہے تمام لڑائی میں دس پندرہ سے زیادہ مقتول و مجروح نہیں ہوئے۔

۱۰ مارچ کو ایک معزز ایلچی سفید جھنڈا لیے ہوئے وارد ہوا۔ یہ عمرا خاں کا دیوان تھا۔ وہ ہندو تھا مگر لباس اُس کا پٹھانوں کا تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ عمرا خاں کا منشی بہت قابل آدمی نہیں ہے۔ نہ وہ صحیح فارسی لکھ سکتا ہے اور نہ فارسی کا درست ترجمہ پشتو میں کر سکتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ خط و کتابت سے کسی قسم کی غلط فہمی فریقین کے درمیان پیدا ہو گئی ہو جس کے دور کرنے کی غرض سے دیوان کو زبانی گفتگو کے لیے تعینات کیا گیا ہے۔

اُس نے تمہید کے بعد ظاہر کیا کہ عمرا خان سرکار ہند کا دوست ہے اُس نے شیر افضل کو متنبہ کر دیا ہے کہ برٹش ایجنٹ کے ساتھ جنگ نہ کرے اور اسی غرض سے اُس نے اپنے دو رشتہ دار تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ چترال میں بھیج دیے ہیں کہ وہ شیر افضل کو ان حرکات سے روکتے رہیں۔ اس دروغ بیانی کو ہنس کر ٹال دیا گیا۔ آخر کار اُس نے کابل میں ۱۸۷۰ء میں کیونا ری کے قتل کے واقعہ کا ذکر کر کے بتلایا کہ یہ جوانمرد افسر محض اس وجہ سے مقتول ہوا کہ اُس کا کوئی ایسا دوست مدد کرنے والا نہ تھا جیسا کہ عمرا خاں برٹش ایجنٹ کو مدد کرنے کے لیے تیار ہے اور اُس نے بے غرضانہ صلاح دی کہ برٹش ایجنٹ کے لیے سب سے بہتر طریق عمل یہی ہے کہ گلگت کو یا اسمار کی طرف واپس چلا جاوے اُس کی حفاظت کے لیے خان جنڈول ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہے۔

اس کے جواب میں دیوان کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ عمرا خاں کو یہ بتلایا جاوے کہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ آیندہ مسٹر اڈینی کے ذریعے خط و کتابت کرے۔

۱۰ مارچ کے بعد کسی نے مستوج کو خط لیجانے کا ذمہ نہیں اٹھایا۔ اس روز ایک

سے نے یہ بھی لکھا تھا کہ ریشن میں ایک انگریز افسر قید ہوا ہے۔ اُس نے برٹش ایجنٹ کے نام خط لکھا ہے جس میں ریشن۔ بونی۔ اور مستوج میں سپاہیوں کے پکڑے جانے کے حالات درج ہیں اُس کے نامزد کردہ دو معتبران کو روانہ کر دیا جائے تو وہ اُس خط کو بھیج دیگا۔ اس پر اعتبار نہیں کیا گیا اور اس کو جواب دیا گیا کہ اگر تم واقعی دوستانہ خیال رکھتے ہو تو جیسا کہ تمہیں پہلے اطلاع دیجا چکی ہے تم بلاتامل حاضر ہو جاؤ۔ قلعہ کے اندر سے کسی معتبر کو تمہارے پاس نہیں بھیجا جا سکتا کیونکہ تم نے سابقہ ایلچی کو روک لیا ہے اُسی کے ہاتھ یہ خط جس کا تم نے ذکر کیا ہے بھیج سکتے ہو۔

چار بجے کے قریب ایک اور آدمی سفید جھنڈا لیے ہوئے سرائے کی طرف سے نمودار ہوا۔ اُس نے دو خط پیش کیے۔ ایک شیر افضل کی طرف سے تھا اور دوسرا امرا چترال کی طرف سے تھا جو شیر افضل کے پاس جمع تھے۔ شیر افضل نے لکھا تھا کہ برٹش ایجنٹ کا خط پہنچا ایسی شرائط موزوں نہیں ہیں۔ اُس کے ساتھ لفٹننٹ ایڈورڈس کا خط مورخہ ریشن ۱۳ مارچ بھی ملفوف تھا اس میں اس کے دستہ فوج پر حملہ کے مختصر حالات درج تھے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ دوسرے خط میں سابقہ شرائط کا اعادہ تھا۔ اور دونوں خطوط میں خاتمہ پر یہ درخواست کی گئی تھی کہ برٹش ایجنٹ اپنے ہندوستانی ہیڈ کلرک کو شیر افضل کے مکان پر تصفیہ شرائط کے لیے بھیج دے۔

برٹش ایجنٹ نے شیر افضل کو جواب دیا کہ چونکہ تم نے ایڈورڈس کا خط بھیج دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم واقعی مزید لڑائی کو بند رکھنے کا خیال رکھتے ہو۔ لہذا برٹش ایجنٹ بھی شرائط کا فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہے اگر تم کو یہ منظور ہو تو تین دن کے لیے مصالحت کیجائے اور سفید جھنڈا کھڑا کر دیا جائے جس وقت کوئی آدمی لینے کے لیے پہونچا ہندوستانی ہیڈ کلرک کو حسب درخواست تمہاری تصفیہ شرائط کے لیے روانہ کر دیا جائیگا۔ چنانچہ سفید جھنڈے ہر دو کیمپ میں کھڑے ہو گئے۔ اور شیر افضل نے اطلاع دی کہ ہیڈ کلرک کو دوسرے دن اُس کے پاس بھیج دیا جائے۔ اس کے مطابق صبح کے وقت امیر علی کو شیر افضل کے پاس جانے کے لیے تیار کیا گیا۔ اور اُسے ہدایت کی گئی کہ دو شرائط کو قبول کرانے پر زیادہ زور دیا جائے ایک یہ کہ ایڈورڈس کے ساتھ خط کتابت کی اجازت دی جائے دوسرے یہ کہ مصالحت کو جہاں تک ممکن ہے طوالت دی جائے۔

جان بچا سکے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ایک غار کی پناہ میں چھپایا ہوا ہے اس قصہ کو تمام تر جھوٹ خیال کیا گیا۔ مزید برآں دریافت ہوا کہ مستوج کو خطوط لے کر جو آدمی بھیجے جاتے رہے ہیں اُن میں سے تین آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا گیا ہے۔

قلعہ کے اندر دو سات پونڈ والی توپیں مع اسی کارتوسوں کے مل گئی تھیں۔ ٹونزنڈ نے توپ چلانے کی ایک جگہ تیار کی مگر مشکل یہ تھی کہ قلعہ کے اندر جو آدمی تھے ان میں سے کوئی بھی توپ خانہ کے کام سے واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ صرف ایک آدمی۔ مہاراجہ کی فوج کا کرنیل۔ اس کام سے کسی قدر واقف تھا۔ ۱۲۔ مارچ کو توپ خانہ کی آزمائش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر سہواً سپاہی اسے غلط موقع پر لے گئے اور دو کارتوس سر کیے تھے کہ ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ لہٰذا توپ کو واپس لے آئے۔

ایک ہفتہ کے بعد پھر توپ چلانے کی کوشش کی گئی۔ پہلے جو جگہ تیار کی گئی اُس کے سامنے ایک بڑے درخت کا تنہ آ گیا۔ دوسرا موقع تیار کیا گیا۔ اور ایک ٹھوس گولہ چلایا گیا مگر اُسنے اچھا کام نہیں دیا۔ لہٰذا اس تدبیر کو چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ ثابت ہو گیا کہ توپ سے بغیر واقف کار آدمیوں کے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

۱۳۔ مارچ کو رات اندھیری تھی۔ دشمن نے قلعہ پر حملہ کیا۔ اُس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا گیا۔ اور ساڑھے گیارہ بجے تک حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا گیا۔

۱۴۔ مارچ کو شام کے وقت جب اندھیرا ہونے لگا شیر افضل کا ایلچی سفید جھنڈا لیے ہوئے وارد ہوا۔ یہ ایک بڈھی عورت تھی۔ اُس نے بیان کیا کہ شیر افضل ذمہ لیتا ہے کہ برٹش ایجنٹ کو مع اُس کی فوج اور سامان کے صحیح وسلامت گلگت میں پہونچا دیگا۔ اور آئندہ کے لیے ہمیشہ دوست رہیگا بشرطیکہ گورنمنٹ ہند چترال کے ساتھ وہی طریق عمل اختیار کرے جو مہتر امان الملک مرحوم کے زمانہ میں تھا۔ اس عورت نے یہ بھی بیان کیا کہ تمام یاغستان انگریزوں کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گیا ہے محمد ولی کو شیر افضل نے طلب کیا ہے اور گلگت و پونیال بھی بغاوت پر آمادہ ہیں اسے جواب دیکر واپس کر دیا گیا

۱۵۔ مارچ کو شیر افضل کا ایک اور خط پہونچا۔ اُس میں اُس نے اپنی سابقہ شرائط صلح کو دہرایا تھا اُس کے ساتھ ہی قلعہ کے اندر جو عمائد چترال تھے ان کے نام بھی ایک رقعہ تھا کہ فوراً حاضر خدمت ہو جاؤ اور اطاعت اختیار کرو تمہارے سابقہ قصور سے درگذر کیا جائیگا۔ شیر افضل

اُس کا جواب آنے تک بہتر ہے کہ لڑائی بند رہے۔ برٹش ایجنٹ نے اُسے قبول کرلیا۔ اور
شیر افضل کو اس کی اطلاع دیدی۔

۱۹۔ مارچ کو صبح کے وقت دونوں جنڈولی خانان کی طرف سے ایک خط پہونچا کہ
برٹش ایجنٹ کو فی الفور براہ جنڈول وسوات پشاور کو روانہ ہوجانا چاہیئے اور وہ ذاتی طور پر
ذمہ دار ہوتے ہیں کہ تمام سپاہیوں کو مع سامان کے بخیریت پشاور پہونچا دیں گے اگر یہ تجویز قبول
نہ ہو تو اسی خط کی پشت پر جواب لکھکر واپس کردیا جائے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ جنڈول وسوات کی سیر کرنے کے لیے یہ وقت موزوں نہیں ہے
اور اس سے سرکار ہند کے ساتھ جنڈولیوں کے تعلقات دوستانہ کا استحکام نہیں ہوسکتا۔ اور برٹش
میں ایڈورڈس کو خط بھیجنے کے لیے جو اجازت مانگی گئی تھی اُس کے متعلق لکھا گیا کہ جلد جواب
دیا جائے۔ شیر افضل نے بھی اسی مضمون کا خط لکھا۔ اور اُس کو بھی یہی جواب دیا گیا۔

شیر افضل نے اس کا جواب یہ بھیجا کہ تم کو ہمارے اوپر اس قدر بے اعتباری کیوں ہے۔
ہم اور عمرا خان دونوں محصورین کو پشاور تک صحیح وسلامت پہونچا دینے کا ذمہ لیتے ہیں۔ برٹش کے
واقعہ کے متعلق اُس نے اطلاع دی کہ اُس نے اور خانان جنڈول نے مرحبی ہدایات اپنے افسرں
کو بھیجی ہیں کہ انھیں کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے مگر ان ہدایات کے پہونچنے سے پیشتر مصالحت
توڑ دی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر دو انگریز افسر اور نو ہندوستانی سپاہی چترال کو آرہے ہیں
رات تک یہاں پہونچ جائیں گے خانان جنڈول نے بھی یہی اطلاع بھیجی اور اصرار کیا کہ
محصورین کو عزت کے ساتھ چترال سے چلا جانا چاہیے اور صرف اخبار نویس کو سردست
چترال میں چھوڑ دینا چاہیے۔

ابدیشن کے واقعات کی صداقت میں کوئی کلام باقی نہیں رہا۔ اور یہ بھی ظاہر تھا کہ
بد عہدی کا ارتکاب ہوا ہے۔ چترالیوں نے یہ دیکھکر کہ بہت سے مقتول ومجروح اوپر کی طرف
سے چترال میں لائے جارہے ہیں۔ یہ نتیجہ نکالا کہ چترال کی کمک نزدیک پہونچ گئی ہے اور
ان کے ساتھ جنگ ہوئی ہے جس میں یہ لوگ مقتول ومجروح ہوئے ہیں۔ اور بالآخر شجاع الملک
کی والدہ اساری خونزادے نے یہ پیغام بھیجا کہ انگریزوں نے مستوج سے نیچے راستہ پر چترالیوں
کو شکست دی ہے۔ لہذا برٹش ایجنٹ کو قلعہ کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہیے۔

امیر علی کو لیجانے کے لیے وہی ایلچی آیا جسے شیر افضل نے رد کیا ہوا تھا حسب ذیل شرائط کا تصفیہ کرنے کے لیے امیر علی کو ہدایت کی گئی (۱) تین دن سے زیادہ مصالحت کو طوالت نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ ہر ایک زائد روز کے لیے روزانہ دو بھیڑ اور ایک معینہ مقدار آٹے کی بہم نہ پہونچائی جاوے۔ (۲) ڈاک رسانی کے لیے مستوج کا راستہ کھول دیا جاوے اور یہ شرط قائم رہے کہ بزمانہ مصالحت محصورین کی امداد کے لیے فوج کی نقل و حرکت کلیۃً مندر رہے (۳) کوئی مسلح آدمی بزمانہ مصالحت قلعہ کے نزدیک نہ آسکے اور نہ محصورین میں سے کوئی آدمی بیرون از قلعہ جاوے (۴) ایک حد مقرر کردی جاوے کہ اس کے اندر سرود فریق کا کوئی آدمی بغرض جنگ داخل نہو۔

امیر علی کو شیر افضل نے جواب دیا کہ اس کی شرائط وہی ہیں جو وہ قبل ازیں بیان کرچکا ہے۔ صلح انہیں شرائط پر ہوسکتی ہے۔ نظام الملک نے انگریزوں کا دخل ملک میں پیدا کردیا تھا۔ مگر اہل ملک اسے برداشت نہیں کرسکتے۔ مہتر امان الملک کے زمانہ کی شرائط یہ تھیں کہ انگریزوں کی فوج سرحد سوال کو کبھی عبور نہ کریگی۔ اسی پر واپس جانا ہوگا۔ جو شرائط امیر علی کو بتلائی گئی تھیں ان کے سننے سے بھی شیر افضل نے انکار کیا۔ مگر اس کے زور دینے پر طوالت مصالحت کی غرض سے شیر افضل نے قطعی انکار کیا۔ اور بتلایا کہ ہمیں مصالحت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے مستوج سے اگر فوج محصورین کی کمک کے لیے آنا چاہتی ہے تو شوق سے آسکتی ہے اگر صلح ہوجاوے تو واپس جاسکتی ہے ورنہ قلعہ میں فائدہ مند ہوسکتی ہے حد بندی جس کے اندر لڑائی نہ ہو ایک بیہودہ خیال ہے۔ برخلاف اس کے مورچے روز بروز قلعہ کے نزدیک تر ہوتے جائیں گے برٹش ایجنٹ کے لیے صرف ایک ہی راستہ کھلا ہوا ہے کہ قلعہ خالی کردے اور گلگت کو واپس چلا جاوے۔ اس کے بعد شیر افضل مہتر ہوجائیگا اور جنڈولی سب واپس چلے جائیں گے

شیر افضل کو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ تمھاری شرائط صلح آمیز نہیں معلوم ہوتیں۔ جو کچھ تم چاہتے ہو صاف صاف لکھو۔ اگر قلعہ خالی کردیا جاوے تو اس امر کا اطمینان کس طرح دلایا جاتا ہے کہ راستہ میں تنگ مواقع پر حملہ نہیں ہوگا۔ یرغمال کون دیے جائیں گے۔ اور لشکر میں جو انگریز ہیں ان کے پاس خط بھیجنے کی اجازت ہوگی یا نہیں۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مصالحت کا خاتمہ کیا جاوے تو سفید جھنڈا اتار کر ایک بندوق چلادی جاوے۔ اس سے زیادہ اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کا جواب یہ پہونچا کہ ان شرائط کو دروش میں عمرا خاں کے سامنے پیش کیا جائے گا

کیے جا سکتے ہیں کہ وہ حوالگی قلعہ کا اقرار کرے جس وقت یہ قرارداد مستحکم ہو جائے تو ایڈورڈس اور فولر کو اجازت دی جائے گی کہ برٹش ایجنٹ کو خط لکھیں۔

سہ پہر کو لوگوں نے دیکھا کہ پل کی طرف سے کچھ لالٹین لائی جا رہی ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک سو کے قریب آدمی ایک دوسرے سے ملے ہوئے چل رہے ہیں اس وقت قلعہ اور سڑک کے درمیان جو مورچے تھے ان میں تفنگچی جمع ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ فریق مخالف کو بھی انگریزوں کے اوپر مصالحت کے جھنڈے کی عزت قائم رکھنے میں اتنی ہی بے اعتباری ہے جتنی انگریزوں کو فریق مخالف کے اوپر ہے قلعہ کے انگریزوں نے فصیل پر چڑھ کر دوربین سے دیکھنا شروع کیا کہ آیا اس مجمع کے درمیان ایڈورڈس اور فولر بھی ہیں مگر کوئی شخص انھیں شناخت نہیں کر سکا۔

شام کے وقت امیر علی بحفاظت نمبر ۹ پنجاب انفنٹری کے فراری کے جو انگریزوں کا دوست بنا ہوا تھا ان قیدیوں سے ملنے گیا۔ اس کے ساتھ خاصی تعداد روپیہ کی بھی بھیجی گئی تھی کہ خانان جنڈولی کو تحفۃً دی جائے اور تماکو و پائپ وغیرہ قسم کی چھوٹی اشیا بھی انگریز افسروں کے لیے بھیجی گئی تھیں اس رشوت کے زور سے خانان جنڈولی امیر علی کے ساتھ بہت دوستانہ طریق پر پیش آئے۔ اور درخواست کی کہ انھیں دو گھڑیاں۔ ریوالور اور کارتوس بھیجے جائیں۔ ان کے ملازمین سے بھی ہتھیاروں نے امیر علی کو یقین دلایا کہ ہم بھی خدمت کے لیے تیار ہیں مگر قلعہ کے نزدیک وہ پھٹکنے نہیں پاتے ہیں اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ بھی تحائف کے امیدوار ہیں۔

۳۱ مارچ کو اسی قسم کی خط و کتابت جس کا معمول ہو گیا تھا پھر شروع ہوئی۔ امیر علی سے خانان جنڈولی نے ظاہر کیا تھا کہ تمھارے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اسے قبول کرو۔ بعد ازاں امیر علی کو ایڈورڈس اور فولر کے پاس جانے کی اجازت دی گئی۔ اس دفعہ وہ اسے دربار میں ملے۔ شیر افضل اور خانان جنڈولی یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے اسی بات کو پھر دہرایا کہ برٹش ایجنٹ کو جنڈول چلا جانا چاہیے۔ امیر علی نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کی دلیل کے زور کو انھوں نے تسلیم کیا مگر اصرار کیا کہ ان کی شرائط قبول ہونی چاہئیں۔

ایڈورڈس نے خط لکھا کہ وہ گرڈن سے ملنا چاہتا ہے اور اس کی اسے اجازت

۲۰ مارچ کو برٹش ایجنٹ نے شیر افضل کو لکھا کہ انگریزوں کے آدمی جو ریشن میں پکڑے گئے ہیں ان کے حالات سے اطلاع دو۔ شیر افضل اور خانان جنڈولی کے پاس سے جواب پہونچا کہ قیدی اُس روز سہ پہر کو پہونچنے والے ہیں۔ برٹش ایجنٹ ان کے حالات کی دریافت پر جو اصرار کر رہا ہے اُس کا مقصد صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ حوالگی کو طوالت دی جائے وہ خود اور خانان جنڈولی مشترکہ طور پر ذمہ دار ہیں کہ اُس کو بخیر و عافیت پشاور تک پہونچا دیں گے۔ اس میں تاخیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ریشن میں اتفاقیہ طور پر مصالحت ٹوٹ گئی تھی۔ اور از سر نو جنگ شروع ہو گئی۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ اس حرکت کے متعلق فوج کو سخت تنبیہ کر دی گئی ہے اور کمان افسر کو قید کر دیا گیا ہے برٹش ایجنٹ کو لازم ہے کہ ان کا مطالبہ بلا تامل قبول کر لے۔

اس کا یہ جواب دیا گیا کہ پشاور کی طرف سفر کرنا بالکل خارج از بحث ہے۔ انھوں نے یہ اطمینان دلایا ہے کہ ہر دو افسران انگریز ان کے ہاتھ میں بالکل محفوظ ہیں اسے قبول کیا جاتا ہے اور یہ کہ ان کے اوپر دوران مصالحت میں جو حملہ کیا گیا وہ غلط فہمی پر مبنی تھا اور جو شخص اس حملہ کے لیے ذمہ دار تھا اسے سزا دی گئی ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ آئندہ کے لیے ایسے حملوں کے متعلق پورا اطمینان دلایا جائے۔

برٹش ایجنٹ نے یہ بھی جتلایا کہ جو کچھ اُسے اقرار کرنا پڑتا ہے وہ در اصل ایڈورڈس اور فولر کی رہائی کی قیمت ہے۔ الغرض اس امر کی بھی صراحت چاہی گئی کہ ان بدقسمت نوجوان سپاہیوں کے فدیہ کے مطالبہ کی نوعیت کیا ہوگی۔ ان مزید شرائط پر بحث کرنے کے لیے برٹش ایجنٹ نے تخلیہ قلعہ اور واپسی مستوج پر رضامندی کا اظہار کیا۔ مگر اس نے اصرار کیا کہ اس پر عملدرآمد سے پیشتر انھیں بتلانا چاہیے کہ بہ ثبوت اپنی نیک نیتی کے وہ یرغمال کن اشخاص کو پیش کرتے ہیں اور اس کا کیا اطمینان دلاتے ہیں کہ انتظام سفر درست طریق پر ہو جائیگا

شیر افضل اور خانان جنڈولی سے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے بفرض محال اگر وہ مان لیں اور اس بنا پر مزید شرائط کے تصفیہ کے لیے بحث کرنے پر آمادگی ظاہر کریں تو یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ یرغمال جن کا مطالبہ کیا جائیگا خود ان کے سوا اور کوئی نہ ہوگا

اس کا جواب یہ پہونچا کہ انگریز قیدی صرف اس شرط پر چترال متعینہ برٹش ایجنٹ کو حوالہ

بھیجنے کو تیار ہوں۔

۲۔ اگر وہ جنڈول جانا چاہتے ہیں تو میں انہیں جنڈول لے چلنے پر تیار ہوں۔ اور

۳۔ اگر وہ دروش میں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو اس کی انہیں اجازت ہے۔

دونوں انگریز افسروں نے جواب دیا کہ وہ اس شرط پر چترال جانے پر راضی ہیں کہ ان کے سپاہیوں کو بھی ان کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔ سپاہیوں کے بغیر وہ چترال جانا نہیں چاہتے انہیں اس کے جواب میں بتلایا گیا کہ ان کے سپاہیوں کو ان کے ساتھ کسی طرح نہیں بھیجا جا سکتا اس لیے وہ ٹھہر گئے ہیں۔ انہیں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ وہ برٹش ایجنٹ کو انگریزی یا فارسی میں جو چاہیں لکھ سکتے ہیں۔ دونوں کے خطوط ٹھیں ملیں گے۔

جو کچھ عمرا خاں نے لکھا تھا ایڈورڈس نے اس کی تصدیق کی۔ مگر دوسروں نے اسے مذاق خیال کیا۔

۲۹ مارچ کو برٹش ایجنٹ نے عمرا خاں کے خط کا جواب بھیج دیا اور کیمبل نے نو کو خط لکھ دیا کہ دونوں کو تسلی رکھنی چاہیئے۔

۳۰۔ مارچ کو ہالیان قلعہ کا جائزہ لیا گیا۔ کل نفری ۵۴۳ (پانچ سو تینتالیس) نکلی جس میں سے ۴۰۳ (چار سو تین) سپاہی تھے لیکن لڑنے والے صرف ۳۴۳ (تین سو بیالیس) تھے باقی نفری اسپتال میں زیر علاج تھی۔ رسد موجودہ کا حساب لگایا گیا۔ وہ اس تعداد کے لیے ۱۱۔ جون تک کافی ہوتی تھی۔

یکم اپریل کو صبح کے ساڑھے چار بجے وہی بڑھی عورت شیر افضل کا زبانی پیغام لے کر وارد ہوئی کہ اب شیر افضل برٹش ایجنٹ کو ستوج کی طرف راستہ دینے اور سڑک کی مرمت کر دینے پر راضی ہے اور ان کا تمام سامان بھی گاؤں والوں کے ذریعے بھیج دینے پر تیار ہے الغرض اس نے تجویز کیا کہ برٹش ایجنٹ عزت کے ساتھ قلعہ کو خالی کر دے۔

اس بڑھیا نے ہمت بڑھانے والی ایک بات یہ بتلائی کر مہلگت کی طرف سے کوئی فوج نہیں آ رہی ہے جس کے معنی صاف طور پر یہ تھے کہ گلگت کی کمک نزدیک پہونچ گئی ہے۔ شیر افضل کے زبانی پیغام کے جواب میں بڑھیا کو یہ پیغام دیا گیا کہ شیر افضل کو خط بھیجنا چاہیے۔

حاصل ہو گئی ہے۔ خانان جنڈولی نے امیر علی سے اس کا ذکر کیا کہ گرڈن ایک یا دونوں انگریز
قیدیوں سے ایک معینہ موقع پر مل سکتا ہے جو قلعہ سے بہت دور نہ ہو۔ مگر اس رعایت سے
انکار کر دیا گیا۔

دوسرے روز ڈیپچرچ کے نام فولر کا ایک رقعہ پہونچا کہ اس کی پارٹی کے صرف بارہ
آدمی زندہ بچے ہیں۔ اس لیے جو حالات پہلے معلوم ہوئے تھے ان کی تصدیق ہو گئی۔ سہ پہر
کو عمرا خاں کا دیوان ملاقات کے لیے آیا۔ اس نے پھر یہی صلاح دی کہ برٹش ایجنٹ کو قلعہ
چھوڑ دینا چاہیے۔ فاقہ کشی سے مرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ دیر تک گفتگو کرنے کے بعد دیوان
ناکام واپس چلا گیا۔

اب امیر علی کو ایک خفیہ پیغام دے کر خانان جنڈولی کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے انھیں
بتلایا کہ اگر وہ ایڈورڈس اور فولر کو چھوڑ دیں یا جس طرح وہ چاہیں انھیں قلعہ میں پہونچا دیں
تو انھیں ایک معینہ رقم بطور انعام دی جائیگی اور اس کی ادائگی طلو طلا میں کی جائیگی تاکہ کسی کو
اس کی خبر نہ ہو اور اس خدمت کی اور طریق پر بھی قدر کی جائے گی۔ انھوں نے آپس میں دیر
تک بات چیت کر کے امیر علی کو یہ جواب دیا کہ وہ برٹش ایجنٹ کی خواہش کو پورا کرنے کے
لیے دل سے تیار ہیں۔ بشرطیکہ اسے کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کی انھیں قدرت ہوتی۔ مگر
انھیں افسوس ہے کہ ایسی صورت نہیں ہے اور یہ تجویز بالکل ناممکن العمل ہے۔ شیر افضل کے آدمی
ہر وقت ان کے اوپر نگرانی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے واقعات بالآخر ظاہر ہونے سے نہیں
رہتے ہیں۔ اور انھیں تمام دنیا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا اور عمرا خاں اس سے بہت
ناراض ہوگا۔ امیر علی ایڈورڈس اور فولر سے ملاقات کر کے واپس آ گیا۔ اس کے ذریعے یہ
پتہ چلا کہ گلگت کی طرف سے باقاعدہ فوج مستوج میں پہونچ گئی ہے

اس کے بعد مصالحت ختم ہو گئی اور دونوں طرف سے تفنگ زنی شروع ہو گئی۔ ۸ اپریل
کو دیش سے دو خط موصول ہوئے ایک عمرا خاں کی طرف سے تھا اور دوسرا ایڈورڈس کی
طرف سے عمرا خاں نے لکھا تھا کہ ہمارا خط پہنچنے پر میں نے دونوں انگریز افسروں کو بتلایا کہ
تین راستے ان کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔

۱۔ اگر چترال میں برٹش ایجنٹ کے پاس جانا چاہتے ہیں تو میں انھیں چترال واپس

نہایت خوفزدہ ہوا قلعہ سے بھی خوب گولی برسائی گئی۔

۱۱- اپریل کو شام کے وقت شیر افضل کے لشکر نے ڈھول بجانے شروع کر دیے حملہ ہوا۔ مگر حملہ آوروں کی کچھ پیش نہیں گئی۔ اب قلعہ کے اندر جو چترالی تھے وہ انگریزی فوج کے نیساگول میں ظفریاب ہونے اور لشکر چترال کے پسپا ہونے کے خواب دیکھنے لگے اور اُن کی پریشانی دور ہونے لگی

۱۲- اپریل کو دیکھا گیا کہ بہت سے آدمی چترال سے مستوج کی طرف جا رہے ہیں یہ سلسلہ ۱۳- اپریل تک جاری رہا۔ رات کو پھر ڈھول بجے اور گولی چلنی شروع ہوئی۔

۱۴- اپریل کو دشمن کے مورچوں میں بہت ترقی ہوئی۔

۱۶- دشمن کا قلعہ کی طرف سرنگ کھودنا اُسپر ہمارے کا جانبازانہ حملہ

۱۵- اپریل کو مستوج کی سڑک پر دشمن کی آمد و رفت جاری رہی۔ رب نواز خاں کے زخم اب ٹھیک ہو گئے تھے اُس نے کہنا شروع کیا کہ سرنگ کا خیال رکھنا چاہیے۔ چونکہ سرنگ کا امکان باغ والے تپارری مکان کی طرف سے تھا اس لیے توپ کے برج والے سپاہیوں کو متنبہ کیا گیا کہ کان لگا کر کھودنے کی آواز کا پتہ لگاتے رہیں۔ بہت آدمیوں نے کان لگائے۔ مگر رب نواز خاں کے اشتباہ کی تصدیق نہیں ہوئی۔

۱۶- اپریل کو صبح کے وقت دریافت ہوا کہ دشمن توپ کے برج کی طرف سرنگ تیار کر رہا ہے۔ اس برج کے اندر جا کر اطمینان کیا گیا۔ واقعی زمین کے اندر کھودنے کی آواز محسوس ہوئی۔ گورنزنڈ نے تجویز کی کہ قلعہ کے اندر سے ایک بالمقابل سرنگ شروع کر دی جائے۔ صفت بہادر نے خاموشی سے صلاح دی کہ باہر نکلنے کے بغیر اس کا علاج ناممکن ہے اس پر سبھوں نے اتفاق کیا۔ لہٰذا بیرون از قلعہ حملہ کے لیے ۴۰ جوان سکھ باٹلیتی اپنے جمعدار کے اور ۶۰ جوان ریاست کشمیر کے کل ایک سو سپاہی زیر کمان لفٹننٹ ہارلے نے قبل ازیں بارے تیار کیے گئے فیصلہ یہ کیا گیا کہ حملہ چار بجے سہ پہر کو شروع کیا جائے ہارلے نے قبل ازیں کینوس کے کچھ تھیلے ۵۰۔۶۰ اور ۱۰۰ پونڈ بارود بھر کر تیار کیے گئے تھے اور بتی کی جگہ ان میں کینوس کی ایک نلکی بارود سے بھر کر لگائی تھی ان تھیلوں کو پانی روک سکنے والی کینوس سے

اسی روز ایک وفادار چترالی نے یہ بتلایا کہ مستوج کی طرف سے دو گروہ آدمیوں کے آتے ہوئے دیکھے گئے ہیں یہ غالباً مستوج کے شکست خوردہ لشکر میں سے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستوج میں گلگت سے کمک پہونچ گئی ہے اگر واقعی ایسا ہے تو شیر افضل چار پانچ روز کے اندر تسخیر قلعہ کی سر توڑ کوشش کریگا۔

۲-اپریل سے ۴-اپریل تک تین دن شیر افضل نے خطوط کی آمد و رفت میں بسر کیے اس خط کتابت کا خلاصہ یہ تھا کہ برٹش ایجنٹ نے حملہ کر کے اُسے تکلیف میں مبتلا کیا ہے برٹش ایجنٹ کو فوراً قلعہ سے باہر آجانا چاہیے۔ شیر افضل نے جنڈول کے ایک آدمی کا خط بھی بھیجا جو اُس کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ جنڈول میں امن و امان ہے۔ شیر افضل کو چاہیے کہ بلا خوف و خطر قلعہ چترال پر حملہ کر دے۔ اس طرف کی کل مسلمان اقوام اور قبیلے شیر افضل کی امداد کے لیے متحد ہیں۔ اس سے پایا گیا کچھ عجب نہیں ہے کہ محاصرۂ چترال کے اُٹھانے کے لیے پشاور کی طرف سے بھی فوج آرہی ہے۔

۵-اپریل کو تفنگ زنی بہت سخت جاری رہی۔ چونکہ بھیڑ ختم ہو گئے تھے لوگوں نے گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دیا۔ ہندوؤں نے گھوڑے کا گوشت نہیں کھایا اور صرف آٹے پر گذارہ کیا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ اسپتال بیماروں سے بھر گیا۔ اور وہ پیچ کا کام بہت بڑھ گیا۔ ۶-اپریل کو اسپتال میں مریضوں کی تعداد ستر تک پہونچ گئی۔

۶-اپریل کو دشمن نے توپ کے برج کو آگ لگادی فوراً تمام آدمیوں کو جمع کر کے ایک طرف پانی کے منبع سے اور دوسری طرف خاک کے ذخیرہ سے آگ کے موقع تک آدمیوں کی قطار باندھ دی گئی۔ اور دست بدست پانی اور خاک پہونچانے کا انتظام کر دیا گیا جس سے آگ فی الفور بجھادی گئی۔ اور سپاہیوں نے حملہ آوروں کو مار کر بھگا دیا وہ ایک درجن لاشیں پیچھے چھوڑ گئے۔ دوسرے دن بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ رات کو برٹش ایجنٹ کے بائیں کندھے پر گولی لگی۔ زخم بڑا اور گہرا تھا اور شانہ کے گوشت کا خاصہ حصہ نکل گیا تھا مگر ہڈی بچ گئی تھی مرہم پٹی کر کے برٹش ایجنٹ کو لٹا دیا گیا۔

۸-و ۹-اپریل کو بھی یہی حالت رہی مگر ۱۰ تاریخ خیریت سے گذری۔ اس روز رات کو سخت حملہ ہوا۔ اس سے چترالی بہت پریشان ہوئے۔ بالخصوص شجاع الملک

اب باغ کے اندر سے زخمی سپاہی لنگراتے ہوئے قلعہ میں آنے شروع ہو گئے اور اسپتال میں پہونچائے گئے۔ ہارلے کے اوپر ہماری مکان میں دشمن کی طرف سے بے حد گولی برسائی گئی مگر اس نے سپاہیوں کی باڑھ کے ذریعے اس کا سرتوڑ مقابلہ کرکے دشمن کے تفنگچیوں کو خاموش کیا۔ اب ہارلے نے سرنگ کے دہانہ کی تلاش شروع کی۔ مکان کے اندر اس کا پتہ نہ چلا۔ بالآخر جہاں پر شاخوں کے مٹھے تلے اوپر جمع تھے جس کے ایک حصہ کو بوقت حملہ صاف کر دیا گیا تھا اس طرف توجہ کی گئی اور انکشاف ہوا کہ انھیں مٹھوں سے سرنگ کے دہانہ کو چھپایا ہوا ہے انھیں ہٹا کر سرنگ کا دہانہ کھولا گیا اب ایک جانباز آدمی کی تلاش ہوئی جو دہانہ کے اندر اتر جائے اور کھکھری سے سرنگ کے اندر کے آدمیوں کو تمام کرے۔ ہارلے نے کشمیر کے افسر کی طرف دیکھا۔ ایک ڈوگرہ سپاہی نے اپنی بندوق زمین پر ڈال دی اور کھکھری نکال کر دلیری کے ساتھ تیار ہوگیا چند سکھ بھی اس کام کے لیے تیار ہو گئے اور دہانۂ سرنگ کے اندر اُتر گئے۔ اندر سے جو چترالی نکلتا گیا انھوں نے سنگین سے اُس کی خبر لی پھر اُسے باہر نکالا۔

جب سرنگ کے اندر سے آدمیوں کا نکلنا بند ہوا اور سپاہی بھی اُس کے دہانہ سے باہر نکل آئے۔ تو ہارلے نے باروت کے دونوں تھیلے نکالے اور ایک آدمی لے کر دہانہ سرنگ میں اُتر گیا یہ تحقیق نہ تھا کہ سرنگ کے اندر اب کام کرنے والوں میں سے کوئی آدمی باقی رہتا ہے یا نہیں دفعتہً ایک شخص ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے برآمد ہوا۔ ہارلے کے ساتھ جو تھا وہ شیر کی طرح جھپٹا۔ ایک ہاتھ سے اُس نے اُس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے سنگین چلادی چند اور آدمی بھی نکلے بعض مسلح تھے اور بعض غیر مسلح۔ یہ بھی دہانہ سرنگ میں قتل ہوئے مگر کسی نہ کسی طرح سے ہارلے نے دو آدمیوں کو بچالیا۔ سرنگ کے اندر کام کرنے والے عجیب مخمصہ میں مبتلا تھے اگر وہ باہر نکلتے ہیں تو دہانہ سرنگ میں موت یقینی ہے۔ اگر اندر رہتے ہیں تو باروت کے دھماکے سے اُن کے ٹکڑے اڑ جائیں بیس کے قریب آدمی باہر نکل گئے تب ہارلے نے خیال کیا کہ اب سرنگ خالی ہوگئی ہے اور سرنگ کے اندر چند فٹ کے فاصلہ پر باروت کے تھیلے لگادیے وہ اُن کی بتی درست کر رہا تھا کہ دو چترالی اور نکل پڑے ان سے ساتھ ہاتھا پائی ہونے لگی۔ اس سے لمبی بتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہارلے کو بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ سپاہیوں نے بندوق کے استعمال کی وجہ سے گینتیاں بھی گما دی تھیں

ایک اور تھیلے کے اندر رکھکر مضبوط باندھ دیا گیا تھا۔ جس وقت یہ تھیلے تیار کئے گئے ہیں۔
سرنگ کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ صرف یہ خیال تھا کہ شاید کسی وقت کسی دیوار کے گرانے کے
لئے کارآمد ہوں گے۔ مگر اس وقت وہ نہایت فائدہ مند ثابت ہوئے ان میں سے اُس نے
پچاس اور ساٹھ پونڈ والے دو تھیلے منتخب کیے۔ اور ایک درجن گینتی بھی اپنے ساتھ لے لیں
اب بڑی احتیاط کے ساتھ باغ کے دروازہ کی رکاوٹ کو دور کیا گیا۔ ہارلے کو مفصل ہدایات
دی گئیں۔ اور اُس نے اپنے ساتھ ایڈوانس میں جو آدمی رکھنے تھے اُن کا انتخاب کیا۔ اور
اپنی پارٹی کو روانگی کے لیے تیار کردیا۔ ٹھیک چار بجے دروازہ کھول دیا گیا۔ اور ہارلے دروازہ
سے باہر نکلا۔ اُس کے پیچھے تمام پارٹی باہر نکلی اور آہستگی کے ساتھ ہمارے والے مکان کی طرف
بڑھی دشمن نے باڑھ ماری جس سے دو جوان مقتول اور ہارلے کے ایڈوانس گارڈ میں سے
ایک مجروح ہوا۔ راستہ میں ان کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے کوئی استحکامات نہ تھے۔ بلکہ
محض سبز شاخوں کے مٹھے باندھ کر تلے اوپر جمع کیے ہوئے تھے کہ گولی ان کے اندر پھنس
جائے انھیں سنگین سے فوراً ہٹا دیا گیا۔ اس اثنا میں دشمن کے تفنگچی اس مکان سے بھاگ کر
باغ کے کنارے کی دیوار کی پناہ میں چلے گئے صرف وہی آدمی اس طرف رہ گئے۔ جو سرنگ کے
اندر کام کررہے تھے جو لوگ بھاگ گئے تھے انھوں نے فوراً شاخوں کے مٹھوں سے ایک
عارضی مورچہ تیار کرلیا۔ اس دوران میں دشمن کے مورچوں سے قلعہ کے اوپر بادل کی گرج کی
طرح باڑھ چلنی شروع ہوگئی اور مورچوں کی طاقت بڑھانے کی غرض سے چاروں طرف
سے لوگ کمر کو جھکائے ہوئے مورچوں کی طرف دوڑنے شروع ہوگئے غالباً انھوں نے خیال
کیا کہ محصورین محاصرہ سے تنگ آکر قلعہ سے بھاگنے لگے ہیں اُن کا راستہ روکیں۔
اہل قلعہ نے بھی اپنی تفنگ زنی کا زور دکھلایا اور بے حد گولی برسائی اور بہت شوروغوغا
مچایا۔ اسپتال کے زخمی بھی رینگتے ہوئے فصیل پر پہونچ گئے اور تفنگ زنی میں شامل ہوگئے
باغ کے کنارے پر اور دیوار سے باہر دریا کی طرف دشمن کے جو آدمی تھے انھوں نے
قلعہ کے پانی کے راستے پر اور مدافعت کے دیگر مقامات پر سخت گولی برسائی۔ کھلے ہوئے
دروازہ باغ کے اوپر شدید گولی باری کی گئی۔ مگر اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا۔ صرف ایک
آدمی زخمی ہوا۔

مگر اُسے اُس وجہ سے معرض التوا میں رکھ دیا تھا کہ پٹھانوں کا خیال تھا کہ سرنگ سے اس
برج کو اڑا دیں گے۔

اب حملہ کرنے والی پارٹی کا جائزہ لیا گیا۔ ہارلے کے ایک سو آدمیوں میں سے اکیس کا
نقصان ہوا تھا اور چترالیوں کے چالیس پچاس آدمی مقتول ہوئے تھے جن میں سے پینتیس
دہانہ سرنگ کے اندر یا اس کے منہ کے اوپر سنگین سے مقتول ہوئے تھے۔

۱۸- اپریل کو خفیف تفنگ زنی ہوتی رہی مگر قلعہ کے اندر سے جو سرنگ تیار کرنی شروع
کی گئی تھی اس پر کام جاری رہا۔ اور دیگر استحکامات کو بھی درست کیا گیا۔ قیدیوں نے یہ بھی اطلاع
دی کہ انگریزوں نے مستوج کا محاصرہ توڑ دیا ہے۔ اور چترالیوں نے اس فوج سے شکست کھا کر
نیساگول کے استحکامات پر رکاوٹ کا انتظام کیا ہے۔

یہ دن شورش کے بغیر گذر گیا۔ اندھیرا ہونے کے دو گھنٹہ بعد ٹونزنڈ نے اطلاع دی۔ کہ
ایک آدمی قلعہ کی دیوار کے پاس آیا تھا اور کچھ بول کر چلا گیا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد
ایک اور آدمی آیا اور اطلاع دی کہ محاصرہ کنندگان بھاگ گئے ہیں اور فتح علی شاہ کا بھائی
بھی ناکہ پر موجود ہے اندر آنا چاہتا ہے اس نے ان افواہوں کی تصدیق کی معلوم ہوا کہ شیر افضل
بشمول ہر دو خانان جنڈولی اور اپنے ہمراہیوں کے فرار ہو گیا ہے۔

محمد عیسیٰ کو نیساگول میں جب شکست ہوئی ہے۔ تو وہ پڑاو بہ پڑاو چترال تک اس
امید پر آیا تھا کہ عمرا خاں نے دو ہزار آدمی کمک کے لیے اُسے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر ان آدمیوں
کو اُس نے کبھی نہیں بھیجا اور قلعہ چترال کے تسخیر کرنے کے لیے ایک بہت بڑی تجویز درست
کی گئی تھی مگر ہارلے کے حملہ سے دشمن کی کمر ٹوٹ گئی اور اس تجویز کو پورا کرنے کے لیے آدمیوں
کو طلب کرنے کی کوشش ترک کر دی گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ گلگت کی کمک چترال سے
دو پڑاؤ کے فاصلہ پہ پہونچ گئی تھی۔ اس لیے اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسری صبح کو گرڈن ایک بڑا دستہ فوج ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکلا کہ دیکھے آیا واقعی
ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر فرار ہو گیا ہے۔ باجوڑی سوداگر مصری اور چھوٹی قسم کا سامان
خوردنی لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کے ذریعے کوئی قطعی اطلاع نہیں ملی۔ انھوں نے
صرف اس قدر بتلایا کہ افواہ ہے کہ کرنل کیلی چترال سے دو پڑاؤ کے فاصلہ پر پہونچ گیا ہے

پھینک دی تھیں ان کا دستیاب ہونا اس وقت مشکل تھا۔ اتنے میں اُسے یاد آیا کہ ایک
اور بھری ہوئی لمبی بتی موجود ہے۔ اُس کے لانے کے لیے وہ دہانۂ سرنگ سے باہر نکلا۔ جب
وہ اس بتی کو لے کر دہانۂ سرنگ میں کودنے کو تھا سرنگ کے اندر بارود کی تھیلیاں چل گئیں
اس کے دھماکے سے وہ گر گیا اور سپاہیوں کی پگڑیاں جل گئیں۔ قلعہ کے اندر والوں کو اس
موقع سے دھوئیں کا ایک بادل اوپر کو اُٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس کے اندر سے ہارلے کے
سپاہی دو پارٹیوں میں دوڑ کرتے ہوئے نکلے اور سب کے پیچھے ہارلے قلعہ کی طرف آیا اور
ایک قیدی بھی اپنے ساتھ لایا۔ یہ لوگ جس وقت کھلا ہوا بیس گز راستہ طے کر رہے تھے
ان کے اوپر سخت گولی برسائی گئی۔ مگر کسی آدمی کا نقصان نہیں ہوا جب یہ لوگ قلعہ کے
اندر واپس داخل ہو گئے تو قلعہ کا دروازہ بدستور بند کر دیا گیا اور احتیاط کے ساتھ آڑ لگا دی
گئی۔ اب ہارلے اور اُس کے جانباز ہمراہیوں کی مدح سرائی شروع ہوئی۔ لیکن ہارلے
خاموش رہا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ بارود قبل از وقت چل گئی ہے اور سرنگ تین گز سے زیادہ
نہیں اُڑی ہے اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ کیونکہ دوسرا حملہ ناممکن تھا۔ وجہ یہ کہ ہارلے کی
واپسی کے بعد شیر افضل کے آدمیوں نے فوراً اس مکان پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا۔ لہذا قلعہ کے
اندر سے ایک دوسری سرنگ کھودنے کا انتظام کیا گیا۔ اور صفت بہادر کو اس کام پر تعینات
کیا گیا۔ اس پر زور شور کے ساتھ کام جاری ہوا۔ اس اثنا میں گرڈن نے اطلاع دی کہ دشمن
نے ایک خندق تیار کی ہے جو دیوار قلعہ کے قریب پہونچ گئی ہے مزید تحقیق سے انکشاف ہوا
کہ یہ خندق دراصل سرنگ ہے جو بارود کے زور سے ایک کنارے سے دوسرے کنارے
تک سراسر بیٹھ گئی ہے۔ اس سے بڑا اطمینان ہوا کہ ہارلے کی بارود نے اپنا کام پورا کر دیا
سرنگ کی چھت کو لکڑی کا سہارا نہیں دیا گیا تھا اُس لیے بارود کے دھماکے سے مٹی نرم
ہو گئی اور آہستہ آہستہ تمام چھت بیٹھ گئی۔ صرف کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اُسکی چھت
کے باقی رہ گئے۔ اس سے محصورین کو بڑا حوصلہ ہوا کہ ان کا ستارہ بلندی پر ہے۔

ہارلے کے ساتھ جو قیدی آئے تھے اُن کا بیان لیا گیا۔ اور جرح کی گئی۔ اُن کا خیال
یہ تھا کہ امیر کابل شیر افضل کی مدد کر رہا ہے اور ہندوستان کے حملہ کا ارادہ سے پشاور میں
جمع ہو گیا ہے۔ اُنھوں نے ظاہر کیا کہ توپ والے برج پر بڑے زبردست حملہ کا انتظام کیا گیا تھا

کر دیے۔ یہ انتظام مہتر کو بہت ناگوار ہوا۔ اور وقتاً فوقتاً اُس حصہ ملک کے واپس دلا پانے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر جب پورا تسلط ہو گیا۔ تو پندرہ سولہ سال بعد ملک خوش وقتیہ کا تقریباً نصف حصہ چترال کی طرف سے کوتل شانڈور تک مہاراجہ پرتاب سنگھ نے مہتر شجاع الملک کو واپس دیدیا اور کوتل شانڈور سے سرحد پونیال تک علاقہ جات غذر۔کوہ۔ یاسین۔ واشکومن بدستور شامل ریاست زیر انتظام ایجنسی گلگت رہے۔ یہ انتظام مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد تک کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔

اس اثنا میں ملک چترال علاقہ دیر و سوات کے ساتھ برٹش پولیٹیکل ایجنسی مالاکنڈ کے ماتحت کر دیا گیا اور گلگت سے اس کا تعلق جاتا رہا۔ ۱۹۱۸ء کی جنگ افغانستان کے سلسلہ میں مہتر شجاع الملک نے نمایاں خدمات انجام دیں اور بڑا نام پیدا کیا۔ اس کے صلہ میں اُسے خطاب نواب و کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ عطا ہوا۔ اور ہز ہائینس کا لقب دے کر گیارہ توپ کی سلامی کا اعزاز دیا گیا۔ اس طرح سے چترال کی حکومت فعلاً ایک چھوٹی سرحدی ریاست میں بدل گئی۔ ہز ہائینس نواب سر شجاع الملک بہت روشن خیال اور زمانہ شناس ثابت ہوا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو برٹش انڈیا کے کالجوں میں اعلیٰ تعلیم دلا کر اعلیٰ عہدوں پر پہونچایا۔ اور اپنی ریاست کے انتظام کو بہت ترقی دی۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بڑا بیٹا ہز ہائینس کپتان نواب ناصر الملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کا ایک بھائی جو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا مجھے علی گڈھ میں ملا۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ ملک خوشوقتیہ کے باقی حصہ یاسین کا قبضہ حاصل کرنے کے لیے مہتر چترال اب تک پیچ و تاب کھا رہا ہے اور اُس نقصان کو اُس نے فراموش نہیں کیا ہے۔

اور ایک نہبت بڑی مہم پشاور اور ہوتی مردان کے راستہ سے آرہی ہے۔ سابقہ خان دیر
جسے عمرا خاں نے ملک بدر کردیا تھا۔ اُس کے ساتھ ہے ۱۲۔اپریل سے شیر افضل اور خانان
جنڈولی مضطرب تھے مگر اپنے ہمراہیوں کے حوصلہ کو انھوں نے یہ امید دلا کر بلند کر رکھا تھا کہ امیر
افغانستان کا سپاہ سالار کمک لے کر جلد پہونچنے والا ہے۔

چترال رلیف فورس سے خطوط پہونچے اور جب اطلاع کا اضطراب کے ساتھ انتظار
تھا وہ مل گئی سمات کو کرنیل کیلی کا خط پہونچا کہ وہ ۲۰۔اپریل کو چترال میں داخل ہو جائیگا
۲۰۔اپریل ۱۸۹۵ء کو ۲ بجے کرنیل کیلی کا ایڈوانس گارڈ پل کو عبور کرتا ہوا دیکھا گیا
اور کل انگریز اس سے ملتے گئے۔ دوسرے دن ۲۱۔اپریل کو جملہ افسران رلیف فورس کو قلعہ
کے اندر ضیافت دی گئی۔ اس کے دوسرے دن محصورین قلعہ سے باہر نکلے۔ اور پرانے مشن
ہوس میں جہاں غیر افضل نے منزل کی ہوئی تھی بدستور سابق رہائش اختیار کی
بعد میں جنرل سر۔ابرٹ لو کی افواج بھی چترال میں پہنچ گئیں۔ اور چند روز وہاں
قیام کرنے کے بعد ہندوستان کو واپس ہو گئیں۔ اُس کے تفصیلی حالات کا تعلق چونکہ تاریخ
گلگت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اُن کے اندراج کو ضروری نہیں خیال کیا
دروش میں افواج سرکار ہند کی چھاؤنی مقرر ہوئی اور دو پلٹنیں ہندوستانی افواج برطانیہ
کی اس چھاؤنی میں تعینات کر دی گئیں جن کا ایک حصہ چترال میں رہتا تھا۔

۱۷۔ مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا اعلان اور ملک خوشوقتیہ کا الحاق کشمیر کے ساتھ

ہز ایکسلنسی لارڈ الگن وائسرائے و گورنر جنرل کشور ہند نے اپنے ملٹری سکرٹری کرنیل
الجرنن ڈیورنڈ سابق برٹش ایجنٹ گلگت کو خطوط اور ہدایات کے ساتھ ڈاکٹر رابرٹسن برٹش
ایجنٹ گلگت کے پاس بمقام چترال بھیجا اور ڈاکٹر رابرٹسن نے باقاعدہ دربار منعقد کر کے
مہتر شجاع الملک کی مسند نشینی ملک کٹور کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا۔ اور ملک
خوشوقتیہ کا الحاق ریاست کشمیر کے ساتھ کر کے ایجنسی گلگت کے علاقہ جات میں شامل کیا
یاسین مستوج اور دیگر چھوٹے علاقہ جات میں بدستور سابق حاکمان ماتحت ایجنسی مقرر

ساتواں باب

گلگت کی آب و ہوا۔ پیداوار۔ معدنیات۔ صنعت و حرفت و تجارت

علاقہ ہردستان بھی اسی حصہ ملک میں شامل ہے جسے بالا بارش کا نام دیا گیا ہے گو کہ یہاں خفیف بارش گاہ بگاہ ہوتی ہے لیکن زراعت کو اس سے چنداں فائدہ نہیں پہونچتا ہے جس کا تمامتر انحصار آبپاشی پر ہے۔ وادی سندھ اور وادی دریائے گلگت اور نیز وادی دریائے ہونزہ میں سردی کی شدت نہیں ہے۔ لیکن گرمی بھی زیادہ نہیں ہوتی ہے اور پنکھے کی کبھی ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔ البتہ سردی کے موسم میں تاپنے کا رواج ہے جلانے کی لکڑی کی یہاں قلت نہیں ہے۔

اراضی عموماً دو فصلی ہے۔ ربیعہ میں گندم و گرم وجو۔ مٹر۔ مونگ۔ ماش۔ سرسوں وغیرہ اور خریف میں چاول۔ مکی۔ چنا۔ کنگنی اور ترنبہ وغیرہ بخوبی پیدا ہوتے ہیں ترکاریوں میں شلجم۔ کرم۔ گوبھی۔ مولی پیاز۔ تماکو وغیرہ اور قریب قریب ہر ایک کشمیری ترکاری وساگ پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کی خوراک عام طور پر گیہوں اور گرم کی روٹی ہے۔ لداخ اور بلتستان کی طرح آٹے کو پانی میں پکا کر کھانے کا دستور نہیں ہے جیسے لداخ اور بلتستان میں زان اور کاچی وغیرہ کا کام دیا جاتا ہے۔ گلگت میں روئی نہایت اعلیٰ قسم کی پیدا ہوتی ہے اس کا بیج بیان کیا جاتا ہے کہ مصر سے اس ملک میں پہونچایا گیا ہے۔ گھوڑوں کے چارہ کے لیے رشقہ کاشت کیا جاتا ہے۔

گلگت میں طلاکشی کا کام خاصے بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے۔ دریائے ہونزہ ونگر میں حدود وزارت سے لے کر موضع دینور تک اور نالہ بگروٹ میں گلیشیر سے لیکر اسکے اتصال دریائے گلگت تک۔ اور دریائے گلگت میں موضع دینور سے لے کر اس کے اتصال دریائے سندھ تک اور دریائے سندھ میں کل حدود علاقہ گلگت کے اندر تمام موسم زمستان میں طلاکشی کا کام جاری رہتا ہے۔ دریائے ہونزہ و نالہ بگروٹ بہت زرخیز میدان طلاکشی خیال کیے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دریا کے کنارے کی خاک

چھٹا باب

گلگت پر بصورت اجارہ سرکار ہند کا قبضہ اور افواج ڈوگرہ کی واپسی

مہاراجہ پرتاب سنگھ کے بعد بعہد مہاراجہ ہری سنگھ سرکار برطانیہ ہند نے وزارت صوبہ گلگت کے اُس حصہ کو جو دریائے سندھ کے پار اُس کے داہنے کنارہ پر واقع ہے۔ ۱۹۳۵ء میں بذریعہ معاہدہ بطور اجارہ ساٹھ سال کے لیے مہاراجہ جموں و کشمیر سے حاصل کیا۔ اور مہاراجہ کی افواج اور افسران ملکی صوبہ گلگت سے دریائے سندھ کے بائیں کنارہ پر واپس آ گئے۔ سرکار برطانیہ ہند نے صوبہ گلگت کا ملکی اور فوجی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مگر یہ ملک بدستور ممالک محروسہ مہاراجہ جموں و کشمیر کی حدود میں شامل رہا اور صدر مقام ایجنسی پر مہاراجہ کا جھنڈا بدستور قائم رہا۔ البتہ انتظامی اغراض کے لیے ریاست کشمیر کی سرحد ملتستان کے نیچے دریائے سندھ ہو گیا۔ جیسا کہ گوہرامان کے قبضہ گلگت کے زمانہ (۱۸۵۲ء لغایت ۱۸۶۰ء) میں رہا تھا۔ اس عہدنامہ کا ترجمہ حصہ جموں کے باب چہارم میں بسلسلہ دیگر عہدنامہ جات درج کیا گیا ہے۔



بھیڑ بکری کثرت سے پائی جاتی ہے۔ جنھیں بلحاظ موسم ایک جگہ سے دوسری جگہ چرائی کے لیے رکھا جاتا ہے۔ دودھ دہی، مکھن اور گوشت کی کمی نہیں ہے لوگ چوگان بازی کے بڑے شوقین ہیں۔ قریب قریب ہر ایک گانوں میں میدان چوگان بازی موجود ہے اور گھوڑے بھی اچھے رکھتے ہیں۔ لیکن لداخ کی طرح شان دار عمارتوں اور اچھے سامان خانہ داری کا دستور نہیں ہے۔ عموماً لوگ خوش حال اور خوش گذران ہیں اور خوش مذاق ہیں اور مردانہ اوصاف رکھتے ہیں البتہ شائستگی میں لداخ و بلتستان کے مقابلہ میں پستی کی حالت میں ہیں۔ مگر اب تعلیم کی وجہ سے کچھ بیداری پیدا ہونے لگی ہے۔



دھونے کا دستور ہے۔ لداخ ذرگل کی طرح کان نہیں کھودی جاتی۔ طلا کشی کرنے والی ایک مخصوص قوم بھی ہے اور ہر ایک زمیندار بھی یہ کام کرتا ہے۔ گلگت سے نیچے چیلاس تک دریائے سندھ کی خاک سے طلا برآمد کرنے کا رواج ہے اور کثرت سے اس کی برآمدگی ہوتی ہے۔ سونا اچھی قسم کا نکلتا ہے اور ریگ طلا کو تپانے سے حق النار سے زیادہ نقصان نہیں ہوتا۔

بلور اکثر نالہ جات کی چوٹیوں پر پایا جاتا ہے مگر اس کی برآمدگی کا دستور نہیں ہے سلاجیت نالہ سی و حراموش میں کثرت سے ملتی ہے استور میں ابرق کی کان ہے۔

گلگت میں بلتستان کی طرح میوہ کی کثرت ہے۔ توت شیریں پیدا نہ اور شہتوت کھٹ مٹھا بکثرت اور لطیف پیدا ہوتا ہے۔ خوبانی اچھی قسم کی اور کثرت سے ہوتی ہے۔ البتہ بلتستان کی لطافت اس میں نہیں ہے۔ آڑو بھی اچھا ہوتا ہے انار بھی پیدا ہوتا ہے اور بادام کا بھی رواج ہے۔ لیکن اس کی کثرت نہیں ہے تربوز اور سردہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اخروٹ کی کثرت ہے۔ انگور بہت اچھی قسم کا اور کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ نگرونٹ میں شیریں سیب عمدہ قسم کا پیدا ہوتا ہے۔ اور ہونزہ و نگر میں ناشپاتی نہایت اعلیٰ درجہ کی پیدا ہوتی ہے جس کے سامنے کشمیر کی ناشپاتی مات ہے چترال میں بھی یہی میوے ہیں اور اچھی قسم کے اور بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

صنعت و حرفت اس ملک میں کچھ نہیں ہے۔ اپنے ذاتی استعمال کے لیے سوتی اور اُونی کپڑے لوگ خود تیار کر لیتے ہیں۔ اور پاؤں کے لیے از قسم بوٹ جو چیز استعمال کرتے ہیں وہ بھی خود ہی بنا لیتے ہیں۔

اس ملک کی پیداوار میں سے کوئی چیز اس مقدار میں پیدا نہیں ہوتی۔ جس کی برآمدگی ہو۔ حتیٰ کہ خستہ بھی کسی بڑی مقدار میں ملک سے باہر نہیں جاتا۔ چونکہ فوج کی وجہ سے بیرونی آدمی یہاں بکثرت رہتے ہیں ان کی تمام قسم کی ضروریات زندگی باہر سے بہم پہونچائی جاتی ہیں۔ یارقند کا مال تجارت بھی از قسم نمدہ و قالین اور ریشمی کپڑے اور دیگر اشیا حال میں اس جگہ آنے لگی ہیں۔ تھوڑی مقدار میں چائے بھی ہندوستان سے آتی ہے مگر اس کا رواج ملکی آدمیوں میں بہت ہی کم ہے۔

سنہ ١٩٢١ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت		١٥٨٨٠	١٢٨٢٦	٢٨٧٠٦
پولیٹیکل ایجنسی گلگت	چلاس	٧١٨٠	٥٩٥٥	١٣١٣٥
	ہونزہ	٦٤٧٣	٥٦٤٤	١٢١١٧
	نگر	٧٧٠٤	٦٤٨٤	١٤١٨٨
	پونیال	٢٨٩٧	٢٥٩٥	٥٤٩٢
	اشکومن	١٤١٠	١٣٤٣	٢٧٥٣
	یاسین	٣٧١٠	٣٣٥٥	٧٠٦٥
	کوہ	١٢٢٩	١٠٥٩	٢٢٨٨
	غذر	١٩٣٨	٢٠١٥	٣٩٥٣
میزان پولیٹیکل ایجنسی		٣٢٥٤١	٢٨٤٥٠	٦٠٩٩١
میزان کل صوبہ		٤٨٤٢١	٤١٢٧٦	٨٩٦٩٧

گوشوارہ مردم شماری صوبہ گلگت

سنہ ۱۹۱۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت	تحصیل گلگت مع حراموش	۹۱۰۸	۶۵۶۷	۱۵۶۷۵
	نیابت استور	۴۱۹۱	۴۱۰۳	۸۲۰۴
میزان وزارت		۱۳۲۹۹	۱۰۶۷۰	۲۳۸۷۹
پولیٹیکل ایجنسی گلگت	چلاس	۶۹۰۸	۵۶۰۰	۱۲۵۰۸
	ہونزہ	۵۴۵۷	۴۶۶۹	۱۰۱۲۶
	نگر	۷۱۴۸	۶۱۹۹	۱۳۳۴۷
	پونیال	۲۳۶۵	۲۰۵۸	۴۴۲۳
	اشکومن	۱۰۷۵	۹۴۵	۲۰۲۰
	یاسین	۳۲۹۱	۳۰۱۹	۶۳۱۰
	کوہ	۱۱۶۶	۸۹۸	۲۰۶۴
	غذر	۱۸۶۸	۱۷۶۹	۳۶۳۷
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۲۹۲۷۸	۲۵۱۵۷	۵۴۴۳۵
میزان کل صوبہ		۴۲۵۷۷	۳۵۸۲۷	۷۸۳۱۴

ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین و راجگان کھکھا و بمبہ

وزارت مظفر آباد

۱۹۳۱ء

حلقہ انتظامی	علاقہ	مرد	عورت	میزان
وزارت گلگت		۱۷۷۵۲	۱۴۱۵۰	۳۱۹۰۲
	چلاس	۷۴۶۱	۶۰۷۳	۱۳۵۳۴
	ہنزہ	۶۹۶۵	۶۲۷۶	۱۳۲۴۱
	نگر	۷۳۶۳	۶۳۰۹	۱۳۶۷۲
	پونیال	۳۲۲۵	۲۸۸۳	۶۱۰۸
	اشکومن	۱۶۱۱	۱۳۷۵	۲۹۸۶
	یاسین	۴۱۵۴	۳۹۲۹	۸۰۸۳
	کوہ	۱۵۴۷	۱۲۶۱	۲۸۰۸
	غذر	۲۱۶۴	۱۹۴۸	۴۱۱۲
میزان پولیٹیکل ایجنسی		۳۴۴۹۰	۳۰۰۵۴	۶۴۵۴۴
میزان کل صوبہ		۵۲۲۴۳	۴۴۷۰۴	۹۶۴۴۶

مقامی تحقیقات میں بہت سے احباب میرے ممد و معاون رہے ہیں۔ مگر مفید معلومات مجھے میر عبد اللہ ٹبل والہ سے حاصل ہوئی ہیں اور میرے کرم دوست سلطان رحمت اللہ خاں جاگیردار گھوڑی نے جو کہ پرانے طرز تعلیم کے مطابق اچھے تعلیم یافتہ ہیں اور علمی مذاق رکھتے ہیں بہت زیادہ روشنی اپنے بزرگوں کے حالات پر ڈالی ہے اور پرانی سندات و تحریرات سے فائدہ اٹھانے کا مجھے موقع دیا ہے۔ جس کے لیے میں ان ہر دو صاحبان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

راجگان کلکھا کے حالات کا انکشاف کرنے میں مجھے مطلقاً کامیابی نہیں ہوئی۔ بہرحال جہاں تک کہ کتب تاریخ سے پتہ لگا اور جو کچھ میں اپنی تحقیقات سے دریافت کر سکا وہ میں نے اس میں جمع کر دیا ہے۔ موجودہ جاگیرداران کلکھا و ہتال کے حالات کو میں نے طوالت سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور شجرہ نسب بھی صرف بنیادی خاندانوں کا درج کیا ہے۔ باقی تفصیل ترک کر دی ہے۔

سلاطین بمبہ کی تنظیم باقاعدہ رہی ہے اُن کے شجرہائے نسب میں نے تا تاریخ مکمل کر دیے ہیں اور چھوٹی شاخوں کو بھی بغرض وضاحت شامل کر لیا ہے۔ سلطان مظفر خاں سے اوپر کاشف تک تیرہ پشتیں ہوتی ہیں۔ ان کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا اور شجرہ مجھے نہیں بھی جیسا کہ مجھے دستیاب ہوا میں نے درج کر دیا ہے اُس کی تصدیق کا کوئی ذریعہ مجھے نہیں ملا۔ لہٰذا اس شجرہ نسب کو روایت سے زیادہ وقعت نہیں دی جا سکتی ہے۔

حشمت اللہ خاں

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۴-۱ اپریل ۱۹۳۷ء

دیباچہ

اس حصہ میں میں نے وزارت مظفر آباد کے سلاطین بمبہ اور راجگان کھکھا و تہال کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ چونکہ یہ سلاطین و راجگان بھی سرحدی رو سا میں سے ہیں اور اپنے زمانہ حکومت میں ایک زبردست جنگی قوم اور محافظ سرحد ہزارہ و پونچھ رہے ہیں۔ اور اسوقت بھی باوجود زیر ہو جانے کے اپنے ہم چشموں میں ممتاز اور سرآوردہ خیال کیے جاتے ہیں اس لیے مہاراجہ گلاب سنگھ کی فتوحات سرحدی کے سلسلہ میں ان کے حالات کا ذکر کیا جانا بھی ضروری معلوم ہوا۔ گو کہ ان کے انکشاف میں مجھے حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر جس حد تک میں تحقیق کر سکا ہوں اس کا مطالعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

گو کہ موجودہ سلاطین بمبہ قریب قریب سب کے سب اور اکثر راجگان کھکھا و تہال تعلیم یافتہ اور روشن خیال اصحاب ہیں مگر اپنے خاندان کی تاریخ کسی کے پاس موجود نہیں ہے اور اپنے اسلاف کے حالات تاریخی سے وہ زیادہ واقفیت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے مجھے ان کے حالات کے دریافت کرنے میں بڑی دقت پیش آئی اور خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ تاریخ کشمیر و ہندوستان کے ہزاروں اوراق میں نے چھان مارے اور جہاں کہیں ان اقوام کا کوئی تذکرہ میری نظر میں آیا اس سے میں نے پورا فائدہ اٹھایا۔ جس کے لیے میں ان کتابوں کے مصنفین کا شکر گذار ہوں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مکمل تاریخ کشمیر مصنفہ محمد الدین فوق

۲۔ تاریخ حسن فارسی مصنفہ حسن شاہ

۳۔ تاریخ اعظمی

۴۔ تاریخ ہندوستان مصنفہ ذکاء اللہ۔

۵۔ کشمیر مصنفہ لارنس

۶۔ تذکرہ بے مثل مصنفہ ظفر اللہ خاں۔

سلطان مرزا شہید

۳۔ سلطان محمود خان | ذوالفقار خان | فتح خاں | عمر | (۱) راجہ کام بخش خاں | صمد خان | دیندار بخش

جاگیر کامراج

۴۔ سلطان حسن علیخان (مظفر آباد) | ا۔ راجہ سلطان اکبر علیخان (گھوڑی) | ا۔ سلطان ناصر علیخان (کرناہ) | قر | دیندار علیخاں | گوہر علیخان | مقرب

با علی | محمد علیخاں | شیر علیخاں | اکبر علی خاں | فضل علیخاں

۵۔ سلطان زبردست خاں (مظفر آباد) | سلطان مظفر خان ثانی | (۲) راجہ صفدر علیخان | نادر علی | سنگار علی | نوازش علی خاں

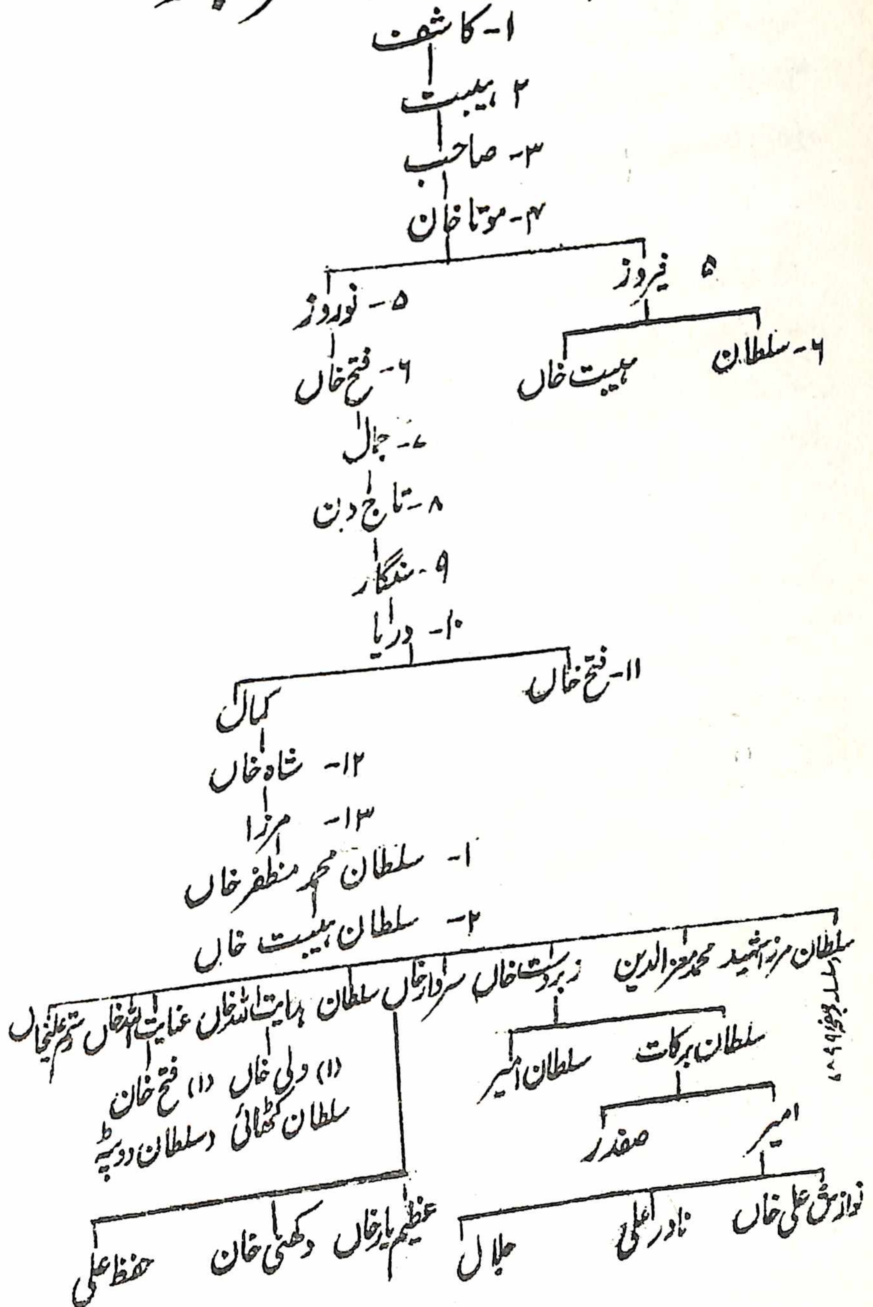
عبداللہ خاں | (۶) سلطان حسین خان (آخری سلطان مظفر آباد) | سلطان رحمت اللہ خاں | ۳۔ راجہ ہیبت خان | ۴۔ راجہ مظفر خان

رحمت اللہ خاں | (۱) سلطان محمد برکات خان جاگیر دار بوئی ضلع ہزارہ | عنایت اللہ خاں | ۴۔ راجہ اکبر علی خاں | ۴۔ راجہ محمد خان

سلطان محمد خان | (۲) سلطان حسین علی خان | ۵۔ راجہ شیر علی خاں (راج پورہ تحصیل ہنداوڑہ) | زبردست خان | فیروز الدین خان

قیام الدین علی خان | زبردست خان | فیروز الدین خاں | عبدالقیوم خان (بوئی ضلع ہزارہ میں جاگیردار اور صاحب عزت ہیں) | ۵۔ راجہ غلام محمد خان (زحل ڈاڑہ تحصیل ہنداوڑہ) | فتح محمد خان

شجرۂ نسب سلاطین بمبہ مظفر آباد



سلسلہ صفحہ ۹۰ کا (۵) سلطان محمد خان

- زوجہ اول دختر حسرت اللہ خان سلطان آباد
  - ولی محمد خان (بحیات والد خود فوت)
    - زوجہ اول
      - محمد حسین خان (لاولد)
      - (۷) سلطان محمد متولی خان (سلطان کٹھائی)
        - عبدالعزیز خان (ولی عہد)
    - زوجہ دوم
      - عطا محمد خان
  - عطا محمد خان (لاولد)
- زوجہ دوم دختر عطا محمد خان دوپٹہ
  - عنایت اللہ خان
    - زوجہ اول
      - محمد اکبر خان
      - فتح محمد خان
      - (کٹھائی میں رہتے ہیں)
    - زوجہ دوم
      - مظفر خان
    - زوجہ سوم
      - محمد مظفر خان
      - زبردست خان
      - (چھلپورہ میں رہتے ہیں)
  - (۶) سلطان سکندر خان
    - عطا محمد خان
    - زبردست خان
    - (کٹھائی میں رہتے ہیں)
  - فیروز الدین خان
    - قطب الدین

شجرہ نسب سلاطین کھٹائی

سلطان ہیبت خاں (مظفر آباد)

(۱) سلطان ولی خاں (از کھٹائی تا بارہ مولہ)

- (۲) سلطان ابراہیم خان
  - نجف خان
    - فتح خاں
      - اکبر علی خان (بانڈی میں آباد ہے)
  - صوفی خان
    - فتح خان
      - ولی محمد خاں
      - ہدایت اللہ خان
      - فتح محمد خاں
      - نور محمد خان
  - ×
    - صفدر علیخاں
    - احمد خان
- (۳) سلطان مظفر خان
  - ذوالفقار خان
    - محمد خان
      - زبردست خان
      - ولی محمد خاں
      - محمد اکبر خان
      - قطب الدین خان (ڈچلپورہ میں آباد ہیں)
      - فیروز الدین خان
      - فتح محمد خان
      - عنایت اللہ خان
      - سکندر خان
  - (۴) سلطان زبردست خان
    - ۵. سلطان محمد خاں ......(سلسلہ صفحہ ۵۰۱ پر)
    - فتح محمد خاں
      - احمد خاں
        - زبردست خان
        - عبدالحمید خاں (براری پورہ میں آباد ہیں)
      - محمد خاں
- ×
  - فتح خان
  - قمر دین خان
    - رحمت اللہ خان
    - ہدایت اللہ خاں
  - عظیم خاں
    - ہدایت اللہ خان

شجرۂ نسب سلاطین گھوڑی

سلطان مرزا شہید

ذوالفقار خان
محمد علی خان
بخش علی خاں محمد خاں غلام محمد خان
احمد خاں پیر محمد خاں امیر اللہ خاں (منصف پنجاب)
بشیر اللہ خاں نذیر اللہ خان منیر اللہ خاں
محمد زمان خان یار محمد خان فتح محمد خاں سلطان محمد خاں عطا محمد خان (گھوڑی میں رہتے ہیں)
محمد حسن خان
دختر زوجہ عبدالحمید خاں
عبداللہ خاں عطا محمد خاں سکندر خاں (درا ڑ میں رہتے ہیں)

سلطان محمود خان (مظفر آباد)
(۱) سلطان اکبر علی خان (گھوڑی)
رحیم خان
یوسف خاں ابراہیم خان عیسیٰ خان (چیلاس میں رہتے ہیں)
سلطان محمد خان
دان خان فتح خان محمد خان شیر احمد خان
سب علاقہ بالاکوٹ میں رہتے ہیں

(۲) سلطان نجف خاں
زوجہ اول
قطب الدین خاں
فتح محمد خاں
محمد اکبر خاں
محمد یعقوب خاں
محمد ایوب خاں (دانسرہ میں رہتا ہے)
ولی محمد خاں
محمد اکرم خان محمد امیر خاں عبداللہ خاں
محمد سعید خان حبیب اللہ خاں محمد صدیق خاں عبدالستار خاں
عبدالرحمٰن خان فضل خان محمد امیر خان عبداللہ خان حبیب اللہ خاں محمد اسمٰعیل خاں ابراہیم خان
(یہ سب بہ سوجہ میں رہتے ہیں)

زوجہ دوم
(۳) سلطان فیروز الدین خان
(سلسلہ بر صفحہ ۹۰۴)

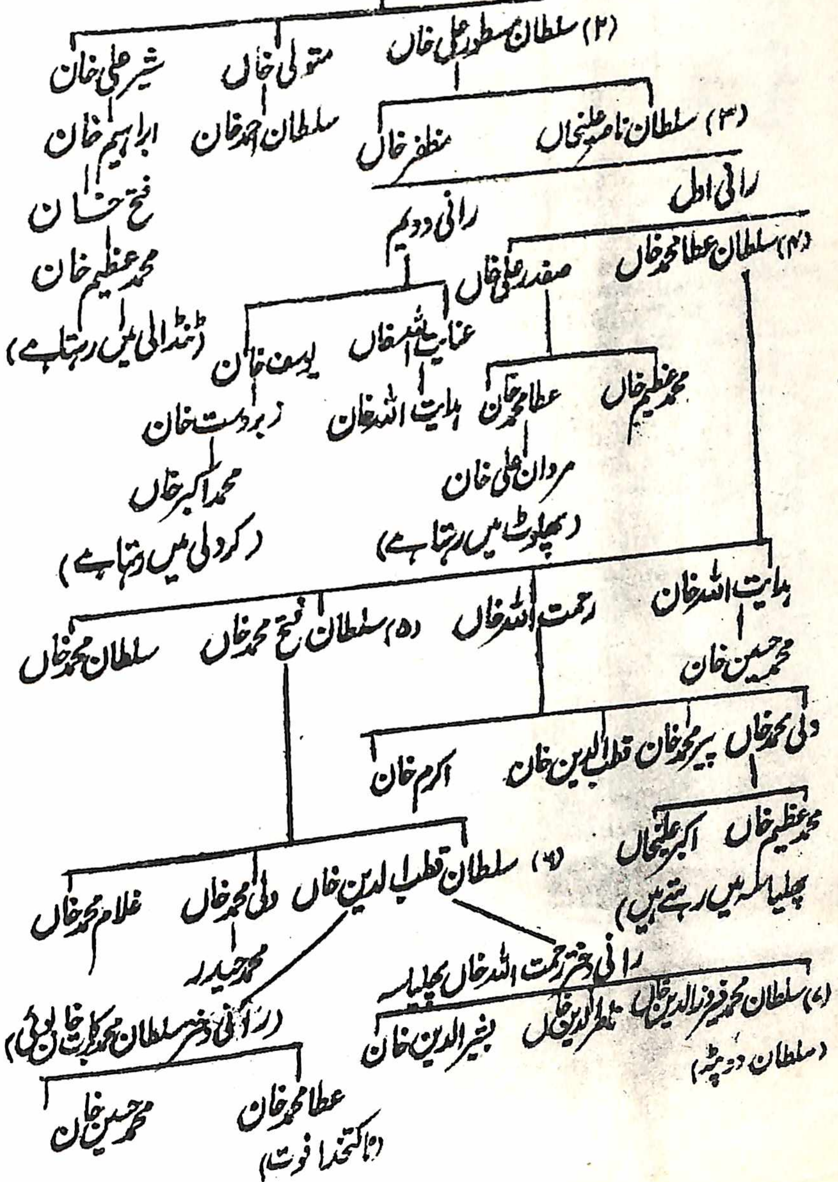
زوجہ سوم
بہرام خاں
سکندر خاں
حبیب خاں
حبیب اللہ خاں اکبر علی خاں
محمد فضل خان
محمود خان امیر اللہ خان

شجرۂ نسب سلاطین دوپٹہ

سلطان ہیبت خان (مظفر آباد)

سلطان عنایت اللہ خان

(۱) سلطان فتح خان



شجرۂ نسب سلاطین کرناہ

سلطان محمود خان

(۱) سلطان ناصر علی خان (کرناہ)

(۲) سلطان منصور خان — (۳) سلطان معز الدین خان

عنایت اللہ خان — (۴) سلطان شیر احمد خان — ہدایت اللہ خان — ابراہیم خان

محمد حمید خان — ہدایت اللہ خان — نجف خان — محمد حسن خان

عبداللہ خان — عطا محمد خان — سلطان محمود خان — محمد عظیم خان — ولی محمد خان — محمد اکبر خان (کولہ گام) — یار محمد خان (کنچیاں میں رہتا ہے)

حبیب اللہ خان — عبداللہ خان — صفدر علی خان — فتح محمد خان — رحمت اللہ خان — متولی خان — فتح محمد خان — نجف خان — محمد حسن خان (بموضع ببیہ میں رہتے ہیں) — متولی خان — ذوالفقار علی خان — ناصر علی خان (چلیانہ میں رہتا ہے)

محمد فضل خان (چلیانہ میں رہتا ہے)

محمد خان — محمد حمید خان — محمد ابوالحسن — یعقوب خان — محمد افضل خان — ابراہیم خان (سال کھلہ میں رہتے ہیں)

محمد عظیم خان — عطا محمد خان — محمد اکبر خان — محمد حمید خان — محمد فضل خان — فیروز الدین خان

یار محمد خان — عبدالرحمن — غلام محمد خان — فقیر اللہ خان — محمد ابو طالب — ملک امان خان

عبداللہ خان — رحمت اللہ خان — محمد حسن خان — زبردست خان — سکندر خان — دوست محمد خان — عبداللہ خان

محمد فضل خان — حبیب اللہ خان — ولی محمد خان — محمد زمان خان (یہ سب یارنی پورہ تحصیل کولگام میں رہتے ہیں)

ولی محمد خان — محمد اکرم خان

(سلسلہ ۹۰۲ کا) (۳) سلطان فیروز الدین خان

- (۴) سلطان محمد خان
  - (۵) سلطان رحمت اللہ خان (موجودہ جاگیردار گھوڑی)
    - محمد ابراہیم خاں
    - نصر اللہ خاں
  - حبیب اللہ خاں (جبڑی میں رہتا ہے)
  - عبد المجید خاں
    - محمد حسن خاں
      - عبد الرحمن خاں
  - عبد اللہ خاں
    - زبردست خان
  - سیف اللہ خاں
  - ابراہیم خاں
- عطا محمد خان (جبڑی میں رہتا ہے)
- محمد حسین خان زوجہ دختر ممند خاں راجہ گڑھی
  - محمد عظیم خاں (گھوڑی میں رہتا ہے)
  - محمد حیات خاں
  - اسد اللہ خاں
    (فراری)
  - غلام خان
  - دختر زوجہ امیر اللہ خاں منصف پنجاب
- محمد حسن خان (المعروف گورا خان) (لاولد)
  زوجہ دوئم
  - محمد افضل خاں (گھوڑی میں رہتا ہے)
- فتح خاں
  - نواب خاں
  - مٹھا خاں
  - احمد خاں
  - ہدایت اللہ خاں
    (دبشاش میں رہتے ہیں)
- محمد علی خان
  - محمد اکبر خان
  - محمد افسر خان (گھوڑی میں رہتا ہے)

تین چوتھائی تحصیل مظفرآباد۔ سالم تحصیل کرناہ۔ نصف حصہ تحصیل ہندواڑہ کل واقع مملکت کشمیر اور کچھ حصہ تحصیل مانسہرہ واقع ملک سرکار انگلشیہ ہند پر مشتمل ہے۔

علاقہ دچھنہ کے بالمقابل بایاں کنارہ دریائے جہلم کا کھاورہ دچکار کے نام سے مشہور ہے اس میں خاندان کھکھا و بتمال کی حکومت رہی ہے یہ علاقہ اب تحصیل اوڑی و تحصیل مظفرآباد کے درمیان تقسیم ہوگیا ہے اس باب میں صرف خاندان بمبہ کے متعلق بحث کی گئی۔

خاندان بمبہ کی ابتدا محمد مظفر سے ہوئی ہے تاریخ حسن میں مذکور ہے کہ روایت ہے کہ سلاطین بمبہ قوم بنی امیہ اولاد مروان سے ہیں جنھوں نے ایشیائی روم۔ فارس دمشق وشام میں ایک مدت تک بڑی شان وشوکت کے ساتھ سلطنت کی ہے اُن میں سے ایک شخص بحالت آوارہ گردی بدخشان میں پہونچا اور وہاں آباد ہوگیا۔ چند پشتوں کے بعد اُس کی اولاد میں سے ایک شخص ہلاکو خاں کی ملازمت میں داخل ہوگیا اور ذوالقدر خاں کے ساتھ کشمیر میں آیا۔ اُس کی واپسی کے موقع پر وہ دھنتور میں ٹھہر گیا۔ چونکہ آدمی صاحب وجاہت تھا اس علاقہ کے روساء میں سے ایک رئیس نے بطور خانہ داماد اُسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ کچھ دن اُس نے اپنی سسرال میں آرام سے بسر کئے۔ پھر اسکا سر پھر گیا۔ اُس کی سرکشی دیکھکر اُس کے خسر نے اُس کا کام تمام کردیا۔ اُس کی زوجہ حاملہ تھی۔ چند روز بعد اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہونچا۔ اور اپنے والد کے قتل کا حال اُسے معلوم ہوا تو اُس کے دل میں انتقام کا جوش پیدا ہوا۔ اُس نے مدت کے وقت موقع پاکر اپنے نانا اور اپنی والدہ دونوں کو قتل کردیا۔ اور اُن کی ریاست پر قابض ہوگیا۔ اُس کی اولاد میں سے ایک شخص صفدر خاں تھا۔ جو کہ شجاعت اور جوانمردی میں بہت ممتاز تھا۔ وہ سلطان محمد خان پکھلی کی ملازمت میں داخل ہوگیا۔ اور بتدریج سر لشکری کے عہدے پر پہونچ گیا۔ اور دھنتور میں سے اُسے جاگیر بھی عطا ہوئی۔ اُس کی اولاد میں سے محمد مظفر نے سنہ ۱۰۶۲ ہجری میں قصبہ مظفرآباد اپنے نام پر آباد کیا۔ اور خود مختار حکومت ان اطراف میں قائم کی۔ شجرہ نسب جو مجھے دستیاب ہوا اُس میں صفدر خاں کا نام درج نہیں ہے۔ ممکن ہے بگڑ کر کسی اور نام کے ساتھ مل گیا ہو۔ اس روایت میں غور طلب یہ امر ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت سنہ ۱۳۶ ہجری میں ختم

ساتواں حصہ

تاریخ سلاطین بمبہ و راجگان کھکھا و ہتمال و زارت مظفر آباد

پہلا باب

تاریخ سلاطین بمبہ مظفر آباد

(۱) حسب و نسب اور ابتدائی حالات (۲) محمد مظفر خان کا تسلط علاقہ پہاڑ پر اور مظفر آباد بسانا، (۳) افغانوں کے عہد میں بمبہ حکومت کی ترقی اور خانگی تقسیم (۴) سکھوں کے ساتھ سلاطین بمبہ کی کشمکش (۵) مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر اور بمبہ حکومت مظفر آباد کا خاتمہ (۶) مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کرناہ کی حکومت بمبہ کا خاتمہ (۷) حالات جاگیر گھوڑی (۸) حالات جاگیرات دوپٹہ و کٹھائی و کامراج۔

(۱)

بارہ مولا سے نیچے وادی جہلم کے ہر دو کنارے مختلف ناموں سے مشہور ہیں جن میں مختلف قوموں کی حکومت رہی ہے۔ داہنے کنارہ پر جو ملک دریائے نین سکھ دھال کو نظر کے اتصال جہلم تک واقع ہے یہ وچھنہ کے نام سے مشہور ہے کہیں اور پوئی میں جو موجودہ تقسیم کی رو سے ضلع ہزارہ میں شامل ہو گیا ہے زوال سرکار پکھلی کے زمانہ سے بمبہ خاندان حکمران رہا ہے جس نے وادی جہلم سے تجاوز کر کے چند روز میں اپنا اقتدار وادی کشن گنگا میں دراوہ تک قائم کر لیا اور وہاں سے سلسلہ کوہستان درمیان وادی کشن گنگا و جہلم کو عبور کر کے اوتر مچھی پورہ تک اپنی حکومت کو وسعت دی اور وادی جہلم میں بارہ مولہ کے نیچے تک ملک تسخیر کر لیا۔ یہ تمام ملک موجودہ تقسیم ملکی کے مطابق نصف حصہ تحصیل اوڑی۔ تقریباً

قارلوغ ہے۔ ترکوں کا یہ طائفہ جسے انگریزی تواریخ میں کارلوکس لکھا ہے آٹھویں صدی عیسوی میں ماوراءالنہر کی سرحد پر دریائے جیحوں کے بالائی حصہ میں حکمران تھا لیکن وہ مشخص نہیں جانتے کہ اُس وقت میں ان کے بزرگ کون تھے اور اُن کا نام کیا تھا۔ بالفعل وہ لاہوری محض ہیں۔ اور انھیں کی زبان بولتے ہیں۔ دھنتور کے آدمیوں پر بھی یہی قیاس کرنا چاہیے۔ والد ماجد کے عہد میں دھنتور کا زمیندار شاہ رخ تھا۔ اب اُس کا بیٹا بہادر زمیندار ہے۔ اگرچہ سب آپس میں خویشی و پیوند کی نسبت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ سرحد پر حدود کی بابت نزاع کرنا اُن کو لازمی ہے۔ وہ ہمیشہ میرے دولت خواہ رہے ہیں۔ سلطان محمود پدر سلطان حسین و شاہرخ دونوں میری شاہزادگی کے زمانہ میں میری ملازمت کے لیے آتے تھے سلطان حسین کی عمر ستر برس کی ہے اُس کی قوائے ظاہری میں اصلا فتور نہیں آیا اور سواری کی تاب و طاقت رکھتا ہے۔"

اُس سے ظاہر ہے کہ دھنتور و پکھلی کے حکمران ایک ہی طائفہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اپنی ذات قارلوغ بتلاتے ہیں گو کہ اس کی اصلیت نہیں جانتے۔ اگر حسن شاہ کی روایت سے قطع نظر کی جائے اور بربنائے اس واقعہ کے کہ محمد مظفر متوسلین سلاطین پکھلی میں سے تھا اور اُس کے بزرگ اور ممکن طور پر وہ خود بھی فوجی منصب رکھتا تھا تو قیاس یہی ہوتا ہے کہ محمد مظفر بھی اسی طائفہ میں سے تھا جس سے سلاطین پکھلی تعلق رکھتے تھے اب سوال یہ رہتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو بجائے قارلوغ کے بمبہ کا لقب اُس نے اپنے نئے ملک میں کیوں اختیار کیا۔ یا اگر دوسروں نے یہ لقب اُسے دیا تو کن وجوہات سے ایسا کیا گیا اُس کے جواب میں بدیہی ثبوت تو مجھے دستیاب ہوا نہیں لہذا قیاسی دلائل پر اکتفا کرتا ہوں۔

دستور کے مطابق ایسے توصیفی نام انفرادی طور پر بغرض امتیاز ایک شخص کے مسکن اصلی۔ یا مورث اعلی۔ یا معمولی پیشہ وغیرہ کی بنا پر دیدیئے جاتے ہیں۔ اور یہی نام رفتہ رفتہ اُس کی اولاد کا امتیازی نام ہو جاتا ہے اور بالآخر قومیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ترکوں کی تاریخ میں ایک نام بام میری نظر سے گذرا ہے ممکن ہے کہ اُس طائفہ بمبہ کے مورث اعلی کا یہی نام ہو اور اُس کی نسبت سے انھیں بابا یا بامی کہا جانا شروع کر دیا گیا ہو جو کثرت استعمال سے بمبہ ہو گیا لیکن جو شجرہ نسب اس خاندان کا مجھے ملا ہے اس میں اس نام کا کوئی شخص درج

ہو گئی۔ اس کے تقریباً ایک ہزار سال بعد اس شخص نے اس دور دراز ملک میں اپنے مورثین کے نام کو زندہ کر دیا۔

خواجہ محمد اعظم اپنی تاریخ واقعات کشمیر میں لکھتا ہے کہ ۱۱۲۷ھ ہجری میں بزمانہ صوبہ داری عنایت اللہ خاں (بعہد حکمرانی شاہ عالم بادشاہ دہلی) محمد مظفر جو کہ سلاطین پکھلی کے ملازمین میں سے تھا اس نے زوال حکومت پکھلی سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اس کے پہاڑی حصہ شمالی پر اپنا تسلط جمالیا۔ اور بعد اس کے تمام علاقہ دراوہ و کرناہ پر جو پرگنہ کامراج ملک کشمیر کے تعلقات میں سے تھے متصرف ہو گیا۔

ان واقعات کی مطابقت سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ گیارھویں صدی ہجری کے اخیر میں یا بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں قصبہ مظفرآباد کی بنیاد پڑی ہے۔

اب رہا یہ امر کہ لقب بمبہ کی اصلیت کیا ہے میں اس کے انکشاف سے عاجز رہا ہوں بمبہ حضرات کی شکل و شباہت اور ذاتی وجاہت اور دیگر قومی خصائل واضح طور پر دلالت اس امر پر کرتے ہیں کہ وہ اس کوہستان کے اصلی باشندگان میں سے نہیں ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ ان کے اسلاف سلاطین پکھلی کے متوسلین میں سے تھے۔ اور اسی ملک سے آکر ان اطراف میں آباد اور حکمران ہوئے۔ اب سوال یہ رہتا ہے کہ ان کی اصلیت کیا ہے اور بمبہ کیوں کہلائے۔

جہانگیر توزک جہانگیری میں بسلسلہ اپنے پہلے سفر کشمیر کے لکھتا ہے کہ در ۱۰۲۸ھ ہجری کو حسن ابدال میں پہونچا × × × روز پنجشنبہ بست و سویم کو موضع الگی میں سلطان حسین زمیندار پکھلی زمین بوس ہوا۔ یہ جگہ ملک پکھلی میں داخل ہے × × × روز یکشنبہ نوزدہم کو پونے چار کوس چل کر پکھلی کے باہر لشکر نے آراستگی پائی۔ روز پنجشنبہ بست و ششم سلطان حسین مرزا کی درخواست سے اس کے گھر گیا اور امثال و امیروں میں اس کا درجہ بڑھایا۔ والد ماجد بھی اس کے گھر گئے تھے۔ سرکار پکھلی ۳۵ کوس طول میں اور ۲۵ کوس عرض میں ہے × × × ×

جب صاحبقران امیر تیمور ہندوستان کو فتح کر کے ملک توران میں گئے تھے تو انہوں نے یہ ملک ایک طائفہ کو جوان کے ہمراہ تھا مرحمت کیا تھا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ذات

اُس سے بھی ثابت ہے کہ یوسف شاہ کی سرحد دریائے نین سکھ تھا۔ اور اُس وقت مظفر آباد میں کوئی علیحدہ خود مختار حکومت تھی۔ اُس کے آگے چل کر ذکاء اللہ لکھتا ہے کہ "جب بادشاہ کی سپاہ نشیب و فراز کو طے کر کے بولیاس (دغا نیاپھلیاسہ) کے پاس آ پہنچی تو یوسف خان اپنی چارہ گری بیداری کے ساتھ کرنے لگا۔ ×××× کوتل گوارست سے لشکرگاہ کے دیکھنے کا بہانہ کر کے اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر جدا ہوا۔ اور اپنے ایک کاروان کو امرائے شاہی کے پاس بھیج کر اپنا راز دل آشکارا کیا"

اکبر ۹۹۷ھ ہجری میں پہلی دفعہ سیر کشمیر کے لیے براہ جمبہر آیا ہے اور بوقت واپسی براہ پکھلی کابل کو گیا ہے۔ ذکاء اللہ نے لکھا ہے کہ "بادشاہ ۲۳۔ امرداد کو بولیاس میں آیا۔ یہاں ولایت کشمیر ختم ہوئی۔ اور ملک مستنگ کا آغاز ہوا" اس سے پایا جاتا ہے کہ یہ جغرافیائی تقسیم ہے ملکی تقسیم نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل بارہ مولہ کے نیچے جو حصۂ ملک واقع ہے اُسے پہاڑ کہتے ہیں۔ مستنگ کا نام اس سے پہلے میں نے نہیں سنا تھا۔

الغرض ان واقعات سے اس حد تک ثابت ہے کہ اُس وقت مظفر آباد میں کوئی خود مختار حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ خود مظفر آباد بھی وجود میں نہیں آیا تھا۔ لارنس نے ویلی کشمیر میں قوم بمبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کشمیر کے جغرافیہ قدیم میں درج ہے کہ وادی دلشتہ کے شمال میں کشن گنگا تک کھکھوں کے ہمسایہ بومب یعنی بمبہ آباد ہیں جو کھکھوں سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ لوگ علاقہ کرناہ پر قابض تھے" اس بیان کی وقعت بمقابلہ واقعات مندرجہ بالا ظاہر ہے۔

۲۔ محمد مظفر خاں کا تسلط علاقہ پہاڑ پر اور مظفر آباد بسانا

الغرض محمد مظفر سر لشکری حکومت پکھلی اُس حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پکھلی کے بالائی حصہ پہاڑی دریائے نین سکھ کے دونوں کناروں پر متصرف ہو گیا

نہیں ہے۔ بہر حال اسی قبیل سے وجہ تسمیہ لقب بمبہ کی ہوگی جس نے بالآخر قومیت کی صورت اختیار کرلی۔ اگر پکھلی کی تاریخ وجغرافیہ کی کریدکی جائے تو ممکن ہے کہ اس کی اصلیت برآمد ہوجائے مگر مجھے اس کا موقع نہیں ملا۔

نیز جہانگیر کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اُس کے سفر کشمیر کے وقت (۱۰۲۸ھ) مظفرآباد کا وجود نہ تھا ورنہ اس کا تذکرہ اُس کی نظر دوربین سے نہیں بچ سکتا تھا۔ کیونکہ بیان متذکرہ بالا کے آگے وہ لکھتا ہے کہ

"بہادر دھنتوری لشکر پیش کا کمکی مقرر ہوا۔ اور یکشنبہ بست ونہم سوا پانچ کوس چل کر نین سُکھ کے رود خانہ سے عبور کر کے منزل ہوئی۔ (پھر اس دریا کی کیفیت اور پل تعمیر کرنے کے حالات کا ذکر ہے) سلطان محمود نے اس رود خانہ کا نام نین سُکھ یعنی راحت چشم رکھا ہے۔ روز پنجشنبہ سی ام کو ساڑھے تین کوس چل کر کشن گنگا کے کنارے پر منزل ہوئی اس کی راہ میں ایک کوتل واقع ہے اس کا ارتفاع نہایت بلند ڈیڑھ کوس۔ اور سرنشیب ڈیڑھ کوس ہے اس کوتل کو بیم ورنگ کہتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کشمیری زبان میں بیم روئی کو کہتے ہیں۔ حکام کشمیر نے داروغہ مقرر کیا تھا کہ روئی پر رسوم وصول کرے۔ یہاں رسوم لینے میں ورنگ ہوتی تھی اس لیے اُس کا نام بیم ورنگ مشہور ہوگیا × × × × میرے والد ماجد کے حکم سے دریا کے مشرق میں پہاڑ پر ایک پختہ سرائے پتھر وچونے کی نہایت مستحکم بنائی گئی تھی"۔ (اس سرائے کا احاطہ آج تک موجود ہے جو سرائے جہانگیر کے نام سے مشہور رہے)

اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اس طرف سرحد کشمیر رود خانہ نین سکھ تھا جیسا کہ آج بھی ہے۔ اور یہی صورت واقعات ۹۹۴ھ ہجری میں تھی جب کہ اکبر کی فوج نے بسرکردگی مرزا علی اکبر شاہی و شیخ یعقوب کشمیری و حیدر چک جس کے افسران ماتحت مرزا شاہ رخ وبہادر۔ راجہ بھگونت داس وشاہ قلی محرم۔ مادھو سنگھ ومبارک خان وجلال خان تھے براہ پکھلی کشمیر پر حملہ کیا ہے۔ ذکاء اللہ اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھتا ہے کہ "یوسف شاہ چک نے بہت سے اپنے کارآگہوں کو روانہ کیا کہ نین سُکھ دریا کے قریب حصار بنالیں۔ اور ہر تنگی راہ میں ایک استوار جا بنا کر آمادہ پیکار ہوں"

اس زمانہ میں افراسیاب بیگ نائب صوبہ کشمیر تھا احمد شاہ کے ایک ناظم سردار جبار خاں بانیزی نے جو صوبہ پشاور کی نظامت پر ممتاز ہوا افراسیاب بیگ سے سیر کشمیر کی اجازت چاہی۔ افراسیاب بیگ نے اس کی درخواست کو بکمال خوشی منظور کر لیا لیکن سردار جبار خاں نہ تو کشمیر آیا۔ اور نہ اس نے نائب ناظم کو کوئی مزید جواب دیا مگر کشمیر کے اوپر احمد شاہ ابدالی کی دست درازی شروع ہوگئی۔

اب اہالیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کے ساتھ ریشہ دوانی شروع کردی۔ افراسیاب بیگ کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے رکاوٹ کرنی چاہی اس سے اور بدگمانی جانبین کے دلوں میں پیدا ہوگئی۔ اسی دوران میں ۱۱۶۱ھ ہجری میں عصمت اللہ خاں بھیراہی محدث خان پشاور سے تین ہزار سوار کے ہمراہ توسہ میدان وارد کشمیر ہوا افراسیاب بیگ نے مقابلہ کیا۔ لڑائی نے کبھی ایک پہلو کبھی دوسرا پہلو اختیار کیا۔ بالآخر افراسیاب بیگ کو فتح ہوئی اور عصمت اللہ خان مقتول ہوا۔

اس اثنا میں محمد شاہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور اس کی جگہ احمد شاہ تخت نشین ہوا اب کشمیر میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اور لوگ خود بخود مدار المہام بننا شروع ہو گئے ۱۱۶۵ھ میں جبکہ اللہ قلی خاں سلطنت دہلی کی طرف سے نظامت کشمیر پر مقرر ہوا اور اس نے میر مقیم کنٹ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا تو خواجہ ظہیر اپنی جلادت طبع سے خود بخود مدار المہام بن گیا۔ دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی اور دونوں فرار ہوئے۔ ابوالبرکات خاں کا بیٹا ابوالقاسم مسند حکومت پر جا بیٹھا۔ میر مقیم کنٹ نے قوم بمبہ کے آدمی فراہم کر کے اس کا مقابلہ کیا لیکن ابوالقاسم حکمت علی سے مصالحت کر کے اسے شہر میں لے آیا۔ اور ابوالقاسم نے خودسر حکومت کی بنیاد قائم کی۔

۴۔ افغانوں کے عہد میں بمبہ حکومت کی ترقی اور خانگی تقسیم

اسی اثنا میں جب کہ احمد شاہ ابدالی بقصد تسخیر ہندوستان لاہور میں مقیم تھا۔ نومبر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ میری نے بوجہ خصومت و عداوت کے تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا چنانچہ اس نے ۱۱۶۶ھ ہجری مطابق ۱۷۵۳ء میں عبداللہ خاں ایشک اقاسی کو

کو بے شمار فوج دے کر اس کی مدافعت کے لیے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا۔ لیکن جب واپس سری نگر پہونچا تو ابوالبرکات خاں نے اس کی خدمات کی چنداں داد نہ دی۔ جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت پیدا ہوگئی۔ اور اس نے در پردہ قوم بمبہ کو ورغلا کر پھر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ ابوالبرکات خاں نے دوبارہ میر جعفر کنٹ ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لیے مقرر کیا اور بہت سے منصب دار ساتھ دے کر اسے براہ بارہ مولا روانہ کر دیا۔ میر جعفر کنٹ جب بارہ مولا پہونچا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے واپسی کی ٹھہرائی اور وہیں سے لوٹ آیا۔ اہالیان شہر کو اپنے ساتھ شامل کر کے نائب کی بیخ کنی کے درپے ہوگیا۔ ہیبت خاں کو قدرتی طور پر کشمیر کی ان اندرونی سازشوں سے فائدہ پہونچا۔ اور کامراج میں اس نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اسی دوران میں ۱۱۵۱ھ ہجری میں نادر شاہ کا حملہ ہندوستان واقع ہوا اور اس سلسلہ میں کشمیر میں بدامنی رہی۔

۱۱۵۳ھ ہجری میں جب ابوالبرکات خاں اور عنایت اللہ خاں کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تو خلعت اللہ خاں پسر عنایت اللہ خان نے ہیبت خاں کے پوتے محمود خاں سلطان مظفر آباد سے کمک حاصل کر کے کشمیر پر چڑھائی کی۔ جس میں ابوالبرکات خاں کو شکست ہوئی۔ وہ پونچھ چلا گیا۔ اور عبدالرزاق چودھری کے بیٹوں محمد زمان اور محمد ولی سے امداد لے کر پھر کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ عنایت اللہ خاں فرار ہو کر محمود خاں کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اس کی فوج لے کر پھر کشمیر آگیا اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار کرنے لگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ہیبت خان فوت ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ اس کا پوتا محمود خان سلطان تھا۔ کیونکہ اس کا بڑا بیٹا مرزا قبل ازیں شہید ہو چکا تھا۔ محمود خاں سلطان مرزا شہید کا بڑا بیٹا تھا۔

۱۰۔ جمادی الثانی ۱۱۶۰ھ ہجری کو نادر شاہ آدھی رات کے وقت قوم قزلباش اور افشار کی سازش سے اپنے ہی خدمت گاروں کے ہاتھ سے مقتول ہوگیا۔ اور احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے مصاحبوں میں سے تھا اپنی قوم کے چار پانچ ہزار آدمی لے کر چلے نادر شاہ کے قاتلوں کو سزا دی پھر عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اس کی سلطنت پر قابض ہوگیا

عرصہ بعد میر فقیر اللہ کنٹ مظفر آباد سے محمود خاں بمبہ کی امداد لے کر سوپور آ گیا
لعل خاں بھی اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس سے آملا۔ دونوں بالاتفاق لڑائی کے لیے
تیار ہوئے۔ اُدھر سے خورم خاں وکیلاس ور سوپور کی جانب روانہ ہوئے۔ محمود خاں نے
اُن کا راستہ کاٹ کر اُن کے عقب سے اُن پر حملہ کر دیا۔ انھیں مقابلہ کی تاب نہ ہوئی اور
فرار ہو کر راموہ چلے گئے فقیر اللہ خاں نے تعاقب کیا۔ وہ شوپیان پہونچے۔ فقیر اللہ نے
میدان خالی دیکھ کر بامداد محمود خان سری نگر پر قبضہ کر لیا۔ اور حکومت صوبہ پر متسلط ہو گیا۔

بعد ازاں میر فقیر اللہ کا مقابلہ نور الدین خان بامنیری کے ساتھ ہوا۔ اور محمود خاں
کی امداد سے اُس نے تلوار کا زور دکھلایا۔ مگر ناکام رہا۔ اور فرار ہو کر کوہستان کرناہ میں
چلا گیا۔ جہاں اُس نے سلطان کرناہ کی پناہ میں اپنی بقیہ عمر بسر کی۔

پھر بعد تیمور شاہ درانی ۱۱۸۶ھ ہجری میں امیر خان جوان شیر صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا
یہ بڑا منتظم لیکن متعصب آدمی تھا۔ جس کی وجہ سے کشمیر میں شورش برپا ہوئی۔ اور علی اکبر خاں
کو انتظام صوبہ کے لیے مامور کر کے بھیجا گیا لیکن محمود خان نے حسب ایمائے امیر خان
اُسے مظفر آباد سے آگے نہ بڑھنے دیا اور وہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا۔ امیر خاں
نے بمقام سوپور محمود خان بمبہ سے ملاقات کر کے شکریہ ادا کیا اور ولی خان بمبہ و بیرہ
خان کھکھا کی بیٹیوں کو اپنے عقد نکاح میں لایا۔

تاہم یہ شورش رفع نہ ہوئی۔ اور اکابران کشمیر بادشاہ کے پاس سے حاجی کریم داد
خاں کو امیر خاں کی تادیب کے لیے ہمراہ لائے۔ اس دفعہ پھر محمود خاں نے اُس کا راستہ
روکا۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ کریم داد خان بارہ مولا پہونچ گیا اور اُس نے امیر خاں کو گرفتار کر کے
کابل بھیج دیا۔

کریم داد خان کا صوبہ داری پر جب پورا تسلط ہو گیا تو اُس نے محمود خاں سے انتقام
لینے کی غرض سے تار قلی خان کو سات ہزار سپاہ کے ساتھ مظفر آباد بھیجا (۱۱۹۰ھ ہجری)
جب وہ چھلیاسہ پہونچا تو فتح خان راجدوٹہ نے صحیح راستہ سے گمراہ کر کے ایک ایسے
تنگ درہ میں جھونک دیا کہ یہ بالکل بے بس ہو گیا۔ اس اثنا میں فتح خان نے حملہ کر کے
فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب اور اسلحہ و سامان حرب سب چھین لیا اور اسے بے دست و پا

پندرہ ہزار جریدہ سپاہ دیکر کشمیر بھجوایا۔ ایشک اقاصی جب راجوری پہونچا تو ابوالقاسم خاں نے سید محمد عابد کو بطور وکیل اُس کے پاس بھجوایا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ نعلبندی پیش کش کرنے کا اقرار کیا۔ وہ وہیں ٹھہر گیا مگر جب کہ روپیہ نہ پہونچا تو بالآخر آگے بڑھا اور قصبہ شوپیاں میں وارد ہوا۔ بمقام گنڈ محار بہ و مقاتلہ ہوتا رہا۔ آخرالامر ابوالقاسم گرفتار ہوا۔ اور ایشک اقاصی کشمیر پر قابض و متسلط ہوگیا۔ جس سے حکومت ملک کشمیر شاہان چغتائی کے ہاتھ سے نکل کر افاغنہ کے ہاتھ میں آگئی۔

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کے دونوں حملوں میں سے ایک بھی براہ مظفر آباد نہیں ہوا۔ پہلا حملہ عصمت اللہ خاں کا پونچھ و توسہ میدان کے راستہ سے ہوا۔ اور دوسرا حملہ ایشک اقاصی کی سرکردگی میں براہ راجوری ہوا۔

نورالدین خاں بامنیری کے زمانہ صوبہ داری کشمیر میں ۱۱۷۰ ہجری میں میر مقیم کنٹھ مدار المہام اور کیلاس در صاحب کار رہتے۔ ان دونوں کے درمیان مخالفت ہوگئی اور بالآخر کیلاس در نے حکیم میر قانون گو پرگنہ کھوئی ہامہ کے ذریعے میر مقیم کا کام تمام کردیا اس کا لڑکا میر فقیر اللہ کنٹھ پونچھ سے واپس آیا۔ تو اس نے ناظم کے پاس استغاثہ کیا لیکن وہاں بھی اُس کی مراد بر نہ آئی۔ پھر وہ سلطان محمود خاں بمبہ والی مظفر آباد کے پاس پہونچا۔ اور وہیں بیٹھکر موقع کا انتظار کرنے لگا۔

اسی اثنا میں نورالدین خان اپنے بھانجے جان محمد خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود احمد شاہ کی خدمت میں لاہور چلا گیا۔ اس کے پیچھے لعل خاں خٹک جو ناظم صوبہ کے خاص معتمدوں میں سے پرگنہ بیروہ کا سربراوردہ جاگیردار تھا اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کرکے موضع چل بروس واقعہ پرگنہ بیروہ میں ایک مضبوط قلعہ بھی تیار کرلیا تھا حق نمک فراموش کرکے باغی ہوگیا۔ اور جان محمد کو حکومت سے برطرف کرکے ۱۱۷۹ھ میں نظامت کشمیر کا خود مالک بن گیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے نورالدین خاں کو معزول کرکے خورم خان کو اس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔ جب وہ بارہ مولا پہونچا تو لعل خاں گھبرا گیا اور خوفزدہ ہوکر سری نگر خالی کرکے اپنے قلعہ میں جا چھپا۔ خورم خان نے سری نگر پہونچ کر کیلاس در کو صاحب کار مقرر کیا۔ اور خود عیش و آرام میں مصروف ہوگیا کچھ

ناصر علی خاں کے حصہ میں علاقہ کرناہ دراوہ آیا۔

فتح خان پسر عنایت اللہ خان کو جو سلطان مظفر خاں کے پوتوں میں سے تھا ہٹنہ سے کٹھائی تک کا علاقہ دیا گیا۔ جو اب دوپٹہ کے نام سے مشہور ہے۔

ولی خان پسر عنایت اللہ خان کو جو سلطان مظفر خان کے پوتوں میں سے تھا یا اُس کے بیٹے ابراہیم خاں کو کٹھائی سے بارہ مولا تک ملک دیا گیا جو اب کٹھائی کے نام سے مشہور ہے

کام بخش خان کو منجملہ ملک کامراج پچاس ہزار خروار کا علاقہ دیا گیا اور مابقی حصہ کامراج کو مابقی حصہ داروں نے اپنے درمیان تقسیم کر لیا۔

اُن کی حکومت کے ختم ہونے پر اُن کے فرزندان بہ تفصیل ذیل انکے جانشین ہوئے۔

مظفرآباد میں حسن علی خان کے بجائے اُس کا بیٹا زبردست خاں۔

گھوڑی میں اکبر علی خان کے بجائے اُس کا بیٹا نجف خاں۔

کرناہ میں ناصر علی خاں کے بجائے اُسکے بیٹے منصور خان و معزالدین خان۔

دوپٹہ میں فتح خاں کا بیٹا مسطور علی خان۔

کٹھائی میں ولی خان کے بیٹے ابراہیم خان و مظفر خان

کامراج میں کرم بخش خان کا بیٹا صفدر علی خاں۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی جگہ پر طبل حکومت بجانا شروع کر دیا۔ کچھ دن آرام سے بسر ہوئے بعد ازاں گاہے چنیں وگاہے چناں پر عمل رہا۔ اور شان ریاست جاتی رہی حسن علی خاں نے ۱۲۰۷ھ ہجری میں کامراج میں شورش برپا کی۔ اقوام کھکھا بھی اُسکے ساتھ شامل ہوگئے۔ کچھ عرصہ یہ فساد جاری رہا۔ بعد میں ۱۲۰۶ھ ہجری میں سلطان رحمت اللہ خاں نے آ کے فرو کیا۔

ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ ہجری میں ہزار خان صوبہ دار کشمیر کامراج میں وارد ہوا۔ اس جگہ اُس نے ناصر علی خاں۔ صفدر علی خان و ابراہیم خان بمبہ و سربلند خان کھکھا کو خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا۔

کامراج کو اقوام بمبہ نے اپنا جولانگاہ بنا لیا تھا۔ ۱۲۰۸ھ ہجری میں انہوں نے اس علاقہ میں پھر لوٹ مار شروع کردی۔ کفایت خان صوبہ دار نے محمد صالح و مرزا عبدالرحیم

کرکے ناظم کشمیر کے پاس واپس بھجوا دیا۔

کچھ عرصہ کریم داد خان کشمیر کے معاملات میں مصروف رہا۔ بعد ازاں ۱۱۹۵ھ ہجری میں محمود خان والی مظفرآباد کی تنبیہ کی غرض سے عازم مظفرآباد ہوا بارہ مولا پہونچ کر اُس نے بمقام گورس بونے قیام کیا اور بیرہ خان کھکھا کو گرفتار کرکے سری نگر بھجوادیا اس کے بیٹے بہادر خان کو پابزنجیر کرکے اپنے ساتھ مظفرآباد لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر اپنے دارالحکومت سے بھاگ گیا۔ لیکن اس کے متوسلین اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہو کر سری نگر پہونچے۔

۱۱۹۷ھ ہجری میں آزاد خان صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ اُس نے کچھ دنوں کے بعد سلطان کٹھائی پر مہم اختیار کرنے کی غرض سے اور علاقہ پہاڑ کے دیگر راجگان پر یورش کرنے کے ارادہ سے تمام پرگنہ جات کشمیر کے زمینداروں کو باربرداری کے لیے بیگار میں پکڑ لیا۔ اس سے بڑی شورش برپا ہوئی۔ آزاد خان جب مظفرآباد کی حدود میں پہونچا تو تمام پہاڑی راجگان اِدھر اُدھر ہو گئے اور آزاد خان کو ان سے کوئی دسترس نہ ہوئی۔ لاچار وہ اپنی خفت مٹانے کے لیے بعض بعض معمولی آدمیوں کو گرفتار کرکے سری نگر کو واپس چلا گیا۔

۱۱۹۸ھ ہجری میں سلطان محمود خان عفو تقصیرات کے لیے سری نگر آیا اور ناظم نے اُسے معافی دے کر خلعت فاخرہ سے ممتاز کیا۔ لیکن وہ بیچارہ چند دن بعد قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا۔ اُس کی لاش کو اُس کے ہمراہیان مظفرآباد لے گئے جہاں وہ شاہی قبرستان میں مدفون ہوا۔

محمود خان کے فوت ہونے پر اُس کے بیٹے حسن علی خاں۔ ناصر علی خان سلطان اکبر علی خان باقی رہے۔ انھوں نے اپنے والد کے ملک محروسہ کو اپنے اور اپنے شرکاء کے درمیان اس طرح تقسیم کیا۔

حسن علی خاں کے حصہ میں علاقہ مظفرآباد ھٹلنہ تک اور دیہات مقبوضہ کھیل (حال پونی) اور محصول گذر کشتی اور سرداری آئی۔

اکبر علی خان کو علاقہ گھوڑی تفویض کیا گیا

سری نگر چلا آیا۔

۱۲۳۴ھ ہجری میں محمد عظیم خان واپس کابل چلا گیا۔ اور اُس کا بھائی جبار خاں اُس کی جگہ صوبۂ کشمیر مقرر ہوا۔ اب پنڈت بیربل درنے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو تسخیر کشمیر کی دعوت دی۔ وہ پہلی شکست سے ڈرا ہوا تھا۔ یکایک ارادہ نہ کر سکا۔ مگر بیربل کے سبز باغ دکھلانے سے بالآخر راضی ہو گیا۔ اور مصر دیوان چند کو بھراہی راجہ گلاب سنگھ والیٔ جموں۔ سردار ہری سنگھ نلوہ۔ سردار جوالا سنگھ پدانیہ۔ حکما سنگھ چمنی اور شاہزادہ کھڑک سنگھ وغیرہ تیس ہزار سے زیادہ سپاہ دیگر بیربل کے ساتھ کشمیر بھجوایا۔ جب وہ کھنہ پہونچا تو اُس نے فوج کے دو حصے کیے ایک حصہ ورہال کے راستہ سے اور دوسرا حصہ پوشیانہ کی طرف سے بڑھا۔

سردار جبار خان بھی ولی محمد خان۔ عبد اللہ خان۔ اور عبدالرحمٰن خان وغیرہ سرداروں کو ہمراہ لے کر سیرہ پور میں آگیا۔ افواج خالصہ جب کوہ پیر پنجال کی چوٹی پر پہونچیں تو لشکر افاغنہ سکھوں پر ٹوٹ پڑا۔ لڑائی نے کئی پہلو بدلے اسی اثنا میں اتفاقاً افواج خالصہ کی طرف سے کسی نے جبار خاں کے بازو پر زخم کاری لگایا جس سے وہ بیتاب ہو کر سری نگر بھاگ گیا۔ اور وہاں سے بدحواسی میں اپنا اسباب لے کر براہ بارہ مولا کابل کو روانہ ہو گیا۔ سردار کی یہ حالت دیکھ کر تمام پٹھان بھاگ گئے اور بتاریخ ۱۱ رمضان ۱۲۳۴ھ ہجری دیوان چند فاتح شیر گڑھی میں داخل ہوا "بولو واہ گورو جی کا خالصہ۔ بولو واہ گورو جی کی فتح" کا نعرہ بلند ہوا

سکھوں کی حکومت کشمیر کے زمانے میں بھی اقوام بمبہ و کھکھا نے اپنے ہمسایوں کو چین نہیں لینے دیا اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف رہے۔ چنانچہ سردار ہری سنگھ نلوہ کو ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۳۵ھ ہجری میں اُن سے برسرپیکار ہونا پڑا۔ لیکن مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ہری سنگھ کی اس حرکت کو ناپسند کیا اور آخرالامر غلام علی کھکھا کے گرفتار ہو جانے پر یہ محاربہ و مقاتلہ ختم ہوا۔ ہری سنگھ نے اُس کا ملک ضبط کر لیا۔

اسی دوران میں ہری سنگھ نلوہ نے پکھلی و دھنتور کو فتح کیا۔ اور بعد ازاں ۱۸۲۱ء میں پونچھ اور راجوری بھی دربار لاہور کے قبضہ میں آگئے۔

۱۲ر ذی الحجہ ۱۲۴۳ھ ہجری کو کشمیر میں قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے سیکڑوں مکانات منہدم اور ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ اس کے چند ماہ بعد وبائے ہیضہ

اور مرزا ابوالحسن کو ان کی تادیب کے لیے مقرر کیا۔ لیکن خان جہان۔ ناصر علی خان۔ اور
صفدر علی خان نے سوپور آکر مرزا بدرالدین سے جنگ شروع کردی۔ خان جہان چھاپہ
مارتے ہوئے مارا گیا۔ اور باقی سرگروہان نے مرزا رضا کی وساطت سے صلح کرلی خان جہان
کی بابت تحقیق نہیں ہوسکا کہ وہ کون تھا۔

۱۲۱۳ھ ہجری میں عبداللہ خان الکوزئی کی صوبہ داری میں صفدر علی خان نے
باتفاق سربلند خان کھکھا کے اطراف کامراج میں پھر حملے شروع کردیے۔ ان کے مقابلہ
کے لیے گلستان خان آیا۔ لڑائی ہوئی۔ کچھ اس کے سردار مارے گئے اور قوم بمبہ کا مشہور
سردار علی خان بھی قتل ہوا۔ اور گلستان خان واپس ہوگیا۔

عبداللہ خان نے فتح خان بمبہ کی بیٹی سے عقد کرلیا اور اس کے صلہ میں
اس کی حکومت میں بطرف مظفرآباد بہت اضافہ کردیا اور بذریعہ اس پیوند کے قوم بمبہ کی شورش
سے نجات حاصل کی۔

ملا احمد وہیرا داس نے جو فتنہ و فساد ۱۲۱۵ھ ہجری میں برپا کیا تھا۔ اس میں فتح خان
نے عطا محمد خان نائب ناظم کی بہت مدد کی۔ اور درہ پھلپاسہ میں اس نے ملا احمد کو حکمت عملی
سے گرفتار کیا اور عطا محمد خان کے پاس بھیج دیا۔

۴۔ سکھوں کے ساتھ سلاطین بمبہ کی کشمکش

۱۲۲۹ھ ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ڈل سنگھ کو نامدار ٹھکر کی رہنمائی میں
ایک بھاری لشکر کے ساتھ براہ سدو کشمیر بھیجا اور خود قصبہ پونچھ میں ٹھہر کر فتح کشمیر کی تہنیت
کا انتظار کرنے لگا۔ محمد عظیم خان نے بالا خان کو دشمن ... ہزار چہار سوار دے کر دشمن پر حملہ آور
ہونے کے لیے بھیجا۔ قریب تین ہزار سکھ مارے گئے اس اثنا میں سکھوں کی تازہ دم فوج
توسہ میدان کی طرف سے آگئی محمد عظیم خان خود کریوہ سدو پر حملہ آور ہوا اور اس نے سخت
خونریزی برپا کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ پہلے ہی حوصلہ ہار کر جلدی کی طرف
چلا گیا۔ اس سے اس کی فوج اور بھی بددل ہوگئی۔ پہلے توسہ میدان والی فوج راہ فرار اختیار
کا ... سدو والی سپاہ نے بھی تمام ... سے ہاتھ اٹھالیا۔ اور محمد عظیم خان مظفر و منصور

یرغمال بھیجا مہان سنگھ نے اُس کے حسن وصورت و سیرت سے خوش ہو کر معزالدین خان راجہ کرناکی بیٹی سے اُس کا بیاہ کرادیا۔ بعد میں ۱۲۶۱ھ ہجری میں شیخ غلام محی الدین نے آخوب سلطنت لاہور کا حال معلوم کر کے راجگان پہاڑ کو خلوت میں طلب کر کے بخوف شورش و فساد سب کو محبوس کر دیا۔ رحمت اللہ خاں چونکہ نازک مزاج تھا صعوبت حبس کو برداشت نہ کر سکا۔ اور قید میں جان سے گذر گیا۔ ناظم نے اُس کی لاش کو مظفرآباد بھیج دیا جہاں وہ مدفون ہوا۔

مہاراجہ شیر سنگھ کے بعد ۱۲۵۹ھ ہجری میں مہاراجہ دلیپ سنگھ جانشین ہوا۔ اس زمانہ میں دربار لاہور کی ابتری۔ شاہی خاندان کی خانہ جنگیوں۔ اور اندرونی فسادات کے باعث تمام ملک میں بدامنی اور شورش پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا اثر بالآخر کشمیر پر بھی ہوا۔ کوہستان کشمیر میں سلطان زبردست خاں مظفرآبادی دراصل زبردست رئیس تھا۔ اُس نے دربار کی برہمی سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور قسمت آزمائی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ اس وقت شیخ غلام محی الدین صوبہ کشمیر تھا۔ اُس نے جبکہ سلطان مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا دغا بازی سے اُسے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس پر نجف خان سلطان گھوڑی اور شیر احمد خان سلطان کرناہ اور حسین خاں برادرزادہ سلطان زبردست خاں نے باہمی اتفاق کر کے سب پہاڑی اقوام کو جمع کیا اور کشمیر میں تاخت و تاراج کرنے کے لیے باہر نکلے۔ ان کا ہجوم اس قدر ہو گیا کہ کشمیر کی فوج ان کی روک تھام کے لیے ناکافی ثابت ہوئی۔ جس کی اطلاع لاہور میں بھیجی گئی۔ وہاں سے شیخ غلام محی الدین کا بیٹا شیخ امام الدین مع سردار حکم سنگھ ملوئی روانہ کشمیر کیے گیے راجہ راجوری نے بھی اپنے بیٹے مرزا فقیر اللہ خان کو ایک ہزار فوج دے کر کشمیر کی طرف روانہ کیا۔ یہ فوج کشمیر میں پہونچ گئی۔ یہاں مرزا نے ناظم کے ساتھ مصلحت کی کہ صلح وملائمت سے اگر کام نکل جائے تو نہایت مناسب ہے۔ ورنہ بصورت شکست سخت بدنامی ہوگی۔ الغرض سلطان زبردست خاں کو پچاس ہزار کی ضمانت پر قید سے رہا کیا گیا۔ اور اُس کے کہنے سننے سے حسین خان وغیرہ فساد سے باز آگئے مقابلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اسی دوران میں فوج ناظم نے گھوڑی میں قلعہ کی بنیاد رکھی اور فوج خالصہ اُس میں تعینات کی گئی۔

نمودار ہوئی۔ اُس وقت زبردست خاں بجائے اپنے والد حسن علی خاں کے سلطان مظفر آباد تھا اُس نے حدود کشمیر میں فساد برپا کر دیا۔ دیوان کرپا رام کشمیر سے افواج خالصہ لے کر مظفر آباد روانہ ہوا۔ پہاڑی لوگ غاروں اور چٹانوں کے پیچھے تاک لگا کر ناظم صوبہ کی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگے۔ وہ مظفر آباد کے قریب پہونچا تو سب کے سب گھات سے نکل کر یکبارگی فوج خالصہ پر ٹوٹ پڑے۔ جس سے ناظم صوبہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی اثنا میں گنیش پنڈت (برادر بیربل پنڈت) نے حکمت عملی سے کام لے کر پہاڑی فرقوں میں پھوٹ پیدا کرا دی۔ تمام پہاڑی راجہ اور رئیس جو سلطان زبردست خاں کا ساتھ دے رہے تھے۔ اُس سے الگ ہو گئے۔ آخر زبردست خاں صلح کی امید لیے ہوئے تحفہ تحایف کے ساتھ دیوان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیوان نے یرغمال لیکر صلح کر لی اور کشمیر کو واپس چلا گیا۔

دیوان کرپا رام کی واپسی کے بعد سلطان زبردست خان نے خلیفہ احمد شاہ کے ساتھ مل کر پھر کشمیر کے چند دیہات کو غارت کیا۔ اس دفعہ ان کی تادیب کے لیے شاہزادہ کھڑک سنگھ کو مامور کیا گیا۔ وہ خود حسن ابدال میں مقیم رہا اور فوج نے پیش قدمی کی۔ مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ آخر الامر تجویز ہوئی کہ دیوان کرپا رام کے ساتھ جو راجگان بمبہ و کھکھا لاہور گئے تھے اور وہاں نظر بند ہو گئے تھے انھیں خلعت دے کر واپس کیا جائے تاکہ ان کی مدد سے یہ شورش رفع ہو۔ الغرض اس طرح سے ان کی املاکیں واگذار ہوئیں بالآخر جب شاہزادہ شیر سنگھ نے احمد شاہ کو شکست دی اور اُس کا انتقال ہو گیا تو یہ شورش بند ہوئی۔

۱۲۵۳ ہجری میں بزمانہ نظامت کرنل مہان سنگھ سلطان زبردست خاں و نجف خان نے پھر اپنے ہمسایوں پر حملہ کر دیا۔ اور گو کہ وہ بارہ مولا تک نہ پہونچ سکے لیکن مظفر آباد وادری کے اردگرد کے دیہات کو انھوں نے تباہ کر دیا۔ مہان سنگھ میدان میں نکلا عین جنگ میں زبردست خاں کا بیٹا مارا گیا۔ اور سکھوں کی فتح ہوئی۔

کرنل مہان سنگھ کی نظامت کشمیر کے دوران میں سلطان زبردست خان نے اپنے پوتے رحمت اللہ خان کو جو حسن صورت و وجاہت میں منفرد تھا تحائف ہدایا کے ساتھ لطور

راجگان کوہستان سب ہتھیار اٹھا کر سامنے ہو گئے تھے اور سکھوں کو معلوم ہوا کہ جو فتح نہایت مشکل سے ہوئی تھی دوبارہ کرنی پڑے گی۔

پکھلی اور دھنتور کے لوگوں میں اور اقوام کھکھا و بمبہ میں شورش مذہبی شکل رکھتی تھی اس دوران میں ایک شخص پیدا ہو گیا جس نے اپنے آپ کو سید احمد شاہ کا خلیفہ مشہور کیا اور کل مخلوق نے اُس کے ساتھ ہزارہ اور کشمیر کے حملہ پر اتفاق کیا۔ آخر کار جرنل گلاب سنگھ بھورنڈیہ اور دیوان مول راج ناظم ہزارہ کی فوج مظفرآباد پر بڑھ گئی۔ اور وہاں کی فوج کو بچایا۔ بعد اس کے یہ فوج وادی کشمیر کی طرف بڑھی اور سخت مقابلہ کے بعد اقوام پہاڑ کو شکست ہوئی۔ نگران کے ساتھ برتاؤ نرمی کا ہوا۔ راجہ زبردست خان مظفرآباد میں پھر اپنی ریاست پر بحال کیا گیا۔ اور گرد و نواح کے راجہ اُس کے زیر حکم کیے گئے۔ مرزا فقیر اللہ خاں براہ بارہ مولا سلطان زبردست خاں کو ہمراہ لے کر مظفرآباد روانہ ہوا جہاں سلطان مذکور کی ریاست اُس کے حوالہ کی گئی۔

مرزا فقیر اللہ خاں بغرض وصولی زر جرمانہ تعدادی پچاس ہزار روپیہ قلعہ مظفرآباد میں ٹھہر گیا۔ اور اس اثنا میں اپنے بھائی ایوب خاں کی رہائی کی کوشش میں لگا رہا جو سابقہ معرکہ گھوڑی میں اسیر ہو کر کاغان میں محبوس کر دیا گیا تھا۔

تھوڑے دن بعد سلطان زبردست خان فوت ہوا اور اس کی جگہ اُس کے بھتیجے حسین خان نے بلا تنازعہ مسند حکومت پر استقلال حاصل کیا (تقریباً ۱۲۶۱ھ ہجری)

شیخ امام الدین نے رحمت اللہ خاں مرحوم کی بیوہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور اس طرح قبیلہ بمبہ کے ساتھ کلی رابطہ اتحاد پیدا کر لیا۔ اور داد و دہش و مراعات سے لوگوں کو سرفراز کیا قیدیوں اور یرغمالوں کو رہا کر دیا۔ غرضیکہ ایسا مہربانہ برتاؤ ان کے ساتھ کیا کہ شورش اور فساد بالکل جاتا رہا۔ اس کے بعد امام الدین اپنے باپ کے پاس کشمیر میں ٹھہر گیا۔ اور باقی فوج لاہور کو واپس ہو گئی۔

بعد میں ملک کشمیر بروئے عہد نامہ امرتسر ۱۸۴۶ء مہاراجہ گلاب سنگھ کو تفویض ہوا۔ ۱ اور ۶ کاتک سمبت ۱۹۰۳ بکرمی (مطابق ۱۲۶۲ھ ہجری) کو مہاراجہ نے کشمیر میں داخل ہو کر قبضہ حاصل کیا۔ شیخ امام الدین واپس روانہ لاہور ہوا اور ستائیس سال و چار ماہ کی حکومت

اس زمانہ میں دربار لاہور میں سازش کی گرم بازاری تھی۔ ہر ایک صاحب اقتدار شخص اپنے ذاتی فائدہ کے لیے سلطنت کو قربان کرنے کی فکر میں تھا اس کا اثر کوہستان کشمیر میں بھی پہونچا چنانچہ اگست ۱۸۴۲ء (۱۲۵۹ھ ہجری) میں حبیب اللہ خاں کھکھلی والے نے گھوڑی کے سکھوں کی جمعیت پر حملہ کیا مگر غلام محی الدین نے کمک بھیجی اور اس جمعیت نے سرکشوں کو شکست دی اور اُن کے سردار کو قتل کیا۔

تھوڑے عرصہ بعد راجہ سلطان خان گھوڑی والے نے باتفاق حبیب اللہ خاں کے ایک لڑکے اور دیگر رئیسان کوہستان کے گھوڑی پر حملہ کر کے اُس پر تصرف کر لیا اور جو فوج بسرکردگی مرزا ایوب خاں وپنڈت راج کاک ناظم نے بھیجی تھی اُس کو شکست دی مرزا ایوب خاں کو قید کر کے کاغان میں محبوس کر دیا۔ بعد ازاں اکتوبر میں مظفر آباد کی طرف روانہ ہو کر قلعوں پر حملہ کیا۔ غلام محی الدین نے تقریباً کل فوج سکھ جو اُس کے پاس تھی مظفر آباد کے بچانے کے واسطے بھیجی۔ مگر اس فوج کو متحدہ افواج اقوام پہاڑی نے حملہ کر کے شکست دی اور شہر کو جلا دیا۔ جن سکھ قیدیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کیا انکو قتل کیا

اب راجہ زبردست خاں کا برادر زادہ اور راجگان دوپٹہ دادری بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور انکو ایسی طاقت حاصل ہو گئی کہ انھوں نے نومبر میں بارہ مولا پر تصرف کر لیا۔ اور پرگنہ سوپور پر جو دار الریاست کشمیر کے متصل ہے۔ قابض ہو گئے۔ شیر احمد خاں نے کامراج میں علم تاراج بلند کیا۔ لوگوں کا مال و مویشی جو ہاتھ آیا لوٹ کر لے گئے۔ نبڈ پورہ سے ٹیکا رام بھان کو گرفتار کر کے کرناہ میں محبوس کر دیا۔ نتھے شاہ وسوجان سنگھ نے کامراج میں شیر احمد خاں کا مقابلہ کیا مگر کچھ پیش نہ گئی۔

شیخ غلام محی الدین نے دربار لاہور کو اس فتنہ وفساد کی خبر بھیجی۔ وہاں سے جنرل گلاب سنگھ بھوبرنڈیہ کو جو پشاور کی طرف جا رہا تھا حکم ہوا کہ اپنی فوج لے کر کشمیر کو روانہ ہو جاوے۔ پونچھ اور جموں کی راہ سے بھی کمک بھیجی گئی۔ پونچھ سے جو فوج آئی تھی اسکا افسر غلام محی الدین کا بیٹا شیخ امام الدین تھا۔

اس اثنا میں اقوام پہاڑ کے لشکر نے کشمیر پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاخت کی اور غلام محی الدین قلعہ ہری پربت میں بند ہو گیا۔ مسلمان فوج باغی ہو گئی تھی

سرکار انگریزی جاگیر سلطان حسین خان قرار پایا

جاگیر بوئی علاقہ مانسہرہ سلطان حسین خاں کے انتقال کے بعد اُس کی اولاد نرینہ نہ رہنے کی وجہ سے مہاراجہ کشمیر نے رقم معاوضہ مظفر آباد ضبط کرلی۔ مگر سرکار انگریزی نے جاگیر بوئی بحق سلطان محمد برکات خاں برادرزادہ سلطان حسین خان واگزار کردی۔ جس پر اس وقت سلطان حسن علی خاں فرزند سلطان محمد برکات خان قابض و متصرف ہے۔ ان حالات میں حکومت مظفر آباد کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ جاگیر گڑھی حبیب اللہ خان کے بالمقابل دریائے نین سکھ یعنی کونٹر کے داہنے کنارے پر واقع ہے جس میں ۲۵ مواضعات ہیں۔ اور دس بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ جس میں سے کچھ نذرانہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے سلطان کی رہائش لب دریا موضع بوئی میں ہے۔

۶۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں کرناہ کی حکومت بمبہ کا خاتمہ سمت ۱۹۱۷ بکرمی (سنہ ۱۸۶۰ء)

کرناہ میں سنہ ۱۱۹۸ ہجری میں سلطان ناصر علی خان نے اپنی علیحدہ حکومت قائم کرلی تھی اس کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے منصور خان و معزالدین خاں حکمران رہے۔ ان کے بعد منصور خان کا بیٹا شیر احمد خان سلطان ہوا۔ سمت ۱۹۱۷ بکرمی (سنہ ۱۸۶۰ء) میں شیر احمد خاں کا کچھ جھگڑا مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ساتھ ہوگیا۔ اور نوبت لڑائی تک پہونچی مہاراجہ نے اس کے مواخذہ کے لیے افواج ڈوگرہ مامور کیں معمولی سی لڑائی ہوئی۔ شیر احمد خاں کو مقابلہ کی طاقت نہ ہوئی۔ اپنے قبائل ساتھ لے کر پھاگن سمت ۱۹۱۷ بکرمی (فروری سنہ ۱۸۶۱ء) میں مفرور ہوگیا۔ سمت ۱۹۲۲ بکرمی (سنہ ۶۶-۱۸۶۵ء) میں شامت اعمال سے پھر واپس آکر علاقہ کشمیر میں مہاراجہ کے خلاف برسرپیکار ہوا۔ اس دفعہ اچھی خاصی معرکہ آرائی ہوئی مگر شیر احمد خان کی سپاہ ناکام رہی اور پھر اسے فرار ہونا پڑا۔ چنانچہ چند سال تک مختلف مقامات ہنسہ۔ تکبٹرل۔ علاقہ انگریزی میں اور منور۔ ذنبسیر علاقہ یاغستان میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ بالآخر اس خانہ بدوشی کی زندگی سے تنگ آکر ایک روز اُس نے اپنے بیٹے محمد عظیم خاں کو ملامت کی کہ تمھاری بدولت مجھے یہ تکلیف اس آخری عمر میں اٹھانی پڑی

کے بعد سکھوں کے عہد کشمیر کا خاتمہ ہوگیا۔ اور حکومت ڈوگرہ کا عہد شروع ہوا۔

۵۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کا قبضہ کشمیر اور بمبہ حکومت مظفرآباد کا خاتمہ

مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں علاقہ پہاڑ میں پورا امن وامان رہا کیونکہ مہاراجہ موصوف نے روسائے پہاڑ کے ساتھ رابطہ اطاعت و مودت قائم کرکے ہمیشہ ان کے ساتھ مراعات ملحوظ رکھیں اس سند کی نقل سلطان رحمت اللہ خان جاگیردار گھوڑی نے مجھے دکھلائی ہے جو حسب ذیل ہے۔

"چوں دریں وقت راجگان کھکھا و بمبہ بمقام کشمیر معرفت عالی جاہ ملک فتح خاں حاضر شدہ اقرارنامہ اطاعت و فرمانبرداری و ترک مفسدہ نوشتہ دادند لہذا بنا بر تسلی و طمانیت آنہا از جانب مابدولت ہم روبروے صاحب مشفق مہربان الطاف فرمائے مخلصانہ کرنل لارنس صاحب ایجنٹ گورنر جنرل صاحب بہادر ممالک مغربی و شمالی اقرار است بدل قبول و منظور ہست۔ یک نقل ایں اقرارنامہ بدفتر انگریزی ہم داخل کردہ۔ ہرچہ برائے پرورش راجگان بنظر مہربانی برحال آنہا و لحاظ رفاہ آں ہمہ بشرط مندرجہ اقرارنامہ آنہا آنہا قبل از یک سال عہد وقت شیخ غلام محی الدین مقرر بود آنرا معاف خواہم داشت پنجم حصہ موافق نوشتہ خود براجگان کھکھا و بمبہ معاف کردہ شدہ المرقوم سویم ماہ مگھر سمبت ۱۹۰۳ بمقام کشمیر"

صحیح مہاراجہ گلاب سنگھ

اس کے مطابق سلطان حسین خان سمبت ۱۹۱۱ بکرمی دیسی ۱۸۵۴ء تک مظفرآباد پر قابض رہا۔ ماہ ہاڑہ سمبت ۱۹۱۱ بکرمی میں دیوان جوالا سہائے نے منجانب مہاراجہ گلاب سنگھ سلطان حسین خاں کو ایک تحریر دی جس میں درج ہے کہ مبلغ پچیس ہزار روپیہ ڈبل سالانہ معاوضہ علاقہ مظفرآباد سلطان حسین خاں کو نسلاً بعد نسل ادا کیا جائیگا۔ اور اس رقم کی ماہوار قسط بندی کردی۔ اس وقت سے مظفرآباد مع علاقہ تا حد کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ میں آگیا اور سلطان حسین خاں اپنے دارالحکومت مظفرآباد کو چھوڑ کر بوئی علاقہ انگریزی میں چلا گیا۔ اور اپنے مقبوضہ دیہات پکھلی پر قابض رہا۔ حد بندی کشمیر کے بعد علاقہ منجانب

حکومت قائم کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی سال اُس نے تیمور شاہ درانی سے اپنی حکومت کی سند حاصل کی مگر یہ سند میں نے نہیں دیکھی۔ یہ بڑا منتظم سلطان تھا۔ اُس نے گھوڑی میں اپنے محلات تعمیر کیے۔ راستہ مظفر آباد اور گلی گلوٹی کی حفاظت کے لیے قلعہ اور برج تعمیر کرائے۔ ان کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ موضع ٹیکا میں سکھوں کو آباد کیا اور قلعہ ملحقہ کی حفاظت کا انھیں ذمہ دار بنایا۔ آبادی میں ترقی کی۔ آبادی موضع گھوڑی کو ترقی دے کر قصبہ کی حد تک پہونچایا۔ کھتری دوکانداروں کو نواشہر علاقہ ہزارہ سے لاکر گھوڑی میں آباد کیا۔ مساجد و منادر کو معافیات عطا کیں۔ یہ علم دوست بھی تھا علما اور فقرا کو باہر سے لاکر اپنے ملک میں آباد کیا۔ اور ان کو گذارہ کے لیے معافیات عطا کیں۔ خود بھی علوم عربی و فارسی کا عالم تھا۔ اور علما سے علمی مضامین پر بحث مباحثہ کرتا رہتا تھا اس کا عہد حکومت امن و امان سے گذرا۔ کبھی معرکہ کی نوبت نہیں آئی۔ الغرض ۹۶ سال کی عمر تک کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حکومت کرکے سمبت ۱۸۶۸ بکرمی دسمبر ۱۲-۱۸۱۱ء میں فوت ہوا۔

سلطان اکبر علی خان کے بعد اُس کا بیٹا نجف خان اُس کا جانشین ہوا۔ اس کا ابتدائی عہد حکومت بہت کامیاب رہا۔ ملکی اور فوجی انتظام اچھا رہا۔ تمام رعایا فوجی خدمات انجام دینے کی پابند تھی۔ اُس کے علاوہ پانچ سو روہیلا فوج تنخواہ دار ملازم تھی۔ اُس کے عہد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر تصرف حاصل کیا۔ نجف خاں شاہزادہ شیر سنگھ کی خدمت میں بمقام کوٹ بیلہ علاقہ مانسہرہ حاضر ہوا۔ اور اُس سے اپنی جاگیر گھوڑی سے متعلق سند مورخہ ۲۳ بیساکھ سمبت ۱۸۸۸ بکرمی دسمبر ۱۸۳۱ء حاصل کی۔ اس زمانہ میں نجف خان اپنے والد کی خریدکردہ زمینداری جبڑی کلیش علاقہ مانسہرہ میں مقیم تھا۔

بعد میں بعد شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر یہ تجویز ہوئی کہ جاگیرداران اپنے اپنے بیٹوں کو بطور یرغمال کشمیر میں رکھیں چنانچہ سلطان نجف خان نے اپنے بیٹے فیروز الدین خان کو بطور یرغمال بھیجا مظفر آباد سے رحمۃ اللہ خان بہادر زادہ سلطان زبردست خان اور کرناہ سے راجہ عنایت اللہ خان یرغمال بھیجے گئے۔

کیونکہ دراصل بانی فساد محمد عظیم خاں تھا اور شیر احمد خان نے صرف اس کا ساتھ دیا تھا۔ محمد عظیم خان کو اس ملامت سے شرم دامنگیر ہوئی وہ اپنے باپ کی لاعلمی میں اس کے پاس سے روانہ ہوکر جموں پہونچا اور مہاراجہ رنبیر سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی سرگذشت بیان کی۔ اور اعتراف کیا کہ واقعی سرکار کی نافرمانی یا نمک حرامی جو کچھ کہ سرزد ہوئی وہ مجھ سے ہوئی۔ میرے باپ کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے سرکار جس طرح چاہے مجھے سزا دے یا معافی بخشے۔ مگر میرے باپ کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے مہاراجہ رنبیر سنگھ بڑے مدبر اور صاحب حوصلہ و زخم دل حکمران تھے۔ انھوں نے اپنے الطاف خسروانہ سے محمد عظیم خاں کو معافی دی اور راجہ شیر احمد خان کے نام پروانہ لکھا کہ ہم نے محمد عظیم خاں کو معافی دیدی ہے آپ بھی اس کو معاف کردیں۔ سردست پانچ ہزار سالانہ کی جاگیر آپ کے گذارہ کے واسطے مواضعات یاری پورہ۔ براز لہ و نونئی تحصیل کولہ گام ملک کشمیر میں عطا کی جاتی ہے۔ بعد میں آپ کی اصلی جاگیر کے متعلق بھی غور کیا جائیگا۔ آپ اپنے اہل و عیال کو بلا خوف و خطر کشمیر میں لے آئیں۔

چنانچہ ماہ بھادوں سمبت ۱۹۲۵ بکرمی (ستمبر ۱۲۶۸ء) راجہ شیر احمد خان مع اپنے قبائل کے بنسیر علاقہ پاعنستان سے واپس آکر کشمیر میں اپنی جاگیر یاری پورہ پر قابض ہوگیا۔ اور اسی موضع میں اس نے سکونت اختیار کی۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ ہمیشہ اس کے اوپر مہربان رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ نے اپنی آخری علالت کے زمانہ میں دیوان کو حکم دیا تھا کہ راجہ شیر احمد خان کو جموں میں طلب کیا جائے کہ اسے جو تکلیف پہونچی ہے اس کی تلافی کی جائے مگر بوجہ اس کے کہ راجہ شیر احمد خان کے تعلقات دیوان کے ساتھ اچھے نہ تھے اس نے راجہ شیر احمد خاں کو خبر نہ بھیجی یہاں تک کہ مہاراجہ سرگباش ہوگئے اور راجہ شیر احمد خان کی جاگیر کی واگذاری کا معاملہ گاؤ خورد ہوگیا۔

راجہ شیر احمد خان پھاگن سمبت ۱۹۳۱ بکرمی (مارچ ۱۸۷۵ء) میں بمقام یاری پورہ فوت ہوا اسکے بعد محمد عظیم خان عطا محمد خاں دونوں بھائی جاگیر پر قابض رہے۔ انکے بعد اب ان کی اولاد قابض ہے۔

۷۔ جاگیر گھوڑی

اکبر علی خان ۱۱۹۸ھ ہجری میں علاقہ گھوڑی پر قابض ہوا۔ اور اس نے علیحدہ

الغرض فوج خالصہ کو درہم برہم کر کے سلطان نجف خان نے اپنے ملک موروثی پر
دوبارہ قبضہ حاصل کیا۔ بعد ازیں امدادی فوج کے افسران کو گران بہا تحائف دیکر واپس کیا
جنگ و جدل کی وجہ سے بعض دیہات تباہ اور زمیندار خستہ حال ہو گئے تھے
سلطان نے باہر سے زمینداروں کو بلا کر اپنے ملک میں آباد کیا۔ اور سقیم الحال زمینداروں کی
ہر طرح سے امداد کی اور اُن کی پار برجائی کا انتظام بہم پہونچایا۔ مگر ان غیر معمولی اخراجات کی
وجہ سے سلطان کی مالی حالت اور فوجی جمعیت میں بہت کمی واقع ہو گئی۔

شروع سال سمبت ۱۹۰۳ بکرمی (۱۸۴۶ء) میں سلطان حسین خان والی مظفرآباد نے
جو سلطان نجف خان کا بھتیجا تھا۔ سلطان کی کمزوری دیکھکر اُس کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ علاقہ
چھوڑ کر ملک باہر چلے جاؤ ورنہ تم کو جبراً بدر کر دیا جائیگا۔ نجف خان مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا
تھا مجبوراً علاقہ گھوڑی سے نکل کر اپنی زمینداری واقعہ علاقہ مانسہرہ میں چلا گیا۔

اس کے چند روز بعد ملک کشمیر مہاراجہ گلاب سنگھ کے قبضہ تصرف میں آیا۔ اس وقت
نجف خان مہاراجہ کے پاس فریادی ہوا۔ سلطان حسین خان مہاراجہ سے روگردان رہا
کیونکہ اُسے ایجنٹ گورنر جنرل پنجاب کی حمایت کا گھمنڈ تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے
براہ راست سلطان حسین خان پر ہاتھ ڈالنا مصلحت نہ سمجھا اور سلطان نجف خان کو یہ
مشورہ دیا کہ حکمت عملی سے کام نکالنا چاہیے۔ چنانچہ سمبت ۱۹۰۹ بکرمی (دسمبر ۱۸۵۲ء) میں
سلطان نجف خاں نے علاقہ گھوڑی کے اشخاص ذیل میر نور محمد بیڑی والہ۔ میر دوست محمد
سراره پلہ والہ۔ سید وصف علی شاہ کیگران والہ۔ میر ناصر ملک مہریان والہ۔ راجہ حمزہ خاں
میر ملک ٹبل والہ۔ کو کا برزور اجیان منشی صالح شیخ کنڈلہ والہ اور چہڑ خاں بدیشس
اشروگ والہ کو مع ہمراہیان کل بائیس آدمی لاہور بھیجے۔ انھوں نے لاہور پہونچکر ایجنٹ
گورنر جنرل ہند کے پاس سلطان حسین خاں کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ صاحب موصوف
نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو توجہ دلائی کہ اُن کی حق رسی کی جاوے۔ مہاراجہ نے موقع پا کر
سلطان حسین خاں سے علاقہ گھوڑی سلطان نجف خان کو واپس دلا دیا جس کی بابت
سند مہاراجہ گلاب سنگھ کی مورخہ ۹۔ بھادوں سمبت ۱۹۱۱ بکرمی (اگست ۱۸۵۴ء) سلطان
گھوڑی کے پاس موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کے نذرانہ میں مہاراجہ نے پچیس ہزار

سمبت ۱۸۹۷ بکرمی (۱۸۴۰ء/۱۲۵۶ھ) میں جب کہ سلطان نجف خان کے ساتھ شیخ غلام محی الدین صوبہ دار کشمیر کی مخالفت ہوگئی صوبہ دار نے لبسر کردگی مرزا ایوب و پنڈت راج کاک گھوڑی پر فوج کشی کی۔ سلطان نجف خان مقابلہ کے لیے تیار نہ تھا خفیہ طور پر اپنے قبائل سے کر یاغستان کی طرف نکل گیا۔ سکھوں کی فوج نے گھوڑی پہونچ کر سلطان کے محلات کو آگ لگا کر خراب کیا۔ اور یہاں اپنی چھاؤنی قائم کر لی۔ نجف خاں کا ننہال یاغستان میں تھا ان تعلقات کی بنا پر اس نے یاغستان میں ایک لشکر تیار کیا جس کا سپاہ سالار حبیب اللہ خان بانی گڈھی حبیب اللہ تھا اور افسران پیر خان بانی بانڈا پیر خان متصل ایبٹ آباد و سید ضامن شاہ کاغانی تھے۔ یہ فوج براہ گلی گلوٹی گھوڑی پر نازل ہوئی پہلے حملہ میں حبیب اللہ خان شہید ہوا۔ اس سے برہمی پیدا ہوئی۔ اور تمام لشکر حبیب اللہ خان کی میت کو لے کر واپس ہوگیا۔ گڈھی پہونچ کر میت کی تجہیز و تکفین کے بعد دوبارہ حملہ اسی راستہ سے کیا گیا۔ اس دفعہ گھوڑی میں فوج خالصہ کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں قوم بمبہ میں سے سلطان نجف خان کا امدادی شیر احمد خان راجہ کرناہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس واقعہ کو تاریخ حسن میں اس طرح لکھا ہے کہ "پہاڑ کے تمام راجاؤں نے اتفاق کرکے ناظم کشمیر کی فوج کا قتل عام کیا۔ ایک بڑی تعداد کو قید کر لیا اور بعضوں کو جبراً مسلمان کیا اور بعضوں کا سر، موچھ اور بھویں مونڈ کر ختنہ کر دیا اور ناک و کان کاٹ کر ناظم کے پاس پیش کش کے طور پر بھیج دیا۔ اور ناظم کی فوج کے کمان افسر مرزا ایوب کو کاغان میں قید کر کے علاقہ کوہستان پر قابض ہوگئے"

اس معرکہ کی بابت ایک ملکی شاعر نے بڑا لمبا چھبیتہ تصنیف کیا ہے جس کا سرنامہ یہ ہے۔ "چھڑے خان تے سلطان قلعہ گھوڑی دا اٹھایا لڑے مومن مسلمان فرش سکھان وا بچھایا" نیز اس واقعہ کا ذکر تاریخ قوم مرزا اجر موسومہ تذکرہ بے مثل مصنفہ مرزا ظفر اللہ خاں میں بھی آیا ہے۔ مگر مورخ نے سہواً بجائے مرزا ایوب کے مرزا نواب خان کی گرفتاری لکھی ہے اور حبیب اللہ خان کی شہادت کے چالیس روز بعد دوسرے حملہ کا واقع ہونا بیان کیا ہے۔ اور تعداد فوج صوبہ کشمیر چار ہزار اور تعداد لشکر سلطان تیس ہزار درج کی ہے۔ میرے خیال میں لشکر سلطانی کی تعداد مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے۔

گورنمنٹ پنجاب جاگیر مفصلہ ذیل جمعی چار صد و پچاسی روپیہ سکہ گورنمنٹ نامبردہ اور
بعد وفات اُس کے بنام اولاد پسری و صلبی اُس کے جو بطن زوجہ منکوحہ سے ہو نسلاً بعد نسل
بسبیل علی الدوام باخذ نذرانہ مسطور بشرط نیک چلنی موہوب لہ اور اُس کے جانشینان
کے عطا و مرحمت ہوئی۔ لہذا یہ وثیقہ سنداً دیا گیا۔ اور یہ جاگیر پرگنہ ضلع ہزارہ مانسہرہ میں ہے
کل [illegible] بہ تفصیل ذیل

جبڑی کلیش بمعہ دورہ موچی پدرہ ولسود [illegible]

چہارم شوال بجع [illegible]

دستخط بحروف انگریزی

مہر محکمہ عالیہ گورنمنٹ پنجاب

یہ جاگیر ابتدائی بندوبست ضلع ہزارہ میں بوجہ غیر حاضری جاگیردار افسران بندوبست
کی سفارش پر کہ جاگیردار باشندہ ریاست کشمیر ہے اور اس ضلع میں وہ نہیں رہتا بشرط حین
حیات جاگیردار کے تابع کر دی گئی۔ اور سلطان کی وفات پر ضبط ہو گئی۔

سمبت ۱۹۲۲ بکرمی سے پہلے سلاطین بمبہ با اختیار اور خود مختار حکمران تھے۔ مگر سمبت ۱۹۲۲
بکرمی (۱۸۶۶ء) میں پولیس مقرر ہوئی۔ اُس کے خلاف چارہ جوئی کی گئی۔ اس پر پولیس
موقوف ہوئی اور حسب ذیل اقرارنامہ کرنیل گنڈو کی معرفت توثیق پایا۔

چوں سرکار عالی مدار از روئے رعیت نوازی پولیس گھوڑی موقوف فرمودہ بہ سبب
موقوفی پولیس مبلغ نو صد روپیہ ضرب ہری سنگھی از راجہ ہائے گھوڑی ابتدائے اسوج سمبت ۱۹۲۳
نہایت اخیر بھادوں سمبت ۱۹۲۴ بعبارت سال تمام گرفتن مقرر نمود۔ ریٹی ہائے طلب از حضور انور
ملازمان سری سرکار خواہد گرفت۔ مقدمات بقرار تفصیل ذیل تعلق ملازمان عالی ماندہ۔ ریٹی ہائے
از ملک گھوڑی مقرر نمودن است

مقدمہ خون۔ راہزنی۔ زنائے بالجبر۔ فصل تیار شدہ از کسے گرفتن و بہ کسے دادن
نقب زنی از یک صد روپیہ بالا۔ بردہ فروشی۔ مقدمہ سنگین استخوان شکنی بضرب شمشیر
بارود سازی۔ شمشیر و تفنگ سازی۔ کسے نمک حرام در علاقہ بیاید گرفتار سازند اگر از طرف
کسے نزد خود دارد سزا خواہد یافت۔ نقصان مادہ گاؤ ان دگا دیشان۔

روپیہ سلطان نجف خان سے وصول کیا غرض کہ اس تدبیر سے سلطان نجف خان نے دوبارہ اپنے ملک موروثی پر قبضہ حاصل کیا اور حکومت شروع کر دی۔

سلطان نجف خان کی اولاد میں سے اُس کا بڑا بیٹا قطب الدین خان اپنے باپ کی حیات میں ایک جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اُس کے دو بیٹے فتح محمد خان اور ولی محمد خان تھے چونکہ ان دونوں کی شادی سلطان حسین خان والی مظفر آباد کے گھر میں ہوئی تھی اسلیے یہ دونوں اپنے دادا سے ناراض ہو کر سلطان حسین خاں کے ساتھ رہتے تھے۔ اور غالباً اسی وجہ سے جانشینی سے محروم رہے۔ جب سلطان نجف خان کو پچیس ہزار روپیہ نذرانہ مہاراجہ گلاب سنگھ کو دینا پڑا تو اُس نے روپیہ بہم پہنچانے کی یہ تدبیر نکالی کہ مبلغ نو ہزار چار سو روپیہ راجہ فتح محمد خان و ولی محمد خاں سے لیے اور چار ہزار پانچ سو روپیہ بخش علی خان سے وصول کئے۔ بخش علی خان سلطان محمود خان کے بھائی ذوالفقار خاں کا پوتا ہے اس رقم کی ادائیگی کے واسطے راجگان مذکور کو مواضعات ذیل دیے گئے۔ سرل سچہ۔ جھکڑیاں پچور۔ ونیاڑ۔ مچھیارہ۔ چھٹہ کبایا۔ ڈوبہ۔ بیسری۔ چڑبل۔ گھاٹیاں۔ کہ ان کی آمدنی سے اپنی رقوم وصول کر لیویں۔ اور اُن کو گذارہ کے واسطے بھی رقبہ جات و مواضعات دیے گئے۔

الغرض ۴۹ سال حکومت کرنے کے بعد سلطان نجف خان سمت ۱۹۱۷ بکرمی (مطابق ۱۸۶۰ء) میں فوت ہوا۔ اُس کے بجائے اُس کا بیٹا فیروز الدین خان اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے ۱۸۶۳ء میں جنگ اگرور یعنی کالا ڈھاکہ میں سرکار انگریزی کو فوجی امداد دی جس کے صلہ میں سرکار انگریزی نے مبلغ چار سو پچاسی روپیہ سالانہ کی جاگیر اُس کو عطا کی سند جاگیر حسب ذیل موجودہ سلطان گوڑی کے پاس موجود ہے

سند جاگیر

سلطان صاحب فیروز الدین خان ولد نجف خان قوم بمبہ۔

مندرجہ ہذا نقشہ معافی۔

در این وقت حسب الحکم اسیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند دستخطی صاحب سکریٹری گورنمنٹ ہند نمبرہ ۱۲۵ مورخہ ۳۰۔ ماہ مئی ۱۸۶۳ء اسمی صاحب سکریٹری

بے پرواہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقہ جاگیر میں بد انتظامی پیدا ہوگئی۔ لہذا اُس کے
حین حیات اُس کے بیٹے محمد خان کو مہاراجہ نے سلطان مقرر کر دیا۔ چنانچہ سمبت ۱۹۴۳
بکرمی سے سمبت ۱۹۵۲ سلطان محمد خان جاگیر گھوڑی پر قابض ہوگیا۔ بعد ازاں اُس کی ناسازی
طبع کے باعث اُس کے بڑے بیٹے رحمت اللہ خاں کو اُس کا سربراہ مقرر کیا گیا جو
کہ سمبت ۱۹۶۵ بکرمی میں اپنے والد کی وفات کے بعد اُس کا جانشین ہوا۔ اور اب تک
قابض اور نیک نام ہے۔ اُس نے اپنے بزرگون کے دار الحکومت گھوڑی کو ترک
کر کے وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک کوہستانی مقام میں سکونت اختیار کی ہے۔ اور
اپنی تنہائی کی زندگی کتب بینی میں بسر کرتا ہے وہ ایک صالح اور متقی آدمی ہے۔ ملک
میں اس کی عزت ہے جس وجہ سے اس کے رشتہ دار اُس سے حسد رکھتے ہیں۔ اور
اُس کے درپے رہتے ہیں۔

۸۔ جاگیرات ددپٹہ و کتھائی و کامراج

سلطان محمود خان والی ریاست مظفرآباد کی وفات کے بعد ۱۱۹۸ھ ہجری
میں جو تقسیم ہوئی تھی اُس کی رو سے ددپٹہ کا علاقہ فتح خان پسر عنایت اللہ خاں کے
حصہ میں آیا تھا۔ بعد میں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے اس میں بطرف مظفرآباد کچھ اور اضافہ
ہوا۔ فتح خان کے بعد اُس کا بیٹا مسطور علی خان۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا ناصر علی خاں اُس کی
وفات کے بعد اُس کا بیٹا عطا محمد خان۔ اُس کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا۔ فتح محمد خاں
بعد ازاں اُس کا بیٹا قطب الدین خان یکے بعد دیگرے سلطان ہوئے اور بالآخر
سلطان قطب الدین خاں کے فوت ہونے کے بعد اب اُس کا فرزند جوان بخت محمد
فیروز الدین خان سلطان ہے اُس نے اپنے حسن انتظام سے جاگیر میں بہت ترقی کی ہے
اور بہت شہرت حاصل کی ہے یہ نئی وضع کا تعلیم یافتہ اور روشن خیال رئیس ہے۔
کتھائی ولی خاں پسر ہدایت اللہ خاں کے حصہ میں آئی تھی۔ اُس کی وفات کے بعد
اس کا بیٹا ابراہیم خان۔ اُس کے فوت ہونے پر اُس کا بھائی مظفر خان۔ اُس کے انتقال
کے بعد اُس کا بیٹا زبردست خان۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا محمد خان اُس کی وفات کے

راجہ ہائے مذکورہ بابت رپٹی ہائے غرض نہ دارد چراکہ رموز ہر رپیپوٹ از رپٹی ہائے گرفتن است۔ زیادہ ازیں مقدمات صدر تعلق راجہ ہائے اند ستھا نہ دار گھوڑی دا ہیزم سوختنی وکاہ روز مرہ برگرفتن بابت شیر خام درراہ از راجہ ہائے گرفتن است بنابران اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد۔ ۶ ماہ ماگھ سمبت ۱۹۲۳

اس کے بعد باستثناء مقدمات مادق تمام مقدمات کا جاگیرداران خود فیصلہ کرتے اور ملزمان کو ہر قسم کی سزا دیتے رہے مگر بتدریج یہ اختیارات اب سلب ہو گئے ہیں ماسوا بعض جاگیرداروں کے جنھیں اختیارات آنریری مجسٹریٹ اپنی جاگیر کے اندر حاصل ہیں۔

سمبت ۱۹۲۵ بکرمی میں جب کہ گلگت میں جنگ شروع ہوئی مہاراجہ رنبیر سنگھ نے سلطان فیروز الدین خاں سے فوجی امداد طلب کی۔ سلطان نے اپنا بھائی بہرام خان مع دوسو نفر سپاہ کے پیش کیا۔ جب گلگت پہونچ کر راجہ بہرام خان نے اپنی جوانمردی کا ثبوت دیا تو مہاراجہ نے بہرام خان کی بہت عزت افزائی کی اور ان خدمات کے صلہ میں مہاراجہ نے واپسی پر پانچ سو روپیہ کے سونے کے کڑے اور ایک کنٹھا انعام عطا کیا۔

سلطان فیروز الدین خان کی بہادری اور قابلیت جنگی کی وجہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ مہاراجہ رنبیر سنگھ اس پر بہت مہربان تھے۔ اور اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اس لیے اکثر اس کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ جموں میں ایک روز سلطان نے مہاراجہ سے عرض کی کہ میں بے خانمانی سے بہت دل تنگ ہو گیا ہوں یا مجھے گھر جانے کی اجازت دی جائے یا میری شادی کرا دی جائے۔ مہاراجہ نے درباریوں سے دریافت کیا کہ کس خاندان میں ناطہ کی تلاش کی جائے۔ پتہ ملا کہ سردار صمد خان پٹھان کے گھر میں جوان ناطہ موجود ہے۔ مہاراجہ نے سردار صمد خان کو طلب کر کے سلطان کے لیے ناطہ مانگا۔ سردار نے بخوشی منظور کیا۔ مہاراجہ نے یہ شادی بڑی دھوم دھام سے کرا دی۔

گو کہ فیروز الدین بڑا دلیر اور بہادر آدمی تھا۔ مگر ملک داری سے بالکل

شجرہ نسب راجگان کھکھا کچیلی و چیکار

راجہ مل خان
- پیر کالا خان (اس کی اولاد کہوٹہ میں موجود ہے)
- جوہد خان
- پیرو خان
- کھکھا خان
  - راجہ سے خان
    - راجہ سنگے خان (اس کی اولاد بونیار علاقہ ادری میں موجود ہے)
    - راجہ منگے خان
      - راجہ علی شیر خان
        - راجہ محمود خان
          - راجہ فیروز خان
            - راجہ گوبند خان
              - راجہ داد خان
                - راجہ جوگی خان
                  - راجہ اسمال خان
                    - راجہ چیکار خان (اس کی اولاد علاقہ چیکار میں آباد ہے)
                  - راجہ درویش خان
                    - راجہ سلطے خان
                      - راجہ جلال خان
                        - راجہ سفیر خان
                        - راجہ نصر اللہ خان *
          - راجہ شیر خان (اس کی اولاد علاقہ پونچھ میں موجود ہے)
- تنولی خان (اس کی اولاد تنول میں موجود ہے)

* راجہ نصر اللہ خان
- راجہ بیگ خان
  - راجہ رزاق علی خان
    - راجہ خیراتی خان
      - راجہ نذھیر خان
        - راجہ سنگے خان
          - راجہ خواص خان
            - راجہ سیدل خان
          - راجہ منگی خان
            - راجہ فتح خان
            - راجہ نجیب خان (دلا دلا)

(ان کی اولاد کچیلی میں آباد ہے)

بعد اُسکا بیٹا سکندر خاں یکے بعد دیگرے جاگیردار ہوئے سکندر خاں کے بعد اُس کا بھتیجا محمد متولی خان جاگیردار ہوا۔ جو اس وقت قابض ہے۔ اُس کا بیٹا عبدالعزیز خان اُس کا ولی عہد ہے دونوں نہایت سلیم الطبع اور خوش خلق رئیس ہیں۔

کامراج میں سلطان کام بخش خان کے بعد اُس کا بیٹا صفدر علی خان اُس کا جانشین اور سلطان ہوا۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے ہیبت خان و مظفر خان برسر اقتدار رہے۔ مظفر خان کے بیٹے اکبر علی خان و محمد خان تھے۔ اب اکبر علی خان کا بیٹا شیر علی خاں راج پورہ میں اور سلطان محمد خان کا پوتا غلام محمد خان زچلی ڈارہ میں سلطان ہیں دونوں تعلیم یافتہ اور فہمیدہ رئیس ہیں۔

دوسرا باب

راجگان گکھا، چیلی و چیکار و راجگان ہتال علاقہ اُوڑی

(۱) اصلیت اور حسب و نسب (۲) اُن کی سیاسی سرگرمیاں (۳) سکھوں کے عہد حکومت میں اُنکی آزادی کا سلب ہونا

علاقہ دچھنہ کے بالمقابل دریائے جہلم کا بایاں کنارہ کھادرہ کے نام سے مشہور ہے اس علاقہ میں عرصہ دراز سے راجگان گکھا و ہتال ممتاز اور حکمران اور سرکردہ چلے آتے ہیں اور اب تک ان میں سے متعدد چھوٹے اور بڑے جاگیردار موجود ہیں اپنی شکل و شباہت ذاتی وجاہت۔ اور قومی خصائل سے وہ اب تک دیگر باشندگان ملک سے صراحتہً ممتاز معلوم ہوتے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ اصلاً بیرونی ہیں ان کی اصلیت کے متعلق تواریخ کشمیر و نیز تاریخ ہند میں جہاں تک کہ میں دیکھ سکا کچھ پتہ نہیں چلا۔ البتہ خود اُن اقوام کے درمیان مختلف روایات مشہور ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں اور نہ اُن کی تصدیق کسی اور ذریعے سے ہوتی ہے۔

ارنس نے اقوام گکھا و ہتال کی بابت لکھا ہے کہ "قدیم سنسکرت میں اس قوم کا نام کھش تھا۔ جو کوہستان ہمالیہ میں ملک کے بہت بڑے حصہ میں آباد تھی۔ مگر بہت سی حالتوں میں یہ شک پڑ جاتا ہے کہ یہ نام کس قوم پر استعمال کیا جاوے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم سلسلہ کوہستان ہمالیہ میں ایک تھوڑی سی جگہ میں آباد تھی اور یہ وہ علاقہ ہے جس کے مغرب میں دریائے وتستہ کی گذرگاہ کا درمیانی حصہ اور مشرق میں کشتوار ہے راج ترنگنی میں کئی جگہ ذکر آیا ہے کہ راج پوری (موجودہ راجوری) کے حکمران کھش قوم کے راجہ تھے۔ اور اُن کی فوج میں بھی اسی قوم کے لوگ تھے۔ بانہال کی طرف دریائے چندر بھاگا کی وادی تک کھش قوم کی آبادی کا پتہ چلتا ہے۔ نیز ثابت ہوتا ہے کہ دریائے وتستہ کی وہ وادی جو بارہ مولا سے نیچے کی طرف واقع ہے کھش قوم کا مسکن تھی۔ اس وادی کا قدیم نام

شجرہ نسب راجگان ہتمال تحصیل اوری

راجہ بیرہ خاں

زوجہ اول

- بہادر خاں
- سربلند خاں
  - ذوالفقار خاں (لاولد)
  - مظفر خاں
    - زوجہ اول
      - صفدر علی خاں
        - امیر خاں (لاولد)
      - عطا محمد خاں
        - زوجہ اول
          - فیروز الدین خاں
            - زوجہ اول: فتح محمد خان
            - زوجہ دویم: فیاض الدین خاں
            - (موضع ملدیال میں قابض ہیں)
        - زوجہ دویم
          - فتح محمد خاں
          - محمد ملنجان
      - جبار خاں (اس کی اولاد علاقہ اوری میں قابض ہے)
      - نواب خاں
        - محمد زمان خان
        - پیر محمد خاں
        - فتح محمد خاں
        - محمد عظیم خان
        - (ان کی اولاد علاقہ کھلیایہ میں قابض ہے)
    - زوجہ دویم
      - احمد علی خان
      - عبداللہ خاں
      - غلام علی خان
      - زبردست خاں
      - (ان کی اولاد علاقہ کشمیر میں قابض ہے)

زوجہ دوم

- سرفراز خان (اسکی اولاد علاقہ کوہیار میں ہے اور حیثیت پرقابض ہے)
- سرانداز خاں (لاولد)
- غلام علی خاں (لاولد)

گو کہ زین العابدین کے یرغمال رہنے کی تصدیق تاریخ کشمیر سے نہیں ہوتی ہے اور
نہ زین العابدین کے سوانح کے دوران میں کھکھے خان و حاتم خان کے واقعہ کا مذکور
کہیں ملتا ہے۔ لہذا اس اندراج کو محض ایک روایت ہی سمجھنا چاہیے اور شجرہ نسب
جو مجھے ملا ہے۔ اس میں بھی کھکھا خاں اور حاتم خاں کو بطور بھائیوں کے نہیں
دکھلایا گیا ہے۔

دیگر روایات جو میں نے راجگان کھکھا وہتمال سے سنی ہیں۔ دور از کار معلوم ہوتی
ہیں لہذا میں اُنھیں نظر انداز کرتا ہوں۔ بہر حال مندرجہ بالا اندراجات کتب تاریخ سے
اس قدر بلا شبہ ثابت ہے کہ کھکھا اور ہتمال اصلاً نو مسلم راجپوت ہیں جن کے بزرگ
پنجاب سے نقل مکان کر کے اس ملک میں آباد ہوئے اور ان کے وارثان بالآخر اس
علاقہ کے حکمران ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے ہم قوم کہوٹہ میں اور گدھ ملوٹ میں
اور تنول میں اب تک آباد ہیں۔ جن میں سے کچھ لوگ راجہ اور نواب کے لقب سے
ممتاز ہیں۔ مگر مجھے اس کی تصدیق کا موقع نہیں ملا۔

تاریخ کشمیر میں سب سے پہلی دفعہ اس قوم کا ذکر احمد شاہ ابدالی کے عہد حکومت
میں آتا ہے جب کہ عبداللہ خان ایشک اقاصی فاتح کشمیر منصب صوبہ داری عبداللہ خاں
کابلی کو اور منصب صاحب کاری سکھ جیون مل کو سپرد کر کے ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۶ھ
میں واپس چلا گیا۔ اور اس کے چار ماہ بعد سکھ جیون مل نے عبداللہ خان کو قتل کر کے خود
منصب صوبہ داری اختیار کیا۔ اور بعد میں بادشاہ نے اس کی تصدیق کر دی لیکن اسکے
چند ہی روز بعد نشہ حکومت سے بدمست ہو کر سکھ جیون مل نے خراج و تحائف مطلوبہ
بادشاہ دینے سے انکار کر دیا۔ اور آمادہ پیکار ہوا۔ ہوا خواہان بادشاہی نے لشکر جمع کر کے
اس کا مقابلہ کیا۔ مگر سکھ جیون مل نے انھیں شکست دی۔ اس پر احمد شاہ ابدالی نے
عبداللہ خان ایشک اقاصی کو تیس ہزار فوج کے ساتھ سیاہ سکھ جیون مل کی گوشمالی
کے لیے بھیجا۔ سکھ جیون مل نے بمقام حیدرآباد اُس کا مقابلہ کیا اور بیرہ خان کھکھا
کی معاونت سے فوج بادشاہی کو درہم برہم کر دیا۔ اور دربار کشمیر سے مستوجب انعام و
اکرام ہوا۔ اور راجہ کا خطاب پایا۔ یہ واقعہ ۱۷۵۴ء مطابق ۱۱۶۸ ہجری کا

دوار وتی تھا۔ اور موجودہ نام دوار بدی ہے۔ یہ وادی کٹھائی اور مظفرآباد کے درمیان وادی دنشٹہ کا ایک حصہ ہے۔

مذکورۂ بالا بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم جس کا نام زمانہ قدیم میں کھش تھا آج کل کھکھا کہلاتی ہے۔ جنوبی حصۂ کشمیر میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پہاڑی سردار اور عام رعایا کا کچھ حصہ اس قوم میں سے ہے۔ ان کھکھا سرداروں نے سکھوں کے زمانے تک اپنی آزادی یا نیم آزادی کو قائم رکھا تھا۔ یہ خاندان مع اپنے ہمسایہ راجگان بمبہ کے کسی زمانے میں بڑے اقتدار پر رہا ہے۔

احمد شاہ اپنی کتاب لب التواریخ میں لکھتا ہے کہ "بارہ مولا سے نیچے دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر کھکھا اور بمبال کا ملک ہے اس کا نام چیکارہ و کھاورہ ہے قوم بمبال کا راجہ بیرہ خان تھا اسے بوجہ قرب حاکم کشمیر کے احمد علی خان وغیرہ راجگان چیکار پر غلبہ حاصل ہوگیا۔ اور اکثر اوقات راجگان چیکار بیرہ خاں کے تابع صلاح رہے ہیں۔

حسن شاہ اپنی ضخیم تاریخ کشمیر موسومہ تاریخ حسن میں لکھتا ہے کہ "راجگان کھکھا و بمبال کی حقیقت تواریخ کشمیر میں کہیں نظر نہیں آئی۔ روایت یہ ہے کہ بلاد کہسار میں دو بھائی کھکھو و ہاتھو رہتے تھے وہ قوم راجپوت سے تھے کسی سبب سے مسلمان ہو گئے۔ اور کھکھو کا نام کھکھے خان اور ہاتھو کا نام حاتم خان ہوگیا۔ یہ دونوں کشمیر میں آکر سلطان زین العابدین کے پاس ملازم ہو گئے۔ سفر خراسان میں جب کہ وہ طبوشاہ کے لشکر میں یرغمال تھا انھوں نے اپنی خدمات شائستہ سے اس کو خوش کیا۔ اور اس خورسندی کی حالت میں اس سے سند جاگیر لکھوالی۔ جب کہ زین العابدین نے تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اس وعدے کے ایفاء میں علاقہ کھاورہ سے چند گاؤں انھیں بطور جاگیر عطا کیے۔ وہاں انھوں نے بود و باش اختیار کی۔ اور آہستہ آہستہ قوت و فروت حاصل کی۔ اس زمانے میں وارثان کھکھے خان کو کھکھا اور وارثان حاتم خان کو بمبال کہتے ہیں۔ عہد افاغنہ میں انھیں جاگیر کھاورہ کے علاوہ پرگنہ کردھن میں بیس ہزار روپیہ کی جاگیر عطا ہوئی۔

ان روایتوں میں سے حسن شاہ کی روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

کا حجام رجب بن مہدی ہوں۔ اُن کے ہاتھ سے نجات حاصل کی تو بہادر خان کھکھا نے اُس کی امداد کی۔ اور رہنمائی کر کے اُسے پونچھ پہونچا دیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شاہ ولی خان کون تھا۔ ممکن ہے کہ ابراہیم خان کا والد سلطان ولی خان بمبہ سلطان کٹھائی سے مراد ہو۔

میر ہزار خان نائب صوبہ کشمیر ماہ ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ ہجری (۱۷۹۳ء) استظام ملک کو درست کر کے علاقہ کامراج کی طرف گیا۔ اثنائے دورہ میں ناصر علی خان سلطان کرناہ۔ ابراہیم خان سلطان کٹھائی۔ صفدر علی خان سلطان کامراج۔ اور سر بلند خان کھکھا راجہ کھاورہ کو خلعت فاخرہ اور عنایات متکاثرہ سے سرافراز کیا۔

۱۲۱۳ھ ہجری میں بزمانہ صوبہ داری عبداللہ خان الکوزئی سر بلند خان نے باتفاق صفدر علی خان کامراج میں لوٹ مار مچادی۔ گلستان خان نائب ناظم ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل یاران خان و مومن خان وغیرہ مارے گئے۔ حملہ آوروں کا ایک سردار علی خان بھی قتل ہو گیا۔ اور کچھ آدمی گرفتار ہو گئے۔ نائب صوبہ شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

بعد ازاں ۱۱۔ رمضان ۱۲۳۴ھ ہجری کو مصر دیوان چند فاتح کشمیر من جانب مہاراجہ رنجیت سنگھ داخل سری نگر ہوا۔ وہ تین ماہ کشمیر میں ٹھہر کر لاہور واپس چلا گیا اور سلاطین بمبہ اور راجگان کھکھا کو اور نامدار خان ٹھکر وغیرہ کارداران کشمیر کے معتبروں کو اور بعض اور لوگوں کو بھی بطور نشان فتح اپنے ساتھ لے گیا۔ اُس کے جانے کے بعد دیوان موتی رام ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ اُس کے بعد ۱۸۲۰ء میں سردار ہری سنگھ نلوہ ناظم مقرر ہوا۔ یہ بڑا منتظم لیکن جابر حاکم تھا۔ راجگان کھکھا و بمبہ سے وہ برسرپیکار ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس پر ناخوشی کا اظہار کیا۔ ہری سنگھ نے اس کا یہ جواب دیا کہ غلام علی خان سردار کھکھا جو کہ سنگھان عالی شان سے ہر وقت محاربہ و مقاتلہ میں مصروف رہتا تھا اور کسی صورت سے حلقہ اطاعت اختیار نہیں کرتا تھا۔ اب گرفتار ہو گیا ہے۔ بعد میں شیر گڑھی کے قید خانہ میں اُس کا کام تمام کر دیا۔ اور سرافراز خان کھکھا کو جو کہ راجگان کھاورہ کا سرکردہ تھا۔ لاہور بھیج دیا۔ اور کل علاقہ کھاورہ کو جاگیر سے لے کر چکار تک اپنے

ہونا چاہیے بعد میں ۱۱۷۱ھ ہجری میں بیرہ خاں نے بارہ مولا کی طرف دوبارہ خروج کیا سکھ جیون مل نے اس کا مقابلہ کیا اور معاملہ جلد ختم ہو گیا۔

بعد ازاں بعہد تیمور شاہ درانی امیر خان جوان شیر دلیر جنگ ۱۷۷۲ء مطابق ۱۱۸۶ھ ہجری میں صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے ۱۱۸۸ھ ہجری میں خود سری اختیار کی۔ بادشاہ نے علی اکبر خاں کو تھوڑی فوج کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا مگر محمود خان بمبہ نے اسے مظفر آباد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ لہٰذا وہ وہیں سے واپس ہو کر کابل چلا گیا۔ امیر خان نے بمقام سوپور سلطان محمود خان سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی ولی خان بمبہ اور بیرہ خان کھکھا کی لڑکیاں اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے قوم بمبہ و کھکھا کے ساتھ اس کا رابطۂ اتحاد قائم ہو گیا۔

حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر نے ۱۷۸۱ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری میں سلطان محمود خان والی مظفر آباد پر فوج کشی کی۔ وہ بارہ مولا پہونچا تو اس نے بمقام گورس پونے قیام کیا۔ جہاں سے اس نے بیرہ خان کھکھا کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے سری نگر بھجوا دیا اور اس کے لڑکے بہادر خان کو پا بزنجیر کر کے اپنے ساتھ مظفر آباد لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر فرار ہو گیا۔ لیکن اس کے متعلقین اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہو گئے۔ واپسی پر جب کٹھائی پہونچا تو بہادر خان کھکھا غسل کے بہانے سے دریائے بہت پر گیا وہاں سے جان چھڑا کر شناچہ کی مدد سے دریائے جہلم کو تیر کر پار ہو گیا دوسرے دن پچاس ساٹھ آدمی لیکر کریم داد خان کے لشکر پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے صحیح و سلامت واپس چلا گیا۔ اس جد و جہد میں کریم داد خان کی فوج کا ایک افسر دیوان سنگھ مارا گیا۔ شجاع الملک حاجی کریم داد خان صرف سات سوار ساتھ لے کر گورس پونی آگیا۔ اور دوسرے دن کوچ کر کے سری نگر چلا گیا۔ جہاں اس نے اسی دن بیرہ خان کھکھا کو صحن شیر گڈھی میں قتل کر دیا۔ اور لاش اس کی سید منصور کے مقبرہ میں مدفون ہوئی۔

۱۱۹۹ھ ہجری میں آزاد خان صوبہ دار جیسا بمقام زالہ گر سری نگر نواب مدد خان سے ہزیمت کھا کر بھاگا۔ اور اس کی سپاہ کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ اور یہ کہکر کہ میں شاہ ولی خان

تصرف میں لے آیا۔ ہر جگہ قلعہ جات تعمیر کیے اور سپاہیان خالصہ کو تعینات کر دیا۔
غرضکہ راجگان کھاورہ کی آزادی یا نیم آزادی جو کچھ کہ تھی سردار ہری سنگھ نلوہ
کے زمانہ سے ختم ہو گئی۔

اب چھوٹی چھوٹی جاگیریں راجگان کھکھا کی کھیلی و چیکار تحصیل مظفرآباد میں
اور راجگان ہتال کی اوری کھلیانہ۔ نالہ۔ اور بونیار تحصیل اوری میں باقی رہ گئی ہیں۔
جن کے علیحدہ علیحدہ کوئی بڑے کارنامے نہیں ہیں۔ اس لیے میں ان کے جداگانہ
تذکرہ کو بغرض طوالت سردست ترک کرتا ہوں۔

تمت شد

137